عمرو کی غداری

طلسم ہوش ربا

پہلا حصہ

سلمان سلیم

عمرو کی غدّاری

بچّوں کے لیے

اختر رضوی

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور - راولپنڈی - کراچی

طلسم ہوش رُبا

اُردو ادب میں داستانِ امیر حمزہ کی طرح طلسم ہوش رُبا (ہوش اڑا دینے والا جادو) کو بھی بُنیادی حیثیت حاصل ہے ویسے یہ دونوں داستانی سلسلے ایک دوسرے کا حِصّہ ہیں داستان امیر حمزہ پڑھے بغیر طلسم ہوش رُبا کا پورا لطف نہیں آتا اور طلسم ہوش رُبا پڑھے بغیر داستانِ امیر حمزہ کا لُطف ادھورا رہ جاتا ہے۔

طلسم ہوش رُبا کا داستانی سلسلہ بڑا طویل ہے۔ یہ داستانیں سات حصّوں کی نو جلدوں میں فُل سکیپ سائز کے بارہ ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ کتابی شکل میں انھیں لکھنؤ کے مشہور ناشر منشی نولکشور نے آج سے تقریباً چالیس سال پہلے شائع کیا تھا۔

ان داستانوں کا اصل مُصنّف کون ہے؟ لوک کہانیوں کی طرح اس کا پتا چلانا مشکل ہے۔ البتہ منشی نولکشور کے نسخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی چار جلدیں منشی محمد حسین جاہ کی لکھی ہوئی ہیں اور باقی جلدیں احمد حسین قمر نے لکھی تھیں۔ یہ دونوں حضرات لکھنؤ کے تھے اور اپنے دور کے بہترین داستان گو مانے جاتے ہیں۔

"عمرو کی غداری" طلسم ہوش رُبا سیریز کی پہلی داستان ہے۔ اس سلسلے کا مقصد بچّوں کو قدیم اردو ادب سے روشناس کرانا ہے۔ "عمرو کی غداری" سے پہلے کے واقعات کا خلاصہ یہ ہے:

امیر حمزہ، ایران اور عرب کے بادشاہ نوشیرواں کے وفادار جنرل ہیں۔ وہ اس کے لیے فوجی خدمات انجام دیتے ہیں۔ مگر اپنے وزیر بختک کے بہکانے میں آکر نوشیرواں ان کی قدر نہیں کرتا۔ بلکہ جان کا دُشمن ہو جاتا ہے۔ امیر اس کی غلط فہمیاں دُور کرنے کی بے انتہا کوشش کرتے ہیں مگر جب پانی سر سے اُونچا ہو جاتا ہے۔ تو امیر اُسے تخت سے اُتار دیتے ہیں اور رعایا اور فوج کے اصرار پر اپنے پوتے قباد شہریار کو اس کی جگہ بادشاہ بنا دیتے ہیں۔

نوشیرواں مرجاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا فرامرز جلاوطن بادشاہ کی حیثیت سے باپ کا جانشین ہوتا ہے۔ بختک کا بیٹا بختیارک اس کا وزیر بنتا ہے۔ مختلف بادشاہوں کی مدد سے فرامرز امیر حمزہ سے جنگیں کرتا ہے۔ ناکام ہو کر آخر میں زمرد شاہ باختری عُرف لقا کے پاس جا پہنچتا ہے۔ لقا اپنے جادو کی طاقت کی بنا پر خود کو خداوند کہلاتا ہے۔ امیر حمزہ اس پر فوج کشی کرتے ہیں۔ وہ شکست کھا کر طلسم ہزار شکل میں جا کر پناہ لیتا ہے امیر یہاں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ وہ ایک سے دُوسرے طلسم میں بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ "عمرو کی غداری" میں لقا کے آخری طلسم کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

خوفناک دھماکے

جادوئی رنگ محل میں ہر روز کی طرح آج بھی عیش کی محفل جمی ہوئی تھی۔ چبوترے پر سونے کے جواہرات جڑے دو تخت بچھے ہوئے تھے۔ ایک اونچا اور بڑا تھا دوسرا اس سے کچھ چھوٹا اور نیچا۔ دونوں پر بیش قیمت قالینیں بچھی تھیں۔ بڑے تخت پر ریشمی گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے زمرد شاہ باختری جو لقا کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ اور چھوٹے تخت پر نوشیرواں کا بیٹا فرامرز بیٹھا تھا۔ لقا کی پشت کی جانب اس کا خرانٹ وزیر ہاتھ باندھے کھڑا تھا اور فرامرز کے پیچھے اس کا وزیر بختیارک۔ یہ بختیارک اسی بختک کا بیٹا تھا جو نوشیرواں بادشاہ کا وزیر ہوا کرتا تھا۔ یہ عادت اور فطرت میں ہو بہو اپنے باپ کی طرح تھا۔ جس طرح بختک ہمیشہ نوشیرواں کو امیر حمزہ کے خلاف بھڑکایا کرتا تھا اسی طرح بختیارک بھی فرامرز

کو بھڑکاتا رہتا تھا پہلے تو اس نے نامی گرامی پہلوان اور زبردست فوجیں تیار کرا کے امیر حمزہ پر چڑھائیاں کرائیں مگر جب امیر نے ان کی ساری قوت تباہ کر دی تو وہ فرامرز کو لے کر زمرد شاہ باختری لقا کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

لقا نے اپنی طاقت حکومت اور جادو کے زعم میں خدائی کا دعوا کر رکھا تھا۔ بڑے بڑے جادوگر اور ظالم اور کافر بادشاہ اسے اپنا خدا مانتے تھے۔ بختیارک کے کہنے میں آ کر فرامرز بھی اس پر ایمان لے آیا۔ لقا نے دونوں کو اپنا مصاحب خاص بنا لیا ساتھ ہی یہ بھی تسلی دی کہ وہ امیر حمزہ کو برباد کر کے ان کا ملک انھیں بخش دے گا۔

امیر حمزہ کو جب یہ حال معلوم ہوا اور انھوں نے لقا کے دعوائے خدائی کی خبر پائی تو ان کی غیرت ایمانی جوش میں آئی۔ اس فتنے کو مٹانا انھوں نے اپنا فرض جانا۔ ایک زبردست لشکر تیار کر کے آندھی اور طوفان کی طرح لقا کے ملک پر حملہ آور ہوئے ہولناک لڑائیاں ہوئیں لقا نے ہر طرح پورا زور لگایا۔ اپنی جھوٹی خدائی کا ہر پھندا چلایا۔ مگر جب کچھ بن نہ آیا تو مقابلے سے بھاگا اور مصاحبوں اور وفاداروں کی ایک جماعت کے ساتھ

"طلسم ہزار شکل" میں جا چھپا۔

طلسم ہزار شکل پر لقا کو بڑا ناز تھا۔ وہ اسے اپنی ناقابلِ فتح پناہ گاہ سمجھتا تھا۔ ہر چند کہ امیر حمزہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس طلسم کی حدوں میں داخل ہو چکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کرتے چلے جا رہے تھے۔ مگر لقا کو طلسم کے انتظامات پر اتنا بھروسا تھا کہ اس کے چہرے پر فکر و پریشانی کی جھلک تک نہ دکھائی دیتی تھی۔ وہ بڑی لاپروائی سے رنگ محل میں عیش و عشرت میں مشغول رہا کرتا۔

آج بھی اس کی محفل گرم تھی۔ خوبصورت کنیزیں زرق برق لباس پہنے رقص کر رہی تھیں۔ چاق و چوبند غلام طرح طرح کے میووں، پھلوں اور کبابوں کے طشت ہاتھوں میں لیے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ تخت کے سامنے فرش پر پریوں کی ایک ٹولی اپنے کمالات دکھا رہی تھی۔

لقا کی طرح فرامرز بھی رقص و موسیقی سے پوری دل چسپی دکھا رہا تھا۔ لیکن جانے کیا بات تھی کہ کبھی کبھی اچانک وہ کانپ اٹھتا۔ اس کا چہرہ ایک دم زرد پڑ جاتا اور وہ

سخت بے چین اور پریشان دکھائی دینے لگتا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر لقا بدمزہ ہو رہا تھا۔ ایک بار جب اچانک فرامرز سر سے پیر تک کانپ اٹھا اور پھر مڑ کر خوف زدہ نگاہوں سے تخت کے پیچھے، دیوار کے بند دروازے کو گھورنے لگا تو لقا خود پر قابو نہ پا سکا۔ اس نے چیخ کر کہا:

"بند کرو" دوسرے ہی لمحے غلاموں اور کنیزوں پر ایک پھسلتی نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے ہاتھ سے ایک خاص اشارہ کیا۔ وہ سب رکوع جیسی حالت میں کمر خم کیے، گردنیں جھکائے الٹے پیروں چلتے ہوئے باہر نکل گئے۔ فرامرز سنبھل کر بیٹھ گیا۔ بختیارک نے کان کھڑے کیے۔ لقا کا وزیر اپنی لمبی سفید ڈاڑھی پر جلدی جلدی ہاتھ پھیرنے لگا۔

"نوشیرواں کے بیٹے" لقا نے فرامرز سے کہا۔ "کیا ہماری نعمتیں بے مزہ ہیں؟ ہماری پریاں بے ڈول ہیں؟ ان کا ناچ گانا واہیات ہے؟"

"ہرگز نہیں خداوند" فرامرز نے بڑے ادب سے جواب دیا۔ "آپ کا یہ ناچیز اور حقیر بندہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

پھر تمھارے دل پر ان سب کا اثر کیوں نہیں ہوا ؟
تم رہ رہ کر خوف زدہ کیوں ہونے لگتے ہو؟" لقا نے کہا
"قصور معاف خداوند" فرامرز رُک رُک کر بولا "جب
سے امیر حمزہ طلسم میں داخل ہوئے ہیں، تخت کے پیچھے
والے بند دروازے کی طرف سے مجھے پُراسرار اور
دہشت ناک آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ آج یہ آوازیں پہلے
سے زیادہ بھیانک محسوس ہو رہی ہیں۔ کبھی دھماکا ہوتا ہے
کبھی چیخ و پکار کی گونج کانوں سے ٹکراتی ہے تو کبھی گڑگڑاہٹ،
سیٹیوں اور سسکیوں کی۔"

"فرامرز" لقا غصے سے چیخ پڑا "تمھارے دل و دماغ
پر اب بھی امیر حمزہ کا بھوت سوار ہے۔ تمھیں معلوم ہونا
چاہیے کہ ایک نہیں، ایک ہزار امیر حمزہ بھی طلسم ہزار شکل
سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتے۔ جس دروازے سے تمھیں
آوازیں سنائی دے رہی ہیں وہ میرا طلسم خانہ ہے۔ جو
سسکیاں یا سیٹیاں تم نے سنیں ان کا مطلب سوائے اس
کے کچھ نہیں کہ معمولی طلسمی شعبدے امیر حمزہ کے ہاتھوں برباد
ہو رہے ہیں۔ مگر گڑگڑاہٹ یا دھماکے تم نے ہرگز نہ سنے
ہوں گے۔ صرف بڑے بڑے طلسمات کی بربادی پر ہی ایسا
ہو سکتا ہے۔ اور امیر حمزہ میں ہرگز اس کی قوت نہیں۔

خبردار، آئندہ گڑگڑاہٹوں اور دھماکوں کا وہم بھی مت
کرنا۔ یہ ما بدولت کی شان میں گستاخی کے برابر ہے۔
فرامرز سناٹے میں آگیا۔ نیچی نگاہوں سے اس نے لقا کے
وزیر کو دیکھا۔ وزیر ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتا ہوا اٹھا۔ سامنے
آکر اس نے لقا کے تخت کو بوسہ دیا اور ادب سے کہنے لگا:
"خداوندِ عالی جاہ، فرامرز سچ کہتا ہے۔ دھماکوں کی آوازیں
میں نے بھی سنی ہیں۔ ہمیں غافل نہیں رہنا چاہیے۔ شاید
حضور نے خواب میں امیر حمزہ کو زبردست طاقت بخش دی
ہے۔ میں اس کے ہاتھوں طلسم ہزار شکل کو خطرے میں
محسوس کر رہا ہوں۔"

"کیا کہا؟ تم نے بھی دھماکے سنے ہیں؟ تمھاری اور فرامرز
کی طرح یہ دھماکے مجھے کیوں نہیں سنائی دیئے؟ کیا تم ہوش
میں ہو؟"

وزیر نے تخت کو بوسہ دیتے ہوئے کہا "حضور نے
ناچ گانے کی طرف دھیان ہونے کی وجہ سے توجہ نہ دی
ہو گی۔ ہم حضور کے بندے اور آدم زاد ہیں۔ کمزوری ہمیں
ہر وقت چوکنا رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ اسی لیے ہم یہ آوازیں
محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے۔"

اس جواب پر پہلے سے بھی زیادہ غضبناک ہو کر لقا

کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اچانک زبردست گڑگڑاہٹ کی آواز طلسم خانے کے دروازے کی جانب سے آنے لگی لقا سہم کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ فرامُرز بھی تخت سے اُتر کر نیچے آگیا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سب خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر گڑگڑاہٹ اِنتہا کو پہنچی اور ایک ہولناک دھماکا ہوا۔ اس کے بعد کافی دیر تک آہ و بُکا اور چیخ پُکار کی آوازیں گونجتی رہیں۔ لقا کے چہرہ پر غیظ و غضب کی سُرخی دوڑنے لگی۔ فرامُرز اور بختیارک زرد ہو گئے۔ لقا کا وزیر فکر مند دکھائی دینے لگا۔ چند بار جلدی جلدی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرنے کے بعد اس نے تخت کو بوسہ دیا اور ہاتھ باندھ کر عاجزی کے ساتھ کہنے لگا۔

عالم پناہ، آپ نے قیامت کا وقت مقرّر کر رکھا ہے اپنی عظمت کا خیال کیجیے۔ غصّے پر قابو پائیے۔ ورنہ وقت سے پہلے قیامت آجائے گی۔"

ہاں خداوند۔ فرامُرز نے حوصلہ پاکے وزیر کی ہاں میں ہاں ملائی "ایک امیر حمزہ کی وجہ سے حضور یقیناً ساری کائنات کو وقت سے پہلے برباد کرنا مُناسب نہ سمجھیں گے۔"

لقا کچھ دیر خاموشی سے باری باری فرامُرز اور اپنے وزیر کو گھورتا رہا پھر رُعب کے ساتھ بولا "ہوں۔ تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"حضور" وزیر نے سر کو خم کرتے ہوئے کہا "بہتر ہے کہ سب سے پہلے طلسم خانے کا جائزہ لے کر حالات کا صحیح اندازہ لگایا جائے۔ اس کے بعد ہی کوئی مُناسب بات سوچی جا سکے گی۔"

ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔" لقا نے کہا اور تخت سے اُترنے کے لیے قدم اُٹھانے لگا۔ وزیر، بختیارک اور فرامُرز ہاتھ باندھ کر اور سر جھکا کر اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ گئے۔ لقا تخت سے اُتر کر نیچے آیا اور پھر بڑی شان سے طلسم خانے کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ دُوسرے لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ دروازے کے سامنے رُک کر لقا نے کنکھیوں سے اپنے وزیر اور فرامُرز کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے اپنا دایاں ہاتھ دروازے کے پٹ پر رکھ دیا۔ ایک دم دروازہ نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ اب ایک بڑا خلا سب کی نگاہوں کے سامنے تھا مگر دھوئیں کے مرغولوں کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا البتّہ دردناک چیخوں اور سسکیوں کی آوازیں کانوں

سے ٹکرا رہی تھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سیکڑوں بد روحیں دم توڑ رہی ہیں۔ لقا اور اس کے ساتھی اس خلا کے سامنے اس طرح بے حس و حرکت کھڑے ہو کر رہ گئے جیسے کسی نے انھیں پتھر کا بنا دیا ہو۔

آخر کچھ دیر بعد رفتہ رفتہ آہوں اور ہچکیوں کی آوازیں بند ہو گئیں۔ دھوئیں کے مرغولے غائب ہو گئے اور خلا کی جگہ ایک بہت بڑا ہال سا نظر آنے لگا۔ اس میں درجہ بدرجہ پانچ لمبے چوڑے چبوترے بنے ہوئے تھے ہر چبوترے پر عجیب عجیب شکلوں کے دو دو سو بت تھے پہلے درجے کے بتوں کا قد چھوٹا تھا۔ دوسرے درجے کے بتوں کا اس سے بڑا۔ اسی ترتیب سے پانچویں درجے پر جو بت تھے وہ سب سے زیادہ اونچے اور لمبے چوڑے تھے۔ کل ملا کے سب ہزار بت تھے۔ ان میں سے چار درجوں کے بت ٹوٹ پھوٹ چکے تھے۔ پانچویں یعنی آخری درجے کے بڑے بتوں میں سے بھی بہتوں کے ناک، کان، ہاتھ پیر غائب ہو چکے تھے۔ صحیح سالم بڑے بت کسی صورت سے بھی چالیس سے زیادہ نہ تھے۔ ان میں سے بھی چند ایک کے نتھنوں اور کانوں سے ہلکا ہلکا دھواں نکلنے لگا تھا اور چند ایک کے منہ سے اس طرح کی آوازیں

نکل رہی تھیں جیسے وہ ہانپتے ہوئے اپنا آخری زور لگا رہے ہوں۔

صاف ظاہر تھا کہ امیر حمزہ طلسم ہزار شکل کو بہت بڑی حد تک تباہ کر چکے ہیں اور جو باقی بچے ہیں وہ بھی آخری دموں پر ہیں۔

فرامرز نے یہ منظر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ موت اسے اپنے سامنے کھڑی دکھائی دینے لگی۔ غصے میں آکر اس نے شکایت اور نفرت کے ساتھ بختیارک کو اس طرح دیکھا جیسے کہہ رہا ہو "مجھے یہ دن صرف تیری وجہ سے دیکھنے پڑے۔"

لقا کا حال عجیب تھا۔ نہ اسے اپنا ہوش رہا تھا نہ اپنے ساتھیوں کا۔ ہونقوں کی طرح کبھی وہ ایک بت کو دیکھتا کبھی دوسرے کو۔ کبھی اس کی نگاہیں کسی سالم بت پر جم کر رہ جاتیں کبھی کسی ٹوٹے ہوئے بت کے ڈھیر پر۔ کبھی وہ پہلے درجے کے بتوں کی قطاریں گننے لگتا کبھی پانچویں درجہ کے بتوں کی۔

فکر اور دہشت لقا کے وزیر کے چہرے سے بھی جھلک رہی تھی۔ مگر اس کے ہوش و حواس قائم تھے۔ ڈاڑھی پر تیزی کے ساتھ ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ کچھ سوچتا

بھی جا رہا تھا۔ آخر جب خاصی دیر گزر گئی تو وہ لقا کے
سامنے دوزانو ہو بیٹھا اور اس کی قبا کو دونوں ہاتھوں سے
اٹھا کر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔
"عالم پناہ، خواب میں ضرور حضور نے حمزہ کو زبردست
آسمانی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اسی طاقت کے ذریعے
اس نے یہ تباہی مچائی ہے۔ اب شاید طلسم ہزار شکل کی
بچی کھچی رکاوٹیں بھی اس کا راستہ نہ روک سکیں۔ حضور
کا یہاں ٹھہرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ جس قدر جلد ممکن
ہو ہمیں یہاں سے دور نکل جانا چاہیے"
لقا کا چہرہ جوش سے سرخ ہو گیا۔ وہ اپنے دامن
کو وزیر کے ہاتھوں سے چھڑاتے ہوئے گرجا "بے
حیا غلام" کیا تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں اپنے ہی ایک حقیر بندے
کے مقابلے سے ڈر کر بھاگ جاؤں۔ یاد رکھ۔ باختر سے یہاں
میں اس لیے چلا آیا تھا کہ دو دن وہ اور خوش ہو لے اور پھر
اپنی بے ادبی کی سزا پائے۔ بے شک وہ میری ہی بخشی
ہوئی آسمانی طاقت کے بل پر اچھل رہا ہے۔ مگر کیا اس
کی یہ طاقت مجھ پر بھی چل سکے گی۔ کیا میں یہ طاقت اس
سے واپس نہیں لے سکتا؟
وزیر نے فوراً ہی سجدہ کیا اور پھر ادب سے ہاتھ

باندھ کر عرض کرنے لگا۔ "حضور خدا وند خدا ہیں۔ جو چاہیں
کر سکتے ہیں۔ امیر حمزہ کی کیا حیثیت جو حضور پر غالب آسکے
مگر جس طرح دریا کو بخشی ہوئی روانی اور سورج کو بخشی
ہوئی آگ سے محروم کر دینا حضور کی شان کے خلاف
ہے، اسی طرح امیر حمزہ سے بخشی ہوئی قوت چھین لینا بھی
حضور کی فیاضی کے خلاف ہے۔ ابھی دنیا حضور کے جان
نثار بہادروں سے خالی نہیں۔ حضور کا کوئی ادنیٰ فدائی بھی
امیر حمزہ کا غرور خاک میں ملا سکتا ہے۔ پھر حضور کو اسی جگہ
اس کا مقابلہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں نہ یہاں سے
نکل کر کسی ایسی جگہ قیام فرمائیں۔ جو امیر اور اس کے
ساتھیوں کے لیے قبرستان بن جائے"
"کچھ بھی ہو" لقا زور سے چنگھاڑا "اپنے ایک بندے سے
ڈر کر میں دوسرے بندے کی پناہ میں نہیں جاؤں گا۔ میں
خدا وند خدا ہوں۔ دیکھتا ہوں امیر حمزہ ہزار شکل کے طلسم
کیسے فتح کرتا ہے۔ میں اسے یہیں فنا کر دوں گا"

ابنِ ادنیٰ

نوسو ننانویں طلسم کو برباد کرتے ہی امیر حمزہ سجدے میں گر گئے۔ انھوں نے سمجھا کہ یہ ہزار تشکل کا آخری طلسم تھا۔ اور اسے تباہ کر کے انھوں نے جھوٹی خدائی کے دعوے دار لقا اور فتنوں کی جڑ فرامرز اور بختیارک کے وجود سے دنیا کو پاک کر دیا ہے۔

اس غلط فہمی کی ایک وجہ گنتی کی بھول تھی۔ انھیں صحیح نمبر شمار یاد نہ رہا تھا۔ دوسرا اہم سبب یہ تھا کہ اس طلسم کے محافظ کے قتل ہونے پر جو طوفان آیا تھا۔ وہ بڑا ہی زوردار تھا۔ اور آہ و بکا کا شور بھی پچھلے ہر موقع سے بہت زیادہ تھا۔

امیر اردگرد سے بالکل بے خبر ہو کر بڑی دیر تک شکرانہ ادا کرتے رہے۔ آخر کار جب سجدے سے سر اٹھا کر انھوں نے آنکھ کھولی۔ تو گرد و غبار صاف ہو چکا تھا۔ چیخ و

پکار کی آوازیں غائب ہو چکی تھیں۔ ادھر ادھر نگاہ دوڑانے پر انھیں اندازہ ہوا کہ وہ ایک سرسبز و شاداب علاقے میں ہیں۔ اس جگہ کے بارے میں سوچتے ہوئے اچانک انھیں یاد آیا کہ یہ تو ویسا ہی علاقہ ہے جس میں کسی جگہ وہ اپنے ساتھیوں اور لشکر کو چھوڑ کر طلسم فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

یہ خیال آتے ہی ان کا دل اپنے دوستوں اور فدائیوں سے ملنے کیلیے تڑپ اٹھا۔ تحقیق کی خاطر وہ قریب کے ایک بلند ٹیلے پر جا چڑھے۔ ایک لمبا چوڑا سبزہ زار ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ کہیں درختوں کے جھنڈ تھے۔ کہیں جھاڑیوں کے جھنگھٹے۔ کہیں ٹیلے تھے کہیں غار۔ کہیں نشیب و فراز تھے اور کہیں ہموار میدان۔ ایک سمت نگاہ جما کر دیکھتے دیکھتے اچانک ان کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ دور ایک میدان میں خیموں کا ایک شہر سا بسا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ انھیں یقین ہو گیا کہ یہ انھی کا لشکر ہے۔ وہاں پہنچنے کے خیال سے وہ ٹیلے سے اترنے لگے۔ اسی موقع پر اچانک ان کی نگاہ مخالف سمت میں دور کے ایک ٹیلے پر بھی جا پڑی اور وہ اسی جگہ ٹھٹھک کر رہ گئے۔ درختوں کی اوٹ سے ایک خوبصورت اور شاندار عمارت کی جھلک دکھائی دے رہی

تھی۔اس سناٹے کی جگہ پر یہ عمارت اُنھیں بڑی پُراسرار
محسوس ہوئی۔کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد اُنھوں
نے پلٹ کر لشکر گاہ کی جانب نظر کی جس ٹیلے پر وہ کھڑے
تھے وہاں سے دونوں مقامات کا فاصلہ برابر معلوم ہو رہا
تھا۔جانے کیوں اب کے یہ لشکر بھی انھیں پُراسرار سا
محسوس ہونے لگا۔وہ سوچ میں پڑ گئے کہ عمارت کی
طرف جاؤں یا لشکر کی طرف۔

امیر حمزہ کو اپنے طور پر یقین تھا کہ وہ طلسم کو مکمل طور
پر نیست و نابود کر چکے ہیں۔مگر اس موقع پر وہ جس
دُبدھا میں پڑ گئے تھے اور لشکر گاہ اور عمارت کے بارے
میں جس طرح شک کرنے لگے تھے،اس سے پتا چلتا ہے
کہ کوئی غیبی طاقت اندر ہی اندر انھیں احتیاط برتنے کی
ہدایت کر رہی تھی۔یہ بھی ممکن ہے کہ تباہ شدہ طلسمات
کے نمبر شمار کے بارے میں انھیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا
ہو۔اور یہی احساس انھیں یہ سوچنے پر مجبور کر رہا ہو کہ لشکر
گاہ اور پُراسرار عمارت کہیں باقی رہے ہوئے آخری طلسم
کا شعبدہ نہ ہوں۔

کافی سوچ بچار کے بعد انھوں نے عمارت کی طرف
جانا ہی مناسب سمجھا۔مصلحت یہ تھی کہ اگر لشکر گاہ میں

دوست کے بجائے دشمن ہوئے تو تنہا ہزاروں سے لڑنا
پڑے گا۔اس کے مقابلے میں اگر عمارت کے لوگ
دشمن نکلے تو وہ بہت تھوڑے ہوں گے اُن سے نپٹنا آسان
ہوگا۔پھر اگر عمارت کے لوگ دوست بن گئے تو ایک
اچھی پناہ گاہ بھی ہاتھ آجائے گی اور ان کے ذریعے لشکر
کی حقیقت بھی معلوم کی جا سکے گی۔

ٹیلے سے اُتر کر وہ بڑے اعتماد کے ساتھ عمارت کی جانب چل کھڑے
ہوئے۔چلتے چلتے خاصا وقت گزر گیا۔نہ جانے کتنے اُتار
چڑھاؤ اور ہموار میدان انھوں نے طے کر ڈالے۔انھیں
خیال ہوتے لگا کہ بس اب وہ عمارت کے قریب پہنچنے
ہی والے ہیں۔لیکن ایک بلندی پر پہنچ کر جب انھوں نے
عمارت کی جانب نگاہ کی تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔وہ اب
بھی اُن سے اتنی دُور نظر آ رہی تھی جتنی پہلی بار دکھائی دی
تھی۔طرح طرح کے وسوسے ان کے دل میں پیدا ہونے لگے
مگر چار و ناچار آگے ہی بڑھتے گئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک ایسا تنگ اور لہریے دار راستہ
ان کے سامنے آیا جس کے دائیں بائیں گھنی جھاڑیوں کی
دیوار سی چلی گئی تھی۔اس راستے میں داخل ہو کر وہ بے
جھجک موڑ پر موڑ طے کرنے لگے۔ایک مقام پر اچانک

ایک بڑا سا جانور پیچھے سے دوڑتا ہوا آیا اور ان کے جسم کو رگڑتا ہوا آگے نکل گیا۔ جیسے ہی اس جانور پر ان کی نگاہ پڑی وہ سناٹے میں آ گئے۔ یہ جانور ایک زبردست ببر شیر تھا۔ لیکن ابھی شیر پر سے ان کی نگاہ نہ ہٹنے پائی تھی کہ ایک چھوٹا سا جانور ان کے پہلو سے آگے نکل کر شیر کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا۔ یہ ایک بھیڑیا تھا۔ دونوں میں سے کسی بھی جانور نے پلٹ کر ان کی طرف نہ دیکھا۔

یہ بات تو امیر حمزہ فوراً ہی سمجھ گئے کہ دونوں میں سے کوئی بھی درندہ ان پر حملہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ورنہ بے خبری میں وہ بڑی آسانی سے پیچھے سے ایسا کر سکتے تھے۔ مگر شیر کے پیچھے کسی بھیڑیے کا بھاگنا اور دونوں کا خاموش اور شریف نظر آنا انھیں کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔ تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھے اور آگے پیچھے سے چوکنا رہتے ہوئے وہ تیز تیز قدم اٹھانے لگے۔ اس عرصے میں بھیڑیا شیر کے قریب پہنچ گیا اور برابر برابر دوڑتے ہوئے راستہ طے کرنے لگے۔ امیر حمزہ نے بھی درندوں پر نگاہ جمائے ہوئے اپنی رفتار تیز کر دی۔ آخر کار جھاڑیوں کی دیواریں ایک میدان میں جا کر ختم ہو گئیں۔ یہاں سے دونوں جانور دائیں جانب گھوم کر امیر حمزہ کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

امیر جب اس مقام پر پہنچے تو ارادہ تو ان کا دائیں جانب دیکھنے کا تھا مگر خود بخود ان کی نگاہیں بائیں جانب اٹھ گئیں۔ دو خوفناک چیتے اُدھر سے آگے پیچھے بھاگتے چلے آ رہے تھے۔ امیر نے رک کر تلوار کے قبضے پر ہاتھ مارا اور چوکنا ہو کر انھیں دیکھنے لگے۔ دونوں چیتے ان کی طرف دیکھے بغیر ان کے سامنے سے گزر گئے اب جا کے امیر نے دائیں جانب منھ پھیرا۔ پہلی نظر میں انھیں جو کچھ دکھائی دیا اس پر انھیں یقین نہیں آ رہا تھا۔

کھلے میدان میں ایک جگہ ایک چھوٹا سا چبوترہ تھا۔ اس کے اوپر پھوس کا چھپر تھا۔ چھپر کے نیچے چٹائی پر ایک سفید داڑھی والے نورانی شکل بزرگ آنکھیں بند کیے، دو زانو بیٹھے تھے اور چبوترے کے گرد چاروں طرف جنگلی درندوں کا مجمع تھا۔ ان میں شیر بھی تھے اور چیتے اور بھیڑیے بھی۔ یہ سب ایک دوسرے کے دائیں بائیں آگے پیچھے اس طرح بے حس و حرکت بیٹھے تھے جیسے زندہ وحشی درندوں کے بجائے ان کے مجسمے ہوں۔ بزرگ کے ہونٹ اس طرح حرکت کر رہے تھے جیسے وہ کچھ پڑھ رہے ہوں۔

دیر تک امیر حمزہ پگڈنڈی کے نکڑ پر کھڑے یہ منظر

دیکھتے رہے۔ مگر پھر اُن سے رہا نہ گیا۔ درندوں کے درمیان
سے گزرتے ہوئے بزرگ کے سامنے چبوترے پر جا بیٹھے۔
کچھ دیر بعد بزرگ نے آنکھیں کھول دیں اور اس کے
ساتھ ہی چاروں طرف سے دل کو ہلا دینے والی آوازیں
آنے لگیں۔ وہ سارے بھیڑیے چیتے اور شیر جواب تک
چبوترے کے اردگرد بُت بنے بیٹھے تھے، چیختے اور چھلانگیں
لگاتے ہوئے مختلف سمتوں کو بھاگے جا رہے تھے۔ امیر حمزہ
نے بڑے ادب سے کہا:

"السلام علیک یا اہل اللہ۔"

بزرگ یہ سنتے ہی دونوں بازو پھیلا کر اُٹھ کھڑے
ہوئے اور بولے "وعلیکم السلام یا امیر حمزہ۔ مرحبا۔ خوش آمدید"
امیر حمزہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بزرگ انھیں بڑی محبت
سے گلے لگایا۔ پھر دونوں بیٹھ گئے۔ امیر حمزہ نے کہا:

"اے مردِ خدا، میں نے یہاں جو کچھ دیکھا اور سُنا ہے
اس پر حیران ہوں۔ کیا آپ بتائیں گے کہ آپ کون ہیں؟
اس ویرانے میں کیوں قیام کرتے ہیں اور یہ آپ کو کیسے معلوم
ہوا کہ میں امیر حمزہ ہوں؟"

بزرگ نے جواب دیا "اے امیر حمزہ میں ایک بندۂ نجس!
پلید ہوں مگر ایک مرشدِ کامل کا مرید ہوں۔ جو کچھ

آپ نے دیکھا قدرت کا معمولی کرشمہ ہے۔ اس پر حیرانی
بے کار ہے۔ نام میرا ابنِ ادنیٰ ہے۔ دس سال سے یہاں
درندوں کی تربیت اور اصلاح کے لیے مامور ہوں۔ آج
کے دن کے بارے میں میرے مرشد نے مجھے بتا دیا تھا۔
کہ طلسم ہزار شکل کو برباد کر کے آپ یہاں آئیں گے۔ سو
میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور اپنے مرشد کا سلام
پیش کرتا ہوں۔"

"خدا آپ کو جزائے خیر دے۔" امیر حمزہ نے فرمایا۔
"مجھے وہم تھا کہ شاید اب بھی ایک طلسم سر کرنا باقی ہے
مگر آپ جیسے خدا رسیدہ بزرگ کی مبارک باد اب
اس وہم کو دور کرنے کے لیے کافی ہے۔ ہاں ایک
الجھن اب بھی ہے۔ دور ایک ٹیلے پر سے میں نے
ایک جانب ایک لشکر گاہ اور دوسری جانب ایک
عمارت دیکھی تھی۔ جب سے میں اس عمارت کی جانب چلتا
چلا آ رہا ہوں۔ مگر وہ اب بھی اتنی ہی دور دکھائی دیتی ہے
جتنی دور پہلے تھی۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ لشکر کس کا
ہے اور عمارت کن لوگوں کی ہے؟ اور یہ کہ مجھے کدھر
جانا چاہیے؟"

"یا امیر حمزہ۔" ابنِ ادنیٰ نے جواب میں کہا "لشکر گاہ

جو آپ نے دیکھی ہے وہ آپ کی ہے اور عمارت میرے مُرشدِ کامل کی۔ دس سال سے وہ اس عمارت میں عبادت کر رہے ہیں اور دس سال اور یہ شغل جاری رکھیں گے۔ پس بہتر اور مناسب ہے کہ آپ اپنے لشکر کی جانب روانہ ہو جائیں اور عمارت کی طرف جانے کا خیال دل میں نہ لائیں۔"

"بہت بہتر۔" امیر حمزہ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے آپ کے مُرشد سے ملنے کا بے حد اشتیاق ہے۔ جب عبادت سے فارغ ہوں۔ تو ان کی خدمت میں میرا سلام پیش فرما دیں اور میری درخواست پیش کریں کہ یا تو میرے پاس تشریف لائیں یا اپنے پاس بُلوائیں۔ خُدا حافظ۔ اب میں اپنے لشکر کی طرف جاتا ہوں۔ واقعی میرے دوست بے چین ہوں گے۔ جا کے انھیں طلسم ہزار شکل کی مُکمل تباہی کی خوش خبری سُناتا ہوں۔"

"خُدا حافظ۔" ابنِ ادنیٰ نے کہا۔ پھر دونوں نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ اور امیر حمزہ رخصت ہو کر اپنے لشکر کی طرف چل دیے۔

اُدھر امیر حمزہ کے لشکر میں ان کے فرزند، دوست اور سردار سب پریشان تھے۔ جب سے امیر اُن سے رخصت

ہوئے تھے اس وقت سے اب تک انھیں ان کی کوئی خبر نہ ملی تھی۔ بالآخر سب نے باہم مشورہ کر کے طے کیا کہ خواجہ عَمرو کو دریافتِ حال کے لیے روانہ کیا جائے۔ لیکن عَمرو چونکہ امیر حمزہ کے علاوہ اور کسی کے کہنے سے کوئی کام نہ کرتا تھا اس لیے لندھور بن سعدان کو عَمرو کو راضی کرنے کے لیے مُنتخب کیا گیا کہ ان دنوں خواجہ عَمرو اس پر کچھ مہربان تھے۔ لندھور عَمرو کے خیمے کے سامنے اپنے ہاتھی سے اُترا تو عَمرو کے ایک شاگرد نے بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور خوشامدانہ لہجے میں کہنے لگا:

"زہے نصیب، زہے نصیب۔ اس وقت جلتی دوپہر میں حضُور نے کیسے تکلیف کی؟"

لندھور نے ہودے سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔ "میاں کیا بتاؤں۔ ایک بہت ہی اہم مسئلے پر تمھارے اُستاد سے بات کرنی ہے۔ کیا کر رہے ہیں؟"

"کیا بہت ہی اہم مسئلہ ہے حضُور؟" دربان للچائی ہوئی نگاہوں سے لندھور کی پیٹی سے لٹکتی ہوئی تھیلی کو دیکھتے ہوئے بولا

"ہاں۔ میاں۔ بہت ہی ضروری۔ جس حال میں بھی ہوں جا کے اطلاع کر دو۔"

"جو حکم" دربان نے بات بناتے ہوئے کہا "مگر حضور، وہ ابھی ابھی کھانا کھا کے قیلولے کے لیے لیٹے ہیں۔ اُنھوں نے سخت تاکید کر رکھی ہے کہ چاہے امیر حمزہ ہی کیوں نہ آجائیں، ایسے وقت کوئی نہ اُٹھائے۔ فرمائیے، کیا کروں؟"

"میاں، کچھ کرو۔ مجھے اسی وقت ملنا ہے" لندھور نے کہا "پروا مت کرو۔ اگر وہ تم پر بگڑے تو میں سفارش کر دوں گا۔"

"نہیں حضور" دربان نخرے کرتا ہوا بولا "خالی سفارش سے کام نہیں چلے گا۔ آپ کے جاتے ہی وہ مجھ پر پوری سو اشرفیاں جرمانہ کر دیں گے۔ اور میں ویسے ہی غریب آدمی ہوں۔"

لندھور نے ہنستے ہوئے کہا "جیسا اُستاد ویسا شاگرد یہ لو" (کمر سے لٹکتی ہوئی تھیلی کھول کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے) "پوری سو اشرفیاں ہیں۔ اُستاد جرمانہ کر دیں تو دے دینا۔ بس اب جاؤ۔ جلدی سے خبر کر دو۔"

دربان نے لپک کر تھیلی ہاتھ میں لی اور نیفے میں اُڑستے ہوئے بولا "بس فکر نہ کریں حضور ابھی جا کے بتاتا ہوں مگر میرا انعام آپ پر اُدھار رہے گا۔"

"ہاں ہاں۔ جاؤ۔ انعام بھی ملے گا" لندھور نے ہنستے

ہوئے کہا۔

دربان پردہ اُٹھا کر خیمے کے اندر چلا گیا۔ خواجہ عَمرو اس وقت اپنی زنبیل سے روپے، اشرفیاں، سونے چاندی کے برتن اور ہیرے جواہرات وغیرہ نکال نکال کر سامنے قطار در قطار رکھتے جاتے تھے اور دیکھ دیکھ کر کلیجا ٹھنڈا کر رہے تھے۔ شاگرد نے جو ایسے میں آ کے لندھور کے آنے کی اِطّلاع دی تو پہلے تو انھوں نے بُرا سا مُنھ بنایا مگر جب شاگرد نے کہا کہ اُستاد مال پانی کا پکّا آسرا ہے تو ان کی باچھیں کِھل گئیں۔ سامنے پھیلی ہوئی دولت سمیٹ کر جلدی جلدی زنبیل میں رکھنے لگے اور شاگرد سے کہا کہ تُو بھی مدد کر۔ شاگرد کے دل کی کلی کِھل اُٹھی۔ اُستاد کے مال پر ہاتھ صاف کرنے کا مدّت کے بعد موقع مل رہا تھا بڑی صفائی سے ایک ہیرا اُٹھا کر اُس نے انٹی میں کر لیا۔ سب چیزیں زنبیل میں رکھی جا چکیں تو ہاتھ جھاڑتے ہوئے شاگرد بولا:

"اجازت ہے اُستاد؟ بُلا لاؤں؟"

"ہاں بھیج دے" عَمرو نے کہا۔

شاگرد لمبے لمبے قدم اُٹھاتا ہوا باہر کی طرف چلا۔ دل میں لڈّو پھوٹ رہے تھے کہ آج کا دن بڑا مُبارک رہا۔

سو اشرفیاں رشوت میں کمائیں اور لاکھوں کا ہیرا الگ ہاتھ لگا۔ وہ بھی اُستاد کا۔

"ٹھہرو، اِدھر آؤ" اچانک عمرو کی آواز گونجی۔ شاگرد خیمے کے دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اس آواز نے اس کے قدم روک دیئے۔ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا:

"ج۔ جی۔ مم۔ مجھ سے کچھ کہا آپ نے؟"

"ہاں۔ اِدھر آ۔ تلاشی دے۔"

شاگرد قریب آیا تو اس کے نیفے سے ہیرا اور اشرفیوں کی تھیلی برآمد کرنے میں عمرو کو دیر نہ لگی۔ اس نے تھیلی کو کھن کھناتے ہوئے کہا "ابے واقعی تو تو اب پکا عیار ہوگیا ہے۔ یہ اشرفیاں اُڑا کر اتنی جلدی تھیلی میں کیسے رکھ لیں؟"

"اُستاد، خدا کی قسم۔ یہ اشرفیاں آپ کی نہیں ہیں یہ میرا مال ہے" شاگرد گڑگڑایا۔ "چل یونہی سہی۔ مگر میرے ہاتھ میں آنے کے بعد یہ تیرا مال کیسے رہا؟" عمرو نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہیرے اور تھیلی کو اپنی زنبیل میں رکھتے ہوئے بولا "چل، جا۔ لندھور کو بھیج دے۔"

شاگرد بے چارہ منہ بسورتا ہوا باہر چلا گیا۔ جلد ہی لندھور بن سعدان خیمے میں داخل ہوا اس کو دیکھتے ہی عمرو غصے سے بڑبڑانے لگا:

"بس میاں۔ میرے دن یہاں پورے ہوگئے۔ امیر حمزہ آئیں نہ آئیں۔ میں کہیں کالا منہ کر جاؤں گا۔ بھلا یہ بھی کوئی طریقہ ہے۔ دو گھڑی آرام کرنا حرام ہوگیا ہے۔ ہُنہ۔ جب جس کا جی چاہتا ہے گردن سے آکر پکڑ لیتا ہے۔ خواجہ عمرو نہ ہوئے میراثی یا سائیس ہوگئے۔ آخر چاہتے کیا ہو تم لوگ؟"

"بھائی عمرو، غصہ مت کرو" لندھور نے عمرو کے بگڑے تیور دیکھ کر کہا "میں ویسے ہی پریشان ہوں۔ امیر حمزہ کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ سارا لشکر بے چین ہے۔ سب نے صلاح کر کے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ خدا کے لیے اٹھو اور ان کا کچھ پتا چلاؤ۔"

"اچھا تو یہ کہو، تم سب مجھے قربانی کا بکرا بنانے پر تُلے ہوئے ہو" عمرو نے کہا "امیر حمزہ کی تمہیں بڑی فکر ہے مگر کبھی میرا بھی احساس کیا ہے کہ کن حالوں میں ہوں؟"

"بھائی عمرو۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کون آپ کو عزیز نہیں رکھتا۔ خدا نہ کرے، کیا آپ کو کوئی خاص تکلیف ہے؟"

"لو صاحب، یہ ہیں میرے دوست لندھور بن سعدان۔ امیر حمزہ کے جاں نثار نامی گرامی پہلوان شہنشاہِ ہند" عمرو نے کہا "میاں، قرض دار یہاں پیچھے پیچھے ہیں مجھے

ذلیل کرتے پھر رہے ہیں، پائی پائی کو محتاج ہو رہا ہوں اور انہیں خبر ہی نہیں۔ کہتے ہیں کوئی خاص تکلیف ہے؟ قربان جاؤں تمہاری اس ہمدردی کے۔"

اب جا کے لندھور سمجھا کہ خواجہ نخرے دکھا رہے ہیں رقم کے بغیر سیدھی بات نہ کریں گے۔ اس نے کہا "خواجہ یاروں سے تکلف کیوں کرتے ہو۔ جتنی رقم بولو فوراً حاضر کر دی جائے گی۔ مگر اب ایک پل بھی یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ قرضہ چکاؤ اور سیدھے امیر کی تلاش میں نکل جاؤ۔ بولو کتنی رقم درکار ہے؟"

معاف کرنا لندھور بھائی۔ قرض داروں کی سختی سے کچھ مزاج بگڑا ہوا تھا۔ ورنہ تم جانتے ہی ہو کہ میں کتنا خوش اخلاق آدمی ہوں۔ امیر حمزہ کے بارے میں خود میں بھی پریشان رہتا ہوں۔ کئی بار جی میں آئی کہ جا کر ڈھونڈھوں۔ مگر یہ کم بخت قرض دار راستہ روک لیتے ہیں۔ بس فی الحال تم دو لاکھ روپے کا بندوبست کر دو۔ باقی بعد میں دیکھا جائے گا۔"

"دیکھو بھائی عمرو، میں نقد رقم لے کر نہیں آیا۔" لندھور نے اپنے گلے سے سچے موتیوں کا ہار اتار کر اس کو دیتے ہوئے کہا "یہ ہار میں نے چار لاکھ کا خریدا تھا۔ اسے رکھ لو اور فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ لوٹ کر آؤ گے تو دو لاکھ نقد دے کر ہار تم سے واپس لے لوں گا۔"

"یہ واپسی کا جھگڑا کیوں؟" عمرو نے ہار کو قابو میں کرتے

ہوئے کہا "میاں ویسے بھی خریدی ہوئی چیز آدھے داموں بکتی ہے۔ مجھے کوئی اپنے پاس تھوڑی رکھنا ہے دم کے دم میں قرض داروں کے پاس چلا جائے گا۔ تم دیکھنا، وہ اس کے لاکھ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ نہیں لگائیں گے۔ خیر اب تم جاؤ۔ میں روانگی کی تیاری کرتا ہوں۔"

لندھور چلا گیا۔ تو عمرو بھی تیار ہو کر خیمے سے باہر نکلا۔ پہلے اس کے جی میں آئی کہ جنگل کی سمت سیدھا اس طرف کو جائے جدھر لشکر سے رخصت ہو کر طلسم ہزار شکل فتح کرنے کے خیال سے امیر حمزہ گئے تھے۔ مگر پھر یہ سوچ کر کہ پہلے فال اور رمل سے امیر کا حال معلوم کیا جائے، وہ حکیم بزرجمہر کے بیٹوں کے خیمے کی طرف چل دیا۔ یہ حکیم بزرجمہر نوشیرواں بادشاہ کے وزیر اور امیر حمزہ کے خیر خواہ دوست تھے۔ علم و دانائی کے پیکر تھے اور علم نجوم میں اپنے زمانے کے یکتا ماہر تھے۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ تینوں باپ کی مانند قابل اور نیک نام تھے۔ اور امیر حمزہ کے لشکر میں رہا کرتے تھے۔

عمرو جب ان کے خیمے میں پہنچا تو تینوں بھائی کسی علمی مسئلے پر بحث کر رہے تھے۔ عمرو کو دیکھتے ہی وہ استقبال کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ارے چچا جان خیریت؟ یہ دوپہر کے وقت کیسے تکلیف
کی؟" بڑے بھائی نے کہا
"کہیے، مزاج تو اچھے ہیں؟" منجھلا بولا
"بہت دنوں میں درشن دیے۔ آیئے، تشریف رکھیئے۔"
چھوٹے نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا
خواجہ عمرو کرسی پر پسکڑا مار کر بیٹھ گئے، اور تیوریوں
پر بل ڈال کر تینوں بھائیوں کو گھورنے لگے۔ انھوں نے
خیر و عافیت پوچھنی شروع کی تو خواجہ ایک دم چڑ کر بولے
"میاں یہ کیا طریقہ ہے؟ کیا بزرگوں سے اسی طرح پیش
آنا چاہیے؟ پریشان چلا آرہا ہوں اور تم زبانی خیر و
عافیت پوچھے چلے جا رہے ہو۔ حد کردی۔ کیا تمھیں نہیں
معلوم کہ جب کبھی میں تمھارے والد مرحوم کے پاس
آیا کرتا تھا۔ تو جب تک وہ بادام کا حلوا اور شربت انار
سامنے نہ رکھ دیتے تھے ایک لفظ نہیں بولتے تھے۔" یہ سن
کر تینوں بھائی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے
پھر بڑے بھائی نے کہا۔
"معاف کیجیے گا چچا جان، آپ کو اچانک دیکھ کر ہم کچھ
سٹپٹا گئے تھے۔ ابھی پیش کرتے ہیں۔"
یہ کہہ کر اس نے ملازم کو دونوں چیزیں لانے کا حکم دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں ملازم چاندی کی ایک قاب میں بادام
کا حلوا اور چاندی کے ایک نقشین کٹورے میں شربت
انار لے کر آیا اور تپائی پر عمرو کے سامنے رکھ دیا۔ عمرو
نے دونوں چیزوں کو دیکھ کر ایک ٹھنڈی سانس لی اور
کہنے لگا:
"میاں، قصہ یہ ہے کہ امیر حمزہ کی مسلسل غیر حاضری
سے لشکر بددل ہو رہا ہے۔ سب نے مل کر مجھے ان کی
تلاش میں جانے پر مجبور کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ وہ لقا
فرامرز اور بختیارک کے تعاقب میں طلسم ہزار شکل میں
گئے تھے۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں کدھر
جاؤں؟ ذرا حساب لگا کر بتاؤ کہ مجھے کس سمت جانا
چاہیے۔"
"بہت بہتر چچا جان۔ ہم ابھی معلوم کرتے ہیں۔" بڑے
بھائی نے کہا اور چھوٹے بھائیوں کو اشارہ کیا۔ تینوں
فال اور نجوم کے حساب میں لگ گئے۔ کوئی کتاب دیکھنے
لگا، کوئی قرعہ پھینکنے لگا، اور کوئی کاغذ پر جمع تقسیم کرنے
لگا۔ عمرو نے موقع غنیمت جان کر حلوے
صاف کرنا شروع کر دیا۔
جتنی دیر میں عمرو نے حلوا اور شربت ختم کیا اتنے میں

تینوں بھائی بھی اپنے حساب سے فارغ ہو گئے۔ عمرو نے ڈکار لے کر پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا "ہاں بھئی، کیا معلوم ہوا؟"

بڑے بھائی نے جواب دیا "لقا، فرامرز اور بختیارک زندہ ہیں اور ایک مضبوط طلسم میں محفوظ ہیں۔ امیر حمزہ بھی خیریت سے ہیں۔ انھوں نے ہزار شکل کے سارے طلسم برباد کر دیے ہیں۔ بس وہی ایک باقی بچا ہے جس میں لقا وغیرہ ہیں۔ ایک زبردست جادوگر اور عیار اس طلسم کا محافظ ہے۔ نام اس کا ابنِ ادنیٰ ہے۔ ایک بزرگ کے بھیس میں اس نے امیر حمزہ کو بہکا دیا ہے۔ اور وہ اب شمال کی جانب سے لشکر گاہ کی جانب واپس آ رہے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔" عمرو نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ اسی اثنا میں ملازم آکر چاندی کی وہ قاب اور کٹورا اُٹھانے لگا جس میں وہ حلوا اور شربت لے کر آیا تھا۔ عمرو نے اس کا ہاتھ روک کر دونوں چیزیں غور سے دیکھیں اور پھر انھیں اپنی زنبیل میں ڈالتے ہوئے بولا "میں تو دونوں گھٹیا اور معمولی مگر سفر پر جا رہا ہوں۔ کام آئیں گی۔"

ملازم نے بے بسی کے ساتھ تینوں بھائیوں کی طرف دیکھا وہ آنکھیں مچکاتے ہوئے مسکرانے لگے۔ عمرو تیر کی طرح خیمے سے باہر نکل گیا۔

لندھور کی گرفتاری

امیر حمزہ تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے لشکر گاہ کی جانب بڑھے چلے آ رہے تھے۔ فاصلہ دم بدم کم ہوتا جا رہا تھا۔ ایک بُلندی طے کرتے ہوئے وہ اچانک رُک گئے۔ ان کا لشکر ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ شکلیں بے شک اب بھی نہ پہچانی جا سکتی تھیں لیکن چلتے پھرتے ہوئے جانور اور آدمی صاف دکھائی دیتے تھے۔ امیر حمزہ کا چہرہ کھِل اُٹھا۔ انھیں یقین ہو گیا کہ بے شک یہ انھی کا لشکر ہے۔

بُلندی سے اُتر کر وہ پھر آگے بڑھنے لگے۔ مگر ابھی دس قدم بھی نہ چل پائے تھے کہ ایک چیز کو دیکھ کر ٹھٹھک گئے لمبا پتلا اور کنکھجورے جیسا ایک شخص ڈھیلا ڈھالا لباس پہنے ہرن کی طرح طرارے بھرتا سامنے سے دوڑا چلا آ رہا تھا۔ اس شخص کو پہچاننے میں امیر حمزہ کو بالکل دیر نہ لگی۔ ان کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنے والا ان کا

بچپن کا یار عمرو عیار تھا۔ وہ اُسے بغل گیر کرنے کے خیال سے اپنے دونوں بازو پھیلا کر کھڑے ہو گئے۔ عمرو ناگواری کے ساتھ ان سے کئی قدم کے فاصلے پر رُک گیا اور انھیں خاموشی کے ساتھ اجنبی نگاہوں سے گھورنے لگا۔

امیر حمزہ حیران رہ گئے۔ انھوں نے بُرا مانتے ہوئے اُس سے کہا "عمرو بھائی! تمھیں میرا آنا اچھا نہیں لگا؟ یا کسی سے لڑ کر آ رہے ہو؟"

"تمھیں مجھ سے ایسی باتیں کرنے کا کوئی حق نہیں۔ میں تمھیں نہیں پہچانتا۔" عمرو نے رُوکھے پن سے جواب دیا "میرا راستہ چھوڑ دو بہت ضروری کام سے جا رہا ہوں۔"

"اچھا یار، ختم کرو نخرے کو۔" امیر حمزہ نے آگے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ لو ایک خوش خبری سُنو۔ میں طلسم ہزار شکل تباہ کر آیا ہوں۔ خدائی کا دعویدار زمرد شاہ باختری مع فرامرز اور بختیارک مردود کے جہنم واصل ہوا اب ہم کل ہی وطن روانہ ہو جائیں گے۔"

"اچھا، تو یہ کام تُم نے کر ڈالا؟" عمرو نے منہ چڑا کر کہا۔ ہم نے تو سنا تھا کہ اس کا سہرا امیر حمزہ کے سر بندھے گا!

"ابے گاؤدی" امیر حمزہ نے بگڑتے ہوئے کہا "تو کیا میں حمزہ نہیں کوئی اور ہوں؟"

"ہرگز نہیں" عمرو نے بھی چیختے ہوئے کہا "یا تو تُم امیر حمزہ نہیں۔ اور اگر ہو تو ہرگز تم نے طلسم ہزار شکل کو مکمل طور پر برباد نہیں کیا۔ آخری طلسم باقی ہے اور لقا، فرامرز اور بختیارک اس میں محفوظ ہیں۔"

"عمرو" امیر حمزہ نے سمجھاتے ہوئے کہا "تو گھاس کھا گیا ہے یا تجھے کسی نے بہکایا ہے۔ واپس لشکر میں چل۔ وقت نہ خراب کر۔ میں تجھے اطمینان سے ساری تفصیل بتاؤں گا۔"

بس۔ آپ لشکر میں تشریف لے جائیے۔ مجھ سے زیادہ نہ سر کھپائیے۔" عمرو نے ایک طرف کو ہٹتے ہوئے کہا کان کھول کر سُن لیجئے۔ اب مجھ جیسے عیار نامدار کا آپ جیسے عقل کے کورے کے ساتھ ایک پل گزارنا بھی باعث شرم ہے میں ہرگز ایسے شخص کی خدمت میں رہ کر فخر نہیں کر سکتا جس نے خطرناک دشمنوں کو پنپنے کے لیے چھوڑ دیا ہو اور ابنِ ادنیٰ جیسے مردود کے فریب میں آ کر اپنی منزل سے منہ موڑ لیا ہو۔"

"عمرو!" امیر حمزہ غضبناک ہو کر گرج اُٹھے "خبردار۔ ابنِ ادنیٰ کو دوبارہ مردود مت کہنا ان جیسا مقدس اور بلند مرتبہ بزرگ میں نے رُوئے زمین پر نہیں دیکھا۔ فوراً توبہ کر۔ نہیں تو ابھی زمین سے تیری ناک رگڑ دوں گا۔

"اچھی بات ہے" عمرو نے سنبھلتے ہوئے کہا "اگر وہ ایسے

ہی پہنچے ہوئے بزرگ ہیں تو اب سے میں انھی کی خدمت
رہوں گا۔ لو، میں جاتا ہوں۔ روک سکو تو روک لو۔" یہ کہہ
کر عمرو نے چھلانگ لگائی۔

امیر حمزہ نے جھپٹ کر اُسے دبوچنے کی کوشش کی مگر
وہ ڈبکی لگا کر صاف نکل گیا۔ امیر چند قدم اس کے پیچھے
بھاگے پھر بے بس سے کھڑے ہو کر اُسے دیکھنے لگے عمرو
ان کی پہنچ سے دُور تیز ہوا کی مانند اُڑا چلا جا رہا تھا۔ دوڑنے
کی یہ غیر معمولی طاقت اُسے نبیوں کی عنایت سے حاصل
ہوئی تھی۔ دُنیا کا کوئی شخص یا طاقتور گھوڑا بھی اس کی
گرد کو نہ پا سکتا تھا۔

عمرو کے اس طرح بگڑ کر چلے جانے سے امیر حمزہ کی
ساری خوشی خاک میں مل گئی۔ غصّے اور افسوس کی حالت میں
وہ بوجھل قدموں سے چلتے ہوئے لشکر میں آئے۔ انھیں
دیکھتے ہی لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آناً فاناً ان کی واپسی
کی خبر ہر طرف پھیل گئی۔ جیسے ہی وہ اپنی آرام گاہ میں پہنچے
ان کے فرزند، دوست اور سردار جوق در جوق شامیانے
میں سلام کے لیے جمع ہونے لگے۔

امیر حمزہ نے آرام گاہ میں داخل ہوتے ہی ملازموں
کو حکم دیا "کوئی میرے پاس نہ آئے۔ اگر لوگ شامیانے

میں جمع ہوں تو کہہ دینا امیر تھکے ہوئے ہیں۔ آج کسی سے
ملاقات نہیں کریں گے۔ جس کو آنا ہو کل صبح آئے۔" اس حکم
کے مُطابق آرام گاہ کے دروازوں پر کڑا پہرہ لگ گیا۔ جو
لوگ شامیانے میں جمع ہو چکے تھے وہ رُخصت ہو گئے۔

اس رات امیر خاصی رات گئے تک نہ سو سکے۔ بچپن کے
بے تکلّف دوست اور ہزار مُصیبتوں میں کام آنے والے
ساتھی کی علیحدگی ان پر شاق گزر رہی تھی۔ رہ رہ کر انھیں
افسوس ہو رہا تھا کہ کیوں وہ اس کے ساتھ سختی سے پیش
آئے۔ آخری طلسم اور لقا وغیرہ کے محفوظ رہنے اور ابنِ ادنیٰ
کے بارے میں جب وہ عمرو کے الفاظ یاد کرتے تو اور بھی
بے چین ہو جاتے۔ طرح طرح کے سوال ان کے دل میں پیدا
ہوتے۔ کیا آخری طلسم باقی ہے؟ لقا فرامرز اور بختیارک
زندہ ہیں؟ ابنِ ادنیٰ کوئی عیار جادُوگر ہے؟ یہ بات بار بار
ان کے دل میں چٹکیاں لیتی کہ آخر عمرو کو ابنِ ادنیٰ کا نام کیسے
معلوم ہوا؟ اس نے طلسم کے بارے میں میرے بیان سے
اختلاف کیوں کیا؟ ضرور کسی خاص ذریعے سے اُسے اس
کی خبر ملی ہوگی۔ کاش میں اس کے کہنے پر ٹھنڈے دل سے
غور کرتا۔ کاش میں اس سے اصل ذریعہ پوچھتا یا وہ خود ہی
بیان کر دیتا۔

دوسرے دن صبح کو امیر نے شامیانے میں دربار کیا۔
اس موقع پر تمام سردار اور امیر کے فرزند موجود تھے۔
بزرجمہر کے تینوں فرزند، خواجہ بزرگ امید، خواجہ سیاوش
اور خواجہ دریا دل بھی حاضر تھے۔ عمرو کے بارے میں تفتیش
کرتے ہوئے جب ان حکیم زادوں سے امیر کو معلوم ہوا
کہ عمرو نے جو کچھ کہا تھا بے بنیاد نہ تھا، تو اس شرم سے
ان کی پیشانی پر پسینہ آ گیا۔ چند ثانیے خاموش رہنے کے
بعد انھوں نے لندھور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے عزیز، میں عمرو سے سخت شرمندہ ہوں۔ اُسے
دیکھنے کے لیے بے قرار ہوں۔ سنا ہے ان دنوں وہ تیری بات
بہت مانتا ہے۔ تجھے اپنا دوست گردانتا ہے۔ پس تو اسی
وقت جا اور جس طرح بن پڑے اُسے منا کے واپس لے آ۔
یہاں سے سیدھے شمال کی جانب وہ کہیں نہ کہیں تجھے ضرور
مل جائے گا۔ اگر وہ ضد نہ چھوڑے تو کہنا، آخری طلسم فتح
کیے بغیر لوٹ آنے سے امیر کا دل کباب ہے۔ پل پل ان کے
لیے عذاب ہے۔ جب تک تو نہ پلٹ آئے گا، حمزہ ہرگز اُس
طرف قدم نہ اُٹھائے گا۔ بس اب تو فوراً روانہ ہو جا اور
دوپہر تک ہر حالت میں عمرو سمیت واپس آ جا۔ خدا تیرا
مددگار رہو۔"

لندھور یہ سُن کر اپنی نشست سے اُٹھ کھڑا ہوا اور ادب سے
سر جھکا کر بولا۔ "اے عالی قدر امیر، اطمینان رکھیے۔ میں اسی
دم جاتا ہوں۔ جس طرح ممکن ہوا خواجہ عمرو کو منا کے لے آتا
ہوں۔ ابھی صبح ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ دوپہر تک ضرور بامراد
واپس آ جاؤں گا۔ خُدا حافظ۔"

"خُدا حافظ۔" امیر حمزہ نے کہا اور لندھور تعظیم پیش کر کے
شامیانے سے باہر نکل گیا۔

اب خواجہ عمرو کا حال سُنیے۔

امیر حمزہ کے سامنے سے ہوا ہونے کے بعد شمال کی
سمت وہ مسلسل دوڑتا چلا گیا۔ کئی میدان اور اُتار چڑھاؤ
پار کر کے وہ جھاڑیوں کے درمیان سے ایک تنگ اور
لہریے دار راستے پر جا پہنچا۔ یہ راستہ ختم ہوا تو اس نے ایک
کشادہ میدان اپنے سامنے پایا۔ اس میدان کے دائیں حصّے
کی جانب ایک چبوترا اور اس کے اوپر پڑا ہوا پھوس کا
ایک چھپر دیکھ کر وہ رُک گیا۔ ابنِ ادقی کے ٹھکانے کے
بارے میں امیر حمزہ نے اُسے کچھ بھی نہ بتایا تھا۔ مگر خود بخود
اس کے دل میں خیال پیدا ہو گیا کہ ہو نہ ہو ابنِ ادقی کا
یہی ڈیرا ہے۔ چھپر کے پیچھے پار اردگرد دُور دُور تک کہیں
کوئی آدم زاد نہ دکھائی دیتا تھا۔ مگر چونکہ عمرو کو یہ معلوم

ہوچکا تھا کہ ابنِ ادنیٰ ہزار شکل کے آخری اور مضبوط ترین طلسم کا محافظ ہے، اس لیے یہ سناٹا دیکھ کر وہ مایوس نہ ہوا، لیکن یقین تھا کہ اگر وہ چھپر کے نیچے جا کر بیٹھ رہا تو ابنِ ادنیٰ کسی نہ کسی جانب سے ضرور ظاہر ہوگا۔

عمرو کا یہ خیال سو فیصد درست ثابت ہوا۔ چھپر کے نیچے بیٹھے ہوئے اُسے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ پُشت کی جانب کچھ آہٹ محسوس ہوئی۔ ساتھ ہی آواز آئی "السلام علیکم یا عمرو!"

عمرو نے پلٹ کر دیکھا تو سناٹے میں آگیا۔ چبوترے کے نیچے ایک نورانی چہرے والا شخص شیر ببر پر بیٹھا تھا۔ شیر کی ایال اس کے دونوں ہاتھوں میں لگام کی طرح لپٹی ہوئی تھی۔

"تم پر خداوندِ لقا کی رحمت ہو۔" عمرو نے جواب میں کہا۔

"شیر پر سوار شخص کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ وہ نیچے اُتر کر چبوترے پر چڑھنے لگا۔ اسی لمحے شیر پلٹا اور بادل کی طرح گرجا اور بجلی کی طرح کڑکتا ایک سمت جا کر نگاہوں سے غائب ہوگیا۔

"کیا ابنِ ادنیٰ تمھیں ہو؟" وہ بزرگ چبوترے پر آکر بیٹھا ہی تھا کہ عمرو نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔" ابنِ ادنیٰ نے کہا اور سوال کیا "کیا تم دینِ ابراہیمی

چھوڑ کے خداوندِ لقا پر ایمان لے آئے ہو؟"

"بالکل۔ اور یہی نہیں، اب میں امیر حمزہ کی صحبت سے بھی بیزار ہوں اور خداوندِ لقا کی سرپرستی کا طلب گار ہوں۔ تمھارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ میری مدد کرو۔ جلد سے جلد ان کی خدمت میں پیش کرو۔ فرامرز اور بختیارک مجھ سے خوب واقف ہیں۔ مجھے وہ مُلازمت پر آمادہ پاتے ہی اپنی ناک کا بال بنا لیں گے اور تجھے بھی نہال کر دیں گے۔ بس یہ سمجھ لے امیر حمزہ کا جو آج نام ہے، وہ سب میرا ہی کام ہے۔ میں جس کا مخالف ہو جاؤں اس کے مقدر میں خواری ہے۔ جس کا دوست بن جاؤں اسی کا پلّہ بھاری ہے۔

"اے عمرو، بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ تیرے بارے میں میں سب کچھ جانتا ہوں۔" ابنِ ادنیٰ نے کہا اور چند ثانیے کچھ سوچ کر فکر مند لہجے میں بولا "تو نے مجھے بڑی مشکل میں مُبتلا کر دیا ہے۔ آخری طلسم خداوندِ لقا کی آخری پناہ گاہ ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی صورت بھی امیر حمزہ اس طرف جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ دیر پہلے یہ بات میں نے ان کے دل میں بٹھا دی ہے کہ اب یہاں کوئی طلسم باقی نہیں ہے۔ اگر تجھے ہم نے اپنی پناہ میں لیا تو اس کو کسی نہ کسی طرح اس کا پتا چل جائے گا، اور وہ ضرور طلسم کا رُخ کرے گا۔"

"اے ابنِ ادنیٰ!" عمرو نے کہا، "تو سخت دھوکے میں ہے۔ مجھے پناہ دے یا نہ دے۔ مگر یہ جان لے کہ لشکر میں پہنچتے ہی امیر کو تیرے فریب کا حال معلوم ہو جائے گا۔ اور وہ جلد ہی طلسم کو سر کرنے کے لیے روانہ ہو جائے گا۔ حکیم بزرجمہر کے جن لڑکوں نے مجھ پر تیری اور طلسم کی حقیقت ظاہر کی ہے وہی اُسے بھی بتا دیں گے۔ بس بہتر یہی ہے کہ یہ خوش فہمی ترک کر اور میری دوستی اور عیاری پر بھروسا کر۔ میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ خداوند لقا کی عنایت سے تجھے ہر طرح کے اندیشوں سے چھڑاؤں گا اور امیر حمزہ اور اس کے سارے ساتھیوں کو پورا پورا مزہ چکھاؤں گا۔"

ابنِ ادنیٰ عمرو کے ایک ایک لفظ پر غور کرتا رہا اور پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولا: "اے عمرو، اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تو خداوند لقا کا ہر حالت میں وفادار رہے گا؟"

"ثبوت میں ابھی پیش کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر عمرو نے اپنی زنبیل میں ہاتھ ڈالا۔ اور ایک گیند نکال کر اس کی آنکھوں کے قریب کرتے ہوئے بولا۔ "غور سے دیکھ۔ میرے دل کی ہر بات اس میں نظر آجاتی ہے۔"

ابنِ ادنیٰ نے گیند پر نگاہیں جما دیں۔ گیند چکنی اور چمک دار

ضرور تھی مگر نہ اس میں کوئی تحریر دکھائی دے رہی تھی نہ کوئی شکل۔ ابنِ ادنیٰ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عمرو نے گیند کو دبا دیا۔ پھُس کی آواز کے ساتھ ہی سفوف۔ بے ہوشی کی پھوار ابنِ ادنیٰ کی ناک میں داخل ہوئی۔ اس نے ایک چھینک لی اور بے ہوش ہو گیا۔ عمرو نے پھرتی سے اس کے ہاتھ پیر ریشمی ڈوری سے باندھ دیے۔ اور پھر اس کے سینے پر سوار ہو کر اُسے لخلخہ سنگھانے لگا۔ ابنِ ادنیٰ ہوش میں آگیا۔ اب عمرو نے لخلخہ رکھ کر خنجر نکالا اور اُس کی نوک ابنِ ادنیٰ کی گردن پر رکھتے ہوئے بولا:

"اے ابنِ ادنیٰ، تو میرے قابو میں ہے۔ بول کیا تجھے کوئی میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے؟"

"اے عمرو، کیا وفاداری کا ثبوت اسی طرح دیا جاتا ہے؟ کیا تو اسی لیے آیا تھا کہ مکر سے قابو پا کر مجھے ہلاک کرے اور آخری طلسم کا کام تمام کرے؟ کیا خداوندِ لقا کی خدمت اور بندگی کا تیرا دعویٰ ڈھونگ تھا؟"

"اے ابنِ ادنیٰ" عمرو اس کے سینے سے اُترتے ہوئے بولا "اپنی وفاداری کا اس سے بہتر ثبوت میں اس وقت نہیں پیش کر سکتا۔ اگر میرے دل میں تجھ سے بُرائی اور خداوندِ لقا کی بے وفائی ہوتی تو یہ خنجر اب تک کئی بار تیرے سینے کے پار

ہوچکا ہوتا۔ مگر تو دیکھ لے کہ تجھ پر قابو پانے کے باوجود میں
تجھ سے کیا سلوک کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر عمرو نے ابن ادنیٰ کے ہاتھ پیروں کے سارے
بند کاٹ دیئے۔ وہ حیرت اور شک کی نگاہوں سے عمرو
کو دیکھنے لگا۔ عمرو نے فوراً اپنا خنجر اس کے سامنے چٹائی پر
پھینکتے ہوئے کہا:

"اگر تو میری اس حرکت سے ناراض ہوا ہے تو اس
خنجر سے جس طرح چاہے سزا دے۔ اُف نہ کروں گا۔ اور
اگر تجھے میری وفاداری کا یقین آگیا ہے۔ تو اب دیر نہ کر۔
جلد مجھے خداوندِ لقا کے دربار میں لے چل۔"

"اے عمرو، خداوندِ لقا کی قسم، میرا دل تجھ سے صاف ہوا۔
پر یہ جان لے کہ تیرے سفوف بے ہوشی نے مجھ پر کوئی
اثر نہ کیا تھا۔ نہ تیرا خنجر مجھے کچھ تکلیف دے سکتا تھا۔ صرف
تیری نیت کا پتا چلانے کے لیے میں نے بے ہوشی کا سوانگ
رچایا تھا۔ اگر تو مجھ پر خنجر کا وار کرتا یا قیدی بنا کر امیر حمزہ
کے پاس لے جانے کا خیال کرتا، تو میں چٹکی بجانے میں تیری
گرفت سے آزاد ہوجاتا اور جو جی میں آتا تیرے ساتھ کر گزرتا۔
سُن لے کہ میں ہزار شکل، کے آخری طلسم کا محافظ ہوں۔
سوائے حیدر کرار کی تلوار کے دُنیا کا کوئی ہتھیار مجھے

نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور حیدر کرار کی تلوار ابھی پردۂ
غیب میں ہے۔" یہ راز کی بات نکالتے ہی ابن ادنیٰ نے اپنے
جوش پر قابو پالیا اور کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "مجھے بھروسا
ہے کہ خداوندِ لقا تجھے دیکھ کر بے حد مسرور ہوگا۔ مگر بغیر
حُکم یا اجازت میرا تجھے وہاں لے جانا خلافِ دستور ہوگا۔ بس
آج کی رات تو یہیں بسر کر۔ کل تک کے لیے تو حوصلے سے صبر کر۔
میں اسی وقت دربارِ خداوندی کو جاتا ہوں۔ جیسے ہی موقع
ملا، تیرا سارا حال کہہ سناؤں گا اور ہر حاضری کی اجازت لے
کر کل دن نکلتے نکلتے لوٹ آؤں گا۔ یہ کہہ کر ابنِ ادنیٰ رُخصت
ہونے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔

عمرو نے اُٹھ کر اُسے الوداع کہا۔ چلتے چلتے ابنِ ادنیٰ نے
اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "اس ویرانے، چھپر اور جھونپڑے
کو حقیر جان کر دل نہ چھوٹا کرنا۔ جب تو آرام کرنا چاہے گا،
اس چٹائی کو نرم مخمل کی قالین پائے گا۔ کھانے پینے اور آرام
کا جو بھی سامان آواز دے کر طلب کرے گا، تیرے سامنے
غیب سے آجائے گا۔"

یہ بات ختم کرکے ابنِ ادنیٰ نے جانے کے لیے قدم اُٹھایا
عین اسی لمحے کوئی پہلے والا ببر شیر جانے کدھر سے آیا
اور جھونپڑے سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ ابنِ ادنیٰ نے اس کی

ایال کو دائیں بائیں سے لگام کی طرح مٹھی میں جکڑا اور اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شیر نے چند زقندیں بھریں اور نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

وہ رات عمرو نے بڑے عیش میں گزاری قسم قسم کے کھانے، مٹھائیاں، میوے اور پھل سونے چاندی کی پلیٹوں میں منگائے۔ جو کھائے سو کھائے باقی برتنوں سمیت زنبیل میں چھپائے۔ کھا پی کر راگ رنگ کی سوجھی۔ رعب کے ساتھ آواز دے کر سازندوں، موسیقاروں اور رقاصوں کو بلوایا۔ جنگل میں منگل منایا۔ دوسرے دن دیر تک پڑا سوتا رہا۔ آنکھ تب کھلی جب سورج کی گرمی اور چمک چہرے کو لگی۔ ہڑبڑا کر اٹھا۔ ادھر اُدھر سر گھمایا۔ اپنے سوا کسی کو نہ پایا۔ بے فکری کے ساتھ ہاتھ منہ دھویا۔ ضروریات سے فراغت پائی۔ ناشتہ منگایا اور خوب ڈٹ کر کھایا۔ ناشتے سے نپٹ کر چھپر کے سائے میں ہو بیٹھا اور اطمینان کے ساتھ ابنِ ادنیٰ کا انتظار کرنے لگا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اک جانب سے ایک ببر شیر آتا دکھائی دیا۔ اس کی پیٹھ پر ابنِ ادنیٰ بیٹھا تھا۔ عمرو اس کے استقبال کو اٹھ کھڑا ہوا۔ جیسے ہی ابنِ ادنیٰ نے شیر سے اتر کر چبوترے پر پیر ٹکایا، عمرو نے اس کی پیشوائی

کے لیے قدم بڑھایا۔ ابنِ ادنیٰ نے لپک کر عمرو کو گلے لگایا اور فوراً اُسے تقا کی طلبی کا مژدہ سنایا۔ عمرو نے خوش ہو کر اسی دم روانہ ہونے کی بے تابی دکھائی۔ اس پر ابنِ ادنیٰ نے جنگل کی طرف منہ کر کے انگلی اٹھائی۔ پلک جھپکتے میں اس جانب سے ایک ببر شیر چھلانگیں لگاتا ہوا آیا اور پہلے شیر کے پیچھے چبوترے کے برابر کھڑا ہو گیا۔ ابنِ ادنیٰ نے عمرو کو اس پر سوار ہونے کا اشارہ کیا اور خود اپنے شیر کی طرف بڑھا۔ عین اسی موقع پر نہ جانے کہاں سے ایک کوا آیا اور چھپر پر بیٹھ کر زور زور سے کائیں کائیں کرنے لگا۔ ابنِ ادنیٰ نے چونک کر کوّے کی طرف دیکھا تو عمرو بھی کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر کوّے کی کائیں کائیں کو غور سے سننے کے بعد ابنِ ادنیٰ نے عمرو کی طرف منہ کیا اور بولا:

"اے عمرو حمزہ سخت پشیمان ہے اور تجھ سے ملنے کے لیے پریشان ہے۔ تیرے منانے کو اس نے لندھور کو روانہ کیا ہے، جو اپنے ہاتھی پر بیٹھ کر بھاگم بھاگ ہماری طرف چلا آ رہا ہے۔"

"بہت خوب، گویا یہ کوا یہی خبر لایا ہے۔ درندوں کی طرح تم نے یہاں کے پرندوں کو بھی اپنا آلۂ کار بنایا ہے۔" عمرو نے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

"ہاں۔ یہ سب میری جادوئی طاقت کا ادنیٰ کرشمہ اور خدا لقا پر ایمان کا نتیجہ ہے۔ خیر کیا خیال ہے۔ اب چلو گے اس آنے والے سے ملو گے؟"

عمروؔ فکر میں پڑ گیا۔ مگر جلد ہی کچھ سوچ کر بولا "چلنا تو خیر ہے ہی۔ کیوں نہ لگے ہاتھوں اس آنے والے سے بھی دو باتیں کر لوں۔ جلی کٹی سنا کر دل کا پھپھولا اور بوجھ ہلکا کر لوں۔ بندہ پہلی بار دربارِ خداوندی میں حاضری کا شرف پا رہا ہے۔ یہ شرم مارے ڈالتی ہے کہ خالی ہاتھ جا رہا ہے۔ کیا عجب لندھور کی ملاقات سے کام بن جائے۔ کوئی اچھا تحفہ ہاتھ آ جائے۔ اگر تو بُرا نہ مانے تو بہتر ہوگا کہ ان شیروں کو تھوڑی دیر کے لیے بھگا دے اور خود کو بھی کسی درخت کی اوٹ میں چھپا لے۔ وہ مجھے تنہا پائے گا تو بے جھجک قریب چلا آئے گا اور میرا کام بن جائے گا۔"

عمروؔ کی باتیں سن کر ابنِ ادنیٰ زیرِ لب مسکرایا۔ شیروں کی جانب دیکھتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ کو ہلکے سے ہلایا۔ دونوں شیر ایک ساتھ بگٹٹ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگل میں غائب ہو گئے۔ اس کے بعد ابنِ ادنیٰ چبوترے سے نیچے اترا۔ ایک قریبی درخت کی طرف چلا اور پھر اس کے تنے کی اوٹ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ عمروؔ نے پلٹ

کر اطمینان کے ساتھ چھپر کے سائے میں نشست جمائی۔ جھاڑیوں والے راستے پر نگاہ دوڑائی۔ تھوڑی ہی دیر میں کیا دیکھتا ہے کہ لندھور کاندھے پر گرز رکھے ہاتھی کی گردن پر بیٹھا آندھی طوفان کی طرح چلا آتا ہے۔

عمروؔ جوں کا توں بیٹھا رہا۔ مگر اس پر نگاہ ڈالتے ہی لندھور چیخ پڑا۔ "عمروؔ بھائی! خدا کا شکر ہے کہ تم مل گئے۔" قریب پہنچنے پر جیسے ہی وہ ہاتھی کی گردن سے کود کر چبوترے پر آیا عمروؔ نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کھڑے ہو کر کہا:

"لندھور بھائی! خیریت تو ہے؟ یہ تمھارا کیا حال ہے؟ نہ ہودہ ہے نہ عماری؟ نہ مہاوت ہے نہ جھول؟ کیا تم بھی میری طرح امیر حمزہ سے لڑ کر آئے ہو؟"

لندھور نے بڑھ کر عمروؔ کو گلے لگایا اور بولا "خدا کا شکر ہے ہر طرح خیریت ہے۔ میں امیر سے لڑ کر نہیں بلکہ انھی کے حکم پر تمھیں ساتھ لے چلنے کے لیے آیا ہوں۔ تیاری میں دیر لگتی، اسی لیے کسی چیز کی پروا نہیں کی۔ کسی مہم یا جنگ پر تو نہیں جانا تھا۔ اب خدا کے لیے اٹھو۔ اک پل کی دیر نہ کرو۔ تیرے میرے اس حالت میں آنے کی شرم رکھو۔ واپس چلو امیر کو تمھارے ساتھ سختی سے پیش آنے کا بڑا دکھ ہے وہ تمھاری راہ تک رہے ہیں۔"

دونوں کافی دیر تک ایک دوسرے سے شکوہ شکایت
کرتے رہے۔ آخر عمرو واپس جانے پر راضی ہو گیا اور
لندھور کی تعریف کرتے ہوئے بولا "لندھور بھائی، آفریں
ہے تم پر۔ دوست ہو تو ایسا ہو۔ تم سفارش نہ کرتے تو
ہرگز میرا دل امیر حمزہ سے صاف نہ ہوتا۔ اچھا ہوا، ٹوٹے
دل جڑ گئے۔ زندگی بھر کی وفاداری کی آبرو رہ گئی۔ ورنہ
میں تو فیصلہ کر چکا تھا کہ امیر حمزہ کا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ لقا کی
ملازمت اختیار کروں گا۔ بس میں یہاں سے اس طرف
روانہ ہی ہونے والا تھا کہ تم آ گئے۔ شکر ہے۔ میں بھی غداری
اور بدنامی سے بچ گیا۔ تو، اس خوشی میں منھ میٹھا کرو۔
پھر چلتے ہیں۔"

یہ کہہ کر عمرو نے زنبیل میں ہاتھ ڈالا۔ کچھ دیر نہ جانے
کیا کرتا رہا۔ پھر جو ہاتھ باہر نکالا تو مٹھی میں چار لڈو تھے
یہ لڈو لندھور کو دے کر اس نے پھر زنبیل میں ہاتھ ڈالا
اس بار بھی اس نے چار لڈو نکالے مگر اس
مرتبہ پہلے جتنی دیر نہ لگائی۔ دونوں مزے لے لے کھانے
لگے۔

آخر میں عمرو تو اپنا سارا حصہ صاف کر کے اطمینان سے
ہاتھ منھ پونچھنے لگا مگر چوتھا لڈو حلق سے اتارتے ہی

لندھور کا حال غیر ہونے لگا۔ سر کو جھٹک کے وہ کھڑے
ہونے کے لیے اٹھا۔ مگر چکرا کر لمبا لمبا لیٹ گیا۔ عمرو نے
قریب آ کر اسے زور زور سے ہلایا۔ مگر جب اسے پوری
طرح بے ہوش پایا تو ابن ادنی کو آواز دی۔ جس درخت
کی اوٹ میں وہ چھپا کھڑا تھا، وہ چبوترے سے خاصے
فاصلے پر تھا۔ مگر وہ نہ صرف انھیں دیکھ رہا تھا۔ بلکہ جادو
کے زور سے ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ صاف سن رہا
تھا۔ لڈو نکالنے سے پہلے عمرو نے جو فقرے زبان سے
نکالے تھے۔ انھیں سن کر اسے یقین ہو گیا تھا کہ عمرو کا
خیال پلٹ گیا ہے۔ وہ لقا کے بجائے پھر سے امیر حمزہ کی
اطاعت پر کمر بستہ ہو گیا ہے۔ اس بات پر غصے سے وہ اندر
ہی اندر کھولنے لگا اور اسے اپنے جادو کا نشانہ بنانے
کی سوچنے لگا۔ عمرو کے آواز دینے پر وہ درخت کی
اوٹ سے نکلا تو اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں
سے عمرو کے لیے نفرت و حقارت کی چنگاریاں نکل رہی
تھیں چبوترے پر پہنچ کر جیسے ہی اس نے عمرو کو ملامت
کرنے کے خیال سے منھ کھولا، اس کی نگاہ لندھور پر
پڑی۔ اسے بے ہوش دیکھ کر اس کے الفاظ حلق میں اٹک
کر رہ گئے۔ اس نے کہا: "اے عمرو، یہ کیا ماجرا ہے؟ اسے

کیا ہو گیا ہے؟"

یہ امیر حمزہ کے لشکرِ ہراول کا سردار اور بے مثال پہلوان ہے۔ میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے۔ اب میں اسے باندھ کر لے چلوں گا اور خداوند لقا کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کروں گا" یہ کہہ کر عمروؑ نے ریشمی ڈوری کا گچھا نکالا، لندھور کے پیروں کو مضبوطی سے باندھا اور اسے اپنی زنبیل میں ڈال کر اٹھ کھڑا ہوا۔ چند لمحے بعد شیروں پر سوار ہو کر دونوں لقا کے طلسم کی جانب اڑے چلے جا رہے تھے۔

طلسم کے راز

درجنوں اُتار چڑھاؤ، جنگل جھاڑیاں اور چھوٹے بڑے میدان طے کرنے کے بعد ایک جگہ ابن ادقی کے اشارے پر دونوں شیر رک گئے۔ اب تک عمروؑ کو ہر اونچی جگہ سے سے طلسمی عمارتیں نظر آتی رہی تھیں۔ جس طرح یہ عمارتیں قریب ہوتی جا رہی تھیں، اس سے اس نے یہ رائے قائم کی تھی کہ تین چوتھائی سے زیادہ سفر ختم ہو چکا ہے۔ اب جیسے ہی ہم کسی بلندی پر پہنچیں گے طلسم کے آثار پہلے سے زیادہ صاف اور قریب نظر آئیں گے۔ لیکن جب ایک چڑھائی طے کر کے وہ اس کے اوپر پہنچے اور عمروؑ نے سامنے نگاہ جمائی تو اس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ نہ طلسمی ٹیلے کا کہیں پتا تھا نہ اس پر نظر آنے والی عمارتوں کا نیچے ایک بہت بڑا ہموار میدان تھا اور سامنے جس جگہ سے یہ میدان ختم ہوتا تھا، اس کے پیچھے دھند اور غبار کے علاوہ کچھ نہ

دکھائی دیتا تھا۔

"یہ کیا ہوا؟" عمرو نے سوال کیا "طلسمی عمارتیں کہاں گئیں؟
میدان کے پیچھے یہ دھواں سا کیوں چھایا ہوا ہے؟"

"اس بات کو چھوڑو" ابنِ ادنیٰ نے کہا "یہ بتاؤ کیا یہ
میدان صاف ہے؟ اس میں تمھیں کچھ نہیں دکھائی دے
رہا؟" عمرو بڑے غور سے میدان میں نگاہیں دوڑانے
لگا "اُف! اس میں تو کروڑوں اربوں مکھیاں، مچھر اور
جھینگے منڈلا رہے ہیں۔"

"بس؟" ابنِ ادنیٰ نے کہا اور شیروں کو اشارہ کیا۔ دونوں
شیر بلندی سے اُتر کر میدان کے کنارے آکر رُک گئے "ذرا
اور غور سے دیکھو!"

عمرو سٹپٹا کر پھر میدان میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ فرش
سے لے کر دس بارہ فٹ کی بلندی تک پورے میدان میں
مکھیوں مچھروں اور جھینگوں کے جھنڈ بُری طرح چکر کھا رہے
تھے۔ ان کی بھنبھناہٹ کا شور اتنا خوف ناک تھا کہ بدن
کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ ان کے
درمیان سے ہو کر جو بھی جاندار گزرے گا نہ سانس لے سکے
گا، نہ آنکھیں اور ناک کان کھلے رکھ سکے گا۔ یہ تو تھی فرش
سے اوپر کی مصیبت۔ مگر فرش پر عمرو نے جو کچھ دیکھا

اس پر وہ جھرجھری لیے بغیر نہ رہ سکا۔ پورے میدان میں
لاکھوں کروڑوں سانپ، بچھو اور خوف ناک چیونٹے اِدھر اُدھر
دوڑ رہے تھے۔ کہیں تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔

"گھبراؤ نہیں۔ یہ ہمیں کچھ نقصان نہیں پہنچائیں گے۔" عمرو
کو دہشت زدہ پاکر ابنِ ادنیٰ نے کہا۔ "یہاں سے طلسم کی حد
شروع ہوتی ہے۔ میں یہاں اس لیے رُک گیا ہوں کہ آگے
بڑھنے سے پہلے تم سے چند باتیں کرلوں۔"

یہ سُن کر عمرو کا ڈر تو خیر جاتا ہی رہا۔ مگر اُسے یہ شبہ بھی
ہوگیا کہ ابنِ ادنیٰ اس سے کسی طرح کا ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتا
ہے۔ اس نے ابنِ ادنیٰ کو گھورتے ہوئے کہا "کہو، کیا کہنا
چاہتے ہو؟"

ابنِ ادنیٰ بولا "خواجہ، میں تمھاری ایک حرکت پر بہت
حیران ہوں۔ لندھور جیسے گرانڈیل پہلوان کو تم نے اپنی
دو بالشت کی زنبیل میں کیسے رکھ لیا؟ کیا تم بھی جادوگر ہو؟"

"ارے۔ بس اتنی سی بات؟" عمرو نے قہقہہ لگاتے ہوئے
کہا "میاں، لندھور تو کچھ بھی نہیں۔ میں چاہتا تو اس کے ہاتھی
کو بھی اس جھولی میں ڈال لیتا۔ یہ جادو نہیں، خدائی کرامت
ہے۔ خدا کے نبیوں نے مجھے تین چیزیں عطا کی ہیں۔ ایک
دوڑنے کی غیر معمولی طاقت، دنیا کا کوئی انسان مجھ سے دوڑ میں

باڑی نہیں لے جا سکتا۔ دُوسری یہ زنبیل یا جھولی، اس میں ساری دُنیا کی چیزیں سما سکتی ہیں۔ کوئی چیز خواہ کتنی ہی بڑی اور وزنی کیوں نہ ہو، اس کے اندر جاکر دانے برابر ہو جاتی ہے اور نکالو تو پھر پہلے جتنی ہو جاتی ہے۔ تیسرا تحفہ جو مجھے ملا ہے، وہ ایک چادر ہے۔ اس چادر میں یہ صفت ہے کہ اسے اوڑھ لوں تو میں تو سب کو دیکھوں پر خود کسی کو نظر نہ آؤں۔ جو چیز بھی اس میں چھپا لوں سب کی نگاہوں سے غائب ہو جائے۔ سو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آیندہ ان میں سے کوئی بھی معاملہ دیکھنا تو نہ حیران ہونا نہ اسے جادو سمجھنا۔ سمجھ گئے؟"

ابنِ ادنیٰ کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ "سچ ہے۔ آپ کا جواب نہیں۔ اچھا کیا جو یہ باتیں مجھے بتا دیں۔ ویسے آپ یقین رکھیں، خداوند کے حضور آپ کی میں نے پہلے ہی اتنی تعریف کی ہے کہ وہ آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔" پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "عمرو بھائی، خداوند کے سامنے ذرا خیال رکھیے گا۔ بختیارک کی مخالفت کے ڈر سے میں نے ان سے یہ بات کہی تھی کہ عمرو اپنے آپ نہیں بلکہ میرے سمجھانے بجھانے پر حضور کی ملازمت کے لیے آمادہ ہوا ہے۔ ایسا نہ کرتا تو بختیارک ہرگز آپ پر بھروسا نہ کرتا اور آپ کے خلاف خداوند کے کان بھرتا۔ ٹھیک کیا نا میں نے؟"

"چلو کوئی بات نہیں۔ تمھاری عزت رکھنے کے لیے اور بھی جو چاہو کہہ سکتا ہوں۔" عمرو اس کی خوشامد سے خوش ہو کر بولا۔

"سچ عمرو بھائی؟ تو پھر ایک مہربانی اور کرنا۔ معاملہ یہ ہے کہ کل رات تمھاری خاطر داری کا سارا خرچ میں نے اپنی جیب سے بھرا ہے۔ ایک تو تم نے دل کھول کر فرمائشیں کیں، دُوسرے سونے چاندی کے سارے برتن بھی رکھ لیے۔ میں بالکل کنگال ہو گیا ہوں۔ خیر، تم اب میرے بھائی بن چکے ہو۔ خرچے کا مطالبہ کر سکتا ہوں، نہ برتنوں کا۔ بس اتنا کرنا کہ خداوند تمھیں قیمتی چیزیں اور لمبی رقم انعام دیں تو اس میں سے بھائی سمجھ کے آدھا مال مجھے دے دینا۔"

"اچھا! یہ بات ہے؟" عمرو نے کہا۔ "گویا تم ہاتھیوں سے گنّے کھانا چاہتے ہو۔ میاں، خیریت چاہتے ہو تو یہ بات دماغ سے نکال دو کہ کبھی تم مجھ سے بھی کچھ وصول کر سکتے ہو۔ اس بھول میں بھی نہ رہنا کہ میں کسی پر اپنا حساب چھوڑ سکتا ہوں۔ اب سب سے پہلے فوراً پانچ لاکھ روپے نکالو۔ یہ اس بات کا نذرانہ ہو گا کہ خداوند کے سامنے میں اقرار کروں گا کہ صرف تمھارے سمجھانے بجھانے سے میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہونا قبول کیا ہے۔ بس زیادہ سوچ بچار نہ کرو۔ رقم نہ ملی

تو ایک قدم آگے نہ بڑھاؤں گا۔"

واہ عمرو بھائی واہ" ابنِ ادنی نے کہا "یہی تمہارا انصاف ہے۔ ایک تو میرا ہزاروں کا مال ہضم کر گئے۔ دوسرے مجھی سے رقم مانگتے ہو۔ خداوند کے سامنے جو تمہارا رنگ جمایا ہے اس کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ میاں یاد رکھنا۔ میں ساتھ لے جاؤں تو قیامت تک تم خداوند کی بارگاہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہاں جو کچھ ملنا ملانا ہے اس کی حسرت ہی لیے رہ جاؤ گے۔"

"اچھا۔ تو تم مجھے ترڑی دے رہے ہو" عمرو نے بپھرتے ہوئے کہا "گویا تمہارے خداوند کے علاوہ دنیا میں میرا کوئی اور ٹھکانا نہیں۔ میں کوئی دو کوڑی کا آدمی ہوں؟ اچھا یونہی سہی۔ اب دس لاکھ دو گے تب بھی وہاں نہیں جاؤں گا۔ روک سکو تو روک لو۔ سیدھا امیر حمزہ کے پاس واپس جاتا ہوں تم اپنے لالچ میں خداوند کا یہ رہا سہا ٹھکانا بھی برباد کیے بغیر نہ مانو گے۔" یہ کہہ کر عمرو شیر سے نیچے اترا اور پلٹ جانے لگا۔

ابنِ ادنی نے جو یہ رنگ دیکھا تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہ لقا کے سامنے عمرو کو لانے کی شیخی بگھار چکا تھا۔ خالی ہاتھ جاتا یا جادو کے زور سے عمرو کو بے بس

کر کے لے جاتا تو بھانڈا پھوٹ جانے کا ڈر تھا۔ گھبرا کے عمرو کے پیچھے بھاگا اور خوشامدیں کرنے لگا۔ پھر بھی عمرو نخروں سے باز نہ آیا تو لاچار ہو کر اس نے اپنی کمر میں اڑسی ہوئی ایک تھیلی نکالی اور عمرو کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "اچھا بھائی عمرو، میں ہار گیا۔ اس میں میری زندگی بھر کی کمائی ہے لے لو اور مجھے معاف کر دو۔ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا۔"

عمرو نے چند بار اور نہ نہ کیا۔ پھر برا سا منہ بنا کر تھیلی ہاتھ میں لے لی۔ "سچے موتیوں کے علاوہ اس میں پنا، پکھراج، نیلم اور لعل بھی تھے۔ کم از کم دو ڈھائی لاکھ کا مال تھا۔ عمرو نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

"ارے! اس میں تو کچھ بھی نہیں۔ مشکل سے بیس پچیس ہزار کے گھٹیا جواہرات ہیں۔ نہیں۔ ان سے کام نہیں چلے گا۔ اور نکالو" ابنِ ادنی نے گڑگڑا گڑگڑا کے اسے یقین دلایا کہ اب اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ آخر عمرو نے تھیلی کو زنبیل میں ڈالتے ہوئے کہا "اچھی بات ہے۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ چلتا ہوں۔ مگر ایک شرط ہے۔ بولو منظور ہے؟"

ابنِ ادنی نے گھبراتے ہوئے پوچھا "کیا شرط ہے؟"

"دیکھو میاں، تم خداوند کے سامنے میرے بارے میں

ڈینگ پہلے ہی مار چکے ہو۔ اور اب جو میں تمہارے ساتھ
جاؤں گا تو ساتھ ہی لندھور کو تحفے کے طور پر پیش کروں گا۔
خداوند میرے علاوہ تمہیں بھی خوش ہو کر انعام دیں گے۔
بلکہ فرامرز اور بختیارک بھی کچھ عطا کریں گے۔ وعدہ کرو، جو
کچھ تمہیں ملے گا اس کا آدھا مایدولت کی نذر کرو گے۔"

"ابنِ ادنیٰ بولا" اچھی بات ہے مرے باپ۔ یہ بھی کروں
گا؟"

"نہیں ایسے نہیں۔ خوشی سے بولو۔" عمرو نے ڈانٹ
بتائی۔ "برا منہ بنایا تو باقی آدھا بھی مانگ لوں گا۔ فوراً ٹھیک
ہو جاؤ۔ سنا کہ نہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں مائی باپ۔ ہی ہی ہی۔ بالکل برا منہ
نہیں بناؤں گا۔ ہی ہی ہی۔ بولو نا۔ اب تو ٹھیک ہوں نا؟
ہی ہی ہی۔"

"ہاں۔ اب ایسے ہی رہنا۔" عمرو نے رعب سے کہا
"اچھا۔ اب چلو۔"

"چلیئے مائی باپ۔ ہی ہی ہی۔" ابنِ ادنیٰ نے دانت نکالتے
ہوئے کہا۔

دونوں شیر پر سوار ہو گئے۔ ابنِ ادنیٰ نے میدان کی
طرف منہ کر کے انگلی سے ہوا میں ایک محراب جیسی شکل بنائی

دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں مچھروں، بھنگوں اور مکھیوں کے
جھنڈ اپنی اپنی جگہ ساکت ہو گئے۔ سارے سانپ، بچھو اور
چیونٹے بھی بے حس و حرکت ہو گئے۔ ساتھ ہی فرش سے
لے کر اوپر تک ایک لمبی محرابی سرنگ سی بن گئی جس کے اوپر
اور دائیں بائیں چاروں طرف بے شمار مچھر، مکھی اور بھنگے
لٹکے ہوئے تھے۔ اردگرد کی زمین سانپوں، بچھوؤں اور چیونٹوں
سے پُر تھی مگر ان کا راستہ ہر طرح صاف تھا۔ دونوں اس
راستے پر تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔

میدان کے خاتمے پر عمرو کو راستے کے دائیں بائیں دو
اونچے ٹیلے سے دکھائی دیے۔ اس کے آگے دھوئیں اور
گرد و غبار کی ایک موٹی سی دیوار زمین سے آسمان تک کھڑی
تھی۔ عمرو کے اشارے پر ابنِ ادنیٰ نے یہاں شیروں کو
روک لیا۔ عمرو غور سے دائیں بائیں کے ٹیلوں کو دیکھنے لگا۔
ان میں سے ایک پتھر کی بڑی چٹان تھی۔ دوسرا گندگی کا ایک
اونچا ڈھیر تھا۔ چٹان کے اوپر ایک ہٹا کٹا مرد دکھائی دے
رہا تھا۔ چہرہ داڑھی مونچھوں سے بالکل صاف اور بدن
پر صرف ایک لنگوٹی بندھی ہوئی وہ منہ پھاڑ کر قہقہہ لگاتا
اور ایک چمکتا ہوا سکہ منہ میں ڈال کر نگل جاتا۔ پھر میدان کی
طرف منہ کر کے زور زور سے گالیاں بکتا۔ جوش میں آکر

"ہوں" کہہ کر بیٹھک لگاتا اور پھر دونوں ہاتھوں سے کوئی چیز غصّے سے چٹان کے نیچے میدان کی طرف پھینکنے لگتا۔ گندگی کے ڈھیر کے اُوپر نظر آنے والی ایک بُوڑھی عورت تھی۔ ایسی گوری جیسے میدے کی بنی ہو۔ اس کی آنکھوں پر کولھو کے بیل کی طرح کی اندھیری چڑھی ہوئی تھی۔ اس کی حرکتیں بھی بالکل چٹان والے مرد جیسی تھیں۔ فرق صرف یہ تھا کہ چٹان والے مرد کی پھینکی ہوئی چیز زمین پر گر کر پھیل جاتی تھی اور بس بڑھی میم کی پھینکی ہوئی چیز ہوا میں اُڑنے لگتی تھی۔

فضا صاف نہ ہونے کی وجہ سے غور کرنے پر بھی عمرو یہ نہ معلوم کر سکا کہ دونوں کیا چیزیں اُچھال رہے ہیں۔ آخر اس نے ابنِ ادقی سے پُوچھا "یہ کون لوگ ہیں؟ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"یہ دونوں میرے بتائے ہوئے اس میدان کے طلسمی مُحافظ ہیں۔" ابنِ ادقی نے جواب دیا۔ "زردلعنی پیلے خزانے کے چار سو اسّی طلسمی سکّے ان کی روزانہ غذا ہے۔ ان سکّوں کے سبب بڈھی میم کے پیٹ سے زہریلے مچھر، مکھیاں اور جھینگے پیدا ہوتے ہیں۔ اور مرد کے پیٹ سے سانپ، بچھو اور چیونٹے۔ انھی کو وہ میدان کی طرف اُچھالتے رہتے ہیں یہ سب اتنے زہریلے ہیں کہ کوئی انسان یا جانور ان کے

کاٹنے کے بعد پل بھر بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور یہ سب میدان میں اس طرح اُڑتے رہتے ہیں کہ ان کے بیچ سے گزرنا تو در کنار کوئی سامنے آکے سانس بھی نہیں لے سکتا۔"

"گویا یہ دونوں عورت مرد طلسمی پُتلے ہیں۔" عمرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا

"ہاں۔ اوّل تو میدان سے گزر کر کوئی ان تک پہنچ نہیں سکتا۔ دُوسرے اگر پہنچ جائے تو ہرگز انھیں ہلاک نہیں کر سکتا۔ جب تک میں زندہ ہوں، انھیں طلسمی سکّوں کی خوراک پہنچتی رہے گی اور یہ اپنا کام جاری رکھیں گے۔"

"بہت خُوب۔" عمرو نے کہا "اچھا۔ آگے چلو۔"

ابنِ ادقی نے پھر پہلے کی طرح اُنگلی سے ہوا میں نشان بنایا۔ گرد و غُبار کے درمیان میں پھر پہلے جیسا صاف محرابی راستہ بن گیا۔ دونوں تیز رفتاری سے اس میں سے ہو کر آگے بڑھنے لگے۔ دائیں بائیں اور اُوپر دیکھنے سے عمرو کو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ایک جوش مارتے ہوئے نیلے سمندر کے نیچے سے گزر رہے ہیں۔ اور ان کے اِردگرد شفّاف شیشے کی ایک سُرنگ سی بنی ہوئی ہے۔

جیسے ہی یہ راستہ ختم ہوا، دونوں پھر رُک گئے۔ عمرو نے پلٹ کر دیکھا۔ سُرنگ غائب تھی۔ دھوئیں اور گرد و غبار

کی ایک موٹی دیوار کے علاوہ پیچھے کچھ نہ دکھائی دیتا تھا۔ دائیں
بائیں نگاہ اُٹھانے پر اُس نے پہلے کی طرح پھر اپنے کو دو
ٹیلوں کے درمیان پایا۔ سامنے ایک وسیع اور کشادہ میدان
تھا جس کے خاتمے پر ایک بہت لمبا چوڑا اور خاصا اُونچا
ٹیلا تھا۔ ٹیلے کے گرد فصیل جیسی چار دیواری تھی۔ اور اس
کے اندر سے اُونچے درخت اور طلسمی عمارتیں دکھائی دے
رہی تھیں۔ فاصلہ اب زیادہ نہ تھا مگر ان سب چیزوں کے
صاف نظر نہ آنے کا سبب یہ تھا کہ پورے میدان میں آسمان
سے تیروں، پتھروں اور آگ کے شعلوں کی موسلا دھار بارش
ہو رہی تھی صرف ٹیلوں کے درمیان کی جگہ محفوظ تھی جہاں
وہ اس وقت کھڑے ہوئے تھے۔ ٹیلوں کو غور سے دیکھنے
سے عمرو کو پتا چلا کہ ان دونوں پر بھی ایک ایک آدمی موجود
ہے۔ دونوں کے چہرے داڑھی مونچھوں سے صاف تھے
مگر ایک قد کا چھوٹا اور سیاہ تھا، دوسرا گورا اور اونچے قد کا۔
سیاہ رنگت والے کی ناک پکوڑا جیسی تھی۔ گوری رنگت والے
کی طوطے جیسی۔ گوری رنگت والا اچھل کود کر کے اپنے سامنے
والے میدان کی جانب دھوئیں کا فوارہ چھوڑتا تھا۔ اور
سیاہ رنگت والا باریک گرد اُڑایا کرتا تھا۔ گوری رنگت
والا شخص دھواں چھوڑنے کے بعد وزیروں جیسا تاج سر پر

رکھ کر ناچنے لگتا۔ سیاہ رنگت والا شخص گرد اُڑانے سے پہلے
بھنگ پیو بھنگ کا نعرہ لگا کے مشرق و مغرب کی سمت
دونوں ہاتھ پھیلا دیا کرتا۔ ان دونوں کے تماشے دیکھ دیکھ
کر عمرو ہنسنے لگا۔ پھر اس نے ابنِ ادفی سے پوچھا:

"کیا یہ دونوں بھی طلسمی پتلے ہیں؟"

"ہاں" ابنِ ادفی نے جواب دیا "ان کی غذا بھی وہی پیلے
خزانے کے چار سو اسی طلسمی سکے ہیں۔"

"آئیں! یہ پیلا خزانہ کیا ہوتا ہے؟ شاید اس سے پہلے
بھی تم نے اس کا نام لیا تھا؟"

"جی ہاں" ابنِ ادفی نے کہا "اس نام کا ایک سبب یہ
ہے کہ اس طلسم کی حفاظت کے لیے جو خاص سکے بنائے
گئے ہیں ان کا رنگ پیلا ہے۔ دوسرے جس عمارت میں
انھیں محفوظ رکھا گیا ہے اس کا رنگ بھی پیلا ہے۔ جب
تک یہ خزانہ قائم ہے یہ طلسم بھی قائم رہے گا۔ اور جب
تک یہ طلسم قائم رہے گا خداوندِ لقا کا جلال بھی قائم
رہے گا۔"

"ٹھیک ہے" عمرو نے کہا "مگر تم نے اِن پتلوں کے
نام نہیں رکھے؟ کم از کم اِن دونوں کے نام ضرور کچھ
نہ کچھ ہونے چاہئیں۔ مجھے ان کا تماشا بہت اچھا لگا ہے۔"

"ہر پُتلے کا ایک نام ہے۔ آپ نے پہلے جو پُتلے دیکھے ہیں۔ ان میں سانپ، بچھو اور چیونٹے پیدا کرنے والے کا نام شورکاش ہے اور مکھیاں، مچھر اور بھنگے پیدا کرنے والی سفید بُڑھیا کا نام اقریلش ہے۔ یہاں جو پُتلا آپ کو دھواں چھوڑتا دکھائی دیتا ہے اس کا نام میں نے نوزشیرل رکھا ہے۔ اور یہ جو دھول اُڑاتا نظر آرہا ہے، اس کا نام عمراش ہے۔"

"بھئی واہ۔ کیا کہنے۔" عمرو نے ہنستے ہوئے کہا "اچھے نام رکھے ہیں۔ مگر کیا ان ناموں کے کچھ معنی بھی ہیں؟"

"جی ہاں۔ ہر نام بامعنی ہے طلسمی زبان کے لحاظ سے ہر پتلے کا نام اس کے کام کے مطابق ہے۔ کہیے کیا آگے چلوں؟"

"ہاں بھائی۔ اب یہیں تھوڑے رہیں گے۔" عمرو نے میدان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مگر آگ پتھر اور تیروں کی بوچھاریں سے کیسے گزرو گے؟"

"آپ آئیے تو۔" ابنِ ادنیٰ نے اپنا شیر آگے بڑھایا اور انگلی اُٹھا کر پہلے کی طرح ہوا میں محراب سی بنائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے میدان میں پھر پہلے جیسا ایک صاف محرابی راستہ بن گیا۔ دونوں بے دھڑک اس راستے پر آگے بڑھنے لگے۔

عمرو پھر اپنے آپ کو ایک شفاف سرنگ کے اندر سے گزرتا ہوا محسوس کرنے لگا جس کے اوپر اور دائیں بائیں آگ پتھر اور تیر لپکتے دکھائی دے رہے تھے۔

"کیا یہ چیزیں اس میدان میں آسمان سے برستی ہیں؟" عمرو نے پوچھا۔

"یہ آپ کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔" ابنِ ادنیٰ نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں دونوں طلسم کے پھاٹک کے سامنے پہنچ گئے۔ یہ جگہ محفوظ تھی۔ ابنِ ادنیٰ نے اپنے شیر کو روکتے ہوئے کہا "پھاٹک کے اوپر دیکھیے۔"

عمرو نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا۔ پھاٹک کے اوپر، فصیل پر، تین آدمی نظر آئے۔ تینوں ایک دوسرے سے ایک جیسے فاصلے پر فصیل سے لگے بیٹھے تھے۔ جو شخص بیچ میں تھا، اس کا چہرہ لمبوترا اور ڈاڑھی مونچھوں سے صاف تھا۔ بدن چھریرہ تھا اور سر پہ ایک اُونچی گول ٹوپی جمائے تھا۔ اس کے ایک جانب ایک بہت بڑی چلم والا حقّہ رکھا تھا۔ وہ ایک طلسمی سکّہ منھ میں ڈال کر قوالوں کی طرح ایک ہاتھ کان پہ رکھتا، دوسرا آگے پھیلاتا۔ کبھی دائیں جانب بیٹھے ہوئے شخص کی طرف منھ کر کے کچھ کہتا، کبھی بائیں جانب والے کی طرف اور پھر حقّے کا ایک زوردار کش لگاتا۔ فوراً

ہی چلم بھڑک اٹھتی۔ اس میں سے کچھ چنگاریاں اڑ کر آسمان کی
طرف جاتیں اور دم کے دم میں سیکڑوں ہزاروں شعلوں میں
تبدیل ہو کر میدان میں برسنے لگتیں۔

اس شخص کے دائیں بائیں جو دو آدمی بیٹھے تھے۔ وہ
ایک جیسے لمبے چوڑے اور پھولے ہوئے تھے۔ ان
کے چہرے بھی بھرے ہوئے اور ایک جیسے گول تھے۔
ڈاڑھیاں بھی ان کی سفید گھنی اور ایک جیسی پھیلی ہوئی تھیں
دونوں میں فرق تھا تو صرف اتنا کہ ایک کی ناک زیادہ موٹی
اور گردن چھوٹی تھی، دوسرے کی اس سے کچھ بہتر۔ دونوں
طلسمی سکے چبا کر، منہ پھلا کر، زور لگاتے۔ پھر کوتاہ گردن
اور موٹی ناک والا نیچے سے ایک تیر نکال کر آسمان کی
طرف اچھالتا۔ آنِ واحد میں صدہا تیر آسمان سے میدان
میں برسنے لگتے۔ دوسرا شخص تیر کے بجائے کچھ کنکریاں
نکالتا اور انھیں آسمان کی جانب اچھال دیتا۔ یہ کنکریاں
بڑے بڑے پتھروں کی شکل میں تبدیل ہو کر سارے میدان
کو سنگسار کرتے لگتیں۔

عمرو ان تینوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ ابنِ اودی نے
کہا "یہ بھی میرے بنائے ہوئے طلسمی پتلے ہیں۔ بیچ والے
کا نام نوشخ ہے۔ کوتاہ گردن والا توماگ ہے۔ اور تیسرے

کا نام شامول ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں، پہلے خزانے
کے طلسمی سکے موجود ہیں، یہ اپنا کام اسی طرح جاری رکھیں
گے۔ دنیا کا کوئی بھی جان دار فصیل کے قریب نہ آسکے گا۔"

"لیکن ہم تم تو آگئے ہیں۔ کیا کوئی دوسرا شخص، جو بڑا
جادوگر ہو یا جسے غیبی طاقت حاصل ہو، اسی طرح راستہ بنا کر
یہاں تک نہیں پہنچ سکتا؟" عمرو نے سوال کیا۔

"ناممکن ہے۔"

"فرض کرو۔ کوئی یہاں تک پہنچ جائے تو؟"

"تو وہ کسی طرح بھی فصیل کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ اگر
کوئی فصیل میں نقب لگانا چاہے گا تو دیوار موٹی ہوتی چلی
جائے گی۔ اور اگر اوپر چڑھنا چاہے گا تو فصیل اونچی ہی
ہوتی چلی جائے گی۔"

"پھر تو واقعی امیر حمزہ اس کے اندر نہیں پہنچ سکتے۔" عمرو
نے اطمینان ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیے۔ حمزہ کے فرشتے بھی اندر پہنچنے
کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اچھا آئیے چلیں۔" یہ کہہ کر ابنِ اودی
نے اپنے شیر کو آگے بڑھایا۔ عمرو اس کے پیچھے ہو لیا۔ پھاٹک
پر پہنچ کر ابنِ اودی نے سامنے کے رخ انگلی سے ہوا میں پھر
محراب سی بنائی۔ فوراً ہی اس میں راستہ پیدا ہو گیا۔

"یہ پھاٹک خالص طلسمی فولاد کا بنا ہوا ہے۔ نہ اسے جلایا جا سکتا ہے نہ توڑا جا سکتا ہے۔ اور میرے سوا کوئی دوسرا اسے کھول بھی نہیں سکتا" ابنِ ادفی نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ عمرو کی نگاہیں پھاٹک کے سامنے والے میدان پر جم کر رہ گئیں۔ جنگ جو سواروں کے چار لشکر حملہ کرنے کے لیے تیار کھڑے تھے۔

تعجب کی بات یہ تھی کہ چاروں لشکروں کے سوار اور گھوڑے ایک ہی سانچے میں ڈھلے معلوم دیتے تھے۔ ایک لشکر کے گھوڑوں اور سواروں کا رنگ نیلا تھا۔ دوسرے کا ہرا، تیسرے کا سفید اور چوتھے کا پیلا۔ ہر سوار کے ہاتھوں میں دو تلواریں تھیں۔ اس کے علاوہ نہ ان کے پاس کوئی دوسرا ہتھیار نظر آتا تھا نہ کوئی لباس۔ زیادہ تعجب کی بات یہ تھی کہ سواروں کی ٹانگیں بالکل غائب تھیں۔ وہ گھوڑوں پر جڑے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ پھر نہ ان کے سروں پر بال تھے نہ گھوڑوں کی گردنوں پر ایال۔ ان کے چہروں پر آنکھیں بھی نہیں تھیں۔ ان سب باتوں کے باوجود وہ اس طرح تنے کھڑے تھے جیسے حملہ کرنے کے لیے بس آخری اشارے کے منتظر ہوں۔

"کیا ان سواروں اور گھوڑوں پر حفاظت کے خیال سے کوئی طلسمی غلاف چڑھا دیا گیا ہے؟" عمرو نے پوچھا۔

"نہیں۔ یہ سب طلسمی پتلے ہیں، میرے نائب جادوگروں کے بنائے ہوئے۔ ان پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کر سکتا۔ لاکھوں کی فوج کو دم کے دم میں ہلاک کر سکتے ہیں۔ البتہ طلسم کی حد کے باہر کام نہیں آ سکتے۔"

ابنِ ادفی کی بات ختم ہی ہوئی تھی کہ چاروں لشکروں کے بیچ سے ایک ایک آدمی پھاٹک کی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ چاروں جادوگروں جیسا رنگ برنگا اور ڈھیلا ڈھالا لباس پہنے تھے۔ گردنوں میں ہڈیوں کی مالائیں تھیں، ہاتھوں میں نیزے تھے۔ مگر تین تو طلسمی گھوڑوں پر سوار تھے، اور چوتھا ایک تخت پر بیٹھا تھا، جس کے نیچے دو طلسمی گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ دوسرے تین سیدھے سیدھے چلے آ رہے تھے مگر یہ شخص کبھی دائیں طرف کو منہ کرتا کبھی بائیں طرف کو۔ کبھی بیٹھتا کبھی کھڑا ہوتا اور کبھی لمبا لمبا لیٹ جاتا۔ عمرو اس کا یہ تماشا دیکھ کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

ان چاروں نے قریب آ کر ابنِ ادفی کو سلامی پیش کی۔ ابنِ ادفی نے ان کی جانب انگلی اٹھاتے ہوئے عمرو سے کہا "وہ بھاری گلے اور دُہرے بدن والا پرازمان ہے۔ اس کے بعد سوکھے چہرے اور لمبے قد والا جو جادوگر کھڑا ہے اس کا نام داؤمان ہے۔ تیسرے نمبر پر تکونے چہرے والا

طُورمان ہے۔ اور وہ شخص جو کبھی اُٹھتا ہے کبھی بیٹھتا ہے اور کبھی لیٹ جاتا ہے، اس کا نام اجگرمان ہے۔"

"مجھے تو تمہارا یہ اجگرمان بڑے کام کا آدمی معلوم ہوتا ہے" عَمرُو نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"جناب، سبھی کام کے ہیں" ابنِ ادنیٰ نے جوش سے کہا۔ "شرط یہ ہے کہ خُداوندِ لقا ان پر مہربان رہے۔ اور طلسمی سواروں پر حکم چلانے کے لیے میں انہیں طلسمی سکّوں کی چار سو اسی تھیلیاں روز پہنچاتا رہوں۔"

"مگر یہ اجگرمان ایک جیسی حالت میں کیوں نہیں رہتا۔ کیا اس پر کسی پریشان رُوح کا سایہ پڑ گیا ہے؟" عَمرُو بولا۔

"پریشان رُوح کے بارے میں تو میں نے کبھی نہیں سوچا پر جہاں تک میں جانتا ہوں اس کے تین سبب ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی طُورمان سے لگتی ہے۔ طُورمان اس کی ان حرکتوں سے چڑتا ہے۔ اور اُسے چڑانے میں اجگرمان کو مزہ آتا ہے دُوسری وجہ اس کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک جیسی حالت میں رہنے سے آدمی کی مت ماری جاتی ہے۔ تیسرا سبب اس کی ان حرکات کا یہ ہے کہ کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ دائیں جانب مُنہ پھیرے کچھ چاہتے ہیں کہ بائیں طرف دیکھے۔ کچھ کی خواہش ہے کہ وہ کھڑا رہے، کچھ کی مرضی ہے بیٹھ جائے۔ کچھ اسے

لیٹا ہوا دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اور وہ ان سب کو خوش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔"

"ارے اہی ہی ہی" عَمرُو نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "کہیں اس کے دماغ کی کوئی چُول تو ڈھیلی نہیں ہو گئی ہے؟ کیا یہاں کے لوگ اس کی ان حرکتوں سے واقعی خوش ہوتے ہیں؟"

"ہاں۔ ہوتے تو ہیں" ابنِ ادنیٰ نے جواب دیا "مگر کبھی ناراض بھی ہو جاتے ہیں۔"

"پھر وہ یہ حرکتیں کیوں کرتا ہے؟ کیا اُسے لوگوں کی ناراضگی کا پتا نہیں چلتا" عَمرُو نے مُسکراتے ہوئے پُوچھا

"پتا کیوں نہیں چلتا" ابنِ ادنیٰ نے کہا "لیکن وہ چاہتا ہے کہ لوگ اگر اس سے خوش نہ رہیں تو کم از کم ناراض ضرور ہوتے رہیں۔"

"ہاہاہاہا" عَمرُو نے قہقہہ لگایا اور سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "اور اگر لوگ نہ خوش ہوں نہ ناراض تو؟"

"تو" ابنِ ادنیٰ نے مُنہ بناتے ہوئے جواب دیا "بیچارہ بیمار ہو جائے گا۔"

عَمرُو نے ایک اور قہقہہ لگایا اور ابنِ ادنیٰ کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ طلسمی سواروں کے درمیان سے

گزرتے ہوئے دونوں لقا کے رنگ محل کی جانب چل دیے
میدان کے دائیں بائیں اور سامنے خوبصورت باغوں اور
عمارتوں کا ایک وسیع سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ ان سب پر نگاہیں
دوڑاتے ہوئے عمرو نے اندازہ کر لیا کہ لقا کا رنگ محل اب
ان سے زیادہ دور نہیں ہے۔ راستے میں ایک گول سی
پُراسرار عمارت دیکھ کر اس نے سر ہلایا۔ یہ پیلے رنگ
کی ایک منزلہ عمارت بڑے اور چوکور پتھروں کی بنی ہوئی
تھی۔ اس کی چھت پر پتھر کے تراشے ہوئے درجنوں اُلّو،
باز اور شکرے دُم سے دُم ملائے، سر آگے کو جھکائے اور
پر پھیلائے بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ نیچے عمارت کے
ارد گرد چپے چپے پر چھوٹے بڑے جانوروں اور دیوں کے
مجسمے لگے ہوئے تھے۔ ان میں کتے بھی تھے بھیڑیے بھی
شیر بھی، اور ہاتھی بھی۔ مجسموں کے درمیان کسی جگہ بھی اتنا
فاصلہ نہ تھا کہ آدمی سیدھا چل کر عمارت کے دروازے
تک پہنچ سکتا۔

"کیا یہ مندر ہے؟" عمرو نے ابنِ ادقی سے پوچھا۔
"نہیں۔" ابنِ ادقی نے جواب دیا "یہ ہمارا خزانہ اور میرا
ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس کے اوپر اور نیچے دکھائی دینے والے
سارے مجسمے اس کے طلسمی محافظ ہیں۔ میرے اور خداوند لقا

کے علاوہ نہ کوئی جان دار اس عمارت کے اندر جا سکتا ہے نہ کوئی
چیز نہ زمین کی جانب سے اسے کوئی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے نہ آسمان
کی سمت سے۔ خطرہ نظر آتے ہی مجسمے حرکت میں آ جاتے ہیں۔
اور دشمن یا اس کے ہتھیار کو عمارت کے قریب پہنچنے سے
پہلے فنا کر دیتے ہیں۔"
"کیا واپسی میں تم مجھے اس عمارت کے اندر لے چلو گے؟" عمرو نے سوال کیا۔
"یہ ممکن نہیں۔" ابنِ ادقی نے کہا "محافظ مجسمے صرف میرے
اور خداوندِ لقا کے گوشت، خون اور ہڈیوں کی بُو سے مانوس
ہیں۔ چاہے کوئی ہمارے ساتھ ہو، چاہے ہمارا بھیس بنا کر
آئے یہ مجسمے ہرگز اُسے اپنے درمیان سے نہ گزرنے دیں
گے۔ میں نے انھیں بنایا ہی اس ترکیب سے ہے۔"
"فرض کرو۔" عمرو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "کوئی دشمن
فصیل کے اندر آ جائے، میدان کے طلسمی پتلوں کو برباد کرنے
میں کامیاب ہو جائے تو کیا وہ تمھیں اور تمھاری اس عمارت
کو اسی حالت میں چھوڑ کر سیدھا رنگ محل کا رُخ نہیں کر سکتا؟
یہاں خواہ مخواہ اُلجھنے کی اُسے کیا ضرورت ہے؟"
ابنِ ادقی نے غور سے عمرو کے چہرے کو دیکھا اور پھر ایک
ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا "یہ ایک اہم طلسمی راز
ہے۔ تم پہ مجھے اعتبار ہے اس لیے بتلائے دیتا ہوں۔ شاید

تم امیر حمزہ کے ڈر سے یہ بات پوچھ رہے ہو۔ سنو! جب تک یہ عمارت قائم ہے، اس میں طلسمی سکے موجود ہیں۔ اور میں زندہ ہوں، میدان کے طلسمی پتلوں کو فنا کر کے بھی کوئی رنگ محل کی طرف ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ فوری طور پر تو یہ پتھر کے مجسمے اسے روکے رہیں گے۔ پھر اس کے بعد میں لاتعداد طلسمی رکاوٹیں اس کے سامنے کھڑی کرتا رہوں گا۔ مجھے اور اس طلسمی عمارت کو ختم کیے بغیر ہی کوئی دشمن رنگ محل کی جانب قدم اٹھا سکتا ہے۔ اور یہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ حضرت علیؑ کی تلوار کے سوا مجھے کوئی ہتھیار نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہاں، اتنا اور سن لو۔ اگر کوئی شخص یہ تلوار لے کر فصیل کے اندر داخل ہوا، تو فوراً مجھے اس کا علم ہو جائے گا اور میں خود کو اس عمارت میں محفوظ کر لوں گا۔ محافظ مجسمے اس کے ہاتھ سے بے شک ٹکڑے ٹکڑے ہوتے رہیں گے، مگر ہرگز اسے مجھ تک نہیں پہنچنے دیں گے۔ اس طلسمی عمارت کے باہر یا عمارت کے اندر پہنچ کر ہی وہ مجھے ہلاک کر سکتا ہے۔ لیکن تم ان باتوں کی فکر نہ کرو۔ حیدر کرارؑ کی تلوار ابھی تک پردۂ غیب میں ہے۔"

عمرو یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ اتنے میں چلتے چلتے وہ ایک

بہت بڑے باغ کی چار دیواری کے پھاٹک پر جا پہنچے ابن ادنیٰ کے دستک دینے پر پھاٹک کھل گیا۔ دونوں پھر تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ رنگ محل اب صاف دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن پھاٹک سے لے کر محل کی چار دیواری تک ہر جگہ ہتھیار بند سوار اور پیادے پہرا دے رہے تھے وہ بڑے ہیبت ناک اور چاق چوبند دکھائی دیتے تھے۔ ابن ادنیٰ کی جس پر نگاہ پڑتی وہ اور بھی سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا۔

"یہ کون ہیں؟" عمرو نے ابن ادنیٰ سے سوال کیا

"یہ خداوند کے باڈی گارڈ ہیں" ابن ادنیٰ نے جواب دیا "ان میں کا ہر ایک بہادر تنہا ہزاروں کے لشکر کو مار بھگانے کے لیے کافی ہے۔ روئے زمین پر ان جیسا لڑیا اور بہادر اور کہیں نہ ہو گا۔"

"اور اس باغ کے بارے میں کیا خیال ہے؟" پکے پھلوں سے لدے ہوئے درختوں پر نگاہ دوڑاتے ہوئے عمرو نے کہا۔

"یہ دنیا کا سب سے نرالا باغ ہے" ابن ادنیٰ نے فخر سے کہا "زمین کے ہر حصے میں پیدا ہونے والے بہترین پھلوں کے درخت یہاں موجود ہیں کسی درخت سے خواہ کتنے

ہی پھل توڑے جائیں، کم نہیں ہوتے۔ ہر درخت پورے سال ہر موسم میں پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ خوشبو اور ذائقے میں یہاں کے پھل اپنا جواب آپ ہیں جو پھل بھی کھاؤ گے، زندگی بھر ویسا کہیں اور نہ پاؤ گے۔"

باغ کی ٹھنڈی چھاؤں اور فرحت بخش ہواؤں نے ویسے ہی عمرو کی صحت پر خاصا اثر کیا تھا۔ پھلوں کی یہ تعریف سن کر اُسے اور بھی بھوک لگنے لگی۔ اُس کے جی میں آئی کہ چلتے چلتے جھپٹا مار کے کچھ آم، امرود یا سیب توڑ لے۔ شاید وہ ایسا کر بھی گزرتا مگر اب محل کا پھاٹک سامنے آگیا تھا۔ تیر انداز اور نیزہ بردار محافظ انہیں گھور رہے تھے۔ لاچار دل مسوس کر رہ گیا۔

پھاٹک کے قریب پہنچ کر دونوں رُک گئے۔ چند قدم کے فاصلے پر محل کے محافظوں کا ایک دستہ راستہ روکے کھڑا تھا۔ ان کے رُکتے ہی نیزہ برداروں نے ان پر نیزے تان لیے۔ اور تیر اندازوں نے کمانوں میں تیر چڑھا کر نشست باندھ لی۔ عمرو کے چہرے پر بے چینی کی لہر دوڑ گئی مگر ابنِ ادنیٰ پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ تھا۔ وہ بڑی لاپروائی سے شیر سے اُتر کر فرش پر کھڑا ہو گیا۔ عمرو نے اس کی طرف دیکھا تو اسے بھی اس نے شیر سے اُترنے کا اشارہ کیا۔ پھر

اس نے دونوں شیروں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی ہدایت دی۔ شیر اُلٹے قدموں پیچھے ہٹے اور راستے کے کنارے پہنچ کر ایک دوسرے کے سامنے منہ کرکے کھڑے ہو گئے۔ ابنِ ادنیٰ کو یوں بے فکر دیکھ کر عمرو کی بھی کچھ ڈھارس بندھی۔ دل کا خوف دُور کرنے کے لیے اس نے اپنی نگاہیں اس پتلی سی نالی پر جمادیں جو ان سے چار یا پانچ قدم کے فاصلے پر راستے کے بیچوں بیچ بنی ہوئی تھی۔ پہلی ہی نظر میں یہ نالی اُسے پُراسرار سی معلوم ہوئی۔ بظاہر اس میں صاف پانی بھرا نظر آتا تھا مگر رہ رہ کر اس میں سے نیلی اور ہری روشنی چمک رہی تھی۔ نالی کے دوسری جانب چند قدم کے فاصلے پر محل کے درجنوں محافظ انہیں اپنے تیروں اور نیزوں کا نشانہ بنانے کے لیے تُلے کھڑے تھے۔

ابنِ ادنیٰ نے عمرو کی گھبراہٹ محسوس کی تو اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ "کسی بھی بات پر حیران یا پریشان نہ ہونا۔ بے فکری سے میرے پیچھے چلے آنا۔ یہاں سے خداوند کی بارگاہ تک ہم پیدل ہی جائیں گے۔"

اتنا کہہ کر اس نے بڑے اطمینان کے ساتھ قدم آگے بڑھایا۔ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ عمرو بھی اس

کے پیچھے ہولیا۔ اس کی نگاہیں پُراسرار نالی پر جمی رہیں
لیکن وہ تھی ہی کتنی دور۔ پانچویں قدم پر ابنِ ادنیٰ اس
کے پار تھا اور ساتویں قدم پر عمرو ـــ آٹھواں قدم
اُٹھاتے ہوئے عمرو ابھی یہ نہ طے کر پایا تھا کہ دل کا
خوف چھپانے کے لیے نالی کے بعد وہ کس چیز پر اپنی
نگاہیں جمائے کہ اچانک سامنے کے محافظوں کے دستے
میں اُسے ہلچل سی محسوس ہوئی۔ وہ کانپ اُٹھا بجلی کی
سی تیزی سے اس کے دل میں خیال آیا کہ ابنِ ادنیٰ نے
مجھے دھوکا دیا ہے۔ تیروں اور نیزوں کی بوچھار شروع
ہوچکی ہے۔ عیاری کی چادر اوڑھ کر مجھے اپنی جان بچانی
چاہیے۔" اس نے فوراً زنبیل میں ہاتھ ڈال کر چادر ٹٹولی
اسی لمحے اس کی نگاہ سامنے کی طرف اُٹھ گئی اور وہ کھڑا
کا کھڑا رہ گیا۔

معاملہ بالکل مختلف تھا۔ کمانوں میں کھینچے ہوئے تیر
ترکشوں میں واپس رکھے جاچکے تھے۔ تنے ہوئے نیزے
جُھک چکے تھے۔ حملے کے لیے آمادہ نظر آنے والے محافظ
سپاہی دوست دکھائی دے رہے تھے۔ ان کا جو جتھا راستہ
روکے کھڑا تھا، بیچ سے ہٹ کر دائیں بائیں کھسک گیا
تھا۔ اور ابنِ ادنیٰ ....!

"ارے یہ کیا؟ ابنِ ادنیٰ کہاں غائب ہوگیا؟ یہ شخص
ادنیٰ کی جگہ میرے آگے چل رہا ہے کون ہے اور اچانک
کہاں سے آنکلا؟" عمرو نے اپنے آگے چلنے والے شخص
پر نگاہیں جماتے ہوئے سوچا۔
آگے چلنے والا شخص کسی طرح بھی ابنِ ادنیٰ نہیں لگ
تھا مگر پتلی سی نالی کے علاوہ ان کے راستے میں
کہیں کوئی اوٹ تھی نہ دراڑ کہ جس میں ابنِ ادنیٰ چھپ
جاتا اور وہاں سے دُوسرا شخص نکل آیا ہو۔ یہ ٹھیک
ہے کہ عمرو ابنِ اد مگر چلتے ہوئے نگاہیں نیچی کیے
ہوئے تھا مگر ا ہوئے قدم اُسے صاف
نالی دے رہ نی کسی جگہ غائب ہوتا
اور دوسرا شخص کچھ نہ کچھ تبدیلی عمرو
ضرور محسوس نہ ہوئی تھی۔
کہیں یہ میرا ں تو دھوکا نہیں
لگا رہیں؟ عمرو نل کے پھر غور سے
اپنے آگے چلنے وا نہیں یہ شخص اُسے
ابنِ ادنیٰ سے مختلف تھا۔
ابنِ ادنیٰ سفید رنگ مبا کرتا اور سفید
پاجامہ باندھے ہوئے تھا۔ سامنے پاؤں میں لکڑی کی

کھڑاؤں تھی۔ لیکن یہ شخص کا مدار مخملی جوتے، ریشمی گھیر دار
شلوار، ریشمی جُبّہ اور اونچی سی ٹوپی پہنے تھا۔ ابنِ ادنیٰ دُبلا
پتلا تھا مگر یہ شخص پیچھے سے موٹا تازہ دیو نظر آ رہا تھا۔
عمرو کی چال دھیمی پڑ گئی۔ آگے چلنے والے شخص کو اس
کا احساس ہوا تو ایک جگہ مڑ کر اس نے عمرو کو رفتار
بڑھانے کا اشارہ کیا۔ عمرو نے دیکھا کہ ابنِ ادنیٰ کے سوکھے
پتلے مگر نورانی ڈاڑھی والے چہرے کے بجائے ایک گول
بھرا ہوا موٹی ناک اور خطرناک آنکھوں والا چہرہ اس سے
مخاطب ہے۔ ڈاڑھی اس پر بھی تھی مگر نورانی کے بجائے
ڈراؤنی۔

عمرو لپکتا ہوا اس کے پاس جا پہنچا اور اس کے کندھے
پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔
"ٹھہرو۔ تم کون ہو؟ ابنِ ادنیٰ کہاں غائب ہو گیا؟"
"ابنِ ادنیٰ سے تمہیں کیا کام ہے؟ میرے ساتھ چلتے
رہو۔ جہاں جانا ہے پہنچا دوں گا۔" اس شخص نے جواب
دیا۔
عمرو کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا "دیکھو جی، میں تمہارا
قیدی نہیں مہمان ہوں۔ تمیز سے بات کرو۔ میرے سوالوں
کا جواب نہ دیا تو ایک قدم آگے نہ جاؤں گا۔ کوئی ایرا

غیرا نہیں کہ تم سے دھونس کھا جاؤں۔ میرا نام عمرو ہے
تمہارے جیسے تین سو ساٹھ بھتنوں کی دُم میں کھٹکھٹا
باندھ چکا ہوں۔ سمجھ گئے؟"
"ارے واہ عمرو بھائی" وہ شخص ہنس کر بولا "تم تو مذاق
ہی بُرا مان گئے۔ حد کر دی۔ اتنے بڑے عیار ہو کر بھی مجھے
پہچان سکے۔"
عمرو نے غور کیا تو اس کی آواز بالکل ابنِ ادنیٰ جیسی
معلوم ہوتی اس نے کہا "ارے! تو کیا تم ابنِ ادنیٰ
ہو؟"
"ہاں۔ خداوندِ لقا کی قسم۔"
"مگر۔ یہ دیکھتے ہی دیکھتے تمہاری شکل اور حلیہ کیسے بدل
گیا؟" عمرو نے سوال کیا۔
"یہ سب اُس طلسمی تالی کا کرشمہ ہے۔ جیسے پھاٹک کے
سامنے ہم دونوں نے پار کیا ہے۔" ابنِ ادنیٰ نے جواب دیا
"کیا مطلب؟" عمرو نے پوچھا۔
"مطلب یہ کہ پہلے میں ایک نورانی بزرگ کے نقلی
بھیس میں تھا اب اصلی رُوپ میں ہوں۔ طلسمی تالی کا کرشمہ
ہے کہ جو شخص بھی اُسے پار کرتا ہے، اس کا سارا بہروپ
اُتر جاتا ہے۔ اس طرح خداوند کا کوئی دشمن خواہ کسی بھی

بہروپ میں محل کے اندر داخل ہونا چاہے، پہرے دارواں
کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ جن لوگوں کو محل میں داخلے کی
اجازت ہوتی ہے، پہرے دار انھیں اصلی رُوپ میں پہچانتے
ہیں۔ ان کے سوا کوئی اور اندر آنے کی کوشش کرے تو
فوراً اسے تیروں اور نیزوں سے چھلنی کر دیا جاتا ہے۔"

لقا کے دربار میں

طلسم کے اندرونی انتظام دیکھ کر عمرو عش عش کر اُٹھا
کا دل گواہی دینے لگا کہ بلاشبہ یہ طلسم فتح نہیں ہو سکتا
حمزہ کے لیے یہ لوہے کا نہیں، فولاد کا چنا ثابت ہو گا۔
اور عمرو کا یہ خیال غلط بھی نہ تھا۔ اوّل تو امیر حمزہ کو
بات معلوم نہ تھی کہ حضرت علیؓ کی تلوار کے بغیر ان کا طلسم
جانب رُخ کرنا مصیبت کو گلے میں ڈالنا ہو گا۔ دُوسرے
وہ اس بات سے باخبر بھی ہو جاتے، تو بھی قدم قدم
انھیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ مثال کے طور پر
اہم مرحلہ طلسم کی فصیل تک پہنچنے کا تھا۔ اس کے لیے
نہیں زہریلے کیڑے مکوڑوں سے بھرے ہوئے میدان کو
کرنا ہوتا۔ گرد دھوئیں کی وادی سے گزرنا پڑتا۔ اور آخر
آگ اور پتھروں کی برسات والے خطّے کو عبور کرنا ہوتا۔
دُوسرا اہم مرحلہ ان کے لیے فصیل کے اندر داخل ہونے

کا تھا۔ اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ نہ وہ فصیل میں نقب
لگا سکتے تھے، نہ اُسے چڑھ کر پار کر سکتے تھے۔ اور نہ اس کا
دروازہ توڑ سکتے تھے۔

تیسرا خطرناک مرحلہ فصیل کے اندر پہنچنے کے بعد ابنِ ادنیٰ
کو ہلاک کرنے کا تھا۔ اور ابنِ ادنیٰ کے پہلے خزانے کی
عمارت میں جا چھپنے کی صورت میں ان کا طلسمی رکاوٹوں ہی
میں اُلجھ کر رہ جانا یقینی تھا۔

چوتھا اور آخری مرحلہ لقا کے خوف ناک باڈی گارڈ سے
نپٹنے کا تھا۔ اوّل تو ابنِ ادنیٰ کو ختم کیے بغیر امیر حمزہ ان تک
نہیں پہنچ سکتے تھے۔ دوسرے اگر وہ کسی طرح اس میں کامیاب
بھی ہو جاتے۔ تو بھی یہ بات ناممکن تھی کہ وہ تنہا ان زبردست
سورماؤں کو دم کے دم میں ختم کر دیتے۔ یا راستے سے ہٹا کر
لقا تک جا پہنچتے۔ ابنِ ادنیٰ کے قتل ہوتے ہی لقا ان میں سے
کچھ کو امیر کا راستہ روکنے کے لیے چھوڑ کر اور باقی کو اپنے
ساتھ لے کر آسانی سے فرار ہو سکتا تھا۔

بے شک عمرو طلسم کے سارے اہم راز معلوم کر چکا تھا!
اپنی آنکھوں سے اندر کا سارا حال دیکھ چکا تھا، ابنِ ادنیٰ کو
اپنا نازبردار بنا چکا تھا، لقا کا بھروسا حاصل کر چکا تھا، اور

باتوں کی وجہ سے وہ امیر حمزہ کی بھرپور مدد کر سکتا تھا۔ مگر وہ
امیر حمزہ سے ناراض تھا۔ لقا کی وفاداری اور خیر خواہی۔
دم بھر رہا تھا۔ طلسم کی دنیا میں رہ کر عیش و آرام کے دن
نے کی سوچ رہا تھا۔

محل کی چہل پہل دیکھ کر عمرو کو اندازہ ہو گیا کہ لقا اس
ت دربار میں بیٹھا ہے اور اس کے سارے امیر، وزیر
یار اور سپہ سالار اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔ برآمدے
پہنچنے کے بعد عمرو کے قدم سست پڑ گئے اور کسی سوچ
نا گم ہو گیا۔

ابنِ ادنیٰ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کا بازو پکڑ کر ساتھ
ساتھ چلنے لگا۔ عمرو اپنی فکر میں کچھ اتنا کھویا ہوا تھا کہ اسے
اس بات کا احساس ہی نہ ہوا۔ چند لمحے بعد اچانک اُسے اپنا
بازو کسی فولادی شکنجے میں جکڑا ہوا محسوس ہوا تو اس نے
ناگواری کے ساتھ اپنے بازو کو جھٹکا دیا۔ ابنِ ادنیٰ نے مٹھی
ڈھیلی کر دی۔

"اچھا! تو یہ تم تھے؟" عمرو نے رک کر ابنِ ادنیٰ کو
گھورتے ہوئے کہا "اصلی روپ میں آنے کے بعد شاید
تمہاری طاقت میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔"

"کیوں؟ کیا درد ہو رہا ہے؟" ابنِ ادنیٰ بولا "میں نے تو بہت

آہستہ سے ہاتھ رکھا تھا۔" یہ کہہ کر اُس نے عُمرو کا بازو چھوڑ دیا۔
عُمرو گرج کر بولا:

خبردار! مجھ پر رُعب جمانے کی کوشش نہ کرنا۔ تم جیسے تنومندوں سے نپٹنا مجھے خوب آتا ہے۔ آخر کیا سمجھ کر تم نے میرا بازو پکڑا۔ کیا خُداوند کو تم یہ دکھانا چاہتے ہو کہ مجھے پکڑ کر لائے ہو؟ بس! میرا تمہارا مُعاہدہ ختم۔ اب نہ خُداوند سے یہ کہوں گا کہ تمہارے سمجھانے بجھانے سے یہاں آیا ہوں، نہ یہ کہوں گا کہ تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے۔ دفع ہو جاؤ۔ مجھے جانا ہے تو اکیلا چلا جاؤں گا۔"

دربار کے قریب پہنچ کر عُمرو نے جو یہ تڑی دی تو ابنِ ادنیٰ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ایک دم گھگھیا کر کہنے لگا:
"عُمرو بھائی، خُداوند کی قسم۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے طاقت دکھانے کے لیے نہیں، آپ کے برابر چلنے کے لیے آپ کا بازو پکڑا تھا۔ آپ سوچ میں چلتے چلتے پیچھے رہ جاتے تھے اور یہ بات میرے ادب اور آپ کے شان کے خلاف تھی۔ میں وعدہ کرتا ہوں آیندہ کبھی ہاتھ نہ لگاؤں گا۔"

"بس اب آگئے اپنی اوقات پر۔" عُمرو نے کہا۔ "چلو۔ اس بار معاف کرتا ہوں۔ مگر دیکھو، اپنے انعام کا آدھا حصہ

رینے میں ذرا بھی آنا کانی کی تو سمجھ لینا قیامت تک نہیں بخشوں گا۔
بولو۔ کیا کہتے ہو؟"
"خُداوند کی قسم عُمرو بھائی، - - - - - - - آپ کا مُطالبہ بہت سخت ہے۔" ابنِ ادنیٰ نے کہا۔ "مگر میں پورا کروں گا۔ آپ کو ہرگز ناراض نہیں کروں گا۔ اطمینان رکھیے۔ ویسے اپنی مہربانی سے اگر آپ نے مجھے چوتھائی حصہ معاف کردیا تو یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔"
"ہُوں۔" عُمرو نے کہا۔ "اب میں تم سے پورا تین چوتھائی حصہ لوں گا۔ ایک رتی کم نہ کروں گا۔ سود معہ غرض پڑے تو ہانو۔ ورنہ اپنا راستہ لو۔ میں جانوں اور خُداوند۔ تمہارا سارا پول کھول کے رکھ دوں گا۔ سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو؟ خُداوند کی وفاداری کا بھی دعویٰ کرتے ہو۔ اور اُسے دھوکا دینے پر بھی کمر بستہ رہتے ہو۔ لعنت ہو تمہاری اس جھوٹی بندگی پر۔"
عُمرو کو غصے سے اکڑتے دیکھ کر ابنِ ادنیٰ کو اس کی ماننے ہی بنی۔ طلسم کے باہر آدھے پر سودا طے ہوا تھا مگر اندر لالچ میں آکر ایک چوتھائی سے اسے اور ہاتھ دھونے پڑ رہے تھے۔ اُسے ڈر ہوا کہ کہیں باقی چوتھائی بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ چنانچہ جوں توں عُمرو کو راضی کرکے اس نے آیندہ

کے لیے خاموش رہنے کا فیصلہ کیا اور اس طرح ادب سے
اس کے ساتھ چلنے لگا جیسے اس کا غلام ہو۔

چند لمحے بعد وہ دربار کے دروازے پر تھے۔ جیسے ہی
انھوں نے اندر قدم رکھا، سارے دربار کی نگاہیں عمرو
پر جم گئیں۔ ابنِ ادنیٰ کا چہرہ فخر سے تمتمانے لگا۔ عمرو کو لانے
کا سہرا اسی کے سر تھا۔ وزیر، امیر، سپہ سالار، سب آپس
میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ عمرو کو دیکھ کر انھیں یقین نہ
آتا کہ یہ دبلا پتلا لمبا اور سوکھی شکل والا آدمی وہی عمرو عیار
ہے جس کے کارناموں کی ساری دنیا میں پکار ہے۔ جو
امیر حمزہ کا بچپن سے خیر خواہ اور مددگار تھا اور جس کی آمد
کا خداوند کو بے چینی سے انتظار تھا؟ مگر اس کے بعد جب
ان کی نگاہیں ابنِ ادنیٰ کے چہرے پر پڑتیں تو اس کا فخر دیکھ
کر ان کا دل کہہ اٹھتا، ممکن ہے اس کے ساتھ نظر آنے
والا یہی اول جلول سا آدمی عمرو ہو۔ خداوند سے وہ اسی کو تو
ساتھ لانے کا وعدہ کر کے گیا تھا۔

بختیارک اور فرامرز عمرو کو پہلی ہی نظر میں پہچان گئے۔
انھیں یقین ہو گیا کہ اب دیکھتے ہی دیکھتے حالات بدل جائیں
گے۔ خداوند لقا کا اقبال بلند ہو گا۔ امیر حمزہ کے فولادی حوصلے
پگھل جائیں گے۔

اُٹھا۔ بھول گیا اپنے نو سو ننانوے (999) طلسمات کی بربادی
کا غم بھول گیا۔ جیسے ہی عمرو نے اس کے قریب پہنچ کر
سجدہ کیا، لقا نے اپنا کروڑوں کی مالیت کا ہیروں کا
گلے سے اتار کر اسے عنایت کیا۔ جڑاؤ بازو بند اور انگوٹھیاں
ادنیٰ کو انعام میں ملیں۔ فرامرز نے موتی اور بختیارک
اشرفیاں عمرو پر نچھاور کیں۔ اہلِ دربار مرحبا مرحبا
پکار اٹھے۔

عمرو نے ہیروں کا ہار زنبیل میں رکھا۔ اور للچائی ہوئی
نظروں سے فرش پر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جہاں ہر طرف
اشرفیاں اور موتی بکھرے پڑے تھے۔ اس کا دل چاہ رہا
تھا کہ یہ سب بھی وہ اپنی جھولی میں رکھ لے۔ اسی لمحے اس
کی نگاہ ابنِ ادنیٰ کی کھلی ہوئی ہتھیلی پر جا پڑی اور بازو بند
اور انگوٹھیوں کے بڑے بڑے ہیرے اس کی آنکھوں میں
چکا چوند پیدا کرنے لگے اسے محسوس ہوا کہ ابنِ ادنیٰ ان
ہیروں کو اپنی انٹی میں رکھنے والا ہے زمین پر بکھرے ہوئے
موتیوں کا خیال چھوڑ کر اس نے ابنِ ادنیٰ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ابنِ ادنیٰ
سمجھا کہ عمرو بازو بند اور انگوٹھیاں ہڑپ کرنے کی فکر میں ہے مگر قبل اس کے

کہ وہ اپنا ہاتھ چھڑاتا یا زبان سے کچھ کہتا عمرو لقا سے کہنے لگا:

"عالم پناہ، جتنی حضور کی وفاداری اور خیر خواہی میں نے اس شخص میں پائی ہے، دُنیا کے کسی غلام میں اپنے آقا کے لیے نہ ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ امیر حمزہ سے ناراض ہونے کے بعد میرے دل میں خُود بخُود حضور کی بندگی اختیار کرنے کا خیال پیدا ہوگیا تھا۔ مگر اس خیال پر عمل کرنے اور آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہونے کے لیے مجھے اسی شخص نے آمادہ کیا تھا۔

ابنِ ادنیٰ نے اپنی یہ تعریف سنی تو زمین کو بھول کر اس کا دماغ ساتویں آسمان کی سیر کرنے لگا۔ اہلِ دربار اسے رشک کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ لقا کے دل میں اس کی قدر بڑھ گئی۔

ایک لمحے رُک کر عمرو پھر کہنے لگا، "خُداوندا! بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ مجھے اپنے ساتھ یہاں لانے کے لیے اس نے جس طرح میری خوشامد کی تھی، اس سے مجھے شک گزرا تھا کہ اس کی یہ کوشش حضور کی خیر خواہی میں نہیں بلکہ اس انعام کے لالچ میں ہے جو اسے میری وجہ سے حضور کی جانب سے ملنے کی اُمید تھی۔ مگر اس نے آقائے ولی نعمت! اپنی خیر خواہی سے تیرے اس غلام نے مجھے حیران کر دیا جب میں نے اس پر

اپنا شک ظاہر کیا تو حضور کی بندگی کی قسم کھا کر اس نے کہا کہ بے شک مجھے خُداوند سے انعام ملے گا مگر خداوند کی خوش نودی کے علاوہ میں اس کا کوئی لالچ نہیں رکھتا۔ جو کچھ بھی مجھے عطا ہوگا، بھرے دربار میں سب کا سب تجھے پیش کر دوں گا۔"

اتنا سنتے ہی اہلِ دربار ایک ساتھ مرحبا مرحبا، آفرین آفرین، پکارنے لگے۔ لقا کا چہرہ فخر سے چمکنے لگا۔ ابنِ ادنیٰ بظاہر اپنی اس تعریف پر پھُولا نہ سما رہا تھا مگر اندر ہی اندر عمرو پر تاؤ کھا رہا تھا۔ آدھے کے بعد تین چوتھائی سے ہاتھ دھو کر وہ مجبوراً چوتھائی مال پر قناعت کر رہا تھا۔ مگر اب عمرو سارے کا سارا ہضم کیے جا رہا تھا۔ بہر حال، اب کچھ کہنا سُننا اس کے لیے مناسب نہ تھا۔ بات ختم کرتے ہی اس کا ہاتھ چھوڑ کر زنبیل سامنے کر دی۔ دل پر پتھر رکھ کر اس نے سارے زیورات اس کے اندر ڈال دیے۔ دربار میں ایک بار پھر مرحبا مرحبا، آفرین آفرین کی صدائیں گونجنے لگیں۔

بختیارک عمرو کا یہ داؤں تاڑ گیا۔ اس نے مُسکراتے ہوئے کہا "خواجہ جی، اطمینان رکھو۔ خداوند سے لو لگاؤ گے تو یہاں ہر ایک کو ایسا ہی پاؤ گے۔"

"بس ملک جی!" عمرو نے کہا "پھر میں بھی مرتے مر جاؤں گا
یہ آستانہ چھوڑ کر اور کہیں نہ جاؤں گا۔"

"میاں عمرو" شاہ فیرامرز نے اپنے جڑاؤ کلائی بند اتار کر
اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "تمھارا آنا مبارک ہو،
میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

عمرو نے لپک کر کلائی بند سنبھالے۔ اور انھیں زنبیل
میں ڈالتے ہوئے بولا "خداوند کی عنایت آپ پر قائم رہے"
لقا نے خوش ہوتے ہوئے کہا "اے عمرو، ہم تم سے بہت
خوش ہوئے۔ ہم اسی وقت تجھے اپنے خاص بندوں میں شامل
کرتے ہیں۔ طلسم کی ہر نعمت اور ہر راحت تیرا حق ٹھہراتے
ہیں۔ باڈی گارڈ کے باغ کی جو عمارت بھی تو پسند کرے وہ
تیری ہوگی۔ جتنی کنیزیں، خادم اور محافظ تو چاہے گا۔ تیری
خدمت کے لیے حاضر ہوں گے۔ اس کے علاوہ بھی تیری ہر
طلب پوری کی جائے گی۔ اور دربارِ عام یا دربارِ خاص میں
آنے جانے میں کسی وقت بھی تجھ سے کوئی روک ٹوک
نہ کی جائے گی۔"

"آہ خداوند" عمرو نے کہا "میں ہرگز اتنی عنایتوں کا مستحق
نہ تھا۔ اس ذرہ نوازی اور قدردانی کا شکر ادا کرنا میرے
لیے مشکل ہے۔ بس آج سے میرا جینا اور مرنا صرف حضور

کے لیے ہوگا۔ جب تک حضور کے گستاخ اور نافرمان بندوں
کو ... شکل سے دفع نہ کردوں گا۔ عیش و آرام حرام
سمجھوں گا۔" اتنا کہہ کر وہ سانس لینے کے لیے چند لمحے ٹھہرا
پھر بڑے فخر سے بولا "اگر حضور قبول فرمائیں تو شکرانے
کے طور پر ایک اہم تحفہ پیش کروں؟"

کسی کا تحفہ خواہ کتنا ہی اعلیٰ اور قیمتی کیوں نہ ہو، مگر جب
وہ کسی کو پیش کیا جاتا ہے تو دینے والا انکساری سے کام لیتے
ہوئے اُسے حقیر یا معمولی تحفہ کہا کرتا ہے۔ جب عمرو نے
اپنے تحفے کو اپنے ہی منھ سے اہم کہا تو لقا سے لے کر
عام درباری تک سب چونک پڑے۔ اور حیرت کے ساتھ
اسے گھورنے لگے۔ کیونکہ ایک دو بالشت کی معمولی سی زنبیل
کے علاوہ اس کے پاس کوئی سامان نہ دکھائی دیتا تھا۔

عمرو نے بڑے فخر سے اہلِ دربار پر نگاہ دوڑائی اطمینان
کے ساتھ زنبیل کو کندھے سے اُتار کر فرش پر رکھ دیا۔ اور
پھر زنبیل کے منھ کے سامنے بیٹھ کر اس کے اندر ایک ہاتھ
ڈال دیا۔ چند لمحے وہ کسی چیز کو اندر ہی اندر ٹٹولتا رہا۔ پھر اسے
احتیاط کے ساتھ باہر نکالنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے زنبیل
میں سے ایک فولادی خود باہر نکلتا دکھائی دیا۔ فولادی
خود کے نیچے چوڑے گلے اور مضبوط جبڑے کا ایک بہت ہی

رُعب دار چہرہ بھی زنبیل کے مُنھ سے باہر نکل آیا تھا۔ اور
اس کے نیچے ایک موٹی گردن بھی دکھائی دے رہی تھی۔
"ارے! یہ کیا؟" فرامرز نے حیرت سے کہا "خواجہ یہ
تُم کس کا سر کاٹ لائے ہو؟"
"یہ تو کسی زندہ انسان کا سر ہے۔" لقا نے سر پر
نگاہیں جماتے ہوئے کہا "ایسا لگ رہا ہے جیسے بے ہوش
ہے۔ یا گہری نیند میں ہے۔"
"میرا خیال ہے۔" بختیارک بولا "اس سر کے نیچے دھڑ
بھی ہوگا اور ٹانگیں بھی۔"
"عالم پناہ!" عُمروُ نے لقا سے کہا "چار شہ زور سپاہیوں
کو میری مدد کے لیے حکم فرمایئے۔"
لقا نے اشارہ کیا اور چار گرانڈیل سپاہی عمروُ کے
قریب آکر کھڑے ہوگئے۔ عمروُ زنبیل کے دہانے کی
دوسری جانب بیٹھ گیا اور اُسے دائیں بائیں سے پکڑنے
کے بعد سپاہیوں سے بولا:
"اس سر کو احتیاط سے باہر کھینچو۔"
سپاہیوں نے گردن کے نیچے ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ
سر کو باہر کھینچا۔ دیکھتے دیکھتے ایک چوڑا چکلا مضبوط سینہ
کشادہ شانے اور بھرے ہوئے فولادی بازو زنبیل سے

باہر نکل آئے۔ اب عمروُ نے دو اور سپاہیوں کو اِشارہ کیا۔
سپاہیوں نے مل کر تھوڑی دیر کی جدوجہد کے بعد فولادی
زرہ پہنے ہوئے ایک سُورما کو زنبیل سے باہر نکالا اور
سہارا دے کر کھڑا کر دیا۔ اس سُورما کے ہاتھ پیر ریشمی
ڈوری سے بندھے ہوئے تھے بے ہوشی کی وجہ سے آنکھیں
بھی بند تھیں۔ مگر چہرے پر ایسا رُعب تھا کہ درباریوں
میں سے بہتوں کو اس کی طرف بھرپور نگاہ ڈالنے کا حوصلہ
نہ ہوتا تھا۔ پُورے دربار میں اس کی ٹکّر کے بس چند ہی
سردار نظر آتے تھے۔ دربار کا ہر شخص یہ جاننے کے لیے بے
تاب تھا کہ یہ کون ہے۔ بہت سے لوگ اسے امیر حمزہ سمجھنے
لگے تھے۔ حتیٰ کہ لقا کے وزیر تک کو یہ غلط فہمی ہوگئی۔ اس
نے عمروُ سے سوال کیا:
"کیا امیر حمزہ یہی ہے؟"
"عالی جاہ، یہ امیر حمزہ کے لشکر کا ایک بہت بڑا سردار،
شہنشاہ ہند لندھور ہے۔ شہ زوری اور بہادری میں امیر حمزہ
کے تمام سرداروں میں افضل ہے۔ امیر حمزہ کے علاوہ دُنیا
کا کوئی پہلوان جادو کی طاقت کے بغیر اسے زیر نہیں کر سکتا
یہی میرا تحفہ ہے۔ میں اسے حضُور کی خدمت میں پیش کرتا
ہوں۔"

"کیا یہ خداوند کی بندگی قبول کر لے گا؟" بختیارک نے سوال کیا۔ سارا دربار اس سوال کا جواب سننے کے لیے بے تاب تھا۔

"نہیں۔ یہ امیر حمزہ کی وفاداری کبھی ترک نہیں کر سکتا۔" عمرو نے کہا "البتہ اس کے نہ ہونے سے امیر حمزہ کی طاقت کو بہت دھکا لگے گا۔"

"تو کیا؟" لقا نے اپنی نگاہیں عمرو کے چہرے پر گاڑتے ہوئے کہا۔ "تم یہ پسند کرو گے کہ اسے جلد سے جلد قتل کر دیا جائے؟"

اگر حضور اس بات کو بہتر اور مناسب خیال کریں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں نے اسے حضور کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ اب حضور مختار ہیں۔ جیسا چاہیں کریں۔"

لقا کچھ دیر عمرو کے چہرے کا غور سے جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس کی نگاہوں کا کڑا پن ختم ہو گیا اور اس میں فکر مندی جھلکنے لگی۔ سارے درباریوں نے خاموش ہو کر ادب سے سر جھکا لیے۔ فرامرز اور بختیارک سرگوشیاں کرنے لگے۔ چند لمحے بعد بختیارک اپنی جگہ سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا لقا کے وزیر کے پاس آیا، اس کے کان میں کوئی بات کہی اور واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ وزیر نے بڑھ کر لقا سے کان

کچھ دیر لقا غور کرتا رہا۔ پھر عمرو سے مخاطب ہوا!

پھر کہا۔ "تم جانتے ہو کہ امیر حمزہ ہمارے نو سو ننانوے طلسم تباہ کر چکا ہے۔ تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ اس آخری طلسم کو دنیا کی کوئی طاقت فتح نہیں کر سکتی۔ مجھے اس کی مضبوطی پر پورا اعتماد ہے۔ مگر خواب میں نہ جانے میں کیا کیا قوتیں امیر حمزہ کو دے چکا ہوں۔ یہ بات میرے بہت سے خیر خواہوں کو کھٹکتی ہے۔ تم بچپن سے امیر حمزہ کے ساتھ رہے ہو۔ اس کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارے اور لندھور کے نہ ہونے سے اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اور وہ طلسم فتح کرنے کا خیال چھوڑ کے سیدھا وطن کی راہ لے گا؟"

"خداوند ولی نعمت!" عمرو نے کہا۔ "ہمارے غائب ہونے سے امیر حمزہ کے حوصلے بلاشبہ پہلے جیسے نہ رہیں گے مگر اتنے پست بھی نہ ہوں گے کہ وہ فوراً یہاں سے ڈیرے اٹھا کر چل دیں۔ میں سمجھتا ہوں، وہ ضرور ادھر آئے گا۔ اور طلسم فتح کرنے کی کوشش کرے گا۔ مگر مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ خداوند کی عنایت سے میں اس کی ہر کوشش ناکام بنا دوں گا۔ اور اسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دوں گا۔"

فرامرز، بختیارک اور لقا کے وزیر کی آنکھوں میں عمرو کی یہ بات سن کر امید کی چمک آ گئی۔ لیکن لقا نے بدستور

سنجیدہ رہتے ہوئے کہا:

"عمرو میں تم پر پورا اعتماد کرتا ہوں۔ تم میرے لیے غیر نہیں رہے۔ کیا تم بتاؤ گے کہ تم نے امیر حمزہ سے نمٹنے کے لیے کوئی خاص ترکیب سوچ رکھی ہے؟"

"جی ہاں بندہ پرور۔" عمرو نے کہا۔ "امیر حمزہ کے طلسم پر فتح یاب ہونے کی صورت میں خود میری سلامتی کو بھی خطرہ ہوگا۔ میں اس کی فکر سے غافل کیسے ہو سکتا ہوں۔ حضور کی بندگی اختیار کرنے کا فیصلہ کرتے ہی میرا دماغ کام کرنے لگا تھا۔ چنانچہ دربار میں داخل ہونے سے چند لمحے پہلے ہی میں ایک اعلیٰ اور کارگر تجویز سوچ چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تجویز کامیاب ہوگی۔ یا تو امیر حمزہ اپنے لشکر سمیت ہمارے ہاتھوں تباہ ہوگا یا پھر طلسم فتح کرنے کی حسرت لیے ہوئے ہر حالت میں وطن کوچ کر جائے گا" فرامرز اور بختیارک کے چہرے چمک اٹھے مگر قبل اس کے کہ وہ کچھ بولتے لقا نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا۔

"عمرو" لقا نے جوش میں آکر کہا۔ "اگر تمھاری تجویز ایسی ہی ہوئی تو تم اپنے سے زیادہ مجھے کسی اور پر مہربان نہ پاؤ گے میرے بعد دنیا کی ساری نعمتیں اور راحتیں تمھارے لیے ہوں گی میرے سارے وفادار بندے تمھیں سر آنکھوں پر بٹھائیں

گے اور اشارہ دو گے تو آسمان کے تارے بھی تمھارے لیے توڑ لائیں گے ـــــ اپنی تجویز پیش کرو۔ ما بدولت سننے کے لیے بے چین ہیں"

عمرو نے دوزانو ہو کر لقا کی قبا کو بوسہ دیا اور پھر کھڑے ہو کر ادب سے کہنے لگا۔ "عالم پناہ، میں جو کچھ کروں گا فرض سمجھ کر کروں گا۔ اس کے علاوہ دل میں کسی لالچ کو جگہ نہ دوں گا۔ میری تجویز یہ ہے کہ جس طرح لندھور کو گرفتار کر کے لایا ہوں، اسی طرح امیر حمزہ کے دوسرے نامور سرداروں اور بیٹوں پوتوں کو بھی یہاں لا کر قید کر دوں گا۔ پھر جب امیر حمزہ طلسم فتح کرنے کی غرض سے ادھر کا رخ کرے تو اس سے معاہدہ کیا جائے۔ ہماری شرط یہ ہوگی کہ اگر وہ خاموشی سے وطن واپس چلا جائے گا تو اس کے گرفتار شدہ سرداروں اور شہزادوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے گی۔ وہ سب ہمارے قبضے میں رہیں گے۔ اور ہر سال چھ مہینے ہم ان کو ایک ایک دو دو کر کے رہا کرتے رہیں گے۔ یہ بات نہ مانی گئی تو ایک ساتھ ہم ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ امیر حمزہ اپنے چہیتے سرداروں اور بیٹوں پوتوں کا قتل ہونا گوارا نہ کرے گا۔ اس طرح نہ صرف اس وقت وہ ہمارے سروں سے ٹل جائے گا بلکہ برسوں ادھر کا رخ

نہ کرے گا۔ اور اگر کہیں خوش قسمتی سے خود امیر حمزہ میرے
ہتھے چڑھ گیا تو پھر تو ہمیشہ کے لیے قصہ پاک ہو جائے گا۔
رہ گیا اس کا لشکر تو حضور کے باڈی گارڈ ہی اسے تہس
نہس کرنے کے لیے کافی ہوں گے۔"

"بہت ہی معقول تجویز ہے۔" بختیارک نے ران پر
ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔" شاہ فرامرز خوشی سے
پہلو بدلتے ہوئے بول اٹھا۔

"میں بھی تائید کرتا ہوں۔" لقا کا وزیر کہہ اٹھا۔

"بہت ہی شاندار۔" لقا بولا۔ اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔
"اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی۔
مگر عمروؔ لندھور کو تم اتفاقیہ طور پر پکڑ لائے ہو کیا دوسروں
کو بھی اتنی ہی آسانی سے گرفتار کر سکو گے؟"

حضور اس کی بالکل فکر نہ کریں۔" عمروؔ نے مسکراتے
ہوئے کہا۔ "منشا کے مطابق اتفاقات پیدا کرنا اور مشکل
کو آسان بنانا ہی اس ناچیز کا کام ہے۔ ساری زندگی یہی
کرتا آیا ہوں البتہ اس رعایت کی درخواست ضرور کروں گا
کہ طلسم سے باہر جانے اور اندر واپس آنے میں کبھی کوئی
رکاوٹ میری راہ میں حائل نہ ہو۔ یہ رعایت مل گئی تو ہر

ممکن ہو جائے گا۔"
موقع سے فائدہ اٹھانا میرے لیے
"یہ رعایت تمھارا حق ہے۔" لقا نے کہا "میں اسی وقت
تمھیں اس سے سرفراز کرتا ہوں۔" اتنا کہہ کر لقا نے اپنے
گلوبند کے اندر سے ٹٹول کر ایک ہار سا نکالا اور عمروؔ کی
طرف بڑھاتے ہوئے بولا "لو یہ گلے میں ڈال لو لیکن اس
کی جان سے زیادہ حفاظت کرنا۔ اسے پہننے کے بعد پہلے خزانے
کے علاوہ اندر باہر کی کوئی بھی طلسمی رکاوٹ تمھارا راستہ
نہ روکے گی۔"

عمروؔ نے آگے بڑھ کر لقا کے ہاتھ سے ہار لے لیا۔

لقا نے محافظوں کے سپہ سالار کو حکم دیا "لندھور کو
اپنی حفاظت میں رکھو اور عمروؔ کے لیے فوراً باغ میں ایک
بہترین مکان کا بندوبست کر دو۔"

طلسمی ہار

عمرو صاحب بھوک کے ویسے ہی کچے تھے۔ طعام خانے کے قریب پہنچنے پر کھانوں کی مہک جو انھیں محسوس ہوئی تو اور بھی بے تاب ہو گئے۔ دروازہ زیادہ دور نہ تھا۔ مگر یہ چند قدموں کا فاصلہ بھی انھیں طویل محسوس ہو رہا تھا۔ آگے چلنے والے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے۔ عمرو کے جی میں آئی کہ سب کو دھکیل دھکال آگے نکل جائے۔ مگر ہمت نہ ہوئی۔ لاچار اپنے آگے چلنے والوں کو دل ہی دل میں کوسنے لگا۔

طعام خانے کے اندر پہنچنے پر تو بے چارہ کچھ دیر کے لیے اپنے اوسان ہی کھو بیٹھا۔ دربار کا سنگھار بھی اپنی جگہ خوب تھا۔ مگر اس کمرے کی تو سج دھج ہی نرالی تھی چھت کے رنگا رنگ نقش و نگار ایسے پیارے اور اتنے دل کش کہ دیکھتے جی نہ بھرے۔ جا بجا لٹکے ہوئے ایسے ایسے بلوریں جھاڑ فانوس اور رنگ برنگے قمقمے کہ نگاہ پڑے تو ہٹنے کا نام نہ لے۔ فرش کا قالین اتنا نرم اور خوش رنگ کہ پیر رکھنے کے بجائے پڑے رہنے کو دل مچلے۔ سنہری دیواروں اور ستونوں پر بنے ہوئے نقاشی کے کام کی کیا بات تھی۔ کہیں عقیق جڑے ہوئے تھے۔ کہیں مرجان۔ کسی نقش کو ہیرے جگمگا رہے تھے کسی پر زمرد کی بہار تھی کہیں لعل چمک پیدا کر رہا تھا، کہیں شب چراغ کوندے مار رہا تھا۔ عمرو حیران تھا۔ کہ کیا دیکھے کیا نہ دیکھے۔ بارے کھانے کی خوشبو نے جب پے در پے اس کی بھوک کو ڈنک مارے تو وہ کمرے کے درمیانی حصے کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں سونے کی ایک لمبی چوڑی میز کے گرد چاندی کی جڑاؤ کرسیاں رکھی تھیں سرے کی کرسی کا پشتہ دوسری کرسیوں سے زیادہ اونچا تھا۔ اس پر نفا بیٹھ چکا تھا آگے کی طرف دائیں بائیں کی کرسیوں پر وزیر اور فرامرز شاہ براجمان تھے۔ ان کے بعد ایک کرسی پر ابنِ ادنیٰ جم چکا تھا۔ اردگرد سفید براق لباس میں پری زاد خادم ادب کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ رنگ دیکھ کر عمرو چونکا اور جا کر ابنِ ادنیٰ کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

اب جو اس نے میز کے اوپر ایک سرے سے دوسرے

سرے تک نگاہ دوڑائی تو پھر پریشان ہوگیا۔ میز پر رکھے ہوئے کھانے پینے کے سارے چھوٹے بڑے برتن سونے چاندی کے تھے اور بھاپ نکلتے ہوئے قسم قسم کے خوش رنگ اور خوش بُودار کھانوں سے بھرے ہوئے تھے۔

آخر لقا نے کھانا شروع کرنے کا اشارہ کیا۔ عمروؔ نے اپنا کمر بند ڈھیلا کیا، آستینیں چڑھائیں اور پلیٹوں پر ٹوٹ پڑا۔ ارادہ تو اس کا یہی تھا کہ میز پر موجود ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا ضرور کھائے گا۔ کسی پلیٹ کو چکھے بغیر نہ چھوڑے گا۔ مگر مصیبت یہ ہوئی کہ جس کھانے کو ہاتھ لگاتا، بس کھائے چلا جاتا ایک چیز کو کھاتے ہوئے دوسری کو حسرت سے تکتا رہتا۔

اُس نے کمرے میں موجود ہر شخص سے کئی گنا زیادہ تیز دستی دکھائی مگر پھر بھی آدمی تھا۔ کتنا کھاتا آخر دوسروں کے ہاتھ سمٹتے سمٹتے خود اس کی بھی ادھری پھول گئی لاچار سب کے ساتھ وہ بھی اٹھا۔ کھانے کے بعد سب لوگ طعام خانے کے بغلی برآمدے میں جا بیٹھے یہاں کچھ دیر تک لقا حُقّہ نوشی کرتا رہا۔ ساتھ ہی اپنے وزیر، شاہ فرامرز اور بختیارک سے سرگوشی بھی کرتا جاتا۔ آخر اس نے محفل برخاست کرتے ہوئے عمروؔ سے کہا۔

"سپہ سالار نے تمہاری رہائش کا انتظام کر دیا ہوگا۔ جا کر آرام کرو۔ جس چیز کی کمی محسوس ہو اُسے حکم کرنا۔ فوراً مہیّا کرے گا۔"

"بندہ پرور کا شکریہ" عمروؔ نے ادب سے کہا۔ "مگر میں اس وقت آرام نہیں کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" لقا نے پوچھا۔

"مطلب یہ ہے خداوند" عمروؔ نے کہا "کہ اپنی تجویز پر عمل کرنے کے لیے میں اسی وقت یہاں سے روانہ ہونا چاہتا ہوں۔"

"اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے؟" لقا نے کہا۔ "کچھ دن آرام کر لو۔ برسوں کے تھکے ماندے ہو۔ تازہ دم ہو کر کام شروع کرنا۔"

"بندہ پرور" عمروؔ نے کہا "اب آرام تو امیر حمزہ کے اندیشہ سے مکمل نجات حاصل کر کے ہی کروں گا۔ فی الحال ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ اجازت دیجیے اور ابنِ ادنی کو بھی میرے ساتھ جانے کی ہدایت فرمائیے۔"

"کیا تم امیر حمزہ کے لشکر میں جاؤ گے؟" لقا نے سوال کیا۔

"اس وقت تو صرف جنگل والے چھپر تک جانے کا ارادہ ہے۔ لیکن اپنا کام کرنے کے لیے اگر امیر حمزہ کے لشکر میں بھی جانا پڑا تو قدم پیچھے نہ ہٹاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے جاؤ" لقا نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا "لیکن ہوشیاری سے کام لینا۔ غیر ضروری طور پر اپنے آپ کو خطرے میں مت ڈالنا۔ آیندہ اگر کسی کو گرفتار کر کے لاؤ تو اُسے میرے پاس لانے کی ضرورت نہیں۔ محافظوں کے سپہ سالار کے حوالے کر دینا۔ وہ اُسے مناسب وقت پر میرے سامنے پیش کر دیا کرے گا۔ ویسے تمھارا جب جی چاہے دربار میں آجایا کرنا۔ اور ہاں بے شک ابنِ ادنٰی کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ جب تک حیدرِ کرّار کی تلوار کا ظہور نہیں ہوتا، فصیل کے باہر وہ تمھارا بہترین مددگار ثابت ہوگا۔ جاؤ۔ میرا کرم تمھارے ساتھ شامل رہے گا۔"

عمرو اور ابنِ ادنٰی نے دو زانو ہو کر لقا کی قبا کو بوسہ دیا۔ اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔ محل کی چہار دیواری کے پھاٹک پر ان کے شیر موجود تھے۔ طلسمی نالی پار کر کے ابنِ ادنٰی نے اپنے آپ کو پھر پہلے کی طرح نورانی درویش بنایا۔ اس کے بعد دونوں خاموشی کے ساتھ اپنے شیروں پر سوار ہو کر چل دیئے۔ اب کی بار آگے آگے عمرو تھا۔ اس مرتبہ پہرے پر موجود سپاہی اُسے بھی سلامی دے رہے تھے۔ عمرو سمجھ گیا تھا کہ اس کا سبب لقا کا بخشا ہوا طلسمی ہار ہے۔ پھر بھی وہ فصیل کے پھاٹک زور میدان کی رکاوٹوں پر اس کا اثر دیکھنے کے لیے بے چین تھا۔ اسی وجہ سے وہ ابنِ ادنٰی سے زیادہ سے زیادہ آگے نکل جانے

ہشش کر رہا تھا۔ محافظوں کے باغ کی چار دیواری سے نکل کر اس نے اپنے شیر کی رفتار اور بڑھا دی۔ غالباً یہ بھی لاک ہی کا اثر تھا۔ شیر اشارہ پاتے ہی ہوا ہو گیا۔ طلسمی سواروں کے ہجوم سے آگے نکل کر عمرو نے پلٹ کر دیکھا۔ ابنِ ادنٰی کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ اسی موقع پر راؤمان، پرازمان، طورمان اور اجگرمان، چاروں جادوگروں نے گھوڑوں پر کھڑے ہو کر اپنی اپنی جگہ سے عمرو کو سلامی پیش کی ہاتھ کے اشارے سے انھیں جواب دے کر وہ فصیل کے پھاٹک کی طرف متوجہ ہوا۔ پھاٹک پر نگاہ جماتے ہی اس کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ طلسمی ہار کے اثر سے اس میں راستہ پیدا ہو چکا تھا۔ اس کے خیال میں سب سے اہم اور مشکل مرحلہ یہی تھا۔ اسی وجہ سے اُسے شک تھا کہ شاید ہار یہاں آسانی سے اور ابنِ ادنٰی کی مدد کے بغیر کام نہ آسکے۔ مگر اس کامیاب تجربہ نے اُس کا سارا وہم دور کر دیا۔

عمرو نے ایک بار پھر پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ ابنِ ادنٰی طلسمی سواروں کے درمیان تک آپہنچا تھا۔ چاروں جادوگر اُسے سلامی پیش کر رہے تھے۔ اچانک اسی لمحے عمرو کے دل میں پھر ایک وہم پیدا ہوا۔ کہیں یہ کھلا راستہ نظر کا دھوکا نہ ہو؟ دوسرے ہی لمحے اس نے فیصلہ کیا کہ ابنِ ادنٰی کے قریب آنے

سے پہلے ہی مجھے اسے آزما لینا چاہیے۔" اس نے اپنے شیر کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ شیر نے چھلانگ لگائی۔ پلک جھپکنے میں عمرو نے خود کو بلند ہوتا اور پھر نیچے ہوتا محسوس کیا۔ نیچے ہوتے ہی اس نے پھاٹک پر نگاہ جمائی۔ مگر اس میں کوئی راستہ دکھائی نہ دے رہا تھا لیکن اس بات پر گھبرانے یا پریشان ہونے کے بجائے عمرو مسکرا رہا تھا۔ اس لیے کہ اب وہ فصیل کے اندر نہ تھا۔ شیر چھلانگ لگا کر باہر آ چکا تھا۔ اور وہ اس پر بدستور سوار تھا۔

شیر کو روک کر وہ ابنِ ادنیٰ کا انتظار کرنے لگا۔ ہاکو آزما لینے کے بعد اب وہ اس سے زیادہ آگے نکل جانا غیر ضروری سمجھ رہا تھا۔ اُسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پھاٹک میں پھر کشادہ راستہ ظاہر ہوا اور ابنِ ادنیٰ اس میں سے باہر آ گیا۔ پھاٹک پھر پہلا جیسا ٹھوس اور ہموار دکھائی دینے لگا۔ فصیل کے اُوپر سے شامول، نوشخ اور نوماگ بدستور میدان میں تیز آگ اور پتھر برسا رہے تھے۔ دونوں میدان میں سے ہو کر ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ اس بار ابنِ ادنیٰ کو راستہ بنانے کی ضرورت پیش نہ آئی طلسمی ہار کی وجہ سے ان کے لیے میدان میں خود بخود ایک گزرگاہ بن گئی تھی۔ اگلے میدانوں میں اقریش، شورکاش، نوز شیرل اور عمراش بھی اپنی اپنی جگہ

مستعدی کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ مگر زہریلے غبار، دھوئیں والوں، بچھوؤں، چیونٹوں، بھنگوں اور بھیڑوں سے مشغول رہتے ہوئے وہ ان میدانوں کو بھی پار کر گئے۔ تیسرا پہر ختم ہونے ہوتے دونوں اپنی منزل یعنی چھپیرو والے چبوترے تک جا پہنچے۔

اب امیر حمزہ کا حال سُنیے۔ لندھور کو عمرو کی تلاش میں بھیجنے کے بعد وہ دربار سے اُٹھ کر اپنے خاص خیمے میں آ گئے انہیں یقین تھا کہ لندھور عمرو کو جلد پا لے گا۔ دونوں واپس آنے میں دیر نہ لگائیں گے۔ چوبداروں کو تاکید کر دی کہ جیسے ہی وہ لشکر گاہ کے قریب پہنچیں انہیں سیدھا میرے خیمے میں پہنچنے کی ہدایت کی جائے۔ لندھور دن نکلتے ہی روانہ ہو گیا تھا۔ امیر حمزہ کا خیال تھا کہ عمرو کو لے کر وہ دو گھنٹے کے اندر واپس آ جائے گا۔ مگر جب اتنا وقت گزر چکا تو وہ بے چین ہو گئے۔ کھانے کے وقت تک ان کی بے چینی انتہا کو پہنچ گئی۔ دسترخوان بچھایا جا چکا تھا۔ تمام عزیز، دوست اور سردار خدمت میں حاضر تھے۔ مگر نہ وہ کسی سے بات کرتے تھے نہ کھانے کے لیے اُٹھتے تھے۔ وقت گزرتا رہا۔ کھانا ٹھنڈا ہوتا رہا۔ بھوک بڑھتی رہی پر کسی کو امیر سے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

آخر سبھوں نے اسد غازی کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔ وہ امیر حمزہ کے چہیتے نواسے تھے۔ بچپن سے ان کے منہ چڑھے تھے۔ دوسروں کی شہ پا کے وہ امیر حمزہ کے پاس آئے اور ٹھنک ٹھنک کر کہنے لگے۔

"نانا جان، بھوک سے آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں۔ اٹھیے کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"کیا عمرو آ گیا؟" امیر حمزہ نے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور ادھر ادھر دیکھ کر بولے "لندھور کہاں ہے؟"

"دونوں میں سے کوئی بھی نہیں آیا۔ نانا جان" اسد غازی بولے "شاید کچھ دیر میں آ جائیں۔ چلیے جب تک ہم لوگ کھانا کھاتے ہیں۔"

"مجھے بھوک نہیں" امیر حمزہ نے کہا "تم لوگ جا کر کھا لو۔"

"آپ کے بغیر کوئی بھی نہیں کھائے گا۔" اسد غازی ضد کرتے ہوئے بولے "اٹھیے۔ آخر اتنا افسوس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خواجہ جی کوئی پہلی دفعہ تھوڑی روٹھے ہیں۔ شام تک لندھور انھیں منا ہی لائیں گے۔ چلیے۔"

"بیٹا۔ مجھے بہت دکھ ہے۔ اس بار میں نے عمرو کے ساتھ واقعی زیادتی کی ہے۔" امیر حمزہ بولے "مجھے اندیشہ ہے کہیں ضد اور غصے میں وہ ابن ادنی کے پھندے میں نہ جا پھنسا ہو۔

لندھور بھی اب تک نہیں آیا۔ سمجھ میں نہیں آتا وہ کیوں رک گیا۔"

"یا امیر آپ فکر نہ کریں۔" مندویل اصفہانی نے آگے بڑھ کر ادب سے عرض کیا۔ "عمرو نے لندھور کو روک لیا ہوگا۔ بہر حال اگر کچھ دیر اور وہ نہ آئے تو کھانا کھا کر خادم فوراً ان کی تلاش میں روانہ ہو جائے گا۔"

"اطمینان رکھیے امیر" مہلیل جنگ عراقی نے کہا۔ "ہر حالت میں مغرب کے وقت تک ہم انھیں خدمت میں حاضر کر دیں گے۔"

چار و ناچار امیر حمزہ کو کھانے کے خیمے میں جانا پڑا۔ جی تو ان کا بالکل نہیں چاہ رہا تھا، پھر بھی دسترخوان پر بیٹھ کر دوسروں کی خاطر منہ چلاتے رہے۔ کھانا ختم ہونے کے بعد جب وہ آرام گاہ میں جانے لگے تو مہلیل جنگ عراقی اور مندویل اصفہانی کی طرف دیکھتے ہوئے انھوں نے کہا:

"میں انتظار کروں گا۔ جیسے ہی عمرو آئے مجھے اطلاع دینا۔" یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ دونوں نامور سردار عمرو کو ڈھونڈ کر واپس لانے کی کوشش کریں۔ وہ دونوں سر جھکا کر اور سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک ساتھ بولے۔

"بہت بہتر۔ ہم اسی وقت روانہ ہوتے ہیں۔"

خدا تمہیں جلد کامیاب لوٹائے۔ لشکر گاہ سے نکل کر
سیدھے شمال کا رُخ کرنا۔ خُدا حافظ۔" اتنا کہہ کر امیر حمزہ
نے آرام گاہ کی طرف قدم اُٹھائے۔ ان کے جانے کے
بعد یہ دونوں سردار بھی ایک ساتھ خیمے سے باہر نکل گئے
تھوڑی ہی دیر بعد وہ اپنے گھوڑوں پر شمال کی سمت اُڑے
چلے جا رہے تھے۔ لندھور کے ہاتھی کے پیروں کے نشانات
ان کی رہنمائی کر رہے تھے۔

خاصی دیر چلتے رہنے کے بعد ایک چڑھائی پر پہنچ
کر دونوں ٹھٹھک گئے۔ راستے کے نشیب میں کوئی دو
سَو گز کے فاصلے پر، درختوں کے ایک جھنڈ میں، انہیں کچھ
گڑبڑ سی دکھائی دی۔ شاخیں ٹوٹنے کی آوازوں کے ساتھ
جھنڈ کے اندر ایک خوف ناک سایہ بھی حرکت کرتا محسوس
ہو رہا تھا۔ دونوں اُسے غور سے دیکھنے لگے۔ چند ہی لمحے
بعد ایک درخت کو زمین پر گرا کر وہ سایہ سامنے آ گیا۔

"ارے یہ تو لندھور کا ہاتھی ہے" مہلیل نے کہا

"مگر یہ تنہا کیوں ہے؟" مندوبل بولا

"ممکن ہے عمرو اور لندھور اس کے پیچھے پیچھے باتیں کرتے
ہوئے پیدل آ رہے ہوں" مہلیل نے خیال ظاہر کیا۔

دونوں سردار ہاتھی کے پیچھے دور دور تک نگاہیں دوڑانے

آگے۔ ہاتھی آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈھلان طے کر کے راستے
پر آ پہنچا۔ مگر اس کے پیچھے کہیں سے کہیں تک کسی انسان کا سایہ
تک نہ دکھائی دیتا تھا۔ راستے پر پہنچ کر ہاتھی نے ایک
بار ان سواروں کی طرف دیکھا اور پھر مڑ کر لشکر گاہ کی طرف
چل دیا۔ اپنی چال ڈھال سے وہ خاصا اُداس نظر آ رہا تھا۔

"مہلیل" مندوبل نے کہا "مجھے دال میں کچھ کالا نظر
آتا ہے۔"

"پھر؟ کیا ہم راستہ چھوڑ کر اس طرف جائیں۔ جدھر
سے ہاتھی آتا دکھائی دیا تھا؟" مہلیل بولا

"نہیں" مندوبل نے کہا "زیادہ بہتر یہ ہے کہ ہم راستہ
نہ چھوڑیں۔ جہاں تک ہمیں ہاتھی کے جاتے وقت کے نشانات
ملیں چلتے جائیں۔ اس سے ہم اس جگہ تک ضرور پہنچ جائیں گے
جہاں تک لندھور اس پر سوار رہا ہوگا۔ یا جس جگہ وہ ہاتھی
سے الگ ہوا ہوگا۔"

"ہاں ٹھیک ہے" گھوڑے کی باگ کو جھٹکا دیتے ہوئے
مہلیل نے کہا "آگے کی بات ہمیں اس کے بعد ہی سوچنی
چاہیے۔"

دونوں سرداروں کے گھوڑے پھر راستے پر تیزی سے

آگے بڑھنے لگے۔ ہاتھی کے پیروں کے نشانات پر وہ ٹھیک اسی راستے پر چلے جا رہے تھے جس پر ہوتے ہوئے لندھور جنگل کے چھپر والے چبوترے تک پہنچا تھا اور جہاں اس وقت عمرو اور ابن ادنیٰ موجود تھے۔

فریب

لقا کے پاس سے روانہ ہونے کے وقت سے لے کر چبوترے پر پہنچنے تک عمرو نے ابن ادنیٰ سے کوئی بات نہ کی تھی۔ دراصل وہ طلسمی ہار اور لقا کا بھروسا حاصل کرنے کی خوشی میں مست ہو رہا تھا۔ اس مستی کی وجہ سے ابن ادنیٰ کی طرف توجہ دینا تو الگ رہا اس نے اس بات پر بھی غور نہ کیا کہ اب آئندہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔

دوسری طرف ابن ادنیٰ کو بھی یہ جُراءت نہ ہوتی تھی کہ وہ اپنی جانب سے کوئی بات کرتا۔ حالانکہ ایک تو راستے میں وہ عمرو سے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ فصیل کے اندر وہ اس سے آگے آگے کیوں چلتا رہا ہے۔ دوسرے وہ یہ جاننے کے لیے بیتاب تھا کہ عمرو آئندہ کے بارے میں کیا سوچ رہا ہے اور اس سلسلہ میں اُسے کیا کرنا ہوگا۔ دربار میں عمرو نے جس دیدہ دلیری کے ساتھ اس کا پورا انعام ہضم کر لیا تھا

اس کی وجہ سے وہ اس سے بُری طرح ڈر گیا تھا۔ اس نے اپنے لیے اسی میں خیریت سمجھی کہ اس شخص سے بے تکلف ہونے سے بچا جائے۔ خاموشی سے اس کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ جو پُوچھے اس کا مختصر اور سیدھا سادا جواب دے دیا جائے۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہ کی جائے۔ چنانچہ عمرو کو اپنی دُھن میں مگن دیکھ کر وہ بھی خاموش رہا۔ سواری کے دونوں شیر چبوترے کے نیچے کھڑے اس پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔ مگر اس نے انہیں جانے کا کوئی اشارہ نہ دیا۔ شاید اس لیے کہ اُسے کچھ نہ معلوم تھا کہ عمرو کچھ دیر یہیں ٹھہرے گا یا امیر حمزہ کے لشکر کی جانب روانہ ہو گا۔

ناگاہ ایک کوا اُڑتا ہوا آیا اور چھپر پر بیٹھ کر کائیں کائیں کرنے لگا۔ ابنِ ادنی فوراً اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چند لمحوں بعد کوا چھپر سے اُڑا اور جدھر سے آیا تھا اُدھر چلا گیا۔ ابنِ ادنی نے عمرو سے کہا:

"جناب! امیر حمزہ کے دو سردار مہلیل جنگ عراقی اور مندوبل اصفہانی اِدھر آ رہے ہیں۔"

"اوہ!" عمرو نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا "اچھا۔ سب سے پہلے شیروں کو بھگا دو۔"

ابنِ ادنی نے شیروں کو اشارہ کیا۔ دونوں درندے اپنی جگہ

ے اچھلے اور لمبی لمبی چھلانگیں لگاتے ہوئے ایک ٹیلے کی رکاوٹ میں پہنچ کر غائب ہو گئے۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ لندھور کا ہاتھی کہاں ہے؟" عمرو نے کچھ سوچتے ہوئے ابنِ ادنی سے سوال کیا

"وہ لشکرگاہ کی طرف جا رہا ہے۔" ابنِ ادنی نے جواب دیا۔

"ہوں — تو اس کا مطلب ہے دونوں سرداروں نے اُسے راستے میں دیکھا ہو گا؟"

"جی ہاں۔ کوے نے مجھے یہی بتایا ہے۔" ابنِ ادنی نے جواب دیا۔

"وہ یہاں سے کتنی دُور ہوں گے؟"

"زیادہ دُور نہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں یہاں پہنچ جائیں گے۔"

عمرو کچھ دیر خاموشی سے سوچتا رہا اور اس کے بعد چٹکی بجاتے ہوئے بولا "ٹھیک ہے۔ آنے دو۔ بس تم فوراً شربت انار سے بھری ہوئی ایک بلوریں صراحی اور چار چاندی کے کٹورے حاضر کرو۔ شربت انتہائی خوشبودار اور ٹھنڈا ہونا چاہیے اور کٹورے نقشین اور چمک دار ہوں۔"

ابنِ ادنی نے یہ سُن کر ادب سے سر جھکایا۔ آسمان کی طرف منہ کر کے عمرو کی فرمائش دہرائی اور ایک ہاتھ ہوا

میں پھیلا دیا۔ دُوسرے ہی لمحے اس کی ہتھیلی پر چاندی کا ایک
طشت دکھائی دے رہا تھا۔ شربتِ انار سے بھری ہوئی
شفاف شیشے کی ایک صراحی اور جھلملاتے ہوئے چاندی کے
چار نقشین پیالے طشت میں رکھے ہوئے تھے۔ طشت کو
عمرو کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے پوچھا:
"کیا میں چھپ جاؤں؟"
"نہیں" عمرو نے رُعب کے ساتھ کہا "بیٹھے رہو۔ البتہ
چہرے کو ایسا ضرور بنا لو۔ کہ اگر وہ دل میں تمھیں قتل کرنے
کا خیال لائے ہوں تو تم پر نگاہ پڑتے ہی ہاتھ جوڑ کر
معافی مانگنے لگیں۔"
"اور اگر انھوں نے ایسا ارادہ نہ کیا ہو تو؟" ابنِ ادنیٰ
نے سوال کیا۔
"تو پھر" عمرو نے شوخی کے ساتھ آنکھیں نچاتے ہوئے کہا
"تو پھر تم شرمندہ ہو کر خود اُن سے معافی مانگنا۔"
"بہتر ہے۔" ابنِ ادنیٰ نے عمرو کی اس بات پر جھلاتے
ہوئے کہا "مگر میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔"
"ارے؟ ہا ہا ہا۔" عمرو نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔
"تم بھی نرے بدھو نکلے۔ کہیں مذاق کا بھی کچھ مطلب ہوتا
ہے۔ اچھا فکر نہ کرو۔ جیسے ہو ویسے ہی بیٹھے رہنا۔ جیسا

اشارہ دوں ویسا کرنا۔"
ابنِ ادنیٰ نے جھینپ کر سر نیچا کر لیا۔ عمرو نے صراحی
اٹھائی۔ دو پیالے لبالب بھرے۔ زنبیل میں ہاتھ ڈال کر
سفوفِ بے ہوشی کی ایک پڑیا نکالی۔ سفوف کو صراحی میں
ڈال کر اچھی طرح حل کیا اور پھر ایک بھرا ہوا پیالہ اٹھاتے
ہوئے ابنِ ادنیٰ سے بولا:
"دُوسرا پیالہ تم اٹھا لو۔ بس آہستہ آہستہ چسکی لیتے رہنا۔"
زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مہلیل اور مندویل آ پہنچے
دھوپ میں سفر کرتے رہنے سے ان کے حلق خشک ہو گئے
تھے۔ یہاں شربتِ انار کا دور چلتا دیکھ کر وہ سوچ میں پڑ گئے
بات انھیں معلوم ہو چکی تھی کہ نورانی بزرگ کے بھیس
لقا کے آخری طلسم کا محافظ ابنِ ادنیٰ ہے۔ چبوترے
جانب آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے دونوں سردار یہی سوچتے
جاتے ہی ابنِ ادنیٰ پر پل پڑیں کہ کبھی خیال کرتے کہ
سے بات کرنا مناسب رہے گا۔
عمرو فوراً بھانپ گیا۔ جیسے ہی دونوں سردار چبوترے
قریب پہنچے، اس نے انھیں آنکھ مارتے ہوئے کہا۔
بیٹھ جائیے۔ خوش آمدید۔ اچھے موقع پر آئے۔ بھئی میں
حضور کے ساتھ فوراً واپس آ جاتا مگر چاہتا تھا کہ یہ بزرگ

بھی میرے ساتھ چلتے۔ بس انھیں منانے کے لیے رک گیا تھا۔ اب جا کے بڑی مشکل سے راضی ہوئے ہیں۔ آؤ۔ بیٹھو شربت پیو۔ پھر چلتے ہیں۔"

عمرو کے آنکھ مارنے سے دونوں سردار سمجھ گئے کہ خواجہ عمرو ابنِ ادلی کو پھانسنے کی فکر میں ہیں۔ سارا شک و شبہ ان کے دلوں سے جاتا رہا۔ دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر کر چبوترے پر آ گئے اور عمرو اور ابنِ ادلی سے مصافحہ کر کے ادب سے چٹائی پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی عمرو نے صراحی اٹھا کر باقی کے دو پیالے شربت سے بھر دیے اور بولا:

"پیالے اٹھائیے۔ ایسا فرحت بخش شربت آپ نے اس سے پہلے نہ پیا ہوگا۔" یہ کہہ وہ اپنے پیالے کے گھونٹ بھرنے لگا۔

دونوں سرداروں نے پیالے اٹھا لیے۔ شربت کی ٹھنڈک اور خوشبو سے ان کے دماغ معطر ہو گئے۔

"لندھور کہاں گئے؟" اچانک مہلیل نے سوال کیا۔

"ہا ہا ہا!" عمرو نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "پہلوان نرے چغد ہوتے ہیں۔ ہاتھی کو باندھے بغیر کھانا کھا کے پڑ رہے۔ اب اسے ڈھونڈنے گئے ہیں۔"

"ارے! اُسے تو ہم نے لشکرگاہ کی طرف جاتے دیکھا

تھا۔ مندوبل بولا:

"بس۔ تو اس کے پیروں کے نشان پر چلتے ہوئے لندھور بھی لشکرگاہ جا پہنچے گا۔" عمرو نے ہنستے ہوئے کہا اور شربت پینے لگا۔ دونوں سرداروں نے بھی ہنستے ہوئے پیالے منہ سے لگا لیے۔ ایک تو پیالے بڑے تھے، دوسرے شربت بھی بے حد ٹھنڈا میٹھا اور خوشبودار تھا۔ دونوں نے ایک ہی سانس میں آدھے پیالے خالی کر دیئے۔

"بھئی واہ۔ بہت اچھا شربت ہے۔" مہلیل نے سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر پیالہ منہ سے لگا لیا۔

"جواب نہیں۔ واقعی ایسا شربت میں نے پہلے کبھی نہیں پیا۔" مندوبل نے رک رک کر کہا اور پھر بڑے بڑے گھونٹ بھرنے لگا۔

دونوں نے پیالے خالی کر کے طشت میں رکھ دیے۔ عمرو نے صراحی اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا "کچھ اور پیش کروں؟"

"ہاں یار۔ نیکی اور پوچھ پوچھ" مہلیل نے جھومتے ہوئے کہا۔

"ہاں سبحان اللہ۔ اس میں تو نشہ بھی ہے" مندوبل لڑکھڑاتے ہوئے بولا۔

عمرو نے تھوڑا تھوڑا شربت ان کے پیالوں میں اور

ڈال دیا۔ دونوں نے کپکپاتے ہوئے ہاتھ پیالوں کی طرف بڑھائے مگر کوئی انھیں چھو نہ سکا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دونوں لڑھک گئے اور پھر انھیں تن بدن کا ہوش نہ رہا۔

"گھوڑوں کو کسی درخت سے باندھ دو۔" عمرو نے ابنِ ادنیٰ کو حکم دیا اور خود زنبیل سے ریشمی ڈوریاں نکال کر دونوں سرداروں کے ہاتھ پیر باندھنے لگا۔ جب تک ابنِ ادنیٰ گھوڑوں کو باندھ کر آیا، عمرو دونوں سرداروں کو زنبیل میں رکھ چکا تھا۔

"شیروں کو بلاؤں۔ واپس چلیں گے؟" ابنِ ادنیٰ نے پوچھا۔

"نہیں۔" عمرو نے کہا۔ "چند گھنٹے ہمیں یہاں اور ٹھہرنا چاہیے کیا عجب کچھ اور لوگ بھی ہتھے چڑھ جائیں۔"

عمرو کا یہ خیال ٹھیک ہی ثابت ہوا۔ لندھور کا خالی ہاتھی لشکر گاہ پہنچا تو امیر حمزہ کے سرداروں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ انھوں نے چاہا کہ اس کی اطلاع امیر حمزہ کو آرام گاہ میں پہنچائیں مگر شہزادہ اسد غازی نے اس بات کو مناسب نہ سمجھا۔ سرداروں کو سمجھاتے ہوئے اس نے کہا:

"ہمیں کوئی پریشانی کُن خبر امیر کو نہ دینی چاہیے میری نظر میں عمرو کی واپسی مشکل نہیں۔ مندویل اور مہلیل اس کی تلاش میں جا چکے ہیں۔ اُمید ہے کہ اب وہ آتے ہی ہوں گے

مغرب کے وقت تک ان کا انتظار کرنا ہم پر واجب ہے۔ خدا نخواستہ اگر وہ اس وقت تک نہ آئے تو چند سرداروں کو ساتھ لے کر میں خود ان کی تلاش میں جاؤں گا۔ اس بات کا مجھے یقین ہو چکا ہے کہ تینوں سردار عمرو تک پہنچ چکے ہیں اور صرف امیر کو پریشان کرنے کے خیال سے عمرو نے انھیں روک لیا ہے۔ ہم ہرگز وہاں نہ رکیں گے۔ عمرو خوشی سے آنے پر رضامند نہ ہوا تو زبردستی لے آئیں گے۔ رات کے کھانے کے وقت تک اِنشاء اللہ ہم عمرو کو ہر حالت میں امیر کے سامنے پیش کر دیں گے۔ اس وقت تک اگر ہم امیر کو آرام کرنے دیں تو کیا حرج ہے؟"

سرداروں نے شہزادہ اسد کی ان باتوں سے پورا پورا اتفاق کیا۔ دن ڈھلنے تک وہ مہلیل اور مندویل وغیرہ کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ مگر جب وہ نہ پلٹے تو پروگرام کے مطابق مغرب کے بعد شہزادہ اسد روانہ ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ تین مشہور سردار بھی اس کے ساتھ چلنے پر کمر بستہ ہو گئے۔ ان میں ایک بہرام تھا دوسرا جمہور اور تیسرا مالک اژدر۔ اسد نے اپنے علاوہ ان سرداروں کی آنکھوں میں بھی سُرمۂ سلیمانی لگایا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چاروں لشکر گاہ سے شمال کی جانب چل دیئے۔ سُرمۂ سلیمانی کی تاثیر سے انھیں تاریکی میں

بھی بالکل دن کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ لندھور کے ہاتھی اور
مہلیل ومندوبل کے گھوڑوں کے پیروں کے نشانات کو دیکھتے
ہوئے وہ تیزی کے ساتھ ابنِ ادنیٰ کے چبوترے کی جانب چل
دیئے۔

امیر حمزہ کی طرح لشکر گاہ میں دو اور شخص بھی عمروؔ کی واپسی
کے لیے سخت بے چین تھے۔ ان میں ایک عمروؔ کا بیٹا چالاک تھا
اور دوسرا عمروؔ کا شاگرد برق فرنگی۔ عیاری میں عمروؔ کے بعد ان
دونوں کا جواب نہ تھا۔ لندھور کا ہاتھی لشکر گاہ میں خالی واپس آیا
تو ان دونوں کو سخت فکر ہوئی۔ پھر جب مہلیل اور مندوبل
بھی شام تک واپس نہ آئے اور ان سب کی تلاش میں شہزادہ
اسد اور تین سرداروں کو انھوں نے روانہ ہوتے دیکھا تو
ان کے ماتھے ٹھنک گئے۔ دونوں نے فوراً ان کا تعاقب
کرنے کا فیصلہ کیا اور کسی سے کچھ کہے سنے بغیر چپکے سے
لشکر گاہ سے باہر نکل کر ان کے پیچھے ہو لیے۔ یہ دونوں
پیادہ تھے اور آگے جانے والے گھوڑوں پر سوار تھے۔
مگر ان سے کافی دور رہتے ہوئے بھی یہ ان کی آہٹوں پر
کان دیتے ان کے پیچھے دوڑتے رہے۔ ان کا دل گواہی
دے رہا تھا کہ یہ لوگ بھی لندھور، مہلیل اور مندوبل کی
طرح واپس نہیں آسکیں گے۔ وہ صرف یہ بات جاننا چاہتے

تھے کہ آخر جانے والوں کو کیا ہو جاتا ہے۔ وہ واپس کیوں نہیں آتے؟

ادھر عمروؔ شام ڈھلے تک ابنِ ادنیٰ کو تنگ کر کر کے
خوب مزے لیتا رہا۔ آخر جب اس تفریح سے اس کا جی
بھر گیا اور ہر طرف گہرا اندھیرا چھا گیا تو پہلے تو اس نے
ابنِ ادنیٰ کو اردگرد تیز روشنی پیدا کرنے کا حکم دیا اور جب
طلسمی مشعلوں نے پورے میدان کو بقعۂ نور بنا دیا تو
عمروؔ نے باڈی گارڈ کے باغ کے پھل اور میوے طلب
کیے۔ ابنِ ادنیٰ فوراً ہی یہ فرمائش بھی پوری کر دی۔ عمروؔ
پہلے تو کچھ دیر تک تنہا پھلوں کے طباقوں پر ہاتھ صاف
کرتا رہا، مگر پھر بعد میں ابنِ ادنیٰ کو بھی اپنے ساتھ شریک
کر لیا۔ کچھ دیر دونوں خاموشی سے پھل کھاتے رہے۔

اچانک ایک چمگادڑ کہیں سے اڑتا ہوا آیا اور ابنِ ادنیٰ
کے گرد چکر لگانے لگا۔ وہ چخر چخر جیسی آوازیں بھی نکال
رہا تھا۔ عمروؔ سمجھ گیا کہ امیر حمزہ کے لشکر سے پھر کوئی اس کی
تلاش میں آرہا ہے اور یہ چمگادڑ ابنِ ادنیٰ کو اسی کی اطلاع
دے رہا ہے وہ سوالیہ نگاہوں سے ابنِ ادنیٰ کو گھورنے لگا۔

چند لمحے بعد ابنِ ادنیٰ نے انگلی اٹھائی اور چمگادڑ
فضا میں بلند ہو کر غائب ہو گیا۔

"اسد غازی امیر حمزہ کے تین نامور سرداروں بہرام، جمہور،

اور مالک اژدر کے ساتھ آرہا ہے۔"

عمرو یہ خبر سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ مگر پھر جلد ہی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اس نے کہا "فوراً اعلیٰ قسم کے شربت اور بلوریں پیالے حاضر کردو اور تم خود مراثی بن جاؤ اور پھر جیسے ہی میں گانا شروع کروں تم سارنگی بجانا شروع کردینا۔"

ابنِ ادنیٰ مراثی بننے پر بالکل آمادہ نہ تھا اس نے احتجاج کرتے ہوئے کہا "میرا مراثی بننا اور سارنگی بجانا کیا ضرور ہے آپ حکم دیں تو ایک سے ایک بہترین مراثی حاضر کردوں۔"

"نہیں۔" عمرو نے کہا "یہ کام تمھی کو کرنا ہوگا۔ اور یاد رکھو، اگر کوئی کمی یا کوتاہی دکھائی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ بس فوراً تیار ہوجاؤ۔"

بے چارے ابنِ ادنیٰ کو حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ چٹکی بجانے کی دیر تھی کہ وہ ایک بڈھا کھوسٹ مراثی بن گیا اور لگا سارنگی پر رُوں رُوں کرنے۔

کچھ ہی دیر بعد عمرو کو گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ اس نے فوراً کان پر ہاتھ رکھا اور لہک لہک کر گانے لگا۔ اُدھر ابنِ ادنیٰ کی سارنگی بھی تیز ہوگئی۔

شہزادہ اسد اور اس کے ساتھی سرداروں نے جنگل میں یہ منگل دیکھا تو ان کے دل خوشی سے جھوم گئے۔

ان میں پہنچتے ہی انھوں نے گھوڑوں کی باگیں کھینچ
اور سب کچھ بھول کر گانا سننے میں محو ہوگئے۔ اسی
م میں ابنِ ادنیٰ نے عمرو کے اشارے پر شربت کے
ے بھر بھر کے آنے والوں کو پیش کرنے شروع کردیئے
ت میں عمرو نے دوائے بے ہوشی ملادی تھی۔ چند ہی
ا میں بے ہوشی اپنا اثر دکھانے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے
دل سُورما ہاتھ پیر پھیلا کر چبوترے پر لیٹ گئے۔

عمرو نے زنبیل میں سے ریشمی ڈوریوں کے لچھے
لے۔ ابنِ ادنیٰ نے اپنی پہلے والی شکل اختیار کی اور
ان مل کر چاروں بے ہوشوں کے ہاتھ پیر باندھنے لگے

اچانک ایک چمگادڑ آکر ابنِ ادنیٰ کے سر پر چکر لگانے لگا
ادنیٰ نے عمرو سے کہا:

تمھارا بیٹا چالاک برق فرنگی کے ساتھ اِدھر آرہا تھا۔ ممکن
اب وہ جھاڑیوں کی اوٹ سے تمھیں دیکھ رہے ہوں۔"

کوئی پروا نہیں۔ تم شیروں کو بلاؤ۔ میں ان بے ہوشوں
زنبیل میں ڈالتا ہوں۔ ہم فوراً طلسم کو واپس چلیں گے۔"

ابنِ ادنیٰ نے کھڑے ہوکر دونوں ہاتھ ہوا میں بلند
۔ دو شیر فوراً ہی مختلف سمتوں سے چھلانگیں لگاتے
ئے چبوترے کی طرف بڑھنے لگے۔ عمرو بندھے ہوئے

بے ہوش لوگوں کو زنبیل میں کھسکانے لگا۔ شیروں کے
قریب آتے آتے اس نے اپنا کام ختم کرلیا۔ اور جھاڑیوں
کی طرف منہ اٹھا کر بلند آواز سے کہنے لگا" اے چالاک
اور برق میں نے خداوند لقا کی بندگی قبول کر لی ہے۔ اور
امیر حمزہ کے نواسے اور سرداروں کو گرفتار کرلیا ہے۔ امیر
سے کہنا کہ اگر خیریت چاہتے ہو تو ہرگز طلسم کا رخ نہ کرنا ورنہ
تمہارا اور تمہارے باقی ساتھیوں کا بھی یہی انجام ہوگا۔"
یہ کہہ کر عمرو اور ابن ادقی شیروں پر سوار ہوئے اور
طلسم کی طرف چل دیے۔ ان کے جاتے ہی طلسمی مشعلیں بجھ
گئیں اور سارا جنگل تاریکی میں ڈوب گیا۔

پُراسرار کاغذ

ابن ادقی کا خیال درست تھا۔ جس وقت وہ عمرو شہزادہ
مد اور ان کے بے ہوش ساتھیوں کے ہاتھ پیر باندھ رہے
تھے، عمرو کا بیٹا چالاک اور برق فرنگی جھاڑیوں کی اوٹ
ں چھپے ہوئے یہ ساری کارروائی دیکھ رہے تھے۔ عمرو کو
پہلی ہی نظر میں پہچان گئے تھے۔ مگر ان کی سمجھ میں یہ
آتا تھا کہ ابن ادقی کے ساتھ عمرو کا رویہ دوستانہ کیوں
ہے۔ اور باندھے ہوئے لوگوں کو وہ زنبیل میں ڈال کر
ہاں لے جانا چاہتا ہے۔ دو شیروں کا اچانک نمودار ہونا
ور ابن ادقی کے علاوہ عمرو کا بھی ان میں سے ایک پر
وار ہونا ان کے ذہنوں میں اور بھی الجھن پیدا کر رہا تھا
ی حیرانی اور الجھن کے عالم میں اچانک ان کے کانوں میں
رو کے وہ الفاظ گونجے جو اس نے چلتے وقت انھیں
اطب کر کے کہے تھے۔ یہ ساری باتیں ایسی تھیں کہ انھیں

اپنی آنکھوں اور کانوں پر یقین نہ آتا تھا۔ مگر بہرحال یہ سب کچھ خواب نہیں بلکہ حقیقت تھا۔ دونوں نے اپنی آنکھوں سے عمرو کو ابنِ ادلی کے ساتھ شیروں پر سوار جاتے دیکھا تھا اور اپنے کانوں سے عمرو کے الفاظ سنے تھے۔

دونوں لڑکے جھاڑیوں سے باہر نکلے۔ بوجھل قدموں سے چبوترے کے قریب پہنچے روشنی میں انھوں نے مہلیل مندوبل، شہزادہ اسد، بہرام، جمہور اور مالک اژدر کے گھوڑوں کو دیکھ لیا تھا۔ جوں توں کر کے انھوں نے سب کو اکٹھا کیا اور پھر ساتھ لے کر آہستہ آہستہ لشکرگاہ کی طرف چل دیئے۔

دوسرے دن صبح لڑکوں کی زبانی امیر حمزہ کو عمرو کی غداری کا حال معلوم ہوا۔ انھیں عمرو سے ہرگز ایسی توقع نہ ہو سکتی تھی۔ اور اگر خود اس کا بیٹا چالاک یہ واقعہ بیان نہ کرتا تو شاید دوسرے کی بات کا وہ یقین کبھی نہ کرتے مگر اب شک کی کہیں سے کہیں تک گنجائش نہ تھی۔ حقیقت سے باخبر ہونے پر ان کے غم و غصہ کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اسی عالم میں انھوں نے لشکر چھاؤنی اٹھا کر طلسم کی جانب کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔

سورج ڈوبتے ڈوبتے یہ فوجِ ظفر موج ایک سرسبز اور

کشادہ میدان میں جا پہنچی۔ اس سے آگے کی راہ کو سانپوں، بچھوؤں اور بھنگوں، پتھروں وغیرہ سے بند پا کر امیر نے طلسم کی حد کو قریب محسوس کیا اور لشکر کو اسی میدان میں چھاؤنی ڈالنے کا حکم دیا۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر صدہا خیمے اور شامیانے کھڑے کر دیے گئے۔ دور دور تک بے شمار مشعلیں جگمگاتی دکھائی دینے لگیں۔ جو مقام چند گھنٹوں پہلے تک ویران اور سنسان پڑا تھا زندگی کی رونق اور چہل پہل سے آباد ہو گیا۔

وہ رات امیر حمزہ نے دعا اور عبادت میں گزاری۔

دوسرے دن صبح انھوں نے مشورے کی غرض سے فرزندوں اور سرداروں کا اجلاس طلب کیا۔ اس موقع پر پتا چلا کہ اور سب تو ہیں مگر امیر کے پرپوتے، علم شاہ کے پوتے، ملک قاسم کے بیٹے یعنی شہزادہ ایرج اور نور الدہر غیر حاضر ہیں۔ چونکہ ان کی بہادری اور عقل مندی کے سبب امیر انھیں بہت چاہتے تھے، اس لیے انھوں نے فوراً چند سرداروں کو دریافت حال کے خیال سے ان کے خیموں کو روانہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سردار واپس آئے تو رنگ ان کے چہروں کا اڑا ہوا تھا۔ سانس پھول رہی تھی اور نگاہوں سے وحشت اور پریشانی ٹپک رہی تھی۔

"یا امیر" سرداروں میں سے ایک نے اطلاع دی "دونوں

شہزادے مع اپنی فوج کے دس بہادر سرداروں کے غائب ہیں پہرے داروں نے قسمیں کھا کر یقین دلایا ہے کہ انھوں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی خیموں اور لشکر گاہ سے باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ رات وہ سب اپنے اپنے خیموں میں جا سوئے تھے۔ اس کے بعد سے ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔"

یہ سنتے ہی امیر کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ پھر غصے سے سرخ ہوتے ہوئے بولے "بس یہ حرکت عمرو کی ہے۔ وہی انھیں سوتے سے اٹھا لے گیا ہے۔ اب مجھ میں برداشت کی تاب نہیں۔ فوراً میرا گھوڑا تیار کرو۔ میں اسی وقت طلسم میں جا کر اس غدار کو مزہ چکھاتا ہوں۔"

چند لمحوں بعد امیر حمزہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور طلسم کی جانب تنہا چل کھڑے ہوئے۔ افریش اور شور کاش کے میدان کے کنارے پہنچ کر انھوں نے گھوڑے کو روک لیا۔ سامنے کا سارا علاقہ زہریلے کیڑے مکوڑوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ چاروں طرف نگاہیں دوڑانے کے بعد انھوں نے گھوڑے کو دائیں جانب موڑا اور سانپوں بچھوؤں والے میدان کے کنارے کنارے چل دیئے۔ ان کا خیال تھا کہ اس جانب آگے جا کر کہیں نہ

کہیں کوئی ایسا راستہ مل جائے گا جس میں سے ہو کر وہ آگے نکل جائیں گے۔ اسی امید پر وہ گھوڑے کو دوپہر تک بے تحاشا دوڑاتے رہے۔ مگر کہیں سے کہیں تک کوئی محفوظ راستہ نہ دکھائی دیا۔ آخر جب تھکاوٹ اور پیاس سے ان کے گھوڑے کی زبان نکل آئی۔ خود ان کے حلق میں کانٹے پڑ گئے تو ایک جگہ ٹھہر کر انھوں نے مشکیزے سے اپنا حلق تر کیا۔ گھوڑے کو پانی پلایا اور مایوس ہو کر لشکر گاہ کو لوٹ آئے۔

رات کا زیادہ حصہ امیر نے عبادت اور دعا میں گزارا۔ صبح کے اجالے میں انھیں اپنے فرزند علم شاہ اور پوتے ملک قاسم کے دس پہلوانوں سمیت غائب ہونے کی خبر ملی۔ غیظ و غضب میں آ کر امیر پھر طلسم کی جانب چل کھڑے ہوئے۔ اس مرتبہ انھوں نے بائیں جانب کا چکر لگا کر راہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام ہو کر پھر لشکر گاہ کو واپس آنا پڑا۔

اس رات امیر بڑی دیر تک عبادت مشغول رہے۔ لیکن صبح ہونے پر انھیں پھر ایک منحوس خبر سننی پڑی ان کے دوسرے فرزند ہاشم تیغ زن، لشکر کے دس پہلوانوں سمیت پُر اسرار طور پر غائب تھے۔ اب پورے لشکر میں

امیر کے علاوہ کوئی بھی اعلیٰ درجے کا بہادر اور سپہ سالار باقی نہ رہا تھا۔ گھر بیٹھے اور بغیر جنگ کیے وہ ایسے اکتیس شیر دل غازیوں سے محروم ہو گئے جو اکتیس ہزار سورماؤں پر بھاری تھے۔ یہ صدمہ ان کی برداشت سے باہر ثابت ہوا ان کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ اہلِ لشکر کو دعا اور عبادت میں مشغول رہنے کا حکم دے کر خود خیمۂ خاص میں گئے اور دربار الٰہی میں رو رو کر امداد کی دعائیں مانگنے لگے۔

اِدھر امیر اور ان کے لشکر کا یہ حال تھا، اُدھر طلسم کی فصیل کے اندر جشن منائے جا رہے تھے۔ باڈی گارڈ میکے باغ کی ہر عمارت رنگ برنگی جھنڈیوں، جھالروں اور قمقموں سے دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی۔ باغ میں جا بجا دلکش شامیانے، چھولداریاں اور قناتیں آراستہ تھیں۔ کچھ لوگ زرق برق لباس پہنے اتراتے پھر رہے تھے۔ کچھ طرح طرح کے سوانگ بھرے لوگوں کو ہنسا رہے تھے۔

کسی مقام پر نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے مقابلے ہو رہے تھے۔ کسی جگہ تیر اندازی اور کشتی کے مظاہرے ہو رہے تھے آج باغ میں کوئی بھی محافظ ڈیوٹی پر نظر نہ آتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جشن منانے کے لیے ہر ایک کو چھٹی دے دی گئی ہے۔

دن ابھی زیادہ گرم نہ ہو پایا تھا۔ کہ اچانک باغ کی ایک پُر اسرار عمارت کا پھاٹک کھلا۔ چاق و چوبند مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ چار چار کی قطاروں میں اس سے باہر نکلا اور کچھ دور جا کر ٹھہر گیا۔ کچھ دیر بعد پھاٹک کے اندر سے زنجیروں کے کھڑکھڑانے کی آوازیں آنے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک گرانڈیل جنگ جو پہلوان بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑا ہوا پھاٹک سے برآمد ہوا۔ اس کے پیچھے ایسا ہی ایک دوسرا شخص بھی نظر آیا۔ پھر تیسرا قیدی باہر آیا۔ اس کے پیچھے چوتھا، پانچواں، چھٹا پورے اکتیس آدمی ایک کے پیچھے ایک اسی طرح زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے باہر نکلے۔ اور سپاہیوں کے پیچھے ایک غول کی شکل میں کھڑے ہو گئے۔

ان کے سپاہیوں کا ایک دستہ اور باہر آیا اب پھاٹک بند کر دیا گیا۔ سارے سپاہی قیدیوں کو نرغے میں لیے ہوئے لقا کے محل کی طرف چل دیے۔ جشن منانے والوں میں سے کسی نے قیدیوں کا منہ چڑایا، کسی نے انھیں دیکھ کر ہنسنا اور اٹھلانا شروع کر دیا۔ کسی نے ان پر آوازے کسے اور کسی نے ان کی جانب پھل اور شربت کے بھرے ہوئے گلاس پھینکے۔ مگر قیدی اس شان سے آگے بڑھتے رہے جیسے

وہ اس ہجوم کو یا ان کی حرکتوں کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔

لقا کے دربار میں داخل ہونے پر قیدیوں کا نمایاں بجا کر استقبال کیا گیا اور لقا کے تخت کے سامنے ان سب کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا گیا۔ اس موقع پر عمرؤ نے کھڑے ہو کر ان میں سے ایک ایک کا تعارف کرایا۔ سارے قیدی غضب ناک نگاہوں سے عمرؤ کو گھورتے اور خون کا گھونٹ پیتے رہے۔ تعارف ختم کرتے ہوئے آخیر میں عمرؤ نے کہا:

"آقائے ولی نعمت، امیر حمزہ کی شہرت انھی اکتیس بہادروں کے دم سے قائم رہی ہے۔ یہ سب اتنے طاقت ور اور دلیر جنگ جو ہیں کہ اگر انھیں آزاد چھوڑ دیا جائے تو نہتے ہونے کے باوجود یہ حضور کے محافظوں کے لشکر میں تہلکہ مچا دیں۔ حضور کے پہلوان ان میں سے ایک پر بھی قابو نہ پا سکیں۔ یہ سب یا تو امیر کے فرزند اور فرزندوں کے فرزند ہیں یا اُن کے عزیز، ساتھی اور دوست۔ ان کے قید ہونے کی خبر سُن کر امیر کا خون کھول اٹھے گا۔ لیکن جب وہ انھیں رہائی دلانے میں خود کو بے بس پائیں گے تو ان کے زندہ اور محفوظ رہنے پر ہی خدا کا شکر بجا لائیں گے۔ اور

ان کی سلامتی کی خاطر کسی بھی شرط کو تسلیم کرنے سے انکار نہ کر سکیں گے۔

"شرم اے عمرؤ شرم!" ہاشم تیغ زن نے شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے کہا "کیا تیرے دیدوں کا پانی بالکل ہی ڈھل گیا ہے؟ تُو نے قومی غیرت کا مذاق اُڑایا۔ لقا کی بندگی اختیار کی، امیر سے غدّاری کی، دوستی اور وفاداری کی آبرو برباد کی، ہمیں سوتے میں اٹھا لایا۔ اور یہاں کا قیدی بنایا۔ کیا ان سب باتوں پر بھی تیرا دل مطمئن نہیں ہوا جو اب جھوٹی خدائی کے دعویدار خُدا کے اس ملعون بندے لقا کو اور سرکشی پر اُکسا رہا ہے؟ کیا تُو ہمیں اسی لیے یہاں لایا ہے کہ امیر پر دباؤ ڈال کر من مانی شرطیں منوائے؟"

"ہاں۔ اے فرزندِ امیر یہی بات ہے۔" عمرؤ نے ڈھٹائی سے آنکھیں ملاتے ہوئے شہزادہ ہاشم سے کہا۔ "تم سب یہاں بطور یرغمال رہو گے۔ شرط یہ ہو گی کہ امیر طلسم فتح کرنے کے ارادے سے باز آئیں اور خاموشی کے ساتھ وطن چلے جائیں۔ اگر انھوں نے یہ بات نہ مانی تو تم سب اسی حالت میں قتل کر دیئے جاؤ گے۔ لیکن اگر انھوں نے معاہدہ کر لیا تو رہائی پاؤ گے۔"

"لعنت ہو تجھ پر۔" ہاشم عمرؤ کی جانب نفرت سے تھوکتے

ہوئے بولے "کاش میں آزاد ہوتا اور تجھے اس غداری کا یہیں مزہ چکھاتا۔ یاد رکھو، ہم سب جان دینا قبول کریں گے مگر امیر کی بات نیچی نہ ہونے دیں گے۔ وہ ایک دن ضرور اس طلسم کو خاک میں ملائیں گے۔ ہم زندہ رہیں یا مر جائیں تم اپنے انجام سے ہرگز نہ بچ سکو گے۔ بس یا تو تم سب اپنی غلطیوں پر پچھتاؤ، دل سے ایمان لے آؤ یا پھر اپنی تباہی کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"لے جاؤ ان گستاخوں کو۔" لقا نے سپاہیوں کو اشارہ کرتے ہوئے غصے سے کہا "چوکسی کے ساتھ ان پر نظر رکھو۔ ویسے یقین رکھو۔ امیر حمزہ کا طلسم میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ پھر بھی اگر کسی طرح یہ ممکن ہو جائے تو جیسے ہی امیر کے داخلے کا غلغلہ بلند ہو، ہرگز دیر نہ کرنا فوراً ان سارے قیدیوں کے سر تن سے جدا کر دینا۔ بس جاؤ۔ یہی تمھارے لیے آخری حکم ہے۔"

سپاہی قیدیوں کو لے کر دربار سے باہر نکل گئے تو لقا نے عمرو سے کہا "اے یار وفادار! تجھ سے زیادہ آج تک کسی نے مجھے خوش نہیں کیا۔ اس وقت سے لے کر آئندہ کا ہر معاملہ میں تجھ پر چھوڑتا ہوں۔ اب بتا، قیدیوں اور امیر کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے اور آئندہ کے

لیے کیا ارادہ ہے؟"

"عالم پناہ، میں قیدیوں کے مزاج اور ان کی فطرت سے خوب واقف ہوں۔ ان کی نگرانی اور دیکھ بھال میرے حوالے کی جائے۔ تاکہ میں آزادی کے ساتھ ان کے پاس آ جا سکوں اور انھیں معاہدے کے لیے رضامند یا حضور کا خیر خواہ بنا سکوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج سے اب مجھے صرف امیر حمزہ کو قابو میں کرنے کی فکر رہے گی۔ ہر چند کہ ان کو گرفتار کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ لیکن میں اس کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔ اگر ان پر میرا وار چل گیا تو اندیشے کی جڑیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گی۔ ورنہ آخری طور پر ہم انھیں معاہدہ کرنے پر تو مجبور کر ہی دیں گے بہر حال، عالم پناہ کو اب ہرگز کوئی اندیشہ دل میں نہ لانا چاہیے۔ ہماری کامیابی کو اب دنیا کی کوئی طاقت ناکامی میں نہیں بدل سکتی۔"

لقا، عمرو کی اس بات سے بہت خوش ہوا اور اسی وقت قیدیوں کے بارے میں عمرو کی خواہش کے مطابق حکم جاری کر دیا۔ دوپہر کا کھانا عمرو نے لقا کے ساتھ کھایا اس کے بعد محل سے باغ میں آیا۔ یہاں کچھ دیر جشن کے تماشوں کے مزے لے کر سیدھا قید خانے گیا اور قیدیوں

کو لقا سے تعاون کرنے کا لیکچر دینا شروع کر دیا۔ اس کی اس بکواس سے شہزادہ علم شاہ شیر کی طرح غراتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہونے کے باوجود عمرو پر ٹوٹ پڑے گا۔ محافظ سپاہیوں نے اس کے یہ تیور دیکھ کر فوراً نیزے تان لیے مگر شہزادے پر ان نیزوں کا کوئی رعب نہ تھا۔ وہ نیزے کاٹتا ہوا بڑھتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ عمرو سے چار قدم کے فاصلے تک آ پہنچا۔ اس کے تیوروں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ عمرو کے بھرپور ٹکر مارنے والا ہے سپاہیوں نے نیزے اس کی جانب لمبے کرنے کے لیے ہاتھوں کو جنبش دی۔ اسی لمحے عمرو نے سپاہیوں کو پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پہریداروں کی آنکھ بچا کر شہزادے کی جانب ایک تہ کیا ہوا کاغذ پھینکا اور آنکھ ماری شہزادے نے کاغذ کے نیچے گرتے ہی اس پر اپنا پیر رکھ دیا اور اسی جگہ جم کر کھڑا ہو گیا۔

عمرو کچھ دیر اور لیکچر دیتا رہا مگر پھر نہ تو شہزادہ علم شاہ نے کوئی حرکت کی اور نہ دوسرے قیدیوں نے سب خاموشی کے ساتھ اس کی بکواس سنتے رہے۔ آخیر میں عمرو نے پہریداروں کو ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے کی ہدایت کی اور پھر اطمینان کے ساتھ رخصت ہو کر اپنے بنگلے میں چلا گیا۔ اس کا بنگلہ قیدخانے

سے زیادہ دور نہ تھا وہ دراصل محافظوں کے سپہ سالار کی رہائش گاہ تھی جسے لقا کے حکم کے مطابق عمرو کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ باغ میں اس سے زیادہ آرام دہ، خوبصورت اور شاندار دوسری کوئی عمارت نہ تھی۔

عمرو نے جب علم شاہ کو آنکھ مارتے ہوئے کاغذ اس کی طرف پھینکا تھا تو کئی دوسرے قیدیوں نے بھی اس کی یہ حرکت دیکھ لی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ علم شاہ کے علاوہ وہ سب بھی خاموش ہو گئے تھے۔ عمرو کے جانے کے بعد پہریداروں کی نگاہ بچا کر باری باری جب انھوں نے وہ کاغذ پڑھا تو ان کی حیرت اور خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی وہ اس کا وہم بھی نہ کر سکتے تھے ظاہری حالات کی بنا پر انھوں نے عمرو کے بارے میں جو رائے قائم کی تھی اس پر وہ دل میں سخت شرمندگی محسوس کر رہے تھے اور اب اس بات کا انھیں مکمل اطمینان ہو چکا تھا کہ ان کا انجام بخیر ہو گا۔

زنبیل کی کرامت

قیدیوں کی تسلی کا بندوبست کرنے کے بعد عمرو کو امیر حمزہ کی فکر ستا رہی تھی۔ اپنے بنگلے میں پہنچ کر جس بے چینی کے ساتھ آج اس نے رات ہونے کا انتظار کیا شاید اس سے پہلے کبھی نہ کیا ہو۔ اگر اس کے بس میں ہوتا تو وہ آج سورج کو کئی گھنٹے پہلے ہی غروب کر دیتا۔ بے چارہ کبھی اٹھتا کبھی بیٹھتا کبھی ٹہلتا اور کبھی ایک کاغذ پر کچھ لکھنے لگتا مگر وقت تھا کہ کاٹے نہ کٹتا تھا۔

بہر حال! جس طرح وقت کے گھوڑے کو چابک مار کر تیز نہیں دوڑایا جا سکتا، اسی طرح لگام کھینچ کر اس کی رفتار بھی کم نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ اپنے وقت پر دن ڈھلا، شام ہوئی اور اپنے وقت پر سورج ڈوبا، رات ہوئی۔ آخر جب آسمان پر آدھی رات کا پھریرا لہرانے لگا تو عمرو خاموشی کے ساتھ بنگلے سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کا رخ فصیل کے دروازے کی جانب تھا۔ باغ کے چپے چپے میں طلسمی قمقمے جگمگا رہے تھے۔ رقص اور راگ کی محفلیں گرم تھیں محافظ سپاہی دل کھول کر جشن منا رہے تھے۔ ان کے درمیان سے گزر کر قدم بہ قدم چلتا ہوا عمرو پھاٹک تک پہنچا۔ اس کے بعد کا راستہ اس نے ہرنوں کی طرح لمبی لمبی چھلانگیں لگاتے ہوئے طے کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ تینوں طلسمی میدان پار کر کے امیر حمزہ کی لشکر گاہ کے قریب جا پہنچا۔ یہاں ایک لمحہ رک کر اس نے عیاری کی چادر اوڑھی اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا امیر حمزہ کے خیمے کی جانب چل دیا۔

آج لشکر گاہ کے باہر چوکسی کرنے والے دستوں کے علاوہ اندر کوئی پہرا چوکی نہ دکھائی دے رہی تھی۔ ہر خیمے میں مشعلیں روشن تھیں۔ ہر سمت سے تلاوت، تسبیح اور حمد و مناجات کی آوازیں آ رہی تھیں۔ امیر کے خیمے کے گرد بے شک کچھ سپاہی کھڑے تھے۔ مگر عیاری کی چادر کی وجہ سے وہ عمرو کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ عمرو بے فکری کے ساتھ ان کے درمیان سے گزرتا ہوا امیر کے سامنے جا پہنچا۔ اس وقت وہ نماز تہجد ادا کر رہے تھے۔ عمرو ان سے کافی دور ایک مونڈھے پر بیٹھ گیا۔ اور ان کے غافل ہونے کا انتظار کرنے

لگا۔ نماز سے فارغ ہو کر امیر تلاوت کرنے لگے پھر کچھ دیر
تسبیح پڑھتے رہے۔ اس کے بعد حمد و مناجات اور درود و
سلام میں مشغول ہو گئے۔ خاصی دیر بعد جب رات کی سیاہی
پھیکی پڑنے لگی تو امیر کے پپوٹے بھاری ہونے لگے۔ رہ رہ
کر نیند کے جھونکے آنے لگے۔ آخر کار وہ جا نماز پر ہی دراز
ہو گئے۔ عمرو اسی موقع کا منتظر تھا۔ وہ مونڈھے سے اٹھا
اور سانس روک کر امیر کی جانب بڑھنے لگا۔ قریب پہنچتے ہی
اُس نے اپنی زنبیل میں ہاتھ ڈالا اور تہ کیا ہوا ایک کاغذ نکالا۔
کاغذ میں ایک سوئی پروئی ہوئی تھی۔ اس نے سوئی کی مدد
سے پھرتی کے ساتھ کاغذ کو امیر کے کرتے میں سینے کے
قریب نتھی کر دیا۔ اور پھر جس طرح آیا تھا خاموشی سے باہر نکل
گیا۔ بس آج لشکر میں اس کا اتنا ہی کام تھا جو فکر تیسرے
پہر دن سے اُسے بے چین کیے ہوئے تھی وہ جاتی رہی۔ وہ
طلسم کی جانب روانہ ہو گیا۔ پھاٹک میں داخل ہوتے ہی اُسے
ابنِ ادنیٰ نظر آیا۔ اس نے اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا:
"کہیے خواجہ جی، آج کیا رہا؟"
"کچھ نہیں" عمرو نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا "امیر حمزہ
پر ہاتھ ڈالنے کا ارادہ تھا مگر موقع ہی نہیں ملا۔"
"خیر کل سہی۔ آپ جس کے پیچھے پڑ جائیں وہ کب تک بچ

سکے گا۔" ابنِ ادنیٰ بولا۔
"ہاں۔ آج تک تو یہی ہوا ہے۔" عمرو نے فکر مندی کے
ساتھ کہا "مگر امیر حمزہ کو آج میں نے جس طرح عبادت کرتے
دیکھا ہے اس سے میرا دل کچھ پریشان ہو رہا ہے۔"
"کیوں؟ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟ مصیبت
میں ہر ایک یہی کرتا ہے۔" ابنِ ادنیٰ عمرو کا دل بڑھاتے
ہوئے بولا۔
"بات یہ ہے کہ امیر حمزہ جب بھی اس طرح عبادت کرتے
ہیں غیبی طاقت ان کی مدد کرتی ہے۔" عمرو نے اُداس لہجے
میں جواب دیا اور پھر چلتے ہوئے بولا "خیر جو ہو گا دیکھا
جائے گا۔ اب جاتا ہوں نیند آرہی ہے۔"
ابنِ ادنیٰ رخصت ہو کر پیلے خزانے کی عمارت میں داخل
ہو گیا اور عمرو نے مسکراتے ہوئے اپنے بنگلے کی راہ لی۔ رات
بھر جشن منانے والے سپاہی باغ میں بے ہوش پڑے تھے
اُدھر لشکر میں فجر کی اذان کا غلغلہ بلند ہوتے ہی امیر
حمزہ چونک پڑے۔ وضو کے ارادے سے اُٹھتے ہوئے
انھوں نے کرتے کا دامن جو درست کیا تو سینے میں سوئی کی
نوک چبھ گئی۔ سینے پر نگاہ ڈالتے ہوئے انھوں نے وہ
کاغذ دیکھا جو عمرو ان کے گریبان میں نتھی کر گیا تھا۔ انھوں

نے یہ کاغذ نکالا اور شمع کے قریب پھیلا کر غور سے دیکھنے لگے۔ لکھا تھا:-

"اے امیر حمزہ! جن ظاہری حالات کو آپ اپنے خلاف سمجھ رہے ہیں، وہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق آپ کے حق میں ہیں۔ آپ کے فرزند اور سردار ہر طرح خیریت سے ہیں۔ طلسم کی فتح حیدرِ کرارؓ کی تلوار کے بغیر ناممکن ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعے اسے حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔ اس کے بعد ہی طلسم کا رخ کیجیے۔ احتیاط رکھیے زبان سے اس بارے میں ایک لفظ ادا نہ ہو۔ طلسم کے اردگرد منہ سے نکلنے والی ہر بات طلسم میں موجود لوگوں کو معلوم ہو جاتی ہے۔ فقط آپ کا غلام عمرو عیار۔"

یہ تحریر پڑھتے ہی امیر حمزہ خوشی سے اچھل پڑے۔ پریشانی اور اداسی جاتی رہی۔ اطمینان کے ساتھ وضو کر کے انھوں نے نمازِ فجر ادا کی اور اس کے بعد یہ نیت کر کے سجدے میں گر گئے کہ جب تک مطلب حاصل نہ ہوگا سر نہ اٹھاؤں گا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ان کا دماغ خوشبو سے معطر ہو گیا۔ اسی لمحے انھیں اپنی پیٹھ پر ایک تھپکی محسوس ہوئی۔ وہ سمجھ گئے کہ دعا قبول ہوئی۔ سر اٹھا کر جو دیکھا تو سجدہ گاہ کے سامنے حضرت علیؓ کی تلوار جگمگا رہی تھی۔ اس کے قریب ہی

ایک بازوبند بھی رکھا تھا جس میں 'اسد اللہ الغالب' کے الفاظ نقش تھے۔ امیر نے بے ساختہ ایک سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر خیمے میں چاروں طرف نگاہ دوڑانے لگے۔ خیمے کے اندر ان کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ حضرت خضرؑ تلوار پہنچا کر رخصت ہو گئے ہیں۔

سورج طلوع ہو چکا تھا۔ طلسم کے اندر چند پہرے داروں اور قیدیوں کے سوا سب لوگ نیند میں مدہوش تھے۔ رنگ محل اور باڈی گارڈ کے باغ میں سناٹا طاری تھا۔ اچانک طلسم کی فصیل سے شور بلند ہوا "ہوشیار! حمزہ طلسم کی جانب بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ ہوشیار! حمزہ طلسم کی جانب بڑھتا چلا آ رہا ہے۔"

یہ آوازیں اتنی زوردار تھیں کہ آن واحد میں سویا ہوا باغ اور رنگ محل سب جاگ اٹھے۔ ابنِ ادنیٰ بھاگا ہوا عمرو کے پاس آیا۔ اسے سوتے سے اٹھایا۔ عمرو نے اٹھتے ہی داروغہ قید خانہ کو طلب کیا۔ داروغہ آیا تو عمرو نے اسے حکم دیا کہ فوراً سارے قیدیوں کو لے کر فصیل پر جا پہنچے۔ اس کے بعد عمرو اور ابنِ ادنیٰ رنگ محل کو چل دیے۔ وہاں لقا دیوانِ خاص میں پہنچ چکا تھا۔ فرامرز، بختیارک اور محافظ فوج کا سپہ سالار اس کے سامنے دست بستہ حاضر تھے۔ عمرو کو دیکھتے ہی لقا

نے کہا:

"کیا رات تم حمزہ کے لشکر میں گئے تھے؟"

"جی ہاں خداوند، مگر مجھے امیر پر وار کرنے کا موقع نہ مل سکا" عمرو نے کہا

"کہیں تم اپنا طلسمی ہار تو وہاں نہیں بھول آئے؟" لقا نے عمرو کو گھورتے ہوئے کہا "امیر حمزہ طلسمی میدانوں سے گزرتا ہوا فصیل کی جانب کس طرح چلا آ رہا ہے؟"

عمرو نے اپنے کرتے کے اندر چھپا ہوا ہار نکال کر لقا کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا "ہار تو میرے ہی پاس ہے ضرور کسی غیبی قوت نے امیر کی مدد کی ہے۔"

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" لقا نے کہا۔

"خداوند، فکر کی ضرورت نہیں میری ہدایت پر قیدی فصیل پر پہنچائے جا چکے ہوں گے۔ اگر امیر حمزہ فصیل کے نیچے تک آ پہنچے تو قیدیوں کے سروں پر تلواریں رکھ کر ہم انھیں معاہدہ کرنے پر مجبور کر دیں گے" عمرو نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہو اگر حضور بھی فصیل پر تشریف لے چلیں۔"

"شاباش" لقا کے منہ سے نکلا "معقول تجویز ہے چلو۔"

یہ کہہ کر لقا بڑی شان کے ساتھ دربار کے بیرونی دروازے کی جانب قدم اٹھانے لگا۔ وزیر، محافظ فوج کا سالار، فرامرز اور بختیارک اس کے پیچھے ہو لیے سب کے آخر میں ابن ادنی اور عمرو تھے۔ لقا نے دروازے کے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ راہداری کے نگاہوں سے اوجھل حصے سے دو سپاہی ایک سفید براق گھوڑے کو لے کر آگے بڑھے اور سر جھکا کر لقا کے سامنے کھڑے ہو گئے لقا نے گھوڑے کے قریب پہنچ کر اس کی گردن تھپتھپائی اور رکاب میں پاؤں ڈال کر بڑی شان سے سوار ہو گیا سپاہی گھوڑے کو لے کر آگے بڑھ گئے۔ اسی جگہ فوراً ہی دو دوسرے گھوڑے لگا دیے گئے۔ ایک پر لقا کا وزیر سوار ہوا، دوسرے پر سپہ سالار۔ ان کے آگے بڑھتے پر پھر دو گھوڑے لائے گئے اور ان پر شاہ فرامرز اور بختیارک سوار ہوئے۔ آخری دو گھوڑے عمرو اور ابن ادنی کے لیے تھے۔ وہ دونوں بھی سوار ہو کر لقا کے قافلے کے ساتھ چل دیئے۔ شاہی محافظوں کا ایک دستہ اس قافلے کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چل رہا تھا۔ راہداری اور ایک ہال طے کر کے وہ چبوترے پر آ گئے۔ مسلح سواروں کا ایک چاق و چوبند دستہ چبوترے کے نیچے ان کا منتظر

تھا۔ جونہی یہ سب سیڑھیوں سے گزر کر نیچے پہنچے انھیں ہر
طرف سے اپنے نرغے میں لے کر محافظ سوار فصیل کے
دروازے کی طرف چل دیئے۔

فصیل پر پہنچنے میں انھیں زیادہ دیر نہ لگی۔ پھر بھی وہ
اس وقت پہنچے جب امیر حمزہ حیدر کرارؓ کی تلوار سے فصیل کے
پھاٹک پر وار کر رہے تھے۔ پھاٹک کے فولادی پٹ پر تلوار
کا وار جس جگہ بھی پڑتا شگاف ہو جاتا۔ مگر پھر دیکھتے ہی
دیکھتے وہ پہلا جیسا ہموار ہو جاتا۔

"اے امیر حمزہ" عمرو یہ منظر دیکھ کر بے ساختہ چلایا۔"
سامنے آپے کا سر نہ کھپا۔ یہ دروازہ تو قیامت تک نہ توڑ سکے
گا۔ عقل سے کام لے اور خداوند سے معافی مانگ لے۔ بس اسی
میں تیری اور تیرے ساتھیوں کی نجات ہے۔"

یہ یقین رکھتے تھے کہ جس طرح وہ باہر کے تینوں طلسمی
میدانوں کو عبور کر آئے ہیں اسی طرح فصیل کے اندر بھی جا
پہنچیں گے۔ مگر پھاٹک کے نہ ٹوٹنے پر وہ سخت حیران ہو رہے
تھے۔ عمرو کی آواز ان کے کانوں میں آئی تو وہ سمجھ گئے کہ
دال میں کچھ کالا ہے۔ پھاٹک سے پیچھے ہٹ کر انھوں نے
نے فصیل کے اوپر نگاہ دوڑائی۔ میدان پر تیروں پتھروں
اور آگ کی بارش کرنے والے تینوں طلسمی پتلے یعنی شامول

زنخ اور لوماگ ساکت ہو گئے تھے۔ ان کے دائیں بائیں کئی
قطاروں میں بہت سے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ ایک جانب
تھا اپنے وزیر، شاہ فرامرز، بختیارک، ابنِ ادنیٰ اور عمرو کے ساتھ
محافظوں کے درمیان کھڑا تھا۔ اور دوسری جانب —— اس
طرف دیکھتے ہی امیر کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ ان کے فرزند
اور نامور سردار زنجیروں میں جکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور
ان سب کے سروں پر سپاہی ننگی تلواریں لیے اشارے
کے منتظر کھڑے تھے۔ امیر نے گھبرا کر عمرو کی طرف دیکھا۔
اس نے امیر کو آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے چلا کر کہا:

"اے حمزہ، طلسم فتح کرنے کا خیال دل سے نکال دے
فوراً ڈیرے اٹھا اور وطن کی راہ لے اگر تو نے خداوند لقا
کی یہ بات مان لی تو ہر چھ مہینے بعد تیرے فرزند اور سردار
دو چار چار کی ٹولی میں رہا کیے جاتے رہیں گے۔ لیکن اگر تو
نے یہ بات نہ مانی، دوبارہ پھر ادھر کا رُخ کیا تو تیرے فصیل
کے قریب پہنچتے ہی سارے قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار
دیا جائے گا۔ ٹھنڈے دل سے سوچ کر بتا، تو کیا چاہتا ہے؟"

عمرو کی آنکھ کا اشارہ امیر حمزہ نے دیکھ لیا تھا۔ وہ سمجھ
گئے کہ موقع کا تقاضا یہی ہے کہ فی الحال یہاں سے
واپس چلا جاؤں۔ کچھ دیر خاموش رہ کر انھوں نے کہا:

"میں قیدیوں کی سلامتی چاہتا ہوں۔ لیکن آخری فیصلہ اپنے
لشکر سے مشورہ کے بعد کروں گا۔"

"ٹھیک ہے،" عمرو بولا "تمہیں دو دن کی مہلت دی
جاتی ہے۔ واپسی کا فیصلہ کیا تو تمہیں تحفے بھی دیئے جائیں
گے۔ دوسری صورت میں فرزندوں اور ساتھیوں کی لاشوں
کے علاوہ کچھ بھی تمہارے ہاتھ نہ لگے گا۔"

امیر حمزہ اپنے لشکر گاہ کی طرف چلے اور فصیل پر عمرو
زندہ باد کے نعرے گونجنے لگے۔ واپسی پر عمرو نے ابنِ ادنیٰ
سے کہا:

"اے ابنِ ادنیٰ، امیر حمزہ بے بس ہو کر اس وقت تو چلا
گیا ہے لیکن اس کے ہاتھ میں حیدرِ کرارؓ کی تلوار دیکھ کر میرا
دل اندر سے سخت بے چین ہے۔ آج رات میں اسے چرانے
کی کوشش کروں گا اور ممکن ہے اس میں میری جان چلی
جائے۔ میں مرنے سے نہیں ڈرتا مگر یہ بات میں کبھی گوارا
نہ کروں گا کہ میرے بعد میری زنبیل اس کے قبضے میں چلی
جائے۔ اس میں میری زندگی بھر کی کمائی ہے۔ جتنی دولت اس کے اندر ہے دنیا
کے کسی بادشاہ کے خزانے میں نہ ہوگی۔ اب میں تجھے اپنا
بھائی بنا چکا ہوں۔ امیر کے بجائے اگر تو میری زنبیل کا مالک
بن جائے تو بے شک مرنے کے بعد بھی میری روح کو سکون

ملے گا۔ مہربانی کر کے کوئی ایسی صورت بتا کہ اگر خدانخواستہ
امیر کسی طرح طلسم میں داخل ہو جائے اور تو پیلے خزانے
کی عمارت میں جا چھپے تو میں ایسی حالت میں اپنی زنبیل تجھ
تک کس طرح پہنچاؤں؟ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تو
مجھے پیلے خزانے کے اندر محفوظ نہیں کر سکتا اور امیر
کسی حالت میں تجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یعنی تو تو بچ جائے
گا۔ مگر امیر ہرگز مجھے جیتا نہ چھوڑے گا۔ مجھے صرف
زنبیل کی فکر ہے۔"

زنبیل کی کرامت پر ابنِ ادنیٰ کا دل ویسے ہی ریجھا ہوا
تھا۔ اس کے اندر کی دولت کا ذکر سن کر اس کے منہ میں
پانی بھر آیا۔ لالچ نے اس کے دل میں اتنی بے ایمانی پیدا
کر دی کہ وہ دعا کرنے لگا "کاش امیر حمزہ کسی طرح طلسم میں
داخل ہو جائے اور اس سے گھبرا کر عمرو زنبیل میرے حوالے
کر دے۔ بھلے عمرو اور لقا وغیرہ سب امیر کے ہاتھوں مارے
جائیں، مجھے کیا۔ میں تو پیلے خزانے میں محفوظ رہوں گا اور
امیر حمزہ کے جانے کے بعد عمرو کی دولت سے عیش کروں گا۔"

ابنِ ادنیٰ نے دل ہی دل میں خوش ہو کر کہا "تم اس
کی بالکل فکر نہ کرو۔ بس اپنی چھنگلی میں سے ذرا سا خون
نکال دو۔ یہ خون میں منتر پڑھ کر پیلے خزانے کے پچھلے حصے

کے ایک پتھر کے شیر کی ناک میں ٹھونس دوں گا۔ جب ایسا نازک وقت آئے تو تم اس شیر کے سامنے دس گز کے فاصلے پر کھڑے ہونا۔ شیر منھ پھاڑے تمھارے پاس آئے گا۔ تم بے جھجک زنبیل اس کے منھ میں ڈال دینا جیسے ہی شیر پلٹ کر اپنی جگہ پر واپس ہوگا زنبیل فوراً مجھ تک پہنچ جائے گی۔"

یہ کہہ کر ابنِ ادنیٰ نے اپنا خنجر نکال کر عمرؤ کے ہاتھ میں دے دیا۔ عمرؤ نے خاموشی کے ساتھ اپنے بائیں ہاتھ کی چھنگلی پر اس سے خراش لگائی۔ خون کے قطرے نکلنے لگے تو ابنِ ادنیٰ نے انھیں خنجر کی نوک پر سمیٹ لیا۔ اس کے بعد وہ پہلے خزانے کی طرف اور عمرؤ اپنے بنگلے کی طرف چلے گئے۔ اپنے اپنے دل میں دونوں ہی خوش تھے۔

آدھی رات گزرنے کے بعد عمرؤ امیر حمزہ کے لشکرگاہ کی طرف چل دیا۔ امیر اپنے خیمے میں ٹہلتے ہوئے بے چینی کے ساتھ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ وہ ضرور آئے گا اور انھیں طلسم کے اندر پہنچانے کا کوئی بندوبست کرے گا۔ وہ سر پر خود اور بدن پر زرہ لگائے ہوئے تھے۔ کمر سے نیام لٹک رہی تھی جس میں سے جیاہرکر اژم کی تلوار کا قبضہ نکلا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

رات ڈھلی جا رہی تھی امیر ہوا کی ہلکی سی سرسراہٹ

پر بھی چونک کر خیمے کے دروازے کی طرف غور سے دیکھنے لگتے۔ اچانک دروازے کا پردہ ذرا سا اُٹھا اور پھر گر کر لہرانے لگا۔ ہوا کا ایک جھونکا خیمے کے اندر داخل ہو کر پھیل گیا۔ امیر چونک کر دروازہ کی جانب دیکھنے لگے۔ اس مرتبہ ان کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ عمرؤ خیمے میں داخل ہو چکا تھا۔ جوں ہی اس نے چادر کو سر سے الگ کیا' صاف نظر آنے لگا۔ امیر حمزہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ عمرؤ نے فوراً منھ پر ایک اُنگلی رکھ کر انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ امیر نے اپنے جوش پر قابو پا لیا۔ دُوسرے ہی لمحے عمرؤ نے زنبیل بغل سے نکال کر دکھاتے ہوئے انھیں بستر پر لیٹ جانے کا اشارہ کیا۔ امیر اس کا مطلب سمجھ گئے۔ ان کا چہرہ چمک اُٹھا۔ خوشی خوشی بستر پر جا لیٹے۔ عمرؤ نے فوراً ہی انھیں پیر کی جانب سے زنبیل میں کھسکانا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ زنبیل کے اندر تھے۔ عمرؤ نے جلدی جلدی زنبیل کو کاندھے پر لٹکا کر بغل میں دبایا' چادر اوڑھی اور غائب ہو گیا۔

اس مرتبہ طلسم کے دروازے میں داخل ہوتے وقت عمرؤ نے چادر نہیں اُتاری اس نے امیر کو زنبیل سے باہر نکالا اور خود اسی حالت میں پوری قوت سے بھاگتا ہوا قید خانے کی جانب ہو لیا۔ جیسے ہی امیر زنبیل سے باہر نکلے طلسم میں شور مچ گیا "ہوشیار! حمزہ طلسم میں داخل ہو گیا۔ ہوشیار! حمزہ طلسم میں داخل ہو گیا!"

ابنِ ادنیٰ جو پہلے خزانے کی عمارت کے باہر عمرؤ کی واپسی کا منتظر

تھا یہ آوازیں سنتے ہی عمارت کے اندر جا چھپا۔ باڈی گارڈ کے باغ میں
محافظوں کی فوج اکٹھی ہونے لگی۔ قید خانے کے سارے پہرے دار جمع
ہو کر قیدیوں کے قتل کی تیاری کرنے لگے۔ اور اُدھر دروازے کے
قریب طلسمی سوار امیر حمزہ پر ٹوٹ پڑے۔ عمرو کے لیے یہ بڑا نازک لمحہ تھا۔
وقت بے حد کم تھا۔ مگر اتنے مختصر وقت میں ہی اسے قیدیوں کی زنجیریں
کاٹنا تھیں، انھیں ہتھیار دینے تھے اور پھر پلٹ کر امیر حمزہ اور اپنی
اورنی کی خبر لینی تھی۔

وہ ہوا کی طرح اُڑتا ہوا آیا اور پہرے داروں کے قید خانے میں
داخل ہونے سے پہلے دیوار پھاند کر قیدیوں تک جا پہنچا۔ شور اور ہنگامے
کی آواز سُن کر سارے قیدی جاگ چکے تھے۔ اتفاق سے قیدیوں کو جن
زنجیروں میں جکڑ کر رکھا گیا تھا وہ سب جادو کی تھیں۔ عمرو انھیں آری
سے کاٹنے میں ناکام ہوا تو جادوئی بار ان پر رگڑنے لگا۔ دیکھتے ہی
دیکھتے ساری زنجیریں کٹ کر الگ ہو گئیں۔ اتنے میں سپاہیوں کا ایک
گروہ پھاٹک کھول کر قیدیوں کو باہر قتل گاہ میں جانے کے لیے اندر
آیا اور حوالات کی طرف بڑھنے لگا۔ عمرو نے قیدیوں کو تو چھوڑا، جھٹ
چادر اوڑھ کر باہر نکلا اور پھرتی کے ساتھ پھاٹک بند کر کے تالا
لگا دیا۔ اندر رہ جانے والے سپاہی پچاس سے زیادہ نہ تھے۔ عمرو
کو یقین تھا کہ قیدی ان سے آسانی سے نپٹ لیں گے اور اپنے
ہتھیاروں کا مسئلہ خود ہی حل کر لیں گے۔ انھیں اسی حال میں چھوڑ

وہ تیر کی طرح طلسم کے دروازے کی طرف بھاگا۔ اب ایک
جانب قید خانے میں شہزادہ ہاشم تیغ زن، شہزادہ علم شاہ، شہزادہ
نورالدہر، شہزادہ ایرج اور شہزادہ اسد، لندھور، مہلیل، مندوبل
بہرام، جمہور اور مالک اژدر وغیرہ کی للکاریں گونج رہی تھیں۔
اور دوسری جانب فصیل کے دروازے پہ امیر حمزہ شمشیر حیدر کرار سے
طلسمی سواروں کے پرخچے اُڑا رہے تھے۔ جلد ہی امیر کو یہ اندازہ
ہو گیا کہ طلسمی سواروں کو لڑانے والے چاروں سردار جادوگر
ہیں۔ جب تک ان کا خاتمہ نہ کیا جائے گا طلسمی سوار ٹکڑے
ٹکڑے ہونے کے باوجود ان سے اُلجھتے رہیں گے۔ یہ رائے
قائم کرتے ہی امیر نے سب سے پہلے پرازمان کی جانب یلغار
کی۔ اُن کی راہ میں کوئی طلسمی سوار حائل نہ ہو سکا۔ دیکھتے ہی
دیکھتے تلوار پرازمان کے سر پہ بجلی بن کر گری اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔
اس کے مرتے ہی ایک ہولناک دھماکے کے ساتھ اس کے
سارے طلسمی سوار پھٹ کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے۔ اس کے بعد راؤمان
کی باری آئی۔ پھر ظطورمان اپنے انجام کو پہنچا۔ آخر میں مسخرہ اجگر
اپنے طلسمی سواروں سمیت شمشیر علیؓ کا لقمہ بنا۔ ان سب
سے نپٹ کر امیر پہلے خزانے کی عمارت کی طرف بڑھنے لگے لیکن
ابھی وہ اس کی حد میں نہ پہنچے تھے کہ ایک درخت کی اوٹ میں
انھیں عمرو نظر آ گیا۔ وہ اس جگہ اس وقت آیا تھا جب امیر راؤمان

کو قتل کر رہے تھے۔ پہلے خزانے کے محافظ پتھر کے مجسمے حرکت میں آچکے تھے۔ عمرو نہیں چاہتا تھا کہ امیر ان مجسموں سے اُلجھ کر وقت ضائع کریں۔ اس نے امیر کو پھر زنبیل میں رکھا اور چکر کاٹ کر پہلے خزانے کے پچھلے حصے کی طرف جا پہنچا۔ اچانک ایک بہت بڑا پتھر کا شیر منہ پھاڑے عمرو کی طرف بڑھنے لگا۔ اس شیر کی ہیبت سے عمرو کا دل کانپ اٹھا۔ اُسے وہم ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس شیر کے منہ میں امیر کو کوئی گزند پہنچے۔ مگر جب شیر اس کے قریب پہنچ کر بے حس و حرکت کھڑا ہو گیا تو اس کا وہم جاتا رہا۔ بغل سے زنبیل نکال کر اور اُس کا منہ اچھی طرح باندھ کر اس نے شیر کے منہ میں ڈال دی۔ شیر منہ پھیلائے ہوئے پلٹا اور اپنی جگہ جا کر کھڑا ہو گیا۔ اب ایک ایک پل عمرو کے لیے پہاڑ جتنا تھا۔ دھڑکتے ہوئے دل سے وہ امیر حمزہ اور ابنِ ادنی کے انجام کا اِنتظار کرنے لگا۔ اُسے یقین تھا زنبیل پاتے ہی ابنِ ادنی لالچ میں آکر اسے اُلٹ کر اس میں چھپی ہوئی دولت دیکھنے کی کوشش کرے گا اسی موقع پہ امیر باہر نکل کر اس کا کام تمام کر سکتے ہیں۔ مگر یہ بات امیر کو بتانے کا اسے کوئی موقع نہ ملا تھا۔

ایک ڈر اس کے دل میں اس بات کا بھی پیدا ہو رہا تھا کہ کہیں امیر گھبرا کر شیر کے منہ ہی میں زنبیل پھاڑ کر باہر نکلنے کی کوشش نہ کر بیٹھیں۔ اس طرح وہ ہرگز ابنِ ادنی تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ عمرو ابھی اندیشوں میں تھا کہ یکایک کانوں کے پردے پھاڑ دینے والا خوفناک دھماکا ہوا۔ ہر طرف تاریکی اور گرد چھا گئی۔ رونے اور چیخنے کی دردناک آوازیں گونجنے لگیں آخر میں ایک حسرت ناک صدا بلند ہوئی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

"افسوس ابنِ ادنی ہلاک ہوا۔ طلسم ہزار شکل برباد ہوا۔"

یہ آواز سنتے ہی عمرو کا دل خوشی سے ناچ اُٹھا۔ وہ چیخ چیخ کر امیر حمزہ کو آوازیں دینے لگا۔ اچانک ایک جانب سے امیر حمزہ دوڑتے ہوئے آ گئے۔ عمرو نے انھیں دیکھتے ہی دونوں ہاتھ پھیلا دیئے قریب پہنچ کر ایک پل کے لیے امیر کچھ جھجکے مگر پھر بے اختیار عمرو سے لپٹ گئے۔ کافی دیر تک دونوں بچپن کے دوست بڑے جوش کے ساتھ کاندھے بدل بدل کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے رہے۔ آخر عمرو کو زنبیل واپس کرتے ہوئے امیر نے کہا:

"عمرو بھائی میں تم سے سخت شرمندہ ہوں۔ جلد بازی میں میں تمھیں غدار سمجھ بیٹھا تھا۔ مجھے معاف کر دو۔"

"چلو معاف کیا۔" عمرو نے کہا "مگر آئندہ جو چیز جیسی دکھائی دے فوراً اُس کو ویسا ہی مت سمجھ لینا ــــ اب چلو ذرا ساتھیوں

کو دیکھیں۔ للکاروں اور نعروں کی آوازیں آرہی ہیں۔ شاید
محافظ ڈٹ کر لڑ رہے ہیں۔ کہیں لقا ان کے ہاتھ سے نہ نکل
جائے۔"

یہ کہہ کر عمرو باغ کی سمت دوڑنے لگا۔ امیر بھی حیدر کرار
کی تلوار ہوا میں لہراتے ہوئے اس کے ساتھ ہی ہو لیے۔ کچھ ہی
دیر بعد وہ ایک ایسے میدان میں جا پہنچے۔ جہاں گھمسان کی جنگ
ہو رہی تھی۔ امیر کے فرزندوں اور سرداروں نے لقا کی محافظ
فوج کو کئی ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور وہ دو چار چار
کی جٹ بنا کر ہر ٹکڑی پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ امیر نے ایک
زوردار نعرہ لگایا اور دشمنوں کے ایک بڑے ہجوم پر ٹوٹ
پڑے۔ امیر کے فرزندوں اور ساتھیوں کے حوصلے اور بلند ہو گئے
مگر محافظ سپاہی بھی بلا کے مرد میدان تھے۔ لڑتے تھے، مرتے
تھے، زخمی ہو کر گرتے تھے مگر پیٹھ دکھانے کا نام نہ لیتے تھے لیکن
صبح ہوتے ہوتے ان کا دم خم ختم ہو گیا۔ آدھے سے زیادہ مارے
گئے۔ باقی زخمی ہو کر گرفتار ہوئے۔

حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اب وہاں نہ کہیں باغ نظر آتا تھا
نہ کوئی فصیل۔ نہ رنگ محل کا کوئی نشان تھا نہ کسی دوسری عمارت
کا۔ ہر طرف ایک لق و دق بیابان تھا۔ پھر مردوں اور زخمیوں کو
دیکھا گیا تو پتا چلا کہ نہ تو ان میں لقا، فرامرز اور بختیارک موجود ہیں

اور نہ لقا کی محافظ فوج کے سارے سپاہی۔

عمرو نے خیال ظاہر کیا "لقا آدھے سپاہیوں کو ساتھ لے
کر فرار ہو گیا ہے۔ لیکن اس کا اس طرح بچ کر چلا جانا اچھا نہیں
ہمیں اس کی فکر کرنی چاہیے اور کسی دوسری جگہ اس کے قدم
جمانے سے پہلے ہی اس کا قصہ پاک کر دینا چاہیے۔ ورنہ وہ ہمیں
طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کرتا رہے گا۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے" لندھور نے کہا "مگر اس وقت ہم
اس کا تعاقب کس طرح کر سکتے ہیں۔ وہ تازہ دم گھوڑوں پر بھاگا
ہے، ہم سب تھکے ہوئے اور پیدل ہیں۔ پھر اس کے محافظوں
کی لڑائی کا بھی ہمیں تجربہ ہو چکا ہے۔ یہ کام ہمیں فی الحال
ملتوی کر دینا چاہیے۔"

"یہاں سے پہلے لشکر گاہ کو چلو۔ وہاں بیٹھ کر سوچا جائے
گا۔" امیر حمزہ نے حکم دیا۔ اس پر سب خاموش ہو گئے۔

سورج کے سر پر آتے آتے وہ لشکر گاہ پہنچ گئے۔ اس بار
ان کے راستے میں نہ وہ میدان آیا جس میں ہر وقت آگ پتھر اور
تیروں کی برسات ہوا کرتی تھی، نہ وہ علاقہ آیا جس میں گرد و غبار
چھایا رہتا تھا اور نہ وہ خطہ ہی آیا۔ جس میں زمین پر سانپ بچھو
اور چیونٹے چھائے رہتے تھے اور مچھروں اور بھنگوں کے جھنڈ
منڈلایا کرتے تھے۔ ابن ادرلی پہلے خزانے اور طلسمی سکوں کے

خاتمے کے ساتھ ان سارے طلسمی شعبدوں کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔

گزشتہ رات امیر کے پُراسرار طور پہ غائب ہو جانے سے لشکریوں کو جو پریشانی ہوئی تھی۔ امیر کو سلامت دیکھ کر جاتی رہی شامیانے میں پہنچتے ہی امیر نے جاسوسوں کو لقا کا سُراغ لگانے کے لیے روانہ کیا۔ اور تین دن رات فتح کا جشن منانے کے احکام صادر کیے حُکم کے مُطابق یہ جشن شایانِ شان طور پہ منایا گیا۔ چوتھے دن امیر نے دربارِ عام مُنعقد کیا۔ اسی موقع پہ جاسُوسوں نے واپس آکر اطّلاع دی کہ لقا کوہِ عقیق کے قریب پہنچ چکا ہے۔ وہاں کا بادشاہ سُلیمان عنبریں زبردست جادُوگر اور جنگجو فوجوں کا مالک ہے۔ اس کی سرحدیں بادشاہ افراسیاب کے مُلک طلسم ہوش رُبا سے ملتی ہیں یہ دونوں بادشاہ لقا کے وفادار اور جاں نثار ہیں۔ یہ خبر سُنتے ہی امیر حمزہ، عُمرو عیّار اور سارے اہلِ دربار سوچ میں ڈوب گئے۔

آگے کیا ہُوا؟

یہ طلسم ہوش رُبا کے دُوسرے حصّے "عُمرو کا بُھوت" میں پڑھیئے۔

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام عبدالسّلام پرنٹر اور پبلشر

عمرو کا بھوت

طلسم ہوشربا سلمان سلیم دوسرا حصّہ

عمرو کا بھوت

اختر رضوی

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی

عمرو کی موت

آپ اس داستان کے پہلے حصّے "عمرو کی غداری" میں پڑھ چکے ہیں کہ جھوٹی خدائی کا دعوے دار لقا امیر حمزہ کے خوف سے طلسم ہزار شکل میں جا چھپتا ہے۔ فرامرز اور بختیارک اس کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن امیر حمزہ وہاں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ آخر طلسم ہزار شکل ان کے ہاتھوں تباہ ہو جاتا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ طلسم کے ساتھ لقا بھی جہنّم واصل ہو گیا۔ مگر تلاش کرنے پر نہ اس کی لاش ملتی ہے نہ کوئی اور نشانی۔ سوچتے ہیں کہ شاید بچ نکلا۔ وہ ہر طرف جاسوس دوڑاتے ہیں۔ کئی دن بعد جاسوس واپس آتے ہیں اور خبر دیتے ہیں کہ لقا اپنے سینکڑوں جاں نثاروں کے ساتھ کوہِ عقیق کی سرحد کے قریب جا پہنچا ہے۔ بادشاہ وہاں کا سلیمان عنبریں ہے جو لقا کی خدائی پر اعتقاد رکھتا ہے۔ طلسم ہوش رُبا کا بادشاہ افراسیاب جادو بھی اس

کا ہم عقیدہ ہے اور سرحدیں دونوں ملکوں کی ایک دوسرے
سے ملی ہوئی ہیں۔ امیر حمزہ اور ان کے سردار یہ باتیں
سن کر سوچ میں پڑ جاتے ہیں۔

اب آگے کا حال سنیے۔

امیر حمزہ کچھ دیر خاموشی سے سوچتے رہے۔ پھر
اہلِ دربار کو مخاطب کرتے ہوئے یوں بولے۔ "دوستو
اور ساتھیو، میں جانتا ہوں کہ گھروں سے نکلے ہوئے
تمھیں مدت گزر چکی ہے۔ بال بچوں کو دیکھنے کے
لیے تمھارے دل تڑپ رہے ہیں۔ خود مجھے بھی وطن
کی یاد ستا رہی ہے۔ بے شک اگر اس مہم میں لقا
کا خاتمہ ہو جاتا تو میں آج ہی تم سب کے ساتھ
واپس روانہ ہو جاتا لیکن جیسا کہ ابھی تم نے
جاسوسوں سے سنا ہے لقا کوہِ عقیق جا پہنچا ہے۔
اگر اس حالت میں ہم وطن پلٹتے ہیں تو ہمیں ہرگز
وہاں چین نصیب نہ ہو گا۔ سلیمان عنبریں اور افراسیاب
جادو کی فوجیں جلد ہی وہاں ہم پر آ ٹوٹیں گی۔ پھر
اگر وہاں ہم نے انھیں شکست بھی دے دی تو بھی
ان کا کچھ نہ بگڑے گا۔ میدانِ جنگ بننے کی وجہ
سے ملک ہمارا برباد ہو گا اور وہ اپنے ملک میں

آرام سے رہتے ہوئے دوسری فوجیں بھیجتے رہیں گے۔
مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ اگر ہم
اسی حال میں لقا کا تعاقب کرتے ہیں تو ایک تو
ہمارا لشکر اور سازوسامان تھوڑا ہے، دوسرے دشمنوں
کے ملکوں اور طلسموں کو فتح کرنے میں کئی برس لگ
سکتے ہیں۔ اس لیے میں کھلے دل سے تم کو اجازت
دیتا ہوں کہ جس کا جی چاہے وطن کی راہ لے اور
جو خوشی سے پسند کرے میرے ساتھ رہے۔ میں
ہر حال میں کوہِ عقیق اور طلسمِ ہوش رُبا کو جاؤں گا۔
جب تک لقا، سلیمان اور افراسیاب کو خاک میں نہ
ملاؤں گا وطن کی جانب قدم نہ اٹھاؤں گا۔ یہ میرا
اٹل فیصلہ ہے۔ مگر اپنے سوا میں تم میں سے کسی کو بھی
اس کا پابند نہیں بناتا۔ میری طرف سے ہر شخص آزاد ہے
جو رہ جائے گا فخر سے اس کو اپنا ساتھی بناؤں گا
جو چلا جائے گا ہرگز اس کے خلاف دل میں میل
نہ لاؤں گا۔ بس مجھے یہی کہنا تھا۔"

امیر حمزہ کی یہ تقریر سن کر جاں نثاروں کا عجیب
حال ہوا۔ کسی کا چہرہ تمتما اٹھا، کسی کی آنکھوں میں
آنسو آ گئے۔ کوئی جوش میں اپنے ہونٹ چبانے لگا۔

کوئی بے چینی کے ساتھ پہلو بدلنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ
سب سنبھلے۔ ہر ایک نے باری باری ایک دوسرے کی
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔ پھر ایک دم کھڑے
ہو کر اور تلواروں کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر چلانے لگے۔

"ہم ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ آیندہ آپ
نے ہمیں غیر سمجھا تو اپنے ہاتھوں اپنی گردنیں کاٹ
ڈالیں گے۔ ہمارے بال بچے اور گھر بار آپ سے بڑھ
کر نہیں۔ آپ ہی کا صدقہ ہیں۔ جب تک یہ نئی مُہم
سر نہ ہو جائے گی، ہرگز دوسرا خیال دل میں نہ آنے
دیں گے بس حکم فرمائیے۔ ہم اسی وقت اسی حال میں
کوچ کرنے کو تیار ہیں۔"

اپنے سرداروں کا یہ جذبہ دیکھ کر امیر حمزہ کا سینہ
فخر سے پھول گیا۔ بے اختیار "مرحبا مرحبا آفریں آفریں"
کے کلمات اُن کی زبان سے ادا ہونے لگے۔ کچھ دیر
بعد سرداروں کے مشورے سے اگلے دن کوہِ عقیق کی
جانب کوچ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ساتھ ہی نامہ بر
کبوتروں کے ذریعے بادشاہ سعد بن قباد کی خدمت میں خط
بھی روانہ کیا گیا۔ خط میں سارا حال طلسم ہزار شکل کی
فتح اور لقا وغیرہ کے فرار کا بیان کیا گیا تھا۔ اور

کوہِ عقیق کی سمت روانگی کی اطلاع دی گئی تھی۔ مُلک
سُلیمان اور مُلک افراسیاب کے حالات درج کیے گئے تھے
اور اپنی بے سروسامانی اور تعداد کی کمی کا اظہار کرتے
ہوئے دعا اور مدد کی درخواست کی گئی تھی۔

دوسرے دن لشکر امیر نے ڈیرہ اُٹھایا اور یلغار
کرتا ہوا منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔ رات ہونے پر وہ
صرف چند گھنٹوں کے لیے آرام کرتے، باقی سارا وقت
چلتے رہتے۔ پانچویں دن ایک سرسبز علاقے میں پہنچ کر
انھوں نے پڑاؤ ڈالا۔ اس موقع پر شہزادہ بدیع الزّمان
کا دل شکار کھیلنے کے لیے تڑپ اٹھا۔ ضد کر کے
انھوں نے امیر سے اجازت حاصل کی اور اپنے ساتھیوں
کے ساتھ جنگل کی راہ لی۔ کچھ دور جانے پر انھیں ایک
ہرن نظر آیا۔ ایسا شوخ اور خوب صورت ہرن شہزادے
نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا وہ اسے زندہ پکڑنے کے
لیے بے تاب ہو گیا۔ ساتھیوں کی مدد سے بڑی جدوجہد
کے بعد اس نے ہرن کو گھیرے میں لے لیا۔ ہرن
نے کسی طرف سے نکلنے کی راہ نہ پائی تو بیچ میں ایک
جگہ جم کر کھڑا ہو گیا۔ شہزادے نے گھیرا تنگ کر کے
اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ہرن چوکنا ہو کر

ادھر اُدھر ضرور دیکھتا رہا مگر پریشانی یا گھبراہٹ اُس
سے بالکل ظاہر نہ ہوتی تھی۔ شہزادے کو یقین ہو گیا
کہ دہشت سے اِس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ہیں اور
وہ چوکڑی بھول گیا ہے۔ قریب پہنچ کر شہزادے نے
کمند کا حلقہ اُس کی طرف پھینکا۔ حلقہ ہرن کی گردن میں
جا پڑا۔ لیکن ابھی شہزادہ کمند کو حرکت دے کر حلقے
کو تنگ نہ کر پایا تھا کہ ہرن نے بجلی کی سی پھرتی سے
ایک جست لی اور حلقۂ کمند سے اِس طرح نکل گیا
جیسے بازی گر کرتب دکھاتے وقت لوہے کے کڑے کے
اندر سے نکل جاتے ہیں۔ شہزادہ اُس کی اِس حیرت انگیز
پھرتی پر حیران ہی ہو رہا تھا کہ ہرن نے ایک چوکڑی
بھری اور تیر کی طرح سنسناتا ہوا اُس کے قریب سے گھیرا
توڑ کر نکل گیا۔ ہرن کی اِس حرکت نے شہزادے کو
تلملا کر رکھ دیا۔ ہوش میں آ کر اُس نے گھوڑے کو
پلٹایا اور ہرن پر جھپٹ پڑا۔ ہرن چھلاوے کی طرح
پھر اُس کی زد سے نکل گیا۔ جنگل کی جانب منہ پھیر
کر طرارے بھرنے لگا۔ شہزادے نے بھی گھوڑے کو اُس
کے پیچھے لگا دیا۔ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے ہوا میں
اُڑتے چلے جا رہے تھے۔ کافی دیر بعد جب شہزادے کو

یقین ہو گیا کہ وہ اس ہرن کو کسی طرح زندہ نہ پکڑ
سکے گا تو غصے میں آ کر اُس نے ترکش سے تیر
نکال کر کمان میں جوڑا، ہرن پر شست باندھی اور پوری
قوت سے کمان کھینچ کر تیر چھوڑ دیا۔ پلک جھپکتے میں
ہرن اُچھل کر زمین پر آ رہا۔ تیر اُس کے گلے میں
پیوست ہو گیا تھا۔ خون کا فوارہ اُس کی گردن سے
چھوٹ پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہلاک ہو گیا مگر شہزادہ
اس کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اُترا ہی تھا کہ
چاروں طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ خوفناک آندھی
چلنے لگی۔ دردناک چیخوں سے جنگل گونجنے لگا اور پھر
ایک زور دار آواز بلند ہوئی: "افسوس کہ میں ہلاک ہوا۔
میرا نام غزال جادو تھا۔"

شہزادے کے ساتھی اُس سے بہت پیچھے رہ گئے
تھے۔ کافی دیر بعد جب وہ اُسے ڈھونڈتے ہوئے اُس
جگہ پہنچے تو بے اختیار اُن کی چیخیں نکل گئیں۔ وہاں
نہ آندھی تھی نہ اندھیرا۔ نہ ہرن تھا نہ گھوڑا۔ زمین
پر ایک جگہ شہزادے کی سر کٹی لاش پڑی ہوئی تھی۔
وہ چار و ناچار لاش اُٹھا کر روتے پیٹتے لشکر گاہ
واپس ہوئے۔ یہاں کہرام مچ گیا۔ کوئی شہزادے کی بیچلی

جوانی یاد کر کے نوحہ کرتا، کوئی اُس کی بہادُری کی
داستانیں دُہراتے ہُوئے سر پیٹتا۔ امیر حمزہ کو جب یہ
ناگہانی خبر ملی تو بے اختیار ننگے پاؤں، ننگے سر
دوڑتے ہُوئے خیمے سے باہر آئے اور بے اختیار لاش سے
لپٹ کر رونے لگے۔ اسی ہنگامے میں خواجہ عمرو بھی آ
پہنچے۔ دوستوں اور ساتھیوں کے بین سُن کر اور خود امیر
کو بے قراری کے ساتھ لاش سے لپٹتا دیکھ کر اُن کا بھی
کلیجا ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا مگر آخر کو عقل مند عیّار
تھا۔ ہمیشہ جوش کو ہوش کے قابو میں رکھتا تھا۔ آتے
ہی اُس نے شہزادے کے ساتھیوں سے سارا حال معلوم
کیا۔ پُوری بات سُن کر کچھ دیر خاموشی سے غور کرتا رہا۔
پھر امیر حمزہ کو لاش سے جُدا کرتے ہُوئے بولا۔

"یا امیر حوصلے سے کام لیجیے۔ مجھے دال میں کچھ
کالا دکھائی دیتا ہے۔ بہتر ہے کہ حکیم بزرجمہر کے بیٹوں
کو بلائیے۔ نجوم کے ذریعے اصل معاملے کی تحقیق فرمائیے
ہم جادوگروں کے مُلک کے قریب ہیں۔ یہاں جو چیز
جیسی دکھائی دے فوراً اور بغیر تحقیق کے اُسے ویسا
ہی نہ سمجھنا چاہیے۔"

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے۔ عمرو کی

یہ بات سُنتے ہی امیر چونک پڑے۔ انھیں خیال گزرا
کہ بغیر سر کی اِس لاش کو سو فیصد بدیع الزماں کی
لاش سمجھنا واقعی معقول بات نہیں۔ ممکن ہے یہ کسی اور
کی لاش ہو۔ اس خیال سے اُن کی کچھ ڈھارس بندھی۔
فوراً حکیم بزرجمہر کے فرزندوں کو طلب کیا۔ تینوں بھائی
بھاگتے ہُوئے آئے۔ عمرو نے انھیں ساری بات بتا کر
حقیقت معلوم کرنے کی ہدایت کی۔ تینوں بھائی بڑی توجہ
کے ساتھ فال، رمل اور نجوم کا حساب لگانے لگے۔
خیمے میں جتنے لوگ موجود تھے سب خاموش تھے۔ امیر حمزہ
دھڑکتے ہُوئے دل اور اُمید بھری نگاہوں سے تینوں
حکیم زادوں کے چہروں کو تک رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد
اُن حکیم زادوں نے جو کچھ بیان کیا اُسے سُن کر سب
لوگ سجدۂ شکر ادا کرنے لگے۔ بہتے ہُوئے آنسو تھم
گئے۔ غم زدہ چہرے کھِل اُٹھے اور آہ و بُکا کے شور کی
جگہ لشکر گاہ میں شادیانے بجنے لگے۔ انھوں نے کہا
کہ ہرن کے تعاقب میں شہزادہ طلسم ہوش رُبا کی حد
میں جا داخل ہُوا تھا۔ جس مقام پر اُس نے ہرن
کو ہلاک کیا وہ شہنشاہ افراسیاب کی بہن شرارہ جادُو
کے علاقے میں ہے۔ وہ ہرن در اصل شرارہ کا ایک

غلام جادوگر تھا جس کا نام غزال جادو تھا۔ خدا کے
فضل سے شہزادہ بدیع الزماں زندہ ہے۔ البتہ شرارہ
نے اُسے قید کر لیا ہے۔ اور یہ سرکٹی لاش ماش
کے آٹے کی ہے جو ہم سب کو صدمہ پہنچانے کے
لیے شرارہ نے جادو سے بنائی ہے۔ امیر اسمِ اعظم پڑھ
کر پانی اس پر چھڑکیں گے تو یہ اصلی حالت میں ظاہر
ہو جائے گی۔"

امیر نے اسمِ اعظم پانی پر دم کر کے لاش پر چھڑکا۔
لاش کی جگہ گندھے ہوئے ماش کے آٹے کے لوندے
دکھائی دینے لگے۔ اب امیر کو شہزادے کی رہائی کی فکر
ہوئی۔ کچھ دیر سوچ بچار کرنے کے بعد انھوں نے عمرو
سے کہا۔

"خواجہ جی، یہ کام صرف دو آدمی کر سکتے ہیں۔ تم
یا میں۔ تم نہ گئے تو مجھے ہی شہزادے کی رہائی کے
لیے جانا پڑے گا۔" بولو۔ کیا خیال ہے؟"

"میری جان آپ پر اور آپ کی آل اولاد پر
صدقے ہو۔ عمرو نے کہا۔ میں اسی وقت جانے کو
تیار ہوں۔ مگر کیا کروں۔ شاگردوں، ملازموں اور ساہوکاروں
کا قرض دار ہو گیا ہوں اور قرضہ ادا کیے بغیر اس مہم

پر جانا جائز نہیں۔ کیا پتا موت سے کہاں اور کب
مڈ بھیڑ ہو جائے۔ سنا ہے قرض دار کی جان بڑی
مشکل سے نکلتی ہے۔"

امیر حمزہ سمجھ گئے کہ خواجہ مال ہتھیانا چاہتے ہیں۔
مزہ لینے کے خیال سے انھوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"تم قرضے کی فکر نہ کرو۔ مر گئے تو فوراً پائی پائی ادا
کر دوں گا اور جان نکلنے میں تکلیف ہو تو فوراً سورۂ
یٰسین کی تلاوت کرنے لگنا۔ فی الحال ایسے ہی چلے جاؤ۔"

اس پر خواجہ عمرو بھڑک گئے۔ تنتناتے ہوئے کہنے
لگے: "بہت خوب، گویا تم مجھے آسانی سے مرنے کی
ترکیبیں بتاؤ گے، مرنے کے بعد سارا قرضہ بھی ادا کر دو گے
مگر جیتے جی پھوٹی کوڑی نہ دو گے۔ صاف صاف کیوں
نہیں کہتے کہ ہم تم سے بیزار ہیں۔ ہمارا پیچھا چھوڑو۔
کیا ساری زندگی کی وفاداری اور بچپن کی دوستی کا یہی
صلہ ہے؟"

آخر کار عمرو نے ہنگامہ مچا کے لاکھ روپے قرضے کے
نام پر اور پچاس ہزار سفر خرچ کے امیر سے وصول
کیے۔ اس کے بعد شہزادے کے ساتھیوں سے پورا پتا
ٹھکانا اس جگہ کا معلوم کیا جہاں نقلی لاش ملی تھی

پھر اپنے خیمے میں گیا، عیاری کا سارا ضروری سامان سنبھال کر زنبیل میں رکھا اور ہر طرح تیار ہو کر مُہم سر کرنے نکل کھڑا ہوا۔

عمرو تیر کی رفتار سے دوڑتا ہوا جلد ہی اُس مقام پر جا پہنچا جہاں شہزادے نے غزال جادو کو ہلاک کیا تھا۔ وہاں کچھ دیر دم لے کر وہ اندازے سے ایک طرف کو چل دیا۔ کچھ دیر بعد گھنے درختوں اور جھاڑیوں سے گھری ہوئی ایک پگڈنڈی اُسے اپنے سامنے دکھائی دی۔ وہ چکرا کر رہ گیا۔ کبھی سوچتا دائیں طرف جاؤں، کبھی رائے قائم کرتا بائیں طرف جاؤں۔ وہ ابھی کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ بائیں جانب سے اُسے پازیبوں کی جھنکار اور قہقہوں کی کلکار کی آوازیں قریب آتی محسوس ہوئیں۔ وہ اُچھل کر ایک جھاڑی کی اوٹ میں ہو بیٹھا۔ چند ہی لمحے بعد دو دو کی قطاروں میں زرق برق لباس پہنے خوب صورت عورتوں کا ایک گروہ بائیں جانب سے برآمد ہوا۔ اُن کے پیچھے ایک سجی ہوئی گھوڑی پر سوار، موتیوں کا سفید تاج پہنے، سفید براق ململ کا کام دار لباس زیبِ تن کیے ایک سُرخ و سفید چنچل لڑکی تھی۔ اِس کے بعد پھر پہلی جیسی

عورتوں کا گروہ تھا وہ سب آپس میں ہنسی مذاق اور ٹھٹھول کرتی جا رہی تھیں۔

عمرو سمجھ گیا کہ گھوڑی پر سوار لڑکی کوئی شہزادی ہے اور اِس کے آگے پیچھے چلنے والی اُس کی خادمائیں ہیں۔ جس بے فکری سے وہ سب ہنستی بولتی ہوئی چلی جا رہی تھیں اُس سے اُس نے یہ رائے بھی قائم کی کہ وہ اِس علاقے کو اپنے لیے ہر طرح محفوظ سمجھتی ہیں اور ضرور طلسم ہوش رُبا سے تعلق رکھتی ہیں۔ پہلے تو اُس کے جی میں آئی کہ چھپتا چھپاتا اُن کا پیچھا کرے۔ مگر پھر ڈرا کہ کہیں چھپے ہوئے طلسمی محافظ نہ دیکھ لیں۔ اِس کے بعد اُسے عیاری کی چادر کا خیال آیا۔ بے شک اسے اوڑھ کر وہ ہر جاندار کی نگاہ سے چھپ سکتا تھا مگر کسی طلسمی رکاوٹ کو پار نہ کر سکتا تھا۔ یہ خیال بھی اُس نے ترک کر دیا۔

اب جلوس کی آخری عورت اُس کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ جانے کیوں وہ دوسروں سے کچھ پیچھے رہ گئی تھی۔ دائیں جانب کا موڑ دم بہ دم اُس کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ آخرکار عمرو کو ایک ترکیب سوجھ گئی۔ اُس نے زنبیل میں ہاتھ ڈال کر کمند کو نکالا اور اُس

کا پھندا اُس عورت کی جانب زور سے پھینکا۔ فاصلہ زیادہ تھا مگر کمند میں کرامت تھی۔ بڑھتی ہوئی وہ تیزی کے ساتھ عورت تک جا پہنچی اور اُسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس اچانک مصیبت پر وہ ایسی دہشت زدہ ہوئی کہ چیخ بھی نہ سکی۔ عمرو نے فوراً سفوفِ بے ہوشی کے ذریعے اُسے ہوش سے محروم کیا۔ خود اس کا بھیس بدلا اور دوڑ کر قافلے سے جا ملا۔ اُسے قریب آتا دیکھ کر ایک عورت پکاری "اری شگوفہ، تجھے کیا ہوا؟ کہاں رہ گئی تھی؟"

عمرو سمجھ گیا کہ وہ جس عورت کے بھیس میں ہے اُس کا نام شگوفہ تھا۔ اٹھلاتے ہوئے بولا "اے ہوتا کیا۔ تتلی پکڑنے لگ گئی تھی۔"

یہ سُن کر ہمجولیاں ایک دوسرے کو ٹھوکا مار کے ہنسنے لگیں۔ نقلی شگوفہ جلد ہی اُن میں گھل مل گئی۔ تھوڑی دیر بعد اُن لوگوں کی باتوں سے اُسے معلوم ہو گیا کہ گھوڑی پر سوار شہزادی شہنشاہ افراسیاب کی بیٹی تصویر جادو ہے اور دل بہلانے اپنی پھوپھی شرارہ جادو کے پاس جا رہی ہے۔ اُسے ڈھارس ہوئی کہ وہاں ضرور شہزادہ بدیع الزماں کا کچھ نہ کچھ سراغ مل جائے گا۔

دن ڈھلے تصویر جادو کا جلوس ایک بڑے خوب صورت باغ میں جا داخل ہوا۔ ملکہ شرارہ جادو اپنی کنیزوں کے ساتھ ایک پھلواری کی سیر کر رہی تھی۔ وہ ادھیڑ عمر مگر خوب صورت عورت تھی۔ شہزادی تصویر جادو اُسے دیکھتے ہی گھوڑی سے اُتر کر آداب بجا لائی۔ شرارہ نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے خوش آمدید کہا۔ دونوں آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئیں۔ شرارہ نے تصویر کو باغ کے بیچ میں بنی ہوئی بارہ دری کے آرام دہ صوفے پر لا بٹھایا۔ اُس کے حکم پر فوراً سب کو چاندی کے چمکتے ہوئے کٹوروں میں شربت پیش کیا گیا۔ شربت کیا تھا آبِ حیات تھا۔ گھونٹ بھرتے ہی سب کی تھکن دور ہوئی۔ دل کو فرحت ملی۔ دماغ خوش بو سے بس گیا۔

خاطر مدارات کے بعد شرارہ نے شہزادی تصویر سے اُس کے آنے کا سبب پوچھا تو شہزادی نے جواب دیا۔ "عرصے سے میں امیر حمزہ اور اُن کے ساتھیوں کے بارے میں بہت کچھ سنتی آئی ہوں۔ مجھے اُن کے دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔ سنا ہے آپ نے امیر حمزہ کے کسی بیٹے کو گرفتار کیا ہے۔ مناسب سمجھیں تو ذرا ایک نظر میں بھی اُسے دیکھ لوں۔"

ملکہ شرارہ نے مُنہ بگاڑ کر کہا "اے بیٹیا، اُن سے دُوری اچھی۔ ہوتا ہی کیا ہے ان میں جو کوئی دیکھے۔ مُنہ لڑاکو، تُندخو، اور مغرور۔ خیر تُم کہتی ہو تو دکھائے دیتی ہُوں" یہ کہہ کر ملکہ نے ایک کنیز کو اِشارہ کیا۔ وہ سر جُھکا کر ایک طرف کو چل دی۔

عمرو کو یہ اُمید نہ تھی کہ وہ اِتنی جلدی اور اِتنی آسانی سے شہزادے کے قریب جا پہنچے گا۔ خوشی سے اُس کا دِل دھڑکنے لگا۔ چند ہی لمحے بعد زنجیروں اور بیڑیوں کے کھنکنے کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ ملکہ شرارہ کے سوا سب آواز کی طرف نگاہیں جما کر دیکھنے لگے۔ شہزادہ پردوں کے ایک جُھنڈ کی اوٹ سے لڑکھڑاتا ہُوا آیا اور چبوترے کے نیچے آکر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے گلے میں بھاری زنجیر پڑی ہُوئی تھی۔ پیر بیڑیوں میں جکڑے ہُوئے تھے۔ جسم زنجیروں میں لپٹا ہُوا تھا اور دو کنیزیں زنجیروں کے سرے ہاتھوں میں تھامے شہزادے کے پیچھے کھڑی تھیں۔ شہزادے کے بال بکھرے ہُوئے اور چہرہ زرد تھا۔ عمرو یہ حال دیکھ کر اندر ہی اندر تلملا اُٹھا۔ لیکن شہزادی تصویر کے دِل پر اِس حال میں بھی شہزادہ بدیع الزّمان کو دیکھ کر اِتنا گہرا اثر ہُوا کہ اُس پر نگاہ ڈالتے ہی وہ بے ہوش

ہو گئی۔

شرارہ نے یہ حال دیکھ کر فوراً قیدی کو واپس لے جانے کا اِشارہ کیا اور بڑبڑانے لگی "میری بچّی پھول ہے۔ اس مردُودے کو عذاب میں دیکھ کر کُمھلا گئی۔ جلدی سے لخلخہ اور گلاب پاش لاؤ اور اسے ہوش میں لاؤ"

کنیزوں نے آناً فاناً اُس کے حُکم کی تعمیل کی۔ شہزادی کو ہوش آ گیا تو اُسے پیار کرتے ہُوئے شرارہ نے کہا۔ "بیٹیا، میں اِسی لیے منع کرتی تھی۔ خیر اب تُم اپنے باغ میں جاؤ۔ آرام کرو اور دِل بہلاؤ۔ یہ لوگ اِسی سزا کے مستحق ہیں۔ اِن کے دُکھ کو دیکھ کر ہرگز دِل میلا نہ کرو۔"

چار و ناچار دِل میں بوجھ لیے شہزادی وہاں سے رُخصت ہُوئی۔ اسی موقع پر عمرو یعنی نقلی شگُوفہ نے چُپکے سے شرارہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر درخواست کی۔ "کنیز ناچنے گانے میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ حسرت تھی کہ حضور کی خدمت میں اپنا کمال پیش کروں۔ اگر حضور آج کی رات مجھے روک لیں تو میری آرزو پوری ہو جائے گی۔"

شرارہ فوراً اُس کی بات میں آ گئی اور تصویر سے

کہہ کر اُسے روک لیا۔ رات کو محفل جمی تو واقعی نقلی شگوفہ نے دھوم مچا دی۔ اُس کے گانوں سے مست ہو کر شرارہ نے اُسے ناچنے کا حکم دیا۔ ناچ میں بھی اُس نے وہ رنگ جمایا کہ ہر ایک واہ وا کر اُٹھا۔ خوش ہو کر ملکہ نے اُسے اپنا ہار انعام میں دیا۔ نقلی شگوفہ نے سلام کر کے ہار رکھ لیا اور پھر ناچتے گاتے شربت کے پیالے بھر بھر کے اہلِ محفل کو پیش کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد اُس نے ایک جام بھر کر تیزی سے چکّر کھایا اور انتہائی صفائی سے اُس میں سفوفِ بے ہوشی ملا دیا۔ اِس کے بعد وہ شرارہ کی طرف بڑھی۔ ملکہ نے پیالہ لینے کے لیے ہاتھ لمبا کیا۔ نقلی شگوفہ نے بھی اپنا ہاتھ آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھایا۔ شرارہ کی ہتھیلی اور اُنگلیوں سے پیالہ ٹکرایا تو اُس نے مُٹھی مضبوط کرنی چاہی۔ اِسی لمحے عمرو نے پیالے کو انگوٹھے سے اِس طرح اُوپر اُچھالا کہ وہ شرارہ کی گرفت سے نکل کر کئی فٹ بلند ہو گیا۔ شرارہ کے چہرے پر حیرت اور غُصّے کے آثار پُوری طرح نہ چھپا پائے تھے کہ دُوسرے ہی لمحے نقلی شگوفہ نے پیالے کو اپنے سر پر روک لیا۔ کمال یہ ہُوا کہ ایک قطرہ بھی اُس میں

سے نہ چھلکا۔ بے اختیار ہر ایک کے مُنہ سے واہ وا نکل گئی۔ شرارہ کی پیشانی کے بل غائب ہو گئے۔ لبوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ نقلی شگوفہ نے ایک چکّر لگایا اور شرارہ کے سامنے دو زانو بیٹھ کر بولی۔

"با ادب کنیزیں مالکن کو سر سے جام پیش کیا کرتی ہیں۔"

شرارہ کا دِل باغ باغ ہو گیا۔ فخر کے ساتھ اُس نے نقلی شگوفہ کے سر سے پیالہ اُٹھا لیا اور بولی۔ "بس آج سے مرتے دم تک تو میرے ساتھ رہے گی۔ میں تجھے اپنی خواص بناتی ہُوں۔"

"ذرّہ نوازی ہے۔" نقلی شگوفہ نے جُھک کر سلام کرتے ہُوئے کہا۔ عمرو کو یقین تھا کہ گھونٹ بھرتے ہی شرارہ بے ہوش ہو جائے گی اور اِس کے بے ہوش ہوتے ہی وہ خنجر نکال کر اُس کا کام تمام کر دے گا۔ شہزادہ بدیع الزّماں اُس کی طلسمی قید سے خُود بخُود آزاد ہو جائے گا اور اس مُہم کو اِتنی آسانی سے سر کر کے وہ امیر حمزہ کے سامنے سُرخ رُو ہو گا۔

شرارہ پیالے کو ہاتھ میں سنبھال کر ہونٹوں کے قریب لانے لگی۔ نقلی شگوفہ کا دِل خُوشی سے دھڑکنے لگا۔ لیکن پیالہ شرارہ کے ہونٹوں تک نہ پہنچ پایا تھا کہ اُس کا سارا شربت شعلہ بن کر اُوپر کو اُڑ گیا۔

شرارہ نے آگ ہو کر خالی پیالہ نقلی شگوفہ کے مُنہ پر کھینچ مارا اور چلّائی۔

"پکڑ لو اِسے۔ یہ شگوفہ نہیں کوئی دُشمن ہے۔ شربت میں زہر مِلا کر مجھے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔"

شرارہ کھانے پینے کی ہر چیز پر استعمال کرنے سے پہلے اُس کی اصلیت جانچنے کے لیے ایک خاص جادُو پڑھ کر پھُونکا کرتی تھی۔ اگر کسی چیز میں زہر یا بے ہوشی کی دوا شامل ہوتی تو وہ شعلہ بن کر اُڑ جاتی اور ملکہ ہوشیار ہو جاتی۔ عمرو اِس بات سے آگاہ نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ خواصوں نے اُسے جکڑ لیا۔ جادُو کے ذریعے شرارہ نے فوراً یہ پتا چلا لیا کہ شگوفہ کے بھیس میں عمرو عیار ہے۔ اُس نے خواصوں کو حکم دیتے ہُوئے کہا۔

"لے جاؤ اِسے اور بادام کے بڑے درخت سے کس کر باندھ دو۔ یہ بڑا اہم آدمی ہے۔ شہنشاہ عالی جاہ اِس کے بارے میں جیسا حکم دیں گے ویسا کیا جائے گا۔"

عمرو کو باندھ دیا گیا تو شرارہ نے شعلہ رُخسار نامی خواص کو شہنشاہ افراسیاب کی خدمت میں عرضی دے کر

روانہ کیا۔ سمن عذار نامی خواص کو عمرو کی چوکسی کرنے کا حکم دیا اور خُود محفل برخاست کر کے آرام کرنے اپنے بنگلے میں چلی گئی۔

شعلہ رُخسار جادُو کے زور سے اُڑتی ہُوئی تیسرے پہر رات کو افراسیاب کے دربار میں پہنچی اور اُس کا حکم نامہ لے کر سُورج نکلتے نکلتے واپس آ گئی۔ شرارہ نے حکم نامہ اُس کے ہاتھ سے لے کر پہلے سر اور آنکھوں سے لگایا پھر کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا۔

"عمرو کو فوراً قتل کر دیا جائے۔"

یہ حکم پڑھتے ہی شرارہ خواصوں اور کنیزوں کے ساتھ بادام کے اُس درخت کی جانب چل دی جہاں عمرو بندھا ہُوا تھا۔ عمرو کا چہرہ زرد تھا۔ آنکھیں سُوجی ہُوئی تھیں۔ بے چینی کے ساتھ سر کو دائیں بائیں اُوپر نیچے ہلاتا تھا۔ بار بار مُنہ کھولنے کی کوشش کرتا تھا مگر زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلتا تھا۔ شرارہ نے اُسے موت کا حکم سنایا تو اُس کا بدن بُری طرح پھڑپھڑانے لگا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ مگر کوشش کے باوجود آواز اُس کے مُنہ سے اب بھی نہ نکلی۔ شرارہ نے تیر انداز کنیزوں کو اشارہ کیا۔ بارہ تیر

ایک ساتھ کمانوں سے نکلے اور عمرو کے جسم کو
چھیدتے ہوئے درخت میں پیوست ہو گئے۔ عمرو کے
کے جسم سے خون کے فوارے بہنے لگے۔ بدن پر موت
کی کپکپی طاری ہو گئی اور آخر کار اس کا دم
نکل گیا۔

کالی ڈبیا

عمرو کی موت کا منظر بڑا دردناک تھا۔ کتنی نازک
دل خواصیں کانپ کانپ اٹھی تھیں۔ لیکن شرارہ اداس
ہونے کے بجائے اس منظر سے لطف لے رہی تھی۔ اسے
خوشی تھی کہ امیر حمزہ کا بچپن کا یار اور دنیا کا سب
سے بڑا عیار اس کے ہاتھوں گرفتار ہو کر موت کے گلے
لگا۔ یہ فخر شہنشاہ افراسیاب کے دربار میں ہمیشہ اس
کا سر اونچا رکھے گا۔ لیکن فخر اور خوشی کا یہ احساس
زیادہ دیر تک نہ رہ سکا۔ عمرو کی لاش ٹھنڈی ہوئی
تھی کہ چاروں طرف گھپ اندھیرا چھا گیا۔ خوفناک آندھی
چلنے لگی، رونے پیٹنے کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور
جب یہ شور تھما تو آواز آئی۔

"افسوس کہ سمن عذار ہلاک ہو گئی۔"

یہ آواز سنتے ہی شرارہ نے اپنا سر پیٹ لیا۔ اب
جا کر اسے خیال آیا کہ سمن عذار کو اس نے عمرو

کی چوکسی کرنے کی ہدایت کی تھی۔ پر جب وہ یہاں آئی
تھی تو صرف عمرو درخت سے بندھا ہُوا تھا۔ سمن عذار
غائب تھی اور سمن عذار کی موت کے اِس جادُوئی اعلان
سے صاف ظاہر تھا کہ عمرو کی شکل میں وہی ہلاک ہُوئی
ہے۔

بات در اصل یہ تھی کہ آدھی رات گزرنے کے
بعد جب باغ میں ہر طرف نیند کا سناٹا چھا گیا تھا
تو عمرو نے سمن عذار سے کہا تھا: "اے نیک بخت،
مانا کہ تُو جادُوگر ہے مگر پھر بھی اِنسان ہے۔ مہربانی
کر کے میرے قریب آ اور میری وصیت سُن۔
جب وہ قریب آ گئی تو عمرو نے درد ناک لہجے میں
کہا: "اے نیک بخت، میری زندگی کے دِن پُورے ہو چکے
ہیں۔ سُورج نکلتے ہی میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ میری وصیت
بس یہ ہے کہ قتل کے بعد جب مجھے دفنایا جائے تو
میری کالی ڈبیا جو مجھے جان سے پیاری ہے چُپکے
سے میرے نیچے رکھ دی جائے۔ اگر تُو نے میری یہ بات
مان لی تو ابھی اسی وقت میں تجھے لاکھوں بلکہ کروڑوں
کا مال دُوں گا۔ نہ مانی تو سمجھ لے پھُوٹی کوڑی بھی
تیرے ہاتھ نہ آئے گی۔ صُبح سب کچھ شرارہ لے جائے گی۔"

سمن عذار کو عمرو کی یہ باتیں بڑی عجیب لگی تھیں۔
اُس نے خیال کیا کہ شاید موت کی وحشت سے اُس
کا دماغ چل گیا ہے۔ دِل لگی کی خاطر اُس نے کہا۔
"میاں، میں تمھاری بات تو مان لُوں مگر وہ کالی ڈبیا
اور لاکھوں کروڑوں کا مال ہے کہاں؟"
"میری کراماتی زنبیل میں۔" عمرو نے کہا۔ "وہ میرے کُرتے
کے نیچے دائیں کاندھے سے لٹکی ہُوئی ہے۔ نِکال کر
دیکھ لے۔"
اس پر سمن عذار نے اُس کے کاندھے کو ٹٹول کر
دیکھا —— زنبیل پر ہاتھ لگتے ہی اُس نے خیال کیا
کہ لاکھوں کا مال نہ سہی کچھ نہ کچھ تو اِس میں ضرور
ہو گا۔ آخر کو عیار آدمی ہے اور زنبیل کو اِس طرح
چھُپا کر رکھتا ہے۔ بڑی کوشش سے اُس نے زنبیل
اُس کے کاندھے سے نکالی۔ مگر ایسا کرنے میں اُسے عمرو
کے کمر سے اُوپر کے بند ڈھیلے کرنے پڑے تھے اور
اُس کے ایک ہاتھ کو آزاد کرنا پڑا تھا۔
سمن عذار نے زنبیل میں ہاتھ ڈالا تو مٹر جیسے
بہت سے دانے اُس کی اُنگلیوں سے ٹکرائے۔ اِن دانوں
سے مٹھی بھر کر اُس نے ہاتھ باہر نِکالا۔ اُس کا دِل

خُوشی سے اُچھلنے لگا۔ وہ سب سچّے موتی تھے۔ فرش پر
بیٹھ کر اُس نے اپنا دامن پھیلایا۔ موتی اُس میں ڈال
دیے اور بے صبری کے ساتھ زنبیل میں سے مٹھیاں بھ
~~بھر کے دامن میں ڈھیر کرنے~~ لگی۔ کبھی ہیرے کی جگمگاتی
انگوٹھیوں کے گچھے باہر نکلتے۔ کبھی جڑاؤ بازو بند، ٹیکے
اور دُوسرے زیورات۔ لشکا دیا ہُوا ہیرے کا ہار دیکھ
کر سمن عذار کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو گئی۔
اور وہ اُسے دیکھتی ہی رہ گئی۔ یہ دیکھ کر عمرو نے
اُسے ڈانٹا۔ احمق عورت، حواس کیوں کھو بیٹھی ہے؟
سارا نکالا ہُوا مال زنبیل میں ڈال دے۔ گھر پہنچ کر
اطمینان سے دیکھنا۔ اس میں اتنا مال ہے کہ تیرا گھر
بھر جائے گا پھر بھی زنبیل خالی نہ ہو گی۔ یہ کرامتی
زنبیل ہے۔ دُنیا کا سب سے بڑا خزانہ اس کے اندر
سمایا ہُوا ہے۔ بس تُو ٹٹول کر میری کالی ڈبیا نکال۔
دل کو وسوسے میں نہ ڈال۔ یہ سارا مال میں تجھے
خُوشی سے دیتا ہُوں۔"

یہ سُن کر سمن عذار کا دل اپنی بے صبری پر
شرمایا۔ اُس نے اپنے آپ پر قابو پایا۔ سارا نکالا ہُوا
مال زنبیل میں ڈالا۔ کالی ڈبیا کو نکالا اور اُسے غور

سے دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے عمرو سے کہا۔ "اے
عیّاروں کے عیّار، یہ تو بتا کہ اس ڈبیا میں کون سی
چیز ہے جو تجھے اپنے سارے مال سے عزیز ہے؟"
عمرو نے ٹھنڈی آہ بھر کر جواب دیا۔ "اے نیک بخت!
تُو مجھ سے وعدہ کر چکی ہے اس لیے بتائے دیتا
ہُوں۔ سُن۔ اس میں انڈے کے برابر ایک اعلیٰ درجے
کا ہیرا ہے۔ دُنیا کے سارے بادشاہوں کا خزانہ بھی
اس کا مول نہیں۔ میں اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتا
ہُوں۔ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ یہ کسی دُوسرے کے قبضے
میں جائے۔ خبردار، کہیں اس کے لالچ میں نہ آ جانا۔
اسے میری قبر میں رکھنا نہ بھولنا۔ نہیں تو قیامت تک
میری رُوح بے قرار رہے گی۔"

ہیرے کی یہ تعریف سُن کر سمن عذار کے منہ میں
پانی بھر آیا۔ وہ اُسے دیکھنے کے لیے بے چین ہو
گئی۔ اُس نے بہتیرا زور لگایا مگر ڈبیا کا ڈھکن اُس
سے نہ کھل پایا۔ اُس نے عمرو کی منّت کی۔ "بس ایک
نظر یہ ہیرا کھول کے مجھے دکھا دے۔ میں قسم کھاتی
ہُوں کہ اپنے وعدے پر قائم رہوں گی۔"

"اچھا، میرا دُوسرا ہاتھ کھول دے۔" عمرو نے کہا۔

مگر خبردار اِس کا لالچ ہرگز دِل میں نہ آنے دینا۔ میرے
سوا دُنیا کا کوئی بھی آدمی اِس ڈبیا کو نہیں کھول
سکتا اور ایک ہاتھ سے میں بھی نہ کھول سکوں گا۔"

سمن عذار لالچ میں اندھی ہو گئی۔ جھٹ پٹ اُس
نے عمُرو کا دُوسرا ہاتھ بھی آزاد کر دیا۔ عمُرو کچھ دیر
زور لگاتا رہا۔ پھر سمن عذار کی آنکھوں کے قریب ڈھکن
کھول کر بولا۔ "لیے دیکھو۔"

ڈبیا کا ڈھکنا کھُلتے ہی ایک تیز بُو اُس میں سے
نکل کر سمن عذار کی ناک میں گئی۔ اُس نے آنکھیں
بند کر لیں اور پیچھے ہٹنا چاہا۔ مگر سفوفِ بے ہوشی
اپنا کام کر چکا تھا۔ اُس نے ایک چھینک لی اور
بے ہوش ہو کر دھڑام سے فرش پر گر پڑی۔ عمُرو نے
جلدی جلدی خُود کو رسّیوں سے آزاد کیا، سمن عذار
کی صُورت بالکل اپنی جیسی بنائی، اپنا لباس اُسے پہنایا
اور اُسے درخت سے کَس کر باندھ دیا۔ آخر میں اُس
نے ایک دوا کے ذریعے سمن عذرا کی زبان بھی تالُو
سے چپکا دی تاکہ نہ وہ جادُو کر سکے اور نہ کسی سے
ایک لفظ بول سکے۔

یہ کارروائی کر کے عمُرو وہاں سے کھِسک گیا اور باغ

کی ایک بُوڑھی مالن چمپا کو ٹھکانے لگا کر اُس کے
بھیس میں اُس کے جھونپڑے میں جا کر پڑ رہا۔ یُوں
سمن عذار عمُرو کے دھوکے میں ماری گئی۔

شرارہ نے غضبناک ہو کر اپنی کنیزوں سے کہا۔ "میں
سمجھ گئی۔ یہ سب عمُرو کی حرکت ہے۔ وہ مُونڈی کاٹا ضرور یہیں
کہیں ہو گا اور تُمھیں میں سے کسی نہ کسی کا بہروپ بنا رکھا
ہو گا۔ فوراً کوئی مال خانے جائے وہاں سے جادُوئی کڑے والا
صندُوقچہ اُٹھا لائے۔ میں سب کا امتحان لُوں گی۔"

یہ کہہ کر شرارہ سب کو ساتھ لے کر اپنے بنگلے کے
برآمدے میں آئی۔ ایک خواص جا کر صندُوقچہ لے آئی۔ ملکہ
نے صندُوقچہ کھول کر جادُوئی کڑا نکالا اور باری باری ہر
کنیز کے ہاتھوں میں ڈال کر آزمائش کرنے لگی۔ اُس کڑے
کی خاصیت یہ تھی کہ جو بھی کسی دُوسرے کے بہروپ میں
ہوتا یا جھُوٹ بولتا کڑا اُس کے دونوں ہاتھوں کو مضبُوطی
سے جکڑ لیتا لیکن جس میں کوئی کھوٹ نہ ہوتا اُس کے
ہاتھوں سے آسانی سے نکل آتا۔

جب ساری خواصوں اور کنیزوں کی آزمائش ہو چکی اور
کڑے نے کسی کو گرفت میں نہ لیا تو شرارہ نے باغ کی
ساری مالنوں اور خادماؤں کو بُلایا۔ اُن میں سے ایک ایک

کے ہاتھوں میں کڑا پہنایا مگر کڑا سب کے ہاتھوں سے
نکل آیا۔ اُس نے جھنجھلا کر سب کو چھٹی دے دی۔ کڑا
مال خانے واپس بھجوا دیا اور خُود اُداس ہو کر مسہری پر
لیٹ رہی۔

باغ کی مالنیں اپنی جھونپڑیوں میں واپس ہوئیں تو انہوں
نے چمپا کو اپنی کھاٹ پر پڑا پایا۔ سب اُس کو لعنت
مَلامت کر کے ڈرانے لگیں کہ سب گئے، پر تُو کیوں نہ گئی؟
اب تجھی پر شک کیا جائے گا۔ تیری وجہ سے ہم پر
بھی عتاب آئے گا۔

نقلی چمپا سمجھ گئی کہ اب جائے بغیر جان نہ چھُوٹے گی۔
بُرا سا منہ بنا کر اور سب کو جلی کٹی سناتی اُٹھی اور
لٹھیا ٹیکتی شرارہ کے بنگلے کی طرف چل دی۔ مالنیں پکاریں:
"بڑی اماں، اب وہاں جاؤ تو کڑے والا صندُوقچہ خُود لیتی
جانا۔ شرارہ نے سب کو چھٹی دے رکھی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد نقلی چمپا جادُوئی کڑے والا صندُوقچہ اُٹھائے
شرارہ کی آرام گاہ میں پہنچی۔ بڑھیا کی آہٹ سُن کر شرارہ
غُصے سے بڑبڑاتی ہُوئی اُٹھی۔ بڑھیا ادب سے ہاتھ جوڑ
کر دعائیں دینے لگی۔ شرارہ نے ڈانٹتے ہُوئے کہا: "مُوئی
کھوسٹ، تیری شامت آئی ہے جو یُوں گھستی ہُوئی اندر چلی

آئی ہے۔ بول تُجھے کس نے بھیجا ہے؟"

نقلی چمپا نے گردن نیچی کر کے کڑے والا صندُوقچہ
آگے بڑھاتے ہُوئے کہا: "سرکار میں بیمار ہُوں۔ رات ایک
پل آنکھ نہ لگی۔ صُبح کو البتہ جھپکی آگئی۔ اب سُنا کہ
حضُور نے سب کا اِمتحان لیا ہے۔ سو خوف سے چلی
آئی۔ ساری زندگی خدمت میں گُزر گئی۔ اب مرتے دم کسی
اِمتحان سے کیوں مُنہ چھپاؤں۔"

"بس ہو چکا اِمتحان۔ عمرُو کہیں چھُپ گیا ہے یا بھاگ
گیا ہے۔ جا لے جا صندُوقچہ۔ مال خانے میں رکھ دے۔
اب میں جادُو کے بھُوت بُلاؤں گی۔ وہی اس کا پتا
لگا کر پکڑ لائیں گے۔" شرارہ نے بُڑھیا کو واپس جانے
کا اِشارہ کرتے ہُوئے کہا۔

بُڑھیا بولی: "نہیں سرکار۔ ایسا مت کیجیے۔ آپ کا دِل
صاف ہے مگر دُوسرے سب مُجھ پر شک کریں گے۔ بس
ایک ہی منٹ کی تو بات ہے۔ اِمتحان لے لیجیے
پھر میں چلی جاؤں گی۔"

شرارہ کا دِل نہیں چاہتا تھا مگر بڑھیا کی ضِد سے
مجبُور ہو کر اُس نے صندُوقچہ اُس کے ہاتھ سے لے
لیا۔ بُڑھیا نے اپنے دونوں ہاتھ ہِلا کر شرارہ کے سامنے کر

دیے۔ شرارہ نے جادوئی کڑا نکالنے کے لیے صندوقچے کا
ڈھکن کھولا مگر کڑے کے بجائے صندوقچے میں سے ایک
تیز پھوہار نکل کر اُس کے چہرے پر لگی اور تیز بُو ناک
کے ذریعے پھیپھڑوں میں جا داخل ہوئی۔ اُس نے ایک
چھینک لی۔ دُوسرے ہی لمحے صندوقچہ اُس کے ہاتھوں سے
چھوٹ کر فرش پر گرا اور وہ خود بے ہوش ہو کر پلنگ
پر ڈھیر ہو گئی۔

نقلی چمپا یعنی عمرو نے مال خانے سے صندوقچہ لاتے
ہوئے اس کے اندر سفوف بے ہوشی رکھ دیا تھا۔
شرارہ کے بے ہوش ہوتے ہی عمرو نے خنجر نکالا اور
پے در پے وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ دیکھتے
ہی دیکھتے اندھیرا چھا گیا۔ آندھی چلنے لگی۔ رونے پیٹنے کی
صدائیں بلند ہونے لگیں اور جب یہ شور تھما تو آواز
آئی۔

"آہ! مجھے ہلاک کیا۔ میرا نام شرارہ جادو تھا۔"

اندھیرا چھٹنے پر جب عمرو نے اِردگرد نگاہ کی تو
نہ وہاں شرارہ کی آرام گاہ کا نام و نشان تھا نہ بنگلے
کا۔ ہاں کنیزیں اور خادمائیں ضرور روتی پیٹتی اِدھر سے
اُدھر بھاگ رہی تھیں۔ عمرو شہزادہ بدیع الزماں کو تلاش

کرنے لگا۔ چونکہ شہزادہ طلسمی زنجیروں اور طلسمی قید خانے
میں بند تھا۔ اِس لیے جونہی شرارہ نے دم توڑا جادو کا
اثر جاتا رہا اور وہ آزاد ہو گیا۔ عمرو کے بارے میں اُسے
کچھ معلوم نہ تھا مگر جب طلسم تباہ ہوا تو وہ سمجھ گیا
کہ ضرور یہ کسی اپنے ہی آدمی کا کارنامہ ہے۔ آزاد
ہوتے ہی وہ اُس کو ڈھونڈھنے لگا۔ شرارہ کو قتل کرنے
کے بعد عمرو اپنی اصلی حالت میں آ گیا تھا۔ زیادہ دیر نہ
گزری تھی کہ دونوں نے ایک دُوسرے کو دیکھ لیا۔ بڑے
جوش کے ساتھ ایک دُوسرے سے بغل گیر ہوئے اور طلسم
فتح ہونے پر خدا کا شکر ادا کرنے لگے۔ اِتنے میں ایک
جانب سے ایک بہت بڑا بگولا چکر کھاتا ہوا آیا اور
شرارہ کی لاش اُڑا کر ایک طرف کو جانے لگا۔ عمرو نے
شہزادے سے کہا:

"جلدی یہاں سے نکل چلو۔ بگولا شرارہ کی لاش لے کر
افراسیاب کے پاس جا رہا ہے۔ اُسے دیکھتے ہی افراسیاب
ہمیں گرفتار کرنے کے لیے کسی جادوگر کو بھیجے گا۔
بہتر یہی ہے کہ ہم اِس سے پہلے ہی اس کی سرحد
سے باہر نکل جائیں۔"

"بے شک آپ چلے جائیں۔" شہزادے نے جوش سے کہا

جگر میں شہزادی تصویر کو ایک نظر دیکھے بغیر ہرگز واپس نہ جاؤں گا۔"

عمرو کچھ دیر شہزادے کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا "خیر، تمھاری یہی مرضی ہے تو یہی سہی۔ میں امیر سے تمھیں ساتھ لانے کا وعدہ کر آیا ہوں۔ اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔"

اتنے میں ملکہ شرارہ کی کنیزوں کا ایک غول بھاگتا ہوا نظر آیا۔ عمرو چھلانگیں مارتا ان کے سامنے جا کھڑا ہوا اور خنجر ہوا میں لہراتا ہوا چلایا۔ "کان کھول کر سن لو۔ میرا نام عمرو ہے۔ تمھاری ملکہ کو میں نے قتل کیا ہے۔ تم میں سے کوئی میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ جان بچانی ہو تو ہمیں فوراً شہزادی تصویر کے پاس لے چلو۔ ورنہ ایک ایک کو قتل کر دوں گا۔"

یہ دھمکی کام کر گئی۔ کنیزوں نے ہاتھ جوڑ کر وعدہ کیا اور ایک طرف کو چل کھڑی ہوئیں۔ شہزادہ بدیع الزمان اور عمرو ان کے ساتھ ہو لیے۔ کوئی ایک گھنٹے بعد وہ ایک خوب صورت باغ میں جا پہنچے۔ باغ کے بیچوں بیچ ایک بڑا تالاب تھا اور تالاب کے بیچ میں ایک چھوٹا سا خوب صورت بنگلا تھا۔ جس

تک پہنچنے کے لیے چار جانب چار جنگلے دار پل بنے ہوئے تھے۔ اتفاق کی بات، جب یہ لوگ باغ میں داخل ہوئے تو شہزادی سامنے والے پل کے سرے پر کھڑی کچھ سوچ رہی تھی۔ اچانک جو اس نے لوگوں کی آہٹ پائی تو تیوریوں پر بل پڑ گئے مگر جیسے ہی اس نے شرارہ کی کنیزوں کے پیچھے ایک اجنبی آدمی کے ساتھ شہزادہ بدیع الزمان کو آن بان کے ساتھ اپنی طرف آتا دیکھا تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ بے تحاشا اس کی طرف دوڑنے لگی۔ یہ دیکھ کر شرارہ کی کنیزیں ایک جانب کو ہٹ کر کھڑی ہو گئیں۔ اب اس طرف بدیع الزمان کو بھی جوش آ گیا۔ وہ بھی شہزادی کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ شہزادی ابھی پل کے درمیان تک نہ پہنچی تھی کہ شہزادہ دروازے سے گزر کر کئی گز تک پل پار کر گیا۔ مگر عین اسی موقع پر نیچے تالاب کے پانی میں زبردست ہچکولے پیدا ہوئے، ایک ہولناک دیو اچھل کر پل پر آیا اور شہزادہ بدیع الزمان کا راستا روک کر کھڑا ہو گیا۔ شہزادے نے غصے میں آ کر تلوار کھینچ لی۔ دیو نے جھپٹ کر شہزادے کو دبوچنا چاہا مگر شہزادے نے اچھل کر دونوں ہاتھوں سے ایسی تلوار اس کے سر پر ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر تالاب

میں جا گرا۔ شہزادی یہ منظر دیکھ کر سہم گئی تھی۔ دیو کے ہلاک ہوتے ہی سنبھلی اور آگے بڑھنے لگی۔ شہزادے نے بھی قدم آگے بڑھائے۔ مگر اچانک پھر وہی دیو پانی سے نکل کر اُس کے سامنے آ ڈٹا۔ شہزادے نے اُسے پھر دو ٹکڑے کر دیا۔ مگر چند لمحے بعد وہ پھر چیختا چنگھاڑتا شہزادے کے سامنے تھا۔ اُسی وقت شہزادی تصویر کی دائی بنگلے سے بھاگتی ہوئی اُس کی طرف آئی۔ وہ شہزادہ بدیع الزماں اور دیو کی لڑائی پہلے سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں تین تیر تھے۔ اُس نے شہزادی سے کہا: "یہ دیو تیری حفاظت کے خیال سے شہنشاہِ طلسم نے مقرر کیا ہے۔ اگر یہ سات بار اِسی طرح قتل ہوتا رہا تو پھر اِس کے بعد دُنیا کی کوئی طاقت اُسے ہلاک نہ کر سکے گی۔ اِس کی موت صرف اِن تین تیروں سے ممکن ہے۔ اگر یہ تینوں تیر بھی اس کو نہ لگے تو یہ دیو کبھی نہ مرے گا۔"

اِس عرصے میں شہزادہ بدیع الزماں پانچ بار اس دیو کو قتل کر چکا تھا۔ شہزادی نے دائی کے ہاتھ سے تیر لے کر شہزادے کی طرف اُچھال دیئے اور زور سے چلائی "یہ دیو اِن تیروں سے ہلاک ہوگا۔" شہزادے نے چاہا

کہ تیر اٹھائے مگر دیو پھر اُس کے سر پہ موجود تھا۔ اِس بار اُس نے شہزادے کو خاصی دیر تک جھکائیاں دیں مگر آخر کار قتل ہوا۔ اب جا کے شہزادے کو تیر اٹھانے کی مہلت ملی اور وہ تیر کمان میں جوڑ کر دیو کا اِنتظار کرنے لگا۔

دیو کے سامنے آنے میں بالکل دیر نہ لگی۔ اِس بار وہ پہلے سے کئی گنا زیادہ چنگھاڑ رہا تھا۔ شہزادے نے اُس کی پیشانی کا نشانہ لیا اور تیر چھوڑ دیا۔ دیو نے فوراً دائیں جانب سر کو جھٹک کر ڈبکی لگائی۔ نشانہ خطا ہو گیا۔ شہزادی تصویر اور اُس کی دائی کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ یہ ساتواں مقابلہ تھا اور ایک تیر خالی جا چکا تھا۔ شہزادے نے پیچھے اُچھل کر دوسرا تیر کمان میں جوڑا اور دیو کے دِل کا نشانہ لے کر داغ دیا۔ یہ کام اُس نے اِتنی تیزی سے کیا کہ دیو اپنا بچاؤ نہ کر سکا۔ تیر اُس کے سینے کے پار ہو گیا اور وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر آگے کو جھکا۔ اسی لمحے شہزادے نے اُس کے سر کا نشانہ لے کر آخری تیر بھی کھینچ مارا۔ یہ تیر اُس کے تالو میں سے ہو کر حلق تک جا اترا۔ دم کے دم میں آندھی چلنے لگی۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

اور اس کے بعد آواز آئی:

"افسوس کہ محافظ جادو مارا گیا"

شہزادہ اور شہزادی نے آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کیا اور پھر شہزادی نے شہزادے کو خوش آمدید کہتے ہوئے بنگلے میں ٹھہرنے کی دعوت دی۔ وہ ابھی جواب میں کچھ نہ کہہ پایا تھا کہ شہزادی کی دائی بول اٹھی: "نہیں بیٹا۔ اگر تم شہزادے کی خیریت چاہتی ہو تو اسے یہاں نہ روکو۔ محافظ جادو کی موت کی خبر تھوڑی دیر میں شہنشاہ افراسیاب کو مل جائے گی۔ وہ شہزادے کو گرفتار کرنے کے لیے جادوگر بھیجے گا۔ بہتر یہ ہے کہ یا تو تم خود اس کے ساتھ چلی جاؤ۔ یا پھر اسے یہاں سے روانہ کر دو۔ اسی میں تم دونوں کی بھلائی ہے۔"

شہزادی نے چند لمحے سوچا پھر شہزادے سے بولی: "کیا تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو گے؟"

"سر آنکھوں پر۔" شہزادے نے جواب دیا۔ اس کے بعد دونوں نے دائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت چاہی۔ دائی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہ نکلی۔ دعائیں دیتے ہوئے اس نے انھیں رخصت کیا۔ وہ دونوں پل سے

گزر کر عمرو سے جا ملے۔ عمرو نے نیچے موتیوں کا ایک ہار زنبیل سے نکال کر شہزادی کے گلے میں ڈالا۔ اس پر شہزادے نے چوٹ کی۔

"تصویر، تم دنیا کی سب سے زیادہ خوش قسمت ہستی ہو۔ چچا عمرو کی جانب سے کسی کو کچھ قسمت ہی سے ملتا ہے۔"

عمرو نے شہزادے کو جھڑکتے ہوئے کہا: "اچھا بس تیز تیز چلو۔ زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ ایسا نہ ہو ساری خوشی خاک میں مل جائے۔" یہ کہہ کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرنے لگا۔ شہزادہ اور شہزادی بھی پیچھے ہو لیے۔

عمرو نے جوش میں آ کر ہار تو شہزادی کو دے ڈالا مگر اب پچھتا رہا تھا۔ لینے کے بجائے دینے میں اسے ہمیشہ بڑی تکلیف ہوا کرتی تھی۔ اس تکلیف سے نجات پانے کے لیے اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ شہزادے سے ہار کی رقم کس طرح وصول کی جائے۔ اچانک کچھ سوچ کر اس نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ شہزادہ شہزادی اس کا ساتھ نہ دے سکے تو وہ بڑبڑانے لگا۔ تنگ آ کر شہزادے نے اس سے کہا: "چچا ہم سے پیدل نہیں چلا جاتا۔ کہیں سے گھوڑے کا بندوبست کر دیجیے۔ آپ کی

رفتار کا ساتھ دینا ہمارے بس سے باہر ہے۔"

"دیکھو میاں" عمرو نے کہا "یہاں قریب ہی ایک گھوڑا بکاؤ ہے مگر مالک تین لاکھ روپے مانگتا ہے۔ ہامی بھرو تو لے آؤں۔ دوسری صورت میں پیدل ہی چلنا پڑے گا"

"غضب کر دیا۔ ایک گھوڑے کے تین لاکھ؟" شہزادہ بولا۔ "خیر، جب اور کوئی وسیلہ نہیں تو اسی کو لے آؤ۔ مگر تم جانتے ہو کہ اس وقت میرے پاس روپے نہیں ہیں۔"

"کوئی بات نہیں" عمرو نے کاغذ اور قلم دوات زنبیل سے نکال کر شہزادے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں تم پر بھروسا کرتا ہوں۔ تم تین لاکھ کا رقعہ میرے نام لکھ دو۔ میں اپنی کوئی چیز دے کر گھوڑا لے آؤں گا۔ اور پھر لشکر میں پہنچ کر تم سے وصول کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے" شہزادے نے ہامی بھرتے ہوئے کہا۔ اور رقعہ لکھ کر عمرو کو دے دیا۔ عمرو نے رقعہ سنبھال کر ایک سمت دوڑ لگائی۔ اوٹ میں پہنچ کر زنبیل سے ایک گھوڑا ساز و سامان سے آراستہ نکالا اور پھر اس کی لگام پکڑے ہوئے واپس شہزادے کے پاس پلٹا۔ شہزادہ شہزادی دونوں اس پر سوار ہوئے۔ عمرو نے لشکرگاہ کی

بلے دھڑ کا بھوت

شہزادے اور شہزادی کو نگل لینے کے بعد اژدہے نے زبان لپ لپائی۔ اسی موقعے پر اُس کے مُنہ سے آواز آئی۔ "اے عَمرو، تُو چاہے جہاں ہو، بچ کر نہیں جا سکتا مگر مجھے حُکم ہے کہ تجھے جانے دُوں۔ اِس لیے چھوڑتا ہُوں۔ میرا نام اژدہا جادُو ہے۔ شہنشاہ افراسیاب کا ادنیٰ غلام ہُوں۔ امیر حمزہ سے جا کر کہہ دینا کہ خبردار طلسم ہوش رُبا میں داخل نہ ہونا۔ ورنہ انجام شہزادہ بدیع الزّمان سے بھی بُرا ہو گا۔ مُجھ سے یہی کہنا تھا اب تُو جا سکتا ہے۔" یہ بات ختم کرتے ہی وہ خوفناک اژدہا غائب ہو گیا۔

عَمرو کی سمجھ میں کُچھ نہ آیا کہ اژدہے کو زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ چار و ناچار اُس نے لشکر گاہ کی راہ لی۔ کُچھ دُور جانے پر اُس کے کانوں میں دو مختلف سمتوں سے اعلانِ جنگ کے نقاروں کی آوازیں آنے لگیں۔ اُسے خیال گزرا کہ شاید سُلیمان عنبریں نے لشکرِ امیر کا راستہ روکنے کا ارادہ کیا ہے۔ اُس نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ اپنے لشکر کے قریب پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ مخالف سمت کی پہاڑیوں اور بلندیوں پر ایک زبردست فوج خیمہ زن ہے۔ امیر حمزہ کی خدمت میں پہنچ کر اُس نے سارا حال ملکہ شہزادہ شہزادہ بدیعُ الزّمان اور شہزادی تصویر کا بیان کیا۔ اس پر کُچھ سرداروں نے مشورہ دیا کہ فوراً کسی کو شہزادہ بدیعُ الزّماں کی رہائی اور طلسمِ ہوش رُبا کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا جائے مگر امیر نے جواب دیا۔

"پہلے ہمیں اِس سامنے آنے والی فوج سے نپٹنا چاہیے اس کے بعد ہی دُوسری مُہم پر توجّہ دی جائے گی۔"

"یہ فوج اچانک کہاں سے آ گئی۔ جب میں یہاں سے روانہ ہُوا تھا اُس وقت تو اس کا کوئی پتا نہ تھا۔" عَمرو نے سوال کیا۔

"یہ سُلیمان عنبریں کی فوج ہے۔" امیر نے جواب دیا۔ لقا، فرامرز اور بختیارک اس میں موجود ہیں۔ ہماری آمد کی اِطلاع پا کر اُنھوں نے پیش قدمی کی ہے۔ اپنے دوست بادشاہوں سے اُنھیں مدد کی بڑی اُمیدیں

ہیں۔ یہاں جم کر ہمارا مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔
عمرو کو یہ جواب دے کر امیر حمزہ اپنے سرداروں کو
ہدایات دینے لگے اور سب لوگ جنگی تیاریوں میں
لگ گئے۔

اب دوسری جانب کا حال سنیئے۔ طلسم ہزار شکل
سے بھاگ کر جب لقا کوہ عقیق کی سرحد پر پہنچا تھا
تو سلیمان عنبریں نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا
تھا اور اسے قلعے کے سب سے شاندار محل میں ٹھہرا
کر اس کی خدمت و اطاعت اختیار کی تھی۔ امیر حمزہ
کی طاقت اور سرکشی کا حال سن کر اسے بڑا طیش آیا
تھا۔ چنانچہ ایک طرف اس نے ملک میں عام لام بندی
کا حکم جاری کیا اور دوسری طرف لقا کے وفادار
سارے بادشاہوں کو مدد بھیجنے کے لیے خطوط روانہ
کیے۔ ان خطوں کا مضمون یہ تھا۔

خداوندِ لقا کے ایک سرکش بندے امیر حمزہ نامی نے
بغاوت کی ہے۔ خواب میں خداوند نے اسے جو طاقت
بخشی ہے اسے واپس لینا وہ اپنی شان کے خلاف
جانتے ہیں۔ مگر اس سے بیزار ہیں اور میرے قلعے میں
تشریف رکھتے ہیں۔ اب وہ اپنے وفادار بندوں کا امتحان لینا

چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ میرا اور تمہارا فرض ہے کہ ہم اپنی
وفاداری اور بندگی کا ثبوت دیں۔ خداوند کے سر سے
امیر حمزہ کی فکر دور کریں۔ یہ خط دیکھتے ہی خود آؤ
یا اپنے بہادر سردار، جادوگر اور لشکر بھیجو۔ دشمن
بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ دیر اور سستی بالکل نہ ہو۔"

ایسا ہی ایک خط اس نے شہنشاہِ طلسم ہوش ربا
افراسیاب جادوگر کو بھی بھجوایا تھا۔ سرحد اس کی سلیمان کے
کے ملک سے ملی ہوئی تھی۔ افراسیاب زبردست جادوگر
تھا۔ اس کی ٹکر کا دوسرا کوئی بادشاہ اس حصۂ زمین
پر نہ تھا۔ اس کی سلطنت میں ساٹھ ہزار ملک جادوگروں
اور جادوگرنیوں کے تھے اور سب دل و جان سے اس
کی اطاعت اور فرماں برداری کا دم بھرتے تھے۔ افراسیاب
کا طلسم تین حصوں میں تقسیم تھا۔ ایک پردۂ ظلمات کہلاتا
دوسرا طلسم باطن اور تیسرا طلسم ظاہر۔ پردۂ ظلمات میں
اس کے بزرگ جیسے ماہی زمرد رنگ اور آفاتِ چہار
دست وغیرہ رہا کرتے تھے۔ طلسم باطن اس کے امیروں
وزیروں، اعلیٰ سرداروں اور بیگمات ملکۂ حیرت وغیرہ کی
رہائش گاہ تھا اور طلسم ظاہر میں رعایا رہتی تھی۔ ظاہر
اور باطن طلسموں کے درمیان ایک جادوئی دریا تھا جو

دریائے خون کہلاتا تھا۔ اس کے اوپر دھوئیں کا ایک پل
بنا تھا جس پر دو شیر دہاڑتے رہتے تھے۔ پل کے
درمیان ایک تین منزلہ عمارت تھی۔ پہلی منزل پر بہت
سی پریاں بیٹھی شہنائی بجاتی رہتی تھیں۔ دوسری منزل
سے انھی حبشیوں کا ایک غول دریا میں مٹھی بھر بھر موتی
اچھالا کرتا تھا جنھیں نیچے گرتے ہی مچھلیاں اچک لیتیں
اور منہ میں دبائے گھومتی پھرتیں۔ آخری منزل پر لمبے تڑنگے
حبشیوں کے دو گروہ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے شمشیر زنی
کرتے رہتے۔ زخمیوں کا خون پرنالے میں سے ہو کر ہر
طرف دریا میں گرتا رہتا اور یوں بہتے ہوئے خون سے
دریا ہر وقت بھرا رہتا۔ پل کے بعد طلسم باطن کی حد
شروع ہو جاتی۔ جس کے اندر چپے چپے پر خوب صورت
باغات اور عمارتیں تھیں۔ افراسیاب عموماً باغِ سیب میں
رہائش رکھتا اور وہیں دربار لگایا کرتا تھا۔

جس وقت سلیمان عنبریں کا خط افراسیاب کی خدمت میں
پہنچا، وہ اسی باغِ سیب میں دربار جمائے ہوئے تھا۔ کئی
ہزار کرسیاں اور مونڈھے درجہ بدرجہ اس کے سامنے بچھے تھے
جن پر نامور جادوگر، جادوگرنیاں، وزیر اور امیر بیٹھے تھے
تخت کے نیچے ایک جانب فولاد کے اور دوسری جانب

مٹی کے پتلوں کی قطاریں تھیں۔ بظاہر وہ کھلونے لگتے تھے
مگر آفت کے پرکالے تھے۔ افراسیاب کے اشارے پر
حرکت کرتے تھے۔ جادو کے زور سے رستم و سہراب سے بھی
زیادہ بہادری کے ساتھ جنگ کرتے تھے اور وہ جیسے حکم
دیتا اٹھا لاتے تھے۔ تخت پر اس کے بائیں جانب ایک
کتاب رکھی تھی جس کا نام کتاب سامری تھا۔ افراسیاب
جس چیز اور جس آدمی کے بارے میں جو کچھ جاننا چاہتا،
کتاب میں سارا حال اس کا لکھا مل جاتا۔ دائیں جانب اس
کی چہیتی ملکہ حیرت جادو بیٹھی تھی۔ جادوگری اور عیاری
میں افراسیاب کے بعد اسی کا نمبر تھا۔

سلیمان عنبریں کا خط پڑھ کر افراسیاب کا چہرہ سرخ ہو
گیا۔ فوراً کاغذ قلم منگا کر اپنے ہاتھ سے اس نے
جواب میں سلیمان کو لکھا: میں خداوند کا شکر گزار ہوں
کہ انھوں نے مجھے اپنی خدمت کے قابل سمجھا۔ خوب سمجھتا
ہوں کہ اس سے ان کا مطلب صرف اپنے پیارے اور
وفادار بندوں پر عنایت کرنا ہے۔ میں ہر طرح حاضر ہوں
ایک نامور جادوگر کو چالیس ہزار جادوگروں کے ساتھ
جلد بھیج رہا ہوں۔ اطمینان رکھو۔ وہ پہنچتے ہی امیر حمزہ
اور اس کے لشکر کو غارت کرکے خداوند کے روبرو

مجھے سُرخ رُو کریں گے۔"

یہ خط لکھ کر افراسیاب نے اپنے ہاتھوں سے اُسے چاندی کی نلکی میں بند کیا اور نلکی کو جادوئی پنجے کے سامنے، جو تخت کے سامنے تھا اُچھالا۔ پنجے نے فوراً اُسے اپنی گرفت میں لیا اور پھر بلند ہوتا ہُوا غائب ہو گیا۔ سلیمان کے ساتھ اُس کی خط و کتابت کا ذریعہ خاص طور پر یہی پنجے تھے۔ جب سلیمان کو اُس کے پاس خط بھیجنا منظور ہوتا تو وہ خط کو اس سرحدی پہاڑ کی بلندی پر پہنچا دیتا جو اُس کے اور افراسیاب کے مُلکوں کے بیچوں بیچ تھا۔ اس پہاڑ پر جادو کا ایک بڑا نقارہ اور چوب رکھی ہوتی۔ خط کو یہاں رکھ کر جب نقارے پر چوٹ ماری جاتی تو افراسیاب تک یہ آواز پہنچ جاتی۔ وہ پنجہ بھیج کر خط منگا لیتا۔ اسی طرح افراسیاب کو جو خط سلیمان تک پہنچانا ہوتا، اُس کا جادوئی پنجہ وہ خط اس پہاڑی پر لا کر چھوڑ جاتا جسے سلیمان کے ہرکارے اُس تک پہنچا دیتے۔

افراسیاب کا خط پاتے ہی سلیمان، لقا اور فرامرز اور بختیارک کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اُنھوں نے فوراً قلعے سے نکل کر امیر حمزہ کا راستہ روکنے کا فیصلہ کیا۔ اسی فیصلے

کے مطابق وہ سب لاؤ لشکر کے ساتھ امیر حمزہ کے لشکر گاہ کے سامنے کی پہاڑیوں اور بلندیوں پر آ کر خیمہ زن ہو گئے تھے اور بڑے دبدبے کے ساتھ اِعلانِ جنگ کے نقارے بجوا رہے تھے۔ اُن کا ارادہ تھا کہ جیسے ہی افراسیاب کا بھیجا ہُوا جادوگروں کا لشکر اُن کی مدد کو آ پہنچے گا، وہ امیر حمزہ سے جنگ چھیڑ دیں گے۔

عَمرو کی واپسی کے دُوسرے دن امیر حمزہ نے اُس سے کہا: "خواجہ جی، دُشمن کو یہاں ڈیرہ ڈالے تین دن ہو چکے ہیں۔ فوج اور سامان کی کمی نہ ہوتی تو میں خود اپنے لشکر کو اُن پر دھاوا بولنے کا حکم دیتا مگر انھیں کیا ہو گیا ہے؟ جنگ شروع کرنے کے بجائے فقط نقارے بجا رہے ہیں۔ ذرا جا کر پتا تو کرو کیا معاملہ ہے؟ جب تک اُن کا صحیح حال اور تعداد معلوم نہ ہو جائے اُن کے خلاف کوئی قدم اُٹھانا مُناسب نہ ہو گا۔"

اگر عَمرو شہزادہ بدیع الزماں کو بخیر و عافیت اپنے ساتھ لے آیا ہوتا تو شاید اس موقع پر ضرور امیر سے کسی نہ کسی بہانے کچھ رقم اینٹھنے کی کوشش کرتا مگر ناکامی کا داغ اُس کی پیشانی پر تھا۔ بغیر کسی حجت کے فوراً تیار ہو گیا۔ اپنے خیمے میں جا کر عیاری کا سامان

دُرست کیا۔ صُورت اور حُلیہ گھوڑوں کے ولایتی سوداگر جیسا
بنایا اور لشکر سے نِکل کر سُلیمان عنبریں کی چھاؤنی کی
راہ لی۔ اُس نے ایک بُلندی پر دُوسروں سے زیادہ
بڑے اور اُونچے شامیانے دُور ہی سے دیکھ لیے تھے
تیزی کے ساتھ دوڑتے ہُوئے وہ اُسی کے قریب جا پہنچا۔
جُوں ہی مُحافظ اُس کی طرف مُتوجّہ ہُوئے وہ رو رو کر
اور چِلّا چِلّا کر لقا اور سُلیمان کے نام کی دُہائیاں دینے
لگا۔ مُحافِظوں نے سبب پُوچھا تو کہنے لگا۔ "میں لُٹ گیا
برباد ہو گیا۔ میرے دو ہزار اصیل گھوڑے امیر حمزہ نے
چھین لیے۔ مجھے خُداوند لقا یا شاہ سُلیمان کی خدمت
میں لے چلو۔ گھوڑے اُنھی کے لیے لا رہا تھا۔ اِنصاف
چاہتا ہُوں۔"

لقا اور سُلیمان اس وقت دربار میں تھے۔ مُحافِظ عُمرو
کو دربانوں کے سردار کے پاس لے گئے۔ اُس نے میر
دربار کو خبر بھیجی۔ میر دربار نے کہلا بھیجا۔ فریادی سوداگر
کو اِنتظار کرنے کے لیے کہا جائے۔ دربار میں اِس
وقت جنگی مُعاملات پر بات چیت ہو رہی ہے۔ کسی اجنبی
کو داخلے کی اِجازت نہیں دی جا سکتی۔"

عُمرو کو یہ بات معلوم ہُوئی تو دِل میں اُس نے

طے کیا کہ کسی کونے یا اوٹ میں جانا چاہیے اور عیّاری
کی چادر اوڑھ کر دربار میں جا داخل ہونا چاہیے۔ کُچھ
دیر وہاں خاموش بیٹھا رہنے کے بعد اُس نے دربانوں
کے سردار سے کہا۔

"ابھی سہ پہر ہے۔ دربار شاید شام تک جاری رہے۔
بیٹھے بیٹھے دِل گھبرا رہا ہے۔ ذرا باہر جاتا ہُوں۔ چھاؤنی
میں گھوم پھر کر دِل بہلاتا ہُوں۔ شام تک واپس آ
جاؤں گا۔"

"نہیں، تُمھیں آرام کی ضرُورت ہے۔" دربانوں کے سردار
نے مُسکراتے ہُوئے کہا اور تالی بجائی۔ دو مُحافِظ فوراً اندر
داخِل ہُوئے اور سلام کر کے خاموش کھڑے ہو گئے۔ سردار
نے اُن سے کہا۔ "اِس سوداگر کو لے جاؤ۔ جب تک طلب
نہ کیا جائے نگرانی میں رکھو۔"

عُمرو کے چہرہ پر گھبراہٹ اور جھنجھلاہٹ کے آثار
پیدا ہُوئے تو سردار نے اُس سے کہا۔ "ڈرو نہیں۔ یہ
تُمھیں آرام سے رکھیں گے۔ بس اِتنا ہے کہ خیمے سے
باہر نہ نکلنے دیں گے۔ اجنبیوں کو چھاؤنی میں گھومنے
پھرنے کی اِجازت نہیں دی جا سکتی۔"

دونوں مُحافِظ عُمرو کو اپنے ساتھ لے گئے اور ایک

چھولداری کے اندر بند کر دیا۔ چھولداری کے چاروں
طرف سپاہی پہرے کے لیے موجود تھے۔ سپاہیوں کی
شکل و صورت دیکھ کر عمرو نے پہلی ہی نظر میں
اندازہ کر لیا کہ یہ دو مختلف قبیلوں کے لوگ ہیں۔
چھولداری کے اندر ایک پھٹا پرانا مگر موٹا گدا پڑا ہوا
تھا۔ عمرو تھکاوٹ محسوس کر رہا تھا۔ ٹانگیں پسار کر
گدے پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر کے نیا منصوبہ
سوچنے لگا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ باہر ہلچل محسوس
ہوئی۔ وہ چونک اٹھا۔ چھولداری کے ایک سوراخ سے
باہر جھانک کر دیکھا۔ سامنے پہرے داروں کا جمگھٹا لگا
ہوا تھا۔ کچھ خوشی سے قہقہے لگا رہے تھے، کچھ ایک
دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے اور کچھ جوشیلے لہجے
میں باتیں کر رہے تھے۔ عمرو کان لگا کر ان کی باتیں
سننے لگا۔ پتا چلا کہ افراسیاب کا بھیجا ہوا جادوگروں
کا لشکر قلعے کے سامنے پہنچ چکا ہے اور شاہ سلیمان
عنبری اس کا استقبال کرنے کے لیے روانہ ہو گیا
ہے۔

یہ حال معلوم ہوتے ہی عمرو نے عیاری کی چادر
اوڑھ لی۔ دروازے کے پردے کو ایک جانب سے تھوڑا

سا کھسکایا اور بلی کی طرح چپ چاپ باہر نکل گیا۔
پہرے دار بالکل سامنے تھے مگر وہ اسے بالکل نہ دیکھ
سکے۔ اب عمرو کو تفریح کی سوجھی۔ اس نے ایک موٹے
سپاہی کے زور دار تھپڑ رسید کیا۔ موٹا یہ سمجھا کہ یہ
حرکت اس کے پیچھے والے سپاہی کی ہے۔ اس نے پلٹ
کر ایک زور دار گھونسا پیچھے والے سپاہی کی ناک پر جڑ
دیا۔ اس عرصے میں عمرو ایک دوسرے سپاہی پر بھی
ہاتھ صاف کر چکا تھا۔ جس نے اپنے دائیں ہاتھ والے
سپاہی سے دھر پٹک شروع کر دی تھی۔ کچھ سمجھ دار
سپاہی بیچ بچاؤ کرانے کے لیے آگے بڑھے۔ انھیں بھی
عمرو نے اسی ترکیب سے آپس میں لڑا دیا۔ جیسا کہ
اس نے شروع میں محسوس کیا تھا سپاہی واقعی دو
مختلف قبیلوں کے لوگ تھے۔ دھپ بازی کرنے میں اس
نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ ایک ہی قبیلے
کے لوگ آپس میں لڑنے کے بجائے مخالف قبیلے سے
الجھ پڑیں۔ ترکیب کامیاب رہی۔ دیکھتے ہی دیکھتے
چھولداری کے ارد گرد کے سارے سپاہی دو گروہوں
میں بٹ گئے۔ دھینگا مشتی کرتے کرتے انھوں نے
تلواریں کھینچ لیں۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ تعصب کی

چنگاریاں اُس جگہ سے اُڑ اُڑ کر چھاؤنی کے دُوسرے حصّوں میں پہنچنے لگیں۔ جوش نے لوگوں کو اندھا کر دیا۔ فساد کی آگ ایک سِرے سے دُوسرے سِرے تک جا پہنچی۔ سپاہیوں کے دونوں قبیلوں کے درمیان چپّے چپّے میں تلوار چلنے لگی۔ عمرو اپنی کامیابی پر مُسکراتا ہُوا، بچتا بچاتا چھاؤنی سے نِکلا اور فرّاٹے بھرتا قلعۂ عقیق کی جانب روانہ ہو گیا۔

شام ہوتے ہوتے وہ قلعے کے سامنے جا پہنچا۔ شاہ سُلیمان اِس سے پہلے آ کر جادُوگروں کے بادشاہ اور اُس کے ہمراہیوں کو اندر قلعے میں لے گیا تھا۔ پھر بھی اِکّے دُکّے جادُوگر اِدھر اُدھر پھر رہے تھے اور مزدُور اُن کا سامان اِکٹھا کر رہے تھے۔ قلعے کے دروازے پر چاق و چوبند پہرے داروں کا دستہ کھڑا تھا جو آنے جانے والوں پر کڑی نظر رکھے ہُوئے تھا۔ یہ حال دیکھ کر عمرو ایک جھاڑی کی اوٹ میں ہو گیا۔ چادر اُتار کر زنبیل میں رکھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد جو سامنے آیا تو جادُوگروں کے بھیس میں تھا۔ گلے میں ہڈیوں کی مالا تھی۔ کہنی سے کندھوں تک چھوٹے چھوٹے بُت بندھے ہُوئے تھے۔ چہرے پر رنگا رنگ نشان کھنچے ہُوئے تھے۔

دھڑ میں گھٹنوں سے اُوپر کانچ دار دھوتی بندھی ہُوئی تھی۔ ایک ہاتھ میں جھولی تھی۔ دُوسرے میں سیندور لگا ناریل دبا ہُوا تھا۔ وہ بڑی شان سے چلتا ہُوا پھاٹک کے اندر داخل ہو گیا۔ پہرے دار اُس پر بالکل شک نہ کر سکے۔

شہر کی رونق دیکھ کر عمرو دنگ رہ گیا۔ سُورج ڈُوب چُکا تھا مگر شہر کے بازار، گلیاں اور محلّے بُقعۂ نور بنے ہُوئے تھے۔ عمارتیں دُلھن کی طرح سجی ہُوئی تھیں۔ خریداروں کا ہجُوم تھا۔ جادُوگر لشکری جو اپنے بادشاہ کے ساتھ آئے تھے، چپّے چپّے میں گھُومتے پھر رہے تھے یا خریداری کر رہے تھے۔ شہر کے لوگ اُن کے ساتھ بڑی آؤ بھگت سے پیش آ رہے تھے۔ عمرو اِس ٹوہ میں تھا کہ بغیر کسی سے پُوچھے یہ معلوم ہو جائے کہ شاہ سُلیمان نے جادُوگروں کے بادشاہ کو کہاں ٹھہرایا ہے، اُس کا کیا نام ہے اور وہ دونوں کیا کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔ آخر گھُومتے پھرتے، لوگوں کی باتوں پر کان دیتے اُسے پتا چل گیا کہ جادُوگر بادشاہ کا نام اِبلال جادُو ہے۔ شاہ سُلیمان نے اُسے خاص اپنے محل کے ایک حصّے میں ٹھہرایا ہے اور تھوڑی دیر بعد اُس کی خاطر

محل کے باغ میں ایک شان دار جشن منایا جائے گا۔
شہر کا چکر لگاتے ہوئے اِس بات کا اندازہ
عمرو کو پہلے ہی ہو چکا تھا کہ شاہی محل کہاں
ہے۔ اُس کے لیے مسئلہ اب صرف یہ تھا کہ کہیں
پیٹ کی آگ بجھائے اور شاہی محل کی راہ لے۔ جگہ
جگہ سالم مرغ اور بکری کی رانیں بھن رہی تھیں۔ کئی
بار اُس کے جی میں آئی کہ خرید کر کھا لے مگر حرام
گوشت سمجھ کر صبر کر گیا۔ آخر کار ایک حلوائی کی دکان
پر اُسے کڑھاؤ سے گرم گرم پوریاں اترتی نظر آئیں۔
وہ وہیں ڈٹ گیا۔ آلو اور کمڈھے کی ترکاری کچھ
مزے کی نہ تھی مگر آم کے اچار کی وجہ سے پوریوں
کا ساتھ دے گئی۔ گلاقند اور رس گلوں نے البتہ
اُس کا دل خوش کر دیا۔ اچھی طرح پیٹ بھر کر
اُس نے خدا کا شکر ادا کیا اور چونکہ جشن کا وقت
ہو چکا تھا، اِس لیے اطمینان سے شاہی محل کی
طرف چل دیا۔

شاہ سلیمان اور اجلال جادو کے سرداروں کے علاوہ
کسی کو جشن میں شریک ہونے کی دعوت نہ دی گئی
تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب عمرو شاہی محل کے پھاٹک

پر پہنچا تو پہرے داروں نے اُسے بلند مرتبہ جادوگر
سمجھا۔ کسی نے بھی اُسے نہ ٹوکا۔ اندر محل کے باغ
میں گھنگھروؤں کی چھما چھم ہو رہی تھی۔ جشن شروع
ہو چکا تھا۔ عمرو پھاٹک سے گزرتا ہوا سیدھا
جشن گاہ میں جا پہنچا۔ یہاں خاصا بڑا مجمع تھا۔ سونے
کے ایک تخت پر گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے اجلال
جادو اور سلیمان شاہ برابر برابر بیٹھے تھے۔ اُن کے
پیچھے اور دائیں بائیں وفادار اور با ادب درباریوں کا
مجمع تھا۔ سامنے فرش پر پری زادوں کی ایک ٹولی ناچ
رہی تھی اور اُس کے سامنے محل کا ایک کھلا دروازہ
تھا جس پر چلمن پڑی ہوئی تھی۔ عمرو بے باکی کے
ساتھ بڑھتا ہوا تخت کے دائیں جانب عین اجلال
جادو کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ شاہ سلیمان کے
سرداروں نے اُسے اجلال جادو کا خاص درباری سمجھ
کر آگے جانے کا راستہ دے دیا۔ ناچ ختم ہونے کے
بعد بازی گروں نے اپنے کرتب دکھائے۔ اِس کے بعد
گرتوں کی باری آئی۔ پھر کوڑے بازی کا مقابلہ شروع
ہو گیا۔ اسی موقع پر عمرو نے محسوس کیا کہ اور تو
سب لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں مگر اجلال جادو کی

نگاہیں چلمن سے لڑی ہوئی ہیں۔ رہ رہ کر ہوا کے
جھونکوں سے چلمن اُڑتی ہے۔ ایک عورت کنیزوں
کے جھرمٹ میں دروازے کے قریب دکھائی دیتی ہے۔
توجّہ دینے پر عمرو کو پتا چلا کہ وہ عورت بھی موقع
پاکر اجلال جادُو کو غور سے دیکھنے لگتی ہے۔ ایسا
معلوم ہو رہا تھا جیسے دونوں ایک دُوسرے کو پہچاننے
کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ معاملہ دیکھتے ہی عمرو کا
دماغ جاگ اُٹھا۔ وہ مجمع سے اِس طرح باہر نکلا جیسے
کوئی ضروری کام یاد آ گیا ہو۔ کوڑے بازی کا خطرناک
مقابلہ دیکھنے میں سب لوگ اِتنے محو تھے کہ کسی نے
اس پر توجّہ بھی نہیں دی۔ مجمع سے باہر نکل کر وہ
ایک گوشے میں گیا۔ محل کے ایک بوڑھے خواجہ سرا
کا حلیہ بنایا۔ سُرخ رنگ کی ریشمی پگڑی باندھی۔ نیلے
رنگ کی مخمل کا کامدار لمبا چغہ پہنا، کمر میں پٹکا
باندھا، چاندی کا عصا ہاتھ میں لیا اور چکّر کھا کر
محل کے اُس دروازے کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا
جس میں چلمن پڑی ہوئی تھی اور جدھر اجلال جادُو
نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ چلمن کے اندر بیٹھی ہوئی عورت
کو دیکھ کر اُس کا دل گواہی دینے لگا کہ ہو نہ ہو

یہ شاہ سُلیمان کی کوئی بیٹی ہے۔ جان بُوجھ کر وہ
چلمن کا ایک کونہ دبا کر اِس طرح کھڑا ہو گیا کہ
اب وہ ہوا کے جھونکوں سے نہ اُڑ سکتی تھی۔ یہ
دیکھ کر شہزادی سے صبر نہ ہو سکا۔ چند لمحے بعد اُس
نے ہاتھ بڑھا کر چلمن کا کونا عمرو سے چھڑانا چاہا۔
عمرو نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر ڈانٹ بتائی۔ "خبردار، اگر
اب چلمن کو ہاتھ لگایا تو ابھی جا کر بادشاہ سے
شکایت کر دُوں گا۔" یہ سُنتے ہی شہزادی کے پسینے چھوٹ
گئے۔ کنیزوں کا خُون خشک ہو گیا۔

اُدھر اِجلال جادُو نے اُس نقلی خواجہ سرا کو شہزادی
سے بات کرتے دیکھا تو اُس کا دِل دھڑکنے لگا۔ چلمن
کی طرف دیکھنا چھوڑ کر اب وہ عمرو یعنی خواجہ سرا کو
دیکھے جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد عمرو نے سب کی آنکھ
بچا کر اِجلال جادُو کو ایک گوشے کی جانب آنے
کا اِشارہ کیا اور خُود چلمن چھوڑ کر آہستہ آہستہ اُس طرف
چل دیا۔ محفل میں اُس وقت شاہ سُلیمان کے دو
پہلوان کشتی کے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ عمرو
کے غائب ہوتے ہی اِجلال جادُو کوئی بہانہ بنا کر
اُٹھا اور ٹہلتا ہوا عمرو کے پاس جا پہنچا۔

"شہزادی کو میں نے گود کھلایا ہے۔" عمرو نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "وہ اپنا کوئی راز مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھتی۔ وہ تم سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ کل رات تم کسی ایسے مکان کی چھت پر قیام کرو جس کے اِرد گِرد کافی دُور تک کوئی دُوسرا مکان نہ ہو۔ شہزادی کل اپنے محل کی چھت پر سوئے گی۔ تم اپنے بھروسے کے دو تین جادُوگروں سے کہنا کہ جادُو کی طاقت سے مسہری سمیت اُسے اٹھا کر تمھاری چھت پر پہنچا دیں۔ اِس کے بعد وہ بھی رخصت ہو جائیں۔ شہزادی تم سے اکیلے میں بات کرنا چاہتی ہے۔"

یہ سُنتے ہی اِجلال جادُو خوشی سے پھول گیا۔ فوراً اپنا ہار اور انگوٹھیاں اُتار کر عمرو کے حوالے کیں۔ اور پروگرام پکّا کرنے کے بعد جا کر محفل میں بیٹھ گیا۔

عمرو نے عیّاری کی چادر اوڑھی اور پلٹ کر شہزادی کی طرف چل دیا۔ چلمن کے اندر پہنچنے پر اُس نے چادر کو جسم پر سے اِس طرح کھسکایا کہ اس میں سے صرف اُس کا سر اور ہاتھ پاؤں دِکھائی دیتے تھے۔ شہزادی اور کنیزوں کی اس عجوبے پر نگاہ پڑی تو عمرو پتلیاں پلٹا کر ڈراؤنی آواز میں بولا۔ "میں بے دھڑ

کا بھوت ہوں۔ تم سب کو کھا جاؤں گا۔" یہ سُنتے ہی دہشت سے سب بے ہوش ہو گئیں۔

عمرو نے لپک کر شہزادی کو باندھ کر زنبیل میں ڈالا۔ اپنے آپ کو جلدی جلدی شہزادی کی صورت کا بنایا۔ کنیزوں کو بے ہوشی دُور کرنے والا گُل دستہ سُنگھایا۔ اور شہزادی کی طرح اُس کی کرسی پر ڈھیلا ہو کر پڑ رہا۔ کنیزوں نے ہوش میں آ کر اُسے اُٹھایا اور کہنے لگیں۔ "بس اب یہاں ایک لمحہ نہ ٹھہریے۔ چلیے اپنی اپنی حویلی میں آرام کیجیے یہاں تو بھوتوں کا ڈیرا ہے۔"

عمرو فوراً اُٹھ کھڑا ہوا مگر چونکہ یہ نہ جانتا تھا کہ شہزادی کی حویلی کون سی ہے اور اُس کا کمرہ کہاں ہے، اِس لیے دو کنیزوں کو آگے چلنے کا حکم دے کر اور خود کو نڈھال ظاہر کر کے باقی دو کنیزوں کے سہارے اُن کے پیچھے چلنے لگا۔ کنیزوں نے اُسے شہزادی کے خاص کمرے میں پہنچا کر مسہری پر لِٹا دیا۔

اُدھر جشن گاہ میں صبح کے وقت محفل ختم ہونے پر سلیمان شاہ نے اِجلال جادُو سے سوال کیا۔ "آپ دن میں آرام کریں گے یا صبح ہی صبح امیر حمزہ کے

مُقابلے کے لیے چھاؤنی روانہ ہو جائیں گے۔"

اس پر اجلال جادُو نے جواب دیا۔ "میرے لیے آبادی سے الگ ایک مکان کا انتظام کر دیجیے۔ دِن میں وہاں آرام کروں گا اور رات کو اپنا خاص جادُو جگانے کے لیے اُس کی چھت پر عمل کروں گا۔ امیر حمزہ سے مُقابلے کے لیے پرسوں صبح ہی جا سکوں گا۔"

اس پر شاہ سُلیمان نے فوراً اپنے وزیروں کو اجلال جادُو کی فرمائش پُوری کرنے کا حکم دیا اور محفل برخاست کر کے اپنے محل میں چلا گیا۔

چُوہے جیسا مزدُور

شاہی مہمان خانے کا داروغہ اجلال جادُو کا ضروری سامان نئے مکان میں بھیجنے کے لیے اِکٹھا کر رہا تھا دُوسرے کئی مُلازم اِس سامان کو باندھ رہے تھے۔ اِسی موقعے پر ایک چُوہے جیسی شکل کا دُبلا پتلا مزدُور وہاں آیا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں بڑی سی چھابڑی تھی اور سر میں گُنڈلی بندھی ہُوئی تھی۔ آتے ہی اُس نے کہا "مجھے ایک سپاہی نے بھیجا ہے۔ کیا سامان لے جانا ہے؟"

داروغہ اُسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر ہنس دیا۔ "کیا تُمھارے عِلاوہ اُس سپاہی کو اور کوئی نہیں مِلا؟ مجھے مضبُوط مرد چاہیے چُوہا نہیں۔"

مزدُور نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا۔ "حضُور، میں چُوہا سہی۔ بوجھ تو بتائیے۔ دو آدمیوں سے زیادہ کا وزن اُٹھا لے جاؤں تو مانیے گا۔"

داروغہ یہ سُن کر مُسکرا دیا۔ کہنے لگا "اچھی بات ہے
چلو یہ قالین اُٹھاؤ۔ لیکن اگر تُم ٹوٹ پھوٹ گئے
تو میں ذمّے دار نہ ہوں گا۔"

قالین بُہت وزنی تھا۔ کسی طرح دو آدمی سے کم
اُسے نہ اُٹھا سکتے تھے۔ لیکن اُس مزدُور نے ایک
ہی جھٹکے میں اُٹھا کر کندھے پر لاد لیا اور سیدھا کھڑا
ہوتا ہُوا اطمینان سے بولا "حکم دیجیے۔ کہاں لے جاؤں"
داروغہ حیران رہ گیا۔

اتنے میں شاہ سُلیمان کا ایک افسر کئی دُوسرے
مزدُوروں کو لیے وہاں آ پہنچا۔ چوہے جیسے مزدُور کو
بوجھ اُٹھائے دیکھ کر اُس نے کہا۔ "تُم محل کے پھاٹک
کی طرف چلو۔ میں بتاؤں گا کہاں چلنا ہے۔" وہ آہستہ
آہستہ چل دیا۔ تو اُس نے دُوسرے مزدُوروں کو سامان
اُٹھانے کی ہدایت کی۔ تھوڑی ہی دیر میں سب کو ساتھ
لیے ہُوئے وہ چوہے جیسے مزدُور سے جا مِلا۔ مختلف
راستوں سے گزرتے ہُوئے وہ شہر سے باہر ایک دو منزلہ
مکان پر جا پہنچے۔ یہاں برآمدے میں سارا سامان اُتروا
کر اُس نے مزدُوروں کو دُوسرا پھیرا لانے کے لیے
شاہی مہمان خانے جانے کی ہدایت کی اور خُود وہیں

ٹھہر گیا۔

کئی پھیروں میں جب سارا سامان آ گیا تو وہ
مزدُوروں کی مدد سے سامان کو مختلف حصوں میں قرینے سے
رکھوانے لگا۔ صفائی وغیرہ پہلے ہی ہو چُکی تھی۔ چوہے جیسے
مزدُور کو مکان کی چھت پر سامان لگانے کا حُکم ملا۔ جب مزدُور
کا کام ختم ہو جاتا اُسے چُھٹّی مل جاتی۔ وہ ہاتھ جھاڑتا
مُفت کی اس بیگار سے جان چُھڑا کر چل دیتا۔ آخر چوہے
جیسے مزدُور کو بھی چُھٹّی مل گئی۔ وہ بھی دُوسروں کی
طرح رُخصت ہو کر باہر نکل گیا۔ نگران افسر برآمدے میں
بچھی ہُوئی ایک کُرسی پر بیٹھ کر سستانے لگا۔ چوہے جیسے
مزدُور کے دل میں جانے کیا آئی کہ کُچھ دُور جا کر وہ
پلٹا۔ چوری چوری مکان کے پچھلے حصّے کی طرف گیا اور
چار دیواری پھلانگ کر اندر چلا گیا۔ نگران بدستور کُرسی
پر بیٹھا ہُوا مکان کے سامنے والے راستے کو دیکھ رہا تھا
اِجلال جادُوگر کو اِسی راستے سے آنا تھا۔ چوہے جیسے مزدُور
نے اُسے غافل پا کر زینے کی راہ لی اور آہستہ آہستہ
چڑھتا ہُوا چھت پر جا پہنچا۔ یہاں چاروں طرف اِحتیاط
کے ساتھ دیکھ کر اُس نے اِطمینان کیا اور پھر مسہری
کے نیچے لیٹ گیا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اجلال جادو بھی آ پہنچا۔
صرف دو راز دار جادوگر اُس کے ساتھ تھے۔ سارا دن
اُنھوں نے نچلی منزل میں آرام کیا۔ شام ہونے پر وہ
چھت پر چلے آئے۔ اِجلال نے چہل قدمی شروع کر
دی۔ اُس کے دونوں جادوگر چیزوں کی صفائی میں لگ
گئے۔

اُس طرف عمرو نے بھی شام ہونے پر کنیزوں کو مسہری
چھت پر بچھانے کا حکم دیا۔ کنیزوں کو یہ بات کچھ
عجیب سی لگی اِس لیے کہ شہزادی چھت پر سونا پسند
نہ کرتی تھی۔ اِس پر عمرو نے بات بنائی آج میرا
دِل چاند ستاروں کی سیر کے لیے مچل رہا ہے۔ کنیزوں
نے ہنسی خوشی مسہری اور ضرورت کی دُوسری چیزیں چھت
پر پہنچا دیں۔ اِس وقت تک عمرو کو یہ نہ معلوم ہو سکا
تھا کہ جس شہزادی کی وہ نقل بنا ہوا ہے، اس کا
نام کیا تھا۔ چھت پر پہنچنے کے بعد طرح طرح کی
باتیں بنا کر اُس نے کنیزوں سے اِس کا پتا چلا لیا
کہ شہزادی کا نام نسرین عنبریں ہے۔

کھانا کھانے کے بعد وہ بڑی دیر تک کنیزوں سے
کہانیاں سنتا رہا۔ پھر نقلی جمائیاں لینے لگا۔ کنیزوں نے

سمجھا اسے نیند آ رہی ہے۔ وہ چُپ ہو گئیں اور مسہری
کے اِرد گرد فرش پر لیٹ گئیں۔ کچھ دیر اور خاموشی رہی
تو ایک ایک کر کے سب سو گئیں۔ اُن کے خراٹے کی
آواز پر اطمینان کر کے عمرو نے سفوفِ بے ہوشی زنبیل
سے نِکال کر ان کو سُنگھا دیا۔ اِس کے بعد اُدھر بارہ
کا گجر بجا اِدھر عمرو بھی تکیے پر سر رکھ کر خراٹے لینے
لگا۔ اُسے یقین تھا کہ اجلال کے جادُوگر بس آتے ہی
ہوں گے۔

اُس کا خیال ٹھیک نِکلا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ
دو تاریک سائے اُڑتے ہُوئے آئے اور مسہری سمیت نقلی
شہزادی نسرین یعنی عمرو کو لے اُڑے۔ تھوڑی دیر بعد عمرو
کو اپنے چاروں طرف بھینی بھینی خوشبو محسوس ہُوئی۔ اسی
لمحے اُسے ایسا لگا جیسے مسہری کسی جگہ رکھ دی گئی ہے۔
گہری نیند کی حالت ظاہر کرتے ہُوئے اُس نے کروٹ لی
اور تھوڑی سی آنکھ کھول کے دائیں بائیں دیکھا۔ اِجلال
جادُو کی آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ اپنے
ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ شاباش، اب جا کر نچلی منزل
میں آرام کرو۔ جب تک خُود نہ بلاؤں ہرگز اُوپر نہ
آنا۔

وہ دونوں نیچے چلے گئے تو اجلال جادو نقلی شہزادی کی مسہری کے گرد چکر لگانے لگا۔ اُس کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ شہزادی کو جگائے۔ آخر جب کچھ وقت یونہی گزر گیا تو اُس سے نہ رہا گیا۔ پائنتیں بیٹھ کر ڈرتے ڈرتے شہزادی کے تلوے سہلائے۔ فوراً ہی نقلی شہزادی چونک کر اُٹھ بیٹھی۔ آنکھیں ملتے ہوئے اپنی کنیزوں کے نام لے کر پکارنے لگی۔

اجلال جادو نے بڑے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہا "یہاں حضور کی کوئی کنیز نہیں۔ یہ غلام حاضر ہے۔ جو حکم ہو بجا لاؤں۔"

"ہائیں، یہ کون سی جگہ ہے؟" نقلی شہزادی نے بناوٹی غصے سے کہا۔ "مجھے یہاں کون لایا؟ تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

اجلال سٹپٹا گیا۔ سہمے ہوئے لہجے میں بولا "حضور غلام کی مہمان ہیں۔ خواجہ سرا کے ذریعے حضور نے جو حکم بھجوایا تھا اُسی کی تعمیل ہوئی ہے۔"

"ہائیں، تو مجھے الزام دیتا ہے۔" نقلی شہزادی غصے سے بپھرتی ہوئی بولی۔ "کیسا خواجہ سرا؟ کس کا پیغام؟ تیرا دماغ تو ٹھیک ہے۔ کیا نہیں جانتا۔ میں شاہ

سلیمان عنبریں کی بیٹی ہوں۔ میری جوتی کو کیا غرض جو تیری مہمان ہوں۔"

"اُف۔ تو کیا وہ دھوکا تھا؟" اجلال اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر افسوس کے ساتھ بڑبڑایا۔ "وہ خواجہ سرا کوئی مکار اور شرپسند تھا۔ ہائے۔ میں تو کہیں کا نہ رہا۔ شہزادی صاحبہ میں گناہ گار ہوں۔ حاضر ہوں، جو چاہیے سزا دے لیجیے۔" یہ کہہ کر وہ اُٹھا اور فرش پر دو زانو سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

نقلی شہزادی نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ سامنے کونے میں ایک میز پر شربت کی صراحی پڑی تھی۔ وہ گلے میں ہاتھ پھیر کر بولی۔ "اُف پیاس کے مارے میرے حلق میں کانٹے پڑ رہے ہیں اور تو بڈھے اُلو کی طرح سر جھکائے بیٹھا ہے۔ جلدی اُٹھ اور وہ شربت کی صراحی اور پیالہ اُٹھا لا۔" اجلال فوراً اُٹھا، صراحی لا کر نقلی شہزادی کے ہاتھ میں تھمائی اور پھر سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ نقلی شہزادی نے تھوڑا سا شربت خود پیا اور پھر پھرتی سے پیالے میں بے ہوشی کا سفوف ملا کر اجلال سے بولی، "لے تو بھی پی۔"

شہزادی کو یوں مہربان پا کر اجلال خوشی سے جھوم

اُٹھا اور اُس کے ہاتھ سے پیالہ لے کر ایک
سانس میں غٹ غٹ پی گیا۔ دُوسرے ہی لمحے
کٹی ہُوئی شاخ کی طرح لمبا لمبا پڑا تھا۔
نقلی شہزادی یعنی عمرو نے زنبیل سے ریشمی ڈوری نکالی
اور اجلال کے ہاتھ پاؤں باندھنے لگا۔ اسی موقع
اجلال کی مسہری کے نیچے چھپا ہُوا چوہے جیسا مزدور
چپکے سے باہر نکلا اور نقلی شہزادی کے پیچھے کھڑا ہو
گیا۔ عمرو کی اُس طرف پیٹھ تھی۔ دُوسرے اُسے اِس بات
کا یقین تھا کہ یہاں اجلال اور اِس کے سوا کوئی تیسرا
شخص موجود نہیں ہو سکتا۔ اس لیے وہ اِس سے بالکل
غافل رہا۔ اجلال کے ہاتھ پیر باندھ کر اُس نے زنبیل
سے خنجر نکالا اور اُس کے قبضے کو مٹھی میں دبا کر
ہاتھ بلند کیا۔ مگر اُس کا ہاتھ بلند ہی ہُوا تھا کہ چوہے
جیسے مزدور نے لپک کر اُس کی کلائی پکڑ لی۔ عمرو
چونک کر پیچھے کی طرف پلٹا۔ مزدور نے اُس کا ہاتھ
چھوڑ دیا۔ عمرو اُسے دیکھ کر بھونچکا رہ گیا۔ "تم؟ تم
یہاں کیسے آ گئے؟"

مزدور دراصل عمرو کا بیٹا چالاک تھا

چالاک نے کہا۔ "جب مجھے معلوم ہُوا کہ آپ دشمنوں

کی چھاؤنی کا حال معلوم کرنے جا رہے ہیں تو میں
نے سوچا مجھے قلعۂ عقیق کے اندر کے حالات کا پتا
چلانا چاہیے۔ بس میں چل دیا۔ آپ چھاؤنی میں پہنچے
اور میں مزدوروں کے بھیس میں قلعے میں آ گیا۔ محل کے
جشن میں بھی ایک خدمت گار کی حیثیت سے موجود تھا۔
پھر جب پتا چلا کہ اجلال ایک تنہا مکان میں قیام کرنے
کا ارادہ رکھتا ہے تو مزدور بن کر یہاں آ چھپا۔ ایک
تو میں اس راز کو جاننا چاہتا تھا دُوسرے موقع پا
کر اُسے ٹھکانے لگانے کی بھی آرزو رکھتا تھا۔ آپ
اُسے بے ہوش کر کے ہاتھ پاؤں باندھنے لگے تو میں
سمجھ گیا کہ شہزادی کے بھیس میں آپ کے سوا اور
کوئی نہیں۔ اِسی لیے مسہری کے نیچے سے باہر نکل
آیا۔"

"ہوں" عمرو نے کہا۔ "مگر تو نے میرا خنجر والا ہاتھ
کیوں پکڑا؟"

چالاک نے کہا۔ "اجلال جادوگر ہے اور جادوگر
جب ہلاک ہوتا ہے تو اُس کے ہمزاد شور مچاتے ہیں
آندھیاں چلاتے ہیں، بین کرتے ہیں۔ اگر آپ اِسے مار
ڈالتے تو اِس کے جادوگروں کو فوراً پتا چل جاتا اور

ہم دونوں یہیں دھر لیے جاتے۔"

یہ سُن کر عمرو نے بیٹے کے کاندھے تھپتھپائے اور بولا۔ "شاباش، تُو بہت سمجھ دار ہے مگر اب کیا کیا جائے؟ تیری عقل کیا کہتی ہے؟"

"میری رائے تو یہ ہے ابا جان۔" چالاک نے سوچتے ہوئے کہا کہ "آپ اجلال کے ہونٹوں کو چپکا کر زنبیل میں ڈال لیں تاکہ ہوش آنے پر وہ جادو نہ کر سکے۔ مجھے شہزادی کے بھیس میں تبدیل کر دیجیے۔ آپ خود اجلال جادوگر بن جائیے۔ اس طرح موقع پا کر ہم دونوں دشمنوں کے چنگل سے نکل جائیں گے۔ سانپ بھی مر جائے گا، لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی۔"

عمرو نے بے ساختہ چالاک کو گلے سے لگا لیا۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد اجلال زنبیل میں جا چکا تھا۔ عمرو اجلال بنا ہوا تھا اور چالاک شہزادی نسرین عنبریں کے رُوپ میں دکھائی دے رہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر عمرو نے اجلال کی آواز میں اُس کے جادوگروں کو آواز دی۔ وہ اوپر آ گئے تو اُس نے اُنہیں حکم دیا: "جاؤ شہزادی کو اُس کی چھت پر چھوڑ آؤ۔"

دونوں جادوگر شہزادی کی مسہری لے کر اُڑے اور تھوڑی ہی دیر میں اُسے اُس کی چھت پر ٹھیک پہلی جگہ رکھ کر واپس آ گئے۔ اُن کے واپس آتے ہی نقلی اجلال اُنہیں ساتھ لے کر اُس میدان کی طرف روانہ ہو گیا جہاں اُس کی فوج ڈیرے ڈالے پڑی تھی۔ وہاں پہنچ کر اُس نے اپنے سپہ سالار کو طلب کیا اور حکم دیا۔ "لشکر کو کُوچ کی تیاری کے لیے حکم دو۔ سُورج نکلنے سے پہلے پہلے ہم یہاں سے میدانِ جنگ کو روانہ ہو جائیں گے۔"

سپہ سالار نے ادب سے سر جھکایا اور واپس جاتے ہی تیاری کا نقارہ بجوایا۔ جادوگروں کے پڑاؤ میں ایک سرے سے دُوسرے سرے تک ہلچل کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ ہڑبڑا کر اُٹھے۔ ہاتھ منہ دھویا۔ ضروریات سے فراغت حاصل کی اور پھر ڈیرا خیمہ اکھاڑنے اور سامان سمیٹنے باندھنے لگ گئے۔

نقلی اجلال نے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دینے کے بعد ایک قاصد کو شاہ سُلیمان کے پاس بھی روانہ کیا۔ اجلال کے لشکر کے نقاروں کی آواز سُن کر وہ پہلے ہی نیند سے بیدار ہو چکا تھا۔ اجلال کے قاصد

نے آ کر جو اُسے روانگی کا پیغام دیا تو اُسے ہر
کر کے وہ خود بھی تیاریوں میں لگ گیا۔ اِسی اثنا
پر شہزادی نسرین اپنی کنیزوں کے ساتھ اُس کے پاس
آ پہنچی اور ضد کرنے لگی کہ میں بھی جنگ دیکھنے
کے لیے ساتھ چلوں گی۔ شاہ سلیمان نے پہلے تو اُسے
بہت ٹالا مگر جب وہ اڑ گئی تو مجبوراً ساتھ لے
چلنے پر آمادہ ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد چالیس ہزار جادوگروں کا لشکر قلعے
کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سورج نکلنے میں
ابھی خاصی دیر تھی مگر سارا شہر جاگ چکا تھا۔ ہر طرف
مردوں، بچوں اور عورتوں کے نعرے گونج رہے تھے۔
لا تعداد لوگ سڑک کے دونوں جانب کھڑے ہوئے تھے۔
جادوگروں کے لشکر سے نقاروں اور نفیریوں کی آوازیں
بلند ہو رہی تھیں۔ کچھ لوگ سنکھ بھی بجا رہے تھے۔
یہ لشکر ابھی قلعے کے دروازے کے قریب نہ پہنچا
تھا کہ شاہ سلیمان بھی اپنے باڈی گارڈ اور شہزادی
نسرین عنبرین کے ساتھ اُس سے آ ملا۔ نقلی اجلال
نقلی شہزادی کو قریب پا کر دل میں خدا کا شکر
بجا لایا۔

قلعے سے نکل کر انھوں نے اپنی رفتار تیز کر
دی۔ مسلسل گھوڑے دوڑاتے وہ دن چڑھے چھاؤنی میں
جا پہنچے۔ چھاؤنی میں زور زور سے خوشی کے شادیانے
بجنے لگے۔ بختک نامراد نے فوراً فرامرز شاہ کو مبارک باد
دی۔ فرامرز شاہ نے بڑے جوش کے ساتھ لقا سے کہا۔
"خداوند کا اقبال بلند ہو، اجلال جادو اپنی فوج کے
ساتھ آ پہنچا ہے۔ امیر حمزہ کی سرکشی کے دن
پورے ہو چکے ہیں۔ مبارک ہو۔"
لقا کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ "تمھیں بھی مبارک
ہو۔" اُس نے کہا اور بے صبری کے ساتھ آنے
والوں کو دیکھنے لگا۔ نقلی اجلال جادو سلیمان شاہ کے
ساتھ بارگاہ میں داخل ہو رہا تھا۔ لقا کے سوا سارے
سردار اور بادشاہ اُس کے استقبال کو کھڑے ہو گئے۔
دور سے لقا کو جھک کر سجدہ کرنے کے بعد نقلی
اجلال سیدھا تخت کے قریب جا پہنچا اور تخت کے
پایہ کو بوسہ دے کر اُس نے کہا۔
"میں مقابلے کے لیے ہر طرح تیار ہوں۔ اجازت
فرمائیے کہ جا کر امیر حمزہ کو سزا دوں۔"
"مجھے تم پر اور تمھارے آقا افراسیاب پر پورا اعتماد

نے آ کر جو اُسے روانگی کا پیغام دیا تو اُسے
کر کے وہ خود بھی تیاریوں میں لگ گیا۔ اسی
پر شہزادی نسرین اپنی کنیزوں کے ساتھ اُس کے
آ پہنچی اور ضد کرنے لگی کہ میں بھی جنگ دیکھنے
کے لیے ساتھ چلوں گی۔ شاہ سلیمان نے پہلے تو اُسے
بہت ٹالا مگر جب وہ اڑ گئی تو مجبوراً ساتھ لے
چلنے پر آمادہ ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد چالیس ہزار جادوگروں کا لشکر قلعے
کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سورج نکلنے میں
ابھی خاصی دیر تھی مگر سارا شہر جاگ چکا تھا۔ ہر طرف
مردوں، بچوں اور عورتوں کے نعرے گونج رہے تھے۔
لاتعداد لوگ سڑک کے دونوں جانب کھڑے ہوئے تھے۔
جادوگروں کے لشکر سے نقاروں اور نفیریوں کی آوازیں
بلند ہو رہی تھیں۔ کچھ لوگ سنکھ بھی بجا رہے تھے۔
یہ لشکر ابھی قلعے کے دروازے کے قریب نہ پہنچا
تھا کہ شاہ سلیمان بھی اپنے باڈی گارڈ اور شہزادی
نسرین عنبرین کے ساتھ اُس سے آ ملا۔ نقلی اجلال
نقلی شہزادی کو قریب پا کر دل میں خدا کا شکر
بجا لایا۔

قلعے سے نکل کر انھوں نے اپنی رفتار تیز کر
دی۔ مسلسل گھوڑے دوڑاتے وہ دن چڑھے چھاؤنی میں
جا پہنچے۔ چھاؤنی میں زور زور سے خوشی کے شادیانے
بجنے لگے۔ بختک نامراد نے فوراً فرامرز شاہ کو مبارک باد
دی۔ فرامرز شاہ نے بڑے جوش کے ساتھ لقا سے کہا۔
"خداوند کا اقبال بلند ہو، اجلال جادو اپنی فوج کے
ساتھ آ پہنچا ہے۔ امیر حمزہ کی سرکشی کے دن
پورے ہو چکے ہیں۔ مبارک ہو۔"

لقا کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ "تمھیں بھی مبارک
ہو۔" اُس نے کہا اور بے صبری کے ساتھ آنے
والوں کو دیکھنے لگا۔ نقلی اجلال جادو سلیمان شاہ کے
ساتھ بارگاہ میں داخل ہو رہا تھا۔ لقا کے سوا سارے
سردار اور بادشاہ اُس کے استقبال کو کھڑے ہو گئے۔
دور سے لقا کو جھک کر سجدہ کرنے کے بعد نقلی
اجلال سیدھا تخت کے قریب جا پہنچا اور تخت کے
پایہ کو بوسہ دے کر اُس نے کہا۔

"میں مقابلے کے لیے ہر طرح تیار ہوں۔ اجازت
فرمائیے کہ جا کر امیر حمزہ کو سزا دوں۔"

"مجھے تم پر اور تمھارے آقا افراسیاب پر پورا اعتماد

ہے۔" نقا بولا۔ "جاؤ اور دشمن کو تباہ کرو۔ رات کو
جشن منایا جائے گا اور اس کا سہرا تمہارے سر بندھے گا۔"
نقلی اجلال نے ادب سے سر جھکایا اور باہر چل
دیا۔ نقلی شہزادی نسرین گھوڑے پر سوار، سہیلیوں کے
جھرمٹ میں اب تک بارگاہ کے باہر ہی کھڑی تھی۔
نقلی اجلال باہر نکلا تو دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر
مسکرا دیے۔ اسی اثنا میں میر دربار نے شہزادی کے
پاس آ کر کہا۔ "حضور کو بادشاہ طلب فرماتے ہیں۔"
"ہم ذرا چھاؤنی کی سیر کریں گے۔ حضور سے کہو،
تھوڑی دیر میں حاضر ہو جائیں گے۔" شہزادی نے
جواب میں کہا۔ اور گھوڑے کو موڑ کر سہیلیوں کے ساتھ
ایک طرف کو چل دی۔
نقلی اجلال اس سے رخصت ہو کر اپنی فوج میں
آیا اور سب کو جنگ کے لیے تیار ہونے اور آگے
بڑھنے کا حکم دیا۔ اب جو لشکر آگے روانہ ہوا ہے
تو دیکھتے ہی دیکھتے کسی جادوگر کا گھوڑا شتر مرغ
بن چکا تھا۔ کسی کا بارہ سنگھا۔ کسی کے گھوڑے کے
دو سر اور آٹھ ٹانگیں تھیں۔ کسی کا گھوڑا آدھا ہاتھی
اور آدھا اونٹ نظر آ رہا تھا۔ چونکہ نقلی اجلال کو

جادو نہ آتا تھا اس لیے اس کا گھوڑا ویسے کا
ویسا ہی رہا۔ چھاؤنی سے کچھ دور جا کر نقلی اجلال
نے لشکر کو رک جانے اور صفیں درست کرنے کی
تاکید کی۔ پھر سپہ سالار کو طلب کیا اور کہنے لگا۔
"میں چاہتا ہوں کہ میدان میں جاؤں، امیر حمزہ کو
اپنے مقابلے کے لیے طلب کروں اور جادو سے باندھ
لاؤں۔ تم میرے لیے کوئی خوفناک جادو کی سواری بنا
دو۔ میں خود اس کے لیے عمل نہیں کرنا چاہتا۔"
سپہ سالار نے فوراً کچھ پڑھ کر نقلی اجلال کے
گھوڑے پر پھونکا تو پلک جھپکتے میں وہ ایک خوفناک
اژدہے کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ فوج کو اپنی جگہ
قائم رہنے کا حکم دے کر نقلی اجلال نے اژدہے کو
آگے بڑھایا اور اپنے اور امیر حمزہ کے لشکر کے
درمیان پہنچ کر پکارا۔ "امیر حمزہ، میرے مقابلے کے
لیے آؤ۔ میرا نام اجلال جادو ہے۔"
تین بار اس نے اسی طرح امیر حمزہ کو پکارا تو
وہ ضبط نہ کر سکے۔ فوراً گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس
کے پاس آ پہنچے۔ جادوگروں کا لشکر انھیں آگے بڑھتا
دیکھ کر جادو کی آگ کے گولے ہوا میں اچھالنے لگا تھا۔

امیر حمزہ کے قریب آتے ہی نقلی اِجلال آہستہ سے بولا۔ "یا امیر، میں عمرو ہوں۔ تھوڑی دیر دکھاوے کی لڑائی کے بعد مجھے گرفتار کر کے لے چلنا مگر کوئی اُلٹا سیدھا ہاتھ مت مارنا۔"

"پروا مت کرو۔" امیر نے اُسے شک کی نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر تم اصلی جادوگر بھی ہوتے تو بھی تمھارا کوئی جادو مجھ پر اثر نہ کر سکے گا۔ میں نقشِ سُلیمانی پہنے ہوں۔"

اِس گفتگو کے بعد دونوں کچھ دیر تلوار سے لڑتے رہے، کچھ دیر نیزے سے۔ آخر میں کُشتی لڑنے لگے۔ چند ہی لمحے بعد امیر نے اُسے بے بس کر کے باندھ لیا۔ لقا کی چھاؤنی میں سنسنی دوڑ گئی۔ اِتنی آسانی سے اِجلال جادو کا گرفتار ہونا سب کو عجیب لگ رہا تھا۔ غصّے میں آکر جادوگروں کے ایک جتھے نے امیر حمزہ پر یلغار کر دی۔ اُسی لمحے چھاؤنی کے ایک حصّے سے شور اُٹھا "لینا، پکڑنا، شہزادی نسرین کا تند گھوڑا بے قابو ہو کر امیر حمزہ کے لشکر کی طرف بھاگا چلا جا رہا ہے۔"

طِلسم پر چڑھائی

اِجلال جادو کے آسانی سے گرفتار ہونے کی وجہ سے امیر حمزہ کی فوج کے حوصلے بہت بلند ہو گئے تھے۔ اِس پر شہزادی نسرین جو اُن کی طرف کی بھاگی اور جادوگروں نے اُن پر یلغار کی تو انھیں جوش آ گیا۔ شہزادی کو پکڑنے کے لیے دُشمن کے کچھ تیز رفتار سوار بڑھے چلے آ رہے تھے۔ امیر حمزہ پر حملہ کرنے والوں کا ہجوم بھی بڑھ رہا تھا۔ یہ بات امیر کے بہادر بیٹوں، پوتوں اور نامور سرداروں سے برداشت نہ ہو سکی۔ شیروں کی طرح دہاڑتے ہوئے انھوں نے ہر طرف سے دُشمن پر ہلّا بول دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارے محاذوں پر ہولناک جنگ چھڑ گئی۔ تلواروں کی جھنکار اور بہادروں کی للکار سے میدانِ جنگ گونجنے لگا۔ پتھر، تبر، برچھے اور تیر چلنے لگے۔ خُون کے فوارے اُبلنے لگے۔ لاشے زمین پر تڑپنے لگے۔ دُوسرے سارے

محاذوں پر امیر حمزہ کی فوج کا پلّہ بھاری رہا مگر جادوگروں
کا زور اپنی جگہ جاری رہا۔ وہ ماش کے دانوں پر
منتر پڑھ پڑھ کر ہوا میں اُچھالتے رہے۔ لشکرِ امیر پر
آگ پتھر اور تیر برساتے رہے۔

شام تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی مگر فیصلہ نہ ہو
سکا۔ آخر واپسی کا نقارہ بجا۔ جنگ موقوف ہوئی۔ دونوں
جانب کے جنگجو ایک دوسرے سے الگ ہوئے اور اپنے
اپنے زخمیوں کو لاد کر ڈیرے کو چلے۔ لاشوں کو شمار کیا
گیا۔ پتا چلا کہ تین ہزار بہادر لشکرِ امیر کے اور ایک
لاکھ تیس ہزار جوان دشمن کے کام آئے۔

رات کو امیر حمزہ نے سرداروں کا جلسہ بلایا۔ دن
کی جنگ کے سارے حالات اور واقعات تفصیل کے ساتھ
سامنے رکھے گئے۔ کارناموں اور کوتاہیوں کی نشان دہی کی
گئی۔ کسی کو تنبیہ کی گئی۔ کسی کو انعام و اکرام سے نوازا
گیا۔ جادوگروں کے محاذ پر ہونے والے نقصانات پر سب
نے افسوس کا اظہار کیا۔ اسی موقع پر امیر نے اجلال جادو
کو حاضر کیے جانے کا حکم دیا۔ جیسے ہی اُسے گرفتار
حالت میں لایا گیا۔ وہ غصّے سے چیخ چیخ کر کہنے لگا۔
"اے امیر! یہ کیا طریقہ ہے؟ جب میں نے تمھیں
میدانِ جنگ میں بتا دیا تھا کہ میں عمرو ہوں تو پھر
مجھے اتنی دیر تک کیوں قید رکھا گیا؟ کیا آپ مجھ
پر شک کرتے ہیں۔ اب بھی مجھے اصلی اجلال سمجھتے
ہیں؟"

امیر حمزہ نے کہا "شک تو بہر حال کرنا ہی چاہیے۔
جادوگروں اور مکاروں سے مقابلہ ہے۔ ویسے اگر تم واقعی
عمرو ہو تو اپنے آپ کو اسی وقت سے آزاد سمجھو۔ مگر
ثبوت دینا پڑے گا۔"

"بے شک ثبوت دوں گا مگر اتنی دیر تک قید میں
رکھے جانے کا جرمانہ ضرور وصول کروں گا۔" عمرو نے کہا۔
"یا میرے ہاتھ کھلوا دو یا خود میری بائیں آنکھ کی پلکوں
کو اُٹھا کر دیکھو اور ڈھیلے پر تِل کو پہچانو۔"

امیر نے اُسے قریب بلوا کر اُس کی آنکھ کو دیکھا۔
واقعی تِل موجود تھا۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے اُس
کے بند کھولے۔ گرمجوشی سے بغلگیر ہوئے اور اپنے پاس
بٹھایا۔ سارے سردار اسے مبارک باد دینے لگے۔ کچھ دیر
سب سے داد وصول کرنے کے بعد عمرو نے زنبیل میں ہاتھ
ڈالا اور اصلی اجلال جادو کو باہر نکالا۔ وہ اب تک
بے ہوش تھا۔ خیمے کے ایک ستون سے اُسے کس کر

باندھنے کے بعد عمرو نے اُسے بے ہوشی دُور کرنے والا
عطر سنگھایا۔ چند لمحوں میں اُسے ہوش آ گیا۔ آنکھیں
کھول کر وہ چاروں طرف حیرت اور پریشانی کے ساتھ دیکھنے
لگا۔ عمرو نے اُس کی یہ حالت دیکھی تو زور سے قہقہہ
لگایا۔ بالکل اپنی صورت کے ایک دُوسرے آدمی کو سامنے
دیکھ کر اِجلال اور بھی چکرایا۔ عمرو نے کہا۔

"اے جھوٹے خُدا کے بندے اور جادُوگروں کے بادشاہ،
اچھی طرح آنکھیں کھول کر دیکھ اور سُن۔ تُو امیر حمزہ سے
جنگ کرنے آیا تھا۔ قلعۂ عقیق میں تُو نے جشن منایا تھا
اور شہزادی نسرین سے شادی کا خیال دِل میں لایا تھا۔
ایک خواجہ سرا کے کہنے پر تُو نے شلوٹے کے ایک مکان
پر ڈیرا جمایا۔ شہزادی کو مسہری سمیت اُٹھوا منگوایا۔ اس
کے بعد تُو نے شہزادی کے ہاتھ سے شربت پیا اور
اپنے آپ کو برباد کیا۔ کان کھول کر سُن۔ وہ خواجہ سرا
بھی میں تھا اور شہزادی نسرین کے بہروپ میں بھی میں
ہی تیرے کوٹھے پر آیا تھا۔"

"کاٹھ کے اُلّو، تُو بڑا ہوشیار جادُوگر بنتا ہے مگر
دیکھ میں نے تجھے چکر میں پھانس کر کس آسانی سے گرفتار
کیا اور کس ترکیب سے تیرے سمیت یہاں آ پہنچا۔ اب

دیکھ۔ وہ سامنے جواہر نگار کُرسی پر ہمارے امیر حمزہ تشریف
رکھتے ہیں۔ اِرد گرد سب اُن کے غلام اور سردارانِ نیک نام
ہیں۔ تُو لشکر گاہِ امیر حمزہ میں ہے اور اس حال میں
گرفتار ہے۔ یاد رکھ۔ تیرا جھوٹا خُدا لقا جو خود تیرے
ٹھکانے پر تیرے کام نہ آیا، تجھے گرفتار حالت میں یہاں
تک پہنچنے سے نہ بچا سکا، وہ ہرگز یہاں تجھے نہ بچا
سکے گا۔ سارا زور لگا کر بھی تجھے نہ چھڑا سکے گا۔ اور
سُن۔ شہزادی نسرین بھی میرے قبضے میں ہے۔ اگر تُو لقا
کی بندگی سے توبہ کرے۔ دینِ ابراہیمی قبول کر کے امیر
حمزہ کی اطاعت کا دَم بھرے تو قید سے بھی چھوٹے
اور شہزادی بھی ملے۔ دُوسری صُورت میں سمجھ لینا، ابھی
ایک خنجر میرے ہاتھ میں چمکے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے
تُو دم توڑتا اور خون میں لتھڑتا نظر آئے گا۔ جان لے
کہ میں عمرو عیار امیر حمزہ کا یار اور دُنیا کا چھٹا ہُوا
مکار ہُوں۔ روپے پیسے کا لالچ بہت رکھتا ہوں۔ مگر
دُشمنوں کی کروڑوں کی رشوت کو بھی حقیر جانتا ہُوں۔ پس
تیرے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ اطاعت یا موت۔ اچھی
طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کر۔ کیا پسند کرتا ہے؟"

اِجلال جادُو بڑے غور سے تقریر سُنتا رہا۔ ایک

ایک لفظ اُس کے دِل میں اُترتا رہا۔ اُس کا دِل گواہی دینے لگا کہ بے شک لقا جُھوٹا خُدا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو ہرگز عمرو مُجھ پر اِتنا قادر نہ ہوتا۔ اُس کے ہونٹ عمرو نے چپکا رکھے تھے۔ زبان سے کچھ نہ بول سکتا تھا۔ آخر خُوب سوچ سمجھ کر اُس نے فیصلہ کیا اور سر اور آنکھوں کے اِشارے سے کہا: "میں اطاعت قبول کرتا ہُوں۔"

عمرو نے اِجلال کو ستون سے کھول کر آزاد کیا۔ اُس نے امیر حمزہ کے سامنے دو زانو ہو کر اپنے پچھلے گناہوں سے توبہ کی۔ امیر نے اُسے کلمہ پڑھا کر دینِ ابراہیمی میں داخل کیا۔ اور مالک اژدر جیسے بُلند مرتبہ سردار کے پہلو میں بیٹھنے کی جگہ عطا فرمائی۔ کچھ دیر تک سارے نامور سردار اُس کے پاس آ آ کر بغلگیر ہوتے اور طرح طرح کی اُمیدوں سے اُس کا دِل بڑھاتے رہے۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو امیر حمزہ نے اُس سے مخاطب ہوتے ہُوئے کہا:

"اِجلال، اب تم جادُو سے توبہ کر لو۔ جادُو ہمارے مذہب میں حرام ہے۔ آج سے اپنی قوتِ بازو، عقل اور خُدا کی مدد کے علاوہ کسی چیز پر بھروسا نہ کرنا۔

دوست ہو یا دُشمن کسی کے خِلاف بھی جادُو سے کام نہ لینا۔"

اِجلال نے امیر کے حُکم پر عمل کیا۔ کُل اہلِ دربار کو گواہ بنا کر جادُو ترک کرنے کا اعلان کیا۔ جسم اور لباس پر جادُوگر ہونے کی جتنی بھی علامتیں تھیں اُن سب کو اُسی وقت مِٹا دیا۔ ہر سمت سے مُبارک اور مرحبا کی صدائیں گُونجنے لگیں۔

اچانک بارگاہ کا پردہ اُٹھا۔ ایک خُوب صُورت لڑکی بے باکی کے ساتھ اندر آئی اور امیر کی سمت بڑھنے لگی سب خاموش ہو کر اُسے دیکھنے لگے۔ اِجلال نے جو اُس پر نگاہ کی تو خُوشی سے چہرہ دمکنے لگا۔ مگر دُوسرے ہی لمحے غیرت سے اُس کی نگاہیں زمین میں گڑ گئیں۔ آنے والی لڑکی شہزادی نسرین تھی۔ اُسے سامنے پا کر اِجلال کو خوشی ہُوئی تھی مگر پھر اُس کے اِس طرح بے حجابانہ بھرے دربار میں آنے پر شرمندگی بھی محسوس ہونے لگی تھی۔

"اے لڑکی تُو کون ہے؟" امیر حمزہ نے اُس سے سوال کیا۔

"میں حضُور کا ادنیٰ غُلام چالاک ابنِ عمرو ہُوں۔ سارے

دربار میں سناٹا چھا گیا۔ اِجلال حیرت سے مُنہ پھاڑ
کے رہ گیا۔ امیر نے سوالیہ نگاہوں سے عمرو کی طرف
دیکھا تو اُس نے جواب دیا۔ یہ ٹھیک کہتا ہے۔ بے شک
یہ نسرین نہیں چالاک ہے۔"

"پھر وہ نسرین کہاں ہے؟" امیر نے پُوچھا۔

"میری زنبیل میں۔ حکم ہو تو نکالوں؟" عمرو نے مسکراتے
ہوئے جواب دیا۔

"یہاں نہیں" امیر نے کہا۔ "کسی با پردہ خیمے میں لے
جاؤ۔ میری جانب سے اُسے قیمتی لباس اور زیورات پہنا
کرو۔"

عمرو نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ شاہزادی ہوش میں
آگئی۔ عمرو نے اسے سارا حال تفصیل سے بتایا۔
اِجلال جادو کی موجودگی اور اُس کے دینِ ابراہیمی قبول کرنے
اور جادو سے توبہ کرنے کی خبر سُنائی۔ اِتنے میں امیر حمزہ
بھی آ پہنچے۔ نسرین کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اُنھوں
نے کہا۔

"بیٹیا، تُو مجھے اپنے باپ کی جگہ سمجھ اور قیدی کی
بجائے خود کو میرا مہمان سمجھو۔ مجھے افسوس ہے کہ
عمرو تجھے تیری مرضی کے خلاف یہاں لے آیا
ہے۔

لیکن جن حالات میں اُس نے ایسا کیا اُن کا تقاضا یہی
تھا۔ اب تُو بالکل فکر نہ کر۔ ہم دُوسروں کی بہو بیٹیوں
کو اپنی بہو بیٹی سمجھتے ہیں۔ تُو آزاد ہے۔ اگر چاہے تو
میں ابھی عزّت و احترام کے ساتھ تجھے تیرے باپ کے
پاس بھجوا دُوں اور اگر پسند کرے تو اِجلال جادو سے
تیرا نکاح کر دُوں۔ تُم دونوں اپنی مرضی سے میرے پاس
ہنسی خُوشی زندگی گزارو۔ بہرحال فیصلہ تیرے ہاتھ ہے۔
جیسا چاہے گی ویسا کیا جائے گا۔"

شہزادی نے شرما کر گردن نہوڑا لی۔ دِل چاہتا تھا ہاں
کر دے مگر زبان سے الفاظ نہ نکلتے تھے۔ یہ حالت دیکھ
کر امیر مُسکرائے اور اُس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے
بولے۔ "بٹیا، اس مُعاملے میں شرم کرنا مُناسب نہیں۔ صاف
صاف جواب دو۔ اگر اِجلال سے نکاح کرنا پسند کرو تو
صرف سر ہلا دو اور باپ کے پاس جانا چاہو تو کھڑی
ہو جاؤ۔"

کچھ دیر شہزادی خاموش بیٹھی رہی۔ پھر اُس نے "ہاں"
کہنے کے انداز میں سر ہلا دیا۔ اُسی وقت امیر نے اُس
کا اِجلال سے نکاح پڑھا دیا۔

سلیمان عنبریں کے کچھ عیار جاسوس کسی نہ کسی بھیس

میں لشکرِ امیر حمزہ میں موجود رہا کرتے تھے۔ اُن میں سے
ایک اتفاق سے دربار میں حاضر تھا۔ اجلال اور شہزادی
نسرین کا نکاح ہوتے ہی وہ دربار سے اٹھا اور لشکرِ امیر
سے نکل کر سلیمان کی چھاؤنی جا پہنچا۔ وہاں لقا، فرامرز
بختیارک، سلیمان اور چند اعلیٰ سردار خیمۂ خاص میں بیٹھے
جنگ میں ہونے والے نقصانات کا غم غلط کر رہے تھے۔
رہ رہ کر وہ اجلال جادو کا ذکر کرتے اور اُس کے آسانی
سے گرفتار ہو جانے پر حیرت اور افسوس کا اظہار کرنے
لگتے۔ جاسوس عیار نے جب انھیں جا کر اصل قصہ سنایا
تو سب سکتے میں آ گئے۔

بختیارک نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہنے لگا۔

"ہم تو اجلال کے پھسپھسے مقابلے ہی کو رو رہے
تھے، وہاں عمرو نے اُسے میدانِ جنگ میں پہنچنے سے پہلے
ہی قابو میں کر لیا تھا۔ حد ہو گئی۔ باپ بیٹے دونوں
ہماری آنکھوں میں دھول جھونکتے رہے۔ اجلال اور شہزادی
کو لے اُڑے۔ ہمیں کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ غفلت اور
لاپرواہی کا یہی حال رہا تو آج کل میں ہم بھی سنبھالے
جائیں گے یا قیدی بنیں گے یا بے چارگی میں مارے
جائیں گے۔ ایسی ذلت اٹھانے سے تو بہتر ہے کہ ہم

ہتھیار ڈال دیں یا کہیں دور بھاگ جائیں۔"

"بختیارک" شاہ سلیمان غضب ناک ہو کر بیچ میں بول
پڑا۔ ہوش میں آؤ۔ خداوند کی موجودگی میں ایسی بزدلانہ باتیں؟
تمھارا ایمان کمزور ہو گیا ہے۔ اجلال اور شہزادی کا اغوا
بے شک افسوسناک ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ
ہم دل توڑ دیں۔ خداوند کی قسم، اب میں زیادہ ہوشیاری اور
زیادہ سختی سے مقابلہ کروں گا۔ اجلال شہنشاہ افراسیاب
کے ساٹھ ہزار فرماں بردار بادشاہوں میں سے ایک تھا۔
اس ایک کی ناکامی ہمارے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ میں
ابھی شہنشاہ کو خط لکھتا ہوں۔ اطمینان رکھو۔ اب کی
وہ کسی ایسے مددگار کو بھیجیں گے جس کے آگے نہ عمرو
کی کچھ چل سکے گی نہ امیر حمزہ کی۔ دو ہی چار دن
میں ہم شاہزادی اور اجلال کو بھی چھڑا لیں گے اور
دشمنوں کو بھی ایسا سبق دیں گے کہ قیامت تک نہ بھول
سکیں گے۔"

سلیمان عنبریں کی اس تقریر سے بختیارک نے شرمندہ
ہو کر نگاہیں نیچی کر لیں۔ لقا اور فرامرز کے چہروں پر
نظر آنے والی پریشانی غائب ہو گئی۔ سرداروں نے اطمینان
کا سانس لیا۔ سلیمان نے کاغذ اور قلم دوات طلب

کر کے شہنشاہ افراسیاب کو عرضی لکھی جس میں سارا حال
عمرو کی عیاری اور اجلال کی گرفتاری کا بیان کر کے
مدد کی درخواست کی گئی تھی۔ ہرکارہ یہ عرضی لے کر
بھاگم بھاگ سرحدی پہاڑی کی اُس چوٹی پر پہنچا جہاں
طلسمی نقارہ رکھا ہُوا تھا۔ نقارچی نے ہرکارے سے
عرضی لے کر پتھر کی ایک اونچی سِل پر رکھی اور چوب
اُٹھا کر نقارے پر ایک زور دار چوٹ لگائی۔ بادلوں
کی خوفناک گڑگڑاہٹ جیسی آواز بلند ہُوئی۔ زمین آسمان
گونجنے لگے۔ یہ گونج ابھی پوری طرح ختم نہ ہو پائی تھی
کہ آسمان سے ایک پنجہ تیزی کے ساتھ نیچے آتا دکھائی
دیا۔ پھر جس طرح باز اپنے شکار کو لے اُڑتا ہے، اُسی
طرح پنجے نے سِل پر رکھی ہُوئی عرضی پر جھپٹا مارا اور
دیکھتے ہی دیکھتے آسمان میں جا کر غائب ہو گیا۔ یہ پنجہ
شہنشاہ افراسیاب جادُو کا بھیجا ہُوا تھا اور عرضی لینے ہی
کے لیے آیا تھا۔

افراسیاب طلسم باطن کے باغ سیب میں دربار لگائے
بیٹھا تھا۔ اُس کے برابر تخت پر ملکہ حیرت جادُو بیٹھی
ہُوئی تھی۔ افراسیاب کے چار وزیر اُس کے پیچھے اور دو وزیرزادیاں
ملکہ کے پیچھے کھڑی رومال اور پنکھے جھل رہی تھیں۔

حیرت کے سامنے ایک درجہ نیچے شہزادی صرصر اپنی چار
عیار بچیوں کے جھرمٹ میں بیٹھی تھی۔

طلسمی پنجے نے سُلیمان کی عرضی افراسیاب کی خدمت
میں پیش کی۔ پہلے تو افراسیاب نے خاموشی کے ساتھ
اُس پر سرسری نگاہ ڈالی۔ پھر اہلِ دربار کو مخاطب کر کے
اُسے بلند آواز سے پڑھنے لگا۔ عرضی کا مضمون ختم کر
کے وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا۔ اِس کے بعد
نامور ساحروں اور بادشاہوں کو گھورتے ہُوئے کہنے لگا۔

"دشمن کی مکاری اور بہادری اور اِجلال کی گرفتاری کا
سارا حال تم سن چکے ہو۔ اِس معاملے نے خداوند لقا کے
سامنے میری بات نیچی کر دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ
جلد سے جلد یہ داغ دھو ڈالا جائے۔ بتاؤ، تم میں
سے کون ہے جو اِس کام کا بیڑا اُٹھائے؟"

افراسیاب نے بات ختم ہی کی تھی کہ ملکہ حسینہ جادُو
اپنی کُرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جوش میں بھرے ہُوئے
لہجے میں اُس نے کہا "حضورِ عالی، کنیز اِس مُہم کو سر
کرے گی۔ اِجلال آدم کا بیٹا تھا، چوٹ کھا گیا۔ میں
خوا کی بیٹی ہوں مطلب حاصل کیے بغیر نہ پلٹوں گی۔
اجازت دیجیے۔ دشمن کو سزا دینے کے لیے بے چین ہوں۔"

افراسیاب نے ملکہ جیلنہ کو شاباش کہی اور خلعت عطا
کرکے جنگ کے لیے روانہ ہونے کی اجازت دے
دی۔ ملکہ جیلنہ دربار سے رخصت ہوکر اپنے ملک پہنچی
اور جنگی تیاریوں میں مشغول ہو گئی۔

اُدھر سلیمان عنبریں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جب تک
افراسیاب کی جانب سے مدد نہ پہنچے، جنگ موقوف رکھی
جائے۔ چنانچہ دوسرے دن جب سورج نکلا تو نہ اُس کی
فوج میدانِ جنگ میں آئی، نہ ہی طبل جنگ بجایا گیا۔
اجلال جادو کی فوج کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ کل
کی جنگ کے نتیجے میں اُن کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔
اور وہ اجلال جادو کو جھگڑا لانے کے لیے بے چین
تھے۔ انھوں نے شاہ سلیمان عنبریں کو مجبور کرکے جنگ
کی اجازت لی اور نرسنگھے پھونکتے، منتر پڑھتے، آگ
پتھر اور تیروں کی برسات برساتے میدانِ جنگ میں
جا ڈٹے۔

امیر حمزہ نے یہ حال دیکھ کر اس فوج کے مقابلے
پر جانا چاہا مگر اجلال جادو نے انھیں روک دیا۔ تھوڑی
ہی دیر بعد اجلال جادو خود اپنی فوج کے سامنے کھڑا
تھا اور پکار پکار کر کہہ رہا تھا:

اے میرے وفادارو، مجھ پر سچائی ظاہر ہو چکی ہے
لقا جھوٹا خدا ہے۔ دینِ ابراہیمی سچا دین ہے۔ اسی
میں میری تمھاری اور سب کی نجات ہے۔ میں نے اپنی
خوشی سے یہ دین قبول کر لیا ہے اور اب تمھیں بھی
اس کی دعوت دیتا ہوں۔ مخالفت کا خیال دل سے نکال
دو۔ لقا پر لعنت بھیجو۔ جادو سے توبہ کرو۔ اسلام پر
ایمان لاؤ۔ امیر حمزہ کی اطاعت اختیار کرو۔ بس میں کہہ
چکا۔ اب جسے میری بات پسند ہو میرے پاس آ جائے۔
ورنہ میدانِ جنگ چھوڑ کر وطن کو واپس ہو جائے۔ یاد
رکھو۔ سارا طلسم ہوش رُبا امیر حمزہ کے ہاتھوں فتح
ہونا ہے۔ جو بھی سرکشی کرے گا یا مقابلے کی ٹھانے گا
کہیں پناہ نہ پا سکے گا۔

اجلال جادو کی یہ باتیں سن کر اس کی فوج میں
سناٹا چھا گیا۔ سارے جادوگر آنکھوں ہی آنکھوں میں
ایک دوسرے کی دلی حالت کا اندازہ لگاتے رہے پھر
ایکبارگی اُن میں ہلچل پیدا ہو گئی۔ آدھے آدمی اجلال شاہ
زندہ باد کے نعرے لگاتے اس طرف آ گئے۔ آدھے
لعنت ملامت کرتے واپس چلے گئے۔ شاہ سلیمان نے
واپس ہونے والوں کو روکنے کے بڑے جتن کیے مگر وہ

نہ مانے۔ چھاؤنی سے اپنا سازو سامان اُٹھا کر اُسی وقت
وطن روانہ ہو گئے۔

اِدھر جب اجلال اپنے وفاداروں کے ساتھ لشکر
میں پلٹا تو اُس کا پُر جوش نعروں سے استقبال کیا گیا
خود امیر نے آگے بڑھ کر اجلال کو گلے سے لگایا۔ باقی
سرداروں اور بہادروں نے اُس کے ایک ایک وفادار
سے مصافحہ کر کے اُن کا دل بڑھایا۔ چونکہ دشمن کے حوصلے
پست ہو چکے تھے اور وہ جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا، اس
لیے امیر نے بھی اپنی فوج کو کمر کھولنے کا حکم دیا
اور سارے سرداروں کو خیمۂ خاص میں حاضر ہونے کی
ہدایت کی۔

تھوڑی ہی دیر میں دربار آراستہ ہو گیا۔ اِس موقع پر
امیر نے سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
دوستو، خدا کا شکر ہے۔ ہم سرخ رو ہوئے اور
دشمن کو ذلت نصیب ہوئی۔ اب دشمن کئی دن تک
ہمیں للکارنے کی جرأت نہ کر سکے گا۔ اجلال جادو اور
اُس کے وفاداروں کے مطیع ہو جانے سے ہماری قوت
میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اب میں مناسب سمجھتا ہوں
کہ کسی کو طلسم ہوش ربا پر چڑھائی کرنے کے لیے

روانہ کروں تاکہ فتنے کی جڑ کا خاتمہ ہو جائے اور
شہزادہ بدیع الزماں کو بھی قید سے چھڑایا جائے۔ تم
بتاؤ۔ اِس بارے میں تمھاری کیا رائے ہے"؟
سات سرداروں نے ہاتھ اُٹھا کر بلند آواز سے امیر
کی تائید کی۔ پھر ہر شخص اِس مہم پر جانے کے لیے
اصرار کرنے لگا۔ بعض نامور سالار مہم کی سربراہی کے
لیے اپنے اپنے نام پیش کرنے لگے۔ ساتھیوں کا یہ
جوش و خروش دیکھ کر امیر مسکرائے۔ ہاتھ اُٹھا کر سب
کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا اور پھر کہنے لگے۔
"تمھارا یہ ولولہ دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہو رہی
ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ تم میں سے کسی
کے دل میں بھی افراسیاب اور اُس کی جادوئی شان و
شوکت کا معمولی سا بھی خوف نہیں ہے۔ لیکن اِس سے
یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ میرے ساتھ یہاں رہتے
ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنا تمھارے نزدیک کوئی خاص
اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ مناسب بات نہیں۔ یاد رکھو، دشمن
کی یہ چھاؤنی ایک سمندر جیسی ہے۔ ایسا سمندر جس
میں بہت سے دریا آ کر گرتے ہیں۔ طلسم
ہوش ربا پر فوج کشی کا مقصد یہ ہے کہ ان دریاؤں

کے سوتوں کو خشک کر دیا جائے لیکن خشک
سے پہلے یہ دریا جتنا پانی سمندر میں جمع
رہیں گے اُسے تلوار کی آنچ سے بھاپ بنا
اُڑا دینا بھی بہت بڑا کام ہے۔ مطلب یہ کہ
دونوں ہی جانب توجّہ دینا ہے اور دونوں ہی
اہمیت کو پوری طرح محسوس کرنا ہے۔ تم میں سے
کو میں ضرور طلسم ہوش رُبا کی فتح کے لیے
کروں گا۔ مگر وہ لوگ کون ہوں؟ اِس کا میں نے
ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔"

اِتنا کہہ کر امیر حمزہ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر
حکیم بزرجمہر کے بیٹوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولے: "دانا
باپ کے دانا بیٹو، یہ فیصلہ تم کرو گے۔ فال، رمل
اور نجوم کا کمال تمہیں ورثے میں مِلا ہے۔ ذرا حساب
کر کے بتاؤ کہ افراسیاب کس بہادر کے ہاتھوں مارا
جائے گا؟ طلسم ہوش رُبا کون فتح کرے گا؟"

بزرجمہر کے تینوں فرزند امیر کا یہ ارشاد سُن کر
اپنی نشستوں سے اُٹھے، سر جھکا کر تعظیم پیش کی اور
پھر اپنی جگہ بیٹھ کر حساب لگانے لگے۔ دربار میں سناٹا
چھا گیا۔ کچھ دیر تینوں بھائی الگ الگ حساب لگاتے

رہے۔ پھر سب سے چھوٹے نے منجھلے بھائی کے
سامنے خاموشی سے اپنا کاغذ بڑھا دیا۔ منجھلے نے
ایک نگاہ اُس پر ڈالی اور اپنے کاغذ سمیت اُسے
بڑے بھائی کے سامنے رکھ دیا۔ بڑے بھائی نے اپنے
اور دونوں چھوٹے بھائیوں کے کاغذات سامنے رکھے۔
بعض حسابوں کی جانچ کی اور پھر اطمینان کے ساتھ
اِس طرح نشست سے اُٹھ کھڑا ہوا جیسے وہ کسی نتیجے
پر پہنچ گیا ہے۔ سارے لوگ اُس کی طرف متوجّہ ہو
گئے۔ آخر امیر کا اِشارہ پا کر اُس نے کہا

"غیب کا سچا حال خدا کے سوا نہ کوئی دوسرا
جانتا ہے نہ جاننے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ ہم گناہ گار
بندے ہیں۔ صرف اُس کے بخشے ہوئے علم پر دار و مدار
رکھتے ہیں۔ ہماری عقل ناقص ہے۔ نہ سارے علم
کو اپنے اندر سما سکتی ہے نہ حساب کتاب میں
بھول چوک سے خالی ہو سکتی ہے۔ پھر بھی اپنے
اطمینان کی حد تک ہم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔
نتیجہ نکالنے میں اپنی جانب سے نہ کوئی بات گھٹائی
نہ جوڑی۔ ہمارا حساب کہتا ہے کہ طلسم ہوش رُبا آپ
کے نواسے، اسد بن کرب غازی کے ہاتھوں فتح ہو گا

اور افراسیاب کا کام بھی اُسی کے ہاتھوں تمام ہو گا
لیکن پانچ عیاروں کا بھی اس مُہم پر جانا ضروری ہو گا
اُن میں سے ایک شہزادہ اسد کا اپنا عیار ضرغام
شیر دل ہے۔ دُوسرے عیار کا نام مہتر قِران ہے۔
تیسرا اس کا بیٹا جاں سوز بن قِران ہے۔ چوتھے
کا نام برق فرنگی نکلا ہے۔" اتنا کہہ کر وہ خاموش
ہو گیا اور گھبرائی ہوئی نگاہوں سے امیر حمزہ کی سمت
دیکھنے لگا۔

امیر حمزہ نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔ "پانچویں عیار
کا نام تم نے نہیں بتایا۔ کیا بات ہے؟"
اُس نے ادب سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "یا امیر!
پانچویں عیار کا نام میں اپنی زبان سے ادا نہیں کر
سکتا۔ رنجش کا ڈر ہے۔ بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ
اُس کے نام کا پہلا حرف "ع" ہے۔"
وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ عمرو تلملا کر اپنی
جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور امیر کو مخاطب کر کے
کہنے لگا۔ "یہ حکیم زادہ ڈنڈی مار رہا ہے۔ ان تینوں میں
سے ایک بھائی کا بھی اس مُہم پر جانا ضروری ہے۔"
"دیکھ لیا امیر!" بزرجمہر کے بڑے بیٹے نے
کہا۔ "اسی لیے میں ان کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اب یہ

انتقام میں خواہ مخواہ ہمیں بھی اپنے ساتھ گھسیٹ رہے
ہیں۔"
دونوں آپس میں اُلجھنے لگے تو امیر نے اُنھیں خاموش
کیا اور اسد بن کرب غازی سے کہنے لگے۔ "بیٹا! مبارک
ہو۔ مُہم کی سربراہی تمھارے نام نکلی ہے۔ اب تم
کل صبح ہی اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ چالیس
ہزار سوار کافی ہوں گے۔ خُدا تمھیں سُرخ رُو کرے گا۔"
شہزادہ اسد نے اُٹھ کر تعظیم کی اور بولا۔ "نانا جان!
مجھے اپنی اس خوش قسمتی پر ناز ہے۔ انشاء اللہ کل
سُورج نکلنے سے پہلے مُہم پر روانہ ہو جاؤں گا۔ اجازت
دیجیے کہ جا کر تیاری کروں۔"
امیر نے شہزادہ اسد کو قریب بلا کر اُس کی پیشانی
کا بوسہ لیا اور سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر کر اُسے
رُخصت کیا۔ اِس کے بعد چاروں عیار اپنی جگہ سے اُٹھ
کر امیر کے پاس آئے۔ امیر نے تعریفیں کر کے ان
کا دِل بڑھایا اور خزانچی کو دس لاکھ روپے مُہیا
کرنے کا حکم دیا۔ یہ سُن کر عمرو بھی چاروں عیاروں
کے برابر جا کھڑا ہوا۔ امیر نے ایک ایک لاکھ کی

تھیلی چاروں عیاروں کو اور چھ لاکھ کی تھیلی عمرو کو دے کر مہم پر جانے کی ہدایت کی۔ عمرو نے تھیلی زنبیل میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "یا امیر، یہ آپ نے خواہ مخواہ زحمت کی۔ روپے پیسے کا مجھے بالکل بھی لالچ نہیں۔ البتہ چونکہ فرزند آپ کا طلسم میں قید ہے۔ اس لیے ضرور جاؤں گا اور اسے آزاد کراؤں گا۔ لیکن مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ آپ میرے شاگردوں کو روپیہ دے کر خراب کریں۔"

یہ کہہ کر اس نے چاروں عیاروں کے ہاتھوں سے تھیلیاں چھین کر اپنی زنبیل میں ڈال لیں اور ان کو جھاڑ پلاتا ہوا بولا۔ "عیار بچو، کیا تمھاری مت ماری گئی ہے؟ مہم پر جاؤگے اور اس کا خرچہ بھی ساتھ لے جاؤگے؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔ جہاں جاؤ وہیں کماؤ ورنہ عیاری سے ہاتھ اٹھاؤ۔"

وہ بے چارے سٹپٹا کر رہ گئے۔ بعد میں عمرو کو رخصت کر کے امیر نے انھیں چپکے سے الگ رقم دی اور منع کر دیا کہ عمرو کو پتا نہ چلے۔ چاروں عیار امیر کو دعائیں دیتے دربار سے رخصت ہوئے اور اپنے اپنے خیموں میں جا کر سفر کی تیاری کرنے لگے۔

طلسمی باغ

دوسرے دن پو پھٹتے ہی شہزادہ اسد بن کرب غازی نے کوچ کا نقارہ بجوایا۔ اس کے منتخب کیے ہوئے چالیس ہزار شہسوار ہر طرح تیار تھے۔ سب نے مل کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اشارے کے مطابق چل کھڑے ہوئے۔ سج دھج، سازو سامان اور آن بان اس لشکر کی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ سارے سوار جملہ ہتھیاروں سے لیس اور زرہ بکتر اور خود سے آراستہ تھے۔ گھوڑے ان کے تازہ دم اور تیز و طرار تھے۔ سینکڑوں خچر، اونٹ اور ہاتھی ڈیرا خیمہ اور رسد سے لدے پھندے ساتھ تھے۔ پرچم اور نشان لہراتے، نقارے اور نفیری بجاتے وہ سب اس شان کے ساتھ مارچ کر رہے تھے کہ دیکھنے والوں کے سینے جوش سے پھول جاتے تھے۔ طبیبوں اور جراحوں سے لے کر گانے والوں تک اور خیمہ دوزوں اور لوہاروں سے لے کر بیلداروں، سقوں اور باورچیوں تک

ہر طرح کے پیشہ وروں اور خدمت گاروں کی ضروری
تعداد اِس فوج میں شامل تھی۔

امیر حمزہ اپنے فرزندوں اور سرداروں کے ساتھ ایک
کُشادہ مقام پر کھڑے ہو کر اِس فوج کو گزرتا دیکھتے رہے
دِل ہی دِل میں اس کی کامیابی اور فتح مندی کی دُعائیں
مانگتے رہے۔ شہزادہ اسد جب اُس مقام سے گزرا تو
امیر کو دیکھتے ہی گھوڑے سے چھلانگ لگا کر اُتر پڑا
اور امیر کے قدموں سے لپٹ گیا۔ امیر نے اُسے اُٹھا
کر سینے سے لگایا۔ اسمِ اعظم پڑھ کر سینے پر دَم کیا۔
کچھ دیر سفر و قیام، جنگ و صلح اور نامہ و پیام کے
بارے میں ہدایت و تاکید کرتے رہے۔ پھر دِل پر
ہاتھ رکھ کر اُسے رخصت کیا۔

جب شہزادہ اسد کی فوج کا آخری سوار بھی امیر
کے سامنے سے گزر گیا تو بے ساختہ امیر کے مُنہ سے
ہلکی سی آہ نکل گئی۔ چند لمحے بعد پانچ چُست و چالاک
شخص شہزادے کی فوج کا پیچھا کرتے اُدھر سے گزرے۔
وہ سب ہرنوں کی طرح چھلانگیں لگاتے ہوئے آ رہے
تھے۔ ان سب کے سروں پر اونچی رنگین ٹوپیاں تھیں۔
جن کے گرد کمندیں بندھی ہوئی تھیں۔ کاندھوں پر ایک

جانب گوپھنیں لٹک رہی تھیں۔ دوسری جانب پتھروں سے
بھری ہوئی جھولیاں تھیں۔ اور ایک ایک تھیلا ہر ایک
کی گردن سے لٹک رہا تھا جو طرح طرح کی خدا جانے
کن چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان پر نگاہ ڈالتے ہی امیر
نے پھر ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اُسی لمحے ان لوگوں نے
امیر کو دیکھا۔ راستہ چھوڑ کر اِکبارگی وہ اُن کی طرف مڑ
گئے۔ سب سے آگے جو شخص تھا وہ آتے ہی امیر کے
قدموں سے لپٹ گیا۔ وہ امیر کا یار وفادار عمرو عیار تھا۔
دوسرے چار آدمی اُس کے وہی شاگرد تھے جو طلسم ہوش رُبا
کی مُہم کے لیے نامزد ہو چکے تھے۔ امیر نے عمرو کو
قدموں سے اُٹھا کر سامنے کھڑا کیا تو اُس کے چہرے کو
آنسوؤں سے تر پایا۔ اُن کا بھی دِل بھر آیا۔ اُسے
گلے سے لگاتے ہی اُن کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔
سچ ہے ایسے موقع پر محبت آنسوؤں ہی سے پہچانی جاتی
ہے۔ جس نے بھی ان دونوں دوستوں کو اشک بار دیکھا
اپنے آنسو نہ روک سکا۔ بالآخر دِل پر قابو پا کر وہ ایک
دوسرے سے الگ ہوئے۔ عمرو کے شاگردوں کے سر پر
ہاتھ پھیرتے ہوئے امیر نے اُن کے دِل بڑھانے کی باتیں
کیں۔ کامیابی کی دُعائیں دیں اور پھر ہنسی خوشی سب کو

الوداع کہا۔ عمرو سمیت پانچوں عیاروں نے جھک کر اس
کو سلام کیا اور رخصت ہو کر پہلے کی طرح طرارے
بھرتے شہزادے کے لشکر کے پیچھے ہو لیے۔

دشمن کی چھاؤنی سے دور دور، وہ سب ایک
چکر کاٹ کر صحرا میں جا نکلے۔ یہ وہی صحرا تھا جہاں
شہزادہ بدیع الزماں پہلی بار گرفتار ہوا تھا۔ وہاں
سے شہزادہ اسد اپنے لشکر سمیت سیدھا طلسم ہوش ربا
کی سرحد کی سمت روانہ ہوا۔ پانچوں عیار وہیں ٹھہر
گئے۔ جب شہزادے کا لشکر ان کی نگاہوں سے روپوش
ہو گیا تو عمرو نے اپنے شاگردوں کو مخاطب
کرتے ہوئے کہا۔ کیا تم سمجھ گئے کہ میں نے تمھیں
شہزادے کے ساتھ جانے سے کیوں روکا ہے؟

دوسرے خاموش رہے۔ برق فرنگی بول اٹھا۔ جی ہاں،
آپ کا مطلب شاید یہ ہے کہ ہمیں ان سے الگ
رہ کر دوسری سمت چلنا چاہیے۔ تاکہ اگر وہ کبھی مصیبت
میں گرفتار ہوں تو ہم بچے رہیں اور ان کی مدد کر
سکیں۔

"شاباش۔" عمرو نے برق فرنگی کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے
کہا۔ تم بہت سمجھ دار ہو۔ اچھا بتاؤ، اب ہمیں کیا

کرنا چاہیے؟"

"ضرغام شیر دل نے جواب دیا۔ ہم سب کو پہاڑوں
کا چکر کاٹ کر طلسم ہوش ربا میں داخل ہونا چاہیے۔"

"احمق کہیں کے!" عمرو نے اسے ایک دھپ لگاتے
ہوئے کہا۔ گویا تم چاہتے ہو کہ ہم سب اکٹھے اور ایک
ہی طرف سے وہاں پہنچیں؟"

"نہیں استاد،" برق فرنگی جھٹ سے بولا۔ طلسم ہوش ربا
خطرناک اور اجنبی ملک ہے۔ اکٹھا جانا کسی صورت سے
مناسب نہیں۔ ہم سب کو الگ الگ راستے لینے چاہییں۔"

قیران اور اس کے بیٹے جاں سوز نے ایک ساتھ
کہا۔ "بہتر یہی ہے استاد۔ ہم بھی اس بات کی تائید
کرتے ہیں۔"

"اچھا تو خدا حافظ۔" عمرو نے انھیں رخصت ہونے
کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سب الگ الگ راستوں پر
چل دو۔ زندہ رہے تو جلد ملیں گے۔"

چاروں شاگرد مختلف سمتوں کو چل دیے۔ کچھ دیر
عمرو اسی جگہ کھڑا ہو کر سب کو جاتا دیکھتا رہا۔
جب وہ اس کی نگاہوں سے غائب ہو گئے تو اس
نے بھی ایک جانب قدم بڑھایا اور ہرنوں کی طرح

چھپا نگیں لگاتا صحرا میں غائب ہو گیا۔

اُدھر شہزادہ اسد چلتے چلتے اُس پہاڑ کے نیچے جا پہنچا جو مُلکِ عقیق اور طلسم ہوش رُبا کی سرحد پر تھا اور جس کی چوٹی پر طلسمی نقارہ رکھا رہتا تھا۔ نقارچی کی نظر شہزادہ اسد اور اُس کے لشکر پر پڑی تو وہ پہاڑ کی چوٹی پر سے چلایا۔ "خبردار اے نوجوان، تُو جو کوئی بھی ہے یہیں سے واپس پلٹ جا۔ درے کی جانب بڑھنے سے باز آ۔ جان لے کہ پہاڑ کے اُس پار مُلکِ افراسیاب ہے۔ بڑے سے بڑا سُورما بھی بغیر اجازت وہاں جانے کی نہیں سوچتا اور جو یہ جُرأت دِکھاتا ہے پلٹ کر واپس نہیں آتا۔ اپنی اور اپنے لشکر کی خیر چاہتا ہے تو جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا۔ ایک قدم بھی یہاں سے آگے نہ بڑھا۔"

شہزادہ اسد نے للکار کر جواب دیا۔ "او لقا کے غلام، مُنہ کو لگام دے۔ نہیں جانتا کہ میں امیر حمزہ کا نواسا اسد بن کرب غازی ہُوں۔ بڑھا ہُوا قدم واپس لینا ہمارے خاندان کا دستور نہیں۔ آگاہ ہو کہ طلسم افراسیاب کو فتح کرنے جاتا ہُوں۔ تیری دھمکیوں کو کب خاطر میں لاتا ہُوں۔ اگر روک سکے تو روک لے۔ ورنہ اپنے حامیوں

لسم کے مُحافظوں کو بُلا لے۔"

... کہہ کر شہزادہ اسد اپنے سپاہیوں سے مُخاطب ہُوا۔ ... اے غازیو، دل سے وسوسوں کو دُور کرو۔ درہ تنگ ... دو دو کی قطار میں آگے بڑھو۔"

بس یہ چند لفظ ہی کام کر گئے۔ مُجاہدوں کے دِل ... سے بھر گئے۔ سب نے مِل کر اِکبارگی نعرۂ تکبیر ... غلغلہ بُلند کیا۔ نعرے کی گُونج نے پہاڑ کے سِلسلے ... سے ٹکرا کر صدائے بازگشت پیدا کی۔ زمین و آسمان ... کانپ اُٹھے۔ غازیوں کے حوصلے بڑھے۔ سب سے پہلے شہزادہ اسد نے اپنا گھوڑا درے میں داخل کیا۔ اُس کے پیچھے اُس کا لشکر بے خوف ہو کر دو دو کی قطار ... میں چلا۔ یہ لشکر ابھی پہاڑوں میں تھا کہ طلسمی نقارے گُونج اُٹھے۔ افراسیاب کو خبر ہو گئی۔ اُس نے فوراً ہی سرحدی مُلکوں کے ماتحت بادشاہوں کو احکام جاری کر دیئے کہ ہوشیار ہو جائیں۔ حملہ آوروں پر کڑی نظر رکھیں۔ جیسے ہی انھیں اپنی حد میں پائیں گرفتار یا ہلاک کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ دکھائیں۔

شہزادہ اسد کو یقین ہو گیا تھا کہ اُسے ٹوکنے والا نقارچی طلسم ہوش رُبا کے سرحدی محافظوں کو ہوشیار

کر دے گا اور وہ اُس کا راستہ روکنے کی کوشش
کریں گے لیکن اُس کا خیال تھا کہ یہ مُقابلہ پہاڑوں
کے اُس پار ہی پیش آئے گا۔ درّے کے اندر کافی
دُور تک چلتے رہنے پر جب اُسے کہیں کوئی خطرہ نظر
نہ آیا تو اُس کا یہ خیال اور بھی مضبُوط ہو گیا۔
احتیاط کی وجہ سے وہ اب تک بہت آہستہ آہستہ آگے
بڑھتا رہا۔ لیکن اِس کے بعد اُس نے رفتار تیز کر
دی۔

دُور دُور تک پہاڑ ہی پہاڑ نظر آ رہے تھے اور
وہ جلد از جلد اِس خطرناک علاقے کو پار کر جانا
چاہتا تھا۔ دوپہر تک وہ بے کھٹکے تیزی کے ساتھ آگے
بڑھتا رہا۔ تقریباً آدھے سے زیادہ فاصلہ طے ہو چُکا تھا۔
درہ بھی اب پہلے سے زیادہ چوڑا ہو گیا تھا۔ رفتار اور
بڑھا دی گئی۔ شہزادے اور اُس کے لشکریوں کے دِلوں
سے سارے رہے سہے اندیشے جاتے رہے تھے۔ جلد سے
جلد باقی درہ طے کر جانے کے علاوہ اُن کے ذہنوں میں
کوئی دُوسرا خیال نہ تھا۔

اچانک ایک کُشادہ وادی اُن کے راستے میں آ گئی۔
شہزادے نے اُسے غنیمت سمجھا۔ لشکر کا جائزہ لینے کے

اِرادے سے وہ اگلے درے کے قریب پہنچ کر رُک گیا۔
لمبی اور پُرپیچ قطار میں آنے والے سوار اُس کے
سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے گئے۔ پیچھے والوں کی
شہزادے کو خاص فکر تھی۔ کچھ دیر بعد جب سارا لشکر اکٹھا
ہو گیا اور گنتی کرنے پر سوار اور باربردار پُورے نکلے تو
شہزادے کو اطمینان ہو گیا۔ سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے
اُس نے کہا۔

ساتھیو، خُدا کا شُکر ہے خطرناک راستے کا اِتنا حصّہ
ہم نے خیریت سے طے کر لیا۔ آگے کا پہاڑی سلسلہ کچھ
زیادہ بڑا نہیں معلوم ہوتا۔ انشاء اللہ ہم اِس سے جلد
گُزر جائیں گے۔ دُشمن کا دُور دُور تک نشان نہیں ملتا۔
مگر یہ ممکن ہے کہ جیسا ہی اگلا درہ پار کرکے ہم کھُلے
میدانی علاقے میں پہنچیں، اُسے اپنے سامنے پائیں۔ لہٰذا
ہوشیار رہنا۔ پہاڑی سلسلہ ختم ہوتے ہی صفیں باندھ لینا۔
بس آؤ چلیں۔ شام ہونے سے پہلے ہمیں پہاڑوں سے
نکل جانا چاہیے۔ پہلے کی طرح دو دو کی قطار میں میرے
پیچھے آؤ۔

اِتنا کہہ کر شہزادے نے گھوڑے کو موڑا۔ لیکن ابھی وہ مُشکل
سے دو قدم درے کی طرف بڑھا تھا کہ اِکبارگی سہم کر

کھڑا ہو گیا۔ بادلوں کے گرجنے اور بجلیوں کے کڑکنے کی
ایسی ہولناک آوازیں گونج اُٹھی تھیں کہ گھوڑوں کے علاوہ
لشکر کے سارے سواروں کے بھی دِل کانپ اُٹھے تھے۔ شہزادے
نے سر اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ اُس کی حیرت کی انتہا
نہ رہی۔ سُورج پہلے کی طرح صاف چمک رہا تھا۔ آسمان پر
بادل کا کوئی چھوٹا سا بھی ٹکڑا موجُود نہ تھا۔ وہ سمجھ
گیا کہ گرج کی آوازیں جادُو کی تھیں۔ لشکر کو پیچھے آنے
کا اِشارہ دے کر اُس نے بے خوفی کے ساتھ گھوڑے
کو پھر آگے بڑھایا۔

ایک بار پھر ہولناک گرج اور کڑک کی آوازیں گونجنے
لگیں۔ لشکر کے بہت سے گھوڑے پھر سہم کر رُک گئے۔
شہزادہ قدم قدم آگے بڑھتا رہا۔ تیسری بار پھر ویسی ہی آوازیں
بلند ہوئیں مگر اس بار کسی نے اِس کا اثر نہ لیا۔ سواروں
کی قطاریں شہزادے کے پیچھے پیچھے چلتی رہیں۔ درہ شہزادہ
کے اور قریب ہوتا گیا۔

اچانک شہزادے کو محسوس ہُوا کہ وہ چاروں جانب سے
دُشمن کے نرغے میں آ گیا ہے۔ وادی کے دائیں بائیں
آگے پیچھے، ہر سمت سے زبردست نعرے بلند ہو رہے
تھے۔ "خبردار! ہتھیار ڈال دو۔ شہنشاہ افراسیاب زندہ باد۔"

ایسا لگتا تھا جیسے دُشمن کے لاکھوں سپاہی پہاڑوں کی
اوٹ میں موجُود ہیں اور اگر اُن کے حُکم کی تعمیل نہ کی
گئی تو وہ ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گے۔

شہزادے نے جوش میں آ کر تلوار کھینچ لی۔ لشکر کو
چوکھی لڑائی لڑنے اور دُشمن کا حملہ روکنے کا اِشارہ دیا
اور صبر کے ساتھ دُشمن کے سامنے آنے کا انتظار کرنے
لگا۔ نعرے بند ہو چکے تھے۔ ہر سمت خاموشی چھا گئی
تھی۔ ایک ایک لمحہ پہاڑ جیسا گزر رہا تھا۔ کچھ دیر
یُونہی سناٹا رہا۔ جہاں جہاں تک نگاہیں کام کرتی تھیں
کوئی چیز حرکت کرتی نہ دکھائی دیتی تھی۔ شہزادے سے ضبط
نہ ہو سکا وہ للکارا۔ "بزدل دُشمنو، سامنے آؤ۔ ہم لڑنے
کو تیار ہیں۔"

جواب میں سوائے اُس کے لفظوں کی گونج کے نہ کوئی
دُوسری آواز سُنائی دی اور نہ دُشمن کی کسی جانب کوئی
حرکت محسوس ہُوئی۔ شہزادے کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ سوچنے لگا
کہیں نعروں کی یہ آوازیں بھی جادُو کا شعبدہ نہ ہوں۔ دُشمن
نے ہمیں ڈرانے اور اِس وادی میں روکے رکھنے کے لیے
یہ ڈھونگ رچایا ہو۔ بہرحال یہ جگہ خطرناک ہے۔ نہ
پانی ہے نہ پناہ ہے۔ جس طرح بھی ہو ہمیں یہاں سے

نکلنا چاہیے۔" یہ سوچ کر اُس نے اپنے سرداروں کو حکم دیا۔ "ڈھالیں سر پر لو۔ چاروں طرف سے چوکنا رہتے ہوئے میرے پیچھے آؤ۔ حملہ ہو جائے تو بھی لڑتے بھڑتے پہاڑوں سے باہر نکلنے کی کوشش کرو۔"

یہ ہدایت دے کر شہزادے نے پھر اپنا گھوڑا درے کی طرف بڑھایا۔ اُس کا لشکر بھی حرکت میں آ گیا۔ وہ چند ہی قدم چلے ہوں گے کہ اِکبارگی پھر ہر جانب سے دُشمن کے نعرے گونجنے لگے۔ "خبردار! ہتھیار ڈال دو۔ تم گھیرے میں آ چکے ہو۔ شہنشاہ افراسیاب زندہ باد۔"

شہزادہ اور اُس کا لشکر ایک بار پھر ٹھٹک گیا۔ پہاڑوں میں پھر پہلے کی طرح سناٹا چھا گیا۔ دُشمن کا کوئی فرد کسی جانب سے حرکت کرتا نظر نہ آیا۔ چند لمحے خاموشی سے اِنتظار کرنے کے بعد شہزادے نے پھر لشکر کو آگے بڑھنے کا اِشارہ کیا۔ دُشمن کے نعرے پھر گونج اُٹھے۔ شہزادہ احتیاط کے ساتھ درے میں داخل ہو گیا۔ اُس وقت سے لے کر پہاڑی سلسلہ پار کر جانے تک دُشمن کے نعرے اُسی طرح بار بار گونجتے رہے لیکن پھر شہزادہ یا اُس کے لشکر کا کوئی شخص کہیں نہ رُکا۔ سورج ڈھلتے ڈھلتے وہ خیریت کے ساتھ پہاڑی سلسلے سے نکل گئے۔

اب اُن کے سامنے ایک سرسبز و شاداب میدانی علاقہ دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ شہزادے نے ایک بار پھر خدا کا شکر ادا کیا، لشکر کو یک جا کر کے صفیں آراستہ کیں۔ اور جنگی حالت میں اِحتیاط کے ساتھ پیش قدمی کرنے لگا۔ دُشمن کی فوج کا کوسوں کہیں پتا نہ تھا اور اِس بات پر شہزادے کو سخت تعجب ہو رہا تھا۔ رہ رہ کر اب اُس کے دِل میں یہ اندیشہ چُٹکیاں لینے لگا کہیں دشمن اِرد گِرد تاک میں نہ ہو؟ رات کے اندھیرے کا منتظر ہو اور شب خون مارنے کی سوچ رہا ہو۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ شہزادہ پڑاؤ ڈالنے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش میں تھا۔ اِتفاقاً چلتے چلتے وہ ایک باغ کے سامنے جا پہنچا۔ باغ کا دروازہ سنگِ مرمر کے پتھروں کا بنا ہوا تھا اور پھاٹک چاندی کی سلاخوں کا تھا۔ دائیں بائیں اُونچے اور ہرے بھرے گنجان درختوں کا سلسلہ دُور دُور تک چلا گیا تھا۔ صاف معلوم دیتا تھا کہ یہ کسی بڑے بادشاہ کا باغ ہے مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ ایک تو پھاٹک کھلا ہوا تھا دوسرے آس پاس کہیں بھی کسی محافظ یا پہرے دار کا کوئی وجود نہ تھا۔ سرداروں کے مشورے پر شہزادہ بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔

باغ اندر سے بہت کشادہ تھا۔ لا تعداد درخت
قسم کے پھلوں اور میووں سے لدے کھڑے تھے۔ رنگ بر
رنگے پھولوں کی کیاریاں اِدھر اُدھر بہار دے رہی تھیں۔
چار گوشوں پر چار بڑے بڑے تالاب تھے، جن میں رنگ
برنگی چھوٹی بڑی مچھلیاں، بطخیں اور مرغابیاں تیر رہی
تھیں۔ باغ کے بیچوں بیچ سنگِ مرمر کا ایک بڑا سا
چبوترا بنا ہوا تھا جس کے بیچ میں ایک خوب صورت
سی بارہ دری تھی۔

شہزادے کے سپاہیوں نے باغ کا کونا کونا چھان مارا۔
دشمن کا ایک بھی آدمی وہاں موجود نہ تھا۔ کچھ سپاہی
اِرد گِرد کا جائزہ لینے کے لیے باغ کے باہر چاروں
طرف بھیجے گئے۔ اُنھیں دُور دُور تک نہ کوئی بستی
دکھائی دی نہ دشمن کی کوئی چھاؤنی۔ کوئی ایسی جگہ بھی
اُنھوں نے نہ پائی جہاں دشمن چھپ سکتا اور اُن کے
لیے خطرہ بن سکتا۔

ہر طرح کا اطمینان کر لینے پر شہزادے نے لشکر کو
پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے باغ کے صحن
میں خیمے اور شامیانے کھڑے ہونے لگے۔ رات گزارنے کا
سامان کھولا جانے لگا۔ کھانے پکانے کے انتظام کیے جانے
لگے۔ مشعلیں اور قندیلیں روشن ہونے لگیں۔ وہ باغ جو
چند لمحے پیشتر ویران و سنسان دکھائی دیتا تھا، زندگی
کی رونقوں سے بھرپور ہو گیا۔

شہزادے کے قیام کے لیے بارہ دری کو آراستہ کیا گیا۔
سنگِ مرمر کے چبوترے پر شامیانے لگا کر اِرد گِرد قناتیں
کھڑی کر دی گئیں۔ اندرونی طور پر بھی قناتیں لگا کر چبوترے
کو چار حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصّہ صحن ٹھہرایا
گیا۔ دوسرا طعام خانہ۔ تیسرا خدمت گاروں کے لیے مقرر
ہوا اور چوتھا دربارِ خاص کے لیے۔ رات کے کھانے سے
فارغ ہو کر شہزادے نے دربارِ خاص میں سرداروں کو طلب
کیا۔ کافی دیر تک سب مل جل کر آیندہ کی پیش قدمی
کے پروگرام طے کرتے رہے۔ احتیاط اور دُور اندیشی کے
لحاظ سے سب نے اِس بات سے اتفاق کیا کہ پورے
لشکر کو چار حصّوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ دس دس ہزار
کا لشکر یہاں سے ہر روز ایک ہی سمت کو روانہ ہو
اور شہزادہ آخری لشکر کے ساتھ ہو۔ جب تک کوئی بہت
بڑا معرکہ در پیش نہ آئے سارے لشکر ایک ایک دن
کے فاصلے پر رہتے ہوئے اِسی طرح آگے بڑھتے رہیں۔
البتہ تیز رفتار ہرکاروں کے ذریعے آپس میں ہر وقت

رابطہ قائم رکھیں اور ایک دوسرے کو حالات سے باخبر
کرتے رہیں۔ یہ سارے فیصلے کرنے کے بعد شہزادے نے
دربار برخاست کیا۔

اس موقع پر ایک عجیب بات ہوئی۔ جیسے ہی شہزادے
نے دربار برخاست کرنے کا اعلان کیا چاروں سمت سے
ملے جلے قہقہوں کی آواز بلند ہوئی۔ سب نے چونک کر ایک
دوسرے کو غور سے دیکھا۔ آواز باہر سے آئی تھی مگر پھر
چونکہ فوراً خاموشی بھی چھا گئی تھی اس لیے وہ سمجھے کہ
ارد گرد کے سپاہی کسی بات پر ہنسے ہوں گے۔ کسی نے
اسے غیر معمولی یا پر اسرار معاملہ نہ سمجھا۔ شہزادے کو
سلام کر کے سارے سردار وہاں سے رخصت ہو گئے۔

اس رات سونے سے پہلے لشکر کے کئی سرداروں اور
سپاہیوں کو قہقہے کی طرح کی کئی عجیب باتیں پیش آئیں۔
ان میں سے ہر بات انھیں اسی طلسمی باغ سے ہوشیار
کرنے کے لیے کافی تھی مگر آرام پسندی نے مت مار
دی۔ کسی نے ان پر توجہ نہ دی۔

ایک سردار کو جب بستر پر لیٹتے ہی گھنگھروؤں کی
چھما چھم سنائی دی تو پہلے تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔
مگر جب آواز بند ہو گئی تو وہ اسے اپنا وہم سمجھ

کر سو گیا۔ دوسرے سردار کو ایک درخت کی بڑی شاخ
پاگل اژدہے کے روپ میں ہلتی اور زبان لپلپاتی دکھائی
دی۔ وہ سہم گیا۔ چند لمحے بعد وہ شاخ اسے پھر پہلی
جیسی دکھائی دینے لگی۔ جب ایک ساتھی سے اس نے
یہ بات کہی تو اس نے اس کا مذاق اڑایا۔

گھوڑوں کے قریب لیٹے ہوئے سپاہیوں میں سے ایک
نے اچانک ایک گھوڑے کو پروں کے ساتھ اوپر اڑتے
دیکھا۔ اس کی چیخ نکل گئی مگر جب اس نے اپنے ساتھیوں
کو مخاطب کر کے اڑتے ہوئے گھوڑے کی طرف اشارہ کیا
تو وہ غائب تھا۔ سب نے اسے پاگل ٹھہرایا۔

پھلواری کے قریب کے ایک سپاہی کو ایک پودے
کے پھول کبھی بڑے اور کبھی چھوٹے ہوتے دکھائی دیے
مگر اس نے اسے اپنی نظر کا دھوکا قرار دیا اور کروٹ
بدل کر سو گیا۔

آدھی رات کے بعد ہوا میں ایسی بھینی بھینی خوش بو
شامل ہو گئی کہ جاگنے اور پہرا دینے والے سپاہی سبھی
بے ہوشی کی نیند سو گئے۔ اس کے بعد دیکھتے ہی
دیکھتے باغ کے ہر درخت اور پودے کی ہر شاخ دیو پیکر
اژدہوں میں تبدیل ہو گئی اور یہ اژدہے آن واحد میں شہزادہ
اسد سمیت اس کے سارے لشکر اور ساز و سامان کو سانس
کھینچ کر نگل گئے۔

شہرِ ناپُرساں

شہزادہ اسد سو کر اُٹھا تو اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ باغ، درخت، پھلواریاں، چبوترہ اور بارہ دری ہر چیز جوں کی توں موجود تھی مگر اُس کے لشکر اور ساز و سامان کا نام نشان تک نہ تھا۔ پہلے تو وہ سمجھا شاید خواب دیکھ رہا ہوں۔ پھر جب بار بار آنکھیں مل کے دیکھنے کے باوجود وہی حال نظر آیا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کبھی خیال کرتا سارا لشکر آگے کُوچ کر گیا ہوگا۔ کبھی خیال کرتا آیندہ کی کٹھن منزلوں کی دہشت سے واپس چلا گیا ہوگا۔ دونوں صورتوں میں یہ بات اُس کے دل کو بالکل نہ لگتی کہ اُسے تنہا اور سوتا ہوا چھوڑ جانے پر سب راضی ہو گئے ہوں گے۔

کچھ دیر وہ بستر پر لیٹے ہوئے اِسی طرح کی باتوں میں دماغ کھپاتا رہا۔ کوئی بھی ایک سبب لشکر کے غائب ہو جانے کا صاف طور پر اُس کے دل میں نہ بیٹھ سکا۔

آخر میں بس ایک ہی بات اُسے شک و شبہ سے خالی نظر آتی تھی۔ یہ کہ سبب خواہ کوئی ہو اُس کا لشکر غائب ہو چکا ہے اور وہ تنہا رہ گیا ہے۔ اس حقیقت نے اُسے اپنے لیے دو میں سے ایک بات منتخب کرنے کے لیے مجبور کر دیا یا وہ یہاں سے واپس چلا جائے یا آگے بڑھے اور حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرے۔

کافی سوچ بچار کے بعد اُس نے دُوسری بات پسند کی۔ غیرت نے اُس کے دل میں حوصلہ پیدا کیا۔ ایمان نے خود اعتمادی کو اُبھارا۔ بستر سے انگڑائی لے کر اُٹھا اور تن تنہا طلسم ہوش رُبا فتح کرنے کا فیصلہ کیا۔

بارہ دری کے اندر رکھا ہُوا اُس کا سارا سامان موجود تھا لیکن ہتھیاروں کے علاوہ اُس نے کسی دُوسری چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔ زرہ بکتر، خود، تلوار اور ڈھال کو بدن پر سجا کر اور نیزہ ہاتھ میں لے کر وہ چبوترے پر آیا۔ ہاتھ مُنہ دھونے کا خیال جو دل میں آیا تو اُس نے تالاب کی جانب قدم بڑھایا۔ مگر چبوترے سے نیچے اُترا ہی تھا کہ ہر چہار جانب سے ملے جُلے قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ آوازیں بالکل رات کو سُنائی دینے والے قہقہوں جیسی تھیں۔ اُس نے چونک کر چاروں جانب نگاہ

دوڑائی۔ کسی انسان کی دُور دُور تک صُورت نظر نہ آئی۔
اب جو اُس نے غور کیا تو پتا چلا کہ قہقہوں کی
آوازیں کیاریوں کے پھولوں اور درختوں کے پھلوں سے
پیدا ہو رہی تھیں۔ بس یہ محسوس کرتے ہی لشکر کے
غائب ہونے کا سارا راز اُس کی سمجھ میں آ گیا۔ اُس کا
دِل اُچھل اُچھل کر اُس سے کہنے لگا کہ یہ باغ، اس
کے درخت اور پودے سب کے سب طلسمی ہیں۔ یہی تیرے
لشکر کو کھا گئے ہیں خبردار، سنبھل جا۔ اپنی خیریت چاہتا
ہے تو جلد سے جلد یہاں سے باہر نکل جا۔"
شہزادے نے مُنہ ہاتھ دھونے کا خیال ترک کیا، تالاب
کی سمت سے مُنہ موڑ کر دُوسری جانب کا رُخ کیا۔
اب ایک طرف باغ میں ہر طرف طلسمی قہقہے گُونج
رہے تھے، دُوسری طرف شہزادہ اُن کی پروا نہ کرتا ہُوا
کیاریوں کو روندتا اور پھلواریوں کو پھلانگتا ہُوا آگے بڑھتا
جا رہا تھا۔ آخرکار درختوں جھنڈ اور جھاڑیاں پار کرنے کے
بعد بڑی دیر میں اُسے ایک چھوٹا سا دروازہ دکھائی دیا۔
دونوں پٹ اُس کے بند تھے مگر کسی جگہ کوئی چٹخنی، کُنڈا
یا کڑا دکھائی نہ دیتا تھا۔ شہزادے نے ہاتھوں سے
دھکا دے کر دروازہ کھولنے کی بڑی کوشش کی پر ناکام

رہا۔ تنگ آ کر وہ چند قدم پیچھے ہٹا پھر تیزی کے
ساتھ آگے کو دوڑا اور اُچھل کر پُوری قوت سے دروازے
پہ دولتی جمائی۔ دُوسرے ہی لمحے وہ باغ کے باہر تھا
قہقہے کی آوازیں ایک دم ختم ہو گئیں۔ اُس نے پلٹ
کر پیچھے دیکھا۔ دروازہ جوں کا توں بند تھا نہ کوئی پٹ
کُھلا تھا نہ کسی پٹ میں کوئی ایسا موکھا دکھائی دے
رہا تھا کہ جس میں سے گزر کر وہ باہر آیا ہو۔ یہ
بات خاصی حیرت انگیز تھی مگر اس پر سوچنا چھوڑ کر وہ
صرف اِس بات پر غور کر رہا تھا کہ اب اُسے کس سمت
جانا چاہیے۔ فیصلہ کرنے میں اُسے زیادہ دیر نہ لگی۔ دُور
ایک دُھندلے سے دکھائی دینے والے ٹیلے پر اُس نے
نگاہ جمائی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہُوا اُس کی طرف
چل دیا۔ اُس کا خیال تھا کہ اس ٹیلے پر یا اس کے
اردگرد ضرور کوئی انسانی آبادی ہو گی اور وہ دوپہر یا
زیادہ سے زیادہ تیسرے پہر تک وہاں پہنچ جائے گا۔
جوں جوں وقت گزرتا جاتا شہزادہ اپنی رفتار تیز
کرتا جاتا۔ دوپہر ہوئی، تیسرا پہر گزر گیا حتّٰی کہ رات
ہو گئی۔ میلوں اور کوسوں کا فاصلہ طے ہو چکا تھا مگر
ٹیلا قریب نہ آیا۔ ہاں اندھیرا ہونے پر اُس میں جا بجا

روشنیوں کی چمک ضرور دکھائی دینے لگی تھی۔ اس طرح
شہزادے کا صرف ایک ہی خیال صحیح ثابت ہو سکا۔
روشنیوں کی چمک اِس بات کی تصدیق کر رہی تھی کہ
ٹیلے پر کوئی نہ کوئی شہر آباد ہے۔ دُوسری کوئی منزل
ذہن میں نہ ہونے کی وجہ سے اُس نے اُسی کو اپنی منزل
ٹھہرایا اور اُمید سے زیادہ دُور ہونے کی پروا نہ کرتے
ہوئے مسلسل اُسی کی طرف بڑھتا رہا۔

تین دن اور تین راتیں اِسی طرح گزر گئیں۔ آخر کار
چلتے چلتے چوتھے دن شہزادہ اُس کے قریب جا پہنچا۔ اب
جا کے اُسے پتا چلا کہ جو چیز اُسے دُور سے ٹیلا دکھائی
دے رہی تھی، وہ ایک بہت بڑا اور بہت اُونچا قلعہ
تھا۔ اُس کی بُرجیاں اور فصیلیں خالی تھیں اور پھاٹک
کھلا ہوا تھا۔ پھاٹک سے دُور ایک درخت کی اوٹ میں
کھڑے ہو کر شہزادہ سوچنے لگا قلعے میں جاؤں کہ نہ
جاؤں؟ اگر اُس کی حالت بہتر ہوتی تو شاید وہ بغیر
اطمینان کیے اندر جانے کی نہ سوچتا مگر مصیبت یہ
تھی کہ اُس کا حال بہت پتلا تھا۔

لگاتار پیدل چلنے کی وجہ سے تھکاوٹ تو خیر تھی
ہی بھوک نے بھی اُسے بے دم کر رکھا تھا۔ اِس پورے

رستے میں پانی اُسے کئی مرتبہ مل چکا تھا مگر پیٹ بالکل
خالی تھا۔ راستے میں جب بھی وہ کسی پرندے یا
چرندے کو شکار کرنے کی کوشش کرتا وہ ایک دم
غائب ہو جاتا۔ جو بھی جنگلی پھل یا میوہ توڑ کر مُنہ
میں رکھتا زہر کی طرح کڑوا ہو جاتا۔ لاچار اُسے تھوکنا
پڑتا۔

خُود کو شہر کے دروازے پر پا کر اُس کی بھوک اور
بھی چمک اُٹھی تھی۔ صبر کا دامن اُس کے ہاتھ سے
جاتا رہا۔ نتیجے کی پروا کیے بغیر وہ دروازے کی طرف
چل دیا۔ اِکّے دُکّے آنے جانے والے پھاٹک پر دکھائی
دے رہے تھے مگر پہرے دار نظر نہ آتے تھے۔ یہ دیکھ
کر اسد کو کچھ اطمینان ہوا۔ اپنے آپ کو سنبھالتا اور
بے فکری کی چال چلتا وہ پھاٹک میں داخل ہو گیا۔

اندر قدم رکھتے ہی دائیں بائیں جو اُس کی نگاہ پڑی
تو پہلے تو وہ کچھ ٹھٹکا مگر پھر سناٹے میں آ گیا۔ پھاٹک
کے بغلی برآمدوں میں بہت سے پہرے دار موجود تھے
مگر اُن میں سے کچھ کھڑے تھے، کچھ بیٹھے تھے اور
کچھ لیٹے ہوئے تھے۔ کوئی گا رہا تھا، کوئی ناچ رہا
تھا، کوئی ڈھولک بجا رہا تھا۔ کچھ چہلیں کر رہے تھے،

کچھ کھا پی رہے تھے۔ ہر ایک اپنی دُھن میں مست
تھا۔ کسی کو اپنی ڈیوٹی کی کوئی پروا نہ تھی۔ افسر ماتحت
سب ایک حال میں تھے۔ کسی سے کوئی پُوچھنے والا نہ
تھا۔

شہزادہ اپنے حُلیے اور لباس سے اجنبی دکھائی دے
رہا تھا۔ دُوسرے آنے جانے والوں کی طرح چند ایک
پہرے داروں کی بھی اُس پر نگاہ پڑی مگر نہ کسی نے
اُس پر کوئی خاص توجّہ دی اور نہ اُسے روکا ٹوکا۔ اِن
سب باتوں پر حیران ہوتا ہُوا وہ آگے بڑھ گیا۔

شہر میں داخل ہونے پر اِسی طرح کی کئی اور باتیں
اُس نے دیکھیں۔ بُھوک سے نڈھال ہونے کے باوجُود وہ
اُن پر ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔ ایک مکان کی اُوپر والی
منزل سے ایک عورت نے کُوڑے سے بھری ہُوئی ٹوکری
نیچے اُلٹ دی۔ سوار اور پیادے راہ گیروں کی ایک
ٹکڑی اس وقت اُس مکان کے نیچے سے گزر رہی تھی۔
سارا کُوڑا اُن راہ گیروں پر آ رہا۔ انھوں نے مُنہ بنا کر
اپنے کپڑے تو ضرور جھاڑے مگر کسی نے بھی اُس عورت کو
کُچھ نہ کہا۔ کپڑے جھاڑ کر اِس طرح اپنی راہ چل دیے
جیسے کُچھ ہُوا ہی نہ ہو۔

ایک مقام پر ایک مُسافر چلتے چلتے رُکا اور سڑک
کے بیچوں بیچ بستر بچھا کر سو گیا۔ راہ گیر اُس سے بچ
بچ کر تو چلنے لگے مگر زبان سے کسی نے نہ پُوچھا کہ
مردِ خُدا، سونے کے لیے یہی جگہ رہ گئی تھی۔

ایک خُوب صُورت اور شان دار مکان کے دروازے
پر دو سپاہی آلتی پالتی مارے بیٹھے چھپے گوٹی کھیل رہے
تھے۔ شاید اُن کا فرض اِس مکان کی حفاظت کرنا تھا۔
اچانک ایک نقاب پوش گھڑ سوار دروازے کے سامنے آ
کر رُک گیا۔ سپاہی اُسے دیکھتے ہی تلوار کھینچ کر کھڑے
ہو گئے۔ نقاب پوش نے اُنھیں آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔
اِطمینان کے ساتھ اُس نے کمر میں بندھی ہُوئی کمند کھولی، ر
آنکڑے کو گھُما کر مکان کی چھت پر پھینکا۔ آنکڑا چھت
کی منڈیر پر جا پھنسا۔ نقاب پوش نے اُس کی مضبُوطی
جانچنے کے لیے کمند کو جھٹکا دیا اور پھر بڑی بے فکری
کے ساتھ اُوپر چڑھنے لگا۔ سپاہیوں نے یہ دیکھ کر تلواریں
نیام میں رکھیں اور پھر بیٹھ کر اِطمینان کے ساتھ
چھپے گوٹی کھیلنے لگے۔

ارد گرد راہ گیروں کا مجمع جمع ہو گیا تھا۔ سب
یہ تماشا دیکھ رہے تھے مگر نہ کسی نے نقاب پوش

سے کچھ کہا۔ نہ سپاہیوں سے پوچھا کہ میاں، یہ کیسی
پہرے داری ہے؟ ڈاکو دن دہاڑے اور تمھاری آنکھوں
کے سامنے اُسی مکان کی چھت پر چڑھ رہا ہے جس کی
حفاظت تمھارے ذمّے ہے مگر تم صرف دروازہ روکے
بیٹھے ہو۔ دونوں سپاہی رہ رہ کر مجمع کی جانب نگاہ اُٹھا
کر اس طرح فخر سے دیکھتے جیسے کہہ رہے ہوں۔ "دیکھا!
ہم کتنے فرض شناس ہیں۔ نقاب پوش دروازے سے اندر
جانے کی ہمت نہ کر سکا۔ بندر کی طرح دُم دبائے چھت
پر چڑھ رہا ہے۔ تم دیکھ لینا۔ ڈاکا مارنے کے بعد بھی
وہ دروازے سے باہر نکلنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔ اِسی
رسّی سے لٹک کر نیچے آئے گا۔ گھوڑے پر بیٹھے گا اور
ہم سے آنکھ ملائے بغیر بھاگ جائے گا۔ اُس کی کیا
ہمت جو ہمارے سامنے ٹھہر سکے۔"

ہُوا بھی ایسا ہی۔ کچھ دیر بعد نقاب پوش رسّی کے
ذریعے نیچے اُترتا دکھائی دیا۔ اُس کی کمر سے ایک پوٹلی
لٹک رہی تھی۔ شاید لُوٹ کا مال اُس میں بندھا ہُوا
تھا۔ اُس کا گھوڑا رسّی کے سِرے کے نیچے ٹھیک اُسی
جگہ کھڑا ہُوا تھا۔ جہاں وہ اُسے چھوڑ کر گیا تھا۔
نقاب پوش سیدھا گھوڑے کی پیٹھ پر آ جما۔ سپاہی

ایک بار پھر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے۔ نقاب پوش نے
واقعی اُن سے آنکھ ملانے کی جُرأت نہ کی۔ گھوڑے کو
دُوسری جانب موڑ دیا۔ راہ گیروں نے اِدھر اُدھر ہٹ کر
اُس کے لیے جگہ بنا دی۔ مکان کے اندر سے چیخ پکار
کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں مگر نقاب پوش نے گھوڑے
کو ایڑ لگائی اور چلتا بنا۔ سپاہی بیٹھ کر پھر چھپے گوٹی کھیلنے
لگے۔

یہ حال دیکھ کر شہزادہ اسد سے صبر نہ ہو سکا۔ ایک
راہ گیر کو روک کر اُس نے پوچھا۔ "میاں، یہ کیسا شہر
ہے جہاں کسی سے کوئی کچھ نہیں پوچھتا؟ کیا نام ہے
اِس کا؟"

اُس شخص نے شہزادے کو غور سے دیکھا اور جواب
میں بولا۔ اجنبی معلوم ہوتے ہو۔ اِس شہر کا نام ہی
شہر ناپُرساں ہے۔ یہاں کوئی کسی کو ٹوکنے کا حق
نہیں رکھتا۔"

شہزادہ یہ جواب پا کر آگے بڑھ گیا۔ بازار کا علاقہ
شروع ہو چکا تھا۔ عورتیں اور مرد بڑی آزادی سے
خرید و فروخت کر رہے تھے۔ یہاں اور بھی کئی لطیفے
شہزادے کی نظر سے گزرے۔ مگر بھوک کی شدت کی وجہ

سے وہ اُن پر کوئی توجّہ نہ دے سکا۔ اُس کی نگاہیں بڑی بے چینی سے کھانے پینے کی دُکانیں تلاش کر رہی تھیں۔

خُدا خُدا کرکے وہ بازار کے اُس حصّے میں پہنچا جہاں سڑک کے ایک جانب کبابیوں اور نانبائیوں کی دُکانیں تھیں اور دُوسری جانب حلوائیوں اور پھل فروشوں کی۔ چونکہ اُسے اِس بات کا یقین نہ تھا کہ کبابی جو گوشت اِستعمال کر رہے ہیں، وہ حلال ہوگا، اِس لیے اُس نے حلوائیوں کی طرف قدم بڑھایا۔ دُکان کے سامنے پہنچ کر اُس نے کمر میں بندھی ہُوئی تھیلی میں ہاتھ ڈالا اور بغیر گنے سونے چاندی کے مُٹھی بھر سکّے نِکال کر حلوائی کے سامنے ڈال دیے۔ حلوائی نے شہزادے کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا تو اُنگلی کے اِشارے سے اُس نے پُوریاں اور مٹھائی ایک تھال میں دینے کی ہدایت کی اور دُکان کے سامنے پڑے ہُوئے ایک مونڈھے پر بیٹھ گیا۔ لیکن حلوائی نے سودا دینے کے بجائے اُس کے دیے ہُوئے سکّے اُٹھا کر اُس کی طرف پھینک دیے اور غُصّے سے بولا۔

یہاں یہ سکّے نہیں چلتے۔ شہنشاہ افراسیاب کی تصویر والا کاغذ کا نوٹ دوگے تو سودا ملے گا۔

شہزادے نے دِل شکستہ ہوکر سکّے اُٹھائے اور اگلی دُکان پر جا پہنچا۔ وہاں بھی اُس سے یہی سلوک کیا گیا۔ اِس کے بعد وہ کئی اور حلوائیوں کے پاس گیا۔ اُن کی خوشامدیں بھی کیں مگر کوئی اِن سکّوں کے بدلے اُسے کُچھ دینے پر راضی نہ ہُوا۔

بُھوک سے شہزادے کی جان نِکلی جا رہی تھی اور حلوائی تھے کہ اُس سے وہ سکّے طلب کر رہے تھے جو اُس کے پاس نہ تھے۔ آخر اُسے غُصّہ آ گیا۔ مٹھائی کی ایک دُکان پر چڑھ کر اُس نے حلوائی کو لات مار کر باہر نِکالا تلوار کھینچ کر ہوا میں لہرائی اور بیٹھ کر تھالوں پر ہاتھ صاف کرنے لگا۔ فوراً ہی دُکان کے سامنے مجمع لگ گیا۔ لیکن شہزادے کے تیور اور اُس کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر کسی کو اُس سے کُچھ کہنے کی جرأت نہ ہُوئی۔ یہ دیکھ کر حلوائی بھاگا ہُوا گیا اور سپاہیوں کے ایک جتھے کو بُلا لیا۔ سپاہی گھیرا کرکے شہزادے کو گرفتار کرنے آگے بڑھے۔ شہزادہ اُٹھ کھڑا ہُوا۔ پھر جو للکار کر اُس نے سپاہیوں کے درمیان چھلانگ لگائی ہے اور چوکھی تلوار چلائی ہے تو آنِ واحد میں سارے سپاہی تلواریں پھینک کر بھاگ کھڑے ہُوئے۔ اُنھیں بھگا کر شہزادہ پھر

دکان پر آ ڈٹا اور جو چیز پسند آئی اُس سے پیٹ بھرنے لگا۔

دکان کا مالک شہزادے کی یہ سینہ زوری دیکھ کر وہاں سے چلا، دُوسرے سارے حلوائیوں کو بھی ساتھ لیا اور روتا پیٹتا دُہائیاں دیتا سیدھا قصرِ حکومت جا پہنچا۔

قصرِ حکومت گنبدِ بے نُور کے نام سے مشہور تھا اُس کے تین درجے تھے۔ پہلے درجے میں بارہ ہزار جادُوگر رہتے تھے۔ دُوسرے درجے میں کئی ہزار بڑے بڑے گھنٹے ٹنگے رہتے تھے اور ناقُوس رکھے رہا کرتے تھے۔ خاصیت اُن کی یہ تھی کہ اگر وہ سب ایک ساتھ بجائے جائیں تو طلسم کے سارے باسی بے ہوش ہو جائیں۔ تیسرا درجہ شہنشاہ افراسیاب کی خاص بیگم ملکہ حیرت کے لیے مخصوص تھا۔ یہ شہر افراسیاب نے ملکہ ہی کے لیے بسایا تھا۔ جب کبھی ملکہ یہاں آتی تو اسی درجے میں قیام کرتی اور یہاں سے سارے طلسم کی سیر کرتی۔ بلندی کی وجہ سے اِس منزل سے سارا طلسم صاف دِکھائی دیتا تھا اور ملکہ کی ضرورت اور آسائش کا ہر سامان یہاں مہیا رہا کرتا تھا۔

حلوائیوں کا ہجوم گنبدِ بے نُور کے احاطے میں داخل

ہُوا تو اُس وقت ملکہ حیرت وہاں موجُود تھی۔ سترہ سو کنیزیں اُس کے سامنے حاضر تھیں اور اُن کے ناچ سے وہ اپنا دِل بہلا رہی تھی۔ فریادیوں کی آوازیں اُس کے کانوں میں پہنچیں تو اُس نے کنیزوں کو ناچ بند کرنے کا اشارہ کیا اور اپنی وزیر زمرّد جادُو کو حکم دیا کہ فریادیوں کو جھروکے کے سامنے حاضر ہونے کی تاکید کرے۔ زمرّد جادُو نے حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی ہی دیر میں حلوائیوں کا ہجوم ملکہ کے جھروکے کے نیچے کھڑا نعرے لگا رہا تھا۔ ملکہ نے اُن سے حال معلُوم کیا تو اُنھوں نے سارا قصّہ شہزادہ اسد کے ظُلم و زبردستی کا کہہ سُنایا۔

ملکہ نے حلوائیوں کو تسلّی دی اور اپنی ایک خواص گلشن جادُو کو حکم دیا کہ جس طرح بن پڑے شہزادہ اسد کو گرفتار کر کے حاضر کرے۔ گلشن جادُو ملکہ کو سلام کر کے اور شہزادہ کو گرفتار کر لانے کا وعدہ کر کے نیچے آئی۔ یہاں سے فریادی حلوائی بھی اِس کے ساتھ ہو لیے۔ سب ساتھ ساتھ چلے۔ دُکان کے اِرد گرد ایک خلقت جمع تھی۔ اور شہزادے کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ شہزادہ پُوریوں اور مٹھائیوں کا ایک تھال سامنے رکھے بیٹھا تھا۔ ایک ہاتھ میں ننگی تلوار لہرا رہا تھا اور دُوسرے ہاتھ سے ا

رہا تھا۔

گلشن جادو مجمع کو چیر کر آگے بڑھی مگر جونہی نظر
اس کی شہزادے پر پڑی، جہاں تک پہنچی تھی وہیں کھڑی
کی کھڑی رہ گئی۔ اس آن بان کا سجیلا جوان اور
خوب صورت پہلوان اس نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا
اس کے دل میں رحم آ گیا۔ خیال کیا کہ کچھ باتیں کرے
گرفتار کرنے کے لیے جادو نہ کرے۔

یہ سوچ کر وہ پکاری "اے اجنبی تو کون ہے؟ کس
لیے دکان دار پر ظلم کیا ہے؟ شہر کا امن و امان درہم
برہم کیا ہے؟ لگتا تو تو کسی شریف گھرانے کا ہے۔
پھر کیوں زبردستی دکان پر چڑھ گیا ہے؟ بغیر قیمت
دیے مال کھائے جاتا ہے؟ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ شہر
ملکہ حیرت جادو کا ہے؟ اس طرح کا ظلم یہاں ناروا
ہے۔"

شہزادہ اسد نے آنکھ اٹھا کے دیکھا تو ایک خوب
صورت جادوگرنی کو سامنے پایا۔ وہ بال بکھرائے اور
ماتھے پر سیندور کا ٹیکا لگائے تھی۔ جادو کی جھولی گلے
میں پڑی تھی۔ شہزادہ ڈرا کہ کہیں جادو نہ کرے۔ بے بس
کر کے گرفتار نہ کرے۔ دل میں چالاکی جو آئی فوراً مسکین

سی صورت بنائی۔ منہ کھولا اور بناوٹی آواز میں بولا "اے
معزز خاتون، تو مجھے ان سب میں نیک دکھائی دیتی
ہے۔ بالکل میری ماں کی شکل لگتی ہے۔ مہربانی کر کے
قریب آ۔ میں زور سے بولنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس
شہر میں اجنبی اور مسافر ہوں۔ بھوک سے لاغر ہوں۔ تجھے
اپنی ساری بپتا سناؤں گا جو بھی حکم دے گی سر آنکھوں
پر بجا لاؤں گا۔"

شہزادے کی یہ باتیں سن کر گلشن جادو کا دل کچھ اور
نرم ہوا۔ کوئی اندیشہ دل میں نہ لائی۔ لاپرواہی کے ساتھ
شہزادے کے پاس چلی آئی۔ بس اس کا قریب ہونا تھا
کہ شہزادے نے اچھل کر اس کی گردن دبوچی۔ اس نے
منہ پھاڑا تو شہزادے نے حلوائی کی جھاڑن اٹھائی اور
اس کے منہ میں ٹھونس دی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسے
دکان کے ایک کھمبے کے قریب گھسیٹ لے گیا اور
اپنے تھیلے سے ریشمی ڈوری نکال کر اسے مضبوطی سے
باندھ دیا۔ دکان کے سامنے کھڑا ہوا ہجوم واویلا کرنے
لگا مگر کسی میں آگے بڑھ کر شہزادے کو روکنے کا حوصلہ
نہ ہوا۔

یہ خبر ملکہ حیرت کو پہنچی تو وہ گلشن جادو کی

بے وقوفی پر خوب ہنسی۔ آخر کار اُس نے اپنی وزیر
زمرد جادو سے کہا: "اے فتنہ، اب تو خود جا۔ گلشن کو
بھی چھڑا اور اُس اجنبی کو بھی پکڑ لا۔ دیکھوں تو وہ
کون ہے؟"

زمرد جادو نے ادب سے سر جھکایا۔ جادو کے زور
سے وہاں سے اُڑی اور شہزادے کے سامنے دم کے
دم میں جا پہنچی۔ شہزادے نے جو ایک دوسری جادوگرنی
کو سامنے کھڑا پایا، پہلے کی طرح اُس نے پھر اپنا کر
چلایا مگر زمرد بڑی چالاک تھی۔ اُس کے دام میں نہ
آئی۔ بار بار بلانے پر بھی جب اُس نے شہزادے کی
جانب قدم نہ اُٹھایا تو اُس پر قابو پانے کے لیے
شہزادے نے خود اُس کی جانب قدم بڑھایا۔ زمرد اُس
کی نیت بھانپ گئی۔ فوراً ہی چند قدم پیچھے ہٹی اور
ایسا سحر پڑھ کر دم کیا کہ شہزادہ سُن ہو کر گر پڑا۔
سانس تو آتی جاتی رہی مگر طاقت ہاتھ پیر ہلانے کی
بالکل نہ رہی۔ اِسی حالت میں زمرد نے گلشن کی سمت
اُنگلی اُٹھا کر کوئی جادو کیا۔ اُس کے منہ میں ٹھُنسا
ہوا کپڑا باہر نکل پڑا اور جس ڈوری سے کھمبے میں
بندھی تھی وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے بکھر گئی۔

بس اُدھر گلشن آزاد ہوئی، اُدھر زمرد شہزادے کی گردن
پکڑ کر جادو کے زور سے لے اُڑی۔ چند لمحے بعد وہ
گنبدِ بے نور میں ملکہ حیرت کے سامنے کھڑی تھی۔ اُس
کے قریب فرش پر شہزادہ اسد کی جیتی جاگتی لاش پڑی تھی۔
ملکہ حیرت نے زمرد جادو کو شاباش دی اور شہزادہ اسد
کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اے بد نصیب نوجوان، تو مجھے کسی ملک کا شہزادہ
دکھائی دیتا ہے۔ بتا تو کون ہے؟ شہر ناپُرساں میں کیسے
آ نکلا اور اب کہاں کا اِرادہ رکھتا ہے؟ خوف نہ کر۔
میں تجھے آزاد کر دوں گی بلکہ سواری اور خرچ کا بھی
اِنتظام کر دوں گی۔ بے شک تو نے میرے شہر کے
لوگوں پر ظلم کیا ہے مگر مجھے تیری مجبوری اور نوجوانی
پر ترس آ رہا ہے۔ دِل کو پریشان نہ کر۔ اپنی اصلیت
اور ارادہ سچ سچ بیان کر۔"

شہزادے کے جسم کی ساری طاقت جادو سے سُن
ہو چکی تھی۔ وہ فرش پر بے حس و حرکت پڑا تھا مگر
دل اُس کا مطلق کسی بات سے نہ ڈرا تھا۔ ملکہ کی
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اُس نے جواب دیا۔

"اے ملکہ، اِس وقت میں تیرے قابو میں ہوں۔ تو

مہربانی کا وعدہ کر چکی ہے۔ چاہوں تو جھوٹ بول کر
اپنی جان چھڑا سکتا ہوں مگر ہم وہ ہیں جو نہ جھوٹ
بولتے ہیں نہ خدا کے سوا کسی سے خوف کھاتے ہیں۔
حق کے لیے لڑنے کو ثواب جانتے ہیں۔ حق کے لیے
مرنے میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ یقین رکھ جو دل میں ہے
وہی زبان پر لاؤں گا۔ ہرگز اپنی اصلیت اور ارادے کو
نہ چھپاؤں گا۔ جان لے کہ میں نواسا امیر حمزہ کا ہوں۔
اسد بن کرب غازی میرا نام ہے اور طلسم ہوش ربا کو
فتح کرنے کے ارادے سے ادھر آیا ہوں۔ زندہ رہا تو
یہ کارنامہ انجام دے کر ہی چھوڑوں گا۔ جب تک سانس
باقی ہے اس ارادے سے منہ نہ موڑوں گا۔ میری نوجوانی
یا بے بسی کا مطلق خیال نہ کر۔ جو جی میں آئے کر گزر۔
ہرگز رحم کی درخواست نہ کروں گا اور اگر پھر بھی تو نے
رحم کیا تو ہرگز اس کی وجہ سے اپنے ارادے کو ترک
نہ کروں گا۔"

یہ سن کر ملکہ حیرت کا عجب حال ہوا۔ کبھی اس کے
چہرے پر ایک رنگ آتا کبھی دوسرا۔ کبھی شہزادے پر
غصہ آتا کبھی رحم۔ کبھی وہ اسے قتل کر دینے کا فیصلہ
کرتی، کبھی گرفتار اور قید رکھنے کو بہتر خیال کرتی اور

کبھی سوچتی کہ اسے اسی حالت میں طلسم ہوش ربا کی
سرحد کے باہر کہیں پہنچوا دیا جائے۔ بڑی کشمکش کے
بعد اس نے زمرد کو مخاطب کر کے کہا۔

"میرا دل جانے کیوں اس پر رحم کھاتا ہے۔ نہ
قیدی بنانے پر آمادہ ہے نہ قتل کرنے پر راضی ہوتا ہے۔
یہ ہمارے بد ترین دشمن کا نواسا ہے اور طلسم ہوش ربا
سے دشمنی رکھتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اسے اسی حال
میں صحرائے طلسم میں پھینکوا دیا جائے۔ اگر یہ واقعی
فاتح طلسم ہوا تو وہاں سے زندہ نکل جائے گا۔ ایسا
نہ ہوا تو دوسروں کی طرح وہیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر
مر جائے گا۔"

زمرد جادو نے جواب میں سر جھکا کر ملکہ کی بات
کی تائید کی۔ اور چند خواصوں کو اشارہ کیا کہ شہزادے
کو لے جا کر صحرائے طلسم میں چھوڑ آئیں۔ گلشن جادو
سمیت چار خواصیں آگے بڑھیں۔ منتر پڑھ کر شہزادے
کو بے ہوش کیا، پھر دو نے اسے پیروں سے پکڑا، دو
نے بازوؤں سے، اور چاروں اسے اٹھا کر جادو کے
زور سے اڑتی ہوئی صحرائے طلسم کی سمت روانہ ہو
گئیں۔

خاصی دیر بعد شہزادے کو ہوش آیا تو اُس نے خُود کو نرم گھاس پر پڑا پایا۔ ہڑبڑا کر اُٹھا۔ اِرد گِرد نگاہ دوڑائی۔ کوئی جادُوگرنی نظر نہ آئی۔ سمجھ گیا کہ یہ صحرائے طِلسم ہے اور وہ مجھے یہاں چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔ پہلے وہ سوچتا تھا کہ صحرائے طِلسم کوئی لق و دق بیابان ہو گا سبزہ و سایہ نام کو نہ ہو گا مگر یہاں ہر طرف رنگا رنگ پھُولوں کے تختے بہار دکھا رہے تھے۔ جگہ جگہ سایہ دار درختوں کے جھُنڈ تھے اور نرم نرم گھاس مخملی فرش کی طرح ساری زمین کو ڈھانپے ہُوئے تھی۔ یہ گلزار اور سبزہ زار دیکھ کر گھبراہٹ اُس کے دِل سے دُور ہُوئی۔ آنکھوں کو ٹھنڈک محسُوس ہُوئی۔

اچانک دُور ایک کُنج میں اُسے کُچھ آہٹ سی محسُوس ہُوئی جیسے کُچھ لوگ وہاں موجُود ہیں اور گا رہے ہیں یا آپس میں باتیں کرتے جاتے ہیں۔ تیر کی طرح وہ سیدھا وہیں جا پہنچا۔ دیکھا کہ کئی گبرُو جوان پھُلواریوں سے پھُول چُن رہے اور اُنھیں سنبھال سنبھال کر ٹوکریوں میں رکھ رہے ہیں۔ بِلا جھجک وہ اُن کے سامنے آ گیا اور سلام دُعا کے بعد کہنے لگا: "اے جوانو، تُم کون ہو؟ صُورت شکل سے مالی بالکُل نہیں لگتے۔ پھر پھُول کیوں

چُن رہے ہو؟"

اُن میں سے ایک نے ٹھنڈی سانس لی اور شہزادے کو جواب دیا: "اے دوست، ہماری داستانیں بڑی دردناک ہیں۔ جن کے سُننے سے پتھروں کے بھی جگر چاک ہیں۔ ہم سب اپنے اپنے مُلکوں کے شہزادے ہیں۔ شکار کے اِرادے سے نکلے اور تقدیر کے جال میں آ پھنسے۔ مُدّت سے اِس صحرا میں گرفتار ہیں۔ زندگی سے بےزار ہیں۔ جب کبھی یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرتے ہیں، راہ کو اپنے لیے بند پاتے ہیں۔ گھُوم پھر کر یہاں آ جاتے ہیں۔"

"یہاں قریب میں شہنشاہ افراسیاب کی بھتیجی شہزادی مہ جبین الماس پوش کا محل ہے۔ ہم دِن بھر پھُول چُنتے ہیں۔ شہزادی کے لیے اُن کے گہنے بناتے ہیں۔ شام کو اُس کی کنیزیں آتی ہیں۔ گہنے لے جاتی ہیں اور اِس کے مُعاوضے میں ہمیں کھانا پانی دے جاتی ہیں۔ یہاں کا یہی دستُور ہے۔ ہم میں سے ہر ایک یہ کام کرنے پر مجبُور ہے۔ پھُول نہ چُنیں، گہنے نہ بنائیں تو دانہ پانی بالکُل نہ پائیں۔ اب جب کہ قِسمت نے تُمھیں بھی یہاں لا ڈالا ہے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ تُم بھی یہی کرو۔ صبر شُکر کے ساتھ زندگی کے دِن پُورے کرو۔ یہ سمجھ لو کہ بھاگ

کے کہیں نہ جا سکو گے اور یہ کام پسند نہ کیا تو بھوکے مرو گے۔"

شہزادہ اسد نے یہ سُن کر کانوں پر ہاتھ رکھا اور تنک کر بولا۔ "نا بابا نا۔ یہ کام مجھ سے ہرگز نہ ہو گا۔ میں نواسا امیر حمزہ کا ہوں۔ طلسم ہوش رُبا کو ملیامیٹ کرنے نکلا ہوں۔ مالی کا کام ہرگز نہ کروں گا۔"

"اچھا بھائی، تمھاری مرضی۔" اُن میں سے ایک نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ہمیں بھی شروع میں ایسا ہی طنطنہ تھا مگر جلد ہی سارا کس بل نکل گیا۔ بھوکے مرگے تو تم بھی جلد ہی ہماری راہ پر لگ جاؤ گے۔ سمجھانا ہمارا کام۔ ماننا نہ ماننا تمھارے اختیار میں ہے۔ ہم خود مجبور ہیں تم پر کیسے زور دے سکتے ہیں۔"

شہزادہ اسد اُن کے قریب ہی سائے میں بیٹھ گیا اُن لوگوں نے پھول چننے کے بعد جلدی جلدی گہنے بنائے اور کام ختم کر کے شہزادی مہ جبین کی کنیزوں کی راہ دیکھنے لگے۔ دن ڈھلے کے وقت کنیزیں آئیں۔ کھانوں کے تھال اور پانی کی صراحیاں دے گئیں اور گہنے ساتھ لے گئیں۔ قیدی شہزادے دن بھر کے بھوکے تھے۔ کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ نہ شہزادہ اسد نے اُن سے کچھ

طلب کیا، نہ خود اُنھوں نے اُسے کچھ دیا۔ اس لیے کہ ہر ایک کو اُس کے حصّے کے مطابق ملتا تھا اور کوئی اپنے حصّے میں کسی کو شریک کر کے بھوکا رہنا گوارا نہ کرتا تھا۔

وہ رات شہزادے نے فاقے میں گزاری۔ شہر ناپُرساں میں وہ اتنا کھا چکا تھا کہ رات اُسے کوئی خاص تکلیف محسوس نہ ہوئی مگر جب دن چڑھا تو بھوک اور پیاس نے بے تاب کیا۔ سیب کے ایک درخت کے نیچے جا کر اُس نے پتھر مار کر کچھ پھل گرائے۔ وہ اُنھیں اُٹھانے کے لیے لپکا مگر جو سیب اُس کی مٹھی میں آتا ہوا ہو کر غائب ہو جاتا۔ اُس نے درخت کے اُوپر چڑھ کر پھل توڑنے چاہے مگر جوں جوں وہ اُوپر چڑھتا جاتا درخت کا تنا اُونچا ہوتا جاتا۔ پھلوں تک نہ پہنچ پاتا۔ تھک ہار کر صرف پانی پر قناعت کرنے کا خیال کیا۔ ایک حوض کے کنارے آیا۔ چُلّو میں پانی اُٹھایا۔ مگر پانی مُنہ تک آتے آتے ریت بن گیا۔ ہر بار وہ ریت پھینک کر پانی اُٹھاتا مگر ایک بوند نہ پاتا۔ ریت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آتا۔ شام تک یہی ہوتا رہا۔

اُدھر دن ڈھلے شہزادی کی کنیزیں پھر آئیں۔ قیدی

شہزادوں کو کھانا پانی دے گئیں اور اُن کے بنائے ہوئے
گہنے لے گئیں۔ قیدی شہزادوں کے درمیان کھانے پینے
کا دور چلتا رہا۔ شہزادہ اسد اپنی بے بسی پر دل ہی
دل میں کُڑھتا رہا۔ وہ رات بھی ایسی ہی گزر گئی۔ دُوسرا
دن گُزارنا اسد کے لیے مصیبت بن گیا۔ خدا خدا کرکے
شام ہوئی مگر اُس کے ساتھ ہی شہزادہ اسد کی قوتِ
برداشت بھی تمام ہوئی۔ شہزادی مہ جبین کی کنیزیں ہمیشہ کی
طرح کھانوں کے تھال اور پانی کی صُراحیاں لیے آتی دِکھائی
دیں تو شہزادہ اسد کو اپنے پیٹ میں چنگاریاں چھٹتی محسوس
ہوئیں۔ اُس نے سوچا اگر میں اِسی طرح یہاں کے دستور
کا احترام کرتا رہوں گا اور مالی کا کام بھی نہ کروں گا
تو بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جاؤں گا۔ اِس
لیے چاہیے کہ ہمت سے کام لوں۔ یوں ہاتھ پر ہاتھ
دھرے بیٹھا نہ رہوں۔

یہ سوچ کر وہ اُٹھا اور سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔
کنیزیں قریب پہنچیں تو شہزادے نے تلوار کھینچ لی اور
اُنھیں للکارتا ہوا بولا۔ خبردار، سارا کھانا پانی ایک جگہ
رکھ دو اور جہاں سے آئی ہو اُلٹے پیر وہیں چلی جاؤ۔
یہ کھانا میں خود کھاؤں گا۔ کسی کو ہاتھ نہ لگانے

دوں گا۔ اگر کسی نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو یہ تلوار
اُس کے ٹکڑے اُڑا دے گی۔"
شہزادے کے بگڑے ہوئے تیور اور اُس کے ہاتھ میں
لپلپاتی ہوئی ننگی تلوار دیکھ کر کنیزوں کے حواس جاتے رہے
تھال اور صُراحیاں گھاس پر چھوڑ کر چیختی چلّاتی بھاگ کھڑی
ہوئیں۔ قیدی شہزادوں میں سے کسی کو جُرأت نہ ہوئی کہ وہ
شہزادے کے سامنے آسکے۔ وہ سب ایک کونے میں دبک
کر کھڑے ہو گئے۔ شہزادہ تھالوں کے قریب جا بیٹھا اور
خوان پوش ہٹا کر بے فکری کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔
تھوڑی دیر بعد جب وہ خاصا پیٹ بھر چکا تو اُسے
قیدی شہزادوں کا خیال آیا۔ پیاس بھر پانی پی کر وہ اُٹھا
اور شہزادوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "بدنصیب
شہزادو، تم بُزدل اور کمزور ہو اور اِس دُنیا میں بُزدلوں
اور کمزوروں کو جینے کا کوئی حق نہیں۔ حق اور انصاف
صرف اُسے ملتا ہے جو اُسے چھیننے کی سکت رکھتا ہے۔
میں شرافت کی وجہ سے دو دِن بھوکا پیاسا پڑا رہا۔ کسی
نے بھی میرا خیال نہ کیا مگر اب مجھے تم پر رحم آتا
ہے لو، یہ بچا کھچا کھانا اُٹھاؤ اور آپس میں بانٹ
کر کھاؤ۔ تم اِس سے زیادہ کے ہرگز مستحق نہیں ہو۔"

شہزادہ اسد کئی دن کا بھوکا پیاسا تھا۔ آدھے سے زیادہ کھانا پانی صاف کر گیا تھا۔ لیکن قیدی شہزادوں نے بچے ہوئے کھانے کو بھی غنیمت جانا۔ شہزادہ ایک طرف کو ہٹ کر کھڑا ہو گیا تو سب نے کھانے کے تھالوں پر ہلا بول دیا۔ اسی وقت شہزادہ اسد کے کانوں میں دور سے آتی ہوئی کچھ غضب ناک آوازیں گونج اٹھیں۔ وہ چوکنا ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد ایک بھرا ہوا ہجوم اُس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ پندرہ سولہ خوفناک حبشنیں بھاری تیغے لیے چیختی چنگھاڑتی اُس کی سمت بڑھی چلی آ رہی تھیں۔

رنگ میں بھنگ

قیدی شہزادوں کی ساری توجّہ بچے کھچے کھانے پر تھی۔ ہر ایک دوسرے سے زیادہ حصّہ ہڑپ کرنے کی فکر میں تھا۔ وہ دور سے حبشنوں کی آواز نہ سُن سکے۔ اُس وقت چونکے جب وہ قریب آ گئیں۔ اُن پر نگاہ ڈالتے ہی وہ خوف سے چیخ اُٹھے۔ انھیں یقین ہو گیا کہ کنیزوں نے جا کر شہزادی سے شکایت کی ہو گی اور شہزادی نے سب کو سزا دینے کے لیے حبشنوں کو بھیجا ہے۔ وہ سب کھانا پینا چھوڑ کر اُٹھے اور مخالف سمت کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

شہزادہ اسد پر حبشنوں کی یلغار کا کوئی اثر نہ ہوا۔ تلوار ہاتھ میں لیے وہ بڑی شان سے اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اِس بات کا اُسے اندازہ ہو چکا تھا کہ حبشنیں اُسی سمت سے آئی ہیں جس سمت سے شہزادی مہ جبین کی کنیزیں آتی جاتی ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہاں صحرا میں پڑے رہنے

سے بہتر ہو گا کہ شہزادی مہ جبین کے محل تک پہنچا جائے
اِس کے لیے اُس کے دماغ میں یہ ترکیب آئی کہ قتل
کرنے کے بجائے اِن حبشنوں کو پسپا ہونے پر مجبور کیا
جائے اور اُن کا پیچھا کرتے ہوئے شہزادی کے محل تک
پہنچا جائے۔

حبشنیں آگے بڑھتی رہیں مگر شہزادہ اسد اپنی جگہ
بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ یہ رنگ دیکھ کر وہ اُس
سے دس بارہ قدموں کے فاصلے پر آ کر خود ٹھہر گئیں۔
اور شہزادے کو کھا جانے والی نگاہوں سے گھورنے
لگیں۔ شہزادہ اِس پر بھی نہ ہلا تو اُنھوں نے آہستہ
آہستہ سرکتے ہوئے اُسے گھیرے میں لینا چاہا۔ شہزادہ خود
یہی چاہتا تھا۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ حبشنوں نے
اِس بات کا پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔ تیزی کے ساتھ پھیل
کر اُنھوں نے شہزادے کے گرد گھیرا ڈال دیا۔

لیکن ابھی اُنھوں نے وار کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا
کہ شہزادہ شیر کی طرح اُن میں سے ہر ایک پر باری
باری جھپٹنے لگا۔ حبشنیں بھی بڑی چالاک تھیں۔ جس پر
شہزادہ حملہ کرتا وہ وار روکتی ہوئی پیچھے ہٹتی۔ اُسی لمحے
شہزادے کے دائیں بائیں اور پیچھے والی حبشنیں آگے بڑھتیں

اور شہزادے پر پے در پے وار کرنے لگتیں۔ وہ سب
ہٹی کٹی اور بھاری بھرکم تھیں مگر پھرتی بھی اُن میں بلا
کی تھی۔ شہزادہ اُن کی طرف پلٹتا تو اُچھل اُچھل کر وہ
پیچھے ہٹ جاتیں۔

یہ لڑائی شہزادہ اسد کے لیے کبڈی کے کھیل سے
زیادہ اہمیت نہ رکھتی تھی۔ ایسا کھیل جس میں کوئی بھی
اُس کے جوڑ کا نہ تھا۔ اُسے اندازہ ہو گیا کہ اگر حبشنوں
کو دوڑایا گیا تو وہ بہت جلد تھک جائیں گی۔ یہی سوچ
کر اُس نے تیزی سے تلوار چلاتے ہوئے گھیرے کے دو
چکر لگائے اور تیسرے چکر میں ایک جانب ڈبکی لگا کر
گھیرے سے باہر نکل گیا۔

حبشنیں غصّے سے چیخ پڑیں اور شہزادے کو دوبارہ گھیرے
میں لینے کے ارادہ سے اُس کے پیچھے دوڑنے لگیں۔ خاصی
دُور تک بھاگتے رہنے کے بعد شہزادہ رُک گیا۔ حبشنوں نے
اُسے پھر نرغے میں لے لیا۔ اِس کے بعد بڑی دیر تک
یہی تماشا ہوتا رہا۔ نرغے سے نکل کر شہزادہ بھاگتا،
بھاگ کر رُک جاتا۔ حبشنیں اُسے گھیرے میں لے لیتیں
اور وہ اُن سے چومکھی لڑائی لڑنے لگتا۔ آخر کار حبشنوں
کا دم پھول گیا۔ اُن میں دوڑنے اور بڑھ بڑھ کر حملہ

کرنے کی سکت نہ رہی۔ یہ دیکھ کر شہزادہ بھی خود کو
بے دم اور تھکا ہُوا ظاہر کرنے لگا۔ جشنوں نے اُسے
گھیرے میں لے لیا۔ وار کرنے کے بجائے اب وہ اُسے
اپنے نیزوں سے آگے بڑھنے کا اِشارہ کر رہی تھیں۔ شہزادہ
لڑکھڑاتے قدموں سے اُن کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ بظاہر
ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اُن کی حراست میں آ چکا
ہے۔ جشنیں اُسے شہزادی مہ جبین کے محل کی سمت لیے
جا رہی تھیں۔

جس طرف یہ سب لوگ جا رہے تھے، اُدھر کافی
فاصلے پر اُونچے درختوں سے بھرے ہُوئے ٹیلوں کا ایک
طویل سلسلہ تھا۔ ٹیلے کے نشیب میں گھنی جھاڑیوں کی بھول
بھلیاں تھیں۔ کئی قیدی شہزادوں نے اِس طرف سے بھاگنے
یا شہزادی کے محل تک پہنچنے کی کوشش کی تھی لیکن یا
تو وہ جھاڑیوں کی بھول بھلیوں میں چکر کھا کے واپس آ
گئے تھے یا ٹیلے پر جا کر پلٹ آئے تھے کیوں کہ وہ
ٹیلے پر جتنا چڑھتے جاتے وہ اور اُونچا ہوتا جاتا۔
جھاڑیوں سے گزر کر جب یہ قافلہ ٹیلے کی ترائی میں
پہنچا تو سامنے کہیں بھی کوئی درہ نظر نہ آیا۔ شہزادہ سمجھا
کہ ٹیلے کو چڑھ کر پار کرنا پڑے گا۔ وہ ٹیلے کی اُونچائی

کا جائزہ لینے کے لیے رُک گیا۔ اُسی لمحے کئی جشنیں
غصے سے چیخ اُٹھیں۔ شہزادے نے چونک کر اُن کی
طرف دیکھا۔ وہ اُسے آگے بڑھنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔
اب جو شہزادے نے نگاہ کی تو ٹیلے کے اندر اُسے
ایک کُشادہ راستہ دکھائی دے رہا تھا، بالکل سُرنگ کی
طرح کا۔ جشنوں نے گھیرا اور تنگ کر دیا اور شہزادہ اُن
کے بیچ میں گھِرا ہُوا آگے بڑھنے لگا۔ سُرنگ کے اندر چند
قدم چلنے کے بعد اچانک شہزادے کو اپنے سامنے ایک
بہت خوب صورت باغ نظر آیا۔ باغ کے بیچ میں اُونچے
درختوں کی اوٹ سے شہزادی مہ جبین کا چاندی کا محل
جھانک رہا تھا۔ اِتنا خوب صورت باغ اور محل شہزادے
نے اب تک نہ دیکھا تھا۔ جا بجا پھولوں کے تختے لگے
ہُوئے تھے۔ ہر قسم کے میووں اور پھلوں کے درخت
لدے پھندے کھڑے تھے۔ سنگِ مرمر کے حوض اور فوارے
آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہے تھے۔ رنگ برنگ
کے خوب صورت پرندے اِدھر اُدھر اُڑتے پھر رہے تھے۔
شہزادے نے پیچھے پلٹ کے جو دیکھا تو ٹیلوں کے سلسلے
کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ اُس کی جگہ باغ کے
اِرد گِرد چاندی کی چمکتی ہُوئی چار دیواری نظر آ رہی

تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ یہی اِس باغ کی طلسمی چار دیواری ہے۔

اِتفاق سے اُس وقت شہزادی مہ جبین الماس پوش ایک حوض کے کنارے کھڑی مچھلیوں کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ اُسے دیکھ کر ساری حبشنیں سامنے سے ہٹ کر شہزادے کے پیچھے ایک قطار میں کھڑی ہو گئیں اور شہزادے کو تلوار پھینک کر شہزادی کی طرف بڑھنے کا اِشارہ کرنے لگیں۔

شہزادہ اسد کی نِگاہ شہزادی پر پڑی تو خود بخود تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑی۔ اچانک شہزادی چونکی۔ اِشارے سے اُس نے حبشنوں کو چلے جانے کے لیے کہا۔ حبشنیں وہاں سے رُخصت ہو گئیں۔ اب شہزادے کو بھی ہوش آیا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور شہزادی کے سامنے سر جُھکا کر کہنے لگا۔

"میں آپ کا مُجرم ہُوں۔ آپ کے ہاتھوں ہر سزا بُھگتنے کے لیے تیار ہُوں۔"

"میں تمھیں مُعاف کرتی ہوں۔" شہزادی نے کہا اور اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہُوئے بولی: "تُم کون ہو؟ صحرائے طلسم میں کیسے پہنچے؟"

شہزادے نے اپنی اُس وقت تک کی ساری بپتا بیان کی۔ پھر اُس نے اُن خوابوں کا بھی ذِکر کیا جو وہ دیکھتا رہا تھا اور جِس میں وہ اور شہزادی ایک دُوسرے کے ساتھ ہُوا کرتے تھے۔ اُن میں سے کئی خواب ایسے تھے جو بالکل اِسی طرح شہزادی مہ جبین الماس پوش نے بھی دیکھے تھے۔ اِس تصدیق کے بعد غیریت اُن کے دِلوں سے جاتی رہی۔ دونوں نے مِل جُل کر حالات کا مُقابلہ کرنے کا عہد کیا۔

اِس کے بعد شہزادی نے تالی بجائی۔ تھوڑی ہی دیر میں اُس کی وزیر زادی دِل آرام جادُو اُس کے سامنے آ حاضر ہُوئی۔ شہزادی نے الگ ہٹ کر اُس سے آہستہ آہستہ کُچھ باتیں کیں۔ شُروع میں اُن کے درمیان کُچھ ردّوکد ہُوئی مگر بعد میں دونوں ہم خیال نظر آنے لگیں۔ دونوں ایک ساتھ محل کی طرف چل دیں۔ چلتے وقت شہزادی نے شہزادے کو اپنے پیچھے آنے کا اِشارہ کیا۔ شہزادہ اسد اُن دونوں کے پیچھے ہو لیا۔

چلتے چلتے تینوں محل کی نِچلی منزل کے ہال میں جا داخل ہُوئے۔ ہال کے وسط سے ایک کُشادہ زینہ اُوپر کی منزل کو جاتا تھا۔ شہزادی اور دِل آرام ساتھ ساتھ

اُوپر کو چل دیں۔ شہزادہ ہال میں ٹھٹکا تو اُنھوں نے اُسے اُوپر آنے کا اِشارہ کیا۔ اِس پر اُن کے پیچھے پیچھے وہ بھی زینے طے کرنے لگا۔ ایک، دو، تین، چار، پانچ۔ یکے بعد دیگرے پانچ زینے بخُوبی طے کر گیا۔ لیکن چھٹے زینے پر چڑھنے کے لِیے جُونہی اُس نے پیر اُٹھایا، دھڑام سے ہال کے فرش پر چاروں شانے چِت جا گِرا۔ شہزادی اور دِلآرام اُس سے کئی زینے آگے تھیں۔ دھماکے کی آواز سُنتے ہی دونوں نے پلٹ کر دیکھا۔ شہزادے کو فرش پر پڑا دیکھتے ہی شہزادی مہ جبین کی چیخ نِکل گئی۔ شہزادہ اپنی جگہ ہکّا بکّا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ یہ کیا اور کیسے ہُوا؟ زینے پر قیمتی قالین بچھا ہُوا تھا لہٰذا یہ سوال ہی نہ پیدا ہوتا تھا کہ چکناہٹ کی وجہ سے اُس کا پیر پھسل گیا ہو گا۔ پھر اگر کسی سبب سے اُس کا پیر پھسلتا تو وہ زینوں پر لُڑھکنیاں کھاتا ہُوا نیچے جاتا۔ یُوں اُچھال کھا کے چِت فرش پر نہ گِرتا۔ یہ تو ایسا تھا جیسے کسی نے اُسے دونوں پیروں سے اُٹھا کر اُلٹا پٹخ دیا ہو۔

کچھ حیران اور کچھ شرمندہ ہوتا ہُوا وہ فرش سے اُٹھا اور پھر زینے چڑھنے لگا۔ اِس بار پھر چھٹے زینے پر

پیر رکھتے ہی وہ پہلے کی طرح دھم سے فرش پر جا گرا۔ اگر فرش پہ موٹا اور نرم قالین نہ بچھا ہوتا تو یقیناً اُس کا سر پاش پاش ہو جاتا۔ دھمک محسُوس ہونے کے عِلاوہ اِس بار بھی اُسے کوئی خاص چوٹ نہ آئی۔ شہزادی اور وزیر زادی دلآرام دونوں لپکتی ہُوئی نیچے اُتریں۔ حیرت اور دہشت سے دونوں کے چہروں کی رنگت اُڑی ہُوئی تھی۔ شہزادی بولی: "ہائے کیا ہو گیا آپ کو؟ کیوں گر جاتے ہیں؟ کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟"

"بُھوک پیاس کی تکلیف سے شاید چکر آ گیا ہو گا۔" دِلآرام نے کہا۔

"میں ٹھیک ہُوں۔" شہزادے نے کھڑے ہو کر اپنے جسم کو ٹٹولتے ہُوئے کہا اور ایک لمحہ خاموشی کے ساتھ زینوں کو گھورتے ہُوئے بولا۔ "شہزادی صاحبہ، میں محسُوس کرتا ہوں کہ دونوں بار کسی اَن دیکھی طاقت نے مجھے پکڑ کر اُچھال دیا ہے۔"

"ہائیں۔" شہزادی کے مُنہ سے بے ساختہ نِکلا "مگر یہاں تو کوئی بھی نہیں دِکھائی دیتا۔ آپ کو وہم ہُوا ہے۔"

"نہیں شہزادی صاحبہ۔" دِلآرام نے کچھ سوچتے ہُوئے کہا۔ "شہزادے صاحب ٹھیک کہتے تھے۔ مجھے یاد آیا۔ آپ کی

پھوپھی جان نے چلتے وقت مجھے تسلّی دی تھی کہ میں حفاظت کا پورا انتظام کیے جا رہی ہوں۔ میری واپسی تک کوئی غیر آدمی زینے چڑھ کر اوپر نہیں آ سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی بھوت زینے پر مقرر کر گئی ہیں۔"

"سچ!" شہزادی نے چونکتے ہوئے کہا۔

دلآرام نے جواب میں گردن ہلائی تو شہزادی اس سے بولی۔ "پیاری دلآرام، تم میری راز دار اور سچی دوست ہو۔ تمھیں بھی جادو آتا ہے۔ شہزادہ میرا مہمان ہے۔ اس کی خاطر تواضع مجھ پر فرض ہے۔ کوئی منتر چلاؤ۔ جادو جگاؤ۔ اس موذی بھوت کو زینے سے دفع کرو۔ زندگی بھر احسان مانوں گی۔"

دلآرام شہزادی کی یہ بات سن کر کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ "شہزادی صاحبہ، آپ مجھ پر بھروسا کرتی ہیں تو میں بھی آپ کا کہا نہ ٹالوں گی مگر یہ سمجھ لیجیے کہ پھوپھی جان آ گئیں تو آپ کو تو شاید ڈانٹ ڈپٹ کر چھوڑ دیں لیکن مجھے کچا ہی چبا جائیں گی۔ طلسم ہوش رُبا کی حد میں میرا رہنا ناممکن ہو جائے گا۔"

"تم کوئی غم نہ کرو دلآرام۔ میں اپنی قسم کھا کے

کہتی ہوں تم پر کوئی آنچ نہ آنے دوں گی۔ تمھارے لیے یہاں رہنا مشکل ہوا تو میں بھی طلسم ہوش رُبا چھوڑ دوں گی۔ زندگی بھر تمھیں اپنی بہن سمجھوں گی۔"

"خیر، جو قسمت میں لکھا ہو، پورا ہوگا۔ میں کوشش کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر دلآرام نے کچھ منتر پڑھے اور زینے کی طرف پھونک ماری۔ جواب میں فوراً ہی زینے کی جانب سے خوفناک قہقہے کی آواز سنائی دی۔ شہزادے اور شہزادی کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دلآرام کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہو گیا۔ اس نے اپنی جھولی میں ہاتھ ڈال کر ایک ناریل نکالا اور کچھ افسوں پڑھ کر زور سے زینے پر کھینچ مارا۔ ناریل دھماکے کے ساتھ پھٹا اور زینے پر سیاہ رنگ کا گہرا دھواں چھا گیا۔ زینے کی جانب سے زور زور سے سانس لینے اور ہانپنے کی آوازیں آنے لگیں۔ چند لمحوں بعد دھواں غائب ہو گیا اور اس کے بعد پھر پہلے جیسے قہقہے کی آواز گونج اٹھی۔

دلآرام کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ وہ غصّے سے چیخی۔ "اچھا ٹھہر، اب میں تجھے بھسم ہی کر کے چھوڑوں گی۔"

یہ کہہ کر اُس نے جھولی میں ہاتھ ڈال کر ایک انڈا
نکالا۔ اِس پر سیندور سے کچھ نشانات بنے ہُوئے تھے۔
انڈے کو ایک ہاتھ میں لے کر اُس نے ایک چھوٹا چاقو
بھی نکالا۔ اِس سے انڈے کا نوک والا حِصّہ ذرا سا
توڑ کر اُس میں سُوراخ کیا پھر اُسے سنبھالے ہُوئے اپنی
بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں چاقو سے ہلکا شگاف دیا۔ خون
رسنے لگا تو اُسے انڈے کے ٹوٹے ہُوئے حِصّے کے
اُوپر رکھ کر پانچ قطرے خُون کے انڈے کے اندر ٹپکائے۔
اِس کے بعد اُس نے چاقو کو جھولی میں رکھا۔ انڈے کو
دائیں ہاتھ میں لیا اور منتر پڑھ کر زینے پر اُچھال دیا۔
قہقہے کی آواز زینے سے اب تک آ رہی تھی۔ انڈا
زینے پر گر کر ٹُوٹا تو اُس سے زور دار تڑتڑاہٹ کے
ساتھ نیلے نیلے شُعلے بُلند ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے
قہقہے چیخوں میں تبدیل ہو گئے۔ ہلکے دُھوئیں کا ایک سایہ
شُعلوں کے حِصار میں اِدھر اُدھر لہراتا ہُوا بھاگا مگر کسی
جانب راہِ فرار نہ پاتا۔ چند ہی لمحے بعد لہراتا ہُوا سایہ
اِک بارگی شُعلوں کا ایک سُرخ اور زرد بھبکا سا بنا۔
اور پھر زینہ صاف ہو گیا۔ دُھواں اور شُعلے بھی غائب
ہو گئے۔

"چلیے شہزادے صاحب" دلآرام اسد سے بولی "رکاوٹ
دُور ہو گئی۔ بھُوت بھسم ہو گیا۔"
دِلآرام کو احسان مند نگاہوں سے دیکھتے ہُوئے شہزادی
مہ جبین نے شہزادے کا ہاتھ پکڑا اور دونوں ساتھ ساتھ
زینے چڑھنے لگے۔ جب وہ چھٹا زینہ طے کر کے آگے
بڑھ گئے تو دِلآرام بھی اِطمینان کے ساتھ اُن کے
پیچھے ہو لی۔
جھٹپٹے کا وقت ہو چکا تھا۔ جیسے ہی وہ سب ایوان
میں داخل ہُوئے طلسمی مشعلیں روشن ہو گئیں۔ چاندی
کا محل بُقعۂ نُور بن گیا۔ اس روشنی میں ایوان کی سجاوٹ
اور بھی نکھر گئی تھی۔ شہزادہ اسد بے اِختیار کہہ
اُٹھا۔
"شہزادی صاحبہ، خُوب صُورتی اور آرائش میں آپ کے
محل کا جواب نہیں۔ اگر مُہم سر کرنے کا خیال دِل میں
نہ ہوتا تو میں کچھ عرصہ یہیں قیام کرنے کا فیصلہ
کرتا۔"
"تو کیا؟" شہزادی نے کہا "آپ چلے جائیں گے؟"
شہزادہ اسد کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دِلآرام کہہ اُٹھی۔
"شہزادے صاحب، خواہ مخواہ اِدھر اُدھر مارے مارے پھرنے

سے کیا فائدہ۔ جب تک آپ کے بچھڑے ہوئے ساتھی آپ
سے نہ آ ملیں یا کوئی اور بات ایسی پیش نہ آئے کہ
آپ کا کہیں جانا ضروری ہو، اس وقت تک آپ آرام
سے یہیں رہیے۔"

"مگر کیا میرا یہاں رہنا آپ لوگوں کو پریشانی میں مبتلا
نہیں کر دے گا؟" شہزادے نے سوال کیا۔

"آپ اس کی فکر نہ کریں۔" دلآرام نے جواب دیا۔ "شہزادی
صاحبہ کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لیے شہنشاہ افراسیاب
نے اپنی بڑی بہن صنوبر جادو کو یہاں رکھ چھوڑا ہے۔
فی الحال وہ شہنشاہ کے دربار میں گئی ہوئی ہے۔ دو
چار دن میں واپس آ جائے گی۔ بلا شبہ وہ سخت مزاج
اور زبردست جادو گرنی ہے مگر میں ایسا انتظام کر
دوں گی کہ اسے مطلق خبر نہ ہو پائے گی کہ آپ یہاں
رہتے ہیں۔"

شہزادہ خاموش ہو گیا۔ شہزادی کے چہرے پر اطمینان
کی لہر دوڑ گئی۔ دلآرام نے کنیزوں کو بلایا اور انھیں
کھانا لگانے کی ہدایت دینے لگی۔ اسی وقت شہزادے نے
غسل کی خواہش ظاہر کی۔ کئی دن سے اسے نہانے اور
لباس تبدیل کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ دلآرام نے فوراً
ایک کنیز کو حکم دیا کہ توشہ خانے سے ایک مردانہ
شاہی جوڑا حمام خانے میں پہنچا دے۔ دوسری کنیز کو اشارہ
کیا کہ وہ شہزادے کو حمام میں پہنچا دے۔ دونوں کنیزوں
نے حکم کی تعمیل کی۔

تھوڑی دیر بعد شہزادہ حمام سے فارغ ہو کر ایوان میں
آ گیا۔ اب اس کی آن بان اور سج دھج ہی نرالی تھی۔
شہزادی نے کنیزوں کو محفل جمانے کی ہدایت کی۔ کنیزیں
محفل کی تیاری میں لگ گئیں اور وہ شہزادہ اسد اور دلآرام
کے ساتھ کھانے کے کمرے کو چل دی۔

شہزادے کو کوئی خاص بھوک نہ تھی مگر کچھ شہزادی کے
اصرار سے اور کچھ کھانے کے بے انتہا لذیذ ہونے کی وجہ
سے وہ ہاتھ نہ روک سکا۔ کھاتا ہی چلا گیا۔ حتیٰ کہ پیٹ
میں پانی پینے کی بھی جگہ نہ رہی۔ وہ سوچنے لگا کہ شاید
اب محفل میں اس سے جم کر نہ بیٹھا جا سکے گا۔ اس
نے فیصلہ کیا کہ دردِ سر کا بہانہ بنا کر وہ یہاں سے
اٹھتے ہی آرام کرنے کی خواہش ظاہر کرے گا۔ لیکن اسے
یہ بہانہ کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ دستر خوان سے اٹھتے
اٹھتے شہزادی نے کھیر جیسی ایک چیز زبردستی شہزادے کو دو
چمچ کھلا دی۔ آناً فاناً شہزادے کو چند ڈکاریں آئیں اور اس

کی طبیعت بشاش ہوگئی۔ پیٹ کی گرانی جاتی رہی۔
تینوں کھانے کے کمرے سے نکل کر محفل میں آ بیٹھے۔
گانے اور ساز بجانے والی کنیزیں تیار ہو کر اُن کا انتظار کر رہی تھیں۔ شہزادی کا اشارہ پاتے ہی سب اپنا اپنا کمال دکھانے کے لیے سنبھل گئیں۔ سب سے پہلے سازوں پر گت بجائی گئی۔ گت کیا تھی بے لفظ گیتوں کی پھوار تھی۔ ترنم کی آبشار تھی۔ نسیم بہار کے جھونکے تھے جو اٹھلاتے ہوئے چل رہے تھے۔ در و دیوار وجد کرنے لگے۔
گت کے بعد غزلوں اور گیتوں کا دور چلا۔ ایک عجیب سماں بندھا۔ لیکن پھر اچانک رنگ میں بھنگ پڑ گئی۔ طلسمی مشعلیں جلنے بجھنے لگیں۔ دروازے اور کھڑکیاں لرزنے لگیں۔ ایک بھونچال سا آ گیا۔ کنیزوں میں کہرام مچ گیا۔ کوئی ساز پٹخ کر بھاگی، کوئی دہشت سے چیختی ہوئی اِدھر اُدھر دوڑنے لگی۔ شہزادہ اور شہزادی گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ دونوں نے دلآرام کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔
"حضور غضب ہوگیا۔ آپ کی پھوپھی صنوبر جادو کو شاید بھوت کے بھسم ہونے کا پتا چل گیا۔ وہ غصّے میں اڑتی ہوئی چلی آ رہی ہیں۔ دم کے دم میں یہاں پہنچا چاہتی ہیں۔"

اُڑتی پہاڑی

صنوبر جادو کی آمد کا رنگ دیکھ کر شہزادی لرز اٹھی۔ اُس نے دلآرام سے گڑگڑاتے ہوئے کہا: "بہن، اب میری عزت اور شہزادے کی زندگی تمہارے ہاتھ ہے۔ جلدی کرو۔ کسی نہ کسی طرح شہزادے کو چھپاؤ۔ پھوپھی جان نے دیکھ لیا تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔"
دلآرام نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "اچھی بات ہے۔ میں کوئی ترکیب سوچتی ہوں مگر ان کنیزوں کو حکم دیجیے کہ سب پہلے کی طرح اپنی اپنی جگہ سنبھال لیں۔ پھوپھی لاکھ دھمکائیں پر شہزادے کے بارے میں زبان پر ایک حرف بھی نہ لائیں۔"
شہزادی کنیزوں کو تاکید کرنے لگی۔ دلآرام نے کچھ سوچا اور پھر جھولی میں ہاتھ ڈال کر چاندی کا ایک گچھا نکالا۔ جلدی جلدی کوئی منتر پڑھا اور گچھے کے بیچ میں سے شہزادے کے چہرے کی جانب پھونک ماری۔ شہزادہ حیران ہو کر اُسے

دیکھنے لگا۔ دلآرام نے چھلّا شہزادے کی طرف بڑھایا اور
کہنے لگی۔
"لیجیے شہزادہ صاحب، یہ چھلّا اپنے بائیں پیر میں پہن لیجیے،
آپ فوراً ایک سفید کبوتر بن جائیں گے۔ یہ چھلّا ایک
چھلّے کی شکل میں آپ کے پیر میں پڑا رہے گا۔ جب
آپ اصلی حالت میں آنا چاہیں تو چھلّے کو چونچ میں دبا
کر ہلکا سا کھینچ لیجیے گا۔ جلدی کیجیے۔ سوچنے کا بالکل وقت
نہیں۔"

اُسی وقت زینے پر سے دھب دھب کی آوازیں آنے
لگیں، جیسے کوئی غصّے سے پیر پٹختے ہوئے اوپر چڑھ رہا
ہو۔ شہزادے نے چھلّا دلآرام کے ہاتھ سے لے کر جلدی سے
پیر میں ڈال لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ کبوتر بن گیا۔ اُس
وقت تک ساری کنیزیں بھی شہزادی کے ڈانٹنے سمجھانے
سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ چکی تھیں۔ دلآرام کے چہرے پر
اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ شہزادی اور کنیزوں کو اشارے
سے تسلّی دیتے ہوئے اُس نے کبوتر کو اُٹھایا اور شہزادی
کے کندھے پر بٹھا دیا۔ عین اُسی وقت صنوبر جادو کمرے
میں داخل ہوئی۔ اُس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں
سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ منہ سے جھاگ اُڑ رہا تھا۔

دروازے کے اندر چند قدم آ کر وہ ٹھٹک گئی۔ کھا
جانے والی نگاہوں سے ہر ایک کو گھورا۔ ہر چیز کا
جائزہ لیا اور غصّے سے پیر پٹخ کر چیخنے لگی۔ "یہاں کون
اجنبی آیا ہے؟ زینے کے بھوت کو کس نے بھسم کیا ہے؟
تم سب یہاں کیا کر رہی ہو؟"
کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ اُس سے آنکھ ملا سکے۔
یا ایک لفظ بھی کہہ سکے۔ کنیزوں کا خون خشک ہو گیا۔
دہشت سے انھوں نے نگاہیں فرش پر گاڑ دیں۔ دلآرام کا
کلیجا کپکپانے لگا۔
شہزادی کے چہرے پر بھی ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں مگر جلد
ہی خود کو سنبھال کر اُس نے جواب دیا: "پھوپھی جان، یہ
آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ یہاں تو کوئی بھی اجنبی نہیں آیا۔
نہ ہم نے کوئی بھوت دیکھا ہے نہ اُس کے بھسم کرنے
والے کو۔ البتہ ابھی ابھی یہاں ہم نے زلزلہ اور طوفان
جیسی حالت ضرور محسوس کی تھی۔"
یہ کہہ کر شہزادی نے کبوتر کو کندھے سے اُتارا اور
دونوں ہاتھوں میں لے کر اُسے پیار کرنے لگی۔
صنوبر جادو نے شہزادی کے چہرے سے نگاہیں ہٹا کر
دلآرام کے چہرے پر گاڑ دیں اور بولی۔ "کیوں ری کیا

مہ جبین کی طرح تو بھی کچھ نہیں جانتی؛ زینے کا بھوت
خود بخود جل مرا ہے؛ یہاں کوئی اجنبی نہیں آیا ہے؟"

دلآرام نے جی کڑا کر کے کہا۔ "حضور معاف کیجیے گا۔
کیا آپ سمجھتی ہیں کہ ہم جان بوجھ کر آپ سے کوئی
بات چھپا رہے ہیں؟ آخر آپ کو دھوکے میں رکھنے سے
ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا،" صنوبر جادو نے کہا اور پھر
ایک لمحہ خاموشی سے کچھ سوچنے کے بعد کنیزوں سے بولی۔
"میں اپنے کمرے میں چلتی ہوں۔ تم سب ابھی اسی وقت
میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ خبردار، اگر کوئی اِدھر اُدھر ہوا یا
کسی نے آپس میں کوئی بات کی۔"

یہ کہہ کر صنوبر پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔
کنیزیں ایک ایک کر کے اس کے پیچھے ہو لیں۔ کسی
نے نگاہ اٹھا کر شہزادی اور دلآرام کی طرف نہ دیکھا۔ ان
کے جانے کے بعد شہزادی بھی دلآرام کو لے کر اپنے کمرے
میں جا پہنچی۔ دونوں سخت پریشان تھیں۔ انھیں اندیشہ ستا
رہا تھا کہ کہیں کوئی کنیز صنوبر جادو کے سامنے شہزادے
کا راز نہ اگل دے۔

ان کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی

کہ ایک وفادار کنیز بھاگی ہوئی آئی اور اس نے شہزادی کو
بتایا۔ "صنوبر جادو کو شہزادے کا راز معلوم ہو چکا ہے۔
وہ ہنٹر لیے اِدھر چلی آ رہی ہے۔"

شہزادی یہ سنتے ہی پیلی پڑ گئی۔ دلآرام خطرے کو
سامنے دیکھ کر سنبھل گئی۔ کنیز کو اس نے دوسرے کمرے
کی طرف بھاگ جانے کا اشارہ کیا۔ شہزادی کے ہاتھ سے
کبوتر جھپٹ کر اسے کھڑکی کے پردے کے پیچھے چھوڑ دیا
اور جھٹ پٹ ویسا ہی ایک کبوتر جادو سے اور بنا کر
شہزادی کے ہاتھ میں دے دیا۔

اسی وقت صنوبر جادو اپنی ایک وفادار خواص کے ساتھ
کمرے میں داخل ہوئی۔ آتے ہی اس نے شہزادی کے ہاتھ
سے کبوتر چھینا اور اپنی خواص کے حوالے کرتے ہوئے اس
سے کہا۔ "اسے لے جا کر فوراً طلسمی پنجرے میں بند کر دے۔
اس سے بعد میں نپٹوں گی۔ ابھی ذرا اس نمک حرام
دلآرام کی خبر لے لوں۔"

خواص کبوتر کو لے کر الٹے پاؤں واپس ہو گئی۔ شہزادی
صنوبر جادو کے قدموں پر گر کر دلآرام کے حق میں سفارش
کرنے لگی۔ مگر اس بے رحم نے ٹھوکر مار کر شہزادی کو
پرے کیا اور پھر وحشیوں کی طرح قہقہے لگاتے ہوئے

دِلآرام پر ہنٹر برسانے لگی ۔ شہزادی نے ایک بار پھر دِلآرام کو بچانے کی کوشش کی لیکن ہنٹر کی ایک بھرپور چوٹ سے بے ہوش ہو کر گر پڑی ۔ کچھ دیر تک دِلآرام آگے پیچھے اور دائیں بائیں اُچھل اُچھل کر ہنٹر کے وار سے خُود کو بچاتی رہی مگر جب صنوبر جادُو کے حملوں میں شِدّت آ گئی ، تو اُس کی پھرتی اُس کے زیادہ کام نہ آ سکی ۔ ہنٹر کا کوئی کا کوئی وار اُس کے جسم پر پڑتا اور لباس کے ساتھ ساتھ کھال اُڑا کر لے جاتا ۔ زخم کی ایک گہری لکیر اُس کے بدن میں بن جاتی اور وہ تکلیف سے بلبلا اُٹھتی ۔ بچاؤ کی کوئی صُورت نہ پا کر بے چاری نے بھاگ جانے کا اِرادہ کیا اور اُس دروازے کی طرف کِھسکنا شُروع کیا جِس سے کُچھ دیر پہلے اُس نے کنیز کو بھگایا تھا ۔ صنوبر جادُو اُس کا یہ اِرادہ بھانپ گئی ۔ چھلانگ لگا کر دروازے کی طرف جا پہنچی ، دروازے کو بند کر کے چٹخنی چڑھائی اور پھر ہنٹر سنبھال کر دِلآرام پر پل پڑی ۔ دِلآرام تلملاتی ہُوئی پیچھے ہٹنے لگی ۔

شہزادہ اسد کبُوتر کے رُوپ میں کھڑکی کے پردے سے جھانک جھانک کر یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا ۔ اُس کا خُون کھول رہا تھا ۔ رہ رہ کر اُس کا دِل جوش سے بے قابُو

ہُوا جا رہا تھا ۔ مگر صنوبر جادُو کے سامنے کے رُخ ہونے کی وجہ سے وہ ضبط کر رہا تھا ۔ اُسے اندیشہ تھا کہ جُوں ہی وہ سامنے سے اُس پر جھپٹنے کی کوشش کرے گا ، جادُو کے ذریعے وہ اُسے بے بس کر دے گی اور وہ اُس کا کُچھ نہ بگاڑ سکے گا ۔ وہ خُدا سے دُعائیں مانگ رہا تھا کہ کاش وہ کِھڑکی کی طرف پُشت کرے اور وہ دھوکے سے اُس کا گلا دبائے ۔

آخرکار شہزادے کی یہ دُعا قبُول ہُوئی ۔ دروازہ بند کر کے صنوبر جادُو جب دِلآرام پر وار کرنے لگی اور اُس نے پیچھے ہٹنا شُروع کیا تو اُس کی پُشت کھڑکی کی طرف ہو چُکی تھی ۔ اُسے پیچھے کی کوئی سُدھ نہ تھی ۔ اُسی موقع پر شہزادے نے پیر میں پڑے ہُوئے چھلّے کو چونچ میں دبا کر کھینچنا شُروع کر دیا ۔ دم کے دم میں وہ کبُوتر سے اِنسان کے رُوپ میں آ گیا ۔

پیر کا چھلّا پہلے کی طرح پچھّے کی شکل میں آ چُکا تھا ۔ شہزادے نے اُسے پیر سے نِکال کر کھڑکی کی چوکھٹ پر ایک جگہ رکھ دیا ۔ پردہ ہٹا کر اِحتیاط کے ساتھ نیچے اُترا اور پھر اِک بارگی صنوبر جادُو پر پیچھے سے جھپٹ پڑا ۔ اُسے اِنسان کے رُوپ میں دیکھتے ہی دِلآرام چیخ

پڑی تھی اور اِس بات سے صنوبر جادُو کو کُچھ شُبہ سا
ہو گیا تھا کہ اُس کے پیچھے کوئی اچانک آ گیا ہے۔
مگر قبل اِس کے کہ وہ پلٹ کر شہزادے کو دیکھتی اور
اُسے بے بس بنانے کے لیے کوئی منتر پڑھتی، اُس کی
گردن شہزادے کے مضبوط پنجوں کی گرفت میں آ چکی
تھی۔

اپنی گردن چھڑانے کے لیے صنوبر نے جان توڑ کوشش
کی۔ لیکن شہزادے کی اُنگلیاں اُس کے حلق میں دھنستی ہی
گئیں۔ آخر اُس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔ آنکھیں اُبل
پڑیں۔ زبان باہر نکل آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے
بدن میں موت کی کپکپی طاری ہو گئی۔ شہزادے نے
اُس کی گردن کو آخری بار جھٹکا دیا اور پھر اُسے فرش
پر پھینک دیا۔ دِلآرام پھٹی پھٹی نگاہوں سے یہ سب کچھ
دیکھتی رہی۔ دہشت سے اُس کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔
زبان گنگ ہو گئی تھی۔

صنوبر جادُو نے چند ہچکیاں لیں اور ٹھنڈی پڑ گئی۔
اُسی لمحے شہزادہ اسد اُچھل کر بے ہوش شہزادی کے
قریب جا پہنچا۔ مگر ابھی اُس نے اُس کے سر کو اپنے
زانو پر رکھ کر اُسے آواز دینے کا اِرادہ ہی کیا تھا

کہ اِک بارگی ہر طرف گھُپ اندھیرا چھا گیا۔ خوفناک آندھی
چلنے لگی، در و دیوار ہلنے لگے، دِل کو دہلا دینے والی
آوازیں گونجنے لگیں۔ کچھ دیر یہی حال رہا۔ اِس کے بعد
رفتہ رفتہ آندھی کا زور ٹوٹا، شور ختم ہُوا اور کہیں سے
ایک دردناک آواز آئی: "افسوس صد افسوس۔ میں دُنیا سے
نامُراد گئی۔ مجھے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا۔ میرا نام صنوبر
جادُو تھا۔"

چند لمحے بعد تاریکی غائب ہو گئی، شہزادی مہ جبین
الماس پوش ہوش میں آ گئی۔ ایک جانب دِلآرام دیوار
سے لگی سہمی ہُوئی کھڑی تھی۔ دُوسری طرف فرش پر
صنوبر جادُو کی لاش پڑی تھی۔

اچانک صنوبر جادُو کی کھوپڑی چٹخی۔ سیاہ رنگ کا
ایک چھوٹا سا پرندہ پھڑپھڑا کر اُس میں سے باہر نکلا
اور کمرے کا ایک چکر کاٹ کر اُڑتا ہُوا باہر نکل گیا۔
شہزادہ اور شہزادی یہ ماجرا دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہُوئے
اور سوالیہ نگاہوں سے دِلآرام کو دیکھنے لگے۔ دِلآرام بھی
چونک پڑی۔ قریب آ کر گھبرائے ہُوئے لہجے میں کہنے لگی۔
"شہزادہ صاحب، صنوبر جادُو کو ہلاک کر کے آپ نے بڑا
غضب کیا۔ وہ شہنشاہ افراسیاب کی سگی بہن تھی۔ اب یہ

پرندہ سیدھا اُس کے پاس جائے گا۔ اُسے بہن کی موت
کی خبر سُنائے گا۔ جس قدر جلد ہو سکے یہاں سے بھاگنے
کی کوشش کیجیے۔ اپنے آپ کو افراسیاب کے انتقام سے
بچانے کی فکر کیجیے۔ یہ خبر سُنتے ہی وہ طیش میں آئے گا
ہم سب کو گرفتار کرنے کے لیے زبردست جادوگر بھیجے گا۔
میری اُن کے آگے ایک نہ چلے گی۔ دُنیا کی کوئی طاقت
ہمیں اُن سے نہ بچا سکے گی۔"

شہزادہ اسد دِلآرام کی یہ بات سُن کر جوش میں آ گیا۔
اور سینہ پُھلا کر کہنے لگا۔ میں طلسم ہوش رُبا کو فتح
کرنے اور افراسیاب کا خاتمہ کرنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔
اُس کے جادوگروں کا مُقابلہ کروں گا۔ ہرگز یہاں سے نہ
بھاگوں گا۔ تُمھیں ڈر ہے تو جہاں چاہو چلی جاؤ۔ اپنے
آپ کو بچاؤ۔ طلسم کا خاتمہ کر لُوں گا تو تُمھیں ڈھونڈ
نکالوں گا۔ بھاگنے میں مَیں تُمھارا ساتھ نہیں دے سکتا۔"

شہزادے کا یہ جواب سُن کر دِلآرام اور شہزادی
دونوں ہکّا بکّا رہ گئیں۔ اُنھیں اُس سے ایسے دو ٹوک
جواب کی اُمید نہ تھی۔ دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں
میں ایک دُوسرے کو اِشارہ کیا اور کُچھ دیر کے لیے
مُعاملے کو گول کرنے کا فیصلہ کیا۔ آخر جب شہزادے کا

جوش ٹھنڈا ہُوا تو اُنھوں نے اُسے قائل کر لیا کہ جان بُوجھ
کر خُود کو ہلاکت میں نہ ڈالنا چاہیے۔ عقل اور ہوش
سے کام لینا چاہیے۔ طے ہُوا کہ دِلآرام جادُو کے زور
سے ایک پہاڑی بن جائے گی۔ وہ دونوں اس کے ایک
غار میں جا چُھپیں گے اور حالات بہتر ہونے کا انتظار
کریں گے۔ دِن کو یہ پہاڑی ایک ہی جگہ قائم رہے گی۔
لیکن رات کے اندھیرے میں کسی محفوظ مقام کی طرف حرکت
کرتی رہے گی۔

یہ فیصلہ کر کے تینوں نے ضرورت کی خاص خاص
چیزیں اکٹھی کیں اور اُنھیں سمیٹ کر چُپکے سے محل کے
باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر میں وہ چار دیواری سے گزر
کر ایک بڑے میدان میں جا پہنچے۔ یہاں ایک جگہ کھڑے
ہو کر دِلآرام نے کُچھ منتر پڑھے اور دیکھتے ہی دیکھتے
ایک چھوٹی سی پہاڑی کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ شہزادی
اور شہزادہ تیزی کے ساتھ اُس پر چڑھنے لگے۔ چوٹی
کے کُچھ نیچے چٹانوں کے بیچ میں اُنھیں ایک بڑے کمرے
جتنا غار دِکھائی دِیا۔ دونوں بے کھٹکے اُس کے اندر
چلے گئے۔ اُن کے اندر پہنچتے ہی غار کا دروازہ ایک چٹان
نے اِس طرح ڈھانپ لیا کہ کسی کو غار کے وہاں

ہونے کا شبہ بھی نہ ہو سکتا تھا ۔۔۔ فوراً ہی پہاڑی
نے زمین سے بلند ہونا شروع کیا اور جب وہ اونچے
درختوں کی پھننگوں سے اونچی اٹھ گئی تو اس نے
ایک طرف کو تیزی سے بڑھنا شروع کر دیا۔

ادھر شہنشاہ افراسیاب طلسم باطن کے باغ سیب
میں اپنا دربار لگائے بیٹھا تھا۔ سارے بادشاہ، امیر
وزیر اور ملکائیں اس تخت کے سامنے جڑاؤ کرسیوں
پر بیٹھی تھیں۔ ایک درباری شاعر شہنشاہ کی شان میں
کہا ہوا اپنا ایک قصیدہ پڑھ رہا تھا۔ اہل دربار اس
پر زر و جواہر نثار کر رہے تھے۔ اچانک ایک چھوٹا
سا سیاہ پرندہ اڑتا ہوا دربار میں داخل ہوا۔ سب
چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ پرندے نے ایک
بار شہنشاہِ افراسیاب کے گرد چکر لگایا اور طلسمی زبان
میں پکارا۔

"ملکہ صنوبر جادو ایک اجنبی کے ہاتھوں دھوکے سے
ہلاک ہوئی ہے"

یہ الفاظ ادا کرتے ہی پرندے کے جسم میں آگ
بھڑک اٹھی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ ہو کر شہنشاہ
افراسیاب کے قدموں کے نیچے بکھر گیا۔

افراسیاب نے بے ساختہ زانو پر ہاتھ مارا اور "ہائے
بہن، ہائے بہن!" پکار کر رونے لگا۔ دربار میں
موجود ساری ملکاؤں نے اپنے بال بکھیر دیے۔ بادشاہوں
نے گریبان چاک کیے۔ اور سب مل کر رونے پیٹنے لگے۔
اسی حالت میں افراسیاب نے طلسمی پتلوں کو صنوبر جادو
کی لاش اٹھا لانے کا اشارہ کیا۔ چار پتلے اپنی جگہ سے
اٹھے اور بغیر پر کے اڑتے ہوئے دربار ہال سے باہر
نکل گئے۔ اسی موقع پر افراسیاب نے منتظم دربار کو لاش
رکھنے کے لیے ایک تخت لانے کا بھی حکم دیا۔ تھوڑی
ہی دیر میں سونے کا ایک جڑاؤ تخت شہنشاہ کے
سامنے لا کر رکھ دیا گیا۔ اس پر مخمل کے نرم گدے
اور اعلیٰ قسم کی ریشمی چادر بچھی ہوئی تھی۔ صبح ہوتے
ہوتے طلسمی پتلے صنوبر جادو کی لاش لے کر واپس آ
گئے۔ اس وقت تک سارے درباری اپنی اپنی نشستوں
پر بیٹھے سینہ پیٹتے اور آہ و بکا کرتے رہے۔ جیسے ہی
لاش آئی، دربار میں سناٹا چھا گیا۔ سب اٹھ کھڑے
ہوئے۔

افراسیاب نے لاش کو اپنے ہاتھوں تخت پر رکھا اور
اس پر ایک قیمتی ریشمی چادر ڈال دی۔ اس کے بعد

وہ اپنے تخت پر واپس آیا۔ وزیرِ خاص کو میت کے شاہانہ جلوس کا اِنتظام کرنے کی ہدایت کی اور مُلک میں تین دِن رات تک سوگ منائے جانے کے احکام جاری کیے۔ سوگ کے دِنوں میں طلسم ہوش رُبا کی ہر بستی ماتم کدہ بنی رہی۔ غم منانے کے علاوہ کسی نے کوئی کاروبار نہ کیا۔

آخر چوتھے دِن دربار لگا۔ اُس دن افراسیاب نے تخت پر قدم رکھتے ہی شہزادہ اسد، شہزادی مہ جبین اور وزیر زادی دِلآرام کو گرفتار کر کے سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ چند نامور جادُوگر اِس کام پر مقرر ہوئے۔ اُن میں سے ہر ایک جادُوگری اور بے رحمی میں خود کو یگانہ سمجھتا تھا۔ اپنے سوا دُوسرے کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ افراسیاب کے سامنے سُرخ رُوئی حاصل کرنے کے خیال سے ہر ایک نے اِس مُہم کا سہرا اپنے سر باندھنے کی ٹھانی۔ کچھ دُور سب ساتھ ساتھ چلے مگر پھر ہر ایک نے علیحدگی ضروری جانی۔ اُنھیں یقین تھا کہ سرحدی ناکا بندیوں کی وجہ سے شاہی مُجرم طلسم ہوش رُبا کی حد سے باہر نہ جا سکیں گے بلکہ صحرائے طلسم میں چھپتے پھر رہے ہوں گے۔ اِسی یقین کی بنا پر اُنھوں

نے شہروں اور بستیوں میں وقت برباد کرنا غیر ضروری سمجھا مختلف سمتوں سے سیدھے صحرائے طلسم کا رُخ کیا۔

اُدھر دِلآرام پہاڑی کی شکل میں راتوں کو مسلسل سرحد کی طرف بڑھتی رہی۔ شہزادہ اور شہزادی غار میں محفوظ رہتے ہُوئے اِطمینان کے ساتھ یہ عجیب و غریب سفر طے کرتے رہے۔ کئی دن بعد وہ ایک ایسے طلسمی خطّے میں جا پہنچے جہاں دِلآرام کی جادُو کی طاقت بے اثر ہو گئی۔ اِس کے علاوہ اُن کی خوراک بھی ختم ہو چکی تھی اور ایک دن اور ایک رات سے اُن کے منہ میں ایک کھیل بھی نہ گئی تھی۔

عاجز آ کر دِلآرام نے شہزادے اور شہزادی کو غار سے باہر نکلنے کی رائے دی۔ دونوں پہاڑی سے اُتر کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے جا بیٹھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دِلآرام اپنی اصلی شکل میں آئی اور چلتی ہُوئی دونوں کے قریب جا پہنچی۔ شہزادی بھوک سے نڈھال تھی مگر گرفتاری کے خوف سے اِس حال میں بھی آگے بڑھنے اور سفر جاری رکھنے پر تُلی ہُوئی تھی۔ دِلآرام کو اپنے انجام کا اُس سے زیادہ ڈر تھا۔ وہ بھی آگے بڑھنے کے خیال پر ڈٹی ہُوئی تھی۔ دونوں

سنے مل کر شہزادہ اسد پر زور دیا مگر اُس نے سفر جاری رکھنے سے صاف انکار کر دیا۔ اِس پر کچھ دیر اُن کے درمیان نرم گرم بحث ہوتی رہی۔ باتوں میں مٹھاس اور کڑواہٹ گھلتی رہی۔ آخر کار طے پایا کہ کھا پی کر کچھ دیر یہاں آرام کیا جائے پھر تازہ دم ہو کر پیدل سفر شروع کر دیا جائے۔

جس جگہ وہ بیٹھے ہوئے تھے، وہاں سے دُور دُور تک کوئی ایسا پھل دار درخت نہ دکھائی دیتا تھا کہ یہ لوگ اُسی سے پیٹ کی آگ بجھاتے۔ البتہ ایسے آثار ضرور پائے جاتے تھے کہ آس پاس کچھ نہ کچھ پرندے اور چرندے نظر آ جائیں گے جو آسانی سے شکار کیے جا سکیں۔

شہزادہ اسد نے شکار کا اِرادہ ظاہر کیا تو شہزادی مہ جبین کو وہم ستانے لگا۔ "شہزادے صاحب! میرا دِل نہیں چاہتا کہ آپ میری آنکھوں سے اوجھل ہوں۔ علاقہ طلسم کا ہے۔ خطرہ ہر قسم کا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ جائیں اور پلٹ کر نہ آئیں۔ کسی مُصیبت میں پھنس جائیں۔ پھر ہمارا کیا بنے گا؟"

شہزادہ اسد کا بھی دِل دہل گیا مگر شہزادی کو سمجھانے کی خاطر حوصلہ دِکھاتے ہُوئے اُس نے کہا۔ "شہزادی صاحبہ، خُدا کے لِیے ہمت سے کام لیجیے۔ وسوسے کو دِل میں جگہ نہ دیجیے۔ اطمینان رکھیے۔ میں زیادہ دُور نہ جاؤں گا۔ اِنشاء اللہ جلد ہی لوٹ آؤں گا۔ بے فکری سے بیٹھیے۔ دِلآرام سے باتیں کیجیے۔ میں ابھی آیا۔"

یہ کہہ کر شہزادے نے تیر کمان سنبھالی اور پلٹ کر جنگل کی راہ لی۔ جب تک وہ نظر آتا رہا۔ شہزادی ٹکٹکی باندھے اُس کی طرف دیکھتی رہی مگر وہ جیسے ہی جھاڑیوں کی اوٹ میں غائب ہُوا۔ شہزادی کا کلیجا بیٹھنے لگا۔ شہزادی کا یہ حال دیکھ کر دِلآرام اُسے سمجھانے لگی۔ طرح طرح کی باتوں سے اُس کا دِل بہلانے لگی۔ آخر کار شہزادی نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ وہم اور وسوسوں کو بد شگونی جان کر دِل سے ٹالا۔ دونوں بیتے دنوں کی باتیں کرنے لگیں اور آیندہ کی زندگی کے بارے میں خیالی پُلاؤ پکانے لگیں۔

اِسی حالت میں پُورا ایک پہر گزر گیا مگر شہزادہ واپس ہوتا نہ دکھائی دیا۔ دونوں نے باری

باتیں ختم کر دیں اور اب شہزادے کی واپسی کی فکر میں پریشان ہونے لگیں۔ دلآرام سے نہ رہا گیا۔ شہزادی کو اس نے وہیں بیٹھے رہنے کی تاکید کی اور خود شہزادے کو آگے بڑھ کر دیکھنے کے لیے چل دی۔ جس سمت شہزادہ گیا تھا وہ تیز تیز اسی سمت بڑھتی رہی۔ اونچی آواز سے رہ رہ کر شہزادے کو پکارتی رہی۔ کچھ دور آگے جا کر وہ بھی جھاڑیوں کی اوٹ میں غائب ہو گئی۔ شہزادی درخت کے نیچے تنہا رہ گئی۔ دلآرام کی آوازیں جب تک اسے سنائی دیتی رہیں اسے کچھ نہ کچھ اطمینان رہا مگر جب یہ آوازیں آنا بند ہو گئیں اس کا دل گھبرانے لگا۔ وہ اٹھ کر بے چینی کے ساتھ درخت کے نیچے ٹہلنے لگی۔

آخر جب دل آرام کو گئے ہوئے بھی پورا ایک پہر گزر گیا تو شہزادی کے ہاتھوں سے صبر کا دامن جاتا رہا۔ وہ کبھی جنگل کی طرف بڑھتی، شہزادے اور دلآرام کو چیخ چیخ کر پکارتی، کبھی واپس پھر درخت کے نیچے آ جاتی۔ کبھی وہ سمجھتی کہ دونوں راستہ بھٹک گئے ہیں یا کسی مصیبت میں پھنس گئے

ہیں۔ مجھے ان کی تلاش میں جانا چاہیے۔ کبھی سوچتی شاید چکر کھا کر واپس آ رہے ہوں۔ میں انھیں یہاں نہ ملی تو وہ میری تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے اور ناحق پریشان ہوں گے۔

اچانک دور ایک جانب جھاڑیوں میں اسے کچھ سرسراہٹ محسوس ہوئی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی جھاڑیوں کے بیچ سے گزرتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ شہزادی بے اختیار ہو اس طرف بھاگی مگر جب اس شخص کے پیروں میں جادو گروں والی کھڑاؤں دیکھی تو چونکی اور اچھل کر اس سے دور جا کھڑی ہوئی۔ اس شخص کے چہرے پر پہلی ہی نظر ڈالنے پر وہ خوف سے چیخ پڑی۔ وہ شخص اسد نہیں بلکہ ایک خطرناک جادوگر تھا اور ان میں سے ایک تھا جو افراسیاب کے حکم پر شہزادی اور اس کے رفیقوں کو گرفتار کرنے کے لیے چلے تھے۔

شہزادی کو دہشت زدہ دیکھ کر جادوگر کو اس پر رحم آ گیا۔ اس نے سوچا اگر میں شہزادی کو چھپا لوں، کسی کو اس کا پتا نہ دوں تو یہی سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہیں نکل گئی ہے۔

شہنشاہ افراسیاب اِس سے مایوس ہو جائے گا اور وہ
شہزادی سے شادی کر لے گا۔

پہلے تو اُس نے شہزادی کو تسلی دینے کی کوشش
کی اور کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیے۔ افراسیاب آپ
کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا لیکن جب شہزادی نہ مانی تو
اُس نے مکاری سے کام لیا، ہنسا اور بولا: میں فقط
آپ کا امتحان لیتا تھا۔ میں نے شہزادہ اسد کی
اطاعت اختیار کی ہے۔ شہنشاہ افراسیاب کی وفاداری
ترک کی ہے۔ اِس وقت وہ اور آپ کی وفادار خواص
دلآرام میرے غریب خانے میں تشریف رکھتے ہیں۔ مجھے
انھوں نے آپ کو بُلانے کے لیے بھیجا ہے۔ بس اب
کسی قسم کا اندیشہ دل میں نہ لائیے۔ جلد سے جلد
تشریف لے چلیے۔ غریب خانہ یہاں سے کچھ دُور نہیں
ہے۔"

شہزادی پریشان تھی۔ اُس کی باتوں میں آ گئی۔
جادوگر کے پیچھے پیچھے چل دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ
ایک باغ میں جا پہنچے۔ وہاں سنگِ مرمر کے چبوترے
پر ایک خوب صورت سا بنگلا بنا ہوا تھا۔ جادوگر
اُسے بنگلے میں لے گیا۔ اب جا کر شہزادی کو معلوم

ہُوا کہ اُسے دھوکا دیا گیا ہے۔ وہاں نہ دلآرام تھی
نہ شہزادہ۔ وہ وہاں سے بھاگ جانے کے ارادے
سے پلٹی مگر ظالم جادوگر نے لپک کر اُس کی کلائی
پکڑ لی۔ شہزادی کچھ دیر خود کو چھڑانے کی کوشش کرتی
رہی مگر پھر صدمے کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئی۔

ختم شد

پھر کیا ہُوا؟ یہ طلسم ہوش رُبا سلسلہ نمبر 3 "عمرو
کے چیلے" میں پڑھیے۔

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام عبدالسلام پرنٹر اور پبلشر

سلمان سلیم

طلسم ہوشربا

تیسرا حصہ

عمرو کے چیلے

بچوں کے لیے

اختر رضوی

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور - راولپنڈی - کراچی

ظالم جادوگر

طلسم ہوش رُبا کا یہ تیسرا حصّہ ہے۔ اس سے پہلے کے حالات دو ناولوں "عمرو کی غداری" اور "عمرو کا بھوت" میں پیش کیے جا چکے ہیں۔

"عمرو کا بھوت" میں داستان اس مقام پر ختم ہوئی تھی کہ صحرائے طلسم میں ایک جگہ دِل آرام کی جادو کی طاقت کمزور پڑ جاتی ہے۔ پہاڑی کی شکل میں آگے بڑھنا اُس کے لیے ناممکن ہو جاتا ہے۔ مجبوراً شہزادہ اسد اور شہزادی مہ جبین الماس پوش غار سے باہر نکلتے ہیں۔ دِل آرام اصلی رُوپ میں آ جاتی ہے۔ تینوں سخت بھوک محسوس کرتے ہیں۔ پیٹ بھرنے کی کوئی دُوسری صُورت نہ دیکھ کر شہزادہ تیر کمان لے کر شکار کی تلاش میں چل دیتا ہے۔

شہزادہ کافی دیر تک واپس نہیں آتا۔ دِل آرام

اُسے ڈھونڈنے نکل کھڑی ہوتی ہے۔ شہزادی تنہا رہ جاتی ہے۔ اسی موقعے پر ایک جادوگر اُدھر آ نکلتا ہے۔ وہ شہزادی کو دھوکا دے کر اپنے جادوئی بنگلے میں لے جاتا ہے۔ شہزادی اُس کے اِرادے سے آگاہ ہو کر وہاں سے بھاگتی ہے۔ جادوگر اُسے پکڑ لیتا ہے۔ وہ صدمے سے بے ہوش ہو جاتی ہے۔ اب آگے کا حال سُنیے۔

شہزادی کو بے ہوش دیکھ کر جادوگر گھبرا گیا۔ اُسے وہم ہونے لگا کہ کہیں وہ مر نہ جائے۔ اپنے انجام کے خوف سے لرزتے ہوئے اُس نے شہزادی کو اُٹھا کر مسہری پر لِٹا دیا۔ دل میں سوچنے لگا کہ اگر شہزادی ہوش میں آ گئی تو اس سے مُعافی مانگ لُوں گا اور عزت کے ساتھ لے جا کر شہنشاہِ افراسیاب کی خدمت میں پیش کر دُوں گا۔

یہ فیصلہ کر کے وہ شہزادی کو ہوش میں لانے کے جتن کرنے لگا۔ کبھی اُس کے تلوے اور ہتھیلیاں سہلاتا، کبھی لخلخہ سُنگھاتا۔ کبھی منھ پر پانی کے چھینٹے مارتا۔ کچھ دیر بعد شہزادی نے ایک گہری سانس لے کر گردن دُوسری طرف گھمائی۔ جادوگر کی

جان میں جان آئی۔ بے ہوش تو وہ اب بھی تھی مگر اِس حرکت سے واضح ہو گیا کہ وہ ہوش میں آنے والی ہے۔ اب جادوگر کو اندیشہ ہُوا کہ ہوش میں آنے پر اُسے اپنے سامنے دیکھ کر کہیں شہزادی پھر نہ بے ہوش ہو جائے۔ یہ سوچ کر اُس نے لخلخہ شہزادی کی ناک کے قریب رکھ دیا اور دبے پاؤں کمرے سے باہر جانے لگا۔

اسی لمحے اُسے شہزادی کی بھوک اور کمزوری کا اِحساس ہُوا۔ بنگلے کے باورچی خانے میں کھانے پینے کا خاصا سامان موجود تھا۔ جلدی جلدی اُس نے ڈھیر سارے پھل، میوے اور دُوسری چیزیں لا لا کر میز پر رکھ دیں۔ شہزادی کسمسانے لگی تھی۔ یہ دیکھ کر جادوگر نے ٹھنڈے پانی کی ایک صُراحی لا کر کمرے میں رکھی اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

پہلے تو اُس کے جی میں آئی کہ بنگلے کے اندر ہی کسی دُوسرے کمرے یا برآمدے میں چُھپ رہے اور شہزادی کے ہوش میں آنے کا اِنتظار کرے۔ مگر پھر اُس نے یہی بہتر سمجھا کہ بنگلے کے باہر چلا جائے۔ جب تک شہزادی خُود اُسے نہ پُکارے، اندر نہ آئے۔

وہ بنگلے سے نکلا۔ باہر کے دروازے کو بند کر کے
اُس میں تالا لگایا اور قریب کے درختوں کے سائے
میں جا کر وقت گزارنے کے خیال سے ٹہلنے لگا۔

اُدھر شہزادی کو جو ہوش آیا تو اُس نے خود کو
ایک آرام دہ مسہری پر پڑا پایا۔ دل میں سمجھی کہ
اُڑن پہاڑی کے غار میں ہوں۔ حفاظتِ شہزادہ اسد
نامدار میں ہوں۔ مگر پھر جو نگاہ چاروں طرف دوڑائی،
کمرے کی ہر چیز غار سے مختلف پائی۔ شہزادہ اسد
کی صورت کہیں نظر نہ آئی۔ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ حیرانی
کے ساتھ در و دیوار کو غور سے دیکھنے لگی۔ دماغ پر
زور ڈال کر گزری باتیں یاد کرنے لگی۔ بھوک کی
شدت، شہزادے کی جدائی کے صدمے اور بے ہوشی
کے اثر نے اُس کی سوچنے کی طاقت کو نڈھال کر
دیا تھا۔ مگر کوشش کرنے سے اُس کے دماغ کی
حالت سنبھلنے لگی۔ گزرے ہوئے ہر واقعے کی تصویر
آنکھوں میں پھرنے لگی۔ اُسے یاد آگیا کہ شہزادہ اور
دل آرام کے جانے کے بعد ایک جادوگر اُسے دھوکا
دے کر اپنے بنگلے میں لے آیا تھا اور خود کو اُس
سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ بے ہوش ہو

گئی تھی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ اب بھی وہ اُسی جادوگر
کے بنگلے میں ہے۔

"مگر وہ جادوگر کہاں ہے؟" اچانک اس کے دماغ
میں سوال پیدا ہوا۔ وہ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ کے
دیکھنے لگی۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہاں اُس
کے سوا کوئی نہ تھا۔

موقع غنیمت تھا۔ بھاگ نکلنے کے خیال سے وہ جھٹ
کر اُٹھی مگر دوسرے ہی لمحے چکرا کر مسہری پر گر گئی۔
آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ کانوں میں سیٹیاں سی
بجنے لگیں۔ بھوک نے اُس کے جسم کی ساری طاقت
سُن کر دی تھی۔ ناز و نعمت میں پلی ہوئی شہزادی جو
تھی۔ دو دن کا فاقہ کیسے برداشت کر سکتی تھی۔

کچھ دیر آنکھیں بند کیے بغیر ہلے جُلے مسہری پر پڑی
رہی۔ دل ہی دل میں اپنے نصیبوں کو کوستی رہی۔ کبھی
سمجھتی موت کا فرشتہ گلا دبا رہا ہے۔ کبھی خیال کرتی
ظالم جادوگر کوئی جادو آزما رہا ہے۔ ہر صورت میں وہ خود
کو بے بس محسوس کر رہی تھی اور اس حالت پر اندر
ہی اندر کڑھ رہی تھی۔ یکایک اُسے شہزادہ اسد کی
یاد آئی اور یاد کے ساتھ ہی اُس نے اپنے بدن

میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑتے پائی ۔ جینے کی
خواہش اُس کے دِل کو گرمانے لگی ، مایوسی اور بے بسی
کے احساس کو دُھندلانے لگی ۔ آخر کار اُس نے کروٹ
لی اور آنکھیں کھول دیں ۔

کانوں کی سنسناہٹ پہلے ہی ختم ہو چکی تھی ۔ اب
آنکھوں کے سامنے بھی اندھیرا نہ رہا ۔ ہر چیز اُسے صاف
دِکھائی دے رہی تھی ۔ کمرے کے در و دیوار سے گھومتی
ہُوئی اُس کی نگاہیں مسہری کے قریب رکھی ہُوئی میز پہ
اٹک کر رہ گئیں ۔ اُس پر ایک بڑے طباق میں
تازہ پھل اور خشک میوے رکھے ہُوئے تھے ۔ وہ
ٹکٹکی باندھے ان پھلوں اور میووں کو دیکھتی جاتی اور
اُس کی جان میں جان آتی جاتی ۔ بھوک اُسے پہلے بھی
لگا ہی کرتی تھی مگر مجبوری کی فاقہ کشی کا یہ زندگی
میں پہلا تجربہ تھا ۔ اس سے پہلے اعلیٰ سے اعلیٰ
نعمتوں کو بھی اُس نے کبھی آنکھ بھر کر نہ دیکھا تھا ۔
مگر اس وقت میز پر رکھے ہُوئے پھلوں کو دیکھ دیکھ
کر اُس کے مُنہ میں پانی آ رہا تھا ۔ نگاہوں میں
بے صبری بڑھتی جا رہی تھی ۔ دل اُنھیں کھانے کے
لیے بے چین ہو رہا تھا ۔ سچ کہا ہے کسی نے ، پیٹ

کی آگ بُری ہوتی ہے ۔

چند لمحے بعد شہزادی اُٹھی ، میز کو مسہری کے قریب
کھسکایا اور بیٹھ کر پھلوں پر ہاتھ صاف کرنے لگی ۔
پیٹ میں کچھ وزن پہنچا تو اُسے جادوگر کا خیال آیا ۔
کمرے کا دروازہ کُھلا ہُوا تھا ۔ اُسے اندیشہ ہُوا کہ کہیں
وہ اچانک آ نہ جائے ۔ اُسے یُوں بے صبری کے ساتھ
پھل کھاتے ہُوئے نہ دیکھ لے ۔ شرمندگی سے بچنے کی
خاطر وہ اُٹھی اور دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی
لگا دی ۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک
دِکھائی دینے لگی تھی ۔ وہ پھر مسہری پر آ بیٹھی اور
پہلے سے کئی گُنا زیادہ یکسُوئی کے ساتھ پھل کھانے
لگی ۔ طباق میں کتنے کیلے ، کتنے امرود اور کتنے سیب
تھے ؟ اُن میں سے کتنے باقی بچے ؟ اِس پر اُس
نے ذرہ برابر توجّہ نہ دی ۔ ہاتھ جبھی رکا جب
پیٹ کی آگ پُوری طرح بُجھ گئی ۔ اِس عرصے میں
اُس نے دِل میں پکا فیصلہ کر لیا تھا کہ جس طرح
بھی ممکن ہُوا یہاں سے فوراً نکل جاؤں گی اور جنگل
کے چپّے چپّے میں شہزادہ اسد کو تلاش کروں گی ۔
کئی وقتوں کے فاقے کے بعد پیٹ بھر کر پھل کھانے

سے اُسے کچھ سستی سی محسوس ہونے لگی تھی۔ جی
چاہتا تھا کہ کچھ دیر آرام کرے مگر شہزادے کو
ڈھونڈنے کی لگن آرام کرنے کی خواہش پر غالب آگئی۔
حوصلہ کرکے اُٹھی، کمرے کا دروازہ کھولا اور چوکنا
رہتے ہوئے دبے پاؤں برآمدے کی طرف چل دی۔
بنگلے سے باہر جانے کا دروازہ اسی برآمدے میں تھا۔
لکڑی کی مضبوط جالیوں کی دیوار کی وجہ سے آمدورفت
صرف دروازے ہی سے ممکن تھی۔ لیکن دروازے کے
قریب پہنچ کر اُس نے جب اُسے کھولنا چاہا تو اُسے
مضبوطی کے ساتھ باہر سے بند پایا۔ وہ تلملا اُٹھی اور
جوش اور غصے کے ساتھ جالیوں میں سے باہر جھانکنے
لگی۔

یہ وہ وقت تھا کہ شہزادی کا حال معلوم کرنے
کے خیال سے جادوگر بنگلے کی طرف چل کھڑا ہوا
تھا۔ شہزادی نے اُسے آتا دیکھا تو اُس کی آنکھوں
میں خون اُتر آیا۔ اُس کے دل میں آئی کہ بھاگ
کے راہداری کے موڑ پر جا چھپے اور جیسے ہی بے خبری
میں جادوگر اُس جگہ پہنچے کوئی گل دان، پتھر یا
اور کوئی بھاری چیز اچانک اُس کے سر پر دے مارے۔

یہ ارادہ اُس نے جادوگر کو محض اُس کی
بے ایمانی کی سزا دینے کے لیے نہیں کیا تھا۔
بلکہ اِس لیے بھی کیا تھا کہ اِس کے بغیر اُسے اپنی
رہائی ناممکن نظر آرہی تھی۔ جادوگر کو دیکھتے ہوئے
پلٹنے کے خیال سے اُس نے قدم اُٹھایا مگر دوسرے
ہی لمحے چونک کر پھر جم گئی۔ اُس کے چہرے پر
حیرت کے آثار جھلک رہے تھے۔ چھپنے کا ارادہ ترک
کرکے ٹکٹکی باندھے وہ باہر کی طرف دیکھنے لگی۔
جادوگر بنگلے کی طرف چند ہی قدم چل پایا تھا کہ
اچانک ایک دوسرا جادوگر قریب کے درخت کی اوٹ
سے نکلا اور بھیانک آواز میں قہقہے لگانے لگا۔ پہلے
جادوگر نے پلٹ کر اُس کی طرف دیکھا اور پھر دیکھتا
رہ گیا۔ یہ دوسرا جادوگر پہلے جادوگر کے مقابلے میں
زیادہ بے رحم اور خطرناک دکھائی دے رہا تھا۔ اُسے
دیکھ کر پہلے جادوگر کا چہرہ کچھ دیر تک زرد رہا
مگر پھر اُس کی آنکھوں میں نفرت کے شعلے چمکتے
دکھائی دینے لگے۔ دوسرے جادوگر کے قہقہوں میں بھی
زہر بھرا ہوا تھا۔ وہ اُن جادوگروں میں سے ایک
تھا جنھیں افراسیاب نے شہزادہ اسد، شہزادی مہ جبین

اور دل آرام کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

"کیوں دوست!" دوسرے جادوگر نے کہا: "کیا میرا آنا بہت زیادہ بُرا لگا ہے؟ کہو، کوئی شاہی مجرم بھی ہاتھ آیا کہ نہیں؟"

"بے حیا کہیں کا۔" پہلے جادوگر نے نفرت کے ساتھ کہا۔ "کیا تیری شکل دیکھنا یا تیری بات کا جواب دینا میں کبھی پسند بھی کر سکتا ہوں؟"

"مجھے تیری پسند کی کوئی پروا نہیں۔" دوسرے جادوگر نے ڈپٹتے ہوئے کہا۔ "یہ نہ بھول کہ شہنشاہ افراسیاب نے تجھے مجرموں کی تلاش کے لیے بھیجا تھا۔ جنگل میں بنگلا بنا کر منگل منانے کے لیے نہیں۔"

چور کی ڈاڑھی میں تنکا مشہور ہے۔ پہلا جادوگر آخری فقرہ سن کر گھبرا گیا۔ پھر زور سے چیخا۔ "آخر تو چاہتا کیا ہے؟ کیا تو میرا افسر بنا کر بھیجا گیا ہے؟"

"افسر نہ سہی۔" دوسرا جادوگر گرجا۔ "لیکن مجھے بھی وہی فرض سونپا گیا ہے جو تجھے۔ مجھے یہ جاننے کا پورا حق ہے کہ اس بنگلے میں تو نے کسے بند کر رکھا ہے۔"

یہ سن کر پہلے جادوگر کا حلق خشک ہو گیا۔ اس نے چوں چوں کر کے جواب دیا۔ "ہائیں کسے بند کر رکھا ہے؟ تو نے کیا دیکھا؟ تو پوچھنے والا کون؟"

"کان کھول کے سن!" دوسرا جادوگر رعب سے بولا۔ "تو مجھے چکر نہیں دے سکتا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے تجھے ایک عورت کے ساتھ بنگلے کے اندر جاتے دیکھا ہے۔ یا تو وہ شہزادی مہ جبین ہے یا وزیر زادی دل آرام۔ اور دونوں میں سے کسی کو بھی تجھے اپنے بنگلے میں رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بول! کیا کہتا ہے؟"

پہلے جادوگر کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس نے کہا: "اچھا اگر وہ عورت شہزادی مہ جبین ہوتی تو پھر؟"

"تو پھر۔" دوسرا جادوگر بولا۔ "تیری خیر نہیں۔ شہزادی مہ جبین مجرم ضرور ہے مگر شہنشاہ کی بھتیجی ہے۔ اسے اپنے قبضے میں رکھ کر تو نے شاہی خاندان کی بے ادبی کی ہے۔ تو سزا سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔"

"اُف! میں کہیں کا نہ رہا" پہلا جادوگر مکاری

سے بولا "اب میری زندگی تمھارے ہاتھ ہے۔ میں
تم سے ہار مانتا ہوں۔ مجھ پر رحم کرو۔ مجھے بچا
لو۔ زندگی بھر تمھارا غلام رہوں گا۔"

"بس؟ سیدھے ہو گئے؟ ہاہاہا!" دوسرے جادوگر
نے فخر سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "بچاؤ کی ایک
ہی صورت ہے۔ شہزادی کو میرے حوالے کر دو۔
اور طلسمِ ہوش رُبا کی سرحدوں کے باہر نکل جاؤ۔"

"مجھے منظور ہے۔" پہلے جادوگر نے دوسرے جادوگر
کے پیروں پر گرتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارا یہ احسان
زندگی بھر نہ بھولوں گا۔"

دوسرا جادوگر اپنی اس کامیابی پر پھولا نہ سما رہا
تھا۔ اس کے دونوں پاؤں پہلے جادوگر کی مٹھیوں میں
تھے۔ اچانک پہلے جادوگر نے پیچھے ہٹ کر دوسرے
جادوگر کے پیر گھسیٹ لیے۔ وہ چاروں شانے چت
گرا اور قبل اس کے کہ وہ سنبھلے پہلے جادوگر نے
اسے چاروں طرف گھمانا شروع کر دیا۔ دوسرا جادوگر
یہ سمجھ چکا تھا کہ اس کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے
مگر اس کے پیروں کو پکڑے ہوئے پہلا جادوگر اسے
ایسے زور دار چکر دے رہا تھا کہ وہ کچھ نہ کر

سکتا تھا۔ جادو کے شعبدوں کی جھولی جو اس کے
کاندھے پر لٹکی ہوئی تھی، اس کے ایک بازو میں
الجھ کر رہ گئی تھی۔ بار بار وہ دوسرے ہاتھ سے
اس جھولی میں سے کوئی چیز نکالنے کی ناکام کوشش
کر رہا تھا۔

کئی تیز چکر دینے کے بعد پہلے جادوگر نے
اسے ایک درخت کے تنے کی سمت زور سے
پھینک دیا۔ اس کا خیال تھا کہ درخت سے ٹکرا کر
دوسرے جادوگر کا بھیجا پاش پاش ہو جائے گا۔ مگر
سر کے بجائے تنے سے اس کا پیٹ ٹکرایا۔ ٹکرانے
سے پہلے شاید اس نے اپنی سانس بھی روک لی تھی
نہ صرف یہ کہ وہ چوٹ سہہ گیا بلکہ بجلی کی سی
پھرتی سے اٹھ کر کھڑا بھی ہو گیا۔

یہ دیکھ کر پہلے جادوگر نے اپنی جھولی سے رسّی
کا ایک ٹکڑا نکالا اور اسے دوسرے جادوگر کی طرف
اچھال دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے لکڑی کی ٹانگوں کی طرح
کئی کئی گز لمبی ڈوریاں اس ٹکڑے میں سے نکلیں۔
اور لپلپاتی، بل کھاتی ہوئی دوسرے جادوگر کی طرف
بڑھنے لگیں مگر اس سے پہلے کہ اس تک پہنچ کر

وہ سب اُسے جکڑ لیتیں، دُوسرے جادُوگر نے پھرتی کے ساتھ جھولی میں سے سیندُور لگی ہُوئی ایک چھری نکالی اور ڈوریوں کے گچھے کی طرف پھینک دی۔ آنِ واحد میں چھری نے چکر کھاتے ہُوئے ساری ڈوریوں اور رسّی کے ٹکڑے کا بھوسا بنا کر رکھ دیا۔

بس اِس کے بعد سے دونوں جادُوگروں کے درمیان جادُوئی طاقت کا خوفناک مقابلہ شروع ہو گیا دونوں چالاکی، پھرتی اور جادُو میں ٹکر کے تھے۔ دونوں ایک دُوسرے پر اپنے خطرناک ترین حربے اِستعمال کر رہے تھے۔ پر کسی پر کسی کا وار کارگر نہ ہو رہا تھا۔ جیسے ہی کوئی دُوسرے پر حملہ کرتا دُوسرا فوراً ہی اُس کا توڑ کر دیتا۔ ہتھیار نشانے پر پہنچنے سے پہلے ہی تباہ ہو جاتا۔

دونوں جادُوگروں کو ایک دُوسرے کا دُشمن دیکھ کر شہزادی کو کچھ اطمینان نصیب ہُوا تھا۔ اُسے یقین ہو گیا تھا جلد ہی اِن میں سے کوئی ایک دُوسرے کے ہاتھوں مارا جائے گا اور آزادی حاصل کرنے کے لیے اُسے کسی ایک ہی جادُوگر سے نمٹنا پڑے گا۔ لیکن جب اُن کی لڑائی لمبی ہو گئی، کوئی کسی کو نقصان

نہ پہنچا سکا تو شہزادی کچھ پریشان ہو گئی۔ اُسے اندیشہ ستانے لگا کہ اپنے سارے ہُنر آزمانے کے بعد تھک ہار کر وہ کہیں واقعی ایک دُوسرے سے صُلح نہ کر لیں۔ ایسا ہونے پر اُس کی رہائی کی صُورتیں ناپید ہو جاتیں۔

اچانک شہزادی کو ایک ترکیب سُوجھ گئی۔ وہشتناک آواز میں وہ بے تحاشا زور زور سے چیخنے لگی۔ بچاؤ! بچاؤ! بچاؤ۔

پہلے جادُوگر کی شہزادی کی طرف پیٹھ تھی۔ وہ اپنے دُشمن کے آتشیں انار کو ناکارہ بنانے کے بعد اُس پر انگاروں کی برسات کرنے والا ناریل اُچھالنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ شہزادی کی چیخ پکار نے اُسے پریشان کر دیا اور وہ گردن گھما کر بنگلے کی طرف دیکھنے لگا۔ ناریل اُس کے ہاتھ ہی میں رہ گیا۔

اُس وقت دُوسرے جادُوگر کی جھولی میں ایک بھونرے اور ایک کمند کے علاوہ دُوسرا کوئی جادُوئی ہتھیار باقی نہ بچا تھا۔ موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے اُس نے فوراً بھونرے کو پہلے جادُوگر کی طرف اُڑا دیا۔ بھونرا تیر کی طرح اُڑتا ہُوا اُس کے

قریب جا پہنچا۔ بھنبھناہٹ کی آواز سُن کر پہلا جادُوگر
ایک بارگی چونکا اور پلٹ کر اپنے دُشمن کی طرف
دیکھنے لگا۔ اسی لمحے ایک سیاہ بھونرا اُسے اپنے
چہرے کے سامنے منڈلاتا نظر آیا۔ ہکا بکا ہو کر
اُس نے نگاہیں بھونرے پر جما دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے
بھونرے کی دُم سے تیز نیلی روشنی کی کرنیں نکلیں۔
اور اُس کی آنکھوں میں جذب ہو گئیں۔ وہ بینائی سے
محرُوم ہو گیا۔ اِس اچانک اُفتاد پر اُس کے حواس
جاتے رہے۔ دہشت اور پریشانی کے ساتھ وہ اپنی
آنکھیں ملنے لگا۔ ناریل پھینکنے کا ہوش نہ رہا۔

دُوسرے جادُوگر نے وقت ضائع کیے بغیر جادُوئی
کمند اُس کی طرف اُچھال دی۔ راستہ صاف تھا۔ دم
کے دم میں کمند نے سر سے پاؤں تک اُسے اِس
بُری طرح جکڑ لیا کہ وہ سانس بھی مُشکل سے لے
سکتا تھا۔ دُوسرے جادُوگر نے خوفناک قہقہہ بُلند
کیا۔ شہزادی جو کہ اب تک چیخے جا رہی تھی خاموش
ہو گئی۔ اُس نے اپنی نِگاہیں فاتح جادُوگر پر جما
دیں۔ وہ قہقہے لگاتا قدم قدم گرفتار جادُوگر کی طرف
بڑھ رہا تھا۔ ایک جگہ جُھک کر اُس نے اپنی

وہ بندر لگی ہوئی چُھری بھی اُٹھا لی جس نے
ا۔ جادُوگر کی ڈوریوں کے گچھے کی دھجیاں اُڑا دی
ں۔ شہزادی سانس روکے اُسے دیکھتی رہی۔ اُس
ا دل دھڑک رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ فاتح جادُوگر
باد گرفتار جادُوگر کو ہلاک کر دے۔ آخرکار اس کی
خواہش پُوری ہو گئی۔ فاتح جادُوگر نے قریب پہنچ
ر گرفتار جادُوگر کے مُنہ پر نفرت سے تھوکا اور
ہو بے رحمی کے ساتھ چُھری اُس کے حلق پر پھیر
دی۔ جس کے بعد اُس کی لاش زخمی پرندے کی
ارح زمین پر پھڑپھڑانے لگی۔ فاتح جادُوگر اُس سے
نہ موڑ کر فخر کے ساتھ شہزادی کی طرف دیکھنے لگا۔

اچانک سارا ماحول تاریکی میں ڈوب گیا۔ زوردار
آندھی چلنے لگی۔ سسکیوں اور آہوں کے شور سے جنگل
ماتم کدہ محسوس ہونے لگا۔ کچھ دیر بعد یہ شور ختم ہوا
تو آواز آئی "آہ! مجھے ہلاک کیا۔ میرا نام خائن جادُو
تھا۔"

تاریکی دُور ہونے پر شہزادی یہ دیکھ کر پریشان ہو
گئی کہ وہ اور فاتح جادُوگر ایک کُھلے میدان میں
آمنے سامنے کھڑے ہیں۔ جس بنگلے میں وہ قید تھی

وہ اُس جادوگر کے مرتے ہی غائب ہو گیا تھا۔ اِس
کا یہ مطلب تھا کہ وہ بنگلہ جادو کا تھا اور
اُسے مرنے والے نے اپنی جادو کی طاقت سے
بنایا تھا۔ شہزادی اب اپنے منصوبے کے مطابق چُھپ
کر اِس جادوگر کو ہلاک نہ کر سکتی تھی۔ خوف اور
بے بسی کے ساتھ وہ اِس خونخوار کو دیکھنے لگی۔
اور دِل ہی دِل میں اپنے بچاؤ کے لیے دُعائیں
مانگنے لگی۔

فاتح جادوگر کے دِل میں پہلے ہی بے ایمانی کا
خیال آ چکا تھا۔ اب جو اُس نے شہزادی کو
غور سے دیکھا تو دِل میں پکّا فیصلہ کر لیا کہ
شہنشاہ افراسیاب کے سامنے پیش کرنے کے بجائے
وہ اُسے لے کر کہیں چلا جائے گا۔ اُس نے
شہزادی کے قریب پہنچ کر ادب سے سلام کیا
اور خوشامدانہ لہجے میں کہنے لگا۔

آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ میں آپ کو کوئی
نقصان نہ پہنچاؤں گا۔ مجھے اپنا وفادار خادم سمجھیے۔
یہاں رُکنا خطرناک ہے۔ میرے ساتھ چلیے۔ میں آپ
کو ایسی جگہ رکھوں گا جہاں زندگی بھر آپ کو کوئی

تکلیف نہ ہو گی۔ شہنشاہ افراسیاب کا کوئی جادوگر
ابھی آپ تک نہ پہنچ سکے گا۔"

"نہیں، میں کہیں نہ جاؤں گی"۔ شہزادی نے روتے
ہوئے کہا۔ "میری مدد کرنا چاہتے ہو تو مجھے میرے حال
پر چھوڑ دو یا شہزادہ اسد کو ڈھونڈ نکالو۔"

"ضد نہ کیجیے" جادوگر نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اگر
شہنشاہ کا بھیجا ہوا کوئی اور جادوگر اِدھر نکل آیا،
اُس نے آپ کو اور مجھے دیکھ لیا تو پھر میں بھی
اِس بات پر مجبور ہو جاؤں گا کہ آپ کو گرفتار کر
کے شہنشاہ کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ شہزادہ اسد
کو بھول جائیے۔ وہ جہاں بھی ہوا جلد پکڑا جائے گا
اور شہنشاہ سے عبرت ناک سزا پائے گا۔"

شہزادی جوش میں آ کر للکاری۔ "ذلیل کُتّے! تیری
یہ مجال کہ شہزادے کی شان میں گستاخی کرے۔ زبان
بند کر۔"

شہزادی کے یہ تیور دیکھ کر جادوگر سمجھ گیا
کہ لالچ، خوف یا زبردستی سے وہ ہرگز قابو میں نہ
آئے گی۔ وہ خاموش ہو گیا۔ اب اُس نے جادو
کے زور سے شہزادی کو تابع کرنے کا فیصلہ کیا۔

شہزادی اُس کی خاموشی کا مطلب نہ سمجھ پائی تھی کہ
اُس نے چپکے چپکے کچھ منتر پڑھ کر شہزادی کی
طرف پھونک ماری۔ آناً فاناً شہزادی کے دِل و
دماغ کی حالت تبدیل ہو گئی اور وہ پچھلی باتیں
ساری بھول گئی۔ جادوگر کا دِل خوشی سے پھول گیا۔
اُسے اپنے پیچھے آنے کا اِشارہ کر کے وہ ایک
سمت تیزی سے قدم اُٹھانے لگا۔ شہزادی بھی اُس
کے پیچھے ہو لی۔

اب ذرا شہزادہ اسد کا حال سُنیئے۔ شہزادی
مہ جبین اور دِل آرام کو چھوڑ کر وہ جنگل میں گیا
تو جلد ہی اُسے ایک ہرن نظر آ گیا۔ خُدا کا
شُکر ادا کر کے شہزادے نے اُس پر تیر چلا دیا۔
نشانہ کامیاب رہا۔ تیر ہرن کی گردن میں ترازُو ہو
گیا۔ شہزادے کو یقین ہو گیا کہ شکار چند قدموں سے
زیادہ آگے نہ جا سکے گا۔ پلک جھپکتے میں ڈھیر ہو
جائے گا اور ہُوا بھی کچھ ایسا ہی۔ تیر لگتے ہی
ہرن اُچھلا اور حواس باختہ ہو کر گھٹنوں کے بل
گِر پڑا۔ ماتھا زمین پر ٹیک دیا۔ شہزادہ اطمینان کے
ساتھ اُس کی طرف بڑھنے لگا۔ لیکن ابھی وہ اُس

زیادہ قریب نہ پہنچ پایا تھا کہ اچانک ہرن اُٹھا اور
ساک کھڑا ہُوا۔ شہزادے نے خیال کیا کہ شاید
ابھی اس میں کچھ دم باقی ہے۔ بس اِتنا کہ آٹھ
دس گز سے زیادہ دُور تک نہ بھاگ سکے گا۔ اُس
نے تیز دوڑ کر ہرن کا پیچھا کرنا غیر ضروری سمجھا۔ مگر
جب وہ دیکھتے ہی دیکھتے پندرہ بیس گز آگے جا کر
جھاڑیوں میں گُم ہو گیا تو شہزادہ جھنجھلا کر اُس کے
پیچھے دوڑا۔ اِس کے بعد ہرن اور شہزادے کے درمیان
بھاگنے اور پیچھا کرنے کا سِلسلہ شروع ہو گیا۔ ہرن
بھاگ کر کسی محفوظ جگہ پہنچ جاتا تو گھٹنوں کے بل
بیٹھ کر پیشانی زمین پر رگڑنے لگتا۔ شاید اِس سے
اُسے گردن میں پھنسے ہُوئے تیر کے زخم کی تکلیف سے
کچھ آرام مِلتا مگر جب شہزادہ بھاگتا ہُوا اُس کے
قریب جا پہنچتا تو وہ پھر چھلانگیں بھرنے لگتا۔
اس کی گردن کے زخم سے خُون برابر بہہ رہا تھا
مگر کم کم۔

کافی دیر تک ہرن کے پیچھے بھاگتے رہنے کے بعد
جا کے شہزادہ کہیں اصل مُعاملہ سمجھ پایا۔ بات یہ ہُوئی
تھی کہ ایک تو ہرن کا نرخرہ تیر کی زد میں نہ آیا

تھا۔ دوسرے تیر کے گردن میں اٹکے رہنے کی وجہ سے
دونوں جانب کے زخموں کے منہ بھی بند تھے۔ یوں
زیادہ خون نہ بہ سکتا تھا۔ تنگ آکر شہزادے نے
اُس پر ایک اور تیر پھینکا۔ یہ نشانہ کارگر ثابت ہوا۔
تیر ہرن کے دل میں اٹک کر رہ گیا۔ بس ایک ہی
اُچھال لینے کے بعد وہ پہلو کے بل گرا اور تڑپنے
لگا۔ شہزادہ دوڑ کر اُس کے قریب جا پہنچا اور جاتے
ہی خنجر اُس کے حلق پر پھیر دیا۔

شکار اُسے مل گیا تھا مگر اب اُس کی سمجھ میں
یہ نہ آ رہا تھا کہ وہ جائے تو کدھر جائے! بھاگ
دوڑ میں دائیں بائیں، آگے پیچھے اُس نے اتنے چکر
کھائے تھے کہ واپسی کے لیے صحیح سمت نہ طے کر
سکتا تھا۔ شہزادی کی بھوک اور پریشانی کے خیال نے
اُسے سوچنے سمجھنے کی زیادہ مہلت نہ دی۔ ہرن کو
پیٹھ پر لاد کر وہ اندازے سے ایک طرف کو چل دیا۔
اِس کے بعد جدھر دل گواہی دیتا، اُدھر مڑ جاتا۔ جہاں
شک گزرتا وہاں سے واپس پلٹ پڑتا۔

چڑھتے چڑھتے سورج سر پہ آ گیا اور پھر ڈھلنے بھی
لگا۔ مگر وہ جنگل ہی میں بھٹکتا رہا۔ آخر کار بھوک

اس اور تھکن نے اُسے نڈھال کر دیا۔ مجبور ہو کر
م لینے کے خیال سے وہ ایک جھاڑی کے نیچے
ٹ گیا۔ جس مقام پر وہ اِس وقت تھا۔ وہاں دور
دور تک چاروں طرف جھاڑیاں ہی جھاڑیاں تھیں اور
مین ہموار تھی۔ کافی دور ایک جانب ٹیلوں کا ایک
با سلسلہ نظر آتا تھا، جس میں سے ہو کر ایک
ھلوان پگڈنڈی اِس میدان کی طرف آتی تھی۔ شہزادے
ی تکان پوری طرح دور نہیں ہوئی تھی لیکن وہ وقت
و گزرتے دیکھ کر ہڑبڑا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سورج
ڈوبنے سے پہلے پہلے شہزادی تک پہنچ جانا چاہتا
تھا۔ اُس نے اِرد گرد کا جائزہ لیا اور پھر دل کی
گواہی پر ٹیلے والی پگڈنڈی کی طرف بڑھنے لگا۔

آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کرنے کے بعد اچانک
اُس کے قدم خود بخود رک گئے۔ ایک چھوٹا سا
مٹیالا سانپ اُس سے چند فٹ آگے لہراتا چلا جا
رہا تھا۔ اگر وہ رک نہ جاتا تو یقیناً اُس کا دوسرا
قدم سانپ کی دُم پر پڑتا۔

یہ ناگہانی آفت ٹل جانے پر اُس نے خدا کا
شکر ادا کیا۔ البتہ اچانک اُس کے دل میں یہ وہم

پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ غلط راستے پر تو نہیں جا رہا ہے۔ آگے بڑھنے کا آخری فیصلہ کرنے کے لیے وہ چند قدم چل کر پھر ٹھہر گیا اور بڑے غور سے اِرد گِرد کا جائزہ لینے لگا۔

ابھی وہ کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ اُس کی نگاہ پگڈنڈی کے اُس حصّے پر جم کر رہ گئی جہاں سے وہ ٹیلے کے اندر غائب ہو جاتی تھی۔ اچانک وہاں اُس کو ایک خوفناک شخص کھڑا نظر آیا جو پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا، جیسے کسی دُوسرے آنے والے کا اِنتظار کر رہا ہو۔ شہزادہ چونک کر فوراً ایک جھاڑی کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا اور اُس شخص پر نگاہیں جما دیں۔ چند لمحوں بعد خوفناک شخص نے گردن موڑی اور اِطمینان کے ساتھ پگڈنڈی سے نیچے اُترنے لگا۔ شہزادہ اُس سے نگاہیں ہٹا کر مسلسل پگڈنڈی کے آخری سرے کی جانب دیکھتا رہا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک نوجوان عورت ٹیلے کی اوٹ سے سامنے آئی اور پھر سنبھل سنبھل کر ڈھلواں پگڈنڈی طے کرنے لگی۔ جو کچھ شہزادے نے دیکھا اُسے اُس پر یقین نہ آ رہا تھا۔ حیرت اور جوش کے سبب

اس کا عجیب حال ہو رہا تھا۔ آگے چلنے والا شخص اپنی وضع قطع سے کوئی جادُوگر معلوم ہو رہا تھا اور اس کے پیچھے آنے والی عورت شہزادی مہ جبین کے سوا کوئی اور نہ تھی۔

وہ جس طرح جادُوگر کے پیچھے لگی چلی آ رہی تھی، اس سے یہ وہم تک نہ کیا جا سکتا تھا کہ وہ قیدی ہے اور خوف زدہ ہے۔ یہ دیکھ کر شہزادہ زیادہ دیر اپنے آپ پر قابو نہ پا سکا۔ جھاڑیوں کی اوٹ میں رہتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ اس مقام پر جا پہنچا جہاں سے پگڈنڈی اُس ہموار میدان میں آ کر لا تعداد جھاڑیوں کے اِردگرد گُم ہو جاتی تھی۔ جادُوگر اُس وقت ڈھلان طے کر چکا تھا اور پیچھے مُڑ کر شہزادی مہ جبین کو اُترتا دیکھ رہا تھا۔

موقع سے فائدہ اُٹھا کر شہزادہ ایک جھاڑی کی اوٹ میں چھپ گیا۔ اُس کا دِل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ پھر اُس نے سوچا ممکن ہے یہ جادُوگر شہزادی کا وفادار غلام ہو۔ دونوں کسی محفوظ جگہ پہنچ کر مجھے تلاش کرنے کا اِرادہ رکھتے ہوں۔ مگر یہ بات اُس

کی سمجھ میں نہ آئی کہ اگر ایسا ہی ہے تو دل آرام
ان کے ساتھ کیوں نہیں ہے؟"

جوش میں آ کر اُس نے ایک تیر کمان میں
جوڑا اور نشانہ لے کر چلّا کھینچا۔ وہ تیر چھوڑنے
ہی والا تھا کہ عین اُسی وقت اُسے کچھ ایسا
محسوس ہوا جیسے شہزادی اپنے آپے میں نہیں ہے۔
اُس کی آنکھوں میں کچھ ایسی کیفیت دکھائی دے
رہی تھی جیسے وہ کسی آسیب کے اثر میں ہو۔
شہزادے نے تیر روک لیا۔ جادوگر اُس کے سامنے
ہی سے ہو کر گزرا تھا۔ شہزادی بھی اسی راستے پر
آ رہی تھی۔ اُس نے شہزادی کو قریب سے دیکھنے
اور اِس کے بعد کوئی فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا۔

جلد ہی شہزادی اُس جھاڑی کے قریب آ گئی۔
جس میں شہزادہ چھپا ہوا تھا۔ اس موقع پر
شہزادے نے اپنا سر جھاڑی سے باہر نکال کر
شہزادی کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ شہزادی نے رُکے بغیر
ایک کھوئی کھوئی سی اُچٹتی نظر اُس کے چہرے پر
ڈالی اور آگے بڑھ گئی۔ شہزادے کو سو فی صد
یقین ہو گیا کہ جادوگر نے اُس پر سحر کر رکھا

ہے۔ اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ ایک لمحہ ضائع
کیے بغیر وہ اُٹھا اور تیر کمان لیے جادوگر کے
پیچھے دوڑ پڑا۔

جادوگر اُس کے قدموں کی آواز سن کر چونکا۔ وہ
سمجھا کسی اندیشے سے شہزادی نے دوڑ لگائی ہے۔
اُس نے مُڑ کر پیچھے دیکھا تو اُس کی آنکھیں کھلی کی
کھلی رہ گئیں۔ شہزادہ اسد اُسے اپنے تیر کا نشانہ
بنانے پر تُلا ہوا تھا۔ اُس سے چند قدم کے فاصلے
پر شہزادی مہ جبین اُسے کھوئی کھوئی نگاہوں سے
دیکھ رہی تھی۔ جادوگر نے بچاؤ کے لیے کوئی منتر
پڑھنا شروع کیا مگر اُس کے لب ہلے ہی تھے کہ
شہزادے کا چھوڑا ہوا تیر سنسناتا ہوا آیا اور اُس
کے دل میں پیوست ہو گیا۔ ایک خوفناک چیخ اُس
کے منہ سے نکلی اور وہ خاک و خون میں تڑپنے لگا۔
پھر وہی ہوا جو ہر جادوگر کے مرنے کے بعد ہوتا
ہے۔ آندھی چلی۔ تاریکی چھائی۔ چیخ پکار ہوا کی اور
آخر میں صدا آئی "آہ! مجھے خاک میں ملایا۔ میرا
نام ظالم جادو تھا۔"

جادوگر کے مرتے ہی اُس کا جادو بھی اثر کھو

بیٹھا۔ شہزادی مہ جبین ہوش میں آ گئی اور اُس نے
شہزادے کو پہچان لیا اور دِل آرام کی روانگی سے
لے کر دُوسرے جادُوگر سے ہونے والی تکرار تک
اپنی ساری رُوداد کہہ سُنائی۔ اُسے اِس بات کا قطعی
پتا نہ تھا کہ جادُوگر نے اُس پر سحر کر دیا تھا اور
وہ اِس جگہ تک اُس کے ساتھ ہی پہنچی ہے۔
جب اسد نے اُسے اپنی آپ بیتی سُنانے کے بعد
یہ بات بتائی اور جادُوگر کی لاش دِکھائی تو شہزادی
سناٹے میں آ گئی۔ یہ تصوّر کر کے اُس کا دِل بیٹھنے
لگا کہ وہ ایک ملعون جادُوگر کے قبضے میں آ
گئی تھی۔ شہزادہ اُس کی یہ حالت دیکھ کر سہم گیا۔
وہ اُسے سمجھانے لگا۔
"اب گزری باتوں کو یاد کر کے صدمہ نہ کرو۔
اِس میں بھی ہماری اچھائی تھی۔ اگر تُمھارے ساتھ یہ
سب کچھ نہ ہوتا تو تُم ہرگز یہاں تک نہ پہنچ
پاتیں۔ اب افسوس صرف اِس بات کا ہے کہ
دِل آرام ہمارے ساتھ نہیں۔ خُدا جانے اُس غریب
پر کیا گزری۔ وہ کہاں اور کس حال میں ہے"۔
"ہائے! دِل آرام کو تو میں بھول ہی گئی تھی"۔

شہزادی نے چونکتے ہُوئے کہا۔ "بے چاری! وہ تُمھیں
ڈھونڈنے نکلی تھی۔ اب ہم دونوں مِل کر اُسے
ڈھونڈیں گے۔ جب تک نہ مِل جائے گی اِس جنگل
کو چھوڑ کر نہ جائیں گے"۔
اِس گفتگو کے بعد دونوں ٹیلا پار کر کے ایک
چشمے کے کنارے جا پہنچے۔ شکار کیے ہُوئے ہرن کی
کھال اُتاری، گھاس پھُوس اکٹھا کر کے الاؤ جلایا۔
اور گوشت بھوننے لگے۔ وہ سمجھتے تھے کہ خطرہ گزر
چکا ہے۔
سُورج ڈُوبنے میں ابھی خاصا وقت تھا لیکن
انھوں نے طے کر لیا تھا کہ اِرد گرد آگ جلا کر
رات وہ اِسی جگہ گزاریں گے۔ تھکن اُن پر غالب
آ چکی تھی۔ اِس حالت میں زیادہ آرام دِہ اور
محفوظ جگہ تلاش کرنے کا ان میں حوصلہ نہ رہا تھا۔
وہ اِس بات سے قطعی غافل تھے کہ جادُوگر
کے مرنے پر جو ہنگامہ مچا تھا، اُس نے جنگل
میں بھٹکنے والے دو افراد کو اُن کی طرف مُتوجّہ کر
دیا تھا۔ اُن میں ایک تھی دِل آرام، دُوسرا تھا
شعلہ جادُو۔ افراسیاب کے روانہ کیے ہُوئے لوگوں

میں سب سے زیادہ خطرناک جادوگر، دونوں مختلف سمتوں
میں تھے اور اپنی اپنی جگہ سے اس طرف بڑھ رہے
تھے جہاں اس وقت شہزادی اور شہزادہ موجود تھے
الاؤ سے اٹھنے والا دھواں ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔

الاؤ کے قریب پہلے دل آرام پہنچی۔ شہزادے اور
شہزادی کو دیکھ کر وہ خوشی سے چیختی ہوئی ان کی
طرف بھاگی۔ وہ دونوں اسے پا کر بے حد خوش ہوئے
لیکن ابھی وہ ایک دوسرے کو اپنی آپ بیتی نہ سنا
پائے تھے کہ شعلہ جادو بھی آ پہنچا۔ پہلی ہی نظر
میں وہ ان تینوں کو پہچان گیا۔ اتفاق سے شہزادے
کی بھی اس پر نگاہ پڑ گئی۔ فوراً ترکش سے تیر نکال
کر کمان میں جوڑا لیکن قبل اس کے کہ وہ کمان
کو کھینچتا، شعلہ نے کوئی منتر پڑھ کر ان کی طرف
پھونک دیا۔ جو جس حالت میں تھا اسی حالت میں
سن ہو کر رہ گیا۔ شعلہ قہقہہ لگاتا ان کے قریب
پہنچا، طلسمی جال جھولی سے نکال کر پھیلایا۔ تینوں
کو اس میں باندھا اور پھر جال کو کاندھے پر ڈال
کر اڑتا ہوا شہنشاہ افراسیاب کی سمت چل دیا۔

کاغذ کی چڑیا

اب شہزادہ، شہزادی اور دل آرام کو تو ان
کے حال پر چھوڑیے، شعلہ جادو کو انھیں گرفتار
کیے اڑنے دیجیے اور کچھ حال ان عیارانِ نامدار کا
سنیے جو الگ الگ طلسم ہوش ربا کی حد میں
داخل ہوئے تھے۔ اگر آپ ان کے نام بھول
گئے ہوں تو پھر سے یاد کر لیجیے۔ ایک تھا
ضرغام شیر دل، دوسرا تھا مہتر قران، تیسرا عیار
مہتر قران کا بیٹا جانسوز، چوتھا برق فرنگی اور
پانچواں عیار ان سب کا استاد عمرو تھا۔

مختلف سمتوں سے طلسم ہوش ربا میں داخل ہو
کر پانچوں عیار آگے بڑھتے گئے۔ کہیں انھوں نے
دریا پار کیے، کہیں پہاڑ۔ کہیں ان کی راہ میں
سبزہ زار آئے، کہیں بنجر بیابان، کہیں شہر، کہیں
دیہات۔ چونکہ ان سب نے جادوگروں کا بہروپ

اِختیار کر رکھا تھا اِس لیے کہیں بھی کسی نے انھیں
نہ ٹوکا۔ جہاں چاہتے گھومتے پھرتے۔ جدھر جانا
چاہتے چلے جاتے۔

اِتفاق سے عمرو ایک ایسی جگہ جا نِکلا جسے دیکھ
کر اُس کے قدم خود بخود رُک گئے۔ حیرت، خوشی
اور لالچ سے اُس کا عجیب حال ہُوا۔ بات ہی کچھ
ایسی تھی۔ اُس کے سامنے اپنی قسم کا ایک انوکھا
جنگل تھا جس میں دُور دُور تک نظر آنے والے
سارے چھوٹے بڑے درخت چاندی کے تھے۔
اور زمین پر گھاس کے بجائے ہر طرف مُقیش یعنی
سونے چاندی کے تار لہلہاتے دِکھائی دے رہے تھے۔
بھلا ایسے قیمتی جنگل پر ہاتھ صاف کیے بغیر عمرو آگے
کیسے جا سکتا تھا۔ کرامتی زنبیل تو اُس کے پاس تھی
ہی۔ اُس میں تو بہت کچھ سما سکتا تھا۔

لالچ میں آ کر اُس نے درختوں کو جڑ سے
اُکھاڑنے کی بھرپور کوشش کی۔ جتنے ہُنر اور اوزار
وہ اِستعمال کر سکتا تھا سب کر ڈالے لیکن ناکام رہا۔
جھنجھلا کر شاخیں کاٹنے پر جُٹ گیا۔ یہ کوشش بھی
رائگاں گئی۔ مجبوراً اُس نے مُقیش ہی کو غنیمت جانا۔

زنبیل سے قینچی نکالی اور کاٹ کاٹ کر مُقیش کا
ڈھیر لگانے لگا۔ اِس دُھن میں اُسے کسی دُوسری
بات کا ہوش نہ رہا۔ کچھ دیر بعد اچانک اُس کے
کان میں آواز آئی۔

"خبردار اے عمرو! تیری قضا آ پہنچی۔ مرنے کے
لیے تیار ہو جا۔"

عمرو نے سر اُٹھا کر دیکھا تو ایک خوفناک جادوگر
کو اپنے قریب کھڑا پایا۔ چمچماتا ہُوا خنجر اُس کے
ہاتھ میں تھا اور اُس کی آنکھوں سے خون ٹپکتا
تھا۔

خطرے کو سر پر محسوس کر کے عمرو نے حسرت کے
ساتھ مُقیش کے ڈھیر کی طرف دیکھا اور بھاگ جانے
کے لیے چھلانگ لگائی۔ جادوگر نے مُہلت نہ دی۔
فوراً ہی کچھ پڑھ کر اُس کی طرف پھونکا۔ دُوسرے
ہی لمحے زمین نے عمرو کے پاؤں جکڑ لیے۔ بے بس
ہو کر وہ جوں کا توں کھڑا رہ گیا۔ جادوگر نے
فاتحانہ قہقہہ لگایا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہُوا
بولا۔

"اے عمرو! سُنا تھا تُو بڑا چالاک ہے مگر نرا

گاؤدی نکلا۔ چاندی کا یہ جنگل میں نے تیرے پھانسنے
کو بنایا تھا۔ بول مات کھا گیا نا؟"

عمرو نے اُسے شک میں مبتلا کرنے کے لیے
احتجاج کرتے ہوئے کہا۔ "اے بھائی! میں عمرو نہیں،
گھسیارا ہوں۔ عقل سے کام لو۔ ایسا نہ ہو تم مجھ
سے اُلجھے رہو اور عمرو بچ کر نکل جائے۔ کوئی
چار سو گز پیچھے کی طرف میں نے ایک آدمی کو
چاندی کے درخت پر چڑھتے دیکھا تھا۔ وہی عمرو
ہو گا۔ کہیں اُس کے دھوکے میں مجھ غریب بے گناہ
کے خون سے ہاتھ نہ رنگنا۔"

"تم جھوٹ بولتے رہو" جادوگر نے غصے سے خنجر
بلند کرتے ہوئے کہا۔ "تمھی عمرو ہو۔ شہنشاہِ طلسم
مجھے تمھاری خبر دے چکا ہے۔ میرے خنجر کی پیاس
اب تمھارے ہی خون سے بجھے گی۔"

"کوئی پروا نہیں۔ مار ڈالو۔" عمرو نے اُسے دھمکاتے
ہوئے کہا۔ میں بے بس ہوں۔ تمھارا وار نہیں روک
سکتا۔ لیکن یاد رکھو! میری بیٹی ملکہ حیرت کی
کنیز ہے اور تم خوب جانتے ہو کہ ملکہ حیرت
شہنشاہِ طلسم افراسیاب کی چہیتی بیگم ہے۔ اگر تم

مجھے قتل کر دیا تو میری بیٹی تمہیں بھی زندہ
رہنے دے گی۔"

"تو مجھے مکر نہیں دے سکتا" جادوگر نے عمرو
ل طرف لپکتے ہوئے کہا۔ میں ضرور تجھے قتل کروں گا۔
ہاں مرنے سے پہلے سُن لے۔ میرا نام مقرنس جادو
ہے۔ آج تک کوئی مجھے دھوکا نہیں دے سکا ہے۔"

"بھائی مقرنس! ذرا ٹھہرنا" اچانک ایک قریبی درخت
ل جانب سے آواز آئی۔

مقرنس اور عمرو دونوں حیرت کے ساتھ اُس طرف
دیکھنے لگے۔ آواز دینے والا ایک جادوگر معلوم ہوتا
تھا۔ کندھے میں جھولی لٹکی تھی۔ گلے میں سانپ لپٹے
ہوئے تھے۔ کانوں میں مُندرے پڑے تھے۔ بدن میں
ایک ڈھیلا ڈھالا پیرہن تھا اور چہرے پر رنگا رنگ
لکیریں بنی تھیں۔

مقرنس کے قریب پہنچتے ہوئے اُس نے کہا: "سامری
کا شکر ہے، میں عین وقت پر پہنچا۔"

"کیا مطلب؟ کون ہو تم؟" مقرنس نے اُسے گھورتے
ہوئے کہا۔

"میں ناگ دیش کے جادوگروں کا ایک سردار ہوں۔"

آنے والے نے جواب دیا۔ "یہ آدمی جسے تم قتل
کرنے والے تھے، میرے یہاں سے شیش ناگ کا
من چرا لایا ہے۔ پتا نہیں اس کے پاس ہے یا
اس نے بیچ دیا ہے۔ میرے پاس کُل دو ہی
من تھے۔ انھی پر میری سرداری چلتی تھی۔ اگر دوسرے
کا پتا نہ چلا تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ مہربانی
کر کے اس سے پوچھو۔"

یہ کہہ کر آنے والے جادوگر نے جھولی سے
ایک جھلملاتا ہوا شیشے کا انڈا نکالا اور مقرنس کی
طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "دیکھو۔ بالکل ایسا ہی من تھا۔"
شیش ناگ کا من جادوگروں میں ویسا ہی سمجھا
جاتا تھا جیسے بادشاہوں میں کوہِ نور ہیرا۔ مقرنس نے
فوراً وہ انڈا اجنبی جادوگر کے ہاتھ سے لے لیا۔
اور للچائی ہوئی نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے
بولا۔ "سچ؟ کیا یہ شیش ناگ کا من ہے؟ بھئی واہ!
کیا چمک دمک ہے۔"

"ابھی کیا ہے،" اجنبی جادوگر نے فخر سے کہا۔ "ذرا
اسے منہ کی بھاپ دے کر دیکھو۔ آنکھیں چکا چوند
نہ ہو جائیں تو کہنا۔ اصلی شیش ناگ کا من اسی طرح

...جاتا ہے۔"

مقرنس یہ سنتے ہی من کو منہ کی بھاپ دینے لگا۔
... بھاپ دے کر ابھی اس نے من کو منہ سے
... نہ ہٹایا تھا کہ وہ ایک دم دو ٹکڑے ہو گیا۔
... اس کے اندر سے نیلے رنگ کا ایک دھواں
...ا غبار نکل کر اس کے منہ اور ناک کے اندر
... گھسا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ چکرا کر گرا اور بے ہوش
... گیا۔ عمرو حیرت اور پریشانی کے ساتھ اجنبی
...دوگر کو دیکھنے لگا تو اس نے سینہ پھلا کر نعرہ
...ند کیا۔

قیامت ہوں، بلائے بے اماں ہوں
غضب ہوں، قہر ہوں، برقِ تپاں ہوں
نرالے ہیں مری حکمت کے پھندے
میں عیارِ زماں، مہتر قراں ہوں

عمرو خوشی سے چیخ پڑا۔ "شاباش! بیٹے شاباش!
... جیسے شاگردوں پر میں ہمیشہ فخر کروں گا۔"

مہتر قران نے عمرو کی جانب دیکھتے ہوئے ادب
... سر جھکایا اور پھر خنجر نکال کر آنِ واحد میں
... کا کام تمام کر دیا۔ مقرنس کے مرنے سے

اُس کا تمام جادُو بھی بے اثر ہو گیا۔ عمرؔو کے پیر
زمین کی گرفت سے آزاد ہو گئے۔ مُقیش کی گھاس
اور چاندی کا جنگل غائب ہو گیا۔ آندھی، تاریکی
اور چیخ و پُکار کے بعد عمرؔو اور مہتر قِران نے
خُود کو ایک ویران بیابان میں ایک دُوسرے کے
سامنے کھڑا پایا۔ دونوں بے اِختیار ایک دُوسرے
سے لپٹ گئے۔ عمرؔو نے مہتر قِران کی پیشانی کا بوسہ
لیتے ہوئے کہا۔

"اگر تُم نہ آتے تو شاید آج میں ہلاک ہو جاتا۔"

"اُستاد! جب تک خُدا کو آپ کی زندگی منظور ہے
کوئی نہیں مار سکتا۔" مہتر قِران نے کہا۔ "میں بہت
دیر سے مقرنس کی تاک میں تھا۔ مجھے کیا پتا تھا
کہ وہ آپ کو پھانسنے کے چکر میں ہے۔ درخت
کے پیچھے سے میں آپ کی اور اُس کی باتیں سُنتا
رہا تھا۔ تبھی مجھ کو معلوم ہوا کہ اُس نے آپ کو
گرفتار کر لیا ہے اور قتل کر دینے پر تُلا ہوا
ہے۔"

"خیر، کوئی بات نہیں۔ گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ
جنگ میں۔" عمرؔو نے جھینپ مٹاتے ہوئے کہا۔ "کمبخت

چاندی اور مُقیش کے لالچ نے مجھے غافل کر دیا
تھا۔"

مہتر قِران مُسکرایا اور بات بدلتے ہوئے بولا۔ "میرے
لیے اب کیا حکم ہے اُستاد؟"

"بس بیٹا! اپنی پسند کی راہ لو۔" عمرؔو نے اُس کی
پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا۔ "خُدا ملائے گا تو پھر ملیں گے۔"

مہتر قِران نے ادب سے سر جھکایا اور سلام کر
کے اُچھلتا کُودتا ایک طرف کو چل دیا۔ وہ نِگاہوں
سے اوجھل ہو گیا تو عمرؔو نے بھی اپنی راہ لی۔ ہرن
کی طرح چھلانگیں لگاتے ہوئے اُس نے بیابان کو
پار کیا۔ اِس کے بعد اُسے ببُول کا ایک گھنا جنگل
ملا۔ سارا راستہ خطرناک کانٹوں سے اَٹا پڑا تھا مگر
جوں توں وہ اس جنگل سے بھی گزر گیا۔ اب اُس
کے سامنے ایک لق و دق ریگستان تھا جس کے بیچ
میں بہت دُور ایک دُھندلا سا دھبّا دکھائی دے
رہا تھا۔

مقرنس جادُو کو عمرؔو کی آمد کی اِطّلاع اور اُس کے
ہلاک کرنے کا حکم دینے کے بعد شہنشاہِ افراسیاب
بے چینی کے ساتھ نتیجے کا اِنتظار کر رہا تھا۔ مقرنس

بہت چالاک جادوگر تھا۔ شہنشاہ کو بھروسا تھا کہ وہ عَمرو کے دھوکے میں نہ آئے گا اور قابو پاتے ہی اُسے ہلاک کر ڈالے گا مگر جب اُسے عَمرو کے بجائے مقرنس کے ہلاک ہونے کی خبر ملی تو اُسے سخت غصّہ آیا۔ اُسی عالم میں اُس نے کتاب سامری اُٹھا کر عَمرو کا حال معلوم کیا تو پتا چلا کہ وہ تنِ تنہا نخلستانِ زرخشاں کی جانب بڑھا چلا جاتا ہے۔

افراسیاب نے کتاب بند کر کے مقرنس کے عزیز جادوگروں کو حکم دیا کہ جا کر مقرنس کی لاش اُٹھا لائیں اور اُس کے قاتل کو تلاش کریں۔ یہ حکم دے کر اُس نے تالی بجائی۔ فوراً ایک پُتلا اُس کے سامنے حاضر ہو گیا۔ ایک خط لکھ کر پُتلے کے حوالے کرتے ہوئے افراسیاب نے حکم دیا: "یہ نامہ لے جا کر نخلستانِ زرخشاں کے ساحر مہتاب جادو کو دے آ۔" پُتلے نے ادب کے ساتھ نامہ افراسیاب کے ہاتھ سے لیا اور اُڑتا ہوا ایک طرف کو چلا گیا۔

اُدھر نخلستانِ زرخشاں میں مہتاب جادو اپنے بنگلے کے باغ میں جادوگروں کا دربار لگائے بیٹھا تھا۔ اُس کے بنگلے کے دروازے کے اُوپر کاغذ کا ایک

[ٹکڑا] چپکا ہوا تھا۔ تھا تو کاغذ ہی مگر جادو کے [اثر] سے وہ اِس طرح چمک رہا تھا کہ آسمانی چاند [بھی] اُس کے سامنے شرمندہ تھا۔ باغ کا چپّا چپّا اُس [کی] چمک سے روشن تھا۔

اچانک ایک پُتلا اُڑتا ہوا آیا اور مہتاب کے [س]امنے کھڑے ہو کر ایک کاغذ اُس کی طرف بڑھا [د]یا۔ مہتاب سمجھ گیا کہ پُتلا شہنشاہِ طلسم افراسیاب کا [بھی]جا ہوا ہے۔ کوئی خاص فرمان لایا ہے۔ اُس نے [ن]امہ پُتلے کے ہاتھ سے لیا اور بیٹھ کر پڑھنے لگا۔ [لک]ھا تھا۔

"اے مہتاب! عَمرو اور اُس کے چار دُوسرے شاگرد [تی]ری حد میں پہنچنے والے ہیں۔ یہ سب امیر حمزہ کے [و]فادار اور خطرناک عیّار ہیں۔ اُن میں سے ایک مکّاری [س]ے مقرنس جادو کو ہلاک کر چکا ہے۔ پس تُو ہوشیار [ہ]و جا۔ نہ صرف اپنے آپ کو بچا بلکہ انھیں جلد از جلد ہلاک یا گرفتار بھی کر۔"

نامہ پڑھتے ہی مہتاب جادو نے پُتلے کے سامنے [سر] جھکایا۔ یہ اِس بات کا اِشارہ تھا کہ حکم کی [پ]وری پوری تعمیل کی جائے گی۔ پُتلا اُڑ کر واپس چلا

گیا۔ اُس کے غائب ہوتے ہی مہتاب نے بھی دربار
برخاست کیا۔ جادُوگروں کو ہدایت کی کہ وہ بنگلے
کے چاروں طرف پھیل جائیں۔ ایک لمحے کے لیے بھی
غافل نہ ہوں۔ پُوری چوکسی کے ساتھ پہرا دیں۔ ہر
آنے والے پر نظر رکھیں اور جو آدمی بھی مشکوک نظر
آئے گرفتار کر کے پیش کریں۔

پہرے داروں کو یہ تاکید کر کے مہتاب بنگلے کے
اندر گیا۔ کمرۂ خاص میں پہنچ کر اُس نے کاغذ کی کچھ
چڑیاں بنائیں اور جادُو پڑھ کر انھیں کمرے کے
دروازے کے اُوپر چپکا دیا۔ حکمت یہ رکھی کہ اگر
عمرو کسی بھی بھیس میں کمرے کے اندر داخل ہو
تو ایک چڑیا اُڑ کر پکارے "عمرو آیا۔ عمرو آیا"
اور پھر جل کر فرش پر گر جائے۔ اگر آنے والا
عمرو کے علاوہ کوئی دُوسرا عیّار ہو تو ایک چڑیا
اُس کا نام پکار کر جل جائے۔ اِس طرح پانچوں
عیّاروں کی شناخت کے لیے اُس نے پانچ چڑیاں
بنائیں اور پھر مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ بنگلے کے باہر
پہرا دینے والے جادُوگروں نے گانا بجانا شروع
کر دیا۔

اتفاق کی بات، جس وقت مہتاب جادُو افراسیاب
کا نامہ پڑھ رہا تھا عمرو بھی باغ کے قریب پہنچ
چکا تھا۔ حیرت انگیز چاند اور جادُوگر کا دربار دیکھ
کر وہ دُور ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔
دربار برخاست کر کے جب مہتاب جادُوگروں کو
پہرے کی ہدایات دینے لگا تھا تو عمرو سمجھ گیا تھا کہ
ضرور اِس کو میرے آنے کی خبر ہو چکی ہے۔ خاموشی
کے ساتھ اِرد گرد کا جائزہ لیتے ہوئے وہ بنگلے
کے اندر پہنچنے کا منصوبہ بنانے لگا۔ دروازے کے
علاوہ کسی دُوسری طرف سے اندر جانے میں اُسے
جادُوئی پھندوں کا اندیشہ ہو رہا تھا۔ اور دروازے پر
سب طرف سے زیادہ سخت پہرا تھا۔ وہ اِسی
شش و پنج میں تھا کہ پہرے دار جادُوگروں کے
گانے بجانے کی آواز اُس کے کانوں میں پڑی۔ اس
کا چہرہ کِھل اُٹھا۔ اِس فن میں اُس سے بڑا اُستاد
کون ہو سکتا تھا۔ فوراً اُس نے ایک گوّیے کا
روپ بھرا اور سارنگی بجاتا بے دھڑک بنگلے کے
دروازے کی طرف چل دیا۔ پہرے دار جادُوگروں نے
جب اُسے اپنی طرف آتے دیکھا تو پہلے تو وہ چونک

کر اُسے شُبہ کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ مگر جُوں جُوں وہ اُن کے قریب ہوتا گیا، اُس کی سارنگی کا سُریلا نغمہ اُن کے کانوں میں رس گھولتا گیا۔ اُن کے دِل اُس کی طرف کھنچنے لگے۔ نغمے کے جادُو نے اندیشہ اور اِحتیاط کا سارا خیال اُن کے دماغوں سے نِکال دیا۔ قریب پہنچتے ہی سب نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ کِسی نے یہ تک نہ پُوچھا کہ وہ کون ہے، کہاں سے آیا ہے؟ اُنھوں نے اُسے ایک جگہ پر بٹھایا۔ بات کرکے مزے میں خلل ڈالنا کسی کو نہ بھایا۔ عَمرُو بھی اِسی بات کو بہتر سمجھتے ہُوئے بغیر رُکے سارنگی بجاتا رہا۔

مہتاب جادُو تک سارنگی کی آواز پہنچی تو وہ غور سے سارنگی کی دُھن سننے اور اپنا سر دُھننے لگا۔ کچھ دیر بعد عَمرُو نے ایک دُوسری دُھن چھیڑ دی۔ یہ پہلی سے زیادہ پھڑکتی ہُوئی تھی۔ مہتاب بے خُود ہو کر جھُومنے لگا۔ ساز کی یہ قیامت ختم نہ ہُوئی تھی کہ عَمرُو لہک لہک کر ایک غزل گانے لگا۔ بجانے کے ساتھ گانے کا کمال بھی اُسے اولیاءؑ سے عطا ہُوا تھا۔ مہتاب جادُو سے زیادہ برداشت نہ

...کی۔ کمرے کی کھڑکی کھول کر اُس نے پہرے دار جادوگروں کو حکم دیا۔ "اُس گانے والے کو میرے پاس لے آؤ۔"

یہ سُنتے ہی عَمرُو کا دِل باغ باغ ہو گیا۔ اُس نے اپنے آپ سے کہا: "مبارک ہو اُستاد! شِکار خود بخود جال میں آ رہا ہے۔ فتح آپ کے قدموں میں ہے۔"

جیسے ہی ایک پہرے دار نے عَمرُو کو بنگلے کے اندر چلنے کا اِشارہ کیا، وہ سارنگی سنبھال کر اُس کے پیچھے ہو لیا۔ ہال اور راہداری گُزرتے ہُوئے اُس کا دماغ تیزی کے ساتھ کام کرتا رہا۔ مہتاب کے کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچتے پہنچتے اُس نے اُسے ہلاک کرنے کے کئی منصُوبے بنا لیے۔

مہتاب اندر کمرے میں دروازے کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھا تھا۔ قدموں کی آہٹ سُن کر اُس نے نگاہ اُٹھائی۔ پہرے دار ادب سے سر جھُکا کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اب عَمرُو مہتاب کے سامنے تھا۔ جونہی عَمرُو نے اُسے سلام کیا وہ جوش

جوش کے ساتھ بولا۔ بے جھجک اندر آ جاؤ۔ تم سے
اچھا گویا میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ آج ساری
رات تمہارا گانا سنوں گا۔ انعام کی فکر نہ کرنا جو
مانگو گے، اس سے زیادہ ملے گا۔"

فتح سامنے دیکھ کر عمرو دل ہی دل میں اپنے
آپ کو شاباش دینے لگا۔ بڑے اعتماد کے ساتھ
اس نے قدم بڑھایا اور دروازے کے اندر داخل
ہو گیا۔ ایک بار پھر اس نے سر جھکا کر مہتاب
کو سلام کیا۔

"بس اب دیر نہ کرو۔ شروع ہو جاؤ۔" مہتاب نے
شوق سے بے تاب ہوتے ہوئے کہا۔ مگر ابھی اس
کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ دروازے
کے اوپر لگی ہوئی کاغذ کی ایک چڑیا اپنی جگہ
سے اڑی اور زور زور سے چلائی: "عمرو آیا۔ عمرو
آیا" اور پھر مہتاب کے قدموں پر گر کر راکھ ہو گئی۔

مہتاب کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ چونک کر اس
نے عمرو کو دیکھا۔ عمرو اپنی فتح کے نشے میں
مخمور تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ وار
کرنے سے پہلے ہی دشمن باخبر ہو جائے گا۔ چڑیا

ا، پہلی آواز سن کر وہ چکرا کر رہ گیا کہ کیا
ے کیا نہ کرے! مہتاب کی بھی چند ثانیے
حالت رہی۔ لیکن جلد ہی اس نے اپنے
آپ پر قابو پا لیا۔ عمرو کو سکتے میں دیکھ کر
اس کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ پہرے داروں کو
انے کے بجائے اس نے منتر پڑھ کر عمرو کو
ے بس کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے ہلتے ہوئے
ب دیکھتے ہی عمرو کو بھی ہوش آ گیا۔ آناً فاناً
اس نے عیاری کی چادر نکالی اور قبل اس کے
د مہتاب منتر پورا کر کے اس کی طرف پھونک
ارتا چادر اوڑھ کر کمرے سے نکل گیا۔

عمرو کو اچانک غائب پا کر مہتاب نے پھر
ڑکی کھولی اور پہرے داروں کو ہر طرف نظر
کھنے اور عمرو کو ڈھونڈ نکالنے کا حکم دیا۔ دیکھتے
ی دیکھتے جادوگر پہرے دار باغ کے چپے چپے
یں پھیل گئے۔ جھاڑیوں، درختوں اور نالے نالیوں
یں عمرو کو ڈھونڈنے لگے۔ عمرو چادر اوڑھے ان کے
یچ میں سے گزر گیا۔ باغ کے باہر پہنچ کر اس
نے چادر اتار کر زنبیل میں رکھی اور چھلانگیں لگاتا

دُور جنگل کی طرف نکل گیا۔ مہتاب نے اپنے کمرے
کا دروازہ بند کر کے کاغذ کی ایک اور چڑیا
بنائی اور اُسے پہلی چڑیا کی جگہ لگا کر بستر
پر دراز ہو گیا۔

جنگل میں پہنچ کر عمرو کچھ دیر تک اپنی شکست
پر پچھتاتا رہا۔ اِس کے بعد مہتاب پر فتح
پانے کے نئے منصوبے بنانے لگا۔ مہتاب نے
جادوئی چڑیوں کے ذریعے خطرے سے آگاہ ہو جانے
کا جو اِنتظام کیا تھا اُس کا کوئی توڑ اُس کی
سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے ایک
ترکیب اُس کے دماغ میں آئی جس سے مہتاب
کو دھوکا دِیا جا سکتا تھا مگر مصیبت یہ تھی
کہ وہ تنہا تھا اور بغیر کسی شاگرد کی مدد
کے وہ یہ ترکیب اِستعمال نہ کر سکتا تھا۔ یکایک
اُس کے دماغ میں آئی کہ ہو سکتا ہے میرا
کوئی شاگرد بھی اِس نخلستان میں آ پہنچا ہو پھر
کیوں نہ اُسے ڈھونڈا جائے اور اُس کی مدد سے
ترکیب آزمائی جائے۔

یہ سوچ کر اُس نے زنبیل میں سے آتش بازی

کا ایک بان نکالا اور اُس کے فلیتے کو آگ
دکھا کر آسمان کی طرف چھوڑ دِیا۔ بان تیر
کی رفتار سے کئی گنا زیادہ تیزی کے ساتھ
سیدھا اُوپر اُڑتا چلا گیا۔ اِنتہائی بلندی پر پہنچ
کر وہ پھٹا اور اُس میں سے نیلی روشنی کے
لاتعداد ذرّے نکل کر پھیل گئے۔ پھر جگنو
کی طرح چمکتے بجھتے یہ ذرّے آہستہ آہستہ نیچے
آنے لگے۔ عمرو اِن ذرّوں سے نگاہیں ہٹا کر
آسمان پر چاروں طرف دُور دُور تک غور سے
دیکھنے لگا۔ کبھی اُس کے دِل کی دھڑکن تیز ہو
جاتی اور کبھی مدھم پڑ جاتی۔ اُس کا ایک ایک
لمحہ بے چینی کے ساتھ گزر رہا تھا۔ اچانک
جنگل کے دُوسرے گوشے سے ایک دُوسرا بان فضا
میں بلند ہُوا۔ اُس کے پھٹنے پر جو ذرّات ہوا
میں بکھرے وہ بھی بالکل اُسی طرح کے تھے،
جیسے کہ عمرو کے بان سے پیدا ہوئے تھے۔ یہ
دیکھتے ہی عمرو خوشی سے اُچھلنے لگا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دُور سے کسی مینڈک
کے ٹرٹرانے کی آواز آئی۔ اِک لمحہ اِس آواز پر

غور کرنے کے بعد عمرو نے بھی ویسی ہی آواز
نکالی۔ جواب میں پھر وہی آواز آئی۔ عمرو دوبارہ
مینڈک کی طرح ٹرّایا۔ وقفے وقفے سے یہی ہوتا
رہا۔ ہر آن پہلی آواز قریب ہوتی گئی۔ چند لمحوں
بعد ایک جٹا دھاری سادھو گلے میں گیروی کفنی
اور مالائیں پہنے عمرو کے سامنے کھڑا تھا۔ بڑھی
ہوئی بھووں نے اس کی آنکھوں کو، اور بڑھی
ہوئی مونچھوں نے اس کے منہ کو ڈھانپ رکھا
تھا۔ ڈاڑھی ناف تک لمبی اور سینے پر خوب
پھیلی ہوئی تھی۔

عمرو نے اسے غور سے دیکھا اور پھر بے ساختہ
سینے سے لگا لیا۔ وہ عمرو کا شاگرد اور مشہور
عیار برق فرنگی تھا۔

"واہ برخوردار! خوب آئے!" عمرو نے کہا۔ "مجھے
اس وقت تمھاری سخت ضرورت تھی۔"

"حاضر ہوں! حکم فرمائیے۔" برق فرنگی نے جواب
دیا۔

"بڑا نازک معاملہ ہے۔" عمرو نے کہا۔ "پہلے تم
میری شکل و صورت کے بن جاؤ تو بتاؤں۔"

برق نے جلدی جلدی اپنی پلکیں اور ڈاڑھی
مونچھیں نکال کر جھولی میں رکھیں۔ بہروپ کا سامان
نکالا۔ روغنِ عیاری منہ پر مل کر چہرے کو مثلِ موم
نرم کیا اور پھر آئینہ سامنے رکھ کر موم بتی
کی روشنی میں ناک نقشہ عمرو جیسا بنانے لگا۔
تھوڑی ہی دیر بعد اس کی شکل ہو بہو عمرو جیسی
ہو چکی تھی۔ بہروپ کا یہ کمال دیکھ کر عمرو
نے ایک بار پھر اسے گلے سے لگایا اور
کہنے لگا۔

"شاباش! اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔
شمال کی طرف غور سے دیکھو۔ دور درختوں کے
جھنڈ کی طرف۔ جہاں کچھ روشنی چمکتی نظر آ رہی
ہے۔ وہ ایک باغ ہے۔ اس کے اندر بنگلے
میں نخلستانِ رخشاں کا جادوگر سردار مہتاب جادو
رہتا ہے۔ بہت سے دوسرے جادوگر باغ میں پہرا
دے رہے ہیں۔ وہ ہر طرف مجھے تلاش کر رہے
ہیں۔ تم وہاں جا کر کسی ایسی جگہ چھپنے کی
کوشش کرو کہ کوئی نہ کوئی پہرے دار تمھیں دیکھ
لے۔ بس۔ اس کے بعد تم تھوڑی سی بھاگ دوڑ

کرنے کے بعد گرفتار ہو جانا اور تسلیم کر لینا کہ تمھی عمرو ہو اور کچھ دیر پہلے گوریے کے بہروپ میں مہتاب جادو کو ہلاک کرنے کے لیے آئے تھے۔"

"جیسا حکم اُستاد!" برق فرنگی نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "لیکن اگر انھوں نے مجھے گرفتار کرتے ہی قتل کر دیا تو؟"

"احمق کہیں کے۔" عمرو غصے سے پیر پٹختے ہوئے بولا۔ "یہ سوچنا تمھارا کام نہیں۔ بس سیدھے سیدھے روانہ ہو جاؤ۔ جیسا کہا ہے ویسا کرو۔ دیر مت کرو۔"

"جاتا ہوں اُستاد۔" برق فرنگی نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور پھر پلٹ کر باغ کی طرف دوڑ لگا دی۔

باغ کے قریب پہنچ کر برق نے سُن گُن لی اندر خاصی چہل پہل محسوس ہوئی۔ جھاڑیوں کی اوٹ میں چھپتے چھپاتے وہ چار دیواری کے قریب جا پہنچا۔ اندر تھوڑے ہی فاصلے پر چند جادوگر ۔۔ اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جب تک

وہ چار دیواری کے اوپر سے اندر نہ جھانکتا، اُن کی باتیں صاف نہ سُن سکتا اور اِس طرح جھانکنے میں دیکھے جانے کا ڈر تھا۔ اِس مشکل کا حل سوچتے سوچتے اچانک اُس کی نگاہ چار دیواری سے ملے ہوئے ایک درخت پر پڑی۔ درخت اندر تھا۔ اُس کا تنا خاصا موٹا تھا اور چار دیواری سے کوئی دو فٹ اوپر جا کر شاخوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ برق رینگتا کھسکتا اُس درخت تک جا پہنچا۔ پھر اُچک کر چار دیواری پر چڑھا اور تنے کی اوٹ سے جھانک کر جادوگروں کی باتیں سُننے لگا۔

ایک آدمی کہہ رہا تھا۔ "باغ کے اندر چپا چپا دیکھا جا چکا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے عمرو باہر بھاگ گیا ہے۔ ہمیں اِسے باغ کے باہر ڈھونڈنا چاہیے۔ جھاڑیوں کی اوٹ میں کہیں چھپا بیٹھا ہو گا۔"

دوسرے نے جھنجھلا کر کہا۔ "ایسا نہیں ہو سکتا باہر بھاگتے ہوئے اُسے کسی نے نہیں دیکھا۔ وہ اندر ہی ہے۔ ایک ایک درخت دیکھو۔ کہیں شاخوں میں چھپا بیٹھا ہو گا۔"

"ہو سکتا ہے۔" تیسرا بولا۔ "ہمیں خشک پتوں کے

ڈھیروں کو بھی کرید کر دیکھنا چاہیے۔"

"ارے! یاد ہی نہ رہا۔" چوتھا جادوگر پیشانی پر ہاتھ مارتا ہوا بولا۔ "کسی نے مالیوں کی کوٹھریوں، کباڑ خانے اور گودام وغیرہ کی بھی تلاشی لی ہے۔"

"نہیں تو۔" دوسرے ایک ساتھ بولے۔

"اچھا تو چلو۔" چوتھے جادوگر نے کہا۔ "پہلے وہاں دیکھ لیں۔"

اِس پر سارے جادوگر لپکتے ہوئے ایک طرف کو چل دیے۔

جب وہ سب بہت دور نکل گئے اور باغ کے درختوں کی اوٹ میں گم ہو گئے تو برق باغ کے اندر داخل ہو گیا اور کبھی کھڑے ہو کر، کبھی بیٹھ کر اور کبھی پیٹ کے بل رینگتے ہوئے ایک کُنج کی طرف بڑھنے لگا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پھل دار درخت لگے ہوئے تھے۔ اُن کی اوٹ میں احتیاط کے ساتھ بڑھتے رہنے کی وجہ سے جادوگر اُسے نہ دیکھ سکے۔ آخر وہ کُنج کے اندر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں سے اُس نے شاخوں کے درمیان سے مخالف [illegible] کا جائزہ لیا۔ بنگلے کی دیواریں اور اُس کے

چاروں طرف چکر لگانے والے پہرے دار اُسے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اُنہیں دیکھنے میں محو تھا کہ اچانک اُسے پُشت کی جانب کُنج کے بالکل قریب دو آدمیوں کی باتیں کرنے کی آواز آئی۔ وہ پلٹ کر اُن کی طرف متوجہ ہُوا تو اُس نے سُنا۔ ایک کہہ رہا تھا۔ "ہاں ہاں! میں نے ایک آدمی کو چھپتے چھپاتے اس طرف آتے دیکھا ہے۔"

"تو پھر وہ کہاں غائب ہو گیا؟ یہاں تو کہیں دکھائی نہیں دیتا۔" دوسرے نے بیزاری کے ساتھ کہا۔

"ممکن ہے وہ اُن درختوں کے جھنڈ کی طرف نکل گیا ہو۔" پہلے نے ایک جانب اِشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہُوں!" دوسرے نے کہا۔ "مگر لگے ہاتھوں اس کُنج کو کیوں نہ دیکھ لیں۔"

یہ سُنتے ہی برق بیٹھ گیا اور پھلواری کی شاخوں سے خُود کو چھپانے کی کوشش کرنے لگا۔ باری باری دونوں پہرے دار جادوگروں نے کُنج کے اندر نگاہ دوڑائی مگر برق کو نہ دیکھ سکے اور مایوس ہو کر درختوں کے جھنڈ کی طرف چلے۔ برق کو جو شرارت سُوجھی تو کُنج سے نکل کر پنجوں کے بل لپکتا ہُوا

ان کے پیچھے جا پہنچا اور قبل اس کے کہ وہ اس کی
طرف پلٹ کر دیکھتے، زور سے دونوں کے سر آپس
میں ٹکرا دیئے۔ دونوں ہڑبڑا کر گر پڑے۔ برق نے
فوراً نعرہ لگایا۔

"میں ہوں امیر حمزہ کا یارِ وفادار، یگانۂ روزگار
عمرو عیار۔ جو بگاڑ سکتے ہو بگاڑ لو۔"

جادوگر یہ سن کر غصے سے اٹھنے لگے۔ برق نے
لپک کر اٹھنے سے پہلے ہی ان کے سینوں پر
اچھل اچھل کر لاتیں جمائیں۔ دونوں پھر گر پڑے اور
اسی حالت میں چلانے لگے۔ "لینا پکڑنا! عمرو یہاں ہے۔
گھیر لو، جانے نہ پائے۔"

ان کی چیخ پکار سن کر بہت سے جادوگر اس
طرف کو دوڑ پڑے۔ برق ان کی طرف متوجہ ہوا
تو دونوں گرے ہوئے جادوگر بھی اٹھ کھڑے ہوئے
اور سب نے برق کو گھیرے میں لے لیا۔ برق ان
کے درمیان اچھلتا ہوا چکر لگانے لگا۔ جادوگروں نے
گھیرا تنگ کیا تو غڑاپ سے ڈبکی لگا کر وہ گھیرے
سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد بڑی دیر تک ان کے
درمیان یہی کھیل ہوتا رہا۔ کچھ دیر ادھر ادھر بھاگنے

... کے بعد برق جادوگروں کے نرغے میں آ جاتا۔
... دائرہ تنگ کر کے اسے پکڑنے کی کوشش کرتے
... وہ اچھال یا ڈبکی لگا کر صاف باہر نکل جاتا۔
شور اور ہنگامے کی مسلسل آوازیں سن کر مہتاب جادو
... کھل گئی۔ کھڑکی کھول کر اس نے پہرے داروں
... سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس
... جواب دیا۔ "عمرو دکھائی دے گیا ہے سردار!
... کے ایک کنج میں چھپا ہوا تھا۔ بڑی دیر
... پہرے دار اسے پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں
... وہ گھیرے میں آ کر صاف نکل جاتا ہے۔"

"ڈوب مرو!" مہتاب جادو نے غصے سے کہا۔ "ایک
... نے اتنے ساروں کو نچا رکھا ہے۔ جادو کی
طاقت سے کام کیوں نہیں لیتے۔ اس تماشے کی کیا
... ہے۔" یہ کہہ کر مہتاب نے اپنی کمند اٹھائی
... درختوں کے اس جھنڈ کی طرف نظریں جما دیں
... سے آوازیں آ رہی تھیں۔

عین اسی وقت برق جادوگروں کا گھیرا توڑ کر
... کے دروازے کی جانب بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے
... پہرے دار جادوگر شور مچاتے چلے آ رہے تھے

مہتاب نے اُسے دیکھتے ہی کوئی منتر پڑھا اور کمند
کو برق کی طرف اُچھال دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کمند
نے لہرا کر برق کو اوپر سے لے کر نیچے تک
اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بے بس ہو کر وہ زمین
پر گر پڑا۔ پیچھے آنے والے جادوگروں نے سر
اور پیر پکڑ کر اُسے اُٹھایا اور لاکر مہتاب جادو
کی کھڑکی کے سامنے ڈال دیا۔ مہتاب نے غور سے
برق کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیوں عمرو! پکڑے گئے نا؟ دیکھا! میرے سامنے
تیری کوئی عیاری کام نہ آ سکی۔ اچھا، اب آرام
کرو۔ کل رات میں تم سے گانا سنوں گا۔ اگر تم
نے مجھے خوش کر دیا تو اسی حالت میں شہنشاہ
افراسیاب کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ ورنہ پھر خود
اپنے ہاتھ سے تمہارا سر اُڑا دوں گا۔" یہ کہہ کر
مہتاب نے کھڑکی بند کر دی۔

پہرے دار جادوگروں نے برق کو اُسی حالت میں
پڑا رہنے دیا۔ سب اُسے عمرو ہی سمجھتے تھے۔ اُس
کے پکڑے جانے کے بعد کسی کو کوئی اندیشہ نہ رہا۔
[illegible] کہ سب سو گئے۔ برق کو عمرو نے

نہ بتایا تھا کہ اس کے گرفتار ہونے کے بعد
وہ کیا کرے گا۔ تاہم وہ اپنی جگہ یہی سمجھتا رہا
کہ اُستاد اِرد گِرد کہیں چھپے ہوں گے۔ جادوگروں
کو سوتا پا کر چپکے سے آئیں گے۔ مجھے رہا
کریں گے اور پھر دونوں بنگلے کے اندر جا کر مہتاب
جادو کا کام تمام کر دیں گے۔ اِسی خیال سے
پہرے داروں کے سو جانے کے بعد اُس نے ایک
پل کے لیے پلک نہ جھپکائی۔ زمین پر پڑے پڑے
چاروں طرف نگاہیں دوڑاتا رہا اور عمرو کے آنے
کا اِنتظار کرتا رہا۔ ذرا بھی کسی طرف ہوا کے جھونکوں
سے کوئی سرسراہٹ ہوتی تو وہ اُسی طرف نگاہیں جما
دیتا۔

رات ڈھلتی رہی۔ برق کا اِنتظار شدت اختیار کرتا
گیا۔ مگر عمرو کا کہیں پتا نہ تھا۔ ہوتے ہوتے صبح
صادق کا وقت ہو گیا۔ آسمان پر سُرخ چمک پھیلنے
لگی اور پھر سورج بھی نکل آیا مگر نہ عمرو دکھائی
دیا نہ باغ اور بنگلے کے اندر کوئی ہنگامہ سنائی دیا۔

اب برق کو اپنے انجام کی فکر ہونے لگی۔ گانا
اُسے خاک نہ آتا تھا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ

استاد دن میں آ کر مجھے نہ چھڑا سکیں گے۔ اور
شام ہونے پر جب میں مہتاب جادو کو گانا سنا
کر خوش نہ کر سکوں گا تو ضرور وہ میری گردن اڑا
دے گا۔ جادوئی کمند سے آزاد ہونے کی دو ہی
صورتیں تھیں۔ مہتاب یا تو خود چھڑائے یا کسی
طرح ہلاک ہو جائے۔ مہتاب کو ہلاک کرنا اُس کے
بس میں نہ تھا۔ مجبوراً وہ کسی ایسی ترکیب کے لیے
دماغ لڑانے لگا کہ تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی
مہتاب خود کمند کو واپس لے لے۔

مہتاب کی عادت تھی کہ سو کر اُٹھتا تو کچھ دیر
بنگلے کی چھت پر جا کر ٹہلا کرتا تھا۔ آج بھی جس
وقت برق اپنی رہائی کی فکر میں اُلجھا ہوا تھا،
مہتاب چھت پر چہل قدمی کر رہا تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے
اچانک اُسے محسوس ہوا جیسے کہیں کوئی رو رہا ہو۔
ٹھہر کر اُس نے اِدھر اُدھر غور سے دیکھا مگر نہ
کہیں کوئی آدمی دِکھائی دیا نہ کوئی آواز سنائی دی۔

وہ سمجھا محض وہم ہے۔ بے فکر ہو کر پھر
ٹہلنے لگا مگر جلد ہی پھر چونک کر اِدھر اُدھر
دیکھنے لگا۔ اِس بار نہ صرف ہچکیوں اور بَین کی

آواز صاف سنائی دی تھی بلکہ آواز بھی کسی عورت
کی محسوس ہوئی تھی۔ دو چار قدم آگے پیچھے اور
دائیں بائیں ہونے سے اُسے اندازہ ہو گیا کہ شمال
کی سمت سے آنے والے ہوا کے جھونکے یہ آوازیں
اُس کے کانوں تک پہنچا رہے ہیں۔ باغ کے باہر
اُس سمت یقیناً کوئی مصیبت زدہ عورت بلک بلک کر
رو رہی ہے۔ آواز کی سمت زیادہ غور سے دیکھنے پر
اُسے ایک جھاڑی کے قریب ایک عورت کی جھلک
دکھائی دی۔ وہ شادی کے سرخ جوڑے میں تھی اور
نو بیاہتا دُلھن معلوم ہو رہی تھی۔

مہتاب تیزی کے ساتھ کوٹھے سے اُتر کر نیچے آیا۔
دو پہرے داروں کو حکم دیا کہ وہ جا کر اُس عورت
کا حال پوچھیں۔ اور ہو سکے تو بنگلے میں لے آئیں۔
دونوں پہرے دار بھاگتے ہوئے باغ سے باہر گئے
اور اُس عورت کو ڈھونڈنے لگے۔ اُنھیں زیادہ تکلیف
نہ اُٹھانی پڑی۔ وہ عورت اب بھی بَین کر رہی تھی۔
اُس کی آواز کے سہارے وہ جلد اُس تک جا
پہنچے مگر اُس سے بنگلے میں چلنے کے لیے کہا تو
وہ اور بلکنے لگی۔ ایک پہرے دار نے اُسے تسلی دینے

کے خیال سے آگے بڑھ کر اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنا
چاہا تو وہ تڑپ کر اُٹھی اور بھاگ کر ایک دُوسری
جھاڑی کی اوٹ میں جا پہنچی ۔ وہ رو رو کر کہہ
رہی تھی۔

"بھائیو! مجھے نہ چھیڑو۔ ویسے ہی میرا سہاگ اُجڑ
چکا ہے۔ میں برباد ہو چکی ہوں ۔ اس دُنیا میں میرا
کوئی نہیں ۔ اے زمین پھٹ جا کہ میں جیتے جی تجھ
میں سما جاؤں۔ اے آسمان ! اُٹھا لے کہ اب مجھ
سے دُکھ برداشت نہیں ہوتے۔ ہائے کچھ سمجھ میں
نہیں آتا ۔ کیا کروں ! کہاں جاؤں !"

پہرے دار کچھ دیر ہمدردی کے ساتھ اُسے خاموشی
سے کھڑے دیکھتے رہے اور پھر جیسے آئے تھے ویسے
ہی واپس چلے گئے۔ مہتاب جادُو نے اُن سے خالی
ہاتھ واپس آنے کا سبب پُوچھا تو اُن میں سے ایک
نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔

"سردار! اُس نے ہمارے ساتھ آنے سے اِنکار کر
دیا ہے۔ زبردستی ساتھ لانے کی ہمت ہم میں پیدا
نہ ہو سکی۔ اُس کی آہ و بُکا نے ہمارے دل تڑپا
دیئے ہیں ۔ نئی دُلھن لگتی ہے لیکن بہت دُکھی ہے۔

مناسب سمجھیں تو خود تشریف لے چلیں ۔ ممکن ہے
اپ کی بات مان جائے۔"

مہتاب کا دل پہلے ہی پسیج چکا تھا۔ یہ باتیں سُن
ر اور نرم ہو گیا۔ پہرے داروں کو اُس نے وہیں
ہرنے کا اِشارہ کیا اور خود تیزی کے ساتھ چلتا
ا لڑکی کے قریب جا پہنچا ۔ وہ اُس کی منت سماجت
نے لگا کہ اپنا حال بتائے اور اُس کے ساتھ
لے۔ لڑکی نے پیچھا چھڑانے کی بڑی کوشش کی لیکن
ب مہتاب نہ مانا تو لڑکی مجبور ہو گئی ۔ سسکیاں
لیتے ہُوئے اُس نے کہا۔

"میرا باپ وادیٔ الماس کا ایک مُعزز سردار ہے۔
یری شادی میرے چچا زاد بھائی سے ہونے والی
تی مگر کسی بات پر ناراض ہو کر وہ مُلکِ زعفران
چلا گیا۔ وہ بہت عقل مند اور بہادر تھا ۔ جلد
ی وہاں کے بادشاہ کا وزیر بن گیا ۔ پھر کئی برسوں
کے بعد واپس آیا تو میرا اُس سے نکاح کر دیا
گیا۔ اِس بات کو آج چوتھا دِن ہُوا ہے ۔ پرسوں
رات والد نے مجھے رُخصت کیا اور میں اپنے شوہر کے
ساتھ مُلکِ زعفران روانہ ہُوئی ۔ ہمارے ساتھ حفاظت کے

لیے کافی آدمی تھے۔ گزشتہ رات نخلستان کی سرحد پر ہم
نے پڑاؤ ڈالا۔ مگر ہم سب گہری نیند میں تھے کہ
قزاق ہمارے قافلے پر ٹوٹ پڑے۔ ظالموں نے میرے
شوہر کو قتل کر دیا۔ میں بد حواس ہو کر بھاگ نکلی۔
اب یہاں خود کو تنہا اور بے یار و مددگار پاتی ہوں
اور اپنی قسمت کو روتی ہوں۔"

مہتاب نے اس کی یہ روداد سن کر اسے تسلی دی
اور اسے اپنے ساتھ چلنے کو آمادہ کر لیا۔ لیکن لڑکی
کو جب اس نے یہ بتایا کہ وہ جادوگر ہے تو وہ
بپھر گئی۔ کہنے لگی۔

"نا بابا! میں جادوگروں سے نہیں نباہ سکتی۔ جادو
سے مجھے خوف آتا ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ میں
کہیں اور چلی جاؤں یا اپنی جان دے دوں۔"

مہتاب نے فوراً ہی جمشید اور سامری کی قسمیں کھا
کر جادو سے توبہ کی اور عہد کیا کہ وہ کبھی جادو کی
کسی چیز کو استعمال نہ کرے گا۔ بڑی مشکل سے لڑکی راضی
ہوئی۔ وہ اسے ساتھ لیے اپنے بنگلے میں داخل ہوا۔ لیکن
جیسے ہی وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے، کاغذ کی ایک
چڑیا اڑ کر پکاری۔ "عمرو آیا۔ عمرو آیا" اور پھر وہ
جل کر فرش پر گر گئی۔

طلسمی ہار

کاغذی چڑیا کی پکار سنتے ہی لڑکی دہشت سے
چیخ پڑی اور پھر مہتاب کا گریبان پکڑ کر غصے سے
کہنے لگی۔ "کیا تو مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے؟ تو نے کہا
تھا جادو نہیں کرے گا۔ پھر یہ کاغذی چڑیا کیسی
تھی؟ بس اب تجھ پر میرا بھروسا ختم ہوا۔ میں ایک
لمحے بھی تیرے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ اس چڑیا کی
آواز نے میرا دل دہلا دیا ہے۔"

یہ کہہ کر لڑکی نے مہتاب کا گریبان چھوڑا اور
باہر جانے کو لپکی۔ مہتاب کو یقین تھا کہ عمرو
جادوئی کمند میں جکڑا ہوا پڑا ہے۔ اسے شک گزرا
کہ جادو سے توبہ کرنے کے سبب چڑیا
میں کوئی نقص ہو گیا ہے۔ لڑکی عمرو نہیں ہو سکتی۔
وہ منت سماجت کر کے لڑکی کو پھر کمرے میں
واپس لایا۔ لڑکی اندر تو آ گئی مگر جونہی اس نے

دروازے کے اُوپر چپکی ہُوئی دُوسری چار کاغذی چڑیوں کو دیکھا تو پھر غُصّے ہو گئی۔ بولی "اگر تُو چاہتا ہے کہ میں یہاں ٹھہروں تو ابھی ابھی اِن سب چڑیوں کو جلا کر راکھ کر دے۔ اِنھیں دیکھ کر میرا دِل کانپتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی لو۔" مہتاب نے کہا اور کچھ پڑھ کر تالی بجائی۔ چاروں چڑیاں اپنی جگہ سے اُڑیں اور جل کر فرش پر گر پڑیں۔ لڑکی کے چہرے پر اِطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ اور وہ بولی۔

"میں رات بھر کی جاگی اور تھکی ہُوئی ہُوں۔ کچھ دیر آرام کروں گی۔"

"بہتر ہے۔" مہتاب نے کہا اور ایک خادِم کو آواز دی۔ خادِم حاضر ہو گیا تو اُس نے حُکم دیا کہ ایک کمرے میں لڑکی کے لیے آرام دِہ بستر بچھا دو۔"

لڑکی چلی گئی تو مہتاب کو اچانک وہم ہُوا کہ کہیں واقعی لڑکی عمرُو نہ ہو۔ کچھ دیر اِس کشمکش میں مُبتلا رہنے کے بعد اُس نے فیصلہ کیا کہ گرفتار ہونے والے کو دیکھ کر اچھی طرح تحقیق کر لی

جائے۔ جب افراسیاب نے اُسے عمرُو کے آنے کی اطلاع بھجوائی تھی تو اُس کے ساتھ عمرُو کی ایک تصویر بھی بھیج دی تھی۔ یہ یاد آتے ہی مہتاب نے عمرُو کی تصوِیر نکالی اور پہرے داروں کو حُکم دیا کہ قیدی کو پیش کریں۔ پہرے دار برق کو لے کر آئے تو مہتاب نے بڑے غور سے اُسے تصوِیر سے مِلا کر دیکھا۔ دونوں کے ناک نقشے میں اُسے بال برابر بھی فرق محسُوس نہ ہُوا۔ اچھی طرح اِطمینان کر کے اُس نے تصوِیر کو رکھ دیا اور پہرے داروں کو اِشارہ کیا کہ قیدی کو لے جائیں لیکن ابھی وہ کمرے سے باہر نہ نکلنے پائے تھے کہ دُوسرے دروازے سے لڑکی اندر داخِل ہُوئی۔ قیدی اور پہرے داروں کو دیکھتے ہی اُس نے پریشان ہو کر پُوچھا "کیا بات ہے؟ یہ قیدی کون ہے؟"

مہتاب پہلے تو سٹپٹا گیا۔ پھر بات بناتے ہُوئے بولا۔ "یہ عیّارِ زمانہ عمرُو ہے۔ میرے آدمیوں نے اِسے رات گرفتار کیا ہے۔ گانے میں اِس کا جواب نہیں۔ میں نے سوچا کہ اِس سے کہوں، اِس وقت کچھ سُنائے مگر راضی نہیں ہوتا۔"

"بڑا مغرُور ہے۔ قید ہو کر بھی دماغ ٹھیک نہیں

ہُوا۔" لڑکی نے کہا اور برق کو گھورنے لگی۔ برق نے اُس کی طرف غُصّے سے دیکھا تو لڑکی نے اِشارہ کیا۔ برق سمجھ گیا کہ یہ لڑکی نہیں اُستاد ہیں۔ اُس کا دِل تو خُوشی سے پھُول گیا مگر تیوریوں کے بل اُس نے ویسے ہی رکھے تاکہ کوئی شک نہ کر سکے۔

"بڑا خر دماغ معلُوم ہوتا ہے۔" لڑکی نے مہتاب سے کہا۔ اچھا! اُسے کھُلوا دو اور کچھ کھِلاؤ پِلاؤ۔ جو سختی سے ٹھیک نہیں ہوتے، وہ نرمی سے سیدھے ہو جاتے ہیں۔"

"نہیں،" مہتاب بولا۔ "یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ کھولا گیا تو قیامت ڈھا دے گا۔ شام کو خود ہی راہِ راست پر آ گیا تو ٹھیک ورنہ اِسی حالت میں شہنشاہِ افراسیاب کی خدمت میں بھجوا دُوں گا۔" یہ کہہ کر اُس نے پہرے داروں کو اِشارہ کیا وہ قیدی کو ساتھ لے کر چلے گئے۔

اُن کے جانے کے بعد لڑکی گلے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "ہائے! پیاس کے مارے میرا تو حلق سُوکھا جا رہا ہے ذرا پانی تو منگوائیے۔"

مہتاب نے تالی بجا کر خادِم کو بُلایا اور اُسے شربت لانے کا حُکم دِیا۔ خادِم شربت لے آیا تو لڑکی نے ایک پیالہ خُود پیا اور دُوسرے میں بے ہوشی کا سفوف ڈال کر مہتاب سے بولی۔ "لیجیے آپ بھی پیجیے۔"

مہتاب نے پیالہ لڑکی کے ہاتھ سے لے کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

افراسیاب کو عَمرُو کی گرفتاری کی بڑی فِکر تھی۔ رات وہ مہتاب جادُو کو اُس سے ہوشیار کر چُکا تھا۔ صُبح اُٹھنے کے بعد وہ اِس کی جانب سے کوئی خبر سُننے کا مُنتظِر تھا۔ آخر جب دِن چڑھنے لگا تو اُس سے صبر نہ ہو سکا۔ اُس نے کتاب سامری اُٹھائی اور حال معلُوم کرنے لگا۔ کتاب دیکھتے دیکھتے اچانک اُس کے چہرے پر فِکر مندی جھلکنے لگی۔ اُسے پتا چل گیا کہ برق فرنگی تو عَمرُو کے رُوپ میں مہتاب کے پاس گرفتار ہے مگر خُود عَمرُو ایک لڑکی کے رُوپ میں اُس کے پہلو میں موجُود ہے اور کوئی دم میں اُس کا کام تمام کیا چاہتا ہے۔

اُس نے دستک دے کر ایک برق رفتار پُتلے
کو طلب کیا اور حکم دیا کہ پلک جھپکتے میں مہتاب
کے پاس پہنچ کر اُسے اصل حقیقت سے آگاہ کرے۔
پُتلے نے فرش پر پیر مارا، گڑگڑاہٹ کی آواز کے
ساتھ زمین شق ہوئی اور دیکھتے دیکھتے پُتلا اُس میں
سما گیا۔

اُدھر مہتاب نے ایک ہی گھونٹ میں سارا پیالہ
حلق سے اُتارنے کے لیے مُنہ پھاڑا ہی تھا کہ
اچانک گڑگڑاہٹ کی آواز ہوئی۔ کمرے کا فرش ہلتا
ہوا محسوس ہونے لگا۔ عمرو سمجھ گیا کہ کوئی ناگہانی آفت
آنے والی ہے۔ آناً فاناً اُس نے فیصلہ کیا۔ نئی
مصیبت بعد میں دیکھی جائے گی۔ پہلے مہتاب کا فیصلہ
کر دینا چاہیے۔ اُسی وقت کمرے کا فرش ایک جگہ
سے شق ہوا اور اُس میں سے افراسیاب کا بھیجا ہوا
پُتلا اُوپر آیا۔ مہتاب نے بھی کچھ گڑبڑ محسوس کر
لی تھی لیکن قبل اِس کے کہ وہ کچھ سمجھ پاتا۔ عمرو
نے پیالہ اُس کے حلق میں اُنڈیل دیا۔

اب پُتلا مہتاب کے سامنے پہنچ چکا تھا اور
افراسیاب کی ہدایت کے مطابق اُسے صحیح معاملہ سے

آگاہ کر رہا تھا۔ پُتلے کی بات سُن کر وہ تڑپ
اُٹھا۔ شاید اُس کا ارادہ کوئی جادُو کرنے یا
پہرے داروں کو بلانے کا تھا۔ اُسی لمحے عمرو نے پھرتی
کے ساتھ زنبیل سے جالِ الیاسی نکالا اور پُتلے کی
طرف پھینک کر کھینچا۔ پُتلا اُس میں پھنس گیا۔ اُسے
قابو میں کر کے عمرو مہتاب کی طرف متوجہ ہوا۔ سفوفِ
بے ہوشی اُس پر اثر کر چکا تھا اور وہ کٹی ہوئی
ڈال کی طرح فرش پر گر رہا تھا۔ عمرو نے فوراً ہی
زنبیل سے خنجر نکالا اور اُچھل کر مہتاب کے سینے
پر سوار ہو گیا۔ وہ بے حس و حرکت فرش پر
پڑا رہا۔ عمرو نے دم کے دم میں اس کا کام
تمام کر دیا۔

مہتاب کے مرتے ہی وہ کمند خود بخود غائب
ہو گئی جس میں برق فرنگی جکڑا ہوا تھا۔ وہ سمجھ
گیا کہ اُستاد اپنا کام کر گئے۔ آزاد ہوتے ہی
اُس نے جھولی سے خنجر نکالا۔ پہرے دار یہ دیکھ
کر چیخ پڑے مگر دوبارہ اُسے گرفتار کرنے کے لیے
کوئی حرکت نہ کر پاتے تھے کہ تاریکی چھا گئی۔ آندھی
چلنے لگی اور ماحول چیخ پکار کی آواز سے گونجنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد شور و غُل اور اندھیرا غائب ہُوا
تو دردناک آواز آئی "آہ مجھے دھوکے سے قتل
کیا۔ میرا نام مہتاب جادُو تھا"
پہرے دار جادُوگر حیران ہو ہی رہے تھے کہ
برق فرنگی خنجر لہراتا اُن پر ٹوٹ پڑا۔ دم کے
دم میں کئی جادُوگر فرش پر تڑپنے لگے اور دُوسرے
چیختے چلاتے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ مہتاب جادُو
کے اچانک قتل ہو جانے سے اُن کے حوصلے
ٹوٹ گئے تھے۔ جادُو منتر بھول کر سب اپنی جان
بچانے کی فکر کر رہے تھے۔ کافی دیر آندھیاں چلتی
رہیں۔ اندھیرا چھاتا رہا اور مرنے والے جادُو گروں
کے ہمزاد اُن کے ہلاک ہونے کا اعلان کرتے رہے۔
آخری بار ایک جادُوگر کی موت کا نعرہ بلند ہُوا
تو عمرُو بنگلے سے باہر نکل آیا۔ پتلا جال میں پھنسا
ہُوا اُس کے ہاتھ میں تھا۔ برق فرنگی اُسے دیکھتے
ہی قدموں پر گر گیا۔ عمرُو نے اُسے گلے سے لگا
کر شاباش دی۔ پھر دونوں نے مل کر باغ کا کونا
کونا چھان مارا۔ ایک بھی جادُوگر نظر نہ آیا۔ یہ
حال دیکھ کر عمرُو اطمینان کے ساتھ باغ کے باہر

ا کے لیے بڑھا تو برق نے حیرت سے کہا۔
"اُستاد! یہ کیا بات ہے؟ کیا بنگلے کا مال صاف
ے بغیر نکل جانے کا خیال ہے؟"
عمرُو برق کو دیکھ کر ہنسا اور بولا: "اب وہاں
اڑ کباڑ کے سوا بچا ہی کیا ہے۔ اِتنی دیر وہاں
یں جھک مارتا رہا ہوں؟"
"تو کیا آپ سارا مال سمیٹ لائے ہیں؟" برق
حسرت سے کہا۔
"اور نہیں تو کیا تیرے لیے چھوڑ دیتا؟" عمرُو نے
ق کے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا۔ یہ کہہ کر
وہ چل دیا۔ برق بھی پچھتاتا ہُوا پیچھے ہو لیا۔
بے چارے کو ایک دھیلے کا مال بھی لُوٹنے کی
ہلت نہ ملی تھی اور اُستاد سے حصّہ ملنے کا
وال ہی نہ تھا۔
جنگل میں پہنچ کر برق نے سوال کیا: "اُستاد! اب
ادھر کا اِرادہ ہے؟"
عمرُو نے رُک کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور
بولا۔ "بس بیٹا! اب یہاں سے اپنی راہ لو۔ البتہ
زیادہ دُور دُور نہ رہنا۔"

برق نے یہ سن کر عمرو کے ہاتھ چومے اور
سلام کر کے ایک طرف کو چل دیا۔ عمرو نے
دوسری طرف کی راہ لی۔ کچھ دور چل کر اس نے
جال کا بند کھولا اور گوپیے کی طرح گھما کر پتلے کو
دور پھینک دیا۔ زمین پر گرتے ہی پتلے نے پیر پٹخ
کر زمین کو شق کیا اور اندر ہی اندر افراسیاب کے
دربار میں جا پہنچا۔ افراسیاب کو اس سے مہتاب
جادو کے ہلاک ہونے کی خبر ملی تو سخت جوش میں
آیا۔ اہل دربار سے کہنے لگا۔

"تم سب نکمے ہو۔ ایک معمولی عیار میرے نامی
گرامی وفاداروں کو ہلاک کرتا پھر رہا ہے اور تم
یہاں بیٹھے باتیں بناتے رہتے ہو۔ جاؤ! گھروں میں
چوڑیاں پہن کر بیٹھ رہو۔ اب میں خود اسے گرفتار
کرنے جاتا ہوں۔ جب تک پکڑ نہ لاؤں گا، دربار
نہ لگاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ جانے کے لیے اٹھا تو
سارے درباری اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہوش مند وزیر اس
کے پیروں پر گر گیا اور عاجزی سے کہنے لگا "حضور!
یہ بات آپ کے شایانِ شان نہیں۔ آپ کے
لاکھوں جاں نثار غلام حاضر ہیں۔ ایک نہیں تو دوسرا

...۔ نہیں تو تیسرا حضور کا حکم بجا لانے میں
...امیاب ہو جائے گا۔ صبر سے کام لیجیے۔ یہ
...رلی اتنا بڑا مسئلہ نہیں کہ حضور اس پر اتنی توجہ
...مائیں"

وزیروں اور سرداروں کے سمجھانے بجھانے سے
...اسیاب کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ تخت پر بیٹھ کر اس
...نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور بولا "کیا آزر جادو
...موجود ہے؟"

چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ یہ دیکھ کر افراسیاب
...نے گل دستے سے ایک پھول نکالا۔ کچھ پڑھا اور
...پھونک کر پھول کو سامنے فرش پر پھینک دیا۔
...ڑاخ کی آواز کے ساتھ فرش پھٹا اور نیچے سے
ایک انتہائی بدصورت بوڑھا جادوگر نکل کر اوپر
آیا۔ وہ آزر جادو تھا۔ افراسیاب کے تخت کو
...بوسہ دینے کے بعد پیچھے ہٹ کر وہ ادب سے
...سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

افراسیاب نے کہا "عمرو نے میرے دل کو بہت
...جلایا ہے۔ کیا تو اسے زندہ یا مردہ گرفتار کر
...کے میرے سامنے پیش کرے گا؟"

"کیا وہ کوئی بہت بڑا جادوگر ہے خداوندِ نعمت؟" آزر نے ادب سے سوال کیا۔

"نہیں۔ وہ مکار عیار ہے۔ صرف بہروپ اور دھوکا اُس کا ہتھیار ہے۔" افراسیاب نے جواب دیا۔

"بس عالی جاہ!" آزر نے کہا۔ "مجھے کوئی ایسی چیز عنایت فرمائیں کہ اُس کی مدد سے میں اُسے پہچان سکوں۔ اِس کے بعد وہ حضور کے قدموں میں ہو گا۔"

"ہوں!" افراسیاب نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔ "صندوقِ آتش لایا جائے۔"

تھوڑی ہی دیر میں کئی خادم ایک بڑا سا صندوق اُٹھا کر لائے اور افراسیاب کے سامنے فرش پر رکھ دیا۔ افراسیاب نے ایک پھول پر کچھ پڑھ کر صندوق کے اُوپر پھینکا۔ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ صندوق کا ڈھکنا کھلا اور اُس میں سے بھڑکتے ہوئے شعلے نکلنے لگے۔ اہلِ دربار پر ہیبت چھا گئی۔

چند لمحے بعد اُونچے ہوتے ہوتے شعلے آسمان تک جانے لگے تو افراسیاب تخت سے اُٹھا اور چلتا ہوا صندوق کے قریب جا پہنچا۔ ایک لمحہ اُس نے غور سے شعلوں کو دیکھا اور پھر اچانک صندوق

کے اندر چھلانگ دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ خود ایک لپکتا ہوا شعلہ بنا اور اُوپر جا کر غائب ہو گیا۔ درباریوں نے دم سادھ لیا۔ بہتوں کے دلوں کی دھڑکن ماند پڑ گئی۔ جنھوں نے پہلی بار یہ منظر دیکھا تھا اُن کا خون خشک ہو گیا۔ چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ شعلوں کی اُونچائی گھٹنے لگی۔ ہوتے ہوتے وہ اُسی سطح پر آ گئے جس پر ڈھکن کھلنے کے بعد تھے۔ چند لمحے بعد افراسیاب اپنی اصلی حالت میں اُچھل کر صندوق سے باہر آ گیا۔ نئی بات یہ تھی کہ اُس کے ہاتھ میں ایک ہار دکھائی دے رہا تھا۔ درباریوں کے چہروں پر رونق آ گئی۔ وہ سمجھ گئے کہ شہنشاہ یہی ہار لینے گیا تھا۔ ضرور اِس میں کوئی خاص صفت ہو گی۔

تخت پر واپس آ کر افراسیاب نے گُل دستے سے ایک اور پھول نکالا اور اُس پر کچھ پڑھ کر پھونکنے کے بعد صندوق کی طرف اُچھال دیا۔ گڑگڑاہٹ کی آواز بُلند ہوئی۔ صندوق کا ڈھکن آہستہ آہستہ بند ہو گیا۔ خادم صندوقِ آتش کو اُٹھا کر لے گئے۔ افراسیاب نے ہار کو اِس طرح آزر کے سامنے کیا

کہ سارے درباری بھی اُسے دیکھ سکتے تھے۔ ہار میں
ایک چھوٹی سی تختی بندھی ہوئی تھی جس پر کسی
عورت کی تصویر تھی۔

"اِس ہار کی مدد سے تم عمرو کو پہچاننے میں کبھی
دھوکا نہ کھاؤ گے۔ افراسیاب نے آذر کو سمجھاتے ہوئے
کہا۔ جب کوئی شخص اپنی اصلی صورت میں تمھارے
سامنے ہو گا تو اِس تختی پر یہی تصویر رہے گی
جو ہے لیکن اگر وہ کسی دوسرے بہروپ میں ہوا
تو اِس عورت کی جگہ تختی پر اُس کی اصلی شکل
نظر آنے لگے گی۔ یاد رکھنا! عیار ہمیشہ کسی دوسرے
بہروپ ہی میں دھوکا دیا کرتا ہے۔" یہ کہہ کر اُس
نے ہار آذر جادو کی طرف بڑھا دیا۔

سارے درباری ہار کی یہ خاصیت معلوم کر کے
ہکا بکا رہ گئے۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ
ایسی کوئی چیز بنائی جا سکتی ہے۔ ایک بار اور
افراسیاب کے جادو کی طاقت کا سکہ اُن کے دلوں
پر بیٹھ گیا۔

آذر جادو نے بڑھ کر افراسیاب کے ہاتھ سے
ہار لے لیا اور اُس کے تخت کو بوسہ دیتے ہوئے

اب سے بولا۔ عالم پناہ! اب مجھے کسی بات کی
وا نہیں۔ حضور کی اِس عنایت کے بعد میرا اعتماد
لے سے سو گنا زیادہ ہو گیا ہے۔ میں جلد از جلد
رو کو حضور کے سامنے پیش کروں گا۔ اجازت
یجیے۔ ابھی اسی وقت روانہ ہوتا ہوں۔"

"جاؤ!" افراسیاب نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "وہ نخلستان
ثمان کے جنگل میں کہیں مل جائے گا۔"

اجازت پاتے ہی آذر جادو دربار سے رخصت
ہوا اور اڑتا ہوا اس جنگل میں جا پہنچا جہاں
کا پتا افراسیاب نے بتایا تھا۔ یہاں عمرو ایک مقام
پر چھپا ہوا آرام کر رہا تھا۔ آذر اُسے تمام
پہاڑیوں، غاروں اور درختوں میں ڈھونڈتا پھر رہا
تھا۔ اچانک دل میں کھٹکا محسوس کر کے عمرو اٹھ
بیٹھا اور سامنے کی جھاڑیاں آہستہ سے ہٹا کر
ارد گرد کا جائزہ لینے لگا۔ جلد ہی اُس نے آذر
کو دیکھ لیا۔ اُس کا ماتھا ٹھنک گیا۔ دل میں
کہنے لگا۔

"طلسم ہوش ربا میں آ کر میں نے خواہ مخواہ کی
مصیبت مول لی ہے۔ ایک پل کا چین نصیب

نہیں۔ ہر وقت اور ہر جگہ پکڑے جانے کا ڈر لگا
رہتا ہے۔ ایک سے ایک بڑھ کر جادوگر یہاں
موجود ہے۔ آخر کتنوں کو ماروں گا! کتنوں سے
بچوں گا۔ اتنا بڑا طلسم بغیر لوحِ طلسم کے ہاتھ آئے
کیسے فتح کیا جا سکتا ہے۔ پتا نہیں اسد غریب پر
کیا گزری۔ شہزادہ بدیع الزماں پہلے ہی یہاں گم
ہو چکا ہے۔ میرا بھی یہی حشر ہو گا۔ نہ مجھے کسی
کی خبر مل سکے گی، نہ کوئی میرا پتا پا سکے گا۔
پردیس اور گمنامی کا عیش اور غم سب برابر ہوتا
ہے۔ یہاں نہ کارناموں کی داد ہے، نہ ناکامیوں کی
شرم۔ مارا گیا تو گدھوں اور کتوں کی خوراک بنوں گا
بچ نکلا تو جنگلوں اور بیابانوں میں خاک پھانکتا
رہوں گا۔ کاش میں یہاں نہ آتا۔ کاش! مجھے معلوم
ہوتا کہ طلسم ہوش ربا اتنا بڑا ملک ہے۔ اتنے
جادوگر یہاں رہتے ہیں۔"

کچھ دیر اسی طرح کی باتیں سوچنے کے بعد عمرو
نے ایک بار پھر جھانک کر دیکھا۔ ہولناک شکل
کا جادوگر سامنے کی ایک گنجان جھاڑی کی تلاشی
لے رہا تھا۔ اس کی حرکتیں دیکھ دیکھ کر عمرو کا خون

گرم ہو گیا۔ اسے اس بات کا بھی اندازہ ہو گیا
کہ وہ تنہا ہی ہے۔

عمرو نے فیصلہ کیا۔ اسے قتل ہی کر دینا چاہیے۔
جادوگر جتنے کم ہوں اچھا ہے۔ ویسے بھی اگر میں
نے اسے ہلاک نہ کیا تو وہ مجھے نہ چھوڑے گا۔"

یہ خیال آتے ہی عمرو نے جلدی جلدی اپنا حلیہ
تبدیل کیا۔ ایک خطرناک جادوگر کا روپ دھارا۔ ناک
کان میں فاسفورس کا ایسا روغن لگایا کہ ہوا لگنے
پر ان سے شعلے نکلتے دکھائی دیتے۔ پھر چھپتے چھپاتے
کچھ دور پیچھے کی طرف نکل گیا اور وہاں سے
کھانستے کھنکارتے آزر جادو کی طرف بڑھنے لگا۔

آزر نے اس کی آہٹ سنی تو چوکنا ہو کر ادھر
ادھر دیکھنے لگا۔ آنے والے کی صحیح سمت کا اندازہ
لگاتے ہی وہ ایک جھاڑی کی اوٹ میں ہو گیا۔
اور چھپ کر دیکھنے لگا۔ اسے شک تھا کہ آنے والا
عمرو نہ ہو اور مجھے دیکھ کر بھاگ نہ جائے۔ لیکن
جب اس نے عمرو کے بجائے ایک ایسے جادوگر
کو آتے دیکھا جس کے ناک اور کانوں سے شعلے
نکل رہے تھے تو اس کا شک دور ہو گیا۔ وہ اوٹ

سے باہر نکل کر کھڑا ہو گیا اور اُس کے قریب آنے
کا اِنتظار کرنے لگا۔

"سامری کی جے! جمشید کی جے!" عمرو نے آذر کے
قریب پہنچتے ہی نعرہ لگایا۔

آذر نے اُس کا ویسے ہی لفظوں میں جواب دیا
اور پُوچھا۔ "بھائی کدھر سے آ رہے ہو؟ کیا راستے
میں تُمھیں کوئی مشکوک آدمی بھی مِلا ہے؟"

"میرا نام آفت جادُو ہے۔" عمرو نے اِطمینان کے
ساتھ کہا۔ "وادیٔ الماس سے آ رہا ہوں۔ قلعۂ یاقُوت
جانے کا اِرادہ ہے۔ وہاں جادُوگری کا مقابلہ ہو
رہا ہے۔"

پھر اُس نے سوالیہ لہجے میں کہا۔ "یہ مشکوک آدمی
سے تمھاری کیا مُراد ہے؟ تُم کسے ڈھونڈ رہے ہو؟"

"بھائی! کیا بتاؤں۔" آذر نے کہا۔ "ایک مکّار عمرو
نامی امیر حمزہ کا عیّار ہے۔ امیر حمزہ خُود تو طلسم
ہوش رُبا کے سرحدی مُلک کوہِ عقیق میں سلیمان عنبریں
سے جنگ آزما ہے مگر اپنے ایک نواسے اور پانچ
خطرناک عیّاروں کو طلسم ہوش رُبا میں گڑبڑ کرنے
کے لیے بھیج دیا ہے۔ اُس کا ایک بیٹا تو پہلے

ہی یہاں قید ہے۔ نواسہ مارا مارا پھر رہا ہے۔
عیّاروں نے البتہ شہنشاہ افراسیاب کو پریشان کر رکھا
ہے۔ اِن سب کا اُستاد عمرو ہے۔ میں اُسی کی تلاش
میں ہوں۔"

"کیا تُم مہتاب جادُو کے مُلازم ہو؟ تُمھیں اُس نے
اس کام پر مُقرّر کیا ہے؟" عمرو نے سوال کیا۔

"نہیں۔ مُجھے شہنشاہ افراسیاب نے بھیجا ہے۔" آذر
نے بتایا۔ "مہتاب جادُو کو تو عمرو قتل کر چُکا ہے۔"

"ہائیں! کیا کہا، مہتاب جادُو قتل ہو گیا؟" عمرو
نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے پُوچھا۔

"ہاں بھائی! یہ کل رات کی بات ہے۔" آذر
نے کہا۔

"ہائے غضب ہو گیا۔" عمرو نے کہا۔ "وہ میرا ماموں زاد
بھائی تھا۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ واپسی میں کُچھ
دِن اُس کے پاس ٹھہروں گا۔ بس اب میں قلعۂ
یاقُوت نہیں جاؤں گا۔ جب تک اُس کے قاتل سے
اِنتقام نہ لُوں گا دانہ پانی حرام سمجھوں گا۔ اچھا
ہُوا تُم مِل گئے۔ دونوں مِل کے اُسے ڈھونڈتے
ہیں۔ مِل گیا تو کچّا ہی چبا جاؤں گا۔"

آزر جادو اُس کا جوش دیکھ کر اُسے ساتھی بنانے
پر راضی ہو گیا۔ اُس نے سوچا ایک سے دو
بہتر رہیں گے۔ دونوں مِل کر عمرو کو ڈھونڈنے لگے
آزر کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد عمرو موقع کی
تاک میں لگا رہا۔ وہ ایسا موقع چاہتا تھا کہ
چند لمحوں کے لیے آزر اتنا غافل ہو کہ وہ زنبیل
سے خنجر نکال کر اُس پر بھرپور وار کر سکے۔
یا سفوفِ بے ہوشی سُنگھا سکے لیکن آزر اتنا
چالاک تھا کہ مہلت ہی نہ دیتا تھا۔ دُوسری طرف
دیکھتے ہوئے بھی اُس کی ہر حرکت پر نظر رکھتا تھا۔
اور اُس سے چوکنا رہتا تھا۔ کئی بار عمرو نے مختلف
بہانوں سے خُود کو اُس کے پیچھے رکھنے کی جو
کوششیں کی تھیں شاید اُس سے اُسے کچھ شبہ بھی
ہو گیا تھا۔

اچانک ایک موڑ مڑتے ہوئے عمرو نے اپنا دامن
کانٹوں کے ایک جھاڑ سے اٹکا دیا اور پھر رُک
کر دامن چھڑانے لگا۔ اس ترکیب سے اُسے آزر
سے کئی قدم پیچھے رہنے کا موقع مل سکتا تھا۔ ہُوا
بھی ایسا ہی۔ آزر بڑھتا چلا گیا۔ عمرو نے دامن

چھڑا کر فوراً زنبیل میں ہاتھ ڈال دیا۔ لیکن دُوسرے
ہی لمحے آزر پلٹ کر اُس کے سامنے آ گیا۔
عمرو زنبیل سے ہاتھ نکال کر اس طرح اپنی بغل
کھجانے لگا جیسے اُس نے زنبیل میں ہاتھ ڈالا ہی
نہ ہو۔ آزر کو یہ بات کھٹک گئی لیکن عمرو پر اُس
نے ظاہر کچھ نہ کیا۔ پر دِل میں ہوشیار ہو گیا۔ ایک
جگہ عمرو کی نگاہ بچا کر اُس نے طلسمی ہار کی
تصویر پر نظر کی۔ تو عورت کی تصویر غائب تھی۔
اُس کی جگہ عمرو کی اصل شبیہ دکھائی دے رہی
تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ آفت جادو کے بھیس میں عمرو
اس کے ساتھ لگا ہُوا ہے۔ عمرو نے اُس کے
چہرے کے اُتار چڑھاؤ کو غور سے دیکھا تو وہ
بھی بھانپ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ بات
بگڑتی دیکھ کر وہ غائب ہونے کی سوچنے لگا۔
عیاری کی چادر نکالنے کے خیال سے اُس نے اپنا
ہاتھ زنبیل کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ آزر نے جادو
پڑھ کر اُس کی طرف پھونک ماری۔ عمرو کے جسم
سے حرکت کرنے کی طاقت جاتی رہی۔ وہ جُوں کا
توں کھڑا رہ گیا۔ آزر نے اُس کے ہاتھ پیٹھ کی

طرف موڑ کر کلائیوں کو زنجیر سے جکڑ دیا۔ عمرو اپنی
اس شکست پر سخت نادم تھا۔ دل ہی دل میں
وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا کہ آزر کے سامنے
آنے کی بجائے چھپ کر دور سے وار کیوں نہ کیا۔

"اے آزر! یہ کیا مذاق ہے؟" عمرو بولا۔ "جلد میرے
ہاتھ کھول دے۔ نہیں تو تجھے پچھتانا پڑے گا۔ کیا دوستی
کا حق اسی طرح ادا کیا جاتا ہے؟ یاد رکھ اس ملک
میں میرے بہت سے عزیز رہتے ہیں۔ اگر تو مجھے ہلاک
یا گرفتار کرنے کی نیت رکھتا ہے تو ہرگز یہاں سے
زندہ بچ کر نہ جا سکے گا۔"

"او مکار! مجھے مت ڈرا۔ میں تجھے پہچان چکا ہوں،
تو عمرو ہے۔ میں تجھے لے کر شہنشاہ افراسیاب کی
خدمت میں پیش کروں گا۔ اب تجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔
تیرے دن پورے ہو چکے۔"

یہ کہہ کر آزر نے زنجیر کو جھٹکا دیا اور عمرو کو
گھسیٹتا ہوا لے چلا۔ عمرو اسے طرح طرح کے چکمے
اور دھمکیاں دیتا رہا۔ شور اور واویلا مچاتا رہا۔ مگر
آزر نے کسی بات پر کان نہ دھرا۔ آخر تھک ہار
کر عمرو خاموش ہو گیا۔ رہائی پانے کی اس کے دل

میں اب بس ایک ہی امید رہ گئی تھی اور وہ یہ
کہ اس کا کوئی شاگرد اسے اس حالت میں دیکھ
لے اور اسے چھڑانے کی کوشش کرے۔ برق فرنگی
کے بارے میں اسے یقین تھا کہ وہ اس جنگل میں
آس پاس ضرور کہیں ہو گا۔ اس کے علاوہ اسے توقع
تھی کہ اگر اس کے دوسرے شاگرد بھی نخلستانِ زخشاں
یا اس کے آس پاس پہنچ چکے ہوں گے تو انھوں
نے وہ بان ضرور دیکھے ہوں گے جو اس نے اور
برق فرنگی نے گزشتہ رات آسمان کی طرف اڑائے
تھے اور انھیں دیکھ کر وہ بھی اس جنگل میں پہنچ
گئے ہوں گے یا پہنچنے والے ہوں گے۔ اسی امید پر
آزر کے پیچھے گھسٹتے ہوئے اس نے اپنے چہرے سے
رنگ و روغن صاف کیا اور اصلی شکل میں آ گیا۔
اس لیے کہ ایک تو اب دوسرے بھیس میں رہنے
کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ دوسرے اس طرح
اس کا کوئی شاگرد اسے دور سے دیکھ کر پہچان سکتا
تھا۔

عمرو کی یہ ترکیب کام آ گئی۔ اس کا شاگرد ضرغام
شیر دل اس کی تلاش میں سامنے سے چلا آتا تھا

کہ ایک بلندی سے اُس نے دیکھ لیا کہ اُستاد بندھے
چلے آ رہے ہیں۔ اپنے پیچھے تھوڑے فاصلے پر
وہ ایک چرواہے کو گایوں کا ریوڑ چراتے دیکھ آیا
تھا۔ وہ فوراً پلٹا، دھوکے سے چرواہے کو بے ہوش کر
کے اُسے جھاڑی کے اندر چھپا دیا اور خود اُس کا
بہروپ بھر کر گائیں چرانے لگا۔ آزر جادو کو عمرو کے
ساتھ اسی راستے سے ہو کر گزرنا تھا۔ تھوڑی ہی
دیر بعد دونوں اُس کے سامنے تھے۔ اُس وقت آزر کا
حلق پیاس سے خشک ہو رہا تھا۔ چرواہے کو دیکھ
کر اُسے خیال گزرا کہ پانی اس کے پاس ضرور ہو گا۔
قریب پہنچ کر اُس نے پانی مانگا۔ ضرغام خوش ہوا
کہ چلو شکار خود پھندے میں آ رہا ہے۔ خالی مشکیزہ
اُسے دکھاتے ہوئے بولا۔

"پانی تو میں نے ابھی پی کر ختم کر دیا ہے۔ کہو
تو تمہارے لیے دودھ دوہ دوں؟ لُٹیا ہے؟"

"مہربانی!" آزر نے جھولی سے لُٹیا نکال کر اُس کے
حوالے کر دی۔ ایک قریب کھڑی ہوئی گائے کی طرف
بڑھتے ہوئے ضرغام نے صفائی کے ساتھ سفوف بے ہوشی
کی ایک پڑیا لُٹیا میں ڈال دی اور آزر کی نگاہوں

ہ سامنے بیٹھ کر دودھ دوہنے لگا۔ لُٹیا بھر گئی تو
وہ اُٹھا اور آ کر اُسے آزر کے سامنے بڑھا دیا۔
آزر لُٹیا کو منہ سے لگانا ہی چاہتا تھا کہ دل میں
خیال گزرا، شہنشاہ افراسیاب نے ہدایت کی تھی کہ جو
بھی آدمی کہیں ملے اُس پر اعتماد کرنے سے پہلے طلسمی
ہار کی تصویر دیکھ لیا کرنا۔ سو کیوں نہ اِس چرواہے کے
بارے میں اطمینان کر لوں؟ یہ خیال آتے ہی اُس نے
تصویر پر نظر کی۔ اُس کا وہم یقین میں بدل گیا۔
عورت کی تصویر غائب تھی۔ اُس کی جگہ ضرغام شیر دل
کی اصلی صورت تختی پر بنی ہوئی تھی۔ آناً فاناً اُس
نے منتر پڑھ کر ضرغام کو بے بس کیا اور اُس
کے ہاتھ بھی زنجیر سے باندھ دیے۔

ضرغام چلایا: "اے شخص! یہ کیا کرتا ہے؟ کیا
نیکی کا یہی بدلہ ہے؟"

"بکواس بند کر،" آزر نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔
"میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ تُو بھی عمرو کا کوئی
ساتھی ہے۔ تجھے بھی شہنشاہ افراسیاب کے سامنے پیش
کروں گا۔"

ضرغام ہنگامہ کرنے لگا تو عمرو نے کہا: "بیٹا صبر

کرو۔ دِل نہ توڑو۔ کوئی نہ کوئی ساتھی ہمیں ضرور رہائی دِلائے گا۔"

عمرو کے سمجھانے بُجھانے سے ضرغام خاموش ہو گیا اُس نے بھی رنگ و روغن مِٹا کر اپنی اصلی صُورت اختیار کر لی۔

دُور ایک درخت پر برقی فرنگی چڑھا ہُوا اِرد گِرد کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک جو ایک سمت اُس کی نگاہ ٹھہری تو معلوم ہُوا کوئی جادُوگر دو آدمیوں کو زنجیر میں باندھے لیے چلا آ رہا ہے۔ دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ اُستاد اور ضرغام ہیں۔ جلدی جلدی درخت سے اُترا۔ اپنی صُورت ایک گوالن کی بنائی۔ مٹکا دُودھ کا سر پر رکھا اور اِٹھلاتا ہُوا اُدھر کو چل دیا۔ جدھر سے وہ لوگ آتے دکھائی دیتے تھے۔

آزر جادُو اپنی کامیابیوں پر اینڈتا اور قیدیوں کو گھسیٹتا بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ ایک موڑ طے کر کے اُس نے سامنے نگاہ کی تو ایک گوالن سر پر دُودھ کا مٹکا رکھے آتی دکھائی دی۔ آزر کو پیاس لگ رہی تھی۔ وہ اُس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "تُو کون ہے اور کہاں جاتی ہے؟"

گوالن بولی "گوالن ہُوں۔ پاس کے گاؤں میں دُودھ بیچنے جاتی ہُوں۔ کیا تُو بھی چلے گا؟"

"بڑی تیز ہے۔" آزر بولا "چل، ایک ڈونگا دُودھ مجھے دے دے۔ پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے ہیں۔"

"میں راہ گیروں کے ہاتھ دُودھ نہیں بیچتی۔ گوالن پیچھے ہٹتے ہُوئے بولی۔ "راستہ چھوڑ۔ دیر ہو رہی ہے۔ تجھے ایسی ہی پیاس ہے تو راستے میں میرا گاؤں ملے گا۔ وہاں جا کر جتنا چاہے پی لینا۔ زیادہ دُور نہیں ہے۔"

"نہیں۔ میں تجھی سے لُوں گا۔ آزر ضد کرتا ہُوا بولا۔ قیمت کی پروا نہ کرنا جو مانگے گی اُس کا دس گُنا ملے گا۔ اِنکار کرے گی تو ایک قدم یہاں سے آگے نہ بڑھنے دُوں گا۔"

مجبُور ہو کر گوالن نے سر سے مٹکا اُتارا مگر پیٹھ آزر کی طرف کیے رکھی۔ پھر پُھرتی سے ڈونگے میں سفوفِ بے ہوشی ڈالا اور اُسے دُودھ سے بھر کر آزر کی طرف بڑھا دیا۔ آزر نے ڈونگا ہاتھ میں لے کر مُنہ کی طرف بڑھایا۔ اُسی لمحے

اُسے افراسیاب کی ہدایت یاد آ گئی۔ فوراً ہی گوالن کے چہرے سے نگاہیں ہٹا کر اُس نے ہار کی تصویر کو دیکھا۔ اِس میں برق فرنگی کا اصلی چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے منتر پڑھ کر گوالن پر پھونکا۔ اُس کے ہاتھ پیروں کی طاقت جاتی رہی دوسرے ہی لمحے آزر نے اُس کے ہاتھ زنجیر سے باندھ دیے۔ گوالن چیخنے لگی۔

"اے منحوس! کیوں تیری شامت آئی ہے۔ یاد رکھ! آگے کے گاؤں میں میرا قبیلہ رہتا ہے۔ اِرد گرد کی ساری بستیوں کے لوگ مجھے جانتے ہیں۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو تیری بوٹی بوٹی کر ڈالیں گے۔ خیریت چاہتا ہے تو فوراً مجھے چھوڑ دے۔ نہیں تو پچھتانے سے بھی کچھ نہ بنے گا۔"

"مجھے چکر نہ دے۔" آزر لاپروائی سے بولا۔ جتنا چاہے چیخ چلا۔ میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ تُو عورت نہیں مرد ہے۔ عمرو کا ساتھی ہے اور عیار ہے۔ تجھے بھی تیرے ساتھیوں کے ساتھ شہنشاہ افراسیاب کے سامنے پیش کروں گا۔ یہ کہہ کر آزر نے زنجیر کو جھٹکا دیا اور تینوں قیدیوں کو

گھسیٹتا ہوا لے چلا۔

گوالن زور زور سے رونے اور اپنے عزیزوں کے نام لے کر مدد کے لیے پکارنے لگی۔ آزر پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا تو عمرو نے گوالن سے کہا۔

"بیٹا! خواہ مخواہ پریشان نہ ہو۔ اس مردود پر کوئی حیلہ کارگر نہ ہو گا۔ اپنی اصلی صورت پر آ جا۔ خدا پر بھروسا رکھ۔ بس وہی غیب سے رہائی کا کوئی سامان کرے گا تو چھوٹیں گے۔ ورنہ جو مقدر میں ہوا جھیلیں گے۔"

برق فرنگی اُستاد کی یہ بات سُن کر خاموش ہو گیا۔ چہرے کے رنگ و روغن ہٹا کر اپنی اصلی صورت پر آیا اور سب کے ساتھ چلنے لگا۔

یہ قافلہ جنگل کا تقریباً آدھا حصہ طے کر چکا تھا۔ لہ جاں سوز بن مہتر قران نے اُسے دیکھ لیا۔ عمرو اور برق فرنگی نے جو بان آسمان پر چھوڑے تھے۔ انھیں دیکھ کر نخلستانِ زرفشاں کے جنوبی حصے سے ہ آج ہی اِس جنگل میں پہنچا تھا۔ اُسے اُمید تھی ر یہاں وہ کم سے کم اپنے دو ساتھیوں کو ڈھونڈ الے گا۔ بے شک وہ اپنے ساتھیوں کو ڈھونڈتے

میں کامیاب ہو گیا۔ اُستاد سمیت تین ساتھی اُس کی
نگاہوں کے سامنے تھے مگر اس حالت میں کہ ایک
اِنتہائی بدصُورت جادُوگر ان کو زنجیر میں باندھے لیے
چلا جا رہا تھا۔

جاں سوز موقع کے اِنتظار میں اُن کے پیچھے پیچھے چلنے
لگا۔ کافی دُور چلنے کے بعد آزر کو ایک باغ دِکھائی
دیا۔ پیاس بُجھانے اور دم لینے کے خیال سے
وہ اِس میں داخل ہو گیا جاں سوز پہلے اِس باغ میں
آ چُکا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ باغ میں کوئی بھی
نہیں ہے۔ اُس نے مالی کا رُوپ بھرا، ہاتھ میں کھرپی
لی، چند پودے اُکھاڑے اور گھوم کر دُوسرے دروازے
سے خود بھی باغ میں جا پہنچا۔ آزر اور قیدی باغ
کے حوض سے پانی پی کر ایک درخت کی چھاؤں
میں کمر سیدھی کر رہے تھے۔

مالی کو باغ میں دیکھ کر آزر نے اُسے قریب
بُلایا اور پُوچھنے لگا۔ "تُو کون ہے؟ یہ باغ کس
کا ہے؟"

جاں سوز نے ادب سے جواب دیا۔ میں اس باغ
کا مُحافظ ہُوں۔ یہ باغ ملکہ بنفشہ جادُو کا ہے۔"

جاں سوز نے ملکہ بنفشہ کا نام ویسے ہی لے
لیا تھا۔ لیکن آزر نے اُس پر کوئی شک نہ کیا
اس لیے کہ اِس مُلک میں چپے چپے پر لاتعداد
بادشاہوں اور ملکاؤں کے باغ تھے اور کوئی بھی
سب کے نام یاد نہ رکھ سکتا تھا۔

"مجھے بھُوک لگ رہی ہے۔ کچھ پھل توڑ کر لے
آؤ" آزر نے اُسے حکم دیا اور وہ سر جھکا کر
چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جاں سوز تازہ پھلوں کی ایک
ٹوکری لیے حاضر ہُوا اور اُسے آزر کے سامنے رکھتے
ہُوئے بولا۔ "حضُور! اگر آرام کرنے کا اِرادہ رکھتے
ہوں تو بنگلا کھول دُوں؟"

"نہیں۔ میرا سفر لمبا ہے۔ بس پھل کھا کر روانہ
ہو جاؤں گا۔" آزر نے جواب دیا اور ایک سیب
کھانے کے اِرادے سے اُٹھایا۔ منہ کھول کر وہ سیب
کو کاٹنا ہی چاہتا تھا کہ اُسے شہنشاہ افراسیاب کی
ہدایت یاد آ گئی کہ جنگل میں جو بھی ملے اُس پر
بھروسا کرنے سے پہلے طلسمی ہار پر نظر ڈال لی
جائے۔

اُس نے فوراً ہار کی تختی کو دیکھا۔ اُس میں
جاں سوز بن قران کی اصلی صورت بنی ہوئی تھی۔
آزر سمجھ گیا کہ مالی کے رُوپ میں یہ کوئی عیّار
اور قیدیوں کا یار ہے۔ جاں سوز بھی خطرے کو
بھانپ گیا۔ لیکن بھاگ نکلنے کے لیے اُس نے ایک
ہی چھلانگ لگائی تھی کہ آزر نے منتر پڑھ کر
اُسے بے بس کر دیا۔ پھر اُس کے ہاتھ زنجیر سے
باندھ دیے۔ جاں سوز بولا۔

"اے ساحر! کیا میری خدمت کا یہی صلہ ہے؟ یاد
رکھ! میری ملکہ شہنشاہ کے دربار میں بڑا مرتبہ رکھتی
ہے۔ جان اور آبرو کی خیر چاہتا ہے تو فوراً مجھے
چھوڑ دے ورنہ ملکہ کے غضب سے نہ بچ سکے گا۔"

"او مکّار میں تیری حقیقت جان چکا ہوں۔ مجھے مت
ڈرا۔ اپنی خیر منا" آزر نے جواب دیا۔ "تو بھی عیّار
ہے۔ تیرے ساتھیوں سمیت میں تجھے بھی شہنشاہ
افراسیاب کی خدمت میں لے جاؤں گا۔" یہ کہہ کر آزر
نے زنجیر کو جھٹکا دیا اور چاروں عیّاروں کو کھینچتا
ہُوا لے چلا۔

جاں سوز کی گرفتاری کے بعد عمرو کا دِل اُداس

ہو گیا۔ اب صرف مہتر قران باقی بچا تھا۔ اوّل تو اِس بات کا
یقین نہ کیا جا سکتا تھا کہ دُوسروں کی طرح وہ بھی اِس جنگل
میں ہو گا۔ اُنھیں دیکھ لے گا اور چھڑانے کی کوشش کرے گا۔
دُوسرے اِس بات کی کوئی اُمید نہ تھی کہ اگر وہ اُنھیں چھڑانے
کی کوشش کرے گا تو کامیاب بھی ہو سکے گا۔ جس آسانی سے
آزر نے ہنستے کھیلتے عمرو کو شکست دی تھی، اُس کے تین نامور
شاگردوں کو گرفتار کر لیا تھا، اُس کو دیکھتے ہُوئے مہتر قران
سے اُمید ایسی ہی تھی جیسے ڈُوبتے کو تنکے کا سہارا۔

دُوسری طرف آزر جادُو یہ دُعا مانگ رہا تھا کہ
کاش پانچواں عیّار بھی اُسے مِل جائے۔ اُس نے یہ
طے کر لیا کہ اب جو بھی نظر آئے گا اُس سے
کوئی بات کرنے سے پہلے وہ ہار دیکھے گا اور اگر
عیّار سامنے آیا تو قریب ہونے سے پہلے ہی وہ
اُسے بے بس کر دے گا۔ اُس کی خوشی کی کوئی اِنتہا
نہ تھی۔ بلا شُبہ جو عیّار کسی کے قابو میں نہ آتے
تھے اور جنھوں نے شہنشاہ افراسیاب کو پریشان کر دیا
تھا اُنھیں اِس نے آسانی سے گرفتار کر لیا تھا۔ یقیناً یہ
اُس کا ایسا کارنامہ تھا جس پر وہ جتنا بھی ناز
کرتا کم تھا۔

خوزمان دیو

آزر چاروں عیاروں کو کھینچتا اور پانچویں کی
لاش میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑاتا ہُوا چلتا رہا۔
تی کہ جنگل کا آخری حِصّہ آ گیا۔ اب اُسے یقین
و گیا کہ پانچواں عیار اس جنگل میں نہیں ہے۔
"کوئی بات نہیں" اُس نے اپنے آپ سے کہا۔
نچویں کو بعد میں دیکھا جائے گا۔ اب مجھے چاہیے
پیدل چلنے میں زیادہ وقت نہ خراب کروں۔ کسی
لہ ٹھہر کر شہنشاہِ افراسیاب کو اِطلاع دُوں اور
خواست کروں کہ مدد کے لیے کُچھ جادُو گر بھیجے تاکہ
دیوں کو اُڑا کر لے جایا جائے"
اِتفاق دیکھیے، عین اس وقت جب کہ آزر جادُو
نچویں عیار سے مایُوس ہو چکا تھا۔ پانچواں عیار بہتر
ن قریب ہی گھاس میں چھپا ہُوا اُسے اور اُس
تبدیلیوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ عمرو اور

برق فرنگی کے اُڑائے ہُوئے بان رات اُس نے بھی
دیکھ لیے تھے۔ اُس وقت وہ نخلستان کے مغرب
میں تھا اور وہاں سے وہ فوراً ہی روانہ ہو گیا تھا
لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے جنگل کے اِس
حِصّے میں وہ اب جا کر پہنچا تھا۔ گھاس کے قریب
پہنچنے پر اُس نے آزر کے قافلے کی آہٹ سُن
لی تھی اور وہ اِحتیاط کے خیال سے گھاس میں
جا چُھپا تھا۔
وہ آزر کی گھناؤنی شکل اور لباس دیکھ کر سمجھ
گیا کہ وہ کوئی خطرناک جادُوگر ہے۔ عمرو اور
اپنے تینوں ساتھیوں کو اُس نے پہلی ہی نظر میں
شناخت کر لیا تھا۔ یہ بات اُسے خاصی اہم محسُوس
ہُوئی کہ شکلیں تو اُس کے ساتھیوں کی اصلی ہیں
مگر لباس ان سب کے مختلف ہیں۔ عمرو جادُوگر کے
لباس میں تھا۔ ضرغام شیر دل چرواہا لگ رہا تھا۔
برق فرنگی گوالنوں جیسے زنانے کپڑے پہنے تھا اور
جاں سوز مالی دکھائی دیتا تھا۔ یہ چیزیں اس بات
کا ثبوت دے رہی تھیں کہ جادُوگر نے ان سب
کو ایک ایک کر کے الگ الگ مقامات پر گرفتار

کیا ہے۔

مہتر قران نے یہ رائے تو قائم کر لی کہ ان
سارے نامور عیاروں نے بھیس بدل کر اِس جادوگر
پر قابو پانے کی کوششیں کی ہوں گی۔ مگر یہ بات
اُس کی سمجھ میں نہ آتی تھی کہ اِن میں سے کوئی
کامیاب کیوں نہیں ہُوا؟ ایک ایک کر کے سب گرفتار
کس طرح ہو گئے؟ سوچتے سوچتے اچانک اُس کے
دل نے گواہی دی کہ یہ جادوگر ضرور کوئی ایسی
طاقت رکھتا ہے کہ عیار اُسے دھوکا نہیں دے
سکتے۔ سامنے آتے ہی یہ عیاروں کو پہچان لیتا ہے
اور قبل اِس کے کہ وہ وار کریں یہ اُنھیں گرفتار
کر لیتا ہے۔ ضرور ایسی ہی کوئی بات ہے ورنہ
کم از کم اُستاد تو اُس کے قابو میں نہ آتے۔

یہ اندیشہ مہتر قران کے دِل پر ایسا جما کہ اُس
نے بھیس بدل کر جادوگر کے سامنے آنے اور
اِس طرح اپنے ساتھیوں کو چھڑانے کا خیال چھوڑ
دیا۔ تیر کمان اُس کے پاس موجود نہ تھے۔ خنجر پھینک
کر وار کرنے میں ساتھیوں کے زخمی ہونے یا جادوگر
کے ہوشیار ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ موزوں بات

صرف یہ تھی کہ کسی ترکیب سے جادوگر کو بے ہوش
کیا جائے۔

آزر قیدیوں سمیت مہتر قران کے قریب سے ہو
کر گزر گیا۔ جب مہتر قران کو اطمینان ہو گیا کہ
وہ اُسے مُڑ کر نہ دیکھ سکے گا تو وہ گھاس سے
باہر نکلا اور احتیاط کے ساتھ اُس کا پیچھا کرنے
لگا۔ کچھ دُور آگے جا کر راستہ ایک تنگ درے
میں سے ہو کر گزرتا تھا۔ درہ خاصا طویل اور کہیں
کہیں پیچ دار تھا۔ اِس کے بعد جنگلات کا سلسلہ
کم ہوتے ہوتے ایک کھُلے میدان سے جا ملتا تھا۔
اپنی کسی کارروائی کو عمل میں لانے کے لیے
مہتر قران کو درے سے بہتر مقام نہ مل سکتا
تھا۔ اور اگر یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہے تو پھر
کھُلے میدان میں آزر کی نگاہوں سے چھپ کر اُس
پر وار کرنا اُس کے لیے ممکن نہ ہو سکتا تھا۔
اسی خیال سے وہ جلد سے جلد درے تک پہنچ
جانا چاہتا تھا مگر مشکل یہ تھی کہ اُسے آزر کے
آگے چلنا پڑتا اور آزر کے آگے جانا صرف اسی
صورت میں ممکن تھا کہ وہ کچھ دیر ٹھہر جائے۔

درہ قریب آتا جا رہا تھا اور آزر رُکنے کا
نام نہ لیتا تھا۔ تنگ آ کر مہترِ قران نے خطرہ
مول لینے کا فیصلہ کیا۔ آزر قیدیوں کے ساتھ ایک
ٹیلا عبور کرنے لگا تو مہترِ قران نے ٹیلے کی تلہٹی کا
خطرناک چکر کاٹ کر اِس سے آگے نِکل جانے کی
کوشش کی۔ تلہٹی میں جگہ جگہ کھائیاں تھیں۔ اُنھیں
پار کرنے میں اُسے اِتنا وقت لگ گیا کہ آزر دوسری
جانب اِس سے پہلے پُہنچ گیا۔ زنجیر ہاتھ میں لیے
وہ آہستہ آہستہ ٹیلے کی ڈھلان سے اُتر رہا تھا
اُس کے پیچھے ایک قطار میں قیدی اُتر رہے
تھے۔ زنجیر بہت لمبی تھی اور ہر قیدی کے درمیان
دو دو قدم کا فاصلہ ہونے کی وجہ سے اُن کی
قطار بھی خاصی لمبی دکھائی دیتی تھی۔ فوراً ہی
مہترِ قران کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ وہ
جھاڑیوں کی اوٹ لیتے ہوئے پنجوں کے بل قیدیوں
کی طرف بڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ پگڈنڈی کے قریب
جا پُہنچا۔ عین اُسی وقت آزر ایک موڑ کی طرف
گھوم رہا تھا۔ موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے
مہترِ قران نے جھاڑی سے سر نکال کر آخری قیدی

کو اپنی طرف مُتوجہ کیا۔ وہ اُس کا بیٹا جان سوز
تھا۔ جان سوز کی نگاہ اُس پر پڑی ہی تھی کہ
مہترِ قران نے اُسے اِشارہ کیا: "تھوڑی دیر کے
لیے رُک جاؤ۔"
باپ کو دیکھ کر جان سوز کو رہائی کی کچھ اُمّید
تو ہو گئی لیکن وہ یہ نہ سوچ سکا کہ اُسے کِس
جگہ اور کِس طرح رُکنا چاہیے۔ سرگوشی میں اُس
نے یہ بات برقِ فرنگی کو بتا دی۔ پھر برق نے
ضرغام سے کہی اور ضرغام نے اُستاد کے کانوں
تک پہنچا دی۔ اُمّید کی اِس کرن نے عَمرو کا دماغ
روشن کر دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ مہترِ قران کافی دیر
سے ہمارے آس پاس منڈلا رہا ہے اور کسی وجہ
سے آزر کے سامنے آنے سے کترا رہا ہے۔ اُس
کی یہ اِحتیاط عَمرو کو بہت پسند آئی۔ جلد ہی اُس
نے یہ بات بھی سمجھ لی کہ آزر کو کچھ دیر راستے
میں رُکوانے سے اُس کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ
وہ اُس سے آگے نِکل جائے۔ پگڈنڈی کو آگے
جا کر پہاڑوں کے درمیان گھومتا دیکھ کر اُس نے
یہ بھی اندازہ کر لیا کہ شاید مہترِ قران کسی تنگ

موڑ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ یہ رائے قائم کرتے ہی
عُمرو اکبارگی دھڑام سے زمین پر گر گیا۔ آزر جادو
غصّے سے اُس کی طرف لپکا۔ عمرو آنکھیں اُلٹے اِس
طرح اینٹھ اور کپکپا رہا تھا جیسے اِس پر مرگی
کا دورہ پڑ گیا ہو۔ آزر نے زنجیر کو کئی جھٹکے
دیے لیکن کھڑے ہونے کے بجائے عمرو منہ سے
جھاگ نکالنے لگا۔ دوسرے تینوں عیار روتے پیٹتے
اُس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ وہ سب چلّا رہے تھے۔
"ہائے! بچاؤ! مرگی کا دورہ پڑ گیا۔"

آزر جادو یہ ہنگامہ دیکھ کر کچھ پریشان ہو گیا۔
کچھ دیر کھڑا وہ دورہ ختم ہونے کا انتظار کرتا
رہا۔ لیکن جب عمرو کی حالت خراب ہوتی چلی
گئی تو اُس نے جھولی میں سے ایک لیموں اور
چاقو نکالا۔ لیموں کو کاٹا اور کچھ پڑھتے ہوئے
اُس کا عرق عمرو کے منہ پر ٹپکانے لگا۔ اگر اصلی
مرگی کا دورہ ہوتا تو شاید اُس کے اِس عمل سے
فوراً ختم ہو جاتا۔ مگر یہ تو ایکٹنگ تھی۔ منہ اور
چہرے پر لیموں کے قطرے محسوس کر کے وہ
آنکھیں کھولتا، اُٹھنے کی کوشش کرتا اور پھر گر کر

تڑپنے لگتا۔

آخر جب آزر نے سارا لیموں نچوڑ دیا تو وہ
اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن ایسا بے دم دکھائی دینے لگا
جیسے اُس میں کھڑے ہونے کی بالکل سکت نہیں ہے۔
تھوڑی دیر بعد آزر نے اُسے سہارا دے کر اُٹھایا اور
آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ عمرو لہراتا ہوا چلنے لگا۔
لیکن اُس کی رفتار بہت سست رہی۔

مہتر قران نے اِس موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔
جھاڑیوں اور درختوں کی آڑ لیتا ہوا وہ تیزی کے
ساتھ درے کے اندر جا پہنچا۔ کچھ دیر بعد آزر
بھی قیدیوں کے ساتھ درے میں داخل ہو گیا۔
سب ایک قطار میں آگے پیچھے آگے بڑھنے لگے۔
نصف سے زائد راستہ بغیر کسی حادثے کے گزر
گیا۔ سارے عیار حیران تھے کہ مہتر قران کہاں گیا۔
رفتہ رفتہ اُن کے دل ڈوبنے لگے۔ رہائی کی پیدا
ہونے والی اُمید ماند پڑنے لگی۔ انھیں اندیشہ ہونے
لگا کہ یا تو مہتر قران راستہ بھٹک کر کسی اور سمت
نکل گیا ہے یا پھر کسی سبب سے ان سے پہلے
درے میں داخل نہیں ہو سکا ہے۔

وہ اِنھی خیالات میں محو تھے کہ ایک موڑ سے
چند قدم پہلے آزر رُکا اور ایک پودے کے نیچے
پڑی ہُوئی کسی چمکتی چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔
عُمرُو کی نگاہ بھی خُود بخُود اُس طرف اُٹھ گئی۔
غور سے دیکھنے پر اُس کا دِل اکبارگی دھڑک اُٹھا
چہرے پر سُرخی دوڑ گئی۔ بے اِختیار اُس کے مُنہ
سے نِکل گیا۔ "ارے! شیش ناگ کا مَن ہے"

آزر کو بھی یہی خیال ہو رہا تھا۔ عُمرُو کے مُنہ
سے یہ الفاظ سُنتے ہی اُس کی باچھیں کِھل گئیں
ہاتھ بڑھا کر اُس نے جلدی سے مَن اُٹھا لیا اور
غور سے دیکھنے لگا۔

"کیا تُم شیش ناگ کے اصلی مَن کی پہچان بتا
سکتے ہو؟" آزر نے عُمرُو سے پُوچھا۔

"بہت آسان ہے" عُمرُو نے کہا۔ "مُنہ کی بھاپ
دے کر دیکھو۔ چمک پہلے سے بڑھ جائے تو سمجھو
اصلی ہے ورنہ نقلی۔"

یہ سُنتے ہی آزر مَن کو بھاپ دینے لگا۔ عُمرُو
اور دُوسرے عیاروں نے فوراً سانس روک لی۔
اِکبارگی مَن چٹخ کر دو ٹکڑے ہُوا۔ اُس میں سے

بھاپ غُبار نِکلا اور آزر کی ناک اور حلق کے اندر
داخل ہو گیا۔ آزر زور سے چھینکا اور دھڑام سے
نیچے گِر پڑا۔

"وہ مارا!" چاروں عیاروں نے خُوشی سے نعرہ
بلند کیا۔ چند ہی لمحوں بعد مہتر قِران ہاتھ میں خنجر
لیے موڑ کے پیچھے سے نِکل کر سامنے آیا۔ عُمرُو
کو دیکھتے ہی اُس نے ادب سے سلام کیا اور پھر
آزر جادُو کے سینے پر سوار ہو کر اُس کا کام
تمام کر دیا۔

آزر کے مرتے ہی گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔
زور دار آندھی چلنے لگی۔ رونے چیخنے کی آوازیں
آنے لگیں۔ پھر جب کُچھ دیر بعد یہ ہنگامہ تھما
تو صدا آئی: "ہیہات! مُجھے بکرے کی طرح ذبح
کر دیا۔ میرا نام آزر جادُو تھا۔"

جادُو کی وہ زنجیر جس میں چاروں عیار بندھے
ہُوئے تھے خُود بخُود غائب ہو گئی۔ آزاد ہوتے
ہی باری باری سب مہتر قِران کو گلے لگانے لگے۔
عُمرُو نے دِل کھول کر اُس کی عقل مندی کی تعریف
کی۔ بعد میں چاروں شاگردوں نے اُس سے آیندہ

کے لیے ہدایت طلب کی تو اُس نے کہا۔

"بہتر ہے کہ اب ہم ایک دُوسرے سے زیادہ دُور دُور نہ رہیں۔ آگے پیچھے سب طلسمِ افراسیاب تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ جو خطرے ہیں یہاں ہیں ویسے ہی یا اِس سے کچھ زیادہ وہاں ہوں گے۔ پھر ہم کیوں اِدھر اُدھر مارے مارے پھریں۔ یہاں صرف چھوٹے درجے کے سردار ہمارے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔ وہاں افراسیاب کے درباری اور ماتحت بادشاہ تو ہمارے شکار ہوں گے۔"

سب نے اِس رائے سے اِتفاق کیا۔ عمرو آگے آگے اور دُوسرے اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ درہ پار کر گئے۔ اس کے بعد وہ دن اور رات میں صرف چند گھنٹے آرام کرتے۔ باقی سارا وقت سفر کرتے رہتے۔ میدان، پہاڑ، ندی نالے پار کرتے ہُوئے جادُوگروں کی بستیوں، شہروں، بنگلوں، اور باغوں سے بچتے بچاتے وہ طلسمِ ظاہر کی سمت مُسلسل بڑھتے رہے۔

اب کچھ شہزادہ اسد کا حال سُنیے۔ شعلہ جادُو

اُسے شہزادی مہ جبین اور دِل آرام کے ساتھ طلسمی جال میں لپیٹ کر اُڑتا چلا رہا تھا۔ تینوں قیدی رہائی سے مایُوس ہو کر حسرت سے ایک دُوسرے کو تک رہے تھے۔ البتہ اُن کے دِل گِڑگِڑا کر بارگاہِ خُداوندی میں نجات کی دُعائیں کر رہے تھے۔ کچھ دیر تک وہ سب ایک جیسی حالت میں اُڑتے رہے مگر پھر اچانک اُلٹ پلٹ ہونے لگے۔ ایسا لگتا جیسے شُعلہ کبھی قلا بازی کھاتا ہے کبھی ایک دم پلٹ کر دائیں طرف اُڑنے لگتا ہے اور کبھی بائیں طرف۔ پھر چند لمحوں بعد وہ سیدھا تیر کی طرح زمین پر اُترنے لگا۔ سارے قیدی حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ اچانک شہزادی مہ جبین ایک سمت اِشارہ کر کے چیخ پڑی۔

"وہ دیکھو۔"

شہزادہ اسد نے زمین کی طرف دیکھا مگر دِل آرام کی نگاہ اُس طرف اُٹھ گئی جدھر شہزادی نے اِشارہ کیا تھا۔ اُس کا دِل تھرّا اُٹھا۔ اُس طرف سے ایک اِنتہائی خوفناک دیو باز کی طرح شُعلہ پر جھپٹ رہا تھا۔

"اُف دیو" دِل آرام دہشت سے پُکاری اور اُس کی گھگھی بندھ گئی۔

اب شہزادہ اسد کی نِگاہ بھی دیو کی جانب اُٹھ گئی۔ مگر اُسے غور سے دیکھتے ہی خوف کے بجائے خوشی سے اُس کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ دِل آرام اور شہزادی مہ جبین کو تسلّی دیتے ہُوئے وہ بولا۔

"گھبراؤ نہیں۔ یہ دیو دُشمن نہیں دوست ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دیو سے مخاطِب ہُوا اور جِناتی زبان میں پُوری طاقت سے چِلّا کر بولا "خوزمان! میں اسد ہُوں۔ ملکہ آسمان پری کا نواسہ۔ اِس جادُوگر نے ہمیں قید کر رکھا ہے۔"

یہ وہ وقت تھا کہ شُعلہ جادُو کو اپنی گرفت میں لینے کے لِیے خوزمان دیو کو موقع مِل چُکا تھا۔ اُس کے دونوں ہاتھ شُعلہ کے دائیں بائیں پہنچ چُکے تھے اور اُسے صرف اپنی دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں مِلانا تھا۔ اگر وہ ایسا کر دیتا تو شُعلہ کے ساتھ اسد وغیرہ بھی اُس کی ہتھیلیوں میں مِلے جاتے۔ اسد کے الفاظ سُنتے ہی خوزمان نے اپنے ہاتھ اُٹھا لِیے اور اُس جال کو گھُور کر دیکھنے

لگا جو شُعلہ جادُو کے کندھے سے لٹکتا ہُوا ہوا میں جھول رہا تھا۔

یہ دیو کوہ قاف کی ملکہ آسمان پری کا خاص نامہ بر تھا۔ جب امیر حمزہ کوہ قاف گئے تھے تو وہاں اُنھوں نے ملکہ سے شادی کر لی تھی۔ اسد کی ماں اِسی ملکہ کی بیٹی تھی۔ ملکہ کبھی کبھی امیر حمزہ کی خیر و عافیت معلوم کرنے کے لِیے اپنے خوزمان دیو کو بھیجا کرتی تھی۔ اِس وقت خوزمان اُس کا ایک خط لے کر امیر حمزہ کے پاس جا رہا تھا۔ اسد کو دیکھ کر اُس نے فوراً پہچان لیا۔ غُصّے سے اُس کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ اب تک وہ شُعلہ اور اُس کے قیدیوں کو ہوا ہی میں پکڑ کر کھا جانے کا اِرادہ رکھتا تھا مگر ملکہ کے نواسے کو دیکھ کر اُسے اپنا یہ خیال بدلنا پڑا۔

اِس وقفے سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے شُعلہ جادُو ڈُبکی لگا کر دائیں طرف گھُوم گیا اور زمین کی طرف جانے کے بجائے تیر کی طرح سیدھا آسمان کی طرف اُٹھتا چلا گیا۔ وہ اِتنا اُونچا اُٹھ جانا چاہتا

تھا کہ دیو اُسے دیکھ نہ سکے۔ بچ نکلنے کی بس یہی ایک صورت تھی۔ اس لیے کہ دیوؤں کے لیے زیادہ تیزی سے گھومنا اور سیدھا اُوپر اُڑنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ خوزمان نے اسد کی سلامتی کے خیال سے شعلہ جادو کو ہوا میں اُڑتے ہوئے پکڑنے یا مار گرانے کا خیال ترک کر دیا تھا۔ اُس کی خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح اُسے زمین پر اُترنے کے لیے مجبور کر دیا جائے۔

شعلہ جادو کو سیدھا آسمان کی طرف جاتا دیکھ کر خوزمان چکر لگاتے ہوئے اُس کے اُوپر پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ چوتھے ہی چکر میں وہ اُس کے سر پر تھا۔ بس اس کے بعد اُس نے شعلہ جادو کو اُوپر یا دائیں بائیں نہ جانے دیا۔ مجبور ہو کر وہ نیچے اُترنے لگا۔ بار بار وہ پہاڑی علاقے کی طرف اُترنے کے لیے لپکتا لیکن خوزمان اُسے گھیر کر کھلے میدانی علاقے کی طرف بڑھنے پر مجبور کر دیتا۔ اگر شعلہ پہاڑی علاقے میں اُتر جاتا تو چٹانوں کے درمیان کسی بھی تنگ جگہ میں چھپ کر محفوظ ہو جاتا۔ خوزمان یہ بات اچھی طرح سمجھتا تھا۔ چنانچہ

آخر تک اُس نے شعلہ جادو کو اس کا موقع نہ دیا خود کو بے بس پا کر شعلہ جادو نے آخری کوشش کی۔ ایک قلابازی کھائی اور تڑپ کر ترچھا اُس طرف اُڑتا چلا گیا۔ جدھر میدان ایک تنگ درے سے جا ملتا تھا۔ خوزمان اُسے اُس طرف جانے سے تو نہ روک سکا البتہ اُس کے پیچھے لگ گیا۔

شعلہ جادو نے درے کے دہانے کے قریب پہنچ کر زمین سے پیر ٹیکے۔ قیدیوں والا جال کندھے سے اُتار کر زمین پر پھینکا اور درے میں جا چھپنے کے لیے دوڑ پڑا۔ خوزمان دیو کے پیر بھی زمین سے لگ چکے تھے مگر وہ دوڑ کر یا صرف ہاتھ لمبا کر کے اُسے نہ پکڑ سکتا تھا۔ چٹانوں کی ایک تنگ دراڑ شعلہ جادو سے چند قدم کے فاصلے پر رہ گئی تھی۔ درے میں داخل ہونے سے پہلے وہ اس دراڑ میں آسانی سے پناہ لے سکتا تھا۔ یہ دیکھ کر خوزمان اپنی جگہ سے اُچھلا اور پیٹ کے بل گرتے ہوئے ہاتھ لمبا کر کے شعلہ جادو کو اپنے پنجے کی گرفت میں لینے کی کوشش کی۔

یہ کوشش کامیاب رہی۔ شعلہ جادو کی کمر

خوزمان کی مٹھی میں آ چکی تھی۔ اِس کے بعد خوزمان نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا۔ اُس نے اپنا خوفناک منہ کھولا اور شعلہ جادو کو لقمۂ تر کی طرح بغیر چبائے نگل گیا۔ یہ دیکھ کر دل آرام اور شہزادی مہ جبین کے چہرے زرد پڑ گئے۔ شہزادہ اسد ناپسندیدگی سے خوزمان کو گھورنے لگا۔

شعلہ جادو کو ہڑپ کر کے خوزمان بڑے فخر کے ساتھ شہزادہ اسد کی طرف چلا لیکن ابھی اُس نے چند ہی قدم اُٹھائے تھے کہ اُس کے پیٹ میں زبردست مروڑ اُٹھنے لگا۔ درد کی تکلیف سے وہ زمین پر گر گیا اور زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ شہزادہ اسد سے اُس کی یہ تکلیف نہ دیکھی گئی۔ چلو میں پانی لے کر اُس نے اسم اعظم پڑھ کر پھونکا اور وہ پانی خوزمان کے پیٹ پر چھڑک دیا۔ چند لمحے بعد ایک خوفناک ڈکار خوزمان کے حلق سے نکلی۔ اِس کے بعد وہ ٹھیک ہو گیا۔ ڈکار کیا تھی آندھی کا ایک جھونکا تھی یا طوفان کا جھکڑ۔ ارد گرد کے درختوں کی شاخیں اس کے زور سے ٹوٹ گئیں۔ رونے چلانے کی پُر اسرار آوازیں سنائی

دینے لگیں۔ بعد میں کوئی پکارا۔

"غضب ہوا! مجھے جیتے جی نگل کر ہلاک کیا۔ میرا نام شعلہ جادو تھا۔"

شہزادہ اسد نے خوزمان کو تاکید کی کہ آئندہ کبھی وہ کسی جادوگر کو اِس طرح نہ کھائے۔ خوزمان شرمندہ ہوا تو اسد نے اُس سے اپنی نانی جان کی خیر و عافیت پوچھی اور نانا جان یعنی امیر حمزہ کے لیے پیغام دیا کہ میرا لشکر طلسم ہوش رُبا کی پہلی ہی منزل پر غائب ہو چکا ہے لیکن مجھے کوئی پروا نہیں۔ یہاں مجھے شہزادی مہ جبین الماس پوش اور وزیر زادی دل آرام کی مدد حاصل ہو چکی ہے جو فی الحال میرے لیے بہت ہے۔ میرا بھروسا ذاتِ الٰہی پر ہے اور یقیناً اِس کی عنایت میرے شاملِ حال رہے گی۔ اب میں افراسیاب کی طرف جاتا ہوں جب تک اُس کے ناپاک وجود کو خاک میں نہ ملاؤں گا ہرگز صورت نہ دکھاؤں گا۔ میرے لیے بس دعا فرماتے رہیں۔"

خوزمان شہزادہ اسد کا یہ پیغام ذہن نشین کر چکا تو شہزادے نے اُسے رخصت کیا۔ ساتھ ہی

یہ ہدایت کی کہ عرب جانے کے بجائے وہ سیدھا
کوہ عقیق کی سرحد پر جائے اور امیر حمزہ کی بارگاہ
تلاش کرے۔

دیو کے جانے کے بعد شہزادہ اسد نے شہزادی
مہ جبین اور دل آرام کو مخاطب کر کے۔ اب میرا
ارادہ یہاں سے سیدھا طلسم افراسیاب کی طرف جانے
کا ہے۔ جب جنگلوں اور بیابانوں میں بھی ہم اس
کے جادوگروں کے حملوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے
تو کیوں نہ وہیں پہنچ کر خطرات کا مقابلہ کریں۔ اگر
اس مہم میں آپ لوگ میرا ساتھ دیں تو مجھے بڑی
خوشی ہو گی۔ لیکن اگر کسی محفوظ جگہ پر ٹھہرنا پسند
کریں تو مجھے کوئی شکایت نہ ہو گی۔ میں وعدہ
کرتا ہوں کہ طلسم فتح کرنے کے بعد آپ کے
پاس ضرور آؤں گا۔"

شہزادی اور دل آرام دونوں میں سے کوئی
شہزادہ اسد کو چھوڑنے پر تیار نہ ہوا۔ دونوں نے
ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ شہزادہ راضی ہو گیا تو
دل آرام نے کہا۔ "طلسم باطن میں داخل ہونا ہمارے
لیے فی الحال ناممکن ہے۔ طلسم ظاہر میں بھی

سیدھے جا پہنچنا مناسب نہ ہو گا۔ بہتر یہ ہے
کہ ہم یہاں سے طلسم ظاہر کے سلسلۂ کوہ میں
کہیں جا چھپیں۔ وہاں بے شمار غار، کھائیاں اور
درے وغیرہ ہیں۔ اگر ہم برسوں وہاں رہیں تو بھی
کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی۔ وہاں رہتے ہوئے
ہم طلسم ظاہر میں آ جا کر حالات معلوم کر سکتے
ہیں۔"

شہزادہ اسد نے اس کی اس رائے سے پورا
پورا اتفاق کیا۔ دل آرام کی جادو کی طاقت، جو
کہ صحرائے طلسم میں جاتی رہی تھی بحال ہو گئی
تھی۔ پتھر کی تین چٹانوں پر اس نے کوئی منتر پڑھ
کر پھونکا۔ دم کے دم میں چٹانوں کی جگہ تین
جیتے جاگتے گھوڑے مع ساز و لگام کے ظاہر ہوئے۔
تینوں ان پر سوار ہوئے اور دل آرام کی رہبری
میں منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔

شہزادی مہ جبین کی نانی ملکہ مہ رُخ سحر چشم
اس سے بڑی محبت کرتی تھی۔ پہلے وہ طلسم باطن
کے شاہی محلات میں رہا کرتی تھی لیکن جب اس
کے لڑکے شکیل جادو نے شہنشاہ افراسیاب کی بیٹی

خوب صورت جادو سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر
کی تو شہنشاہ افراسیاب اُس کا دشمن ہو گیا۔ اِس پر
ملکہ مہ رُخ سحر چشم شکیل جادو کو ساتھ لے کر
طلسم باطن سے نکل گئی اور طلسم ہوش رُبا کی
حدود کے اندر ایک دُور دراز مقام پر ایک مضبوط
قلعہ بنا کر رہنے لگی۔ چوبیس ہزار جادوگروں کا لشکر
اُس کے ساتھ رہتا تھا۔

طلسم باطن چھوڑنے کے بعد ہر ہفتہ وہ پیغام بروں
کے ذریعے شہزادی مہ جبین کی خیریت معلوم کرتی رہتی
تھی بلکہ اُسے کچھ تحفے اور دُوسری چیزیں بھی بھیجتی
رہتی تھی۔ اِتفاق کی بات کہ جس دن شہزادی مہ جبین
اسد اور دِل آرام کے ساتھ اپنے باغ سے نِکلی
اور شہنشاہ افراسیاب کے خوف سے فرار ہوئی۔ اُس
کے دُوسرے ہی دن ملکہ مہ رُخ سحر چشم کا قاصد
اُس کا ایک خط اور کچھ تحفے لے کر شہزادی کے
باغ میں پہنچا۔ مگر وہاں کا نقشہ ہی کچھ اور تھا۔
ہر زبان پر صنوبر جادو کے قتل، شہزادی کے فرار
اور شہنشاہ کے عتاب کا ذِکر تھا۔ قاصد اُلٹے پاؤں
واپس ہوا اور جا کر سارا قِصّہ ملکہ مہ رُخ کو کہہ

سنایا۔ ملکہ، افراسیاب سے پہلے ہی دِل میں ایک زخم
لگائے بیٹھی تھی۔ یہ دُوسرا زخم لگتے ہی تلملا اُٹھی۔
فوراً اُس نے اپنے بیٹے اور جادوگر سرداروں کو طلب
کیا۔ وہ چاہتی تھی کہ شہنشاہِ افراسیاب پر چڑھائی کر
کے اُس سے اِنتقام لیا جائے۔ خیر خواہ سرداروں نے
اُسے سمجھایا کہ ایسی حرکت خودکشی جیسی ہو گی۔
شہنشاہ کے سینکڑوں ماتحت بادشاہ ہمارے مقابلے میں
کئی گنا زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ اگر شہنشاہ نے اُن
میں سے صِرف چند کو اِشارہ کر دیا تو ہمارا اِس
قلعے میں رہنا بھی دوبھر ہو جائے گا۔ بہتر یہ ہے
کہ ہم چند ہوشیار جادوگروں کو شہزادی کی تلاش
میں بھیجیں۔ اگر وہ کہیں مِل جائے تو اُسے یہاں
لے آئیں۔ اگر یہ بات شہنشاہ کو بھی معلوم ہو گئی
تو خاندان کا معاملہ سمجھ کر ٹال جائے گا۔ شہزادی
کی واپسی پر زور نہ دے گا۔ یوں سانپ بھی مر
جائے گا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی۔

آخرکار ملکہ کو یہی رائے تسلیم کرنی پڑی۔ چند
اِنتہائی سمجھ دار اور ماہر جادوگر شہزادی کی تلاش
میں روانہ کر دیے گئے۔ طرار جادو اُنھیں میں سے

ایک تھا۔ شہزادی اور اُس کے ساتھی گھوڑوں کو سرپٹ
دوڑاتے ہوئے اپنی منزل کی طرف چلے جا رہے تھے
کہ طرّار جادو نے انھیں دیکھ لیا۔ وہ ایک اُونچے
درخت پر چڑھا ہوا اِرد گرد کا جائزہ لے رہا تھا۔
شہزادی کی جھلک دیکھتے ہی وہ اُسے پہچان گیا اور
منتر پڑھ کر اُس کے گھوڑے کو بے حس کر دیا۔
دِل آرام آگے تھی۔ شہزادہ اسد شہزادی کے پیچھے
چل رہا تھا۔ طرّار کے جادو سے شہزادی کا گھوڑا
جم کر کھڑا ہو گیا تو اسد کا گھوڑا اُس سے ٹکراتے
ٹکراتے بچا۔ دِل آرام نے اپنے پیچھے کچھ گڑ بڑ
محسوس کی تو وہ بھی گھوڑا پلٹا کر شہزادی کے
قریب آ گئی۔ شہزادی بار بار لگام کو جھٹکے دے رہی
تھی لیکن اُس کا گھوڑا حرکت نہ کرتا تھا۔

"کسی نے گھوڑے پر جادو کر دیا ہے"۔ شہزادی
بے بسی سے چلّائی۔

طرّار جادو اتنی دیر میں درخت سے نیچے اُتر چکا
تھا۔ اُس نے اُونچی نرم آواز میں کہا۔ "پریشان نہ
ہوں۔ گھوڑے کو مَیں نے روکا ہے۔"

اسد نے کمان ہاتھ میں لے کر ترکش سے تیر

کھینچا تو وہ چلّایا۔ "میں شہزادی کا خادِم ہوں۔ دُشمن
مت سمجھو۔"

شہزادی نے پلٹ کر اُسے دیکھا تو اسد کو
روکتے ہوئے بولی۔ "اِسے مت مارنا۔ یہ میری نانی کا
وفادار ہے۔ پھر طرّار سے پوچھنے لگی۔" طرّار جادو! تم
یہاں کہاں؟"

طرّار نے قریب آ کر شہزادی کو ادب سے سلام
کیا اور ملکہ مہ رُخ کی پریشانی اور ہدایت اُس سے
بیان کی۔ شہزادی کو جب پتا چلا کہ طرّار اُسے نانی
کے پاس لے جانے کے لیے آیا ہے تو وہ
گم سم سی ہو گئی۔ دِل آرام اور شہزادہ اسد نے
خیال کیا کہ شاید شہزادی جانا چاہتی ہے۔ وہ سوالیہ
نگاہوں سے شہزادی کو گھورنے لگے۔ شہزادی نے
چونک کر اپنے آنسو پونچھے اور طرّار سے کہنے لگی۔

"اب میں جیتے جی شہزادہ اسد کو چھوڑ کر کہیں
نہ جاؤں گی۔ نانی جان سے کہہ دینا، ہم طلسم ظاہر
کے پہاڑوں میں جا رہے ہیں۔ شہزادہ اسد کے
ہاتھوں افراسیاب کی موت اور اُس کے طلسم کی
بربادی اٹل ہے۔ اگر نانی جان کو مجھ سے محبت ہے

اور وہ افراسیاب سے انتقام بھی لینا چاہتی ہیں تو
اِس سے بہتر موقع اُنھیں کبھی نہ ملے گا۔ اُن سے
کہنا کہ اپنی ساری فوج لے کر طلسم ظاہر کے
پہاڑوں میں ہم سے آ ملیں۔ ہم اُن کا انتظار
کریں گے۔"

شہزادی نے اپنی بات ختم کی تو طرّار جادو نے
اُسے جھک کر سلام کیا، منتر پڑھ کر اُس کے
گھوڑے پر پھونکا اور پھر ایک طرف کو چل دیا۔
وہ تینوں بھی اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ اب اُن
کے حوصلے پہلے سے کئی گُنا زیادہ بڑھ گئے تھے۔
اُنھیں اُمید ہو گئی تھی کہ ملکہ مہ رُخ سحر چشم
شہزادی کا پیغام سُنتے ہی اُن کی مدد کے لیے روانہ
ہو جائے گی۔

اور ہُوا بھی ایسا ہی۔ جیسے ہی طرّار جادو نے
جا کر ملکہ کو ساری بات بتائی اُس نے اپنے لشکر
کو تیار ہونے کا حکم دے دیا۔ ملکہ مہ رُخ سحر چشم
زبردست جادوگرنی ہونے کے ساتھ ساتھ طلسم کے
رازوں سے بھی واقف تھی۔ اُس نے تہیّہ کر لیا کہ
وہ شہزادے کو طلسم کا سارا راز بتا دے گی اور

ہر طرح اُس کی مدد کرے گی۔ لشکر کے تیار ہو
جانے پر ملکہ مہ رُخ اور اُس کا بیٹا شکیل جادو
سب پُورے جوش و خروش کے ساتھ طلسم ظاہر کے
پہاڑوں کی طرف چل دیئے۔

اُدھر افراسیاب کچھ دِنوں ہر بات سے لاپروا ہو کر
سیر و شکار اور راگ رنگ میں مصروف رہا۔ دربار
بالکل موقوف رہا۔ بعد اِس کے جب ایک دن اُس
نے دربار لگایا، وزیروں نے اُسے گزشتہ دنوں کا سارا
کچّا چٹّھا کہہ سنایا تو آزر جادو اور شُعلہ جادو کے
ہلاک ہونے کی خبر سُن کر اُس کی تیوریوں پر بل
پڑ گئے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اُس نے اپنے
مصاحبِ خاص ارماق جادو سے کہا۔

"تم اِسی وقت اُڑتے ہوئے جاؤ۔ آزر جادو کی لاش
درے میں سے اُٹھا کر کسی اچھی جگہ دفن کرو۔ وہ
طلسمی ہار جو عیّاروں کی پہچان کے لیے میں نے
اُسے دیا تھا، اُس کے گلے میں پڑا ہو گا۔ اُسے
اُتار کر لیتے آنا اور رات ہوتے ہوتے خدمت
میں واپس آ جانا۔ کل دن کو میں کسی ایسے جادوگر
کو بھیجوں گا جو عمرو اور اُس کے ساتھی عیّاروں کو

کسی طرح بھی بچ کر نہ جانے دے گا۔ اس کے بعد
شہزادی مہ جبین کی فکر کی جائے گی۔"

ارماق جادوگر حکم پاتے ہی اڑا۔ دن ڈھلتے ڈھلتے
آزر کی لاش کو ٹھکانے لگا کر اور طلسمی ہار اُس
کے گلے سے اُتار کر واپس آ گیا۔ افراسیاب اُس
وقت جشن منا رہا تھا۔

دُوسرے دن دربار میں آتے ہی افراسیاب نے کتاب
سامری دیکھ کر عیاروں کا حال معلوم کیا۔ جب تک
وہ کتاب دیکھتا رہا اہلِ دربار خاموشی سے نیچی نگاہیں
کیے بیٹھے رہے۔ نامور ساحروں میں سے ہر ایک سوچتا
تھا کہ اب اُسے ہی عیاروں کی گرفتاری کے لیے
بھیجا جائے گا۔ کچھ دیر بعد اُنھوں نے افراسیاب کے
چہرے پر نگاہ کی تو جوش اور غصّے کی سُرخی اُس کی
پیشانی پر چمکتی پائی۔ حکم سُننے کے لیے سب بے چین
ہونے لگے۔

افراسیاب نے کتاب بند کر کے ایک طرف رکھی
اور اہلِ دربار پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔ "عیاروں کی
تلاش میں جانا فی الحال ضروری نہیں۔ اسد، مہ جبین
اور دلِ آرام طلسمِ ظاہر کے پہاڑوں میں پہنچ چکے

ہیں۔ ملکہ مہ رُخ سحر چشم بھی اپنی فوج سمیت وہیں
جا رہی ہے۔ پانچوں عیّار جس سمت بڑھ رہے ہیں،
اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی وہیں جا
پہنچیں گے۔ اِس لیے ہر ایک کے پیچھے مارے مارے
پھرنے سے بہتر یہی ہے کہ تُم میں سے کچھ نامور
وہاں جائیں جہاں اسد اور مہ جبین وغیرہ موجود ہیں۔
اور اُن کو ایک ایک کر کے گرفتار کریں۔"

یہ کہہ کر افراسیاب نے دو جادوگروں کو قریب
آنے کا اِشارہ کیا۔ وہ نزدیک آ گئے تو اُس نے
ایک تھیلی اُٹھا کر اُن میں سے ایک کی طرف
بڑھائی اور کہنے لگا۔ "اِس میں جمشید اور سامری کے
قبر کی مٹّی ہے۔ دُشمن کا ہر وار اِس سے ناکارہ ہو
جائے گا۔ اِس کے علاوہ یہ مٹّی تم جس کے بھی
اُوپر ڈال دو گے، خواہ وہ کتنا ہی بڑا جادوگر کیوں
نہ ہو۔ فوراً بے ہوش ہو جائے گا۔ اگر ملکہ مہ رُخ
سحر چشم اور اُس کے جادوگروں سے مُقابلہ پیش
آئے تو اِسی سے کام لینا۔"

اُس جادوگر نے تھیلی افراسیاب کے ہاتھ سے
لے کر اُسے سلام کیا۔ اور پھر حکم کے مطابق اپنے

ساتھی کے ساتھ طلسم ظاہر کے پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گیا۔

اُدھر ملکہ مہ رُخ سحر چشم کچھ دُور تو اپنے لشکر کے ساتھ چلتی رہی لیکن جب اُسے احساس ہُوا کہ اِس طرح وہ جلد سے جلد شہزادی مہ جبین تک نہ پہنچ سکے گی۔ تو اُس نے لشکر کی کمان اپنے بیٹے تشکیل جادُو کے حوالے کرتے ہُوئے اُس سے کہا "سب کے ساتھ تیز رفتاری سے سفر کرنا مُشکل ہے۔ میں آگے جاتی ہوں۔ تم لشکر کے ساتھ پہنچنا" بیٹے کو یہ ہدایت دے کر ملکہ نے جادُو کی طاقت سے ایک بڑا شہباز پیدا کیا اور اُس پر سوار ہو کر اُڑتی ہُوئی نظروں سے غائب ہو گئی۔

دُوسری طرف پانچوں عیّار ایک دُوسرے سے دُور دُور رہتے ہُوئے، ایک سمت کو طرّارے بھرتے چلے جا رہے تھے۔ اپنی غیر معمولی تیز رفتاری کے سبب عَمرو اُن سب سے کئی منزل آگے نِکل گیا تھا۔ بڑھتے بڑھتے وہ ایک ایسے پہاڑی سلسلے میں داخل ہو گیا جس کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی تھیں۔ وادیاں

مہ جبین کی تخت نشینی

قہقہوں کی آواز فوراً ہی غائب ہو چکی تھی اور کوئی ہوتا تو شاید اسے اپنا وہم سمجھتا۔ پھر اگر یہ آواز مسلسل گونجتی رہتی تو شاید عمرو بھی یہی خیال کرتا کہ یہ کوئی طلسمی شعبدہ ہے مگر اب اُسے اِس بات میں کوئی شبہ نہ رہا کہ وہ کسی عورت اور مرد کے ہنسنے کی آواز تھی اور یہ کہ اِرد گرد ضرور دو یا دو سے زیادہ اِنسان موجود ہیں یہ کون ہو سکتے ہیں؟ عمرو اِس بارے میں کوئی رائے قائم نہ کر سکا۔ البتہ اُس کا دِل گواہی دے رہا تھا کہ وہ جو بھی ہوں، قریب کی ایک بڑی چٹان کے پیچھے ہی ہوں گے۔

چٹان کے پیچھے جانے کا راستہ خاصا کشادہ اور ہموار تھا۔ عمرو جست لگا کر اُس کے قریب جا پہنچا اور پنجوں کے بل آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی

ہی دیر بعد اُونچی چٹانوں سے گھری ہوئی ایک خاصی کشادہ اور ہری بھری وادی اُس کے سامنے تھی۔ بائیں جانب ایک بُلند مقام پر نگاہ پڑتے ہی اُس کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہاں ایک خوب صورت جادوگرنی کھڑی چوکسی کر رہی تھی۔ قبل اِس کے کہ اُس کی نگاہ عمرو پر پڑتی۔ عمرو جلدی سے دو پتھروں کے بیچ دبک گیا اور درمیان کی باریک دراڑ میں آنکھ جما کر اُسے غور سے دیکھنے لگا۔

اِسی موقع پر دوبارہ قہقہوں کی آواز اُس کے کانوں میں آئی اور اُس کی نگاہ خود بخود جادوگرنی سے ہٹ کر نیچے وادی کے ایک جھاڑ کے سامنے جم گئی۔ ایک چورس پتھر پر ایک مرد اور عورت بیٹھے آپس میں ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ لڑکی قیمتی لباس اور جڑاؤ زیورات پہنے تھی اور کوئی شہزادی دکھائی دے رہی تھی۔ مرد کی کمر میں تلوار، پُشت پر ترکش اور شانے پر کمان لٹک رہی تھی۔ چہرے سے شجاعت اور شرافت جھلک رہی تھی۔ آن بان کے لحاظ سے وہ بھی کوئی سُورما اور شہزادہ معلوم ہوتا تھا۔ اُسے پہچاننے میں عمرو کو زیادہ دیر

نہ لگی۔ بلا شُبہ وہ اُس کے منہ بولے بیٹے کرب
کا فرزند، امیر حمزہ کا نواسا، شہزادہ اسد غازی
تھا۔

عَمرو بے دھڑک پتھروں کی اوٹ سے نکلا اور
اسد کی طرف بڑھتے ہوئے اُونچی آواز میں کہنے لگا۔
"او نا معقول لڑکے! یہ کیا ہو رہا ہے تُو تو طلسم
فتح کرنے کے لیے گھر سے نکلا تھا۔"

دِل آرام بُلندی پر کھڑی چوکسی کر رہی تھی۔ اُس
نے جو ایک مخنچو قسم کے اُول جلُول آدمی کو شہزادہ
اور شہزادی کی طرف لپکتے دیکھا تو بھاگتی ہوئی اُن
کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ اُس کی ڈانٹ سُن کر وہ
اور شہزادی مہ جبین دونوں حیرت کے ساتھ اُسے
گھورنے لگیں۔ اِس کے برعکس شہزادے کا چہرہ اُسے
دیکھتے ہی کِھل اُٹھا۔ عَمرو قریب پہنچا تو شہزادے
نے لپک کر اُس کا استقبال کیا اور جُھک کر سلام
کرتے ہوئے بولا۔ "دادا جان! خُوش آمدید! بس اب
طلسم ہنستے کھیلتے فتح ہو جائے گا۔"

عَمرو نے شہزادے کی پیشانی کا بوسہ لیا اور
محبت سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ شہزادی

مہ جبین اور دِل آرام یہ حال دیکھ کر بھونچکا رہ
گئیں۔ شہزادی سے صبر نہ ہو سکا۔ اُس نے اسد
سے کہا۔ "شہزادہ صاحب! یہ آپ کے دادا جان ہیں؟"

"ہاں شہزادی صاحبہ!" اسد نے جواب دیا۔ "انھوں
نے میرے والد کو گود لیا تھا۔ یہ میرے نانا کے
بچپن کے یار، دُنیا کے سب سے بڑے عیّار عَمرو
نامدار ہیں۔ خُدا کا شکر ہے یہ آ گئے۔ اب افراسیاب
اُس کے جادوگروں اور طلسم ہوش رُبا کی تباہی
یقینی جانو۔"

شہزادے کی یہ باتیں سُن کر شہزادی اور دِل آرام
نے جُھک کر عَمرو کو سلام کیا مگر عَمرو نے بُرا سا
منہ بنا کر شہزادی کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے اسد
سے کہا۔ "تُو نے تو بالکل ہی خاندان کی ناک کٹوا
دی۔ تُو اِس کو شہزادی کہتا ہے؟ توبہ توبہ! ذرا
اِس کی شکل تو دیکھو۔"

شہزادی مہ جبین کا منہ فق ہو گیا۔ اُس کی
آنکھوں میں آنسو تیر گئے۔ دِل آرام بھی سناٹے میں
آ گئی مگر شہزادہ اسد مسکرا دیا۔ شہزادی کے کان
کے قریب منہ لے جا کر اُس نے کہا۔ "شہزادی!

ان کے کہنے کا بُرا نہ ماننا۔ یہ لالچی آدمی ہیں۔ بغیر کچھ وصول کیے راضی نہیں ہوتے۔"

شہزادی نے جلدی جلدی اپنے ہاتھوں کے کڑے اُتارے اور عمرو کو پیش کر دیے۔ کڑے پاتے ہی عمرو کی باچھیں کھِل گئیں۔ اُس نے شہزادی کے سر اور پیٹھ پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "بیٹی تو واقعی شہزادی ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ تو کیا دیکھ کے اِس عربی بدو اسد کے پلّے بندھ گئی۔"

عمرو کی یہ تبدیلی دیکھ کر شہزادی، شہزادہ اور دِل آرام تینوں کھِل کھِلا کر ہنس پڑے۔ عمرو نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا دی۔ "خدا تمھیں اِسی طرح ہنساتا رکھے۔"

چند لمحے ہنسنے ہنسانے کے بعد عمرو اور شہزادہ اسد ایک دُوسرے کو اپنی آپ بیتی سنانے لگے۔ دِل آرام اپنی جگہ واپس جا کر چوکسی کرنے لگی۔

اچانک دِل آرام کو ایک بہت بڑا شہباز اُڑتا ہُوا اپنی طرف آتا دِکھائی دیا۔ اُس کے اُوپر ایک جادُوگرنی سوار تھی۔ دِل آرام چھپ کر اُسے دیکھنے لگی۔ شہباز جس رفتار سے اُڑتا ہُوا آیا تھا اُسی

رفتار سے وادی کے اُوپر سے اُڑتا ہُوا چلا گیا۔ دِل آرام کی جان میں جان آئی۔ لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ شہباز پھر پلٹتا دِکھائی دیا۔ اِس مرتبہ اُس نے وادی کے گرد ایک چکر لگایا اور پھر ڈُبکی لگا کر ایک قریبی پہاڑی کی اوٹ میں غائب ہو گیا۔ وادی کے اندر آنے والا دُوسرا راستہ اسی طرف تھا۔ دِل آرام نے اُس راستے پر نگاہیں جما دیں۔ اب اُسے یقین ہو چُکا تھا کہ شہباز پر سوار جادُوگرنی ہماری ہی تلاش میں تھی اور اُسے معلوم ہو چُکا ہے کہ ہم اِس وادی میں موجود ہیں۔ وہ اِس پر جادُو کے بان چلانے کے لیے تیار ہو بیٹھی۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک بُوڑھی مگر تندرست اور رُعب دار جادُوگرنی وادی کے راستے پر بڑھتی ہُوئی دِکھائی دی۔ دِل آرام جادُو کا بان مارنے ہی والی تھی کہ اُسے پہچان گئی۔ آنے والی شہزادی مہ جبین کی نانی ملکہ مہ رُخ سحر چشم تھی۔ شہزادی کو اِطلاع دینے کے لیے وہ پہاڑی سے نیچے اُترنے لگی۔ اِس اثنا میں شہزادہ اسد اور عمرو کی بھی مہ رُخ پر نگاہ پڑ گئی۔ شہزادہ تلوار کھینچ کر اُس کی طرف لپکا۔

عمرو نے عیاری کی چادر اوڑھ لی۔ مہ رُخ اسد کے
بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر پکاری۔

"شہزادے! تلوار نیام میں رکھ لو۔ میں دشمن نہیں،
مہ جبین کی نانی ہوں۔ میری بچی کہاں ہے؟ میں
اُس سے ملنے کو بے چین ہوں۔ نانی کی آواز سنتے
ہی شہزادی مہ جبین دوڑی ہوئی آئی اور اُس کے
قدموں سے لپٹ گئی۔ مہ رُخ نے اُسے گلے سے
لگا کر خوب پیار کیا اور پھر ٹھنڈی سانس بھر کر
کہنے لگی۔ "بیٹا! تیری محبت میں کھنچی چلی آئی ہوں۔
پر انجام مجھے اچھا نظر نہیں آتا۔ افراسیاب زبردست
جادوگر اور طاقت ور بادشاہ ہے۔ اُس کے مقابلے
میں فتح حاصل کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔ وہ
چاہے تو دم کے دم میں ہمیں نیست و نابود کر سکتا
ہے۔"

مہ رُخ کی یہ گفتگو سُن کر اسد کو جوش آ گیا۔
اُس نے جواب دیا۔ "یہ آپ کیا کہتی ہیں۔ اُس نابکار
کی کیا طاقت جو ہمیں نقصان پہنچا سکے۔ خدا ہمارے
ساتھ ہے۔ دشمن ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ ذرا
حوصلہ سے کام لیجیے۔ خدا کی رحمت پر نظر کیجیے۔"

مہ رُخ نے سر ہلایا اور بولی۔ "بیٹا تم بھی ٹھیک
کہتے ہو مگر ظاہری طاقت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"آپ بالکل فکر نہ کریں۔" اسد نے اُسے تسلی
دیتے ہوئے کہا۔ "اب میں تنہا نہیں ہوں۔ اُستادِ مکر و
عیاری اور جادوگروں کے شوقین شکاری جنابِ عمرو
یہاں تشریف لا چکے ہیں۔ افراسیاب اور اُس کی طلسمی
طاقت کا خاتمہ ہمارے لیے اب آسان ہو گیا ہے۔"

"شاباش بیٹا شاباش۔" ملکہ مہ رُخ شہزادہ اسد کی
پیٹھ تھپکتے ہوئے بولی۔ "تم واقعی شیر دل ہو۔ یہ باتیں
میں نے صرف تمہارا حوصلہ جانچنے کے لیے کہی تھیں۔
ورنہ میں پہلے سے یہ طے کر کے آئی ہوں کہ
مرتے دم تک افراسیاب کا مقابلہ کروں گی۔ ویسے میں
نے نجوم کے ذریعے یہ بھی معلوم کر لیا ہے کہ
افراسیاب تمہارے ہی ہاتھوں ہلاک ہو گا اور اِس طلسم
کو بھی نیست و نابود کرو گے۔"

شہزادہ اسد کی ہمت بندھانے کے بعد مہ رُخ
شہزادی مہ جبین کی طرف متوجہ ہو گئی۔ شہزادی آنکھوں
میں آنسو بھر کر اُسے اپنی آپ بیتی سنانے لگی۔
عمرو چادر اوڑھے سب کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا۔

اُسے اندیشہ تھا کہ مہ رُخ دھوکا دینے کے لیے شہزادے
اور شہزادی سے محبت جتا رہی ہے۔ اُنھیں گرفتار کرنے
کا کوئی منصوبہ دِل ہی دِل میں بنا رہی ہے۔ اِسی
اندیشے کے سبب وہ چوکنّا اور رُوپوش رہا۔ دِل آرام
کب کی آ کر شہزادی کے پہلو میں کھڑی ہو گئی
تھی اور شہزادی کی باتوں کے درمیان کہیں کہیں لقمہ
دیتی جاتی تھی۔

یہ سِلسِلہ جاری تھا کہ افراسیاب کا بھیجا ہُوا ایک
جادُوگر، راہدار جادُو، نہ جانے کہاں سے اچانک
وادی میں داخِل ہو گیا۔ ملکہ مہ رُخ سحر چشم کو دیکھتے
ہی اُس کی آنکھوں میں خُون اُتر آیا۔ اُسے مُخاطب
کرتے ہُوئے وہ چِلّایا۔

"او غدّار! ہوشیار ہو جا۔ میں تجھے پُوری پُوری سزا
دُوں گا۔ شاہی مُجرموں سے میل ملاپ کرتے تجھے
انجام کی بالکل پروا نہ ہُوئی؟"

"خاموش او بے لگام۔ لے سنبھال اپنی اِس بے ادبی
کا انعام۔" ملکہ مہ رُخ نے تڑپ کر اُٹھتے ہُوئے کہا
اور ایک فولادی گولا جھولی سے نِکال منتر پڑھ کر
اُس کی طرف پھینک دِیا۔ کُچھ دُور جا کر گولا پھٹا اور

اُس میں سے سینکڑوں آتشیں سانپ نِکل کر لہراتے
بل کھاتے، زبانیں لپلپاتے، راہدار جادُو کی طرف بڑھنے
لگے۔ لیکن قبل اِس کے کہ وہ اُس تک پہنچتے، راہدار
نے جھولی میں ہاتھ ڈال کر ایک چُٹکی خاک اُن کی
طرف پھینک دی۔ دم کے دم میں سارے آتشیں
سانپ پانی کے قطرے بن گئے اور گِر کر زمین میں
جذب ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ملکہ مہ رُخ بِپھر گئی۔ دُوسرا
وار کرنے کے ارادے سے آہستہ آہستہ راہدار جادُو کی
طرف بڑھنے لگی۔ دِل آرام بھی جوش میں آ کر مہ رُخ
کے ساتھ قدم اُٹھانے لگی۔ راہدار جادُو کُچھ دیر جُوں
کا تُوں کھڑا رہا لیکن جیسے ہی مہ رُخ اور دِل آرام
نے ایک جگہ رُک کر اپنی اپنی جھولیوں کی طرف ہاتھ
بڑھایا، اُس نے ایک چھلانگ لگائی اور زمین پر
قدم رکھنے سے پہلے ایک چُٹکی خاک کی نِکال کر
مہ رُخ اور دِل آرام کی سمت پھُونک دی۔ دونوں
کی دونوں ایک ساتھ بے ہوش ہو کر دھڑام سے زمین
پر گِر پڑیں۔ شہزادہ اسد جو ایک طرف کھڑا یہ تماشا
دیکھ رہا تھا۔ یہ رنگ دیکھ کر تلوار نِکال راہدار
جادُو کی طرف دوڑ پڑا۔ راہدار جادُو نے فوراً منتر پڑھ

کر اسد کی سمت پھونک ماری۔ اسد جس جگہ اور جس حالت میں تھا، اسی جگہ اور اسی حالت میں رہ گیا۔ راہدار جادو نے فاتحانہ قہقہہ بلند کیا اور شہزادی مہ جبین سمیت سب کو طلسمی جال میں لپیٹ کر لے چلا۔ اب عمرو کی باری تھی۔ جونہی راہدار نے اس کی طرف پیٹھ کی۔ اس نے چادر اتاری، آٹھ نوک والا ترشا ہوا وزنی پتھر گوپھن میں رکھ کر گھمایا اور راہدار جادو کے سر کا نشانہ باندھ کر پکارا:

"اے بھائی جادوگر ذرا ٹھہرنا۔"

راہدار جادو یہ آواز سن کر حیرت کے ساتھ پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا۔ اسی لمحے عمرو کا پھینکا ہوا پتھر ٹھیک اس کی پیشانی پر آ کر لگا اور تڑاخ کی ایک زوردار آواز کے ساتھ اس کی کھوپڑی کے ٹکڑے اڑ گئے۔ بھیجا اڑ کر بکھر گیا۔ وہ جال جس میں اس نے سب کو لپیٹ رکھا تھا، اس کے کندھے سے گر کر کھل گیا۔ شہزادہ اسد، مہ جبین کو سنبھال کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ دل آرام اور مہ رخ بے ہوش پڑی رہیں۔ اچانک شور و ہنگامہ راہدار جادو کے مرنے کا بلند ہوا۔ خوفناک

آندھی اور تاریکی چھانے لگی۔ اسی لمحے مہ رخ ہوش میں آ گئی۔ ارد گرد زبردست ہڑبونگ دیکھ کر اس نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ آناً فاناً شور و ہنگامہ ختم ہو گیا۔ آندھی اور تاریکی غائب ہو گئی سب سے پہلے اس کی نظر راہدار جادو کی لاش پر پڑی اور پھر فوراً ہی اس نے عمرو کو دیکھا۔ وہ اسے پہچانتی نہ تھی۔ سمجھی کہ یہ اول جلول سا آدمی بھی راہدار جادو کا کوئی ساتھی ہے اور اس کی مدد کو آیا ہے۔ عمرو کو گھورتے ہوئے اس نے ارادہ کیا کہ منتر پڑھ کر اسے گرفتار کر لے۔ عمرو اس کا ارادہ بھانپ گیا۔ پھرتی کے ساتھ پینترا بدلتے ہوئے اس نے زنبیل سے سفوفِ بے ہوشی نکالا۔ اور مہ رخ کے منہ پر پھینک مارا۔ شہزادہ اور شہزادی "ہائیں۔ ہائیں" کہتے رہ گئے، مہ رخ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ عمرو چادر اوڑھ کر پھر غائب ہو گیا۔

شہزادہ اسد، ملکہ مہ رخ کو اور شہزادی، دل آرام کو ہوش میں لانے کے لیے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگے۔ جلد ہی دونوں ہوش

میں آ گئیں۔ ملکہ مہ رُخ نے اُٹھتے ہُوئے شہزادے
سے حیرت کے ساتھ پُوچھا۔ بیٹے! یہ سب کیا ہے؟"
"اب فکر کی ضرورت نہیں" شہزادہ اسد اُسے تسلی
دیتے ہُوئے بولا۔ راہدار جادُو آپ کو اور دِل آرام
کو بے ہوش کرنے کے بعد ہم سب کو باندھ کر
لے چلا تھا۔ دادا جان نے اُسے مار کر ہم سب
کو چُھڑا لیا۔ آپ اُنھیں دُشمن سمجھ کر گرفتار کرنا
چاہتی تھیں، اِس لیے اُنھوں نے آپ کو بھی
بے ہوش کر دیا تھا۔

ملکہ مہ رُخ یہ سُن کر مُسکرائی اور بولی۔ "بڑے
کمال کے ہیں تُمھارے دادا جان۔ مگر گئے کہاں؟
بُلاؤ نا اُنھیں۔"

"وہ یہیں کہیں چُھپے ہُوئے ہیں" شہزادہ اسد نے
ہنستے ہُوئے کہا۔ "ہمارے بُلائے نہ آئیں گے۔ آپ
ہی پُکاریے۔"

یہ سُن کر ملکہ مہ رُخ نے اُونچی آواز سے کہا۔ "اے
شہنشاہِ عیاراں و قاتلِ جادُوگراں! میں آپ سے مِلنے
کی مُشتاق ہُوں۔ مہربانی کر کے پردہ ہٹائیے اور سامنے
ا ہا

"درخواست منظور ہے" عمرو نے قریب سے جواب
دیا۔ "مگر ہم خالی خُولی مہربانی کسی پر نہیں کرتے۔ مُنہ
دِکھائی پیش کرو تو جلوہ دِکھائیں۔"

دِل آرام، شہزادی مہ جبین اور اسد یہ سُن کر
کِھل کِھلا کر ہنسنے لگے۔ ملکہ مہ رُخ نے مُسکراتے
ہُوئے اپنا قیمتی ہار اور جڑاؤ کنگن اُتارے اور آواز
کی سمت اُنھیں بڑھاتے ہُوئے بولی۔ "لیجیے مُنہ دِکھائی
حاضر ہے۔"

عمرو نے زیورات ملکہ کے ہاتھ سے لے کر زنبیل
میں ڈالے اور چادر اُتار کر ملکہ کو بڑے ادب سے
سلام کیا۔ ملکہ مہ رُخ نے سر سے پیر تک کئی بار
بڑے غور سے عمرو کو دیکھا۔ اُس کا اَمچور جیسا چہرہ،
سینک سلائی ہاتھ پیر اور بے ڈول قد اُسے ایک
آنکھ نہ بھایا۔ اُس نے شہزادے سے کہا۔ "بیٹا! تم
کہتے ہو تو مانے لیتی ہوں مگر دِل کو نہیں لگتی کہ
یہ حضرت ہنسنے ہنسانے کے عِلاوہ بھی کسی کام کے
ہیں۔"

"ملکہ صاحبہ!" عمرو نے کہا۔ "میرے دُبلے پتلے جسم
اور سُوکھے ہُوئے چہرے پر نہ جائیے۔ میری کھوپڑی

پر نظر کیجیے۔ اِس کے اندر عقل و حکمت کے عِلاوہ بھیجا
نام کو نہیں ہے۔ جو کام بڑے بڑے جغادری پہلوان
اور پہاڑ تن دیو نہیں کر سکتے، وہ آپ کا یہ
خادم اِشارے سے کر دیتا ہے۔ سُنی سُنائی باتوں پر
یقین نہ آیا ہو تو آنکھوں سے دیکھ لیجیے۔ ہاتھ کنگن
کو آرسی کیا ہے؟"

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ افراسیاب کا بھیجا
ہوا دُوسرا خطرناک ساحر فولاد جادُو وادی میں آ
داخِل ہوا اور سب کو للکارنے لگا۔ ملکہ مہ رُخ عمرو
سے بولی۔

"اے حضرت! یہ مُوا جادُوگر ہم سب کو للکار
رہا ہے۔ راہدار جادُو کو آپ نے کِس طرح ہلاک
کیا، یہ میں نے نہیں دیکھا۔ کیا آپ پسند کریں گے
کہ اس کے مُقابلے پر جائیں اور اپنا کمال ہمیں
دکھائیں؟"

"یہ کیا بڑی بات ہے۔" عمرو نے فخر سے سینہ
تان کر کہا۔ "اِسے تو میں یوں چٹکی میں مسل دُوں گا
جیسے مچھر۔ ذرا غور سے دیکھیے!" یہ کہہ کر عمرو اُچھلتا
کُودتا، ناچتا، تھرکتا فولاد جادُو کے سامنے جا پہنچا۔

فولاد جادُو اُس کی یہ حرکتیں دیکھ کر پہلے تو
ہنسا پھر جھولی سے ناریل نِکال کر عمرو پر وار
کرنے کی نیّت سے منتر پڑھنے لگا۔ عمرو بھی مُنہ
چڑاتے ہُوئے اُس کی نقل اُتارنے لگا اور زنبیل سے
ایک لٹّو نِکال کر اُسے دِکھاتے ہُوئے بُدبُدانے لگا۔
فولاد سمجھا کہ وہ بھی کوئی بڑا جادُوگر ہے۔ وہ
سوچ میں پڑ گیا کہ ناریل والا حربہ کرے یا کوئی
دُوسرا۔ موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے عمرو چِلّایا۔ "دُودھ
بخشوا لے وہ دیکھ تیری ماں پیچھے کھڑی تُجھے بُلا
رہی ہے۔"

فولاد گردن گھما کر اپنے پیچھے دیکھنے لگا لیکن وہاں
کوئی بھی نہ تھا۔ غُصّے میں آ کر اُس نے عمرو
کی طرف گردن گھمائی۔ اِسی موقع پر عمرو نے
سفوفِ بے ہوشی اُس کے مُنہ پر کھینچ مارا۔ فولاد
کو ایک زور دار چھینک آئی اور پھر وہ بے سُدھ
ہو کر زمین پر گر گیا۔ عمرو اُس کے سینے پر جا
سوار ہُوا اور آناً فاناً اُس کا قِصّہ تمام کر دیا۔
فولاد کا دم نِکلتے ہی زبردست شور بُلند ہُوا۔
تُند و تیز آندھی چلنے لگی۔ اندھیرا چھانے لگا۔

یہ دیکھ کر ملکہ مہ رُخ نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا ہنگامہ ختم ہو گیا۔

جس آسانی سے عُمرو نے فولاد جادو کا خاتمہ کر دیا تھا، اُسے دیکھ کر ملکہ مہ رُخ عش عش کر اُٹھی۔ اُس نے عُمرو سے معافی مانگی کہ وہ اُسے حقیر سمجھتی تھی اور دل کھول کر اُس کی عیاری اور پھرتیلے پن کی تعریف کی۔ چند لمحے بعد دِل آرام بُلندی پر جا کر چوکسی کرنے لگی اور سب لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

کُچھ دیر بعد دِل آرام کو ایک سمت سے زبردست غُبار قریب آتا دکھائی دیا۔ ساتھ ہی لا تعداد ڈھولوں نفیریوں اور قرناؤں کی آوازیں بھی سُنائی دیں۔ وہ ملکہ مہ رُخ کو آواز دے کر کہنے لگی۔ "ملکہ صاحبہ! ہوشیار ہو جائیے۔ ایک زبردست لشکر ہماری جانب بڑھا چلا آ رہا ہے۔"

یہ سُنتے ہی سب لوگ بھاگم بھاگ دِل آرام کے پاس جا پہنچے۔ اِس عرصے میں غُبار مدّھم پڑ چکا تھا۔ سب نے غور سے دیکھا۔ چوبیس ہزار جادُوگر آگ اُگلتے، اژدہوں پر سوار جوش و خروش سے بڑھے چلے

آ رہے تھے۔ سب سے آگے ایک آتشیں ہنس پر ایک خُوب صُورت اور نوجوان جادُوگر سوار تھا۔ اُس کے دائیں جانب ایک مور پر جڑاؤ زیور پہنے ایک بُوڑھی جادُوگرنی بیٹھی تھی۔ اُن کے پیچھے کئی آتشیں ہاتھیوں کی پیٹھ پر لمبا چوڑا ہودا بندھا ہُوا تھا جس کے بیچ میں ایک زرنگار چھتری کے نیچے ایک جڑاؤ تخت بچھا ہُوا تھا۔ تخت کے اِردگِرد درجنوں کنیزیں اور خادمائیں زرق برق لباس پہنے ہاتھوں میں مورچھل اور پنکھے لیے کھڑی تھیں مگر تخت خالی تھا۔ یہ دیکھ کر مہ رُخ کے عِلاوہ ہر ایک کے چہرے پر فکر کی لکیریں اُبھر آئیں۔ مہ رُخ کا چہرہ خُوشی سے تمتما رہا تھا۔

ہنس پر سوار نوجوان جادُوگر کی طرف اُنگلی اُٹھاتے ہُوئے اُس نے کہا۔ "وہ میرا بیٹا شکیل جادُو ہے۔ اِس کے برابر مور پر میری والدہ ماہ جادُو ہیں۔ وہ تخت میرا ہے۔ یہ سارا لشکر ہماری مدد کو آیا ہے۔"

یہ سُن کر سب کے چہرے کھل اُٹھے۔ ہاتھ ہلا ہلا کر وہ آنے والوں کا اِستقبال کرنے لگے۔

ماہ رُخ ایک اونچی چٹان پر جا کھڑی ہوئی۔ وہاں
سے اُس نے لشکر کو اپنی جگہ رُک جانے اور
شکیل جادو کو اُڑ کر قریب آنے کا حکم دیا۔
شکیل جادو حاضر ہو گیا تو اُس نے سب سے اُس
کا تعارف کرایا۔ پھر اُس نے حکم دیا۔
"شاہی خیمے اِس وادی میں لگوائے جائیں اور لشکر
کو اِس وادی کے چاروں طرف ٹھہرایا جائے۔"
شکیل جادو نے یہ احکام سُن کر سر جھکایا اور
ہنس پر اُڑتا ہوا لشکر میں واپس جا پہنچا۔ چند
گھنٹے بعد وہ وادی ایک شاہی قیام گاہ میں اور
اِرد گِرد کی پہاڑیاں ایک مضبوط فوجی قلعے میں
تبدیل ہو گئیں۔ آخر میں ملکہ ماہ رُخ سحر چشم نے
تختِ شاہی کو خیمۂ دربار میں لگوایا اور تمام وزیروں
اور امیروں کو طلب کر کے کہا۔
"اب تک میں اِس تخت پر بیٹھ کر تم پر
حکومت کرتی تھی مگر اب ہماری خوش قسمتی سے
فاتحِ طلسم یہاں آ پہنچا ہے اور ہمارے درمیان
موجود ہے۔ آج سے میں یہ تخت اُس کے حوالے
کرتی ہوں۔ اُس کی اِطاعت کا اِعلان کرتی ہوں۔ کیا

تم لوگ میری طرح خوشی سے اُس کی فرماں برداری
کرو گے۔"
سارے درباری ہاتھ اُٹھا کر چلائے۔ "کریں گے۔
مرتے دم تک کریں گے۔"
ملکہ شہزادہ اسد سے مخاطب ہوئی۔ "تخت پر
تشریف لے چلیے۔ میں اپنے ہاتھوں آپ کو تاج
پہناؤں گی۔"
یہ کہہ کر ملکہ نے اس وزیر کو قریب آنے کا
اِشارہ کیا جو ایک سونے کے طشت میں ہیروں جڑا
خوب صورت تاج لیے کھڑا تھا۔
شہزادہ اسد نے ملکہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے
کہا۔ "تخت پر بیٹھنا میرا منصب نہیں۔ میری جانب
سے شہزادی ماہ جبین یہ ذمّے داری سنبھالے گی۔"
آخر شہزادی ماہ جبین کو تخت پر بٹھایا اور
تاج پہنایا گیا۔ اُس نے کھڑے ہو کر امیر حمزہ کی
اِطاعت کا اِعلان کیا۔ کچھ دیر تحفے اور نذرانے
پیش کیے جاتے رہے۔ اِس کے بعد جشن کا غلغلہ
بلند ہوا۔ نہ صرف وادی بلکہ اِرد گِرد کے سارے
پہاڑ راگ رنگ کی لہکار سے ساری رات گونجتے رہے۔

دوسرے دن دربارِ خاص منعقد ہوا۔ صلاح و مشورہ کے بعد دل آرام کو بادشاہ یعنی مہ جبین الماس پوش کا مصاحبِ خاص مقرر کیا گیا۔ شہزادہ اسد کو سپہ سالارِ لشکر بنایا گیا۔ مہ رخ سحر چشم کو وزارت عطا ہوئی۔ عمرو بادشاہ کا مشیرِ خاص ٹھہرا۔ اُسے یہ اِختیار بھی دیا گیا کہ اگر بادشاہ اُس کے مشورے پر عمل نہ کرے تو وہ اُسے تخت سے اُتار سکتا ہے۔

اب یہ صلاح ٹھہری کہ لشکر کی تعداد بڑھائی جائے۔ جادوگروں اور جنگجو سپاہیوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھرتی کیا جائے۔ لیکن ایسا کس طرح کیا جائے؟ اِس کے بارے میں وہ کوئی ٹھوس پروگرام نہ طے کر سکے۔ ملکہ مہ رخ کے خزانوں کے سبب دولت کی تو کوئی کمی نہ رہی تھی مگر مشکل یہ تھی کہ پہاڑوں کے آس پاس آبادی بہت کم تھی۔ ان بستیوں سے ضرورت کے مطابق آدمی نہ مل سکتے تھے۔ طلسم ظاہر کے علاقے بے شک گنجان آباد تھے۔ پر وہ شہنشاہ افراسیاب کے زیرِ حکومت تھے۔ وہاں جانا اور لوگوں کو آمادہ کر

کے اپنی چھاؤنی میں بھیجنا نازک کام تھا۔ ماہر عیاروں کی نگرانی اور ہدایات کے بغیر دشمن کے عِلاقے میں یہ کام پوری اِحتیاط کے ساتھ انجام نہ دیا جا سکتا تھا۔ عمرو نے فیصلہ کیا کہ جب تک میرے شاگرد یہاں نہیں پہنچ جاتے اس وقت تک یہ مہم کھٹائی میں ڈال دی جائے۔

اِتفاق سے دوسرے ہی دن لشکر گاہ کے محافظوں نے چار اجنبی آدمیوں کو گرفتار کر کے دربار میں پیش کیا۔ وہ مہتر قران، جاں سوز بن قران، ضرغام شیر دل اور برق فرنگی تھے۔ عمرو سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے بعد میں وہ ایک ایک کر کے پہاڑوں کے قریب پہنچے تھے اور پہرے داروں کے ہاتھوں پکڑے گئے تھے۔ عمرو نے اُنھیں پہچانتے ہی قید سے رہائی دلائی۔ بادشاہ اور تمام اہلِ دربار سے اُن کا تعارف کرایا۔ شہزادہ اسد اُن سے بغل گیر ہوا۔ بادشاہ نے اُنھیں خلعت اور اِنعام سے نوازا اور عمرو نے اُنھیں اپنا نائب مقرر کیا۔

اِس کے بعد عمرو، ملکہ مہ رخ اور ان چاروں عیاروں کی ایک علیحدہ خیمہ میں میٹنگ ہوئی۔ طے

پایا کہ مقامی لوگوں کے چار جتھے چاروں عیاروں
کی ماتحتی میں طلسمِ ظاہر کے مختلف شہروں میں جا کر
قیام کریں اور وہاں کے لوگوں کو افراسیاب کے خلاف
بغاوت پر اکسائیں۔ جو لوگ بے روزگار ہوں، قسمت
آزمائی کا شوق رکھتے ہوں یا افراسیاب کے مظالم کا
اِنتقام لینا چاہتے ہوں، انھیں اپنے ساتھ ملا لیں اور
فوج میں بھرتی ہونے پر آمادہ کر کے چھاؤنی میں
بھیجتے رہیں۔

ایک دِن تو تیاریوں اور ساتھیوں کے اِنتخاب میں
گزرا۔ دُوسرے دِن چاروں عیار ہر طرح سے لیس ہو کر
اپنے جتھوں سمیت مختلف شہروں کو روانہ ہو گئے۔
ہر شہر میں پہنچ کر وہ دو دو چار چار کی ٹولیوں میں
الگ الگ محلوں میں جا بسے۔ دیکھنے میں کوئی
دست کار تھا، کوئی تاجر کوئی سادھو تھا، کوئی بھکاری۔
کوئی پنڈت بنا ہوا تھا، کوئی مداری۔ کوئی جوہری نظر
آتا تھا اور کوئی نجومی۔ مگر سب وہی کام کرتے تھے
جس کے لیے آئے تھے۔ کبھی کبھی وہ آپس میں ایک
دُوسرے کی خیریت معلوم کرتے رہتے تھے اور جو طریقہ
مقرر کیا گیا تھا اُس کے مطابق پابندی کے ساتھ اپنے

عیار سردار سے صلاح مشورہ کرتے رہتے تھے۔
چند ہی دنوں بعد ہر شہر سے چھاؤنی کی طرف
جانے والوں کا تار بندھ گیا۔ شہزادہ اسد کی فوج میں
دن دُونا رات چوگنا اِضافہ ہونے لگا۔ لیکن جیسا کہ
قاعدہ ہے، دُنیا کا کوئی بھی راز زیادہ عرصے تک
چھپا نہیں رہ سکتا۔ کچھ عرصے بعد یہ بات طلسم ظاہر
کی ساری بستیوں میں پھیل گئی کہ افراسیاب کا ستارہ
گردش میں ہے۔ شہزادہ اسد اُس کے خاتمے کے لیے
آ پہنچا ہے۔ پہاڑوں پر اُس نے مکمل قبضہ کر لیا
ہے اور آگے بڑھنے کے لیے زبردست فوج تیار کر
رہا ہے۔ مختلف شہروں میں اُس کے آدمی مقامی لوگوں
کو بھرتی کر رہے ہیں۔

پہلے تو یہ باتیں صرف کانوں میں ہوا کرتی تھیں،
پھر انھوں نے عام افواہوں کی شکل اِختیار کر لی۔
آخر افراسیاب کے جاسوسوں نے کان کھڑے کیے۔ جاسوسوں
کا ایک جال ہر طرف پھیلا دیا گیا۔ اجنبی آدمیوں کی
دھڑا دھڑ گرفتاریاں ہونے لگیں۔ یہ حالات دیکھ کر
چاروں نامور عیار اپنے ساتھیوں کو تو بچا کر نکال لے
گئے، لیکن افراسیاب کے جاسوسوں کو یہ بات ضرور

معلوم ہو گئی کہ سُنی جانے والی افواہیں سو فی صد
درست ہیں۔ اُن سب نے تمام حالات شہنشاہ افراسیاب
کو لکھ بھیجے۔

افراسیاب کو راہدار جادو اور فولاد جادو کی ہلاکت کا
تو علم ہو چکا تھا مگر اُسے یہ اندازہ نہ ہوا تھا کہ
پانی سر سے اِتنا اُونچا ہو چکا ہے۔ طلسم ظاہر کے
جاسوسوں کی رپورٹیں پڑھ کر اُس کی آنکھیں کھل گئیں۔
اور حالات جاننے کے خیال سے اُس نے کتاب سامری
کھول کر دیکھی۔ اب جا کر اُسے پتا چلا کہ اُس کے
مقابلے پر شہزادی مہ جبین کو بادشاہ بنایا جا چکا
ہے۔ چالیس ہزار سے زیادہ جادوگروں اور جنگ جوؤں
کا لشکر تیار کیا جا چکا ہے۔ پہاڑوں پر اُن کی
مکمل حکومت ہے۔ سارے طلسم ظاہر میں اُن کی
ہیبت چھائی ہوئی ہے اور ان ساری خرابیوں کی
ذمہ دار اُس کی اپنی بھتیجی مہ جبین الماس پوش اور
اِس سے بھی زیادہ اُس کی چہیتی ملکہ حیرت جادو
کی عزیزہ، ملکہ مہ رُخ سحر چشم ہے۔

طاقت کے ذریعے اِس معاملے سے نپٹنے کا
ایک ہی طریقہ تھا یعنی بڑے پیمانے پر فوج کشی

کی جائے۔ دُوسرا طریقہ خُون اور رشتے کے نام پر
صُلح صفائی کا تھا۔ افراسیاب نے اِسی دُوسرے طریقے
کو آزمانا پسند کیا۔ ایک خط اپنے ہاتھ سے اُس نے
ملکہ حیرت جادو کے نام لکھا۔ سارے حالات تفصیل
سے بیان کرنے کے بعد اُسے ہدایت کی کہ وہ ملکہ
مہ رُخ سحر چشم کو سرکشی سے توبہ کرنے اور مہ جبین
سمیت باغیوں کا ساتھ چھوڑنے کی تاکید کرے۔ مان
جائے تو ٹھیک ورنہ پھر اُس پر چڑھائی کرنے کے
لیے تیاری کرے۔

شہر ناپُرساں میں ملکہ حیرت جادو کو افراسیاب کا
خط مِلا۔ اُس نے ہدایت کے مُطابق ملکہ مہ رُخ کو
ہموار کرنے کے خیال سے ایک خط لکھا۔ پھر جادو
کے زور سے ایک رنگا رنگ پرندہ پیدا کیا اور
اُسے حکم دیا کہ یہ خط لے جا کر طلسم ظاہر کے
پہاڑوں میں ملکہ مہ رُخ کو پہنچائے۔ ملکہ مہ رُخ کو
یہ خط مِلا تو اُس نے پڑھ کر عَمرو کے حوالے کر دیا۔
اُس میں رشتے کے واسطے سے لے کر لالچ اور دھمکی
تک ہر طرح کی باتوں سے مہ رُخ کو افراسیاب
کی اطاعت کرنے کی تلقین کی گئی تھی۔ مہ رُخ یہ

خط پڑھ کر پریشان ہو گئی تھی مگر عمرو غصے سے
سُرخ ہو گیا۔ جواب میں اُس نے ایک خط اپنی
جانب سے ملکہ حیرت جادو کے نام لکھا اور لفافے
میں بند کر کے طلسمی پرندے کے حوالے کر دیا۔ پرندے
نے لفافے کو چونچ میں دبایا اور جا کر ملکہ حیرت جادو
کے پاس پہنچایا۔

عمرو نے خط میں لکھا تھا" اے ملکہ حیرت جادو!
تو نے ملکہ مہ رُخ سحر چشم کو جو بکواس لکھ بھیجی
ہے، اِس سے تو نے اپنی قبر آپ کھودی ہے۔ شاید
تو نے نادانی کے سبب اس بات کو اہمیت نہیں
دی کہ ملکہ مہ رُخ سحر چشم اب تیری زیردست نہیں
بلکہ اُس بادشاہِ عالی جاہ کی وزیرِ اعظم ہے جو کُل
مُلک طلسم ہوش رُبا کی حقیقی شہنشاہ ہے جو کل
تک شہزادی مہ جبین کہلاتی تھی مگر آج مالکِ
تخت و تاج ہے۔ جس کا سپہ سالار فاتحِ جہاں
امیر حمزہ صاحب قران کا نواسہ ہے اور مجھ جیسا
بے مثال عیار جس کا مُشیرِ خاص ہے۔"

"جان لے! میرا نام عمرو ہے۔ امیر حمزہ کے دوست
کی حیثیت سے ساری دُنیا میں میرا شہرہ ہے۔ میں

وہ ہوں جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ میں وہ ہوں جس کے
کاٹے کا کوئی منتر نہیں۔ دُشمن کے مقابلے سے کسی
حالت میں منہ نہیں موڑتا۔ جسے تاک لوں کبھی نہیں
چھوڑتا۔ ڈیل ڈول اور طاقت کا غرور میرے مقابلے
میں لاچار ہے۔ جادو ٹونا میرے آگے بیکار ہے۔
سامری کی پوتی دمامہ جادو جیسی ساحرہ کو میں نے زندہ
جلا کر خاک کیا۔ جادوگروں کے سب سے بڑے اُستاد
ثمن دریائی کو میں نے ہی ہلاک کیا۔

اگر کچھ دنوں عزت و آبرو کے ساتھ جینے کی
خواہش ہے تو شہزادہ بدیع الزمان اور شہزادی
تصویرہ جادو کو، جو کہ تیری حراست میں ہیں، ساتھ لے
کر حاضر ہو جا۔ تیرے حق میں ممکن سفارش کی
جائے گی۔ لیکن اگر تو نے سرکشی پر کمر باندھی
تو یاد رکھ! تیرا سارا غرور خاک میں ملا دیا جائے گا۔
ناک چوٹی کاٹ کر اور منہ کالا کر کے تجھے شہر
شہر پھرایا جائے گا۔"

عمرو کا یہ خط پڑھ کر ملکہ حیرت جادو کے تن بدن
میں آگ لگ گئی۔ جوش میں آ کر اُس نے
شہرِ ناپُرساں سے ڈیرا اُٹھایا اور شہنشاہ افراسیاب کی
سمت روانہ ہو گئی۔

آہن جادو

افراسیاب دریائے خون رواں کے اس پار طلسم باطن کے باغ سیب میں تھا ملکہ مہ رخ سحر چشم کا معاملہ جاننے کے لیے وہ ملکہ حیرت جادو کے خط کا انتظار کر رہا تھا کہ حیرت جادو خود پہنچ گئی۔ افراسیاب نے آنے کا سبب پوچھا تو حیرت نے عمرو کا خط اس کے سامنے کر دیا۔ خط پڑھتے ہی افراسیاب کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ ہونٹ چباتے ہوئے وہ بولا۔

"ملکہ! اب مجھ سے مہ رخ کی سفارش نہ کرنا۔ تمھاری خالہ ہونے کی وجہ سے میں نے ہمیشہ اس سے رعایت کی ہے لیکن اب میرے صبر کا پیمانہ بھر چکا ہے۔ وہ غدار ہے۔ اس نے میرے دشمنوں سے ساز باز کی ہے۔ تمھاری توہین کی ہے۔ میں اسے عبرتناک سزا دوں گا۔"

"خداوند نعمت!" ملکہ حیرت نے ادب سے کہا۔ "مہ جبین آپ کی بھتیجی ہے اگر اس کی محبت حضور کو سختی کرنے سے نہ روکتی ہو تو مہ رخ کو میں چھوڑتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" افراسیاب نے کہا۔ "آج سے نہ مہ جبین میری بھتیجی ہے نہ مہ رخ تمھاری خالہ۔ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ میں ابھی انھیں سزا دینے کے لیے ایک زبردست فوج بھیجتا ہوں۔"

یہ کہہ کر افراسیاب نے کچھ پڑھ کر تالی بجائی۔ ایکا ایکی آسمان پر کالی گھٹائیں چھا گئیں۔ گرج کے ساتھ زور زور سے بجلیاں چمکنے لگیں۔ آتش بازی کی برسات ہونے لگی۔ پھر ایک زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ ابر پھٹ گیا۔ ایک تخت اس میں سے برآمد ہوا اور تیزی کے ساتھ اترتا ہوا افراسیاب کے سامنے فرش پر آ ٹھہرا۔ تین ہیبت ناک جادوگر اس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تخت کے زمین پر ٹکتے ہی تینوں جادوگر اس سے اترے اور افراسیاب کے آگے ادب سے جھک گئے۔ تینوں نے سلام کرتے ہوئے کہا۔

"ہم حاضر ہیں آقا! حکم فرمائیے۔"

"ملکہ!" افراسیاب نے ملکہ حیرت سے کہا۔ "یہ جاموش جادو ہے۔ یہ شہباز جادو ہے۔ یہ کوہان جادو ہے۔ یہ تینوں میرے وفادار ساحر ہیں۔ آج تک کسی مہم سے ناکام واپس نہیں آئے۔"

اپنی یہ تعریف سن کر تینوں جادوگروں نے جُھک کر ملکہ کو سلام کیا۔ ملکہ نے ابرو کے اشارے سے جواب دیا۔ افراسیاب نے انھیں حکم دیا: "تم لوگ اسی وقت واپس جاؤ۔ ساٹھ ہزار تجربہ کار جادوگروں کا لشکر ساتھ لو اور آندھی طوفان کی طرح جا کر مہ رُخ اور عمرو کے لشکر پر ٹوٹ پڑو۔ یاد رکھو! ایک بھی باغی بچ کر نہ جانے پائے۔ جو قتل ہونے سے بچ جائے گرفتار کر لینا۔ جو گرفتار نہ ہو سکے، بے دریغ قتل کر دینا۔"

"حکم کی تعمیل کی جائے گی۔" تینوں جادوگروں نے ایک ساتھ ادب سے کہا اور سلام کر کے جیسے آئے تھے، ویسے ہی واپس ہو گئے۔

اُدھر طلسمِ ظاہر کے شہروں سے واپس آنے والے عیاروں کے بیان سے عمرو اور مہ رُخ کو یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ افراسیاب ان کی بغاوت اور

لشکر کشی سے باخبر ہو چکا ہے۔ رہا سہا شک ملکہ حیرت کے خط سے دور ہو چکا تھا۔ اور عمرو نے اُس کا جو جواب دیا تھا اس سے انھیں یقین ہو گیا تھا کہ غصے میں آ کر افراسیاب جلد ہی کوئی فوج ان پر حملہ کرنے کے لیے بھیجے گا۔ چنانچہ اسد نے سارے لشکر کو ہر وقت چوکنا رہنے کا حکم دے دیا تھا۔ میدانِ جنگ مقرر کر لیا گیا تھا۔ دمدمے اور مورچے تیار کر لیے گئے تھے۔ اہم مقامات پر سپاہیوں کے دستے مقرر کر دیے گئے تھے۔ جاسوس اور خبر رساں دور دور تک پھیلا دیے گئے تھے۔ ان سب باتوں کے ساتھ ملکہ مہ رُخ نے جادو کے کچھ ایسے پرندے بھی آسمان پر اڑا رکھے تھے جو دریائے خونِ رواں پار کر کے آگے تو نہ جا سکتے تھے مگر بلندی پر اڑتے ہوئے طلسم باطن کی حدود پر نظر ضرور رکھتے تھے۔

ہر روز جب مہ جبین الماس پوش دربار لگاتی، جاسوس، پہرے دار، سردار اور اہلِ کار اپنی رپورٹیں پیش کرتے۔ اسد، عمرو اور مہ رُخ ان پر غور

کرتے، کوتاہیوں کی نشان دہی کرتے۔ کار گزاریوں کی
تعریف کرتے اور آیندہ کے لیے احکام جاری کرتے
ایک دن جاسوسوں کا افسر عمرو کے سامنے "سب
خیریت ہے" قسم کی رپورٹ پڑھ کر بیٹھا ہی تھا
کہ ایک ست رنگا کبوتر اُڑتا ہوا آیا اور مہ رخ
کے کاندھے پر بیٹھ کر غٹر غوں غٹر غوں کرنے لگا۔
عمرو اور اس کے چاروں شاگرد عیاروں نے
یہ دیکھ کر کان کھڑے کیے۔ اسد چوکس ہو بیٹھا۔
دل آرام اور مہ جبین نے مہ رخ کے چہرے
پر نگاہیں جما دیں۔ مہ رخ کے چہرے پر جوش
کی سرخی دوڑنے لگی تھی۔ تیوریوں پر بل پڑ گئے
تھے۔ نگاہوں میں سختی آ گئی تھی۔ چند لمحوں بعد
اس نے کبوتر کو پکڑ کر اڑا دیا اور اسد اور عمرو
سے کہنے لگی۔

"چالیس ہزار جادوگروں کی فوج طلسم باطن سے
دریائے خونِ رواں کی طرف بڑھی چلی آ رہی ہے۔
دریا پار کر کے وہ ہماری ہی طرف رخ کرے گی۔
افراسیاب کے نامی گرامی ساحر جاموش جادو، شہباز
جادو اور کوہان جادو اس فوج کے سردار ہیں۔ ہمیں

آگے بڑھ کر اُن کا استقبال کرنا چاہیے۔"
سپہ سالارِ لشکر شہزادہ اسد کا سینہ جوش سے
پھول گیا۔ تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر اس نے
مہ جبین سے اجازت طلب کی۔ مہ جبین نے اشارے
سے اسے اجازت دے دی۔ اس پر عمرو اپنے
چاروں شاگردوں کو ساتھ لے کر نکلا اور وہ لشکر گاہ
اور میدانِ جنگ سے دور جا کر جنگل میں الگ الگ
روپوش ہو گئے۔ شہزادہ اسد دوسرے سرداروں کے ساتھ
سپاہیوں کی صفوں اور مورچوں کی طرف چل دیا۔
ملکہ مہ رخ جادوگروں کے لشکر کو ترتیب دے کر
آگے بڑھنے لگی۔
جاموش، شہباز اور کوہان جادو کا لشکر طلسمی اژدہوں
پر سوار تیز آندھی کی طرح اڑا چلا آ رہا تھا۔
دریائے خونِ رواں پار کرنے کے بعد اس نے اپنی
رفتار اور تیز کر دی۔ یہ لشکر ابھی مہ رخ اور
اسد کی نگاہوں سے اوجھل ہی تھا کہ بجلیوں
پتھروں اور انگاروں کی ہولناک بارش انھیں تیزی
کے ساتھ اپنی سمت بڑھتی دکھائی دی۔ اسد کے
جنگ جو سپاہی یہ آسمانی عذاب دیکھ کر مورچوں خندقوں

اور چٹانوں کی اوٹ میں چھپنے لگے۔

مہ رُخ کے جادوگر اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے زور زور سے بچاؤ کا منتر پڑھنے لگے۔ مہ رُخ سمجھ گئی یہ مُصیبت حملہ آور جادوگروں کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اپنے پہنچنے سے پہلے وہ اِس طلسمی بارش کے ذریعے میدان صاف کر دینا چاہتے ہیں۔ اُس نے فوراً ہی جھولی سے ایک انڈا نکالا۔ کچھ پڑھ کر اُس پر دم کیا اور پُوری قوّت سے سامنے کے رُخ اُچھال دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس انڈے جیسے سینکڑوں ہزاروں انڈے پیدا ہو کر ہوا میں چکر کھانے لگے۔ پھر تو عجیب تماشا ہُوا۔ طلسمی بارش کا جو پتھر جو انگارہ اور جو بجلی جیسا بان کسی انڈے سے ٹکراتا، انڈا اُسے اپنے چکر میں لپیٹ کر واپس پلٹا دیتا۔ وہ سب جا کر اُنھی حملہ آور جادوگروں کے سروں پر برسنے لگتے جو وہ مہ رُخ اور اسد کے لشکر پر برسا رہے تھے۔

پچاسوں حملہ آور جادوگر اپنے ہی ہتھیاروں سے ہلاک ہو کر ٹپ ٹپ نیچے گرنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر جاموش جادو نے لشکر کو اپنی رفتار کم

کرنے کی ہدایت دی۔ شہباز جادو نے ساحروں کو طلسمی بارش روک دینے کا حکم دیا۔ کوہان جادو نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ ہوا میں ناچتے ہوئے سارے انڈے ایک ایک کر کے پھٹنے اور غائب ہونے لگے۔

تینوں جادوگر ایک ہی تخت پر سوار تھے۔ انڈوں کے تباہ ہوتے ہی اُنھوں نے اپنے لشکر کو نیچے اُترنے کا حکم دیا۔ ملکہ مہ رُخ کی فوج اب اُن کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ جنگ کے لیے ایک مناسب رقبہ درمیان میں خالی چھوڑ کر دُوسری سمت اُنھوں نے ڈیرے ڈال دیے۔ اُس رات اسد کے افسر مورچے مورچے میں جا کر اپنے سپاہیوں کے دل بڑھاتے رہے اور دونوں جانب کے جادوگر اپنے اپنے جادُو جگاتے رہے۔

جاموش جادو نے فولاد کے چند گولے اور ماش کے آٹے کے چند پُتلے بنا کر اُنھیں حرام جانور کے خُون سے غسل دیا اور اُنھیں اپنا مددگار ٹھہرایا۔ مہ رُخ سحر چشم نے آگ جلا کر اُس میں ایک گردن کٹا کوّا ڈال دیا۔ جب تک الاؤ سے گوشت

پروں کے جلنے کی بُو آتی رہی ملکہ مہ رُخ بڑی توجہ
سے موم کی ایک گڑیا بناتی رہی۔ بُو ختم ہونے پر
اُس نے گڑیا کے بازوؤں میں دو پَر لگائے اور
اُسے سیندور کے بنے ہوئے ایک دائرے میں رکھ
دیا۔ کچھ دیر تک وہ کوئی منتر پڑھتی رہی۔ دھوپ
اور لوبان الاؤ پر ڈالتی رہی۔ دھواں موم کی گڑیا
کے گرد چکر کھاتا جاتا اور گڑیا بڑی ہوتی جاتی۔
ہوتے ہوتے وہ ایک پری بن گئی۔ مہ رُخ نے
ایک مُٹھی میں پھول اٹھائے اور پڑھ کر پری کی
طرف اُچھال دیے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پری کے
بے جان مجسمے میں جان پڑ گئی۔ اُس نے ہاتھ
جوڑ کر مہ رُخ سے کہا "حکم کیجیے! موم پری
حاضر ہے۔"

"آزمائش کا وقت آ پہنچا ہے" مہ رُخ نے کہا۔
"اِس وقت جاؤ لیکن چوکنا رہنا۔ اِشارہ ملتے ہی
آ جانا۔"

موم پری نے یہ حکم سُن کر پھر ہاتھ جوڑے،
الاؤ میں داخل ہوئی اور دھواں بن کر غائب
ہو گئی۔

صبح ہوتے ہی میدانِ جنگ ڈھول تاشوں، نقاروں
اور نفیریوں کی چیخ و پکار سے گونجنے لگا۔ جے کاروں
اور نعروں کی آوازیں زمین آسمان کو ہلانے لگیں۔
ایک جانب سے جاموش، شہباز اور کوہان جادوگر
اپنے ساحروں کے لشکر کو ترتیب دے کر آگے بڑھنے
لگے۔ دوسری جانب سے ملکہ مہ رُخ اور اُس کا بیٹا
شکیل جادوگر پیش قدمی کرنے لگا۔ اُن کے پیچھے شہزادہ
اسد نے اپنے جنگ جُو سپاہیوں کی صفیں تیار
کیں اور مورچے مضبوط کیے۔

تھوڑی ہی دیر میں دونوں طرف کے جادوگروں
کے لشکر آمنے سامنے آ گئے۔ شہباز جادوگر ایک اژدہے
پر سوار میدان میں آیا اور للکار کر کہنے لگا۔
"جو نہیں جانتا جان لے، جو نہیں پہچانتا پہچان
لے۔ میرا نام شہباز جادوگر ہے۔ باغیوں میں سے
کسی کو میں اپنا ہم پلّہ نہیں سمجھتا۔ اگر کسی میں
ہمّت ہے تو میرے سامنے آئے۔"

دشمن کی یہ للکار سُن کر ملکہ مہ رُخ کو جوش
آ گیا۔ اُس نے اپنا تخت آگے بڑھایا۔ شہباز نے
اُسے مقابلے پر دیکھتے ہی جادو کا ایک تیر

اُس پر چلایا۔ مہ رُخ نے ایک منتر پڑھ کر تالی
بجائی۔ تیر آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کر کے اُلٹا
پھر گیا۔ جھنجلا کر شہباز نے جھولی سے ایک گولا
فولاد کا نکالا، پھونک مار کر مہ رُخ کی طرف اچھالا
مہ رُخ اُس کا توڑ نہ کر سکی۔ البتّہ خُود کو بچانے
کے لیے چھلانگ لگا کر ہوا میں اُڑی۔ گولا شعلے
کی لکیر چھوڑتا اُس کے تخت سے آ ٹکرایا۔ تخت
کے پرخچے اُڑ گئے۔ لیکن عین اُسی وقت مہ رُخ
بجلی کی تلوار بن کر شہباز کے اُوپر گری اور
اژدہے سمیت اُسے دو ٹکڑوں میں لکڑی کی طرح
چیر گئی۔ آندھیاں چلنے لگیں۔ ہولناک صدائیں بُلند
ہونے لگیں۔ مہ رُخ نے یہ دیکھ کر تالی بجائی
ہنگامہ دم کے دم میں موقوف ہُوا۔

شہباز کی فوج نے مہ رُخ کو تنہا پا کر
اُس پر یلغار کر دی۔ آتشیں اژدہوں اور سانپوں
کی اُس پر برسات کر دی۔ شکیل جادُو یہ رنگ دیکھ
کر اپنے جادُوگروں کے ساتھ میدان کی طرف بڑھا اور
جادُو پڑھ کر دُشمنوں کی طرف پھُونکا۔ دیکھتے ہی
دیکھتے ابر گھر آیا۔ مینہ برسنے لگا۔ بارش کی بُوندیں

جس دُشمن پر پڑتیں بے ہوش ہو جاتا۔ جس آتشیں
اژدہے یا سانپ کو چھُو جاتیں، ٹھنڈا ہو کر غائب
ہو جاتا۔ آناً فاناً ہزاروں جادُوگر شہباز کی فوج
کے میدانِ جنگ میں ڈھیر ہو گئے۔ شکیل کی فوج
کے ساحر بڑھ بڑھ کر اُن بے ہوشوں پر خنجر چلانے
لگے۔ اُن کی زندگی کے چراغ بُجھانے لگے۔ اپنے
ساتھی کی فوج کا یہ قتلِ عام جاموش سے نہ دیکھا
گیا۔ اُس نے میدانِ جنگ کی طرف قدم بڑھایا اور
کاغذ کا ایک سُورج کاٹ کر آسمان پر اُڑایا۔ کاغذ
کا وہ ٹکڑا جادُو کے زور سے بُلند ہو کر سُورج کی
طرح چمکنے لگا۔ اُس کی روشنی سے شکیل جادُو کا
پیدا کیا ہُوا ابر فنا ہونے لگا۔ لشکرِ مہ رُخ میں
سے جس پر بھی اُس کی دُھوپ پڑی پتھر کا
ہو گیا۔ ہر طرف ایک کہرام مچ گیا۔ اِسی حالت
میں جاموش اور کوہان اپنی سپاہ کے ساتھ ہاتھوں
میں ترشول لیے اُن پر آ پڑے۔ جو پتھر ہونے
سے بچ گئے ترشُولوں سے ہلاک ہونے لگے۔

جنگ کا یہ رنگ دیکھ کر شہزادہ اسد سے نہ
رہا گیا۔ جوش میں آ کر اُس نے تلوار کھینچ لی اور

نعرہ لگا کر گھوڑے کو دُشمن کے لشکر کی طرف دوڑایا۔
مہ جبین ایک بلند مقام سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔
اسد کو دُشمن جادوگروں کی سمت جاتا دیکھ کر اُس
نے گھبرا کر دِل آرام سے کہا: "شہزادے کو سنبھالو۔
وہ جادو نہیں جانتا۔ جادوگروں میں گھر گیا تو بُرا
ہو گا۔"

دِل آرام نے یہ سُنتے ہی منتر پڑھ کر تالی بجائی
اسد کا گھوڑا آگے بڑھنے کی بجائے اُوپر ہوا
میں اُٹھتا چلا گیا اور خاصی اُونچائی پر پہنچ کر رُک
گیا۔ اسد نے بڑے ہاتھ پیر مارے مگر گھوڑے کو
زمین پر نہ اُتار سکا۔ مجبور ہو کر اُوپر ہی سے جنگ
کا منظر دیکھنے لگا۔

مہ رُخ اپنے لشکر کی ابتری پر طیش کھاتی ہُوئی
جاموش کے مُقابلے پر جا پہنچی۔ جاموش نے
پے در پے کئی وار سحر کے اُس پر کیے مگر وہ
اُس کا ہر وار خالی دے گئی۔ آخر میں اُس نے
جادو پڑھی ہُوئی سوئیوں کا ایک گچھا اُس کی طرف
کھینچ مارا۔ مہ رُخ نے تڑپ کر زمین میں غوطہ
لگایا اور اندر ہی اندر جاموش کی پیٹھ کی طرف جا

نکلی۔ وہاں سے اُس نے نعرہ لگا کر ایک تیر جاموش
پر کھینچ مارا۔ جاموش چونک کر اُس کی طرف پلٹا۔
مگر اس سے پہلے ہی مہ رُخ کا تیر اُس کا سینہ
توڑ کر باہر نکل گیا۔

اِدھر جاموش بے دم ہو کر زمین پر گرا۔ اُدھر
اُس کا کاغذ کا سورج بُجھ کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔
آندھیاں چلنے لگیں۔ تاریکی چھانے لگی۔ شور رونے
پیٹنے کا بُلند ہُوا۔ طلسمی دھوپ غائب ہو گئی۔ اِس
کے اثر سے مہ رُخ کی فوج کے جو لوگ پتھر
کے بن گئے تھے اپنی اصلی حالت میں آ گئے۔

منتر پڑھ کر مہ رُخ نے آندھی، تاریکی اور
شور غائب کیا۔ اپنے جادوگروں کو ہلّا بولنے کا حکم
دیا اور خُود بھی بجلی بن کر جاموش کی فوج پر
برسنے لگی۔ اپنے سردار کی موت کے بعد جاموش کی
فوج کا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ سب دہشت زدہ ہو کر
اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ مہ رُخ اُن کے کشتوں کے
پُشتے لگانے لگی۔ مرنے والوں اور زخمیوں کی چیخ چنگھاڑ
سے میدانِ جنگ لرزنے لگا۔ دُشمن کی شکست اور
مہ رُخ کی فتح آئینے کی طرح صاف دکھائی دینے لگی۔

اسی موقع پر ایک زبردست نعرہ بلند کر کے
کوہان جادو آگے بڑھا۔ مہ رُخ کے جادوگروں کی
خوفناک یلغار دیکھ کر اُس نے خنجر سے اپنی ران پر
زخم لگایا، زمین سے کچھ روڑے اُٹھا کر انھیں اپنے
خون سے تر کیا اور پھر کچھ منتر پڑھ کر ان روڑوں
کو مہ رُخ کی فوج کی طرف آسمان پر اُچھال دیا۔
روڑے اُوپر جا کر غائب ہو گئے۔ مگر دُوسرے ہی لمحے
خوفناک گڑگڑاہٹ کی آواز فضا میں گونجنے لگی۔ مہ رُخ
اور اُس کے جادوگروں نے گھبرا کر پیچھے اور دائیں
بائیں نگاہ دوڑائی۔ بے ساختہ سب کے مُنہ سے چیخ
نکل گئی۔ خوفناک پہاڑ پیچھے اور دائیں بائیں سے
اُن کی طرف ہوا میں آتے دکھائی دے رہے تھے۔
شکیل اور مہ رُخ نے پے در پے کئی منتر پڑھ کر
اس مُصیبت کو سر سے ٹالنا چاہا مگر اُن کی ایک
نہ چلی۔ ہولناک پہاڑ ہوا میں ڈولتے ہُوئے اُن کی
طرف بڑھتے رہے۔ مہ رُخ کی ساری فوج حواس باختہ
ہو کر پناہ کے لیے اِدھر اُدھر بھاگنے لگی۔ یہ حال
دیکھ کر مہ رُخ نے اپنے جُوڑے میں گندھا ہُوا ایک
پھول نوچا، اُس پر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ سر کے بال

کھول کر پھیلا دیے، پھول کو آسمان کی طرف اُچھالا۔
اور دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا کر چیخی۔
"موم پری! موم پری۔ اپنا کام دِکھا۔ مُصیبت سے
چھڑا۔"
مہ رُخ کے الفاظ کی گُونج ختم نہ ہونے پائی تھی
کہ بادلوں کی اوٹ سے پھولوں کی ایک کشتی نکل کر
سامنے آئی۔ دوست اور دُشمن سب نے دیکھا کہ اس
میں ایک خوب صُورت پری سوار ہے۔ وہ پروں سے
آہستہ آہستہ کشتی کھیتی ہوئی کوہان جادو کی سمت اُڑی
چلی جا رہی ہے۔ چاندی جیسا سفید چمچماتا ہُوا مکھڑا،
سر پر سفید پھولوں کا خوش نما تاج گلے میں ہیروں
کا ہار، جسم پر سفید برّاق لباس۔ جس نے ایک نظر
دیکھا، دیکھتا رہ گیا۔ انسان کی شکل میں چاند کا
ایسا ٹکڑا کا ہے کو کسی نے کبھی دیکھا ہو گا۔ کوہان
بھی اُسے دیکھ کر ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ اُسے کچھ
یاد نہ رہا، وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔
موم پری نے عین کوہان کے سر پر پہنچ کر
اپنی کشتی ٹھہرائی۔ اُسے دیکھ کر کوہان کا رہا سہا
ہوش بھی جاتا رہا۔ اُس نے فریاد کرتے ہُوئے کہا۔

"اے چاند کی بیٹی! نیچے آ۔"

"دو شرطیں ہیں۔" موم پری نے کہا۔ "ایک یہ کہ ان پہاڑوں کو واپس پلٹا دے جو چاروں طرف سے اُڑتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ دوسری شرط بعد میں بتاؤں گی۔"

موم پری کے جادوئی اثر سے کوہان جادو اور اُس کے لشکر کے ہر شخص کی یاد داشت ختم ہو چکی تھی۔ ہوش و حواس جاتے رہے تھے۔ اچھائی بُرائی اور دوستی دشمنی کی انھیں کوئی تمیز نہ رہی تھی۔ سب کے دلوں میں رہ رہ کر ایک ہی بات پیدا ہو رہی تھی۔ موم پری نگاہوں کے سامنے رہے اور وہ جو کہے، وہ مانیں۔

کوہان جادو نے فوراً سحر پڑھ کر تالی بجائی۔ منڈلاتے ہوئے پہاڑ آناً فاناً دھواں بن کر غائب ہو گئے۔ مہ رخ اور اُس کے لشکریوں کی جان میں جان آئی۔ اسد گھوڑے پر سوار ہوا میں لٹکا یہ تماشا دیکھ کر حیران ہوتا رہا۔

کوہان جادو نے ہاتھ باندھ کر موم پری سے کہا۔ "اے چاند کی بیٹی! میرے لیے اور کیا حکم ہے؟"

"شاباش!" موم پری نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بس اب مجھے ملکہ حیرت جادو کا سر لا دے۔"

"بہت اچھا! ابھی لاتا ہوں۔" کوہان نے کہا اور اپنے لشکریوں کو حکم دیا۔ "جاں نثارو! آندھی کی طرح اُڑتے ہوئے باغ سیب میں پہنچو اور ملکہ حیرت کا سر کاٹ کر اُلٹے پیروں واپس آؤ۔"

یہ کہہ کر کوہان نے اپنا اژدہا اُڑایا۔ ساری فوج اِس کے پیچھے ہو لی۔ نہ اُنھوں نے مُعاملے کے نیک و بد پر غور کیا۔ نہ اپنا سامان ساتھ لینے کی سوچی، نہ انجام پر غور کیا۔ سب اُڑتے ہوئے دریائے خونِ رواں پار کر گئے۔ طلسمِ باطن کے علاقے میں داخل ہوئے اور آخرکار باغ سیب کے سامنے جا پہنچے۔ وہاں افراسیاب کی جو مُحافظ فوج موجود تھی، اُس نے کوہان اور اُس کی فوج کو روکنا چاہا لیکن رُکنے کے بجائے وہ سب پاگلوں کی طرح اُن سے اُلجھنے لگے۔ افراسیاب نے ہڑبونگ کی آواز سُن کر ہرکاروں کو دوڑایا۔ اُنھوں نے واپس آ کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ افراسیاب نے باغ کے باہر پہنچ کر کوہان کو سمجھانا چاہا۔ مگر وہ اپنے آپے میں کب تھا۔ اُس

پر تو موم پری کے جادو کا اثر چھایا ہوا تھا۔ اُس
نے ایک نہ سنی اُلٹا افراسیاب پر حملہ کرنے کے
لیے دوڑا۔ افراسیاب سمجھ گیا کہ اب یہ ہوش میں
نہیں آ سکتا۔ اُس نے محافظوں کو حکم دیا۔ "کوہان
اور اُس کی ساری فوج کو ہلاک کر ڈالو۔"

دیکھتے ہی دیکھتے باغِ سیب کے سامنے کُشت و
خُون کا بازار گرم ہو گیا۔ کوہان اور اُس کے ساتھی
ویسے بھی افراسیاب کے محافظوں کی ٹکر کے نہ
تھے۔ پھر وہ سب جنون میں مبتلا تھے۔ نہ وہ سمجھ
سے کام لے کر اپنا بچاؤ کر سکے۔ نہ ہوش کے
ساتھ حملہ کر سکے۔ کٹ کٹ کر ڈھیر ہوتے گئے۔
حتّٰی کہ اُن میں کا ایک بھی زندہ سلامت نہ بچ
سکا۔

افراسیاب کو اِس واقعے سے بڑا دُکھ پہنچا۔ دربار
سے اُٹھ کر وہ ملکہ حیرت کے ساتھ چمن میں آ گیا۔
زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک کنیز نے آ کر اطلاع
دی۔ "بہران جادو حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔"

بہران ملکہ حیرت کا چہیتا بھانجا تھا۔ افراسیاب نے
ملکہ کی طرف دیکھا۔ اُس کے چہرے سے ظاہر تھا کہ

وہ اُسے دیکھنا چاہتی ہے۔ افراسیاب نے ملکہ کا دِل
رکھنے کے خیال سے کنیز سے کہا: "آنے دو۔" کنیز
واپس چلی گئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک گرانڈیل اور
خُوب صورت نوجوان ملکہ اور افراسیاب کو جھک کر
سلام کر رہا تھا۔

"اِس وقت آنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟" افراسیاب
نے بہران سے کہا۔ وہ نوجوان بہران ہی تھا۔

"عالی جاہ! باغ کے سامنے پیش آنے والے واقعے
نے میرا خُون کھولا دیا ہے۔ میں مہ رُخ سے جنگ
کرنے کی اِجازت چاہتا ہوں۔" بہران جوش سے بولا۔

"فی الحال تُمھاری کوئی ضرورت نہیں۔" ملکہ حیرت نے
کہا۔ "نمک خواروں کی کوئی کمی نہیں۔ کوئی نہ کوئی جا کر
اُس غدار کو گرفتار کر لائے گا۔"

بہران نے ملکہ کی ایک نہ سُنی۔ اپنی بات پر
اَڑا رہا۔ لاچار افراسیاب کو اِجازت دینی پڑی۔ البتّہ
یہ تاکید کر دی کہ اپنے جاں نثاروں کے عِلاوہ اور
بھی فوج اپنے ساتھ لیتا جائے۔

باہر آ کر بہران نے چالیس ہزار افراسیاب کی فوج
کے اور بارہ ہزار ساحر اپنے روانگی کے لیے

منتخب کیے۔ تیاری مکمل ہو گئی تو وہ اپنے خاص طلسمی
شیر پر سوار ہوا اور لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ لشکر
چلا اور اس شان سے کہ سارے طلسم باطن میں
دھوم مچ گئی کہ بجانجا ملکہ حیرت کا مہ رُخ کے مقابلے
کو جاتا ہے۔ لوگ اس لشکر کا ساز و سامان اور
سپاہیوں اور جادوگروں کی آن بان دیکھتے اور عش عش
کرتے۔

ادھر ملکہ مہ رُخ نے پیش قدمی کر کے جاموش شہباز
اور کوہان جادو کے سارے ساز و سامان پر قبضہ
کر کے انھی کی چھاؤنی میں ڈیرا جما رکھا تھا۔ دربار
شاہی بھی اب وہیں لگا کرتا تھا۔ بُبران شیر سوار
جیسے ہی دریائے خونِ رواں کے قریب پہنچا، مہ رُخ
کے طلسمی پرندوں نے اسے دشمن کی نقل و حرکت
سے آگاہ کر دیا۔ مہ رُخ نے اس کا اعلان کیا تو
عمرو اور اس کے چاروں شاگرد عیار پہلے کی طرح لشکرگاہ
اور میدانِ جنگ سے دور جا کر چھپ رہے۔ اسد نے
اپنی فوجوں کو تیاری کا حکم دے دیا اور ملکہ مہ رُخ
اور شکیل جادو اپنے لشکر کو درست کر کے دشمن کا
انتظار کرنے لگے۔

بالآخر ڈنکے بجاتا اور دھاوے کرتا بُبران شیر سوار
مع اپنے لشکرِ کثیر کے آ پہنچا۔ مہ رُخ کی چھاؤنی پہچان
کر اس نے جنگ کے لیے ایک بڑا علاقہ درمیان
میں چھوڑا اور دوسری جانب اپنی فوج کو ڈیرا ڈالنے
کا حکم دیا۔ دن ابھی خاصا باقی تھا لیکن اس نے
جنگ کو اگلے دن کے لیے ملتوی کرنا مناسب سمجھا۔
مہ رُخ نے بھی جلد بازی سے کنارہ کیا۔ دونوں جانب
کی چھاؤنیوں میں اگلے دن کے جنگی نقشے بنانے اور
نئی نئی ترکیبیں استعمال کرنے پر غور ہونے لگا۔ جادوگر
اپنے جادو جگانے اور شعبدے آزمانے کی فکر میں
مشغول ہو گئے۔

رات ہونے پر بُبران نے بارہ سو نامور جادوگروں
کو لشکرگاہ کے گرد پہرا دینے پر مقرر کیا۔ ایک سو
جادوگروں کو اپنی بارگاہ کی حفاظت پر کھڑا کیا۔ انھیں
یہ ہدایت بھی کر دی کہ چاہے کوئی اپنا دکھائی دے
یا پرایا، ہرگز کسی کو بارگاہ کے قریب نہ آنے دیا
جائے۔ اگر کوئی مرد یا عورت ایسی کوشش کرے تو
فوراً اسے گرفتار کر لیا جائے۔ یہ احتیاط بُبران نے
اس لیے کی تھی کہ چلتے وقت افراسیاب نے اسے

عیاروں سے ہوشیار رہنے کی تاکید کر دی تھی اور جتلا
دیا تھا کہ عیار طرح طرح کے بھیس بھرنے میں ماہر
ہوتے ہیں اور دھوکا دے کر دشمن کو قتل کر ڈالتے
ہیں۔

اِدھر بہران کے لشکر میں یہ چوکسی ہو رہی تھی، اُدھر
عیار جو جنگل میں جا چھپے تھے اپنے داؤں گھات
میں تھے۔ اِتفاق سے برق فرنگی اس درے میں چھپا
ہوا تھا جو بہران کی بارگاہ کے سامنے تھا۔ سورج ڈوبنے
سے پہلے اُس نے خیموں اور جھنڈوں کے طمطراق
سے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ یہ بارگاہ لشکر کے
سردار ہی کی ہو سکتی ہے۔ اندھیرا ہونے پر اُس
نے اپنی صورت اور لباس ایک راہب کی بنائی۔
شربت کی ایک صراحی لے کر اُس میں سفوفِ بے ہوشی
ملائی اور اُسے کاندھے پر رکھ کر بارگاہ کے پہلو
سے اِس طرح گزرنے لگا کہ پہرے دار اُسے دیکھ
لیں۔

پہرے داروں نے اُسے دیکھا تو اُن کے دِلوں پر
اُس کی رُوحانی بڑائی کا سکّہ جم گیا۔ اُنھوں نے خیال
کیا کہ اِس بزرگ سے کچھ فیض اُٹھانا چاہیے۔ اور

ہو سکے تو کچھ اِس جنگ کے انجام کے بارے میں
معلوم کرنا چاہیے۔ یہ خیال کر کے ایک جتھا اُس
کے پیچھے ہو لیا۔ برق نے جب اُنھیں اپنے قریب
ہوتا محسوس کیا تو پلٹ کر بڑبڑایا۔

"دُنیا دار کتّو! میرے پیچھے کیوں لگے ہو؟"

یہ کہہ کر اُس نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ پہرے دار
بھی لپکے۔ اس پر برق نے دوڑ لگا دی۔ پہرے دار
بھی پیچھے بھاگے۔ مگر جلد ہی جھاڑیوں کی اوٹ میں
ہو کر برق اُن کی نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ وہ
سب اُسے اِدھر اُدھر ڈھونڈنے لگے۔ کچھ دیر بعد
وہ پھر اُن کے سامنے آیا۔ پہرے دار گڑگڑا کر کہنے
لگے: "حضرت! ہم پر کرم کیجیے۔ کچھ نہ کچھ تبرک عنایت
کیجیے۔"

برق نے اُنھیں پھر ڈانٹا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ کافی
دیر تک یہ آنکھ مچولی ہوتی رہی۔ آخر ایک جگہ
برق نے کاندھے سے صراحی اُتار کر نیچے رکھی اور
اُن سے بولا: "نامُرادو! نہیں مانتے تو یہ لو۔ آیندہ
پیچھا مت کرنا۔"

پہرے دار مٹکے کی طرف بڑھے اور برق اُن کی

طرف تھوک کر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ ان عقل
کے اندھے پہرے داروں نے شربت دیکھا تو خوشی
سے پھولے نہ سمائے۔ سمجھے بزرگ نے ہمیں یہ تبرک
ہم پر رحم کھا کر عنایت کیا ہے۔ اس کے پینے سے
بڑی برکت ہو گی۔ وہ سب شربت پر ٹوٹ پڑے۔ پھر
جو وہ وہاں سے جھومتے چلے ہیں تو کوئی یہاں گرا
کوئی وہاں گرا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارے کا سارا غول
بے ہوش ہو کر زمین ناپ رہا تھا۔

برق فرنگی اسی موقع کا منتظر تھا۔ خنجر تان کر
جھاڑی کی اوٹ سے نکلا اور بے ہوش جادوگروں
پر ٹوٹ پڑا۔ پہلے ہی جادوگر کے مرنے پر آندھی
چلنے لگی تھی، چیخ پکار کی آوازیں بلند ہونے لگی
تھیں، تاریکی گہری ہو گئی تھی مگر برق نے کسی کی
پروا نہ کی۔ اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر خنجر چلاتے
ہوئے اس نے اس جتھے کے آدھے سے زیادہ
پہرے دار جادوگر ہلاک کر دیے۔ وہ اس بات سے
بالکل بے خبر تھا کہ جادوگروں کی موت کا طلسمی شور
بہران کے کانوں تک جا پہنچا ہے اور وہ محافظوں
کے ساتھ اس کی جانب لپکا چلا آ رہا ہے۔ اس

کا ماتھا اس وقت ٹھنکا جب بہران نے کوئی منتر پڑھ
کر تالی بجائی۔ تاریکی غائب ہو گئی اور ہر طرف روشنی
پھیل گئی۔ روشنی میں بہران اور اس کے محافظوں کو
اپنے قریب دیکھ کر برق ایک طرف کو بھاگ کھڑا ہوا۔
لیکن تھوڑی ہی دور جانے پر اس کے قدم زمین سے
چپک گئے۔ لاکھ زور لگانے پر بھی وہ اپنی جگہ
سے نہ ہل سکا۔ یہ بہران کے جادو کا اثر تھا۔ بہران
نے اسے بھاگتا دیکھ کر فوراً کوئی منتر پڑھ کر اس
کی طرف چھو کر دیا تھا۔

محافظ اسے باندھ کر لے جانے لگے تو وہ بہران
کو دھمکیاں دینے لگا۔ کئی محافظ خنجر نکال کر اس کی
طرف لپکے۔ بہران نے انھیں روکتے ہوئے کہا۔ "ٹھہرو!
اسے کل صبح قتل کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے
ساتھی آس پاس موجود ہوں گے اور اسے چھڑانے کی
کوشش کریں گے۔ دوسروں کو گرفتار کرنے کی خاطر
میں اسے آج رات زندہ رکھوں گا۔ چاہے یہ کتنا
ہی اول فول بکتا رہے۔"

بہران کا خیال صحیح تھا۔ طلسمی ہنگامے کی آوازیں
سن کر مہتر قران اس طرف آ نکلا تھا۔ اس وقت

وہ اِن لوگوں کے اِتنے قریب تھا کہ بہران کی بات حرف بحرف سُن رہا تھا۔ چلتے چلتے بہران نے برق فرنگی سے یہ بھی کہا کہ کل صُبح جب میں ہوا خوری کر کے واپس پلٹوں گا تو تیرا حساب بے باق کر دُوں گا۔ یہ سُنتے ہی مہتر قران کا دماغ تیزی کے ساتھ کام کرنے لگا تھا۔

بارگاہ میں واپس آکر بہران نے برق کو رسّیوں سے جکڑوا کر ایک گوشے میں ڈلوا دیا، بارگاہ کے اِرد گِرد پہرا سخت کروا دیا اور جادُو کے زور سے ایک ایسا نہ نظر آنے والا گھیرا بھی بارگاہ کے اندرونی دائرے میں کھینچ دیا کہ دروازے کے عِلاوہ جو شخص بھی کسی طرف سے اندر آئے، بے حِس و حرکت ہو کر اندر پھنسا رہ جائے۔

مہتر قران نے رات کو بارگاہ میں داخل ہو کر برق کو چھڑانے کی کوشش نہ کی۔ اِس کے بجائے وہ جنگل کی ترائی کی سمت نکل گیا۔ وہ کسی ایسے شیر کی تلاش میں تھا جو اُس شیر سے مِلتا جُلتا ہو جس پر بہران سواری کیا کرتا تھا۔ آدھی رات سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا مگر اُسے کہیں کوئی شیر نہ دکھائی دیا۔

تنگ آ کر ایک اُونچے گُنجان درخت کے نیچے کھڑے ہو کر وہ ایسی آوازیں نِکالنے لگا جیسی شیر کو پُکارنے کے لیے شیرنیاں نکالا کرتی ہیں۔ کچھ دیر بعد بہت دُور سے کسی شیر نے اُس کا جواب دیا۔ مہتر قران وقفے وقفے سے شیرنی کی آواز میں بولتا رہا۔ شیر کی آواز دم بہ دم قریب آتی گئی۔ آخری بار جب شیر کی آواز زیادہ نزدیک سے سُنائی دی تو مہتر قران بغیر آہٹ پیدا کیے پُھرتی کے ساتھ درخت کے اُوپر جا چڑھا اور پتّوں میں چھپ کر غور سے نیچے نگاہیں دوڑانے لگا۔

تھوڑی ہی دیر میں ایک قد آور شیر درخت کے نیچے کھڑا اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ موقع مناسب دیکھتے ہی مہتر قران نے سفوفِ بے ہوشی شیر کے مُنہ پر کھینچ مارا۔ شیر اپنی جگہ سے اُچھلا۔ کچھ غرّایا اور پھر بے سُدھ ہو کر زمین پر لیٹ گیا۔ صُبح صادِق کا وقت ہو چلا تھا۔ مہتر قران درخت سے نیچے اُترا۔ کالے دھاگے میں بندھا ہُوا ایک تعویذ اپنی جھولی سے نکالا اور شیر کے قریب جا کر تعویذ اُس کے گلے میں باندھ دیا ــــ یہ تعویذ اُسے حضرت خِضر نے دیا تھا۔ خاصیت اِس کی یہ تھی کہ جس جانور

کے گلے میں بھی پہنایا جاتا وہ جانور کیسا ہی مُنہ زور اور وحشی کیوں نہ ہوتا تعویذ کے مالک کے آنکھ کے اِشارے کی تعمیل کرنے لگتا۔

یہ عمل کرکے وہ شیر کو ہوش میں لایا۔ اُس کے گلے میں ویسا ہی پٹا باندھا جیسا ببران اپنے شیر کے گلے میں باندھتا تھا۔ بالکل ویسی ہی زین اُس کی پیٹھ پر کسی اور سوار ہو کر ببران کی بارگاہ کی طرف چل دیا۔ شیر ایک وفادار اور ہوشیار گھوڑے کی طرح اُس کے اِشاروں پر چلتا، رُکتا، مُڑتا اور بھاگتا رہا۔ مشرق کے اُفق پر سُرخی نمودار ہوتے ہوتے وہ ایک ایسی جگہ پہنچ کر رُک گیا جہاں سے ببران کی بارگاہ کا دروازہ تو دِکھائی دیتا تھا مگر خود اُسے کوئی پہرے دار نہ دیکھ سکتا تھا۔ چند لمحوں بعد ببران اپنے شیر پر سوار ہو کر دروازے سے باہر آیا۔ کچھ دیر دروازے ہی پر رُک کر اُس نے محافِظوں کے سردار سے کچھ باتیں کیں۔ اسی موقع پر مہتر قران نے اُس کے چہرے، ناک نقشے اور لباس وغیرہ کو خوب غور سے دیکھ لیا۔ محافِظ سردار سے باتیں کرنے کے بعد۔ ببران نے شیر کو

اِشارہ کیا۔ شیر چھلانگیں بھرنے لگا۔ اِتّفاق سے وہ اُسی ٹیلے کے نیچے سے ہو کر جنگل کی طرف گیا جس کے اُوپر، جھاڑیوں کی اوٹ میں، مہتر قران اپنے شیر پر سوار کھڑا ہُوا تھا۔ قریب آنے پر اُس نے پھر ببران کو غور سے دیکھا اور جلدی جلدی اُس کا بہروپ بھرنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ہر طرح ببران دِکھائی دینے لگا۔

وقت ضائع کیے بغیر وہ ٹیلے سے نیچے آیا اور شیر کو دوڑاتا ہُوا ببران کی بارگاہ کے دروازے پر جا پہنچا۔ مُحافِظوں کے سردار نے بڑھ کر اُس کا استقبال کیا اور اُسے ببران سمجھ کر کہا۔ "کیا حضور کُچھ بھول گئے تھے؟"

"ہاں! جا کر رات والے عیّار قیدی کو لے آؤ۔" مہتر قران نے بڑے رُعب سے کہا۔ "دُشمن کے لشکر کے سامنے لے جا کر میں اِسے اپنے ہاتھ سے قتل کرنا چاہتا ہُوں۔"

محافِظ سردار نے دو سپاہیوں کو حکم دیا۔ وہ بھاگم بھاگ گئے اور برق فرنگی کو اُٹھا لائے۔ اُس کے ہاتھ پیر بندھے ہُوئے تھے۔ مہتر قران نے اُسے اپنے

سامنے بٹھایا اور شیر کو چلنے کا اشارہ کیا۔ شیر ہوا ہو گیا۔ جنگل کے ایک محفوظ مقام پر پہنچ کر مہتر قران نے برق فرنگی کو نیچے اُتارا۔ اس کے ہاتھ پیر کھولے اور شیر کو بے ہوش کر کے تعویذ اُس کے گلے سے اُتار لیا۔ اب جا کر برق فرنگی سمجھا کہ اُس کے سامنے اِس وقت اصلی نہیں، نقلی بہران ہے۔ مہتر قران نے فوراً اپنی اصلیت اُس پر ظاہر کر دی اور نصیحت کی کہ برخوردار ذرا چوکنے ہو کر عیاری کیا کرو۔ اس کے بعد دونوں عیار ایک دوسرے سے رخصت ہو کر الگ الگ سمتوں کو چل دیے۔

بہران ہوا خوری کر کے واپس آیا تو مہتر قران کا کارنامہ اُس پر روشن ہوا۔ سر پکڑ کر بیٹھ گیا کہ واہ رے عیارو۔ کیا ہنر رکھتے ہو۔ مجھے بارگاہ سے نکلے دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ میرے ہی بہروپ میں آ کر ساتھی کو چھڑا لے گئے۔

دل کی بھڑاس نکالنے کی نیت سے اُس نے مہ رُخ کے لشکر پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ سپاہیوں اور جادوگروں کی فوجیں کیل کانٹے سے لیس ہو کر

جوش و خروش کے ساتھ میدانِ جنگ کی طرف بڑھنے لگیں۔ مہ رُخ، شکیل اور اسد کو جاسوسوں نے بہران کی پیش قدمی کی فوراً خبر دی۔ وہ سب بھی اپنے لشکروں کو مناسب مقامات پر آراستہ کر کے دشمن کا انتظار کرنے لگے۔ دونوں لشکر دم بہ دم قریب ہوتے جا رہے تھے۔

لیکن عین اُس وقت جب کہ دونوں لشکروں کے درمیان صرف ایک چھوٹا مگر گھنا جنگل ہی حائل رہ گیا تھا، ایک قاصد مہ رُخ کے لشکر کی جانب سے دوڑتا ہوا بہران کی فوج کی طرف آتا دکھائی دیا۔ سپاہیوں نے اُسے روکا تو وہ چلایا۔

"مجھے بہران شیر سوار کے پاس لے چلو۔ ایک خفیہ پیغام لایا ہوں۔"

سپاہیوں نے اُسے لے جا کر بہران کے سامنے پیش کر دیا۔ بہران نے اُس سے آنے کا سبب پوچھا تو اُس نے قریب جا کر آہستہ سے کہا۔ "مجھے مہ رُخ اور شکیل کے جادوگر سرداروں نے بھیجا ہے۔ اگر آپ انھیں شہنشاہ سے معافی دلوانے کا وعدہ کریں تو وہ مہ رُخ اور شکیل سے بغاوت کر دیں گے۔"

بہران یہ سنتے ہی خوشی سے سرخ ہو گیا۔ اس نے
کہا "اگر انھوں نے ایسا کیا تو میں انھیں منہ مانگا
انعام بھی دلواؤں گا۔"
قاصد نے کہا "بہت بہتر۔ آپ کا یہ وعدہ کافی
ہے۔ اب ذرا کسی قریبی اونچے ٹیلے پر چلے چلیے
تاکہ میں آپ کو مہ رخ اور شکیل کے لشکر کے
وہ مقامات دکھاؤں جہاں وفادار سرداروں کے جتھے
ہیں۔ انھیں ذہن میں رکھ کر آپ لڑائی کا ایسا نقشہ
بنائیں کہ اشارہ ملتے ہی وہ سردار اپنا کام کر دکھائیں۔"
بہران فوراً تیار ہو گیا۔ قاصد کو لے کر وہ ایک
ٹیلے پر جا چڑھا۔ وہاں سے مہ رخ اور شکیل کے
لشکر کی صفیں اور مورچے صاف دکھائی دے رہے
تھے۔ قاصد مختلف مقامات کی طرف انگلیاں اٹھا کر
بہران کو خاص وفادار سرداروں کے پرچم شناخت کرواتا
رہا۔ بہران ان پر نگاہیں جما کر میدانِ جنگ کا نقشہ
ذہن نشین کرتا رہا۔ اچانک آنکھ بچا کر قاصد نے
ایک چمکتا ہوا خنجر نکالا اور قبل اس کے کہ بہران چوکنا
ہوتا، اس کے سینے میں اتار دیا۔ بہران کے محافظوں
میں سے ایک نے ٹیلے کے نیچے سے یہ منظر دیکھ لیا

وہ ٹیلے کی طرف بھاگا۔ دوسرے محافظ بھی اس کے
ساتھ تلواریں کھینچ کر اوپر بھاگے۔ اتنی دیر میں
خنجر کے کئی اور وار کر کے قاصد نے بہران کو ٹھنڈا
کر دیا۔ اکبارگی تاریکی چھا گئی، آندھی چلنے لگی۔ بہران
کے ایک جادوگر سردار نے یہ دیکھ کر آندھی اور تاریکی
کو جادو پڑھ کر غائب کر دیا اور اب وہ قاتل کو
ڈھونڈنے لگے مگر ٹیلے پر یا اس کے نیچے دور دور
تک قاتل کا کہیں سایہ بھی نظر نہ آیا۔ اب آپ سمجھ
چکے ہوں گے کہ وہ قاصد کون تھا بلا شبہ وہ عمرو تھا۔
جس نے بہران کو جنگ سے پہلے قتل کرنے کے لیے
یہ سارا ڈھونگ رچایا تھا اور بہران کو قتل کرتے
ہی عیاری کی چادر اوڑھ کر غائب ہو گیا تھا۔
بہران کے ساتھیوں نے جوش میں آ کر لشکر کو حکم
دیا "آندھی طوفان کی طرح یلغار کر کے مہ رخ کے
لشکر پر ٹوٹ پڑو۔"
نعروں اور جے کاروں سے زمین آسمان تھرا اٹھے۔
بہران کی زبردست فوج نے دشمن پر حملہ بول دیا۔ مہ رخ
اور شکیل نے بھی اپنا لشکر دشمن پر ریل دیا۔ آسمان
طلسمی آتشیں اژدہوں، گولوں اور ناریلوں کی ہولناک

شعاعوں سے آگ ہو گیا۔ زمین خون سے سُرخ ہو گئی۔ دھڑا دھڑ لاشیں فرش پر تڑپنے لگیں۔ شور غُل اور چیخ و پُکار کی صداؤں سے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ بے سردار کی فوج زیادہ دیر تک جم کر نہ لڑ سکی۔ بُبران کے حامی دِل توڑ کر پسپا ہونے لگے۔ دہشت کی وجہ سے سارا جادُو منتر بُھول گئے۔

یہ رنگ دیکھ کر اسد نے بھی جنگ جُو سپاہیوں کے ساتھ اُن پر حملہ بول دیا۔ مہ رُخ اور شکیل اُن پر آگ پتھر برسانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں دُشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔ بد حواس ہو کر جس کا جدھر مُنہ اُٹھا، بھاگنے لگا۔ اِس افرا تفری میں بہت تھوڑے دریائے خُون رواں پار کر کے طلسم باطن کی حد میں جا سکے۔ باقی سب بھاگتے ہُوئے مارے گئے۔

مہ رُخ، شکیل اور اسد نے دُشمن کے لشکر گاہ پر قبضہ جما کر اور سارا ساز و سامان لُوٹ کر جشنِ فتح منایا۔ بھاگے ہُوئے دُشمنوں نے جا کر افراسیاب کو اپنی شکست اور بُبران کی ہلاکت کا سارا ماجرا کہہ سُنایا ملکہ حیرت کو اپنے چہیتے بھانجے کے مارے جانے کا بڑا دُکھ ہُوا۔ افراسیاب کے سینے پر اِس شکست

سے سانپ لوٹ گیا۔ بُبران کا سوگ منانے کے بعد اُس نے دربار لگایا اور دِل میں یہ سوال کر کے کہ سارے باغیوں اور عیاروں کو کون گرفتار کر سکتا ہے، اُس نے کتابِ سامری کا ورق اُلٹا۔ جواب میں آہن جادُو کا نام نِکلا۔

افراسیاب نے سحر پڑھ کر فوراً تالی بجائی۔ ایک زلزلہ سا آیا۔ زمین شق ہوئی۔ طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چلے۔ اور ایک خوفناک جادُو گر گینڈے پر سوار، زمین سے نکل کر اُوپر آیا۔ گینڈے سے اُتر کر اُس نے افراسیاب کے تخت کو بوسہ دیا اور ہاتھ باندھ کر بولا۔

"عالی جاہ! حُکم فرمائیے غُلام حاضر ہے۔"

"آہن جادُو!" افراسیاب نے رُعب سے کہا۔ "کچھ نادان باغیوں نے چند عیاروں کے ساتھ مِل کر بغاوت کی جُرأت کی ہے۔ مَیں چاہتا ہُوں تم اِن سب کو گرفتار کر کے میرے حضُور میں پیش کرو۔ دیر نہ ہو۔ اِسی وقت روانہ ہو جاؤ۔"

"حُکم کی پُوری تعمیل کی جائے گی عالی جاہ!" آہن جادُو نے سر جُھکا کر کہا اور گینڈے پر سوار ہو کر باغِ سیب سے باہر نکل گیا۔ ٹھکانے پر پہنچ کر اُس نے

اپنی فوج کو ساتھ لیا اور باغیوں کی طرف روانہ ہو
گیا۔ ملکہ مہ رُخ کو اُس کی فوج کشی کی اِطلاع مِل
گئی۔ اُس کے پہنچنے سے پہلے پہلے اُس نے جنگ
اور مُقابلے کی تیاری مُکمّل کر لی۔

آہن جادُو یلغار کرتا ہُوا دوپہر کے قریب میدانِ جنگ
سے پرے خیمہ زن ہو گیا۔ فوج کو آرام دینے کے
خیال سے اُس نے لڑائی کو دُوسرے دن پر موقوف
کیا۔ اور لشکر کو پیشگی جشنِ فتح منانے کا حُکم دے
دیا۔ عیّاروں کو اِس کی خبر ہُوئی تو اُنھوں نے جشن
کی محفل میں ہی اُس کا کام تمام کر دینے کا
منصوبہ بنایا۔

عَمرُو نے مہ رُخ کے نائب جادُوگر سردار کا
بہروپ بنایا اور خُود کو آہن جادُو کے دربار میں
پہنچایا۔ اُس نے مُعافی کا وعدہ لے کر یہ اِقرار کیا
کہ کل وہ آہن جادُو کی جانب سے مہ رُخ سے
جنگ کرے گا اور لڑائی کے موقع پر اُس کے
سارے ماتحت مہ رُخ کے خِلاف بغاوت کر دیں گے۔
یہ بات کُچھ اِس طرح پیش کی گئی کہ آہن جادُو
کو اُس پر یقین آ گیا۔ اُس نے عَمرُو کو اپنے قریب

بٹھایا۔ جاں سوز اور ضرغام شیردِل بھی کسی نہ کسی
طرح جشن گاہ میں پہنچ گئے اور خادموں کے بھیس
میں آہن جادُو کے پیچھے کھڑے ہو کر پنکھا جھلنے
لگے۔ کُچھ دیر بعد آہن جادُو نے عَمرُو سے کہا کہ
وہ اپنے ہاتھ سے اُسے شربت پلائے۔ عَمرُو نے
ہوشیاری کے ساتھ دوائے بے ہوشی شربت میں مِلا
کر پیالہ اُس کی طرف بڑھا دیا۔ آہن جادُو غٹا غٹ
پی گیا۔ عَمرُو اُس کے بے ہوش ہونے کا اِنتظار
کرنے لگا۔

لیکن چند لمحوں بعد آہن جادُو نے ایک قہقہہ
لگایا۔ منتر پڑھ کر عَمرُو کو بے حِس بنایا اور کہنے
لگا۔ "او مکّار! تُو نے شربت میں دوائے بے ہوشی
ملائی ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ منوں دوائے بے ہوشی
بھی مُجھ پر اثر نہیں کر سکتی۔ میں نے خُود جان بُوجھ کر
تیری اصلیّت جاننے کے لیے یہ موقع تُجھے دیا تھا۔
تُو سمجھا ہو گا کہ اب تُو کامیاب ہو گیا مگر یہی
بات تُجھے شکست دے گئی۔"

یہ سُنتے ہی ضرغام اور جان سوز نے پنکھے
پھینک کر خنجر نکالے اور آہن جادُو پر وار کرنے

لگے۔ مگر اُن کے خنجر آہن جادُو کے جسم سے ٹکرا کر ٹُوٹ گئے۔ آہن جادُو نے اُنھیں بھی گرفتار کیا اور کہنے لگا۔

"احمقو! تُم شاید یہ نہیں جانتے کہ بے ہوشی اور ہتھیار مجھ پر اثر نہیں کرتے لیکن غم نہ کرنا۔ تُم اکیلے نہیں رہو گے۔ کل میں تُمھاری ملکہ، مہ رُخ، شکیل، اسد، دِل آرام اور ساری فوج کو اِسی طرح ہنستے کھیلتے قید کروں گا اور سب کو اِکٹّھا لے جا کر شہنشاہ افراسیاب کی خدمت میں پیش کروں گا۔

ختم شد

آگے کیا ہُوا؟ یہ طلسم ہوش رُبا کے چوتھے حصّے "عمرو کی گرفتاری" میں پڑھیے۔

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام ظہیر سلام پرنٹر و پبلشر

داستانِ امیر حمزہ کے بعد

بچّوں کے لیے

اُردو کی ایک اور انتہائی دلچسپ اور ہوش اُڑا دینے والی داستان

طلسمِ ہوش رُبا

اُردو ادب میں داستانِ امیر حمزہ کی طرح طلسم ہوشربا کو بھی بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اصل میں یہ دونوں داستانیں ایک دوسرے کا حصہ ہیں۔ داستانِ امیر حمزہ پڑھے بغیر طلسم ہوشربا کا پورا لطف نہیں آتا اور طلسم ہوشربا پڑھے بغیر داستانِ امیر حمزہ کا لطف ادھورا رہ جاتا ہے۔

طلسم ہوشربا کی بڑے سائز کی نو جلدیں ہیں اور کل ملا کر بارہ ہزار صفحات۔

اختر رضوی نے اس طویل داستان کو بچّوں کے لیے مختصر کر کے آسان زبان میں لکھا ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ انداز بیان اصل داستان ہی کا رہے۔

اِس کے دس حصّے ہیں

- عمرو کی غداری ○ عمرو کا بھوت ○ عمرو کے چیلے
- عمرو کی عیاری ○ عمرو کی گرفتاری
- عمرو کی رہائی ○ عمرو کا انتقام ○ عمرو کی پریشانی
- عمرو کے کارنامے ○ عمرو کا انجام

فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی

969 0 00481 6

Rs.

عمرو کی عیاری

Ferozsons Limited
فیروز سنز

طلسمِ ہوش رُبا

چوتھا حصّہ

عمرو کی عیّاری

بچّوں کے لیے

سلمان سلیم

اختر رضوی

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور - راولپنڈی - کراچی

غیرمجلد: 969 0 00480 8

ترمیم شدہ ____________ ۲۰۱۲ء

فیروزسنز پرائیویٹ لمیٹڈ

ہیڈ آفس و شوروم: 60۔ شاہراہ قائداعظم، لاہور۔

راولپنڈی آفس : 277۔ پشاور روڈ، راولپنڈی۔

کراچی آفس : فرسٹ فلور، مہران ہائٹس، مین کلفٹن روڈ، کراچی۔

عمرو کی عیاری	Umru Ki Aayari
اختر رضوی	Akhtar Rizvi

مطبوعہ فیروزسنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام ظہیر سلام پرنٹر و پبلشر

email:support@ferozsons.com.pk

www.ferozsons.com.pk

آگ کی دیواریں

آہن جادو نے عمرو، ضرغام اور جانسوز کی گرفتاری کی کوئی خاص پروا نہ کی۔ ایک تو اس وجہ سے کہ وہ ان تینوں عیاروں سے پوری طرح واقف نہ تھا، دوسرے اُسے بے ہوش اور قتل کرنے کے لیے انھوں نے جو عام طریقے اختیار کیے تھے اور ناکام ہو کر جس آسانی سے گرفتار ہو گئے تھے، اس سے اُس کی نگاہوں میں وہ کوئی اونچا مقام نہ پا سکے تھے۔ ان تینوں کو اُس نے اپنے خیمے کے ستون سے بندھوا دیا اور خود راگ رنگ میں مشغول ہو گیا۔

تینوں عیار بے بسی کے ساتھ اہلِ محفل کو تک رہے تھے۔ آنکھیں خشک تھیں مگر دل ہی دل میں

سِسک رہے تھے۔ یہ وقت اُن پر کڑا تھا۔ آہن
جادُو جیسے بے ڈھب شخص سے انھیں کب واسطہ
پڑا تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ بے ہوشی لا
شربت اُس پر کوئی اثر نہ کرے گا۔ خنجر ٹوٹ جائیں
گے مگر اُس کی کھال تک نہ چھلے گی۔ یہ پہلا موقع
تھا کہ اپنی گرفتاری پر وہ پچھتا رہے تھے۔ انجام
کے بارے میں سوچ سوچ کر ہول کھا رہے تھے۔
مایُوسی اور پریشانی کے اِس عالَم میں بس ایک ہی بات
رہ رہ کر اُمید کی کِرن بن کے عمرِو کے دِل میں
چمک رہی تھی۔ اور وہ یہ کہ آہن جادُو ان سے بالکل
لاپروا نظر آ رہا تھا۔ عام قیدیوں کی طرح انھیں ستون
سے بندھوا کر اطمینان کے ساتھ ناچ رنگ سے دِل
بہلا رہا تھا۔ ہوتے ہوتے عمرِو کو یقین ہو گیا کہ اگر
وہ گانا شروع کر دے تو شاید آہن جادُو کچھ دیر
کے لیے اُس کے ہاتھ پیر کھُلوا دے اور اِس طرح
اُسے عیاری کی چادر اوڑھ کر خُود کو اور اپنے ساتھیوں
کو آزاد کرانے کا موقع مِل جائے۔

یہ سوچ کر عمرِو ایک تڑپا دینے والا راگ الاپنے
لگا۔ محفل میں اِک بارگی سناٹا چھا گیا۔ آہن جادُو سمیت
سب ہی حیرت کے ساتھ عمرِو کو دیکھنے لگے۔ عمرِو
کی سُریلی آواز اور چبھتی ہُوئی دُھن ان کے کانوں میں
رس گھولنے لگی۔ اچانک ساز گُونج اُٹھے۔ سازندے عمرِو
کی دُھن بجانے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سماں بندھ گیا۔
محفل پر راگ رنگ کا جادُو چھا گیا۔ لیکن زیادہ دیر نہ
گزری تھی کہ عمرِو ایک دم خاموش ہو گیا۔ چند لمحے تو
لوگ صبر کے ساتھ مُنتظر رہے۔ مگر جب وقت گزرتا
گیا اور عمرِو نے مُنہ نہ کھولا تو سب بے چین ہو گئے۔
آہن جادُو سے برداشت نہ ہو سکا۔ وہ عمرِو سے بولا
"گاؤ! قیدی گاؤ! چُپ کیوں ہو گئے؟"

"حضور!" عمرِو نے کہا "میں بندھا ہُوا ہُوں۔ اِس
حالت میں کیسے گا سکتا ہُوں؟"

محفل میں ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں "اِسے
چھوڑ دیجیے۔ ہاتھ پیر کھُلوا دیجیے۔ گانا پُورا کرنے
دیجیے۔"

یہ وہ وقت تھا کہ افراسیاب باغِ سیب کے چمن میں ملکہ حیرت جادُو کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دونوں شہرِ ناپُرساں کے محل میں جا کر کچھ دِنوں آرام کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ اچانک افراسیاب کو خیال گزرا کہ کچھ خبر آہن جادُو کی لینا چاہیے۔ شہرِ ناپُرساں جانے سے پہلے اس مُہم کے بارے میں اطمینان حاصل کر لینا چاہیے۔ اُس نے کتابِ سامری اُٹھائی۔ لکھا تھا، عمرو، ضرغام اور جانسوز کو آہن نے گرفتار کیا ہے۔ جشن منا رہا ہے۔ عمرو گانا سُنانے کے بہانے آزاد ہونے کی فِکر کر رہا ہے۔

یہ حال معلوم کرتے ہی افراسیاب نے اپنے ہاتھ سے جلد جلد ایک خط آہن جادُو کے نام لکھا۔ سحر پڑھ کر بارہ فولادی پُتلوں کو طلب کیا۔ خط ایک کے ہاتھ میں دے کر حکم دیا کہ دم کے دم آہن جادُو کے پاس پہنچو، اُسے خط دو اور آیندہ وہ جو حکم تمھیں دے اُس پر عمل کرو۔

فولادی پُتلے خط لے کر اُڑے اور چند ہی لمحوں

میں آہن جادُو کے سامنے جا پہنچے۔ اُس وقت آہن جادُو عمرو کو ستون سے کھولنے کا حکم دینے ہی والا تھا۔ فولادی پُتلوں کو اچانک سامنے پا کر وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اہلِ محفل بھی سنّاٹے میں آگئے۔ عمرو کا دِل ڈُوب گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ پُتلے افراسیاب کے بھیجے ہُوئے ہیں۔ کوئی خاص حکم لائے ہیں، اور اب بات بنتی نظر نہیں آتی۔

اِس عرصے میں آہن جادُو نے افراسیاب کا خط پُتلے کے ہاتھ سے لے لیا تھا اور اُسے پڑھ رہا تھا۔ لکھا تھا "اے آہن جادُو تُو نے بڑا کام کیا جو خطرناک عیّاروں کو یُوں آسانی سے گرفتار کر لیا۔ یہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔ اگر تُو باغیوں کی ساری فوج اور اُن کے سارے سرداروں کو گرفتار کر لاتا اور یہ تین عیّار بچ رہتے تو ہرگز مجھے ایک پل چین نصیب نہ ہوتا۔ خبردار! عمرو کے چکّر میں آکر اس کے ہاتھ پیر نہ کھُلوانا۔ ورنہ دوبارہ اس کا ہاتھ آنا ناممکن جاننا۔ فوراً تینوں عیّاروں کو ایسی جگہ قید

کر دے۔ جس کے اندر تیرے سوا دوسرا داخل نہ ہو سکے۔
بس اب تیری منزل آسان ہے۔ میں کچھ دن آرام
کرنے کے لیے ملکہ کے ساتھ شہرِ ناپرسان جاتا ہوں۔
تیری مدد کے لیے یہ بارہ فولادی پتلے بھیجتا ہوں۔
یہ نہ بے ہوش ہو سکتے ہیں، نہ ان پر کوئی جادو یا
ہتھیار اثر کر سکتا ہے۔ یہ تیری حفاظت کریں گے۔
اور جو حکم دے گا بجا لائیں گے۔ کل باغیوں سے جنگ
کر۔ اُنھیں قتل اور گرفتار کر اور لا کر میرے حضور
پیش کر۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ملکہ فرمانیہ سے تیری
شادی کر دوں گا اور فرمانیہ کا ملک بھی تجھے بخش
دوں گا۔ آخر میں پھر ہدایت کرتا ہوں کہ تینوں عیاروں
کی پوری چوکسی کرنا۔ ہر طرح اُن سے چوکنا رہنا۔ کوئی
چوک ہوگئی تو بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔ ذلت کے سوا
کچھ تیرے ہاتھ نہ آئے گا۔"

آہن جادو خط پڑھ کر سناٹے میں آ گیا۔ حاضرینِ
محفل کو اس کے مضمون سے لفظ بہ لفظ آگاہ کیا۔ عمرو
اور اُس کے ساتھیوں کے دِل میں رہائی کی جو اُمید

پیدا ہو گئی تھی، جاتی رہی۔ آہن جادو نے محفل ختم
کر کے اُنھیں ایک خیمے میں قید کر دیا اور اُس کے
گرد ایک آگ کی دِیوار جادو کی قائم کر دی۔ نہ عیار اس
دِیوار سے باہر نکل سکتے تھے نہ آہن جادو کے علاوہ
دُوسرا کوئی اس کے اندر داخل ہو سکتا تھا۔

اِتفاق سے اِس محفل میں برق فرنگی اور مہتر قران بھی
بھیس بدل کر آئے ہُوئے تھے۔ دُوسری طرف ملکہ مہ رُخ
کے بھی کچھ جاسوس وہاں موجود تھے۔ عمرو، ضرغام اور
جانسوز کا انجام دیکھ کر برق فرنگی کو سخت غصہ آیا۔
جوش میں آکر اُس نے چاہا کہ آہن جادو پر خنجر پھینک
مارے کہ مہتر قران نے اُسے سختی سے روک دیا۔

محفل ختم ہونے پر مہتر قران اور برق فرنگی نے جنگل
کی راہ لی۔ ملکہ مہ رُخ کے جاسوس اپنے لشکرگاہ کی
طرف چل دیے۔ ایک محفوظ مقام پر پہنچ کر برق فرنگی
نے مہتر قران سے کہا "ہمیں زیادہ دُور نہیں جانا چاہیے۔
آدھی رات گزرتے ہی ہمیں آہن جادو کے لشکر میں
پہنچنا ہے اور ساتھیوں کو چھڑانے کی کوشش کرنا ہے۔"

"جلد بازی کی ضرورت نہیں۔" مہتر قران نے کہا "ہوش
سے کام لو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آہن جادو ہمارے سارے
لشکر کو بھی گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ وہ
غیر معمولی طاقت کا مالک ہے۔ اُس سے نپٹنے کے لیے
ہمیں کوئی غیر معمولی ترکیب ہی اِستعمال کرنی پڑے گی۔"
یہ کہہ کر مہتر قران دُور ایک پہاڑی کی طرف چل دیا۔
برق فرنگی خاموشی سے اُس کے پیچھے ہو لیا۔ مہتر قران
کی بات اُس کے دِل کو لگ گئی تھی۔ پہاڑی پر پہنچ کر
دونوں ایک اُونچے اور گھنے درخت میں چھپ کر بیٹھ
رہے۔ یہاں سے اُنھیں اپنے اور آہن جادو کے لشکر
کی جلتی ہوئی مشعلیں صاف چمکتی دِکھائی دے رہی تھیں۔
ملکہ مہ رُخ کے جاسوس جب اپنے لشکر میں واپس
پہنچے تو وہاں مہ جبین الماس پوش کا دربار لگا ہوا تھا۔ سب
لوگ موجود تھے۔ اُنھوں نے جاکر سارا دیکھا سُنا حال سب
کے سامنے بیان کیا۔ مہ رُخ کے چہرے کا رنگ زرد
ہو گیا۔ کچھ دیر خاموشی کے ساتھ سوچنے کے بعد اُس
نے شہزادہ اسد سے کہا "آہن جادو کا مُقابلہ ہمارے

لیے بہت مُشکل ہے۔ اس مردود پر نہ بے ہوشی اثر
کرتی ہے نہ کوئی ہتھیار۔ پھر اُسے فولادی طلسمی
پُتلوں کی بھی مدد مِل گئی ہے۔ ہمیں عمرو اور اُس کے
شاگردوں کی ناکامی اور گرفتاری سے سبق لینا چاہیے۔
میں طلسم ہوش ربا کی حد سے باہر نکلنے کا راستا جانتی
ہوں۔ بہتر ہے کہ سب راتوں رات یہاں سے روانہ
ہو جائیں اور امیر حمزہ کے پاس پہنچنے کی کوشش
کریں۔ وہ ہم سب سے زیادہ تجربہ کار بھی ہیں اور
خدائی طاقت کے مالک بھی۔ اُن کے ساتھ ہو کر
لڑیں گے تو دشمن پر آسانی سے فتح پا جائیں گے۔"
شہزادہ اسد یہ سُن کر جوش سے اُٹھ کھڑا ہوا
اور تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا "ملکہ صاحبہ!
میں آپ کی اِس رائے سے اِتفاق نہیں کر سکتا۔
آپ آہن جادو کی طاقت اور عیاروں کی گرفتاری
سے کچھ زیادہ ہی خوف زدہ ہو گئی ہیں۔ شاید آپ
نہیں جانتیں کہ خواجہ عمرو اور اُن کے شاگرد اِس سے
پہلے بھی کئی بار گرفتار ہو چکے ہیں۔ اور آہن جادو جیسے

طاقت ور جادوگروں سے اس سے پہلے بھی ہمارا کئی بار سابقہ پڑ چکا ہے۔ آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ عیار کسی نہ کسی طرح رہا ہو جائیں گے اور کل ہم میدانِ جنگ میں آہن جادو اور اُس کے فولادی پُتلوں کو بھی نیست و نابود کر دیں گے۔ آگے بڑھ کر پیچھے ہٹنا اب ہمارے لیے ناممکن ہے۔ بغیر طلسم فتح کیے نانا جان کے پاس واپس جانا میرے اِمکان سے باہر ہے۔ آپ حوصلے سے کام لیں۔ اِنشاء اللہ ہم کام یاب ہوں گے۔"

مہ جبین نے شہزادہ اسد سے اِتفاق کرتے ہوئے ایک زور دار تقریر کی۔ اِس پر ملکہ مہ رُخ اور سارے درباری جوش میں آ گئے۔ سب نے آخر دم تک لڑنے مرنے کا عہد کیا اور جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔

دُوسرے دِن سُورج نکلتے ہی دونوں لشکر آمنے سامنے آ ڈٹے۔ جنگ کے نقّارے زور شور سے بجنے لگے۔ بہادروں کے دِل کارنامے انجام دینے کے

لیے بے چین ہونے لگے۔ بُزدل اور ڈرپوک طرح طرح کے بہانوں سے پچھلی صفوں کی طرف کھسکنے لگے۔ اچانک آہن جادو کے لشکر میں نعرے بلند ہوئے۔ بیچ کی صفوں نے دائیں بائیں ہٹ کر راستہ بنایا اور اس میں سے ہوتا ہوا ایک گرانڈیل جادوگر سردار مست گینڈے پر سوار، میدان کی طرف بڑھنے لگا۔ مہ رُخ کے لشکر میں سے ہر ایک نے اس پر نگاہیں جما دیں۔ گینڈے پر سوار شخص بڑے غرور کے ساتھ دونوں لشکروں کے درمیان پہنچ کر رُک گیا۔ حقارت کے ساتھ مہ رُخ کے لشکر پر ایک نگاہ ڈالی اور گرج دار آواز میں کہنے لگا:

"جو نہیں جانتا جان لے۔ جو نہیں پہچانتا پہچان لے۔ میرا نام آہن جادو ہے۔ شہنشاہ افراسیاب کا ادنیٰ غلام ہوں۔ دُشمنوں کے لیے موت کا پیغام ہوں۔ آج تم میں سے ایک بھی میرے ہاتھوں قتل یا گرفتار ہونے سے نہ بچ سکے گا۔ نہ دھوکا دے سکے گا نہ بھاگ سکے گا۔ اب جس میں حوصلہ ہو میرے

مُقابلے پر آئیے۔ اپنا ہُنر آزمائیے۔ یاد رکھو! اگر تُم میں سے کوئی میرے مُقابلے کو نہ نِکلا تو زیادہ اِنتظار نہ کروں گا۔ تنہا تُم پر یلغار کر دُوں گا۔ چلو آؤ۔ کون آتا ہے؟"

شکیل جادو اس کی یہ لن ترانی برداشت نہ کر سکا مہ جبین الماس پوش کے تخت کے قریب پہنچ کر اُس نے جنگ کی اِجازت حاصِل کی اور اپنے اژدہے کو اُڑاتا ہُوا آہن جادُو کے سامنے جا پُہنچا۔ آہن جادُو اُسے پہچان گیا اور کہنے لگا "اے شکیل! مجھے تیری جوانی پر رحم آتا ہے۔ واپس چلا جا۔ کسی دُوسرے سُورما کو بھیج۔ تُو شہنشاہ کا عزیز بھی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے ہاتھوں تجھے کوئی نُقصان پہنچے۔"

یہ سُنتے ہی شکیل للکارا "او بُزدل! کیوں باتیں بناتا ہے۔ میدان میں آیا ہے تو وار کر۔ ہرگز میرا لحاظ نہ کر۔ میں پیٹھ دکھانے والوں میں سے نہیں ہُوں۔ شیر ہُوں۔ بہادُر ہُوں۔ صف شکن ہُوں۔ تجھے سلامت واپس نہ جانے دُوں گا۔"

آہن جادُو نے ایک قہقہہ لگایا "اچھا! تُو اپنے حوصلے نِکال۔ وعدہ کرتا ہُوں کہ تجھے قتل نہ کروں گا۔ جیتے جی گرفتار کروں گا۔"

"چل! ہو چُکی بکواس۔ لے میرا وار سنبھال!" یہ کہہ کر شکیل نے پُھرتی کے ساتھ جھولی سے ایک سیندور لگا ناریل نِکالا اور آہن جادُو کی طرف پھینک مارا۔ ناریل پھٹا اور اُس میں سے سیاہ بل کھاتا ہُوا دھواں نِکل کر آہن جادُو کے چاروں طرف پھیل گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دھوئیں کی اس چار دیواری میں کتنے ہی طلسمی پنجے نِکلے اور چاروں طرف سے آہن جادُو پر تیر تلوار اور نیزے برسانے لگے۔

یہ مُصیبت دیکھ کر آہن جادُو نے اپنی جھولی میں سے مُٹھی بھر قبرِ جمشید کی خاک نِکالی اور چاروں طرف دھوئیں پر چھڑک دی۔ پلک جھپکتے میں سارے طلسمی پنجے غائب ہو گئے۔ دھوئیں کا گھیرا کافُور ہو گیا۔ آہن جادُو قہقہے لگانے لگا۔ جھنجلا کر شکیل نے ایک دُوسرا ناریل اُس پر کھینچ مارا۔ ناریل پھٹا اور اِس میں

سے لاتعداد آتشیں سانپ اور اژدہے پلپلاتے ہوئے چاروں طرف سے آہن جادو کی طرف بڑھنے لگے۔ آہن جادو نے پھر وہی خاک ان پر اُچھال دی۔ سارے آتشیں سانپ اور اژدہے پانی کے قطرے بن کر زمین پر گرے اور جذب ہو گئے۔

شکیل اپنی اِس ناکامی پر غصّے سے ہونٹ چبانے لگا۔ تیسری بار اُس نے پھر ایک ناریل آہن جادو کی طرف پھینکا۔ اِس میں بے ہوش کر دینے والا طلسمی دھواں بھرا تھا۔ آہن جادو نے اِس بار اس کے پھٹنے کا انتظار نہ کیا۔ فوراً سحر پڑھ کر دستک دی۔ ناریل درمیان تک پہنچ کر اک بارگی واپس پلٹا اور شکیل کے قریب پہنچ کر پھٹ گیا۔ یہ سب کچھ اِتنی تیزی کے ساتھ ہوا کہ شکیل اس کا کوئی توڑ نہ کر سکا۔ بے ہوشی کا دھواں آناً فاناً اُس کے چاروں طرف پھیل گیا اور اُس کے ناک اور مُنہ میں داخل ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ زمین پر چت پڑا تھا۔ مہ رُخ کے جادوگر شکیل کو اُٹھانے کے لیے

لپکے۔ اِس پر آہن جادو نے اپنے طلسمی پُتلوں کو حکم دیا "شکیل کو اُٹھا کر قید میں ڈال دو۔"

حکم پاکر دو پُتلے بڑھے۔ مہ رُخ کے جادوگروں نے انھیں روکنے کی سرتوڑ کوشش کی۔ مگر طلسمی پُتلوں پر اُن کا کوئی جادو نہ چلا۔ وہ شکیل تک پہنچے اور اُسے اُٹھا کر تیزی کے ساتھ آہن جادو کے لشکر میں واپس چلے گئے۔

ملکہ مہ رُخ کا خون کھول اُٹھا۔ شیرنی کی طرح دہاڑتی، مردوں کی طرح للکارتی، وہ آہن جادو کے سامنے جا پہنچی۔ آہن جادو سمجھتا تھا کہ وہ بڑی خطرناک جادوگرنی ہے۔ اُسے حملے کا موقع دیے بغیر اُس نے بے ہوشی کا ناریل مہ رُخ کی طرف اُچھال دیا۔ مہ رُخ نے یہ دیکھتے ہی سحر پڑھ کر دستک دی۔ ناریل آدھے راستے ہی سے آہن جادو کی سمت پلٹ پڑا۔ آہن جادو نے جلدی جلدی کچھ پڑھ کر اُس کی طرف پھونکا۔ ناریل اُس کے قریب آتے آتے اِک بارگی آسمان کی طرف مڑا اور بلندی

پر جا کر پھٹ پڑا۔ بے ہوشی کا دھواں ہوا میں
اِدھر اُدھر پھیل گیا۔ دونوں میں سے کسی کو کوئی
نقصان نہ پہنچا۔

آہن جادو نے غصّے میں آکر ایک سیندور لگا
انڈا جھولی سے نکالا اور ہاتھ میں لے کر اُس پر
جادو پڑھنے لگا۔ ملکہ مہ رُخ نے پھرتی کے ساتھ
طلسمی سوئیوں کا گچھا نکالا اور اُس پر منتر پڑھنے
لگی۔ جوں ہی آہن جادو نے انڈا پڑھ کر مہ رُخ
کی سمت اُچھالا، مہ رُخ سوئیوں کا گچھا اپنی جگہ
چھوڑ کر بجلی کی سی پھرتی سے اُڑی اور پلٹ کر
اپنے لشکر میں جا کھڑی ہوئی۔ سوئیوں کا گچھا زمین
پر گرا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف دھواں پھیل
گیا۔ ایک ہولناک اژدہا اِس دھوئیں ہی سے پیدا
ہوا اور آہن جادو کی طرف منہ پھاڑ کر سانس لینے
لگا۔ آہن جادو کا اُچھالا ہوا انڈا دم کے دم میں
اس اژدہے کے منہ کے اندر جا کر غائب ہو گیا
اور وہ خود اور اُس کا گینڈا بھی لڑھکتا ہوا بے بسی

کے ساتھ اژدہے کے منہ کی طرف بڑھنے لگا۔ اژدہے
کی سانس کا زور کم کرنے اور اُسے تباہ کرنے کے
لیے آہن جادو نے کئی زوردار منتر پڑھے۔ طرح طرح
کے وار اُس پر کیے مگر اژدہے پر اُن کا کوئی اثر
نہ ہوا۔ آہن جادو اور اُس کا گینڈا دم بہ دم اژدہے
کے خوف ناک دہانے کے قریب پہنچتے گئے۔

آہن جادو کے لشکر میں کہرام مچ گیا۔ اُس کی فوج
کے سارے جادوگر زور زور سے منتر پڑھتے ہوئے
مہ رُخ کے طلسمی اژدہے پر آگ پتھر اور تیر
برسانے لگے۔ لیکن اژدہے کو اُن کے کسی ہتھیار
سے کوئی نقصان نہ پہنچا۔ آہن جادو اور اژدہے کے
دہانے کا فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ اُسے
اپنی موت قریب سے قریب تر ہوتی دکھائی دے
رہی تھی۔ اُس کے اور اُس کی فوج کے ہر شخص کے
چہرے پر مایوسی چھاتی جا رہی تھی۔ اچانک آہن جادو
کو طلسمی پُتلوں کا خیال آیا۔ آخری اُمید بس یہی
ایک رہ گئی تھی۔ پُتلوں کی طرف منہ کر کے وہ پوری

قوّت سے چلّایا "اے طلسمی پتلو! مجھے بچاؤ! یہ
ظالم اژدہا مجھے ہڑپ کیے جا رہا ہے۔"
آہن جادو کی یہ پکار ختم نہ ہوئی تھی کہ طلسمی
پتلے اژدہے کی سمت دوڑ پڑے۔ تین پتلے اُس
کے مُنہ کے اندر داخل ہو گئے۔ تین اُچھل کر اُس کے
سر اور گردن سے جا چمٹے۔ تین نے دایاں پہلو سنبھالا،
تین نے بایاں۔ پھر اندر اور باہر سے ان سب نے اژدہے
کو نوچنا پھاڑنا شروع کر دیا۔ دونوں جانب کے لشکر
آنکھیں پھاڑے یہ خوف ناک تماشا دیکھتے رہے۔

اِس عرصے میں آہن جادو نے ایک عجیب پُراسرار
کام کیا۔ جھولی میں سے اُس نے ایک کے بعد ایک
چار کالے کبوتر نکالے۔ اُن کا سر کاٹا اور دائیں بائیں
اُڑا دیا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ سر کٹ جانے کے
باوجود کبوتر زندوں کی طرح اُڑتے رہے۔ دو مہ رُخ
کے لشکر کے دائیں جانب گئے، دو بائیں جانب۔ تھوڑی
ہی دیر میں طلسمی پتلوں نے مہ رُخ کے طلسمی اژدہے
کے چیتھڑے اُڑا دیے۔ آہن جادو نے اُنھیں واپس جانے

کا حکم دیا اور خود بھی اپنے گینڈے کو اپنے لشکر
کی طرف موڑ دیا۔ وہ چند ہی قدم چلا ہوگا کہ اُس
کے اُڑائے ہوئے سر کٹے کبوتر دونوں جانب سے
مہ رُخ کے لشکر کا پورا چکر کاٹ کر قریب آ گرے۔
اور بُری طرح پھڑپھڑانے لگے۔

اپنے طلسمی اژدہے کا انجام دیکھ کر مہ رُخ کا دِل
ڈوب گیا تھا۔ مگر جب اُس نے آہن جادو اور طلسمی
پتلوں کو واپس جاتے دیکھا تو اُس کے حوصلے بڑھ گئے۔
وہ سمجھی کہ طلسمی اژدہے کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے
وہ سب کمزور ہو چکے ہیں۔ سر کٹے کبوتروں کو اُس نے
جادو کی ایسی قربانی تصوّر کیا جو اُس کے خیال میں
طلسمی اژدہے کے مقابلے میں طلسمی پتلوں کو مدد
پہنچانے کے لیے کی گئی تھی۔ وہ اس پُراسرار دھوئیں
پر کوئی توجّہ نہ دے سکی جو پھڑپھڑاتے ہوئے کبوتروں
کے پروں سے نکل رہا تھا۔ اُس کی نگاہیں صرف آہن
جادو پر جمی رہیں۔ اپنے لشکر کے قریب پہنچ کر آہن جادو
نے اچانک کوئی ایسا اشارہ کیا کہ اُس کی ساری فوج

اِک بارگی پلٹی اور مہ رُخ کے لشکر کی طرف پیٹھ کرکے
کُوچ کرنے لگی۔ اب مہ رُخ کا رہا سہا شبہ بھی جاتا رہا
اُسے یقین ہوگیا کہ آہن جادُو اپنی طاقت کھو بیٹھا
ہے اور دم لینے کی خاطر پیچھے ہٹ رہا ہے۔
اُس نے اپنے سارے لشکر کو آہن جادُو پر دھاوا
بولنے کا حکم دے دیا۔ شہزادہ اسد نے بھی اُس کی
پیروی کی اور اس نے بھی اپنے بہادروں کو آہن جادُو
کے لشکر کا تعاقب کرنے کا اِشارہ کیا۔ زور دار نعرے
لگاتے سب کے سب بپھری ہُوئی سمندری موجوں کی
طرح دُشمن کی طرف بڑھ دوڑے۔

یہ رنگ دیکھ کر آہن جادُو کے لشکر نے اپنی رفتار
پہلے سے دوگنی بڑھا دی۔ مہ رُخ اور اسد کے لشکر
کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ اُنھوں نے بھی اپنی رفتار تیز
کر دی۔ فتح اب انھیں اپنے قدموں پر لوٹتی دِکھائی
دینے لگی تھی۔ لیکن ابھی وہ پھڑپھڑاتے ہُوئے کبُوتروں
کے زیادہ قریب نہ ہونے پائے تھے کہ اچانک انھیں
اپنے اور آہن جادُو کے لشکر کے درمیان آگ کی ایک

زبردست دیوار کھڑی دِکھائی دی۔ اُن کے قدم رُک گئے۔
چند لمحوں بعد اُنھوں نے دائیں جانب کی طرف گھوم کر
آگے نکل جانے کی کوشش کی۔ مگر دیکھتے ہی دیکھتے
آگ کی دیوار نے بڑھ کر اُدھر سے بھی اُن کا راستا روک
لیا۔ وہ بائیں جانب مُڑے، تھوڑی ہی دیر میں آگ کی
دیوار اُدھر بھی پھیل گئی۔ مجبُور ہو کر وہ پیچھے کی طرف
مُڑے لیکن کچھ دیر بعد اُس طرف بھی آگ کی دیوار آ موجُود
ہُوئی۔ اب حالت یہ تھی کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں،
ہر طرف وہ آگ کے ایک بہت بڑے گھیرے میں
گھر کر رہ گئے تھے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُوپر کے حصّے پر دھوئیں
کے بادل چھا گئے۔ جو جادُوگر اُڑ کر باہر نکل جانا چاہتے
تھے، دھوئیں کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ جو اُوپر پہنچتا
...بت ہی لمحے بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔ ملکہ مہ رُخ،
...ام اور اُن کی فوج کے سارے جادُوگروں نے آگ
...عوئیں کے اس گھیرے کو ختم کرنے کے لیے اپنے
... جادُو منتر آزما ڈالے لیکن سب بے کار گئے۔ نہ

اُوپر دھوئیں کی چھت میں کوئی سوراخ ہو سکا نہ اِردگرد
کی آگ کی دیواروں ہی میں ایسا شگاف ہو سکا کہ وہ
اس میں سے ہو کر باہر نکل جاتے۔

اچانک ملکہ مہرُخ نے محسوس کیا کہ آگ کا گھیرا دھیرے
دھیرے حرکت کرنے لگا ہے اور وہ آہن جادو کے
لشکر کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ اب اصل بات اس
کی سمجھ میں آئی۔ اسد اور اپنے دوسرے سرداروں کو مخاطب
کر کے وہ چلّائی "سارے ڈیرے خیمے اُٹھا لو۔ کھانے پینے
کا سامان سنبھال لو۔ حوصلے بلند رکھو۔ گھیرے کی حرکت
کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے رہو۔"

لشکر والوں نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ سامانِ سفر
جلد جلد بار کیا اور آتشیں گھیرے کے ساتھ آگے حرکت
کرنے لگے۔ ملکہ نے یہ بات کسی سے نہ کہی تھی کہ آہن
جادو نے سب کو گرفتار کر لیا ہے اور اسی حالت میں
انھیں افراسیاب کے پاس لیے جاتا ہے۔ لیکن جوں جوں
وقت گزرتا گیا، یہ بات سب کی سمجھ میں آتی گئی۔
آگ کا گھیرا انھیں گھیرے میں لیے ہوئے دن بھر ایک

یکساں رفتار سے آگے بڑھتا رہتا۔ وہ رات ہونے پر
ٹھہر جاتا۔ سب ڈیرے خیمے کھڑے کر کے آرام کرتے۔
اور دوسرے دن صبح گھیرے کی حرکت کے ساتھ سفر
شروع کر دیتے۔ چند دنوں بعد وہ اس سفر کے عادی
ہو گئے۔ خوف و ہراس سب کے دلوں سے نکل گیا۔
تقدیر پر بھروسا پیدا ہو گیا۔ اچھے بُرے انجام کو
بھگتنے کے لیے وہ ہنسی خوشی آمادہ ہو گئے۔

اُدھر آہن جادو نے پہلے دن سفر کرنے کے بعد
رات کو ایک جگہ قیام کیا تو فوراً ہی ایک خط افراسیاب
کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ لکھا تھا "حضور کے اقبال
اور سامری کی عنایت سے میں نے سارے باغیوں کو
گرفتار کر لیا ہے۔ تین عیّار پہلے ہی میرے قبضے میں
آ چکے تھے۔ باقی کے سارے لشکر کو میں نے آگ
کی چار دیواری میں قید کیا ہے۔ اس طرح کہ دشمن کے
لشکر کا ایک چوہا بھی اس سے باہر نکل کر نہیں جا سکا۔
لیکن ان سب کو لے کر دریائے خون پار کرنا اور شہرِ
ناپُرساں میں حضور کے سامنے پیش کرنا، میرے لیے

ناممکن نہیں ہے۔ لہٰذا حکم فرمایئے کہ ان سب کو لے کر کہاں پہنچوں اور کس طرح حضور کے سامنے پیش کروں۔"

افراسیاب یہ حال معلوم کرکے خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ جواب میں اُس نے لکھ بھیجا "تم نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک ہی جگہ پر باغیوں کو سزا اور تمھیں انعام دوں۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم مُلکِ فرمانیہ کا رُخ کرو اور وہاں کی ملکہ کے سرحدی باغ میں پہنچو۔ میں بھی ملکہ حیرت کے ساتھ روانہ ہو رہا ہوں۔"

اس حکم کے بعد آہن جادو خوشی خوشی مُلکِ فرمانیہ کی سمت سفر کرنے لگا۔ افراسیاب ملکہ حیرت اور اپنے سرداروں کو ساتھ لے کر باغِ فرمانیہ میں جا پہنچا۔ اُس نے مُلک کے سارے جلادوں کو طلب کیا اور انھیں حکم دیا کہ باغ کے اِرد گرد قطار در قطار پھانسیاں اور سُولیاں تیار کریں تاکہ آنے والے باغیوں کو ان پر لٹکا کر دوسروں کے لیے عبرت کی مثال قائم کی جائے۔ ہزاروں جلاد حکم کے مطابق کام میں لگ گئے۔ پھانسیاں اور سُولیاں تیار کرنے کا کام زور شور سے شروع ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی افراسیاب نے یہ حکم بھی جاری کیا کہ ملکہ فرمانیہ اور آہن جادو کی شادی کی بھی دھوم دھام سے تیاری کی جائے۔ مُلکِ طلسم ہوش رُبا کا ہر بادشاہ اور نامور سردار اس میں شریک ہو اور دُولھا دُلہن کو تحفے پیش کرے۔ جس دم باغیوں کو پھانسی اور سُولی پر لٹکایا جائے گا اُسی وقت شادی کی رسم ادا کی جائے گی اور جشنِ فتح منایا جائے گا۔

یہ احکام جاری ہونے پر پُورے طلسم ہوش رُبا میں ہلچل مچ گئی۔ افراسیاب کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر پہلے سے زیادہ چھا گئی۔ بادشاہ اور امیر تحفوں اور نذرانوں کی فکر میں لگ گئے۔ تماش بین یہ غیرمعمولی تماشا دیکھنے کے لیے باغِ فرمانیہ پہنچنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

ملکہ فرمانیہ نے مُلک کے سارے شہروں اور قصبوں کو آراستہ کرنے کا حکم جاری کیا اور آہن جادو کے استقبال کی تیاریوں میں لگ گئی۔ باغِ فرمانیہ جاتے ہوئے آہن جادو کو قیدیوں کے ساتھ اس کی راجدھانی

کے قریب ہی سے ہو کر گزرنا تھا۔ افراسیاب سے
اُس نے اِس بات کی اجازت حاصل کر لی تھی کہ وہ
آہن جادُو کا اِستقبال کرے گی اور دو ایک دِن اُس
کی اور اُس کی ساری فوج کی مہمانی کرے گی۔ راستے
میں اُس نے دُور دُور تک ہرکارے بِٹھا دیے تھے
جو اُسے آہن جادُو کے لشکر کی پَل پَل کی خبر دیتے
تھے۔

جب ہرکاروں نے ملکہ کو آ کر بتایا کہ آہن جادُو
کی فوج اب صِرف چند کوس دُور رہ گئی ہے تو وہ
پُوری شان و شوکت کے ساتھ اُس کا اِستقبال کرنے
کے لیے نِکل کھڑی ہوئی۔ شہر کی آبادی کو اُس نے
حکم دیا کہ شاہراہ کے دونوں جانب کھڑے ہو جائیں
اور خوش آمدید کے نعرے لگاتے ہوئے آنے والوں
پر پھول پتّیاں برسائیں۔

بڑھتے بڑھتے ملکہ اور آہن جادُو جیسے ہی ایک
دُوسرے کے سامنے ہوئے، دونوں جانب سے نعروں
شہنائیوں اور ڈھول تاشوں کے شور نے آسمان سر پر

اُٹھا لیا۔ آہن جادُو گینڈے سے اُتر کر ملکہ کے تخت
کی طرف دوڑ پڑا۔ ملکہ نے اُسے اپنے برابر تخت پر بِٹھا
لیا۔ وہاں سے دونوں ساتھ ساتھ راجدھانی کی طرف
چل دیے۔ طِلسمی پُتلوں نے تخت کو اپنی حفاظت میں
لے لیا۔ راستے کے دونوں جانب سے اُن پر پھولوں
کی برسات ہونے لگی۔

ملکہ فرمانیہ

مہتر قران اور برق فرنگی نے پہاڑی کے درخت میں چھپے ہوئے آہن جادُو اور ملکہ مہ رُخ کی جنگ کا حال غور سے دیکھا تھا۔ جب مہ رُخ کے لشکر کے اِرد گرد اُنھوں نے آگ کی دیواریں لہراتی دیکھیں تو پہلے تو ان کے مُنہ سے چیخیں نِکل گئیں۔ وہ سمجھے کہ یہ آگ سارے لشکر کو جلا کر رکھ دے گی۔ مگر جب آہن جادُو نے وہاں سے کُوچ کیا اور آگ کا گھیرا اُس کے پیچھے پیچھے آگے بڑھنے لگا تو اُن کی جان میں جان آئی۔ مہتر قران نے اندازہ کر لیا کہ آگ نے صِرف اُنھیں گھیرے میں لے رکھا ہے اور اِس طرح ان سب کو گرفتار کر کے لے جایا جا رہا ہے۔

اب اِس جگہ چھپے رہنا اُن کے لیے بے کار تھا۔ دُور دُور رہتے ہُوئے وہ بھی آہن جادُو کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔

شام ہونے پر جب ایک جگہ آہن جادُو نے پڑاؤ ڈالا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا تو برق فرنگی نے مہترِ قران سے کہا "اُستاد! اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ یا تو آپ بھی میرے ساتھ بڑے اُستاد کو چھڑانے کے لیے دُشمن کے لشکر میں چلیے یا پھر مجھے اِجازت دیجیے۔ اِس طرح دُور دُور رہتے ہُوئے تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

مہتر قران خُود بھی یہی سوچ رہا تھا۔ اُس نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم ضرُور چلیں گے۔ لیکن ایک شرط ہے۔ جب تک طلسمی پُتلوں کا کوئی توڑ نہیں نِکلتا، نہ تُم آہن جادُو پر حملہ کرنے کی کوشش کرنا نہ بڑے اُستاد کو چھڑانے کے سِلسلے میں جلد بازی کرنا۔ ہمارا صِرف یہ مقصد ہوگا کہ دُشمن کے قریب رہ کر اُس کے منصُوبوں اور اِرادوں کا حال معلُوم کرتے رہیں اور بہترین موقع کا اِنتظار کریں۔"

"بہت بہتر!" برق نے کہا "آپ کے مشورے یا اِشارے

کے بغیر میں کوئی حرکت نہ کروں گا۔ جیسی ہدایت دیں
گے ویسا ہی کروں گا۔"

اِس گفت گو کے بعد دونوں چھپتے چھپاتے آہن
جادو کے لشکر کی طرف بڑھنے لگے۔ قریب پہنچنے پر
جھاڑیوں کے ایک کُنج کے بیچ میں گھاس پر اُنھیں دو
آدمی بیٹھے نظر آئے۔ وہ آپس میں کسی بات پر بحث
کر رہے تھے۔ اُن کی باتوں سے عیاروں کو پتا چلا کہ
وہ آہن جادو کے خاص خیمہ بردار ہیں اور لین دین کے
کسی مُعاملے پر آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔

مہتر قِران نے تاک کر غُبارۂ بے ہوشی ان میں سے
ایک کے مُنہ پر کھینچ مارا۔ غبارہ پھٹتے ہی اس سے
جو گیس نکلی اس نے دونوں کو بے ہوش کر دیا۔
مہتر قِران اور برق فرنگی آگے بڑھے۔ ان کا لباس اُتار کر
خُود پہنا، اپنا اُن کو پہنایا۔ پھر ہاتھ پیر باندھ کر اُنھیں
جھاڑیوں کے بیچ میں ڈال دیا اور خُود اُن کا بھرُوپ
بھر کر آہن جادو کے خِدمت گاروں میں جا شامِل ہوئے۔
پہلی ہی رات اُنھیں پتا چل گیا کہ لشکر میں شامِل ہونا

ان کے لیے ہرگز کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا۔ دِن کو
سفر کرتے وقت عمرو، ضرغام اور جانسوز طلسمی پُتلوں
کی کڑی نگرانی میں رہتے ہیں اور رات کو انھیں ایک
خیمے میں قید کر کے اس کے گرد آگ کی چار دیواری
کھینچ دی جاتی ہے۔ یُوں نہ انھیں دِن میں چھڑانے
کی کوشش کی جا سکتی ہے نہ رات کو۔ دِل پر پتھر
رکھ کر اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ سفر ختم ہونے اور کسی
مناسب موقع کا اِنتظار کیا جائے۔

دُوسری رات البتّہ ان کے دِلوں میں اُمید کی ایک
نئی کِرن پھُوٹی۔ افراسیاب کا خط آہن جادو کو مِل چُکا
تھا جس میں اُس نے لشکر کو مُلکِ فرمانیہ کی سمت
کُوچ کرنے کا حُکم دیا تھا۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ آہن
جادو ملکہ فرمانیہ کے پاس ضرُور دو ایک دِن ٹھہرے گا
اور اس سے پہلے ملکہ کے پاس پہنچ کر کوئی تدبیر
کی جا سکتی ہے۔ یہی کچھ سوچ کر اگلی رات دونوں
آہن جادو کے لشکر سے نکلے اور دوڑتے بھاگتے دو
[illegible] دِنوں کی مسافت ایک دِن میں طے کرتے

ملکہ فرمانیہ کی راجدھانی جا پہنچے۔
اُنھوں نے شہر کے حالات معلوم کرنے کے خیال سے تاجروں کے بھیس میں ایک بڑی سرائے میں قیام کیا۔ اِتفاق سے اسی روز سرائے میں اُن کی مُلاقات دو ایسے مشہور آتش بازوں سے ہوگئی جنھیں ملکۂ فرمانیہ نے آتش بازی بنانے کے لیے پڑوس کے مُلک سے بُلوایا تھا۔ ان آتش بازوں نے اپنے آنے کی اِطلاع ملکہ کو بھجوادی۔ مگر ابھی انھیں اُس کی خِدمت میں حاضر ہونے کا موقع نہ مِلا تھا۔

مہتر قران اور برق فرنگی ملکہ فرمانیہ کے ہرکاروں کا بھروپ بھر کر آتش بازوں کے پاس آئے اور کہنے لگے "ملکۂ عالیہ نے آپ کو طلب کیا ہے۔"

دونوں آتش باز مُنتظِر بیٹھے تھے۔ فوراً ان کے ساتھ ہو لیے۔ عیّار اِنھیں ملکہ فرمانیہ کے محل کے بجائے شہر کے باہر لے گئے اور ایک سُنسان مقام پر پہنچ کر دونوں کو بے ہوش کر دیا۔ پھر اُن کا لباس خُود پہنا، اپنا انھیں پہنایا۔ اور انھیں جھاڑیوں میں چھپا کر،

اپنی شکل و صُورت ان جیسی بنا کر، سرائے میں واپس آ گئے۔

وہاں ایک مجمع میں جشن کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ وہ دونوں بھی اِس مجمع میں کھڑے ہو گئے۔ ہوتے ہوتے بات اس باغ کی ہونے لگی جس میں مہمانوں کے ٹھہرانے کا اِنتظام کیا جا رہا تھا۔ ایک شخص نے اس بارہ دری کی تعریف کرنی شروع کر دی جسے جشن کے موقع پر آہن جادُو اور اُس کے مُمتاز سرداروں کے بیٹھنے کے لیے آراستہ کیا جا رہا تھا۔ ایک بُوڑھے نے کہا "اُوپر کا تم نے ٹھیک بیان کیا۔ مگر تم یہ نہیں بتا سکتے کہ اس بارہ دری کے نیچے کیا ہے۔"

پہلے نے اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے جواب دیا "یہ کیا بڑی بات ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جس چبوترے کے اُوپر بارہ دری بنی ہُوئی ہے اُس کے نیچے ہزاروں من پتھر اور مٹی دبی ہُوئی ہے۔"

"بس کھا گئے مات۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جوانوں کو بوڑھوں کے سامنے بڑھ بڑھ کر بات نہیں کرنی چاہیے۔" بوڑھے نے کہا "سنو! اس چبوترے کے نیچے پتھر اور مٹی نہیں۔ بہت بڑا تہ خانہ ہے۔ کبھی وہاں ایک بہت بڑا حوض تھا اور ملکہ وہاں تیرنا سیکھا کرتی تھی۔ تہ خانے میں دو سرنگیں ہیں۔ ایک اس تالاب کی تہ سے ملی ہوئی ہے جو بارہ دری کے سامنے موجیں مارتا رہتا ہے، دوسری تہ خانے سے ہو کر باغ کے پیچھے کافی دور گھاس کے ایک میدان تک چلی گئی ہے۔ پہلی سرنگ تہ خانے میں پانی بھرنے کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ دوسری پانی کی نکاسی کے لیے۔ سمجھ گئے؟"

یہ کہہ کر بوڑھے نے فاتحانہ قہقہہ لگایا۔ نوجوان شرمندہ ہو گیا۔ سب لوگ بوڑھے کو تعریفی نگاہوں سے دیکھنے لگے اور مہتر قران برق فرنگی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر آگے بڑھ گیا۔

"مقدر ہمارا ساتھ دے رہا ہے" مہتر قران نے برق کا ہاتھ دباتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

برق بھی اس کے اشارے کو سمجھ گیا۔ اس نے جواب دیا "میرا بھی دل یہی گواہی دے رہا ہے"

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ملکہ فرمانیہ کا ایک سپاہی آتش بازوں کو ڈھونڈھتا ہوا ان کے پاس آ پہنچا۔ اس نے حکم دیا "ملکہ نے تم لوگوں کو ابھی اور اسی وقت محل میں بلایا ہے"

"چلیے ہم تیار ہیں" مہتر قران نے جواب دیا۔ تینوں سرائے سے چل دیے۔

محل میں پہنچ کر جیسے ہی انھوں نے جھک کر ملکہ کو سلام کیا، اس نے پوچھا "تم نے کسی مسافر یا شہر کے کسی آدمی کو یہ بات بتائی ہے کہ تم آتش بازی بنانے کے لیے بلوائے گئے ہو؟"

ملکہ کا یہ سوال مہتر قران کو عجیب سا لگا لیکن اس نے فوراً ہی جواب دیا "شہر کے لوگوں کو تو نہیں البتہ چند مسافروں کو ہم نے یہی بتایا ہے"

"اور سرائے کے مالک کو؟" ملکہ نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ملکہ معظمہ!" مہتر قران نے جواب دیا "سرائے

کے مالک کو بھی ہم نے یہی بتایا ہے۔"
"دیکھو!" ملکہ نے مُسکراتے ہُوئے کہا "بات یہ ہے کہ میں چاہتی ہُوں لوگوں کو اچانک آتش بازی کا تماشا دِکھا کر حیران کر دُوں۔ تُم جا کر سرائے کے مالِک سے کہہ دو کہ ملکہ نے آتش بازی تیار کرانے کا اِرادہ ترک کر دیا ہے۔ اِس کے بعد تُم یہاں چلے آنا۔ تُمھیں خُفیہ طور پر آتش بازی تیار کرنی ہوگی۔ ویسے مجھے ابھی بتا دو، تُمھیں کِس کِس چیز کی ضرُورت ہوگی؟"
"حُضُور کے حُکم کی حرف بحرف تعمیل کی جائے گی۔"
مہترِ قران نے ادب سے کہا "اگر ہمیں یہاں گیلی زمین مِل گئی تو یقین کیجیے ہم ایسی آتش بازی پیش کریں گے کہ اس سے بہتر نہ کِسی نے دیکھی ہوگی نہ سُنی۔"
ملکہ نے کہا "شہر کے اندر باہر سب طرف کی زمینیں دیکھ ڈالو۔ جو ٹکڑا تُمھیں پسند آئے، بتا دینا۔ وہیں تُمھارے لیے شامیانے قناتیں کھڑی کر دی جائیں گی۔"
"بس! تو آپ صرف پانچ سو بوری اعلیٰ قِسم کی بارُود کا اِنتظام فرمائیں۔" مہترِ قران نے کہا "باقی چیزیں

ہم خُود بازار سے خرید لیں گے۔"
"ٹھیک ہے۔" ملکہ نے کہا "کل اِس وقت تک بارُود کا اِنتظام ہو جائے گا۔ آکر جگہ بتا دینا۔ شام سے پہلے پہلے تُمھارے ڈیرے خیمے تیار ہو جائیں گے۔"
ملکہ سے رُخصت ہو کر دونوں عیّار محل کے باغ کے پیچھے جا پُہنچے اور گھاس کا وہ میدان تلاش کرنے لگے جس کے بارے میں اُنھوں نے سُنا تھا کہ وہاں سُرنگ کا دروازہ ہے۔ کافی دیر تک اِدھر اُدھر بھٹکتے رہنے کے بعد وہ گھاس کے ایک میدان میں جا پُہنچے۔ مگر چاروں طرف غور سے دیکھنے کے باوجُود کہیں اُنھیں کِسی سُرنگ کے دروازے کے آثار دکھائی نہ دیے۔ اچانک اُن کی نِگاہ جھاڑیوں کے ایک جھُنڈ پر جم کر رہ گئی۔ اس مقام سے میدان غیر ہموار اُونچائی میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ تھوڑی سی محنت کے بعد اُس جھُنڈ کے پیچھے چھُپا ہُوا سُرنگ کا مُنہ اُنھوں نے دریافت کر لیا۔ وہ خُوشی خُوشی سرائے واپس چلے آئے۔ رات بڑے آرام سے گُزاری۔ اُن کو یقین ہو گیا تھا کہ جو منصُوبہ وہ بنا

رہے ہیں آخرکار کامیاب ہوگا۔

دُوسرے دِن اُنھوں نے ملکہ کے سامنے اُسی گھاس والے میدان کا ذِکر کیا۔ ملکہ نے اُن کی اِس پسند پر کوئی اِعتراض نہ کیا۔ اِس پر اُنھوں نے درخواست کی کہ میدان میں دو خیمے اور سات شامیانے لگوا دیے جائیں۔ ان کے گِرد ایک کے بعد ایک کُل سات اُونچی قناتیں گھیر دی جائیں اور سپاہیوں کو حُکم دے دیا جائے کہ کِسی سمت سے کوئی بھی شخص ہمارے سِوا ان قناتوں کی کی طرف نہ جانے پائے۔ ملکہ نے فوراً احکام جاری کر دیے۔

وہ رُخصت ہونے لگے تو ملکہ نے کہا "شامیانے قناتیں لگتے ہی بارُود کے بورے وہاں پہنچنا شرُوع ہو جائیں گے۔" پھر اشرفیوں کی ایک تھیلی اُن کی طرف بڑھاتے ہُوئے ہدایت کی " اور رقم کی ضرورت ہو تو آکر لے جانا۔ مگر یاد رکھو! مہمانوں کے پہنچنے سے ایک دِن پہلے ساری آتش بازی تیار ہو جائے۔ اور جیسے ہی مہمان آکر بارہ دری میں بیٹھیں، آتش بازی چھوڑنے کا سِلسلہ شرُوع ہو جائے۔"

"بہت بہتر! ایسا ہی ہوگا۔" مہتر قِران نے کہا " ایک

دِن پہلے ہم آپ کو ساتھ لے جا کر ساری آتش بازی دکھا دیں گے۔"

یہ کہہ کر دونوں عیّار گھاس کے میدان کی طرف چل دیے۔ اُن کے وہاں پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد خادِم قناتوں اور شامیانوں کے چھکڑے لے کر آ پہنچے اور شام ہونے سے پہلے پہلے عیّاروں کی ہدایت کے مُطابق اُنھیں لگا کے رُخصت ہو گئے۔ اِس کے بعد خچروں، اُونٹوں اور چھکڑوں پر بارُود کے بورے آنے شرُوع ہو گئے۔ عیّاروں نے انھیں اپنی پسند کے شامیانے کے نیچے رکھوانا شرُوع کر دیا۔ جلد ہی یہ کام بھی ختم ہو گیا اور خادِموں کو رُخصت کر کے دونوں عیّار اپنے کام میں لگ گئے۔

آہن جادُو کے آنے سے ایک دِن پہلے شام کے وقت مہتر قِران ملکہ کے پاس حاضر ہُوا اور کہنے لگا "حضُور! ساری آتش بازیاں تیار ہیں۔ چل کر ایک نظر دیکھ لیجیے۔"

ملکہ اپنے وزیر کو لے کر اُس کے ساتھ ہو لی۔ مہتر قِران

کی درخواست پر ملکہ نے اپنے محافظوں کو قناتوں سے
خاصے فاصلے پر چھوڑ دیا اور وزیر کو ساتھ لیے ہوئے
بے دھڑک مہتر قِران کے ساتھ قناتوں میں چلی آئی۔
کوئی آدھے گھنٹے کے بعد ملکہ اور اس کا وزیر دونوں
باہر آئے۔ مہتر قِران اُن کے ساتھ نہ تھا۔ دونوں بہت
خوش نظر آتے تھے۔ واپس جاکر وہ آہن جادو کے
استقبال کی تیاریوں میں لگ گئے۔

دُوسرے دِن ملکہ نے آہن جادو کا شاندار اِستقبال
کیا۔ اُسے اپنے ساتھ تخت پر بٹھا کر باغ میں لائی۔
اور اُس خیمے میں ٹھہرایا جو خاص طور سے اُس کے
لیے تیار کیا گیا تھا۔ ملکہ کے وزیر نے آہن جادو کے
سرداروں کی پیشوائی کی اور سب کو حسبِ حیثیت آہن
جادو کے اِرد گِرد کے خیموں میں لاکر ٹھہرایا۔ دُوسرے
سرداروں نے آہن جادو کے لشکر کا استقبال کیا اور
انھیں شہر پناہ کے باہر کے خیموں میں اُتارا۔ ملکہ مہ رُخ
کے لشکر پر البتہ کسی نے کوئی توجّہ نہ دی۔ وہ لوگ
باہر کی دُنیا سے بے خبر آگ کی دیواروں میں محصور

رہے۔ ان کے کھانے پینے کا سامان ختم ہو رہا تھا۔
لیکن کسی کو ان کی پروا نہ تھی۔ عمرو، ضرغام اور
جانسوز بھی ان کی طرح آگ کی چار دیواری کے اندر
قید تھے اور ہاتھ پیر کھُلے ہونے کے باوجود اپنی
رہائی کے لیے کچھ نہ کر سکتے تھے۔

دن کے باقی حصّے میں آہن جادو اور اُس کے
سرداروں نے آرام کیا۔ نہا دھو کر سفر کی تھکن کو دُور
کیا۔ شام کے وقت سب سج دھج کر بارہ دری میں جا
بیٹھے۔ آہن جادو کے پیچھے طلسمی پتلے کھڑے اُس کی
حفاظت کر رہے تھے۔ دائیں جانب ملکہ کی کرسی خالی
تھی۔ اس سے ہٹ کر جڑاؤ مونڈھوں کی قطاریں تھیں
جن پر آہن جادو کے سارے نامور جادوگر سردار اپنے
اپنے مرتبہ کے مُطابق بیٹھے تھے۔ اچانک باغ کے
دروازے کی شہنائیاں گونجنے لگیں۔ یہ اِس بات کی
علامت تھی کہ ملکہ فرمانیہ آرہی ہے۔ چند لمحوں ،بعد
کنیزوں کے جھرمٹ میں ملکہ اِس طرح آتی دکھائی دی
جیسے ستاروں کے درمیان چاند ہوتا ہے

آہن جادُو سمیت سب ملکہ کی تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ ملکہ کے برابر ایک کنیز سونے کے تھال میں رکھا ہُوا گلاب کا ہار لیے چل رہی تھی جو اعلیٰ قِسم کے گُلاب کے عطر میں بسا ہُوا تھا۔ قریب پہُنچ کر ملکہ نے وہ ہار آہن جادُو کے گلے میں ڈال دیا۔ پھر ایک دم سازندوں نے ساز چھیڑ دیے۔ جشن شرُوع ہو گیا۔ ملکہ کُچھ دیر آہن جادُو کی برابر والی کُرسی پر بیٹھی رہی۔ پھر اُس نے سرگوشی میں آہن جادُو سے کہا "میں جاتی ہُوں۔ ایک خاص پروگرام کا اِنتظام کر کے ابھی آتی ہُوں۔" یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔

جشن جاری رہا۔ ناچ رنگ کی محفل گرم ہوتی گئی۔ آہن جادُو کے سِوا سب بھُول گئے کہ ملکہ موجُود ہے یا نہیں۔ کسی کو اِس بات کی پروا نہ رہی کہ وہ آئے بھی یا نہیں۔ ناچ اور سازوں کے جادُو نے انھیں بے خُود کر دیا تھا۔ بس ایک آہن جادُو تھا جو ملکہ کی خالی کُرسی کو دیکھ دیکھ کے بے چین ہو رہا تھا اور بار بار باغ کے دروازے کی جانب تکنے لگتا تھا۔

اچانک ایک خوف ناک دھماکا ہُوا۔ بارہ دری کے چبُوترے کے نیچے سے جوالا مُکھی پہاڑ پھٹ پڑا۔ چبُوترا تنکے کی مانند آسمان کی طرف اُڑا اور تیز شُعلوں سے پگھل کر غائب ہو گیا۔ اس پر بیٹھے ہُوئے سارے لوگ آہن جادُو اور طلسمی پُتلوں سمیت جل کر راکھ ہو گئے۔ چبُوترے کے اِردگرد بلکہ پُورے باغ میں موجُود لوگ کوئلہ بن گئے۔ دھماکے کی طاقت سے ملکہ کا محل اور اِرد گِرد کی دُوسری عمارتیں تباہ ہو گئیں۔ دُور دُور تک کی زمین لرز اُٹھی۔ شہر میں کُہرام مچ گیا۔

ٹھیک اِسی وقت آگ کا وہ گھیرا جو ملکہ ماہ رُخ کے لشکر کو گھیرے ہُوئے تھا، کافور ہو گیا۔ عمرو، ضرغام اور جانسوز کے خیمے کے گرد کی آتشیں چار دیواری بھی فنا ہو گئی۔ آہن جادُو کے لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ لیکن ابھی کوئی بھی صحیح بات نہ سمجھ پایا تھا کہ آندھیاں چلنے لگیں۔ تاریکی بڑھنے لگی۔ آہ و بُکا کی صدائیں گُونجنے لگیں۔ اور پھر جب یہ طلسمی شور کم ہُوا تو آہن جادُو اور اس کے سردار جادُوگروں کی رُوحیں اُن کی موت کا اِعلان

کرنے لگیں۔ عمرو اور اُس کے قیدی شاگردوں نے یہ
سُنتے ہی اپنے خنجر نکال لیے اور بجلی کی سی پُھرتی سے
اِرد گِرد کے جادُوگروں کو قتل کرنے لگے۔ ملکہ مہ رُخ اور
اُس کے لشکر کے حوصلے بھی بُلند ہو گئے۔ ملکہ نے
جادُوگروں کے مرنے پر پیدا ہونے والی آندھی اور تاریکی
کے توڑ کا منتر پڑھ کر تالی بجائی اور اپنے سارے لشکر
کو آہن جادُو کے لشکر پر ٹُوٹ پڑنے کا حکم دے دیا۔

شہر پناہ کے باہر ساری رات ہولناک جنگ ہوتی
رہی ۔ آہن جادُو کی موت کا اِعلان سُن کر اس کے
لشکر کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ ہر شخص لڑنے سے
جی چُرا رہا تھا اور جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگ
رہا تھا۔ لیکن ان کے ایک جانب فرانیہ کی راجدھانی کی
شہر پناہ تھی اور تین جانب سے ملکہ مہ رُخ اور اسد
کے لشکر نے گھیرا کر رکھا تھا۔ صبح ہوتے ہوتے آہن
جادُو کا آدھے سے زیادہ لشکر مارا گیا۔ جو بچ رہے ہتھیار
پھینک کر امان امان پُکارنے لگے۔

یہ رنگ دیکھ کر مہ رُخ اور اسد نے اپنے سپاہیوں

کو ہاتھ روکنے کا حکم دیا۔ ہتھیار ڈالنے والے سارے
دُشمن گرفتار کر لیے گئے۔ ان کی حفاظت کے لیے کچھ
آدمی مقرّر کر کے مہ رُخ اور اسد نے شہر کا رُخ کیا۔
شہر کے سارے لوگ فصیلوں پر چڑھ آئے تھے اور امان
امان پُکار رہے تھے۔ مگر قول لینے سے پہلے دروازہ کھولنے
پر آمادہ نہ ہو رہے تھے۔ مہ رُخ نے وعدہ کرنے سے
انکار کیا اور اپنے آدمیوں کو فصیلوں پر چڑھ جانے کا حکم
دے دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سیڑھیاں اور لکڑی کی
بُرجیاں فصیل کی طرف بڑھنے لگیں۔ عین اِسی موقع پر
شہر پناہ کا دروازہ کھُلا۔ ملکہ فرانیہ بڑے طمطراق سے تختِ
رواں پر بیٹھی ہُوئی۔ اس کے بائیں جانب اُس کا وزیر
کھڑا ہُوا تھا۔ دونوں مُسکرا رہے تھے اور ہاتھ ہِلا ہِلا کر
مہ رُخ اور اسد کا اِستقبال کر رہے تھے۔ فصیل پر کھڑے
ہُوئے لوگ اور حملہ کرنے کے لیے بڑھنے والے سپاہی
سب حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھنے لگے۔ دِل چسپ
بات یہ تھی کہ ملکہ کے قدموں کے سامنے تخت پر دو
بورے پڑے ہُوئے تھے اور اس طرح حرکت کر رہے

تھے جیسے کوئی جان دار اِن میں بند ہے اور باہر نکلنے
کے لیے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔

ایک جانب سے مہ رُخ اور اسد اور دُوسری جانب
سے عمرِو، ضرغام اور جانسوز ملکہ فرمانیہ کے تخت کی طرف
بڑھے۔ قریب پہنچنے پر ملکہ تخت سے اُٹھ کھڑی۔ اس نے
مہ جبین کے تخت کی طرف اِشارے سے جُھک کر سلام کیا
اور پھر باری باری مہ رُخ، اسد اور عمرِو کی تعظیم بجا لائی۔
عمرِو سے برداشت نہ ہو سکا اس نے آگے بڑھ کر ملکہ
فرمانیہ سے کہا "ہم تمھاری اِس چاپلوسی میں نہ آئیں گے۔
بغیر تاوان اور نذرانہ لیے تمھیں اور تمھارے شہریوں کی
جان بخشی نہیں کریں گے۔"

"میں تاوان اور نذرانہ ساتھ لائی ہوں۔" ملکہ نے پیروں
کے قریب رکھے ہوئے بوروں کو ٹھوکر لگاتے ہوئے
مسکرا کر کہا۔ عمرِو نے لپک کر دونوں بورے اٹھائے اور
ان کا مُنہ کھول کر اُلٹ دیا۔ سب لوگ حیرت کے ساتھ
کبھی ان بوروں سے نکلنے والی چیزوں کو دیکھتے، کبھی
ملکہ فرمانیہ اور اُس کے وزیر کو۔

بوروں کے اندر سے دو جیتے جاگتے
اِنسان برآمد ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ پیر
رسّیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ زبانیں باہر کو
نکلی ہوئی تھیں اور ان میں سوئے اٹکے ہوئے
تھے۔ لیکن شکل و صورت سے ان میں ایک ہو بہو
ملکہ فرمانیہ دِکھائی دیتی تھی اور دُوسرا اُس کا وزیر

"یہ کیا ماجرا ہے!" ملکہ مہ رُخ نے چاروں کو
غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے جواب میں ملکہ
فرمانیہ اور اُس کے برابر کھڑے ہوئے وزیر نے
مسکراتے ہوئے اپنے چہروں کو زور زور سے ملا، کوئی
روغن رُومال پر چھڑک کر مُنہ پونچھا اور تن کر کھڑے
ہو گئے۔

"ارے! مہتر قران! برق فرنگی!" ہر طرف سے
آوازیں آئیں۔

بلاشبہ وہ مہتر قران اور برق فرنگی ہی تھے۔ آتش بازی
بنانے کے بہانے اُنھوں نے ملکہ فرمانیہ سے جو پانچ
سَو بورے بارُود منگائی تھی، وہ آہن جادُو کے آنے
سے کئی دِن پہلے اُنھوں نے سُرنگ کے راستے لے
جا کر چبوترے کے نیچے تہ خانے میں بچھا دی تھی۔

ته خانے سے لے کر سُرنگ کے مُنہ تک اور وہاں سے اپنے شامیانے تک اُنھوں نے فلیتہ بھی لگا دیا تھا۔ آہن جادُو کے آنے سے ایک دِن پہلے ملکہ فرمانیہ اپنے وزیر کے ساتھ جب اُن کے شامیانے میں آتش بازی دیکھنے کے خیال سے آئی تھی، اُسی وقت اُن دونوں کو بے ہوش کر کے برق فرنگی نے ملکہ کا اور مہترِ قِران نے وزیر کا بہرُوپ دھار لیا تھا۔ دُوسرے دِن فلیتے کو آگ دکھانے سے پہلے وہ ملکہ اور اُس کے وزیر کو ایک محفُوظ مقام پر چھپا آئے تھے۔ اور فلیتہ کو آگ دے کر ملکہ کے اُس پُرانے محل میں جا ٹھہرے تھے جو شہر کے دُوسرے کونے پر واقع تھا۔

جب مہترِ قِران نے سارا ماجرا بیان کیا تو اسد، مہ رُخ، عمرُو، ضرغام اور جانسوز سب آفرین آفرین کہنے لگے۔ مہترِ قِران اور برق تخت سے چھلانگ لگا کر نیچے جا پہنچے۔ ملکہ مہ رُخ اور شہزادہ اسد کی آنکھوں میں خُوشی کے آنسُو آ گئے۔ وہ بھی اپنی سواریوں سے اُتر کر اُن کی طرف لپکے۔ لیکن اُن سے پہلے ہی آگے بڑھ کر عمرُو نے مہترِ قِران کو گلے سے لگا لیا۔ کچھ دیر سب جوش و خروش کے ساتھ اُن دونوں سے بغل گیر

ہوتے رہے۔ پھر مہ رُخ نے بڑھ کر ملکہ فرمانیہ کے ہاتھ پیر کھولے۔ عمرُو نے اُس کے وزیر کو بندھنوں سے آزاد کیا۔ اور دونوں کو ساتھ لے کر مہ جبین کے تخت کے سامنے جا پہنچے۔ مہ جبین نے دونوں کو نیک و بد سمجھاتے ہُوئے ایک مختصر سی تقریر کی۔ آخر میں کہا "اگر وعدہ کرو کہ افراسیاب پر لعنت بھیجوگے، امیر حمزہ کی غلامی کا دم بھروگے اور ہماری اِطاعت کروگے تو ہم تمھیں آزاد کر دیں گے۔"

ملکہ فرمانیہ اور اس کے وزیر کا دِل پہلے ہی افراسیاب سے بے زار ہو چُکا تھا۔ آہن جادُو اور طلسمی پُتلوں کی تباہی سے رہا سہا بھروسا بھی جاتا رہا۔ انھیں یقین ہو گیا کہ بربادی افراسیاب کا مقدر بن چُکی ہے اور شہزادہ اسد واقعی طلسم کُشا ہے۔

ان دونوں کی زبانیں اب بھی سُوئے سے چھِدی ہُوئی تھی۔ وہ بول تو نہ سکے مگر آنکھوں اور سر کے اِشارے سے انھوں نے مہ جبین کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ اِس پر مہ جبین نے ملکہ مہ رُخ کو ان کی زبانوں کے سُوئے نکالنے کا حکم دیا۔ مہ رُخ نے سُوئے نکال کر ان کی زبانوں پر طلسمی مرہم لگا دیا۔

زخم فوراً اچھے ہو گئے۔ دونوں نے بڑھ کر سچے دِل سے مہ جبین کے تخت کو بوسہ دیا۔

اِس موقع پر مہ رُخ نے مہ جبین کو مہترِ قِران اور برق فرنگی کے کارنامے سے آگاہ کیا۔ مہ جبین نے خُوش ہو کر دونوں کو بیش قیمت خلعتیں عطا کیں۔ دونوں نے خلعتیں لے کر ادب سے اُستاد عمرو کو پیش کیں۔ عمرو نے انھیں جھٹ سے اپنی زنبیل میں رکھ لیا اور گاڑھے کا ایک پُرانا رُومال نِکال کر مہترِ قِران کے کاندھے پر ڈال دیا۔ برق فرنگی کو سُوکھا ٹرخایا۔ اِس کنجوسی پر سب ہنس پڑے۔ مہترِ قِران کہنے لگا "میں خُوش نصیب ہُوں کہ اُستاد کی جانب سے مجھے خلعت مِلا۔ یہ گاڑھے کا رُومال بھی اُستاد سے ہر کوئی حاصِل نہیں کر سکتا۔"

اِس پر برق فرنگی شرمندگی محسوس کرنے لگا۔ اُس نے عمرو سے کہا "اُستاد! اِس کارنامے میں مہترِ قِران کے ساتھ میرا بھی برابر کا حصّہ ہے۔ مجھے بھی کچھ نہ کچھ دیجیے۔"

عمرو نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہُوئے کہا "تُمھارے لیے فی الحال یہی کافی ہے۔ ویسے بھی تُم مہترِ قِران کی برابری نہیں کر سکتے۔ میرے بعد عیّاری

اور سُوجھ بُوجھ اِسی پر ختم ہے۔ مقرنس جادُو کے ہاتھوں قتل ہونے سے اسی نے مجھ کو بچایا تھا۔ اکیلے کوئی بڑا کارنامہ کر دکھاؤ گے تو تُمھیں بھی کوڑی دو کوڑی کی کوئی چیز بخش دُوں گا۔"

اِس جواب پر ایک بار پھر سب ہنسنے لگے۔ ملکہ فرمانیہ نے مہ جبین سے کہا "اِجازت ہو تو شہر میں واپس جاؤں، استقبال کا بندوبست کروں، رعایا کا خوف دُور کر کے اُنھیں اِطاعت پر آمادہ کروں؟"

مہ جبین نے مہ رُخ کی طرف دیکھا۔ مہ رُخ نے عمرو پر نگاہیں جما دیں۔ عمرو کچھ دیر سوچ کر بولا "یہ یقین تو مجھے ہو چُکا ہے کہ اب آہن جادُو، اُس کے لشکر اور طِلسمی پُتلوں کا انجام دیکھ کر تُم ہم سے دغا نہ کروگی۔ لیکن بغیر اپنا حق لیے میں تُمھیں واپس جانے کی اِجازت نہیں دے سکتا۔"

ملکہ فرمانیہ نے اُداس ہوتے ہُوئے کہا "اِس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میرا سارا زیور تُمھارے شاگرد پہلے ہی ہتھیا چُکے ہیں۔ البتّہ شہر پہنچنے پر جو کہو گے پیش کروں گی۔"

"کوئی بات نہیں۔" عمرو نے زنبیل سے کاغذ قلم دوات

نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہُوئے کہا "دو لاکھ اشرفیوں کا رُقعہ لکھ دو۔ بعد میں وصُول کر لوں گا۔"

اِس پر پھر ایک زور دار قہقہہ پڑا۔ ملکہ فرمانیہ نے رُقعہ لکھ کر عمرُو کو دے دیا۔ مہ رُخ نے ملکہ فرمانیہ کو اس کے تخت پر سوار کرایا اور واپس جانے کی اجازت دے دی۔ وہ شہر کے دروازے کی طرف روانہ ہُوئی۔

اِدھر مہ رُخ نے اپنے لشکر کو حُکم دیا کہ آہن جادُو کی فوج کا سارا سازو سامان قبضے میں کریں۔ لاشوں کو ٹھکانے لگائیں۔ زخمیوں کو سنبھالیں اور ان خیموں میں ڈیرا جمائیں جو ملکہ فرمانیہ کی جانب سے دُشمنوں کے لیے آراستہ کیے گئے تھے۔ شہزادہ اسد نے بھی اپنے جنگ جُو سپاہیوں کو کمر کھولنے اور آرام کرنے کی اجازت دے دی۔ فوج کو حُکم دے کر اسد، مہ رُخ، مہ جبین، عمرُو اور اس کے شاگرد بھی لشکرگاہ کے خیموں میں جا کر آرام کرنے لگے۔

تیسرے پہر کے وقت شہر کے دروازے سے شہنائیوں کی آواز بُلند ہُوئی۔ اس کے ساتھ ہی ملکہ فرمانیہ تختِ رواں پر سوار برآمد ہُوئی۔ لشکرگاہ میں جا کر اُس نے مہ جبین، اسد، مہ رُخ اور پانچوں عیاروں

کو اندر شہر میں چلنے کی دعوت دی۔ وہ اِس کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ چند بہادُروں اور جادُوگروں کو ساتھ لے کر وہ سب اس کے ساتھ شہر کی طرف چل دیے۔ شہر کے اندر ان کے جلُوس کا شان دار استقبال کیا گیا۔ عورتوں، بچّوں، جوانوں اور بُوڑھوں نے خُوشی کے نعرے لگاتے ہُوئے ان پر پھُول برسائے۔

ملکہ فرمانیہ نے مہمانوں کو لے جا کر اپنے پُرانے محل میں اُتارا۔ یہاں دربارِ عام لگا۔ شہ نشین پر مہ جبین اور دائیں بائیں اسد مہ رُخ اور عیّار بیٹھے۔ شہر کے لوگ قطار در قطار دربار کے سامنے آتے، مہ جبین کی اِطاعت اور وفاداری کا حلف اُٹھاتے، نذرانے پیش کرتے اور گزر جاتے۔ شہریوں کے بعد ملکہ فرمانیہ کی فوج کی باری آئی۔ پچیس ہزار جادُوگروں اور جنگ جُو سپاہیوں نے مہ جبین کی اِطاعت کا حلف اُٹھایا اور سلامی پیش کی۔ اِس کے بعد نصف رات تک دعوت اور جشن کی محفل گرم رہی۔ جس میں عمرُو نے خاص طور پر اپنے گانے کا رنگ جمایا۔ اور اہلِ محفل سے ہزاروں کا اِنعام وصول کیا۔ رُقعہ والی رقم تو اُس نے پہنچتے ہی ملکہ فرمانیہ سے وصُول کر لی تھی۔

دُوسرے دِن ملکہ فرمانیہ کے محل ہی میں مہ جبین نے

دربار لگایا جس میں آئندہ کے پروگرام پر غور کیا جانے
لگا۔ کچھ کا خیال تھا کہ آگے بڑھ کر افراسیاب پر حملہ
کر دیا جائے۔ کچھ کہتے تھے یہیں رہ کر اس کی فوج کشی
کا انتظار کیا جائے۔ لیکن ملکہ مہ رُخ کی رائے مختلف تھی۔
اس نے کہا "فوجی طاقت کے لحاظ سے ابھی ہم اس
قابل نہیں ہیں کہ خود جاکر افراسیاب پر حملہ آور ہوں۔ اس
شہر کی فصیلیں بھی ایسی نہیں کہ اگر وہ آکر ہمارا محاصرہ
کرے تو ہم زیادہ عرصہ اس میں محفوظ رہ سکیں۔ بہتر یہی
ہے کہ ہم اپنے اصل ٹھکانے پر واپس لوٹ چلیں۔ دشمن
کا صبر سے انتظار کریں اور جو آئے اس سے نپٹتے رہیں۔"

کافی سوچ بچار کے بعد سب نے مہ رُخ کے اس
خیال سے اتفاق کیا۔ ملکہ فرمانیہ نے کہا "آپ لوگوں کو
واپس جانے میں بالکل دیر نہ کرنی چاہیے۔ افراسیاب
کو آہن جادو کے انجام کی خبر یا تو مل چکی ہوگی یا
ملنے والی ہوگی۔ وہ انتقام لینے کے لیے فوراً ہی کسی
کو روانہ کرے گا۔ اس لیے اُس کے آنے سے پہلے
پہلے آپ لوگ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں تو بہتر ہوگا۔
میں خود بھی اپنی فوج کے ساتھ آپ لوگوں کے ہمراہ چلوں
گی۔ یہاں وہ گئی تو افراسیاب کبھی مجھ پر رحم نہ کرے گا۔

آپ کی اطاعت اور وفاداری کی مجھے عبرت ناک سزا
دے گا۔ اب میں ہرگز آپ لوگوں کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔ جو
بھی آپ پر حملہ کرے گا اس سے مرتے دم تک لڑوں
گی۔"

فرمانیہ کی یہ وفاداری دیکھ کر سب کے مُنہ
سے بے ساختہ آفرین آفرین کی آوازیں نکلنے لگیں۔
مہ رُخ نے اُسے بڑھ کر گلے سے لگا لیا۔ عمرو کے
اشارے پر فوراً سارے لشکر کو تیار ہونے کا حکم دے
دیا گیا۔ لگے ہاتھوں ان قیدیوں کے بارے میں بھی
فیصلہ کر دیا گیا۔ جو ان کے ہتھے چڑھے تھے۔ جس نے
اطاعت قبول کی آزاد کر کے ساتھ لے لیا گیا۔ جس
نے انکار کیا اُس کا سر قلم کر دیا گیا۔ پھر چند ہی
گھنٹوں کے اندر اندر ملکہ مہ رُخ، ملکہ فرمانیہ اور اسد
کی ساری فوج فتح کے ترانے گاتے ہوئے اپنے
اصل ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گئی۔

دوسری طرف افراسیاب مُلک فرمانیہ کے سرحدی باغ
میں ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ فتح کے نشے میں وہ اتنا
چور ہو چکا تھا کہ آہن جادو کے فرمانیہ کی راجدھانی
کے قریب پہنچنے کے بعد سے اس نے اُس کی

خبر معلوم کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اُس کا سارا وقت یا تو
آنے والے بادشاہوں سے مُلاقات اور پھانسیوں اور
سُولیوں کے مُعاینے میں گزرتا یا عیش و عشرت میں۔
اس کی ساری فکر دُور ہو چُکی تھی۔ عمرو اور مہ رُخ کے
لشکر کی گرفتاری کے بعد اُسے کسی سے کوئی خطرہ باقی
نہ رہا تھا۔ اس نے سمجھا ملکہ فرانیہ کے پاس دو ایک
دِن مہمان رہ کر اور اُسے ساتھ لے کر آہن جادُو خود
ہی جلد پہنچنے کی کوشش کرے گا اور جب یہاں سے
ایک منزل کے فاصلے پر رہ جائے گا تو اپنی حاضری
کی اِطلاع بھی بھیج دے گا۔

پُورے دس دِن اِسی بے خبری میں گزر گئے۔ گیارھویں
دِن افراسیاب ملکہ حیرت سے بیٹھا باتیں کر رہا کہ اِتفاق
سے اسے آہن جادُو کا حال معلوم کرنے کا خیال آیا۔
پہلے تو وہ سمجھا کہ اُس کا بھیجا ہُوا قاصد آ چُکا ہوگا۔
میرے آرام میں خلل نہ ڈالنے کے خیال سے دربانوں
نے اُسے میرے سامنے پیش نہ کیا ہوگا۔ مگر جب
اُسے پتا چلا کر دُور دُور تک آہن جادُو اور اُس کے
لشکر کا کوئی پتا نہیں ہے تو اُس کا ماتھا ٹھنکا۔ دھڑکتے
ہُوئے دِل سے اس نے کتابِ سامری اُٹھا کر حال

معلوم کیا۔ لکھا تھا:
"آہن جادُو، طِلسمی پُتلے اور اُس کا سارا لشکر نیست و
نابُود ہو چُکا ہے۔ مہ رُخ کا لشکر اور عیّار آزاد ہو چُکے
ہیں۔ ملکہ فرانیہ نے ان کی اِطاعت قبول کر لی ہے۔
دس دِن پہلے وہ سب فرانیہ کی راجدھانی سے روانہ
ہو چُکے ہیں اور اب اپنے پُرانے ٹھکانے کے
قریب پہنچتے جا رہے ہیں۔"

بہار جادو

آہن جادو کی مکمل فتح کا اچانک مکمل تباہی میں تبدیل ہو جانا، باغیوں کا پھندے میں آ کر صاف بچ کر نِکل جانا ایسی خلافِ توقع بات تھی کہ افراسیاب اس کا تصوّر بھی نہ کر سکتا تھا۔ اُس کے نزدیک یہ بات انہونی تھی۔ اگر یہی حال کوئی اور آ کر بیان کرتا تو شاید وہ آسانی سے اُس پر یقین نہ کرتا۔ مگر اب کتابِ سامری کی تحریر کو کیسے جھٹلاتا۔ تحریر پڑھتے ہی اس کے دِل کو ایک زبردست دھکّا لگا۔ کتاب اس کے ہاتھ سے گِر پڑی۔ مُنہ پھاڑے، بغیر، پلک جھپکائے بُت کی مانند وہ جوں کا توں بیٹھا رہا۔

ملکہ حیرت نے جو اس کا یہ حال دیکھا تو بے اِختیار دہشت زدہ ہو کر چیخ پڑی۔ وہ سمجھی کہ شہنشاہ کے دِل کی دھڑکن بند ہو گئی ہے۔ وہ دیوانہ وار اس

کے سینے اور پیٹھ کو سہلانے لگی۔ اِس عمل سے چند لمحوں بعد افراسیاب کا سکتہ جاتا رہا۔ ملکہ نے گھبرائے ہُوئے لہجہ میں اس سے سوال کیا "آقا! کیا بات ہے؟"

افراسیاب نے اُداس لہجے میں جواب دیا "ملکہ! میں جیتی ہُوئی بازی ہار گیا۔ باغی بچ نِکلے۔ آہن جادو ہلاک ہُوا۔"

"ہائے! یہ تو بڑا غضب ہُوا!" ملکہ نے کہا "سارے مُلک میں باغیوں کی گرفتاری کا ڈھنڈورا پیٹا جا چکا ہے۔ بچّے بچّے میں ہماری جیت کی دُھوم مچ رہی ہے۔ یہ خبر سُن کر رعایا پر کیا اثر پڑے گا؟" یہ کہہ کر ملکہ پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگی۔ افراسیاب نے اُسے تسلّی دے کر خاموش کیا تو وہ جوش میں آ کر کہنے لگی "اپنا کام اپنے ہاتھوں ہی ٹھیک سے انجام [illegible] ہے۔ بس آپ مجھے اِجازت دیجیے۔ فوج اور طِلسمی طاقت میرے ساتھ کیجیے۔ میں خود جا کر اُس چڑیل مہ رُخ کی خبر لوں گی۔"

افراسیاب اُسے سنبھالتے ہُوئے بولا "ملکہ! صبر سے کام لو۔ جب تک عیّاروں کا کام تمام نہیں ہوتا۔ مہ رُخ

کے مقابلے پر تمہارا جانا مناسب نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے میرا ستارہ نحوست میں پھنس گیا ہے۔ اِس سے نجات پانے کے لیے مجھے پردۂ ظلمات میں بزرگوں کی رُوحوں کے پاس جانا پڑے گا۔ دِل مضبوط رکھو۔ باغیوں کو ابھی اِتنی طاقت حاصل نہیں کہ پہاڑوں سے نِکل کر ہمارے لیے خطرہ بن سکیں۔ تم اِسی وقت طِلسم باطن کے باغ سیب میں جانے کی تیاری کرو۔ دربار اور حکومت کا کاروبار سنبھالو۔ میں پردۂ ظلمات کو جاتا ہوں۔ فِکر نہ کرنا۔ جلد ہی لوٹ آؤں گا اور آکر باغیوں کی سرکوبی کروں گا۔"

ملکہ کچھ دیر خاموشی سے سوچتی رہی پھر بولی لیکن مجھے آپ کے مشوروں کی ضرورت پیش آئی تو؟"

"اس کی پروا نہ کرو۔" افراسیاب نے کہا "یا تو تم خود پردۂ ظلمات آکر مجھ سے مل لینا یا مجھے طلب کرنا۔ آئینۂ طِلسم کے ذریعے میری پرچھائیں تمہارے پاس آجائے گی۔"

"بہتر ہے۔" ملکہ نے کہا "جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

اِس گفت گو کے بعد افراسیاب تو پردۂ ظلمات کو چلا گیا اور ملکہ نے باغِ سیب کی راہ لی۔ وہاں

پہنچ کر ملکہ نے دربار لگایا اور اِعلان کیا "شہنشاہ کی واپسی تک آج سے حکومت کا سارا کاروبار میں سنبھال رہی ہوں۔ سب وفاداری کے ساتھ اپنے اپنے منصب پر قائم رہیں اور جو معاملات شہنشاہ کی خدمت میں پیش کیے جاتے رہے ہیں میرے سامنے پیش کیا کریں۔ مشکل معاملات میں شہنشاہ کا مشورہ مجھے برابر حاصل ہوتا رہے گا۔"

سارے درباری باری باری اُٹھ کر اپنی اِطاعت کا یقین دلانے لگے۔ اِسی موقعے پر ملکہ کے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ افراسیاب کی غیر موجودگی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کیوں نہ ایک تیر سے دو شکار کیے جائیں۔ باغیوں نے شہنشاہ کا چین برباد کر رکھا ہے۔ ان کی کامیابیوں سے سلطنت کا رُعب اور دبدبہ خطرے میں پڑتا جا رہا ہے۔ کیوں نہ اِس کانٹے کو دُور کر کے شہنشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور کیوں نہ اِس کھٹک کو دُور کرنے کے لیے دُوسرے کانٹے کو اِستعمال کیا جائے؟ دُوسرا کانٹا خود ملکہ حیرت کی چھوٹی بہن بہار جادو تھی۔

بہار جادو زبردست جادوگرنی تھی۔ طلسم ہوش رُبا
کے ہر بادشاہ اور ہر سردار کے علاوہ افراسیاب بھی
اُس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ پہلے وہ ملکہ کے
ساتھ ہی رہا کرتی تھی۔ مگر جب ملکہ کو یہ خطرہ پیدا
ہُوا کہ کہیں افراسیاب اُسے اپنی ملکہ نہ بنا بیٹھے
تو اُس نے بہار جادو کو ایک دُور دراز علاقے میں
بھیج دیا اور اس کے عیش و آرام کا پُورا بندوبست
کرکے اُس سے وعدہ لے لیا کہ وہ کبھی افراسیاب
کے سامنے نہ آئے گی۔ ملکہ نے کئی جگہ بہار جادو
کی بات کی مگر جس سے بھی رشتہ طے کرنا چاہتی
وہ شہنشاہِ افراسیاب کے خوف کی وجہ سے اِنکار
کر دیتا۔

ملکہ حیرت نے سوچا باغیوں کے مُقابلے میں
بہار جادو کو بھیجنا دونوں صُورتوں میں فائدہ مند
رہے گا۔ اگر وہ باغیوں کو گرفتار کر لائی تو اِس
کا سہرا میرے ہی سر بندھے گا کیوں کہ یہ کارروائی
میری کوششوں سے عمل میں آئے گی۔ لیکن اگر
نتیجہ اُلٹا نِکلا اور بہار جادو باغیوں کے ہاتھوں ماری
گئی تو مجھے اس کے اندیشے سے نجات مل جائے گی۔

یہی کچھ سوچ کر اس نے ایک پیار بھرا خط
بہار جادو کو لکھا اور ایک تیز رفتار قاصد کے
ساتھ روانہ کر دیا۔ وہ بے چاری محبّت کی ماری
دوڑتی ہُوئی آئی۔ ملکہ نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔
چاپلوسی اور خوشامد کی باتیں کیں۔ بہناپے کا واسطہ
دیا اور طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر آخرکار اُسے
باغیوں پر چڑھائی کرنے کے لیے آمادہ کر لیا۔

بہار جادو کو اپنے جادو کی طاقت پر بڑا غرور
تھا۔ اُس نے اِصرار کیا کہ اُس کے ساتھ کوئی فوج
نہ بھیجی جائے۔ باغیوں کے مُقابلے پر وہ صرف چند
کنیزوں اور خادماؤں کے ساتھ جائے گی اور سب
کو ہنستے کھیلتے گرفتار کرکے لے آئے گی۔ لیکن
ملکہ حیرت نے اس کی یہ بات نہ مانی۔ زبردستی ایک
بڑی فوج اس کے ساتھ کر دی۔

بہار جادو اس وقت تو ان سب کو ساتھ لے کر
روانہ ہو گئی مگر جب مہ رُخ کا لشکر اُس سے پانچ
کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اُس نے فوج کو وہیں
ٹھہر جانے کا حُکم دیا۔ جب ڈیرے خیمے کھڑے کر
دیے گئے تو اُس نے سرداروں کو حُکم دیا کہ وہ

سب وہیں قیام کریں اور خاموشی کے ساتھ اس کی
واپسی کا انتظار کریں۔ سردار حُکم کی تعمیل پر مجبور
تھے۔ چُپ ہو کر رہ گئے۔ بہار جادُو ایک طلسمی
مور پر سوار ہو کر تن تنہا مہ رُخ کے لشکر کے
طرف چل دی۔

اُدھر مہ جبین کا دربار لگا ہُوا تھا۔ وہ تختِ شاہی
پر سر پر تاج رکھے بیٹھی تھی۔ دائیں جانب اس
کی مُصاحبِ خاص دلآرام کھڑی تھی۔ اِرد گِرد کئی
کنیزیں کھڑی مورچھل ہلا رہی تھیں۔ دائیں جانب
شہزادہ اسد سپہ سالار کی وردی پہنے جڑاؤ کُرسی پر
بیٹھا تھا۔ اُس کے پیچھے جنگ جُو سرداروں کی قطار
تھی۔ تخت کے بائیں جانب ملکہ مہ رُخ، ملکہ فرمانیہ،
عمرو، مہترِ قِران، برقِ فرنگی، ضرغام اور جانسوز کی
کُرسیاں تھیں۔ اُن کے پیچھے جادُوگروں کی فوج کے
سرداروں کی قطار تھی۔ حملہ آور لشکر کی انھیں اِطّلاع
مل چُکی تھی۔ وہ اُس سے مُقابلہ کرنے کے اِنتظامات
پر غور کر رہے تھے۔ اِس بات پر سب کو حیرت
تھی کہ دُشمن ان سے پانچ کوس کے فاصلے پر کیوں
رُک گیا ہے! یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک جاسُوس

نے آکر اِطّلاع دی "دُشمن لشکر کی طرف سے ایک
جادُوگرنی مور پر سوار چلی آ رہی ہے۔"

یہ خبر سُنتے ہی عمرو بولا "اچھّا ہم چلے۔"

یہ کہہ کر اُس نے عیّار شاگردوں کو اِشارہ کیا۔ وہ
سب چھلانگیں مارتے اُس کے پیچھے لشکرگاہ سے
نکل کر جنگل کی طرف چل دیے۔ مہ رُخ، اسد اور
ملکہ فرمانیہ نے باہر نکل کر اپنے لشکروں کو
تیار ہونے کا حُکم دیا اور سرداروں کے ساتھ آگے
بڑھنے لگے۔ اپنی فوج کی اگلی صف سے گزر کر وہ
زیادہ دُور نہ پہنچے تھے کہ سامنے کے ایک ٹیلے
پر نِگاہ پڑتے ہی ٹھٹھک کر رہ گئے۔ ٹیلے کی
چوٹی پر ایک بے حد خُوب صُورت جادُوگرنی زرق
برق لباس پہنے ایک مور پر سوار مُسکراتی ہُوئی انھیں
تک رہی تھی۔ مور نے اپنی دُم پھیلا رکھی تھی۔ اُس
کے چمکتے ہُوئے نیلگوں پَر اور اُن پر بنے ہُوئے
رنگ برنگے بُوٹے ایک دِل کش پھُلواری کا منظر
پیش کر رہے تھے۔ اور اس پھُلواری میں بیٹھی ہُوئی
جادُوگرنی بہار کی دیوی لگ رہی تھی۔ اُس کی سج
دھج اور مُسکراتا ہُوا خُوب صُورت چہرہ دیکھ کر مہ رُخ

وغیرہ کے دل سے دشمنی اور جنگ کا خیال جاتا رہا۔
مگر ابھی وہ یہ نہ طے کر پائے تھے کہ اس پُراسرار
اور اجنبی عورت سے کیا سلوک کریں کہ اِک بارگی
اُس نے اپنے بالوں کی ایک لِٹ کو جھٹک دیا۔
بھینی بھینی خوش بُو کی ایک لپٹ اس کے بالوں
سے نکلی اور ہوا کے جھونکے کے ساتھ ہر طرف
پھیل گئی۔

مہ رُخ، اسد، ملکہ فرمانیہ اور ان کے ساتھیوں کو
اس خوش بُو نے مست کر دیا۔ اُن کی فوج کے لوگ
بے خود ہو کر چلّانے لگے "بہار آئی! بہار آئی!"

بہار جادو نے یہ رنگ دیکھ کر مسکراتے ہوئے
اپنے مور کو پیچھے گھمایا اور آہستہ آہستہ واپس جانے
لگی۔ خوش بُو کی لپٹیں اُڑ اُڑ کر مہ رُخ کے لشکر کو
اور بھی مسحور کرنے لگیں۔ سب کچھ بھول کر وہ
دیوانہ وار بہار جادو کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ ایک
کشادہ میدان میں پہنچ کر بہار جادو پھر کھڑی ہو گئی۔
اِس مرتبہ اُس نے نہ جانے کیا پڑھ کر پھونکا کہ دیکھتے
ہی دیکھتے سارا میدان ایک خوب صورت باغ میں
تبدیل ہو گیا۔ پھلوں سے لدے ہوئے درخت چار سُو

نظر آنے لگے۔ چپے چپے میں رنگ برنگے پھولوں کے
تختے لہلہانے لگے۔ ایک ایک کر کے مہ رُخ کا
سارا لشکر باغ کے اندر داخل ہو گیا اور بہار جادو
کے اِرد گِرد سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

بہار جادو نے جب دیکھا کہ اس کے طلسمی بالوں
کی خوش بُو اور باغ کی فضا نے ان پر پورا پورا
اثر کیا ہے، نیک و بد اور دشمنی دوستی کا احساس
ان کے دلوں سے مٹا دیا ہے۔ تو اُس نے آخری
وار کیا۔ کوئی منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ آناً فاناً ایک
ایک گجرا ہر شخص کے گلے میں پڑ گیا۔ ان گجروں
کے پھولوں سے ویسی ہی خوش بُو بھبکتی تھی جیسی
کہ اس کے بالوں کی لٹ سے پھیلی تھی۔ ہر شخص
جھومنے لگا۔ اب بہار جادو نے انھیں حکم دیا "اپنے
ہتھیار اور جادو کی جھولیاں زمین پر پھینک دو۔"
سب نے آناً فاناً حکم کی تعمیل کی۔

اب اُس نے کہا "اے نافرمانو! تم نے اپنی
بغاوت سے شہنشاہِ افراسیاب کا دل دکھایا ہے۔ تم
اس بات کے مستحق ہو کہ تمھیں اس کے حضور پیش
کیا جائے۔ بولو! مجرم کی حیثیت سے چلنے کو تیار ہو؟"

چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ "بے شک! ہم گنہگار ہیں۔ ہمیں عمرو نے بہکایا تھا۔ ہم شہنشاہ کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔ چلو، ہم تیار ہیں۔"

بہار جادو نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ اور پھر پلٹ کر اپنے لشکر کی طرف چل دی۔ سب ادب کے ساتھ اس کے پیچھے ہو لیے۔

عمرو اور اس کے چاروں شاگرد ایک اونچے درخت پر چڑھے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ بہار جادو سب کو طلسمی خوش بو سے گرفتار کر کے لے چلی تو وہ سب حیرت اور غصے سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

مہتر قران نے بے چین ہو کر عمرو سے کہا "استاد! مجھے اجازت دیجیے۔ ابھی جا کر اس ڈائن جادوگرنی کو ٹھکانے لگاتا ہوں۔ لشکر کو اس کے سحر سے آزاد کراتا ہوں۔"

"نہیں۔ میں تم میں سے کسی کو اجازت نہیں دوں گا۔ عمرو نے کہا "تم اس جادوگرنی کو ہلاک کیے بغیر لشکر کو آزاد نہیں کرا سکتے۔ اور میں اسے زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔ میں چلتا ہوں۔ تم سب اسی

طرح دور دور رہتے ہوئے حالات کا جائزہ لیتے رہنا۔ میں گرفتار ہو جاؤں تو پھر جو جی چاہے کرنا۔"

یہ کہہ کر عمرو نے درخت سے چھلانگ لگا دی۔ دوسرے عیار بھی درخت سے اترنے لگے۔ لیکن ان کے نیچے آتے آتے عمرو طرارے بھرتا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ بہار جادو سے بہت آگے جا کر رکا۔ پھر جھاڑی کی اوٹ میں ہو کر ایک عورت کا روپ دھارا، بال بکھیرے سیاہ لباس پہنا، دامن کو تار تار کیا، سر چہرہ اور لباس پر خاک لی۔ سوگوار صورت بنائی اور بھاگ کر اس راستے کے ایک درخت کی اوٹ میں ہو بیٹھا جدھر سے بہار جادو کو قیدیوں کے ساتھ گزرنا تھا۔ فتح کے نشے میں بہار جادو قیدی لشکر سے بہت آگے آگے چل رہی تھی۔ عمرو نے اسے قریب آتے دیکھا تو دل کو تڑپا دینے والی دھن میں لہک لہک کر گانے لگا ؎

الٰہی یا تو انھیں درد آشنا کر دے
نہیں تو مجھ کو بھی پتھر سا دل عطا کر دے

بہار جادو کے کانوں میں جو یہ آواز گئی تو وہ تڑپ اٹھی اور آ کر چپ چاپ اس درخت کے قریب

کھڑی ہو گئی، جس کی اوٹ میں بیٹھا ہوا عمرو عورت
کے بہروپ میں گا رہا تھا۔ ایک دو تانیں الاپنے کے
بعد عمرو کا گلا رُندھ گیا۔ گانا بند کر کے وہ ہچکیاں
لے لے کے رونے لگا۔ بہار جادو بے چین ہو کر اُس
کے سامنے آ گئی اور کہنے لگی " اے بدنصیب! تیری
آواز نے مجھے تجھ پر مہربان کر دیا ہے۔ بتا تُو کون
ہے؟ کس لیے یہ حال بنا رکھا ہے؟"

عمرو نے سر اُٹھایا اور روتے ہوئے کہنے لگا
اے شہزادی! کیا بتاؤں دُکھیا ہوں۔ میرا شوہر بچھڑ
گیا ہے۔ اب جنگلوں پہاڑوں کی خاک چھانتے چھانتے
عاجز آ گئی ہوں۔ دِل کی بھڑاس نکال رہی ہوں۔
قسمت کو رو رہی ہوں۔"

"مجھے تجھ سے ہمدردی پیدا ہو گئی ہے۔" بہار
جادو نے کہا " اپنی مصیبت بیان کر۔ شاید میں تیری
مدد کر سکوں۔"

عمرو نے رونا بند کیا اور کہنے لگا " میرا نام
راگنی ہے۔ شہر مروارید کے جوہری کی بیٹی ہوں۔
میری شادی ایک سپاہی زادہ سے ہوئی تھی۔ کچھ دِن
بڑے ہنسی خوشی گزرے۔ لیکن پھر اِک بارگی غم کے

پہاڑ میرے دِل پر ٹوٹ پڑے۔ میرا شوہر باغیوں
کے بہکائے میں آ گیا۔ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ بس اِتنا
کہہ گیا کہ ملکہ مہ رُخ کے پاس پہاڑوں میں جاؤں گا۔
کچھ دِن بعد واپس آ جاؤں گا یا تجھے بُلوا لوں گا۔ آج
ساتواں مہینہ ہونے کو آیا۔ نہ خود پلٹا نہ کوئی پیغام آیا۔
مجبور ہو کر گھر سے نکل کھڑی ہوئی ہوں۔ مہ رُخ کی
فوج کو ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔"

بہار جادو اُس کی یہ کہانی سُن کر مسکرائی اور کہنے
لگی "بس! اب تُو بالکل فکر نہ کر۔ تیری مشکل آسان
ہو گئی ہے۔ مہ رُخ کی ساری فوج میرے سحر میں
گرفتار پیچھے چلی آ رہی ہے۔ اگر تُو نے اپنے آپ
کو سنبھالا، مجھے اپنا گانا سُنا کر خوش کیا تو کل دِن
کو میں تجھے باغیوں کے لشکر کو دیکھنے اور اپنے شوہر
کو تلاش کرنے کی اِجازت دے دُوں گی۔ لیکن تیرے
شوہر کو آزاد جبھی کروں گی جب تُو میرے ساتھ رہنے
پر راضی ہو جائے گی۔"

نقلی راگنی یہ سُنتے ہی بہار جادو کے پیروں پر
گر گئی۔ دُعائیں دیتے ہوئے اس کے ساتھ رہنے
کا وعدہ کرنے لگی۔ بہار جادو نے اُسے اپنے ساتھ

چلنے کا اشارہ کیا اور اپنے مور کو آگے بڑھا دیا۔

شام ہوتے ہوتے وہ اپنی فوج کی چھاؤنی میں پہنچ گئی۔ اُس کے سرداروں نے چاہا کہ مہ رُخ کے لشکر کے ہر آدمی کے ہاتھ پاؤں باندھ دیں۔ مگر بہار جادو نے اُنھیں منع کرتے ہوئے کہا "اِن کی فکر نہ کرو۔ جہاں ٹھہرا دیا ہے، وہیں رہیں گے۔ ہرگز بھاگنے کی کوشش نہ کریں گے۔ جب تک ان کے گلوں میں گجرے پڑے ہوئے ہیں، وہ سچے دِل سے وفادار رہیں گے۔"

لشکر کے سرداروں کو ہدایت دے کر بہار جادو اپنی بارگاہ میں جا پہنچی۔ نقلی راگنی اس کے ساتھ تھی۔ ایک خادمہ کو بُلا کر اُس نے نقلی راگنی سے کہا "تم اِس کے ساتھ جاؤ۔ اپنی پسند کا لباس لو۔ نہا دھو اور ہار سنگار کر کے خِدمت میں حاضر ہو جاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد راگنی نے بہار کے خیمے میں جا کر ادب سے سلام کیا اور سر جُھکا کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ بہت سی خادمائیں اور کنیزیں وہاں موجود تھیں۔ ایک میز پر شربت کی صُراحی اور پیالے رکھے ہوئے تھے۔ راگنی کو دیکھتے ہی ملکہ نے خادماؤں سے

کہا "تم سب اپنے اپنے خیموں میں چلی جاؤ۔ صرف راگنی میرے پاس رہے گی۔ خبردار! بغیر بلائے کوئی آرام گاہ کی قناتوں کے بھی قریب نہ آئے۔" وہ رُخصت ہو گئیں تو بہار نے عمرو سے کہا "اے راگنی! دیر نہ کر۔ دف اُٹھا۔ ایسا نغمہ سُنا کہ دِل تڑپ اُٹھے۔ آنکھوں کا ساگر چھلک اُٹھے۔"

بہار جادو کی یہ باتیں سُن کر نقلی راگنی نے حیرت کے ساتھ اُسے دیکھا اور ڈرتے ڈرتے بولی "حضور کچھ غمگین نظر آتی ہیں۔ مُناسب سمجھیں تو شربت نوش فرمائیں۔"

"بہار جادو غصّے سے غرّائی۔ "میں نے تُم سے گانا سُنانے کے لیے کہا ہے۔ مشورہ دینے کے لیے نہیں۔"

نقلی راگنی نے سہم کر دف اُٹھا لیا۔ ہلکے ہلکے گنگنائی اور پھر درد انگیز دُھن میں گانے لگی۔ بہار جادو کے دِل میں ٹیسیں اُٹھنے لگیں۔ تڑپا دینے والی تان اور آواز کی گرمی نے جلد ہی اس کے دِل پر اثر کیا۔ آنسوؤں کے بادل اُٹھے اور آنکھوں کی اوٹ سے برسنے لگے۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نقلی راگنی نے شربت کی صُراحی میں سفوف بے ہوشی

ہلا دیا۔

کچھ دیر بعد جب گانا ختم ہوا تو بہار نے تکیے سے سر اُٹھایا۔ آنسو خشک کیے اور بغیر کچھ کہے سُنے اپنے ہاتھ سے شربت کا پیالہ بھر کر غٹاغٹ پی گئی۔ راگنی نے اُٹھ کر دُوسرا پیالہ بھر کر اُسے پیش کیا۔ بہار جادُو اُسے بھی چڑھا گئی۔ پھر اُس نے راگنی سے کہا "شاباش! اب جا کر سو رہو۔ صُبح تمھارا شوہر تمھیں مل جائے گا۔ خبردار! کسی سے میرے رونے کا حال نہ بیان کرنا۔"

مگر راگنی رُخصت ہونے کی بجائے تن کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کی آنکھوں سے شوخی جھلکنے لگی۔ بہار جادُو کو اس کی یہ اچانک تبدیلی بڑی عجیب لگی۔ اُس نے غُصّے کی نگاہوں سے اُسے گھُورتے ہُوئے کچھ کہنا چاہا۔ مگر بے ہوشی اثر دکھا گئی۔ زبان لڑکھڑائی، دماغ چکرا گیا اور وہ بستر پر لیٹ گئی۔ نقلی راگنی یعنی عمرُو نے اُسے اُٹھا کر خیمے کے ستُون سے باندھ دیا، اس کی زبان نکالی اور اِس طرح سُوئے سے چھید دی کہ وہ کوئی منتر پڑھنے کے قابل نہ رہی۔ اِس کے بعد اُس نے بے ہوشی دُور کرنے والا فتیلہ جلا کر اُسے

سنگھایا۔ ایک چھینک آئی اور وہ ہوش میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ خُود کو بندھا ہُوا پا کر اُسے نے غُصّے کے ساتھ راگنی کو گھُورا۔ اسی لمحے راگنی نے نعرہ لگایا "اے بہار جادُو! پہچان لے۔ میں عمرُو نام دار، دُنیا کا چھٹا ہُوا عیّار ہُوں۔ تجھے میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اب اِطاعت قبُول کرے گی تو چھُوٹے گی۔ ورنہ ابھی خاک و خُون میں لوٹے گی۔"

یہ کہہ کر عمرُو نے خنجر نِکالا اور اُس کی طرف بڑھنے لگا۔ بہار جادُو نے چاہا کہ کوئی منتر پڑھ کر عمرُو کو ناکارہ بنائے، خُود کو چھڑائے مگر زبان نہ ہلا سکی۔ بے بس ہو کر اُس نے ہار مان لی۔ آنکھوں کے اِشارے سے اِطاعت کی حامی بھر لی۔ عمرُو نے اُسے کھمبے سے کھول دیا۔ وہ جا کر اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔ عمرُو نے اُسے دھمکاتے ہُوئے کہا "اے ملکہ! خبردار! یہ خیال نہ کرنا کہ اب تُو آزاد ہو چُکی ہے۔ مُجھے کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اگر تُو نے غدّاری کی تو ایسی سزا دُوں گا کہ زندگی بھر یاد رکھے گی۔"

بہار جادُو اس کے یہ کڑوے الفاظ سُن کر اِک بارگی بھڑک اُٹھی۔ غُصّے سے چیختی ہُوئی بولی "او مکّار! تیری

کیا مجال جو مجھ سے اپنی اطاعت کرائے۔ ذرا آئینے
میں اپنی شکل تو دیکھ۔"

عمرو اس کے یہ تیور دیکھ کر چلّایا "اچھا! جو
تجھ سے ہو سکے کر لے۔ میں تجھے سے اطاعت کرا کر
چھوڑوں گا۔"

بہار جادو نے کوئی منتر پڑھ کر اُسے قابو میں کرنا
چاہا۔ لیکن اس کے ہونٹ ہلتے دیکھ کر عمرو نے
دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور خیمے سے نکل
بھاگا۔ بہار جادو نے اُس کے پیچھے لپکتے ہوئے شور
مچایا "لینا! پکڑنا! جانے نہ پائے!"

پہرے دار سپاہی اور جادوگر بہار جادو کی یہ چیخ
پکار سن کر چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔ عمرو نے خود کو گھیرے
میں دیکھ کر زنبیل سے حضرت دانیالؑ کی کرامتی چادر
نکال کر ہوا میں اچھال دی۔ چادر اُوپر پھیل کر سائبان
بن گئی اور عمرو کو اپنے سائے میں لے لیا۔ اب
عمرو نے زنبیل سے ایک بڑا سا قالین نکال کر فرش
پر بچھایا، آرام دہ بستر لگایا اور بے فکری کے ساتھ
لیٹ کر اِرد گرد نظریں دوڑانے لگا۔ اِس چادر کی کرامت
یہ تھی کہ جو شخص بھی عمرو کے علاوہ اس کے سائے

میں آتا، اُلٹا ہو کر ہوا میں لٹک جاتا۔ اور جادو گر
ہوتا تو جادو بھی بھول جاتا۔

بہار جادو نے اُسے یوں لیٹا ہوا دیکھا تو غصّے
سے اُس کا خون کھول اُٹھا۔ طلسمی ہنٹر ہاتھ میں لے کر
وہ اُس کی طرف دوڑ پڑی۔ بارگاہ کے پہرے دار بھی
اس وقت تک سائبان کے قریب پہنچ چکے تھے۔ بہار
جادو کو عمرو کے سائبان کی طرف لپکتا دیکھ کر وہ اپنی
اپنی جگہ کھڑے رہ گئے۔ سائبان چاروں طرف سے
اُن کے گھیرے میں تھا۔ بہار جادو ہنٹر لہراتی ہوئی عمرو
کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ لیکن جیسے ہی وہ سائبان کے
نیچے پہنچی، ایک دم اُلٹ کر ہوا میں لٹک گئی۔ سر
نیچے اور ٹانگیں اُوپر۔ جادو منتر بھی سب بھول گئی۔
اپنے ماتحتوں اور خادموں کے آگے خود کو اس حال میں
پا کر دل ہی دل میں کُڑھنے اور شرم سار ہونے لگی۔

چند سردار اُسے اِس مصیبت سے چھڑانے کے
لیے آگے بڑھے۔ لیکن سائبان کے نیچے پہنچتے ہی
وہ بھی اُلٹے لٹک گئے۔ چالاک جادوگر یہ منظر دیکھ کر
پیچھے ہٹ گئے اور دُور رہتے ہوئے عمرو اور اُس کے
سائبان پر جادو کے بان چلانے لگے۔ اُنھوں نے بڑا

زور لگایا مگر ایک بان بھی نشانے پر لگ نہ سکا۔ سائبان کے قریب پہنچتے ہی سارے بان دائیں بائیں ہو کر آگے نکل جاتے۔

کچھ دیر ان کی ناکامیوں سے مزہ لینے کے بعد عمرو اُٹھ کر بہار جادو کے قریب آیا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے کیے پر پچھتا رہی تھی۔ عمرو نے اُس سے کہا "شہزادی! میں تمھیں ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ ورنہ پہلے ہی نہ چھوڑتا۔ تم سمجھ دار ہو۔ ذہین ہو۔ اعلیٰ خاندان کی چشم و چراغ ہو۔ زبان دے کر بدل جانا تمھیں زیب نہیں دیتا۔ شرافت اور عقل سے کام لو۔ حق کو پہچانو۔ باطل سے مُنہ موڑو۔ جھوٹے خُدا لقا کی بندگی ترک کرو۔ سچے اور واحد خُدا کے آگے سر جھکاؤ۔ کلمہ پڑھو۔ ایمان لاؤ۔ ہماری شریک بن جاؤ۔ پہلے سے زیادہ عزت اور مرتبہ پاؤ گی۔ دُنیا کے ساتھ عاقبت میں بھی راحت پاؤ گی۔ یقین کرو یہ طلسم، جادو اور منتر سب عنقریب فنا ہونے والا ہے۔ افراسیاب، شہزادہ اسد اور امیر حمزہ کے ہاتھوں جلد نیست و نابود ہونے والا ہے۔ اچھی طرح بُرا بھلا سوچ کر فیصلہ کرو۔ ایمان داری کے ساتھ اطاعت کرنے

کا وعدہ کرو۔ میں ابھی تمھیں اِس مُصیبت اور ذِلت سے رہا کر دُوں گا۔"

عمرو نام دار کی یہ باتیں بہار جادو کے دِل پر اثر کر گئیں۔ اپنی غلطی پر اُس نے کھلے دِل سے شرمندگی کا اظہار کیا۔ آیندہ وفادار رہنے کا اِقرار کیا۔ وہ جادوگر جو بہار جادو کو چھڑانے کی غرض سے سائبان کے نیچے آئے تھے اور اُلٹے لٹکے ہُوئے تھے، اُنھوں نے بھی توبہ کی اور بہار جادو کے ساتھ عمرو کی اِطاعت قبول کی۔ اِس پر عمرو نے اُچھل کر کراہتی چادر کو مُٹھی میں لیا۔ چادر سُکڑ کر اس کے ہاتھ میں آ گئی، جسے اُس نے زنبیل میں داخل کیا۔ بہار جادو اور اس کے سردار سیدھے ہو گئے اور ادب سے عمرو کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

عمرو نے بہار جادو سے کہا "بہتر ہے کہ آپ اپنے سرداروں کو طلب کیجیے۔ اُن کے سامنے کھل کر اپنے اِس فیصلے کا اِعلان کیجیے۔ جو آپ کے کہنے پر چلے، اُسے اپنے ساتھ رہنے دیجیے۔ جو اِنکار کرے اُسے واپس جانے کا حُکم دیجیے۔ بغاوت کا خوف بالکل دِل میں نہ لائیے۔ جو بھی بے ادبی سے پیش آیا،

وہ سر سلامت واپس لے کر نہ جا سکے گا۔"

بہار جادُو نے عمرُو کی اس ہدایت پر حرف بحرف عمل کیا۔ آدھی سے زیادہ فوج نے افراسیاب سے بے زاری اور بہار جادُو سے وفاداری کا اِظہار کیا۔ باقی نے خاموشی کے ساتھ واپس جانے کو بہتر جانا۔ انھیں اِجازت دے دی گئی۔

صُبح کو عمرُو اور بہار جادُو ساتھ ساتھ مہ رُخ کے لشکر میں گئے۔ انھیں دیکھتے ہی سب بہار جادُو کی تعریف اور عمرُو کی بُرائی کرنے لگے۔ عمرُو نے غصّے میں آ کر اُنھیں ڈانٹا تو سب اُسے مارنے کے لیے دوڑ پڑے۔ عمرُو گھبرا کر بہار جادُو سے اِس کا سبب پوچھنے لگا۔ بہار جادُو نے پہلے تو ان لوگوں کو روکا جو عمرُو کو مارنے کے لیے لپک رہے تھے۔ اِس کے بعد ان کے گلوں میں پڑے ہُوئے گجروں کی طرف اِشارہ کرتے ہُوئے کہنے لگی "یہ سب ان گجروں کے پھولوں کا اثر ہے۔ میں ابھی اِسے ختم کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے کچھ پڑھ کر تالی بجائی۔ سارے گجرے آناً فاناً لوگوں کے گلوں سے غائب ہو گئے

اور وہ ہوش میں آ کر ایک دُوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ عمرُو کے ساتھ بہار کو دیکھ کر پُوچھنے لگے "خواجہ جی! یہ کون عورت ہے؟ ہم یہاں کیسے پہنچے؟ آپ کب آئے؟"

عمرُو نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور بہار جادُو کی فوج کی طرف اِشارہ کرتے ہُوئے بولا "تم سب قید ہو چکے ہو۔ وہ سامنے والی فوج تمھاری پہرے دار ہے اور یہ عورت بہار جادُو ہے۔ سامنے والی فوج اِسی کی ہے۔"

"دادا جان! خُدا کے لیے مذاق مت کیجیے۔" اسد نے آگے بڑھتے ہُوئے کہا "سچ سچ بتا دیجئے۔ کیا قِصّہ ہے؟"

اِس پر بہار جادُو اور عمرُو نے انھیں ساری حقیقت سے آگاہ کیا۔ اصل بات معلوم کرنے پر سب خُدا کا شُکر ادا کرنے لگے۔ عمرُو کے نام کے نعرے لگانے لگے۔

کُچھ دیر بعد بہار جادُو اور اُس کی فرمان بردار فوج کو ساتھ لے کر اپنے ٹھکانے کی طرف چل دیے۔ لشکرگاہ میں پہنچ کر مہ جبین نے دربار لگایا۔ عمرُو اور بہار جادُو کو اِنعام و اِعزاز سے سرفراز کیا۔ اِس کے بعد کئی

دِنوں تک فتح کا جشن دُھوم دھام سے منایا جاتا رہا۔

بہار جادُو کی فوج کے جو لوگ واپس چلے گئے تھے اُنھوں نے جاکر ملکہ حیرت کو سارا حال تفصیل سے بتایا۔ ظاہر میں وہ بڑی پریشان ہُوئی مگر اندر ہی اندر خُوش تھی کہ اس کی غدّاری کا حال جان کر افراسیاب ہمیشہ کے لیے اس کا خیال دِل سے نِکال دے گا۔ جس وقت اُسے یہ خبر ملی وہ باغِ سیب میں دربار لگائے ہُوئے تھی۔ سلطنت کے ماتحت بادشاہ، نام ور سردار اور جادُوگر دربار میں موجود تھے۔ بہن کی غدّاری پر مصنوعی غصّہ اور پریشانی ظاہر کرنے کے بعد ملکہ حیرت نے اہلِ دربار کو مُخاطب کرتے ہُوئے کہا:

"بہار جادُو نے شاہی خان دان کی آن پر بٹّا لگایا ہے اور میری ناک نیچی کر دی ہے۔ تُم میں سے کون ایسا جواں مرد ہے جو باغیوں کے مقابلے پر جانے اور اُنھیں گرفتار کر لانے کا حوصلہ رکھتا ہے۔ میں اِعلان کرتی ہُوں کہ آج جو بھی اِس کام کا بیڑا اُٹھائے گا بڑی خُوشی کے ساتھ میں بہار جادُو سے اس کی شادی کر دُوں گی۔"

جمشید کی چادر

حیرت جادُو کا یہ اِعلان سُن کر دربار میں سنّاٹا چھا گیا۔ کافی دیر تک سب ایک دُوسرے کو دیکھتے رہے۔ کوئی نہ اُٹھا۔ اس پر ملکہ نے غصّے سے کہا:

"کیا تُم میں ایک بھی ایسا مرد نہیں جو باغیوں کو سزا دینے کی طاقت رکھتا ہو؟"

ملکہ کی یہ للکار خالی نہ گئی۔ تین جادُوگر سردار کرسیوں سے اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ اِن میں ایک کا نام شدید، دُوسرے کا قہر اور تیسرے کا عذاب جادُو تھا۔ ملکہ نے تینوں کی طرف تعریفی نِگاہوں سے دیکھتے ہُوئے کہا:

"شاباش! تُم تینوں اپنی فوجیں لے کر ایک ساتھ باغیوں پر چڑھائی کرو۔ بہار جادُو سمیت سارے باغیوں کو پکڑ لائے تو میں اپنا وعدہ پُورا کروں گی۔ بعد میں تم جس طرح چاہنا آپس میں فیصلہ کر لینا۔"

"بہت بہتر ملکہ عالیہ!" تینوں نے بڑے جوش سے کہا "ہم ابھی روانہ ہوتے ہیں۔" یہ کہہ کر اُنھوں نے ملکہ کو جھک کر سلام کیا، فخر کے ساتھ سارے درباریوں پر نظر ڈالی اور اکڑتے ہُوئے چلے گئے ٹھکانے پر پہنچ کر اُنھوں نے اپنی اپنی فوجوں کو تیار کیا اور کُوچ کا نقارہ بجاتے ہُوئے شان و شوکت کے ساتھ ملکہ مہ رُخ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تینوں سرداروں کی طلسمِ باطن میں دھوم مچ گئی۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ یہ جادُوگر باغیوں کے خلاف زمین آسمان ایک کر دیں گے۔ کوئی نہ کوئی ضرور کامیاب لوٹے گا۔

سرداروں کی روانگی کے بعد ملکہ حیرت شہرِ ناپُرساں چلی گئی اور اپنے محل گُنبدِ نُور میں ناچ رنگ سے دِل بہلانے لگی۔ یہیں سے اُس نے افراسیاب کو، جو پردۂ ظلمات میں چلا گیا تھا، بہار جادُو کی غدّاری اور شدید، قہر اور عذاب جادُو کی روانگی کی خبر بھیجی۔

مہ رُخ کے لشکر کے مُقابلے میں پہنچ کر سب سے پہلے عذاب جادُو اُس پر حملہ آور ہُوا۔ اِس کے بعد قہر جادُو نے میدانِ جنگ گرم کیا۔ لیکن اِن میں سے ایک ملکہ فرمانیہ کے اور دُوسرا شکیل جادُو کے ہاتھوں مارا

گیا۔ اُن کی فوجیں بھی تتر بتر ہو گئیں۔ آدھے سے زیادہ مارے گئے، چوتھائی گرفتار ہُوئے اور باقی بھاگ کر شدید جادُو کے لشکر میں پناہ گزیں ہُوئے۔ اپنے دونوں ساتھیوں کی تباہی کے بعد تیسرے دِن شدید جادُو بڑے کرّوفر کے ساتھ میدانِ جنگ میں آیا۔ وہ ایک آتشیں ہاتھی پر سوار تھا۔ اِس ہاتھی کے جسم سے نِکلنے والے شعلے اور اِن شُعلوں کی تپش اِتنی تیز تھی کہ نہ تو کوئی اُس کے قریب آ سکتا تھا اور نہ اُس کی طرف نِگاہ جما کر دیکھ سکتا تھا۔ جو چیز بھی اس کی تپش کے دائرے میں آتی، جل کر خاک ہو جاتی۔

شدید اپنا ہاتھی مہ رُخ کے لشکر کے سامنے لے جا کر کہنے لگا "اے باغیو! دیکھ لو پہچان لو۔ میں شدید جادُو ہُوں۔ اب تک جِتنے جادُوگر تُمھارے مُقابلے پر آ چُکے ہیں، وہ میرے شاگردوں سے بھی کمتر تھے۔ میرا مُقابلہ کرنا تُمھارے بس سے باہر ہے۔ میں تُمھیں آخری موقع دیتا ہُوں۔ ہتھیار پھینک کر میری اِطاعت قبول کرنے کا اِعلان کرو۔ مِلکہ حیرت جادُو کی خدمت میں چلنے کا اِقرار کرو۔ میں تُمھیں معافی دِلوا دُوں گا۔ لیکن اِنکار کرو گے تو کسی سے رعایت نہ کروں گا۔ جو

مُقابلے میں آئے گا اُسے قتل کروں گا۔"

شدید جادُو کی یہ ڈینگیں سُن کر ملکہ فرمانیہ کو سخت غُصّہ آیا۔ مہ جبین سے اِجازت حاصِل کر کے اُس نے اپنا تخت شدید کی سمت بڑھایا۔ مُقابلے پر پُہنچ کر اُس نے شدید کو للکارتے ہُوئے کہا "تُو جو کُچھ ہے ابھی معلوُم ہو جائے گا۔ یہاں کوئی بھی تیری دھمکی میں نہ آئے گا۔ لے! ہوشیار ہو جا۔ سنبھال میرا وار۔"

یہ کہہ کر فرمانیہ نے جھولی سے ایک کنکر نکالا اور کُچھ پڑھ کر شدید جادُو کی طرف پھینک دیا۔

فرمانیہ کے ہاتھ سے چھُوٹتے ہی وہ کنکر بڑا ہوتا گیا شدید جادُو کے قریب پہنچتے پہنچتے اُس نے ایک بُہت بڑی چٹان کی شکل اختیار کر لی۔ صاف معلوُم ہو رہا تھا کہ یہ چٹان شدید اور اُس کے ہاتھی دونوں کا کچُومر بنا دے گی۔ لیکن شدید جادُو کے چہرے پر گھبراہٹ نام کو نہ دکھائی دیتی تھی۔ اُس نے اپنا ہاتھی بھی اِدھر اُدھر نہ ہٹایا۔ جس جگہ کھڑا تھا وہیں جما کھڑا رہا۔ جُوں ہی وہ بھاری چٹان آتشیں ہاتھی کے دائرہ تپش میں داخل ہُوئی رُوئی کے گالے کی طرح جل اُٹھی۔ دُوسرے لمحے اُس کی راکھ ہوا میں چاروں طرف اُڑ رہی تھی۔

امید کے لشکر نے خُوشی کے زور دار نعرے بُلند کیے۔ مہ رُخ کے لشکر میں سناٹا چھا گیا۔ ملکہ فرمانیہ نے جھُنجھلا کر ایک فولادی گولا شدید جادُو کو پھینک مارا۔ وہ نشانے پر پُہنچنے سے پہلے ہی آتشیں ہاتھی کی حرارت سے پھٹ کر تباہ ہو گیا۔ اب شدید کی باری تھی۔ اُس نے ایک فاتحانہ قہقہہ لگایا۔ جھولی میں ہاتھ ڈال کر ایک لیموں اور ایک ننھا سا بچھوے جتنا سانپ نِکالا اور جادُو پڑھ کر ملکہ فرمانیہ کی طرف پھینک دیا۔ اُس کے ہاتھ سے چھُوٹتے ہی لیموں نیلے رنگ کا ایک چمک دار قُمقُمہ بن گیا۔ پھر سیدھا ملکہ فرمانیہ کے سر پر جانے کے بجائے آدھا فاصلہ طے کر کے، چکّر کھاتے ہُوئے اُوپر اُٹھنے لگا۔ اِس عمل کے دوران اُس میں سے رنگ برنگی چنگاریاں نِکلنے لگیں، جیسی آتش بازی کی پھُلجھڑیوں سے نِکلتی ہیں۔ ننھا سانپ زمین پر آ گرا تھا اور لہراتا ہُوا تیزی سے ملکہ فرمانیہ کی جانب بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ملکہ کی ساری توجّہ قُمقُمے کی طرف تھی۔ وہ سانپ کو نہ دیکھ سکی۔ قُمقُمہ کبھی چکّر کھاتا ہُوا نیچے آتا، کبھی اُوپر جاتا۔ کبھی ملکہ کی طرف لپکتا، کبھی پیچھے ہٹ آتا۔ مگر سانپ دم بہ دم ملکہ کے قریب ہوتا جاتا۔

آخر کار وہ اُس کے تخت کے نیچے پہنچ گیا۔ ملکہ اب
بھی بچاؤ کے منتر پڑھتے ہوئے قمقمے پر نگاہ جمائے
ہوئے تھی۔ اچانک سانپ اُچھلا اور ملکہ کی کلائی سے
چمٹ گیا۔

اب جا کر ملکہ چونکی۔ سانپ کو کلائی سے لپٹا ہوا دیکھتے
ہی وہ قمقمے کی چال کا مطلب سمجھ گئی۔ مگر اب وقت ہاتھ
سے نکل چکا تھا۔ قبل اِس کے کہ وہ سانپ کے توڑ
کا کوئی منتر پڑھتی، سانپ اُسے ڈس چکا تھا۔ اس کے
بعد اِدھر سانپ اس کی کلائی سے گرا، اُدھر وہ بے ہوش
ہو کر تخت پر ڈھیر ہو گئی۔

شدید جادو نے ملکہ فرانیہ کو بے ہوش ہوتا دیکھ کر
زور دار فاتحانہ قہقہہ لگایا اور اپنے غلاموں کو ملکہ فرانیہ
کے تخت کی سمت بڑھنے کا اشارہ کیا۔ چند غلام ملکہ کو
لے جانے کے لیے اُس کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے۔
اِسی موقع پر ملکہ مہ رُخ نے منتر پڑھ کر ایک طلسمی پنجہ
پیدا کیا اور اُسے اِشارہ کیا کہ جا کر ملکہ فرانیہ کو اُٹھا لائے۔
شدید کے غلام ابھی فرانیہ کے تخت کے قریب نہ پہنچ
پائے تھے کہ طلسمی پنجہ شہباز کی طرح جھپٹا اور پھول کی
طرح فرانیہ کو اُٹھا لے گیا۔ شدید کے غلاموں کا اور

الی بس نہ چلا تو وہ اُس کا خالی تخت ہی اُٹھا لائے۔

شدید نے غرور میں آ کر پھر مہ رُخ کو مُقابلہ کے
لیے للکارا۔ اِس مرتبہ مہ رُخ کا بیٹا شکیل جادو اُس
کے مُقابلے پر آیا۔ شدید نے اُس پر جادو کا بان چلایا۔
اس بان کو رد کر کے شکیل نے پھرتی سے ایک تیر شدید
کی سمت ہوا میں اُچھالا۔ تیر کے پھل کے قریب ایک
بھیگا ہوا کپڑا لپٹا تھا جس سے پانی کے قطرے ٹپک
رہے تھے۔ اس کے ساتھ کچھ کنکر بھی بندھے ہوئے
تھے۔ تیر شدید کے اُوپر پہنچ کر غائب ہو گیا۔ لیکن
دُوسرے ہی لمحے ایک گھنگھور گھٹا اُونچے شامیانے کی
طرح اُس کے اُوپر چھا گئی۔ مُوسلا دھار مینہ برسنے لگا۔
ساتھ ہی تیروں اور بڑے بڑے پتھروں کی ہر طرف
سے بوچھار ہونے لگی۔ کچھ دیر تو آتشیں ہاتھی کی تپش
سے پانی بھاپ بن کر اُڑتا رہا۔ تیر اور پتھر بھسم ہوتے
رہے۔ پھر پانی کی مُسلسل ٹھنڈک اثر کرنے لگی۔ آتشیں
ہاتھی کی تپش کم ہونے لگی۔

شدید جادو کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ اُس نے جھولی
سے ایک انڈا نکال کر کوئی منتر پڑھا اور بادلوں کی
طرف اُچھال دیا۔ انڈا ایک زور دار دھماکے سے پھٹ

گیا۔ ہواؤں کے طوفانی جھکڑ چلنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے
اُس کے سر پر چھائے ہوئے بادل اِدھر اُدھر بکھر گئے۔
شکیل جادُو نے غصّے میں آکر دُوسرا وار کیا۔ اِس مرتبہ
ہاتھی سے اُونچی لہریں میدان میں پیدا ہوئیں اور شدید
جادُو کو چاروں سے گھیرے میں لے کر اس کی طرف
بڑھنے لگیں۔

شدید کو سخت غصّہ آیا۔ وہ اُوپر اُڑا اور ایک تیر
شکیل جادُو پر کھینچ مارا۔ یہ وار کر کے وہ پھر ہاتھی پر
آ رہا اور جلدی جلدی منتر پڑھ کر قریب آتی ہوئی لہروں
پر پھونکنے لگا۔ پانی کی خوف ناک لہریں ہوا بن کر غائب
ہونے لگیں۔ شکیل جادُو کی توجّہ لہروں کی طرف تھی۔ وہ
شدید کو اُڑتا اور اپنی جانب تیر چلاتا ہُوا نہ دیکھ سکا۔
نتیجہ یہ ہُوا کہ شدید کا تیر اس کا شانہ توڑ کر باہر نِکل
گیا۔ خُون کا فوّارہ زخم کے دونوں جانب سے بہنے لگا۔
درد کی شِدّت سے وہ چند ہی لمحوں میں بے ہوش ہوگیا۔
مہ رُخ اپنے بیٹے کا یہ حال دیکھ کر تڑپ اُٹھی۔ طِلسمی
پنجہ بھیج کر اُس نے شکیل کو بھی اُٹھوا منگوایا۔ اور ملکہ
فرمانیہ کے عِلاوہ اِس کی بھی جان بچانے کی کوشش کرنے
لگی۔

پانی کی لہریں ختم کرنے کے بعد شدید جادُو نے
شکیل کو غائب پایا تو مہ رُخ کے لشکر کی طرف مُنہ کر کے
کہنے لگا "اے باغیو! تُم نے دیکھ لیا۔ تُم میں کوئی بھی
میری ٹکّر کا نہیں ہے۔ اب میں تُم پر بجلیاں برسانے
والا ہُوں۔ اگر بہار جادُو تُم میں موجُود ہو تو وہ میرے
سامنے آئے اور تُمھاری سفارش کرے۔"

یہ سُن کر بہار جادُو سے ضبط نہ ہو سکا۔ ملکہ مہ جبین
الماس پوش کے تخت کو بوسہ دے کر وہ بڑی شان کے
ساتھ شدید جادُو کی طرف بڑھنے لگی۔

وہ اپنی فوج کی سب سے اگلی صف سے کچھ دُور
آگے نِکل کر ایک ٹیلے کی چوٹی پر کھڑی ہو گئی۔ اِس
وقت وہ اپنے خُوب صُورت مور پر سوار تھی۔ سامنے میدان
کے بیچ میں شدید اپنے آتشیں ہاتھی پر سوار کھڑا تھا۔
اس کے پیچھے دُور دُور تک اُس کا لشکر پھیلا ہُوا تھا۔۔۔
دُشمنوں پر ایک سرسری نِگاہ ڈالنے کے بعد بہار جادُو
نے ایک گُلدستہ جھولی سے نِکال کر ان کی طرف پھینک
دیا۔ اسی وقت ہوا کے جھونکے چلنے شرُوع ہو گئے۔ وہ
مُسکرائی اور اپنے بالوں کی ایک لٹ کھول کر ہلانے لگی
میٹھی اور مست کر دینے والی خُوش بُو ہوا کے جھونکوں

کے ساتھ دشمنوں تک پہنچنے لگی۔ سب اس خوش بُو سے
مست ہو کر بہار جادُو کو دیکھنے لگے۔

اب بہار جادُو نے ایک اور گلدستہ جھولی سے نکال
کر خالی میدان کی طرف اُچھال دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے رنگا
رنگ پھُولوں کا ایک انتہائی خُوب صُورت باغ وجُود میں
آ گیا۔ وہ اپنے مور کو آگے بڑھاتی بڑی شان کے
ساتھ اس باغ کے بیچوں بیچ جا کھڑی ہُوئی۔ شدید اور
اُس کی ساری فوج بے قابُو ہو کر باغ کے اندر آ گئی
اور بہار جادُو کے چاروں طرف بھیڑ لگا کر کھڑی ہو گئی۔
سپاہیوں نے اپنے ہتھیار اور جادُوگروں نے اپنی جھولیاں
زمین پر پھینک دیں۔ اب آخری وار کی ضرورت تھی۔ بہار
جادُو مُسکرائی۔ منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ ایک ساتھ سب کے
گلوں میں پھُولوں کے گجرے پڑ گئے۔ سب دیوانوں کی
طرح چلّانے لگے "اے ملکہ! ہمیں معاف کر۔ ملکہ حیرت جادُو
کے بہکائے میں آ کر ہم نے تجھ پر فوج کشی کی۔ اب
ہم شرمندہ ہیں۔ دِل سے تیری اِطاعت قبُول کرتے ہیں۔
آج سے بس تیرے غُلام ہیں۔"

"شدید جادُو کہاں ہے؟ میرے سامنے آئے۔" بہار
جادُو چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہُوئے بولی۔ شدید، بہار جادُو

کو دیکھ کر اور اُس کے بالوں کی خُوش بُو سُونگھ کر ایسا
مست ہُوا تھا کہ اپنا ہاتھی چھوڑ چھاڑ پیدل ہی باغ میں
آ داخل ہُوا تھا۔ اور سپاہیوں کی بھیڑ میں گُم ہو گیا تھا۔
وہاں کِسی کو کِسی کا ہوش نہ تھا۔ افسر ماتحت کا لحاظ کیسے
قائم رہتا۔ بہار جادُو نے اُس کا نام لے کر پُکارا تو وہ
چونکا۔ بھیڑ کو چیرتا ہُوا آگے بڑھا اور اس کے قریب
پہنچ کر ہاتھ جوڑتے ہُوئے بولا "غُلام حاضر ہے ملکہ!
حُکم فرمایئے!"

بہار جادُو نے رُعب سے کہا "کیا تجھے اِس بات پر
شرم نہیں آتی کہ حیرت کے ورغلانے میں آ کر تُو نے
مجھے گرفتار کرنے کا ناپاک اِرادہ کیا تھا؟"

"میں معافی چاہتا ہُوں ملکہ!" شدید جادُو نے کہا۔

"بس! تو اب یہاں ٹھہرنا تجھ پر حرام ہے۔" بہار جادُو
نے حُکم دیا "اِسی وقت اپنی فوج کے ساتھ واپس جا،
حیرت کو جہاں ملے پکڑ کر میرے پاس لے آ۔ خبردار! خالی
ہاتھ واپس نہ آنا۔"

"بہُت بہتر ملکہ عالیہ! میں ابھی جاتا ہُوں۔ ناکام رہا تو
شکل نہ دکھاؤں گا۔" شدید جادُو نے سر جُھکا کر کہا اور
اپنی فوج کو شہرِ ناپُرساں کی سمت کُوچ کرنے کا حُکم دیا۔

سب بہار جادو کے سحر میں گرفتار تھے۔ کسی نے چوں نہ
کی۔ سب ہنہناتے چنگھاڑتے ملکہ حیرت جادو کے خلاف نعرے
لگاتے، آندھی طوفان کی طرح چل دیے۔

مہ رُخ کا لشکر دُشمن کا یہ حال دیکھ کر بے اختیار قہقہے
لگانے لگا۔ ہنستے ہنستے سب کے پیٹوں میں بل پڑ گئے۔
بہار جادو اپنی جگہ خاموش کھڑی رہی۔ شدید جادو کا لشکر
جب اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ تو اُس نے
مُسکراتے ہُوئے سحر پڑھا اور تالی بجائی۔ طلسمی باغ آناً فاناً
غائب ہو گیا۔ اب اُس نے اطمینان کے ساتھ اپنے مور
کو موڑا اور ملکہ مہ جبین الماس پوش کے تخت کی طرف
چل دی۔ وہ جس صف میں سے ہو کر گزرتی، سب اُس
کے لیے راستہ بنا دیتے۔ ہاتھ ہلا ہلا کر تالیاں بجا بجا کر
اُس کا خیر مقدم کرتے۔ جیسے ہی وہ تخت کے قریب
پُہنچی، ملکہ مہ جبین نے اُس پر موتی نچھاور کیے۔ اسد نے
پیٹھ تھپتھپا کر شاباش دی۔ مہ رُخ اور فرمانیہ نے اُسے
گلے لگا لیا۔ پھر دلآرام نے ملکہ مہ جبین کی جانب سے
اعلان کیا:

"اس فتح کی خوشی میں سات دن رات مُسلسل جشن
منایا جائے گا۔"

ملکہ مہ رُخ نے لشکر میں مُنادی کرا دی کہ دُشمن
جادُوگروں کی چھاؤنی کا سارا ساز و سامان لشکریوں کو
انعام میں دیا جاتا ہے۔ لشکر کا جو شخص دُشمن کی جس
چیز پر قبضہ جمائے گا، وہ چیز اُسی کی ہوگی۔"

اب مہ رُخ کے لشکر کو تو مالِ غنیمت کو لوٹنے
اور جشن منانے دیجیے، کچھ حال افراسیاب کا سُنیے۔
ملکہ حیرت جادو کو سلطنت کا کام سپرد کر کے اپنے
ستارے کی نحوست دُور کرنے کے خیال سے وہ طلسم
ظُلمات میں جا پُہنچا۔ ایک تاریک گوشے کو اپنا ٹھکانا
بنایا اور طرح طرح کی قربانیوں، پُوجا اور منتروں سے
خُود کو تسکین پہنچانے لگا۔ اُس نے اپنے آپ کو
ساری دُنیا سے بے تعلق کر لیا تھا اور ہر وقت
یکسوئی کے ساتھ اپنے ٹونوں، ٹوٹکوں اور وظیفوں
میں لگا رہتا تھا۔

لیکن زیادہ دِن نہ گزرے تھے کہ ایک روز اچانک
ملکہ حیرت جادو کا بھیجا ہُوا خط اُسے مِلا۔ یہ وہی
خط تھا جس میں بہار جادو کی غدّاری اور شدید وغیرہ
کو اس کی گرفتاری کے لیے روانہ کیے جانے کی خبر
تفصیل سے لکھی گئی تھی۔

یہ خط پڑھ کر افراسیاب کے ہوش اُڑ گئے۔ بہار جادُو کو چھڑانے اور باغیوں کو مٹانے کا سودا اُس کے سر پر سوار ہوگیا۔ باغیوں پر حاوی ہونے کی ترکیب سوچتے سوچتے اُسے ایران کے قدیم بادشاہ جمشید کی چادر کا خیال آیا اور اُسے حاصل کرنا اُسے ضروری نظر آیا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ اس نے بیابانِ ہستی کی راہ لی۔ ہفتوں کا سفر دِنوں میں اور دِنوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کرتا وہ بیابان کے آخری سرے پر جا پہنچا۔

یہاں ایک زبردست آگ کا دریا اُس کے سامنے موجیں مار رہا تھا۔ جمشید کا مقبرہ اِسی دریا کے پار تھا۔ ہوا میں اُڑتے ہُوئے اُس نے یہ دریا بھی پار کر لیا۔ دُوسرے کنارے پر اُسے ایک بہت بڑا میدان نظر آیا جس کے درمیان میں ایک محل جیسی خُوب صُورت اور شان دار عمارت ہوا میں مُعلّق تھی۔ یہی جمشید کا مقبرہ تھا۔ اِرد گرد ڈراؤنی شکلوں والے صدہا جادُوگر آسن جمائے منتر پڑھ رہے تھے۔ سب اپنی دُھن میں مست تھے۔ کِسی نے افراسیاب کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ نہ افراسیاب ہی نے کِسی سے کوئی بات کی۔

افراسیاب اُن کے درمیان سے گزرتا ہُوا سیدھا مقبرے کے قریب جا پہنچا۔ اُس نے اُڑ کر مقبرے کے اندر جانا چاہا، لیکن زور لگانے پر بھی دروازے کی چوکھٹ سے اُوپر نہ جا سکا۔ وہ سمجھ گیا کہ چڑھاوا پیش کیے بغیر وہ اندر نہ جا سکے گا۔ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر جمشید کی قبر کو ڈنڈوت کی۔ ایڑی کی بوٹی کاٹ کر چڑھاوا چڑھایا اور زور زور سے جمشید کی حمد گانے لگا۔ مقبرے کے اندر جمشید کی سات پُجارنیں جُھولا جُھول رہی تھیں۔ سینکڑوں زبردست جادُوگر صحن میں بیٹھے جمشید کی عِبادت کر رہے تھے۔ افراسیاب کے چڑھاوے کی خُوش بُو اور حمد گانے کی آواز سُن کر جادُوگروں نے دروازہ کھول دیا۔ پُجارنوں نے آگے بڑھ کر اس کا اِستقبال کیا۔ آنے کا سبب پُوچھا۔ افراسیاب نے اپنی پریشانی اور چادر کی خواہش ظاہر کی۔ چُوں کہ وہ شہنشاہِ طلسم اور جمشید کا عقیدت مند تھا، کنیزوں نے اُسے تسلّی دی اور ساتھ لے جا کر ایک تابُوت کے کنارے کھڑا کر دیا۔ افراسیاب نے سوالیہ نِگاہوں سے کنیزوں کی طرف دیکھا تو ان میں سے ایک نے ادب سے کہا، "اے شہنشاہ! یہی جمشید کی قبر ہے۔ تابُوت

کا ڈھکنا اُٹھایئے اور چادر نکال لیجیے۔ آپ کے علاوہ
دُوسرا کوئی اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔"

افراسیاب نے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر تابُوت
کو ڈنڈوت کی اور آگے بڑھ کر اِس کا ڈھکن اُٹھانے
لگا۔ جیسے ہی اُس کا ہاتھ تابُوت پر لگا، مقبرے میں
ٹنگے ہُوئے سینکڑوں گھنٹے خُود بخُود بجنے لگے۔ مقبرے
کے اندر اور باہر موجُود سارے جادُوگر ایک ٹانگ پر
کھڑے ہو کر جمشید کی حمد گانے لگے۔ افراسیاب کا دِل
کانپ اُٹھا۔ اُس نے ڈھکن کو ذرا سا اُوپر کر کے ایک
ہاتھ تابُوت کے اندر ڈال دیا۔ چادر میّت کے کفن
کے اُوپر پھیلی ہُوئی تھی۔ افراسیاب کی اُنگلیاں اس
سے ٹکرائیں تو اُس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ بڑی مُشکل
سے اس نے جی کڑا کیا۔ چادر کو آہستہ سے اُٹھا کر
مُٹھی میں پکڑا اور احتیاط کے ساتھ باہر نِکال لیا۔

مقبرے کے گھنٹے بجنے بند ہو گئے۔ جادُوگروں نے
بھجن گانا ختم کیے۔ اور شہنشاہ افراسیاب زندہ باد کے
نعرے لگانے لگے۔ افراسیاب کا سینہ فخر سے پھُول گیا۔
اُس نے چادر کو ایک بڑے ریشمی رُومال میں رکھنے
کے بعد اسے اپنی جھولی میں ڈال لیا اور پھر وہاں

سے روانہ ہو گیا۔

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ طِلسمِ ظُلمات کو
جاتے ہُوئے افراسیاب نے ملکہ حیرت جادُو سے کہا
تھا کہ جب تک باغیوں کا خطرہ ٹل نہیں جاتا، میں
طلسمِ ظُلمات میں رہوں گا۔ البتّہ کبھی کبھی اپنی پرچھائیں
بھیجتا رہوں گا یا خُود آ جایا کروں گا۔ ملکہ حیرت جادُو
شدید وغیرہ کو باغیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کرنے
کے بعد باغِ سیب سے شہر ناپُرساں میں اپنے محل گنبد
نُور چلی گئی تھی۔ اُس وقت سے باغِ سیب میں دربار
لگنا بند ہو گیا تھا۔ البتّہ سارے درباری، مُختلف مُلکوں
کے ماتحت بادشاہ اور اُن کے سفیر باغِ سیب کے
اِرد گِرد اپنے اپنے محلوں میں موجود رہا کرتے تھے۔
ایک دن وہ سب اپنی رہائش گاہوں میں عیش کر
رہے تھے کہ اچانک شاہی نقاروں کی گُونج سُن کر
چوکنا ہو گئے۔ نقاروں کی آواز دم بہ دم قریب آتی
جا رہی تھی۔ اور یہ اِس بات کا اِعلان تھا کہ شہنشاہِ
افراسیاب عن قریب باغِ سیب میں پہنچنا چاہتا ہے۔
اُنھوں نے جلدی جلدی درباری لباس پہنا اور ایک ایک
دو دو کر کے دربار میں پہنچنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر

میں باغ سیب کھچا کھچ بھر گیا۔ سب لوگ اپنے اپنے
مرتبے کے مطابق کرسیاں سنبھال کر شہنشاہ کا انتظار
کرنے لگے۔ چند لمحوں بعد تختِ شاہی ہوا میں اڑتا ہوا
ظاہر ہوا۔ درباری تعظیم کے لیے اپنی اپنی نشستوں سے
اٹھ کھڑے ہوئے۔ افراسیاب بڑے جلال کے ساتھ
تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ تخت آہستہ آہستہ نیچے اترتا
ہوا اپنی جگہ پر آکر جم گیا۔ دربار میں مرحبا اور خوش آمدید
کی صدائیں گونجنے لگیں۔ درباری باری باری افراسیاب
کے سامنے آکر سلام اور نذرانے پیش کرنے لگے۔

یہ سلسلہ ختم ہوا تو افراسیاب کے اشارے پر
سلطنت کے معاملات کی رپورٹ اس کے سامنے
پیش کی گئی۔ ابھی وہ اس رپورٹ کو دیکھ ہی رہا تھا
کہ اچانک اس کے کانوں میں اس طلسمی نقارے کی
آواز گونجنے لگی جو طلسم ہوش ربا اور سلطنت کوہِ عقیق
کی ایک سرحدی پہاڑی پر رکھا ہوا تھا۔ نقارے کی
آواز سنتے ہی افراسیاب سمجھ گیا کہ سلیمان نے اسے
کوئی خط بھیجا ہے۔ اس نے ایک طلسمی پنجے کو
اشارہ کیا کہ سرحدی پہاڑی پر جائے اور نقارے کے
قریب رکھا ہوا سلیمان کا خط اٹھا لائے۔ طلسمی پنجہ

اپنی جگہ سے اڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا۔

افراسیاب پھر رپورٹ پڑھنے لگا۔ ایک جگہ بیان کیا
گیا تھا کہ ملکہ حسینہ جادو، جسے افراسیاب نے کوہِ عقیق
کی سرحد پر جا کر خداوند لقا اور سلیمان عنبریں کی حمایت
میں امیر حمزہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا، لشکر ساتھ
لینے کے خیال سے اپنے ملک میں گئی مگر آج تک محاذِ
جنگ پر نہ پہنچ سکی۔ کچھ ایسی بیماری اسے لگ گئی
ہے کہ نہ تو اسے اپنی صحت سے مایوسی ہوتی ہے
نہ روانگی کے قابل ہوتی ہے۔

یہ حال معلوم ہوتے ہی افراسیاب کی پیشانی پر بل
پڑ گئے۔ وہ خداوند لقا کی ناراضی اور پریشانی کا تصور
کر کے دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کرنے لگا۔ اتنے
میں طلسمی پنجہ سلیمان عنبریں کا خط لے آیا۔ لکھا تھا:

مدت ہوئی کہ حضور سے مدد بھیجنے اور خداوندِ لقا
کے دل سے امیر حمزہ کی فکر دور کرنے کی درخواست کی
تھی۔ حضور نے فرمایا تھا کہ ملکہ حسینہ جادو کو ایک زبردست
فوج کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ لیکن ابھی تک اس کا کوئی
پتا نہیں۔ اس سے دشمنوں کے حوصلے بڑھتے جا رہے
ہیں۔ دوستوں کی ہمتیں پست ہو رہی ہیں۔ خداوندِ لقا،

فرامرز شاہ اور بختیارک بھی فکر مند ہیں۔ لہٰذا درخواست
ہے کہ توجہ فرمائیں۔ جلد کسی کو بھیجیں کہ یہ معاملہ ختم ہو
خُداوندِ لقا کے وفاداروں کا سر فخر سے بلند ہو۔ اُمید
ہے کہ حضور اِس تھوڑے لکھے کو بہت جانیں گے۔"

افراسیاب نے یہ خط پڑھ کر سوچا اور پھر کچھ سحر پڑھ
کر ایک سمت اِشارہ کرتے ہوئے گرجا "اے سرمست
جادُو! حاضر ہو!"

جس گوشے کی طرف افراسیاب نے اِشارہ تھا وہاں
اک بارگی سیاہ دُھواں چکّر کھانے لگا۔ آگ اور پتھر برسنے
لگے۔ اور پھر خُون جیسی سُرخ اور اُبلی ہُوئی آنکھوں والا
ایک خوف ناک جادُوگر اِنسانی کھوپڑیوں کی مالا پہنے جھُومتا
ہُوا دھوئیں میں سے باہر نِکلا۔ اُسے دیکھتے ہی درباریوں
پر ہیبت طاری ہو گئی۔ افراسیاب کے قریب پہنچ کر اُس
نے تخت کو بوسہ دیا اور ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہنے
لگا "اے آقا! غُلام حاضر ہے۔ حُکم فرمایئے۔"

"سرمست جادُو!" افراسیاب نے کہا "تیری طاقت اور
وفاداری کے اِمتحان کا وقت آ پہنچا ہے۔ فوراً اپنی فوج
لے کر کوہِ عقیق کو روانہ ہو جا۔ وہاں خُداوندِ لقا کا دیدار
کر۔ فرامرز شاہ، بختیارک اور سلیمان عنبریں سے مُلاقات کر۔

امیر حمزہ اُن پر فوج لے کر چڑھ آیا ہے۔ اُسے
دفع کر اور زندہ یا مُردہ خُداوند کے حضُور میں پیش کر۔"

"بہت بہتر آقا!" سرمست جادُو نے کہا۔ اِطمینان
رکھیے۔ اِمتحان میں پُورا اُتروں گا۔ اگر حمزہ کوئی دیو ہے
تو پتھر کی طرح مسَل ڈالوں گا، پہلوان ہے تو کچّا
چبا جاؤں گا، چٹان ہُوا تو سُرمہ بنا دُوں گا، فولاد
ہُوا تو پانی کر دُوں گا، آسمان ہُوا تو قدموں پر جُھکا
دُوں گا اور اگر سمندر ہُوا تو بھاپ بنا کر اُڑا دُوں گا۔
اُس کی کیا مجال جو خُداوندِ لقا سے گستاخی کر سکے۔"

یہ کہہ کر سرمست جادُو دربار سے رُخصت ہُوا اور
ایک زبردست فوج لے کر دھوم دھام سے کوہِ عقیق
کی سمت روانہ ہو گیا۔

اب افراسیاب نے ایک مشہور سردار روناس جادُو
کو طلب کیا، چادرِ جمشید اُس کے حوالے کی اور کہنے
لگا:

"اے روناس! عمرو اور مہ رُخ نے طلسمِ ہوش رُبا میں
ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ بہار جادُو کو اپنا بنا رکھا ہے۔
جلد سے جلد اپنی ساری فوج کے ساتھ ان کی سرکوبی

کے لیے روانہ ہو جا۔ بہار جادُو کو جس طرح بن
پڑے، واپس لا۔ یہ چادر حفاظت سے رکھنا اور مُصیبت
کے وقت استعمال کرنا۔ اِس کے ہوتے بہادروں کا
کوئی ہتھیار، جادُو گردوں کا کوئی وار تُجھ پر اثر نہ کرے
گا۔ جس کو چاہے گا اِس چادر کی ہوا سے بے ہوش
کر دے گا۔ جِسے چاہے گا وہ ہوش میں آ جائے گا۔
جب تک یہ چادر تیرے پاس رہے گی، تُجھ پر کوئی
حاوی نہ ہو سکے گا۔ تُو سب پر بھاری رہے گا۔"

عیّارنیں اور عیّار

چادرِ جمشید پاکر روناس خُوشی سے پھولا نہ سمایا۔ یہ
ایک بہُت بڑا اِعزاز تھا۔ سارے درباری رشک کی
نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگے۔ ہر ایک کا دِل گواہی
دے رہا تھا کہ اب روناس یقیناً باغیوں پر فتح پائے
گا۔ بہار جادُو، مہ رُخ، فرمانیہ، مہ جبین، اسد اور عمرو
وغیرہ سب کو گرفتار کر لائے گا۔

روناس رُخصت ہونے لگا تو افراسیاب نے کہا
"میں یہاں سے ملکہ حیرت کے پاس شہرِ ناپُرساں جا رہا
ہوں۔ باغیوں کو گرفتار کر کے وہیں لانا۔"

روناس نے سر جُھکا کر اور سینے پر ہاتھ رکھ کر
افراسیاب کو سلام کیا اور اپنے ٹھکانے پر جا کر روانگی
کی تیاری کرنے لگا۔ پھر جب سرمست جادُو امیر حمزہ
کے مقابلے کے لیے اور روناس جادُو مہ رُخ کے

مُقابلے کے لیے اپنی اپنی فوجیں لے کر طلسمِ باطن سے روانہ ہو گئے تو افراسیاب نے بھی شہرِ ناپُرساں کی راہ لی۔

افراسیاب اِس بات سے بالکل بے خبر تھا کہ بہار جادُو کے سِحر میں مُبتلا ہو کر شدید جادُو مع اپنی فوج کے شہرِ ناپُرساں پہنچ چُکا تھا اور اہلِ شہر پر قیامت ڈھا رہا تھا۔ افراسیاب جب وہاں پہنچا تو شہر میں کہرام مچا ہُوا تھا۔ شدید جادُو کی فوج ہر طرف لُوٹ مار کر رہی تھی۔ خُود شدید جادُو شاہی محافظوں کو مارتا کاٹتا ملکہ حیرت کے محل گنبدِ نُور کے احاطے میں داخل ہو چُکا تھا اور ملکہ کو اپنے مُقابلے پر آنے کے لیے للکار رہا تھا۔

ملکہ کے خط سے افراسیاب کو پہلے ہی معلوم ہو چُکا تھا کہ قہر جادُو اور عذاب جادُو کے ساتھ شدید جادُو بھی مہ رُخ اور بہار جادُو وغیرہ کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اب جو اُس نے شدید جادُو اور اُس کے ساتھیوں کو یہ ہنگامہ کرتے دیکھا تو فوراً سمجھ گیا کہ وہ بہار جادُو کے سِحر کے اثر میں ہیں۔ اِس کا توڑ سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا کہ

انھیں ہلاک کر دیا جائے۔ یہ بات اِس کے لیے تکلیف دِہ تھی۔ مگر اور کوئی چارہ نہ دیکھ کر اُس نے ایک فولادی گولا اپنی بغلی تھیلی سے نکالا اور سِحر پڑھ کر شدید جادُو کی طرف پھینک دیا۔ گولا سنسناتا ہُوا آن کی آن میں شدید جادُو کی پیٹھ پر جا لگا اور سینہ توڑ کر باہر نکل گیا۔ شدید خاک و خُون میں تڑپنے لگا۔ اُس کے ہمراہی یہ دیکھ کر افراسیاب کی طرف پلٹ پڑے۔ اُن کے تیور صاف بتا رہے تھے کہ وہ افراسیاب کی تکّا بوٹی کر کے رکھ دیں گے۔

افراسیاب نے فوراً سِحر پڑھ کر تالی بجائی۔ زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ زمین شق ہُوئی۔ بارہ طلسمی پُتلے نکل کر اس کے سامنے آ گئے۔ چار کو اُس نے اپنے اُوپر حملہ کرنے والوں کے قتل کا حُکم دیا۔ باقی کو شہر میں پھیل کر فسادیوں کا صفایا کرنے کا اِشارہ کیا۔ اِس کے بعد تخت کو اُڑا کر محل میں ملکہ حیرت جادُو کے پاس پہنچا۔ شدید جادُو کے ساتھیوں کا قتلِ عام شرُوع ہو گیا۔ ہر جادُوگر کے مرنے پر آندھی چلتی۔ تاریکی پھیلتی، شور غُل مچتا اور اُس کے ہم زاد اُس کی موت کا اعلان کرتے۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت دونوں یہ اعلان

سُنتے اور افسوس کرتے کہ اپنے آدمی اپنے ہی ہاتھوں ہلاک ہو رہے ہیں۔

کچھ دیر بعد اِن آوازوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ محل کے باہر خاموشی چھا گئی۔ یہ اِس بات کا اِعلان تھا کہ شدید جادُو کی فوج مُکمّل طور پر ختم ہو چُکی ہے۔ ملکہ حیرت نے افراسیاب سے کہا "جہاں پناہ! اب مُجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ اِجازت دیجیے کہ جا کر باغیوں کی خبر لُوں۔ سرداروں سے یہ کام نہ بن سکے گا۔ میرے سِوا کوئی باغیوں پر قابُو نہ پا سکے گا۔ وفاداروں کو خواہ مخواہ کٹوانے سے کیا فائدہ؟"

"تُم فِکر نہ کرو ملکہ!" افراسیاب نے کہا "میں رُوناس کو روانہ کر چُکا ہُوں۔ چادرِ جمشید لایا تھا سو اُس کے حوالے کر چُکا ہُوں۔ مہ رُخ اور بہار جادُو کا کوئی جادُو اُس پر نہ چل سکے گا۔ نہ دُشمنوں کا کوئی ہتھیار اُس پر کارگر ہو سکے گا۔ یقین رکھو۔ وہ ہرگز ناکام نہ لوٹے گا۔ سارے باغیوں کو باندھ کر لے آئے گا۔"

افراسیاب کی یہ بات سُن کر ملکہ حیرت کے دِل کی اُداسی دُور ہو گئی۔ کُچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد وہ بولی "یہ آپ نے بڑا اچھا کیا۔ چادرِ جمشید بے شک

اس کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ مگر میرا دِل دُشمن کے عیاروں سے کھٹکتا ہے۔ بہادُری اور جادُوگری پر عیاری کا پلّہ بھاری رہتا ہے۔ حضُور اِس پر کیوں توجّہ نہیں دیتے؟ دُشمن عیاروں کے مُقابلے پر نمک خوار عیاروں کو کیوں نہیں بھیجتے؟ آخر شہرِ نِگارستان، صرصر عیارہ کو جاگیر میں کیوں دیا گیا ہے؟ اُس کا ہُنر آخر کِس دِن ہمارے کام آئے گا؟"

افراسیاب ملکہ حیرت کی اِس بات پر اِس طرح چونک اُٹھا جیسے اُسے اپنی کِسی غلطی کا اچانک اِحساس ہو گیا ہو۔ "تُمھارا یہ مشورہ بڑا قیمتی ہے ملکہ! میں اِس پر ضرُور عمل کروں گا۔" افراسیاب نے ملکہ حیرت سے کہا اور ایک جادُوگر کو بُلا کر حُکم دیا "اِسی وقت اُڑتے ہُوئے شہرِ نِگارستان جاؤ اور صرصر عیارہ کو مع ٹولی حاضر ہونے کی تاکید کرو۔"

شہرِ ناپُرساں سے شہرِ نِگارستان کا فاصلہ کُچھ زیادہ نہ تھا۔ جادُوگر جلد ہی وہاں جا پہنچا۔ شہنشاہ کا پیغام مِلتے ہی صرصر نے اپنی نائب صبا رفتار اور سہیلیوں شمیمہ، صنوبر اور تیز نِگاہ کو طلب کر کے تیّار ہو جانے کا حُکم دیا۔ صرصر کی طرح وہ چاروں بھی غضب کی

عیارہ تھیں۔ عیاری کے فن میں کسی غیر کو اپنا ہم پلّہ
نہ سمجھتی تھیں۔ پانچوں نے جلدی جلدی عیارنوں کا
خاص لباس زیب تن کیا، کمند سر پر باندھی، عیاری
کے سامان کی جھولی کندھے پر لٹکائی۔ گوپھن ہاتھ میں
لی، خنجر کمر بند سے اٹکایا، ڈھال پیٹھ پر باندھی اور
پھر ہرنوں کی طرح چھلانگیں لگاتی گنبدِ نور کی سمت
روانہ ہو گئیں۔ سارا راستہ انھوں نے ایک جیسی رفتار
سے دوڑتے ہوئے طے کیا اور گنبدِ نور پہنچ ہی کر
دم لیا۔ شہنشاہ افراسیاب اور ملکہ حیرت جادو کو سلام
و نذرانہ پیش کیا۔

افراسیاب نے صرصر سے کہا "تم جانتی ہو کہ
تمھیں کیوں طلب کیا گیا ہے؟"

"جی نہیں بندہ پرور!" صرصر نے جواب دیا" اور ہمیں
یہ پوچھنے کی ضرورت بھی نہیں۔ غلاموں کا کام آقا کے
حکم کی تعمیل کرنا ہوتا ہے اس کا سبب جاننا نہیں۔"
ملکہ حیرت کو صرصر کا یہ جواب بہت پسند آیا۔
افراسیاب کے دل میں بھی اس کی قدر پیدا ہو گئی۔
اس نے کہا "میں تم پر پورا پورا بھروسا کرتا ہوں۔
اب سنو! میں نے تمھیں ایک اہم کام کے لیے بلایا

ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ مہ رُخ اور بہار جادو وغیرہ
نے مابدولت سے بغاوت کی ہے۔ مجھے اُن کی
مطلق پروا نہیں۔ البتّہ اُن کے ساتھ امیر حمزہ کے
پانچ عیار ہیں۔ بلا کے فتنہ اور مکّار ہیں۔ باغیوں کے
لیے حفاظت کی دیوار ہیں۔ نت نئے ہتھکنڈوں سے
میرے جادوگروں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ میرا کوئی سردار
باغیوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ
انھیں چھڑا لیتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح
ان عیاروں کا قصّہ پاک کیا جائے۔ انھیں قتل یا گرفتار
کیا جائے۔ بتاؤ! کیا تم یہ کام کر سکتی ہو؟ عمرو
اور اس کے شاگردوں سے بخیر و خوبی نپٹ سکتی ہو؟"

صرصر نے ادب سے سر جھکایا اور ہاتھ جوڑ کر
کہنے لگی "سرکار! کنیز اس بات کو اپنی خوش قسمتی
سمجھتی ہے کہ حضور نے اس پر اس درجہ اعتماد کیا۔
خدمت گزاری کا موقع دے کر دل شاد کیا۔ حضور
اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم جادو منتر سے بالکل بیگانہ
ہیں۔ البتّہ عیاری میں یگانہ ہیں۔ ہمیں عمرو اور اس
کے شاگردوں سے بالکل خوف نہیں۔ حضور دیکھیں گے
کہ کنیز اور اس کی یہ سہیلیاں امتحان میں پوری اتریں

گی۔ جلد سے جلد ان عیاروں کو گرفتار کر کے خدمتِ
عالی میں پیش کریں گی۔ صرف اجازت درکار ہے۔
میری ٹولی اسی وقت مہم پر جانے کے لیے تیار ہے
حضور خاطر جمع رکھیں۔ وہ آگ ہیں تو ہم شرارہ ہیں۔
وہ مکّار ہیں تو ہم عیّارہ ہیں۔ وہ سانپ ہیں تو
ہم ناگن ہیں۔ اگر وہ بادل بن کر گرجیں گے تو ہم
بجلی بن کر کڑکیں گے۔ وہ طوفان کا روپ دھاریں
گے تو ہم آندھیاں بن کر ماریں گے۔ اُن کا کوئی
حربہ ہم پر نہ چل سکے گا۔ ہمارے ہنر کا توڑ اُن
سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔"

افراسیاب اور ملکہ حیرت کو صرصر کی ان باتوں سے
اطمینان ہو گیا۔ شاباش و آفرین کہتے ہوئے اُنھوں
نے صرصر اور اُس کی سہیلیوں کو رخصت کیا۔

پانچوں عیارنیں گنبدِ نور سے نکل کر لشکرِ مہ رخ
کی سمت روانہ ہو گئیں۔ ہفتوں کا سفر دنوں میں
اور دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کیا۔ اتاروں، چڑھائیوں
اور آبادیوں، ویرانوں کو ایک جیسی رفتار سے پار
کیا۔ آخر وہ طلسم ظاہر کے پہاڑوں کے قریب جا پہنچیں
اور ایک پہاڑی کے اونچے درخت پر چڑھ کر ارد گرد

کا جائزہ لینے لگیں۔ پہلی ہی نظر میں انھیں دو زبردست
لشکر ایک دوسرے کے سامنے ڈیرے ڈالے دکھائی
دیے۔ دوربینیں نکال کر وہ ان لشکروں کے نشانات
اور جھنڈوں کو غور سے دیکھنے لگیں۔ انھیں پتا چل
گیا کہ ایک لشکر روناس جادو کا ہے جسے افراسیاب
نے چادرِ جمشید دے کر روانہ کیا تھا اور دوسرا لشکر
ملکہ مہ رخ کا ہے۔ روناس جادو کے لشکر میں اب بھی
جگہ جگہ خیمے اور شامیانے لگائے جا رہے تھے۔ لدو
جانوروں کی پیٹھوں سے سامان اتارا جا رہا تھا۔ یہ اس
بات کی دلیل تھی کہ اس کا لشکر کچھ ہی دیر پہلے یہاں
پہنچا ہے۔ مہ رخ کی چھاؤنی میں زبردست چہل پہل
تھی۔ چاق و چوبند سپاہیوں اور جادوگروں کے جتھے مورچہ
بندی کرنے میں مصروف دکھائی دیتے تھے۔

پانچوں عیارنوں نے اپنے طور پر مہ رخ کے لشکر کو
زیر و زبر کرنے کا ارادہ کیا۔ اُنھوں نے ایک خطرناک
منصوبہ بنایا اور لشکر کے بغلی جنگل کی طرف بڑھنا شروع
کیا۔ اُدھر لشکرِ مہ رخ میں جیسے روناس جادو کی آمد کا
غلغلہ بلند ہوا، عمرو اور اُس کے چاروں عیار شاگرد
لشکر گاہ سے نکل کر بغلی جنگل کو چل دیے۔ ان کا ارادہ

روناس کے خیمے میں بھیس بدل کر جانے اور اس کا
کام تمام کرنے کا تھا۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ ایک
سمت سے پانچوں عیارنیں اُچھلتی کودتی چلی آ رہی تھیں
اور دوسری سمت سے پانچوں عیار چھلانگیں لگاتے بڑھتے
چلے جا رہے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن
تھے۔ لیکن دونوں میں سے کسی کو بھی اس بات کا اندیشہ
نہ تھا کہ جنگل کے اس حصّے میں ان کا ٹکراؤ ہو جائے
گا۔ ہر ایک کا منصوبہ دھرا رہ جائے گا۔

آخر یہی ہوا۔ دونوں ٹولیاں اپنی دُھن میں مست
بڑھی چلی آتی تھیں کہ ایک مقام پر اِک بارگی ان کا
آمنا سامنا ہو گیا۔ دونوں ٹولیاں ایک دوسرے کے سامنے
صف باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔ ایک دوسرے کو غور سے
دیکھنے لگیں۔ دو بدو مقابلہ اٹل تھا۔ چھپنے بھاگنے کا
کسی کے لیے کوئی موقع نہ رہا تھا۔ کچھ دیر عیاروں پر
نگاہ دوڑانے کے بعد صرصر للکاری:

"اے بدنصیبو! ہمیں نہیں جانتے تو جان لو۔ میرا نام
صرصر ہے۔ یہ میری نائب صبا رفتار ہے۔ وہ شمیمہ ہے۔
اس کے بعد والی کا نام صنوبر ہے۔ اس کے برابر تیز نگاہ ہے۔
ہم سب شہنشاہ افراسیاب کی نمک خوار عیارہ ہیں۔ چند

لمحوں کے اندر تم سب ہمارے ہاتھوں اپنے انجام کو
پہنچو گے۔ اِس لیے بتاؤ کہ تم کون ہو تاکہ بے نام ونشان
ہمارے شکار نہ بنو؟"

عمرو نے یہ سُن کر قہقہہ لگایا اور کہنے لگا: "افراسیاب
بھی بڑا گاودی ہے جو تم جیسی چھوکریوں کو ہمارے
مقابلے پر بھیجتا ہے۔ شاید تمھارے دودھ کے دانت
بھی نہیں ٹوٹے۔ خیر اچھا ہوا تم آ گئیں۔ سنبھل جاؤ۔
تمھیں پکڑ کر ہم ابھی اپنے لشکر میں لے جائیں گے۔
بچوں کے پوتڑے دھلوانے کے کام پر لگائیں گے۔ آگاہ
ہو جاؤ۔ میرا نام عمرو ہے۔ یہ مہتر قران ہے۔ وہ برق
فرنگی ہے۔ اس کے برابر ضرغام شیردل ہے۔ اس کے
بعد والے کا نام جانسوز بن قیران ہے۔ ساری دُنیا میں
ہماری دھوم ہے۔ دُنیا بھر کے عیار ہمارے آگے کان
پکڑتے ہیں۔ زمانے بھر کے پہلوان اور جادوگر ہمارے نام
سے تھرّاتے ہیں۔ ہماری کنیزیں بننے پر تمھیں ہرگز
افسوس نہ ہوگا۔ تم بھی اب کوئی دم میں اپنے غرور
پر نادم ہوگی۔ دِل و جان سے ہماری خادم ہوگی۔ ہاں!
اب جس ہنر پر ناز ہو کام میں لاؤ۔ اپنا کمال دکھاؤ۔
بعد میں نہ کہنا کہ مقابلے کی حسرت نہ نکل سکی۔"

یہ کہہ کر عمرو نے اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھنے
کے لیے للکارا۔ سب نے کمندیں ہاتھوں میں سنبھال
لیں۔ عمرو نے صرصر کی طرف قدم اُٹھایا۔ قران صبارفتار
کی طرف چلا۔ برق شمیمہ کی طرف لپکا۔ جانسوز نے
صنوبر کو تاڑا۔ ضرغام تیز نگاہ کی سمت بڑھا۔ پانچوں
عیارنیں اطمینان سے اپنی جگہ جمی کھڑی رہیں۔ قریب
پہنچ کر عیاروں نے جونہی اُن پر کمندیں پھینکیں ،
پھندوں کے بیچ سے سمٹ کر سب نے ہوا میں
جست لگائی اور اِس طرح صاف بچ کر نکل گئیں
جیسے صابن سے تار۔ ساتھ ہی نیچے آتے آتے پانچوں
نے خنجر کھینچ کر اِس طرح عیاروں کے سر پر وار کیے
کہ کمندیں چھوڑ کر سب گزوں پیچھے اُچھل کر جا گرے۔
بس اِس کے بعد اُن کے درمیان خوف ناک مقابلہ
شروع ہو گیا۔ عمرو اور اُس کے شاگردوں کو جلد ہی
اندازہ ہو گیا کہ عیارنوں کو اُنھوں نے کمزور سمجھ کر
بڑی غلطی کی ہے۔ ہر لحاظ سے وہ ان کی ٹکر کی
ثابت ہو رہی تھیں۔ انھیں قابو میں کرنے کے لیے
وہ ہر قسم کے حربے اِستعمال کرنے لگے۔
عیارنوں کو بھی پتا چل گیا کہ ان کے دشمن کوئی

ایرے غیرے نہیں۔ ان سے بازی لے جانا کھیل نہیں۔
شام تک اُنھوں نے خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر
جب کوئی نتیجہ نکلتا نہ دیکھا تو لڑائی ملتوی کرنے
کا فیصلہ کیا۔ صرصر نے سیٹی بجائی اور جل دے کر عمرو
کے سامنے سے ایک طرف کو جا کر غائب ہو گئی۔
دُوسری عیارنوں نے بھی یہی کیا۔ سب اپنے اپنے
حریفوں کو غچہ دے کر صاف نکل گئیں۔ پانچوں
عیار اُن کے پلٹنے کا اِنتظار کرنے لگے۔
کچھ دیر بعد عمرو اُن کی چال سمجھ گیا۔ اپنے
ساتھیوں کو اس نے مقابلہ ختم ہونے کا اِشارہ کیا۔
اور ان کو ساتھ لے کر پہاڑ کے ایک محفوظ درے
میں جا چھپا۔ عیارنیں بھی کچھ دیر بعد اکٹھی ہوئیں
اور جا کر ایک محفوظ غار میں پناہ گزیں ہوگئیں۔ عمرو
اور اُس کے شاگردوں کی طرح اُنھوں نے بھی اپنا
پہلا منصوبہ ترک کر کے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ نیا
منصوبہ سوچنے کے لیے اگلے دن کو مقرر کیا۔
دُوسرے دن صبح سویرے ہی سے روناس اور مریخ
کے لشکر میں جنگ کے نقارے گونجنے لگے۔ دونوں
لشکر نعرے لگاتے اپنی چھاؤنیوں سے نکلے اور میدان

جنگ میں آکر ایک دوسرے کے سامنے صفیں آراستہ کرنے لگے۔ اِن حالات میں عیّاروں اور عیّارنوں کا لڑنا بے کار تھا۔ وہ سب اپنی اپنی پناہ گاہوں سے نِکلے اور درختوں میں چھپ کر جنگ کا حال دیکھنے لگے۔

دونوں لشکر آمنے سامنے صف بستہ ہو گئے تو روناس جادُو نے پہل کی۔ اپنی فوج سے نِکل کر میدان میں آیا اور لشکرِ مہ رُخ کو للکار کر کہنے لگا "او نمک حرامو! باغیو! میرا نام روناس جادُو ہے۔ میں تمھاری قضا بن کر یہاں آ پہنچا ہُوں۔ تم میں سے کوئی بھی میرے ہاتھوں قتل یا گرفتار ہونے سے نہ بچ سکے گا۔ ایک دو کے میرے مُقابلے پر آنے کی ضرُورت نہیں۔ اگر تم میں غیرت ہے، اپنی جادُوگری پر ناز ہے تو سب مِل کر مجھ پر اپنے سِحر کے وار کرو۔ اِس لیے کہ میں نہیں چاہتا کہ تم یہ کہو کہ دِل کی حسرت نہ نکال سکے۔ جلدی کرو۔ ورنہ میں ایک ساتھ تم سب پر حملہ کر دُوں گا۔"

مہ رُخ کے جادُوگروں کو اس کی یہ ڈینگ سُن کر بڑا تاؤ آیا۔ سب نے اُس پر آگ پتھر، تیر اور اژدہے برسانا شرُوع کر دیے۔ روناس نے فوراً منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ اس کی طرف ہونے والی جادُوئی

برسات پلٹ کر مہ رُخ کے جادُوگروں پر برسنے لگی۔ مہ رُخ کے جادُوگر اس مُصیبت سے خُود کو بچانے کے لیے زور زور سے منتر پڑھنے لگے۔

اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے روناس نے ایک اور سِحر پڑھ کر تالی بجائی۔ دم کے دم میں ہزارہا پرند آسمان سے پیدا ہُوئے اور نیچے آ آ کر مہ رُخ کے لشکریوں کے سروں پر بیٹھنے لگے۔ مہ رُخ کے جادُوگروں نے بڑی کوشش کی مگر اِن پرندوں کو نہ روک سکے۔ وہ پرند جس کے بھی سر پر آ بیٹھتے، دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت بن جاتا۔ مہ رُخ کی فوج کے ہزاروں سپاہی اور جادُوگر تھوڑی ہی دیر میں درختوں کا ایک گھنا جنگل بن کر رہ گئے۔ طلسمی پرندے ان درختوں کی پھنگیوں پر بیٹھ کر خُوشی کے گیت الاپنے لگے۔

بہار جادُو سے یہ نہ دیکھا گیا۔ اس نے اپنی کمر میں دوپٹّا باندھا اور مور سے چھلانگ لگا کر نیچے آئی۔ بالوں کا جُوڑا کھول کر ہاتھی دانت کی ایک ڈبیا نکالی۔ ڈبیا کے اندر ایک خُوب صورت ننھی سی گڑیا تھی۔ گڑیا کو ہاتھ میں لیے ہُوئے وہ دوڑتی ہُوئی ایک اُونچے ٹیلے پر چڑھ گئی اور روناس کی طرف مُنہ کر کے کھڑی ہُوئی

پھر چھنگلی میں نشتر لگا کر گڑیا پر خون ٹپکایا اور کہنے لگی :

"اے پیاری گڑیا! کیا تو روناس کے اِن طلسمی پرندوں کے عذاب سے ہمیں نہیں بچا سکتی ؟"

بہار جادو کی بات سن کر گڑیا کھلکھلا کر ہنسی۔ اُچھل کر اس کے ہاتھ سے نکلی اور اُوپر جا کر غائب ہو گئی۔ دُوسرے ہی لمحے آسمان پر ایک لمبا چوڑا باریک جال چھا گیا۔ روناس جادو کے سارے طلسمی پرندے اِس میں پھنس کر پھڑپھڑانے لگے۔ بہار جادو کی گڑیا پھدک پھدک کر ان پرندوں کو ذبح کرنے لگی۔ مہ رُخ کے لشکر کے جو لوگ درخت بن گئے تھے۔ جب اُن پر طلسمی پرندوں کا خون گرتا تو وہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتے۔ تھوڑی ہی دیر میں سارے طلسمی پرندے ہلاک ہو گئے۔ مہ رُخ کے سارے لشکری اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔ روناس جادو یہ حال دیکھ کر دل میں کڑھتا تھا اور اپنے جادو کا توڑ کرنے والے کی تلاش میں غصّے سے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑاتا تھا۔ اچانک اس نے بہار جادو کو دیکھ لیا۔

بہار جادو کے سحر کی تعریفیں وہ پہلے ہی سُن چکا

تھا۔ اب جو اُسے اپنے مُقابلے پر دیکھا، اُس کے توڑ کو کامیاب پایا تو دِل میں ڈرا کہ کہیں وہ اِس پر غالب نہ آ جائے۔ یہ خیال کر کے اُس نے مُقابلے کو غیر مُناسب جانا۔ اِک بارگی جست لگا کر ہوا میں اُڑا اور چادرِ جمشید کو لشکرِ مہ رُخ کے اُوپر زور سے جھاڑا۔ چادر کی گرد کے باریک ذرّے آناً فاناً پھیل کر مہ رُخ کے لشکر پر جا گرے۔ مہ رُخ، مہ جبین، دلآرام، ملکہ فرانیہ، اسد اور بہار جادو سمیت آدھے سے زیادہ لشکر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ روناس نے یہ دیکھ کر اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا اِشارہ کیا۔ مہ رُخ کے لشکر کے جو لوگ بے ہوش ہونے سے بچ رہے تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ روناس کے لشکر نے ان میں سے بہتوں کو قتل اور باقی کو گرفتار کیا۔ جو لوگ بے ہوش ہو چکے تھے، اُن سب کو طلسمی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ دیا۔

جب کوئی مُقابلہ کرنے والا باقی نہ رہا تو روناس نے پھر اُڑ کر چادرِ جمشید ہلائی اور پُکارا "اے باغیو! ہوش میں آ جاؤ اور اپنے حال کو دیکھ کر افسوس کرو!" دم کے دم میں سارے بے ہوش قیدی ہوش میں آ گئے

اور اپنے آپ کو روناس کے رحم و کرم پر دیکھ کر بے چین
و پریشان ہوتے لگے۔

روناس نے اپنے لشکر والوں کو حکم دیا "باغیوں کا سارا
مال و اسباب لوٹ لو اور آج کی رات آرام کرو۔ کل صبح
قیدیوں کو لے کر شہر ناپرساں شہنشاہ کی خدمت میں
روانہ ہو جائیں گے۔"

حکم کے مطابق اس کے آدمی اندھیرا ہونے تک
مہ رخ کی چھاؤنی کو لوٹتے رہے۔ لوٹ کا مال اپنے
ڈیروں میں لا لا کر رکھتے رہے۔ رات ہونے پر روناس
کو اس کے افسروں نے آکر رپورٹ دی کہ قیدیوں میں اور
سب ہیں مگر امیر حمزہ کے پانچوں عیار نہیں ہیں۔ روناس
نے انھیں ہدایت کی:

"پہرا چوکی کا انتظام سخت کر دو۔ عیاروں سے چوکس
اور ہوشیار رہو۔ جگہ جگہ طلسمی جال بچھا دو کہ اگر وہ
کسی طرح لشکر گاہ میں آ جائیں تو بچ کر نہ جا سکیں۔"

افسروں نے سر جھکایا اور رخصت ہو کر اپنے اپنے
خیموں میں چلے گئے۔

عمرو اور اس کے شاگرد جنگ کا یہ افسوس ناک
انجام دیکھ کر تلملا اٹھے۔ سب نے اپنے اپنے طور پر

روناس کو قتل کرنے اور اپنے لشکر کو اس کے سحر
سے آزاد کرانے کا فیصلہ کیا۔ برق، ضرغام اور جانسوز
بھیس بدل کر روناس کے لشکر میں آئے لیکن طلسمی
پھندوں میں گرفتار ہوئے۔ افسروں نے انھیں لے
جا کر روناس کے سامنے پیش کیا۔ روناس نے سحر پڑھ
کر انھیں بے حس و حرکت کیا اور افسروں سے کہا
"ابھی دو خطرناک عیار اور باقی ہیں۔ ہوشیار رہو۔ اور
جب بھی گرفتار ہوں، لا کر پیش کرو۔"

افسر چلے گئے تو روناس نے اپنی بارگاہ کے ارد گرد
جادو کا ایسا گھیرا کھینچ دیا کہ جو بھی اندر آئے، آتے
ہی بے ہوش ہو جائے۔ یہ انتظام کر کے وہ اطمینان
کے ساتھ کھانے پینے لگا۔ لیکن ایک غلطی اس سے
ہو گئی۔ بارگاہ کے دروازوں پر پہرا دینے والے
محافظوں کو اکٹھا کر کے اس نے کہا تھا "تم لوگ
دروازوں سے دور جا کر بے فکری سے گپیں ہانکو۔ کھاؤ
پیو۔ اگر کوئی آدمی چھپتا چھپاتا اندر آنے کی کوشش
کرے تو بالکل نہ ٹوکنا۔ خیمے کے اندر پہنچتے ہی وہ
بے ہوش ہو جائے گا۔ اگر کوئی خیر خواہ ہوا تو چھوڑ
دوں گا۔ عیار ہوا تو آسانی سے گرفتار کر لوں گا۔"

اتفاق سے عمرو قریب ہی کرامتی چادر اوڑھے کھڑا
تھا۔ وہ اپنے تینوں شاگردوں کی عیاری دیکھنے کے
لیے ان کے پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔ جب روناس نے
انھیں بے حس کر دیا اور انھیں گرفتار کر کے لانے
والے افسر چلے گئے تو اُس نے فیصلہ کیا کہ اسی طرح
چادر اوڑھے، سب کی نگاہوں سے چھپ کر اندر جاؤں
گا اور شاگردوں کو چھڑا کر روناس کا کام تمام کر دوں
گا۔ اسی ارادے سے وہ خیمے کے دروازے کی طرف
بڑھ رہا تھا لیکن روناس نے باہر آکر پہرے داروں کو
جو ہدایت دی تھی، اُس کا ایک ایک لفظ عمرو نے
صاف سُن لیا تھا۔ یوں عین موقع پر وہ خطرہ سے
آگاہ ہو گیا تھا۔

اسی موقع پر اس کے ذہن میں ایک نیا منصوبہ
آیا۔ دروازے سے پلٹ کر وہ لشکر گاہ کے باہر چلا گیا۔
ایک جگہ اوٹ میں پہنچ کر اُس نے کرامتی چادر اُتار کر
زنبیل میں رکھی۔ صرصر عیارہ کی شاگرد صبا رفتار کا بھیس
بنایا اور بڑی بے باکی کے ساتھ چلتا ہوا روناس کی
بارگاہ کے قریب جا پہنچا۔ اس سے پہلے اس نے ایک
کاغذ میں عطرِ بے ہوشی لگا کر لفافے میں بند کر دیا تھا۔

راستے میں جو بھی اُسے ٹوکتا وہ کہتا کہ میں ملکہ حیرت
کے پاس سے آئی ہوں۔ ایک خفیہ خط روناس کے
لیے لائی ہوں۔"

روناس کی بارگاہ کے دربانوں سے بھی اس نے
یہی کہا۔ ساتھ ہی انھیں بڑے رُعب سے یہ بھی
ہدایت دی کہ جا کر روناس کو اطلاع دیں۔ ایک دربان
نے دروازے کے قریب جا کر روناس کو یہ بات بتائی۔
اس نے اندر ہی سے جواب دیا "بھیج دو!" عمرو نے
یہ سُنا تو دروازے کے قریب جا پہنچا اور غصّے سے
چلاتے ہوئے کہنے لگا " اے روناس جادو! ایک
معمولی فتح حاصل کر کے تیرا دماغ اتنا خراب ہو گیا
ہے کہ ادب لحاظ بھی کھو بیٹھا ہے؟ میں ملکہ معظمہ
کا خط لے کر آئی ہوں اور تو اتنا مغرور ہو گیا
ہے کہ تعظیم کی شرط بھی پوری نہیں کرتا۔ دروازے
تک چل کر آنا بھی گوارا نہیں کرتا۔"

روناس اس کی یہ ڈانٹ سُن کر گھبرا گیا۔ دل
میں ڈرا کہ کہیں جا کر ملکہ سے شکایت نہ کر دے۔
فوراً دروازے پر آیا۔ عمرو نے بڑے غصّے سے اُسے
لفافہ تھمایا اور بولا "بس! میں یہیں سے واپس جاتی

ہوں۔ تو بڑا گھمنڈی ہے۔ خط پڑھ کر جس سے
چاہنا جواب بھجوا دینا۔"
روناس نے خوشامد کرتے ہوئے کہا "میں اپنی
غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔ مجھ پر رحم کرو۔ دو گھڑی
آکر خیمے میں بیٹھو۔ کچھ کھاؤ پیو۔ میں خط پڑھ کر ابھی
جواب لکھ دوں گا۔"

"دیکھ روناس!" عمرو نے کہا "مجھے بے وقوف
مت سمجھ۔ صرصر عیارہ کی شاگرد ہوں۔ کیا میں نہیں
سمجھ سکتی کہ دربانوں کو تو نے کیوں دروازوں سے
دور بٹھا رکھا ہے؟ کیوں مجھے خیمہ کے اندر چلنے کو
کہہ رہا ہے؟ اسی لیے نا کہ میں اندر جا کر بے ہوش
ہو جاؤں اور تو میرے زیور اتار لے۔ بول کیا غلط
کہہ رہی ہوں؟"

یہ سن کر روناس نے منتر پڑھ کر بارگاہ کے اندر
کھینچا ہوا جادو کا گھیرا ختم کیا۔ نقلی صبا رفتار کو اندر
لے گیا اور صوفے پر بیٹھ کر لفافہ چاک کیا۔ نقلی
صبا رفتار نے منہ پھیر کر اپنی ناک بند کر لی۔ روناس
کاغذ کی تہہ کھولنے لگا۔ اچانک کاغذ کی تہہ سے
عطر بے ہوشی کی بھبک اٹھی اور روناس کی ناک

میں داخل ہو گئی۔ اسے زور کی چھینک آئی اور وہ
بے ہوش ہو گیا۔

برق، ضرغام اور جانسوز یہ رنگ دیکھ کر حیرت سے
صبا رفتار کو گھورنے لگے۔ وہ بے چارے ایک کونے
میں پڑے تھے۔ ہلنے جلنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔
مگر دیکھ اور سن سب کچھ سکتے تھے۔ نقلی صبا رفتار نے
جلدی جلدی اپنے چہرے کا رنگ روغن مٹایا اور تینوں
عیاروں کی سمت دیکھتے ہوئے زور کا نعرہ لگایا:

تینوں بے بس عیاروں کے چہرے چمک اٹھے۔
اب انھیں کوئی شبہ نہ رہا کہ نقلی صبا رفتار کے روپ
میں یہ استاد ہی ہیں۔ روناس بے ہوش ہی تھا کہ عمرو
نے زنبیل سے خنجر نکالا اور پے در پے وار کر کے
اس کا کام تمام کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گھپ اندھیرا
چھا گیا۔ زوردار آندھی چلنے لگی۔ رونے پیٹنے کا شور
برپا ہو گیا اور کچھ دیر میں آواز آئی "افسوس! مجھے
دھوکے سے ہلاک کیا۔ میرا نام روناس جادو تھا۔"

روناس کے مرتے ہی تینوں عیاروں پر چھائی ہوئی
طلسمی بے حسی جاتی رہی۔ لشکر ماہ رخ طلسمی ہتھکڑیوں
اور بیڑیوں سے آزاد ہو گیا۔ روناس کی فوج میں کہرام

بچ گیا۔ پہرے دار اور دربان روناس کی بارگاہ کی طرف
بھاگے۔ ہر عیار جان بچانے کے لیے جدھر منہ اُٹھا
اُدھر نکل گیا۔ برق نے دوسروں سے زیادہ سمجھ دکھائی۔
آزاد ہوتے ہی وہ روناس کی لاش پر جھپٹا۔ جان بچانے
سے زیادہ اُسے چادرِ جمشید کی فکر تھی۔ اندھیرا اور ہڑبونگ
کے باوجود اُس نے پُورے ہوش و حواس کے ساتھ
روناس کی تلاشی لی۔ آخر وہ اس کی جھولی سے چادرِ
جمشید پانے میں کامیاب ہوگیا۔ اب اس کا دِل شیر
ہو چکا تھا۔ چادر اوڑھ کر دُشمن جادُوگروں کے بیچ
سے گزرتا ہُوا شہر نابرساں کی طرف چل دیا۔ چادر کی
وجہ سے نہ کوئی جادُوگر اس پر قابُو پا سکتا تھا۔ نہ اُن
کا کوئی حربہ اس پر اثر کر سکتا تھا۔ اپنے لشکر کی
طرف وہ اس ڈر سے نہ گیا کہ اُستاد اُس سے چادرِ
جمشید چھین لیں گے۔ وہ اِس کی مدد سے کچھ کارنامے
انجام دینے کی ٹھان چکا تھا۔

مہ رُخ اور اُس کی فوج نے آزاد ہوتے ہی
روناس کی چھاؤنی میں قیامت برپا کر دی تھی۔ بے سردار
کی فوج بھلا اس اچانک مصیبت سے کیسے نپٹ سکتی
تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں ان کے اوسان خطا ہو گئے۔

وہ دہشت اور گھبراہٹ میں اِدھر اُدھر بھاگتے مگر
کہیں امان نہ پاتے۔ صُبح ہوتے ہوتے میدان صاف
تھا۔ اُن کی بڑی تعداد قتل ہو چکی تھی۔ چند ایک
کے علاوہ کوئی بھی بچ کر نہ جا سکا۔ جو قتل نہ ہُوا
یا تو گرفتار ہو چکا تھا یا زخمی حالت میں تڑپ رہا تھا۔

آخرکار مہ رُخ کی فوج نے دُشمن کا سارا مال و
اسباب اپنے قبضے میں کیا اور فتح کے ڈنکے بجاتی
اپنے ٹھکانے کی طرف چل دی۔ اِسی موقع پر جا کر
عمرو کو چادرِ جمشید کا خیال آیا۔ شاگردوں میں سے ایک
ایک سے سختی سے پُوچھ گچھ کی۔ سب نے قسمیں کھا
کر اُسے یقین دلایا کہ وہ نہیں لائے۔ برق غیر حاضر تھا
سب نے یہی خیال ظاہر کیا کہ وہی لے اُڑا ہوگا۔ عمرو
نے بھی اس خیال کو دُرست سمجھا۔ غُصّے سے سُرخ ہوکر
اُس نے ہنٹر نکالا اور برق کی تلاش میں نکل کھڑا ہُوا۔

اُدھر جنگل میں پانچوں عیارنیں کسی اور ہی فکر میں
تھیں۔ جب روناس نے مہ رُخ کے سارے لشکر کو
قید کیا تھا تو اُن کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا تھا۔
لیکن پھر رات کی تاریکی میں جیسے ہی روناس کی موت
کا غُل مچا اُس کی چھاؤنی میں کہرام بپا ہُوا، غم اور

غصے سے ان کی حالت غیر ہو گئی۔ انھیں یقین ہو
گیا کہ عمرو اور اُس کے شاگردوں کے علاوہ یہ
کسی کا کارنامہ نہیں ہو سکتا۔ فوراً ہی ہر ایک نے ایک
ایک عیار کو ٹھکانے لگانے کی قسم کھائی اور ایک دوسرے
سے جدا ہو گئیں۔ صبا رفتار برق کے پیچھے ہو لی
صرصر نے بھیس بدل کر عمرو کی تلاش شروع کر دی۔
برق بھاگم بھاگ شہر ناپرساں کی طرف چلا جاتا تھا کہ ایک
مقام پر اُسے شبہ گزرا کہ کوئی اُس کا پیچھا کر رہا
ہے۔ وہ ڈرا کہ کہیں اُستاد چادرِ جمشید پھینکنے نہ آ
رہے ہوں۔ گھنی جھاڑیوں کا ایک موڑ قریب آ رہا
تھا۔ بغیر پیچھے دیکھے وہ آگے بڑھتا رہا۔ مگر پھر انتہائی
چالاکی کے ساتھ موڑ مڑتے ہوئے وہ جھاڑیوں
میں دبک کر بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہیں راستے پر جم
گئیں۔ اس کا خیال صحیح ثابت ہوا۔ کوئی اُس کا
پیچھا کر رہا تھا۔ مگر پیچھا کرنے والا جب اس
کے قریب پہنچا تو خوف کھانے کے بجائے وہ
مسکرانے لگا۔ آنے والا عمرو نہیں، صرصر کی نائب
صبا رفتار تھی۔ برق کو لشکر سے نکلتے ہوئے اُس
نے تاڑ لیا تھا۔ جب سے اس کا پیچھا کرتی چلی

آ رہی تھی۔ اسے پہچانتے ہی برق نے جلدی جلدی
صرصر کا بھیس بھرا۔ چکر کاٹ کر صبا رفتار کے قریب
پہنچا اور ایک جھاڑی کی اوٹ سے کمند اس کی
طرف پھینکتے ہوئے صرصر کی آواز میں چلایا "اے برق
ہوشیار! میں آ پہنچی۔"

کمند کے پھندے سے بچنے کے لیے صبا رفتار ایک
طرف کو اُچھل گئی اور آواز کی سمت حیرت اور غور سے
دیکھنے لگی۔ نقلی صرصر نے اسی وقت جھاڑی کی اوٹ
سے نکل کر بناوٹی حیرت اور خوشی کے ساتھ صبا رفتار
کو گھورتے ہوئے کہا "ارے تم؟ اور وہ موا برق
کدھر گیا؟"

"ارے اُستانی! آپ یہاں!" صبا رفتار بولی "برق
مجھ سے آگے تھا۔ کیا اِدھر سے نہیں گزرا؟"

"میں نے تو اسی کو دیکھ کر کمند پھینکی تھی۔" نقلی
صرصر نے کہا "ضرور وہ یہیں کسی جھاڑی میں چھپ
گیا ہے۔ زیادہ دُور نہ گیا ہوگا۔ میں دائیں طرف نگاہ
دوڑاتی ہوں۔ تم بائیں طرف غور سے جھاڑیوں کو دیکھو۔
بچ کر جانے نہ پائے۔"

صبا رفتار اپنی اُستانی کی ہدایت پر جھاڑیوں کی

پھنگیوں کو دیکھنے لگی تاکہ ان کی حرکت سے یہ اندازہ کر سکے کہ کوئی اندر چھپا ہے یا نہیں۔ نقلی صرصر اسی موقع کی منتظر تھی۔ اس نے جھولی سے حباب بے ہوشی نکالا اور صبا رفتار کے منہ پر کھینچ مارا۔ حباب پھٹا، بے ہوشی کی دوا صبا رفتار کی ناک میں جا گھسی۔ اس نے ایک چھینک لی اور بے شدھ ہو کر گر پڑی۔

نقلی افراسیاب

صبا رفتار کو بے ہوش کرنے کے بعد نقلی صرصر یعنی برق فرنگی سوچ میں پڑ گیا۔ کبھی خیال کرتا اُسے باندھ کر اُستاد کے پاس لے جاؤں، کبھی سوچتا یہیں چھوڑ کر چل دُوں۔ اچانک اُسے ایک اعلیٰ درجے کی شرارت سُوجھ گئی۔ اپنی جھولی سے بھیس بدلنے کا سامان نکالا اور صبا رفتار کا حلیہ تبدیل کرنے لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر جب اُس نے چاروں طرف سے گھوم پھر کر صبا رفتار کا جائزہ لیا تو فخر سے اس کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ صبا رفتار ہُو بہُو عمرو دکھائی دے رہی تھی۔ برق نے اُسے ایک بوری میں بند کیا اور پیٹھ پر لاد کر شہرِ ناپُرساں کی سمت روانہ ہو گیا۔

اب اصلی صرصر کا حال سُنیے۔ بھیس بدل کر وہ مہرُخ کے لشکر میں عیاروں کے قریب جا پہنچی تھی۔ اُس نے

وہ ساری گفت گو اپنے کانوں سے سن لی تھی جو چادرِ
جمشید کے بارے میں عیاروں کے درمیان ہوئی تھی۔ آخر
میں جب عمرو ہنٹر پھٹکارتا ہوا برق کی تلاش میں نکل
کھڑا ہوا تو صرصر بھی اس کے پیچھے چل دی۔ لشکر سے
نکل کر عمرو جنگل میں آیا اور کہیں سیٹی بجا کر کہیں نام
لے کر برق کو پکارنے لگا۔ اسی موقع پر ایک جھاڑی
میں چھپ کر صرصر نے برق کا بھیس بنایا۔ چکر کاٹ کر
عمرو کے آگے نکل گئی اور پھر پلٹ کر اس طرح عمرو
کی طرف بھاگنے لگی جیسے وہ اس کی سیٹیاں اور آوازیں
سن کر چلی آ رہی ہو۔

عمرو نے جو نقلی برق کو بھاگ کر آتے دیکھا تو اکڑ
کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سمجھا کہ برق فرنگی اپنے کیے پر پشیمان
ہوا ہے۔ مجھے اپنی تلاش میں دیکھ کر چوکڑی بھول گیا
ہے۔ نقلی برق نے قریب پہنچ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا
"استاد! مجھ سے غلطی ہوئی۔ خدا کے لیے معاف کر دو۔"

عمرو اور بھی اکڑ گیا اور ہلکے سے ایک ہنٹر اس کی
پیٹھ پر لگاتے ہوئے بولا "بس! آ گیا راہ پر۔ اچھا چل،
پیر پکڑ، ناک رگڑ اور چادرِ جمشید نکال!"

نقلی برق گھگھیاتا ہوا فوراً اس کے پیروں پر گر

گیا۔ عمرو صاحب فخر سے پھول گئے۔ لیکن ان کی یہ حالت
زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ نقلی برق نے قدموں پر سر
رگڑتے ہوئے ان کی پنڈلیوں کو پکڑا اور پھر ایک دم
تڑپ کر ٹانگیں گھسیٹ لیں۔ عمرو چاروں شانے چت
دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ برق کی اس گستاخی کا عمرو
تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ ہنٹر اب بھی اس کے ہاتھ میں
تھا۔ "ابے! تیری یہ جرأت؟" وہ غصے سے چلایا اور
ہنٹر سنبھالتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی
لمحے نقلی برق نے پھرتی سے ایک حباب بے ہوشی عمرو
کے منہ پر کھینچ مارا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

نقلی برق یعنی صرصر نے عمرو کو ایک بوری میں بند کیا،
بہروپ ہٹا کر اپنی اصلی حالت میں آئی اور عمرو کو پیٹھ
پر لاد کر چوکڑیاں بھرتی شہر ناپرساں کی طرف چل دی۔ اب
صورت یہ تھی کہ آگے آگے نقلی صرصر یعنی برق فرنگی
نقلی عمرو یعنی صبا رفتار کو لیے چلا جا رہا تھا اور پیچھے
پیچھے اصلی صرصر اصلی عمرو کو گرفتار کیے لیے جا رہی تھی۔
دونوں میں سے کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔ دونوں
شہنشاہ افراسیاب اور ملکہ حیرت کے سامنے اپنا کارنامہ پیش
کرنے اور اس کی داد حاصل کرنے کے لیے بے تاب

تھے۔ اپنی اپنی کارگزاری پر دونوں ہی خوشی سے
پھولے نہ سماتے تھے۔ دونوں آگے پیچھے شہرِ ناپُرساں
میں داخل ہوئے اور گنبدِ نور میں جا پہنچے۔ وہاں
افراسیاب اور ملکہ حیرت دربارِ خاص میں تھے کہ چوبدار
نے آ کر عرض کیا:

"شہنشاہ کا اقبال بلند ہو! صرصر عمرو عیّار کو گرفتار
کر لائی ہے۔ پیش کرنے کی اجازت چاہتی ہے۔"

یہ اطّلاع پا کر افراسیاب اور ملکہ حیرت دونوں خوشی
سے کِھل اُٹھے۔ افراسیاب نے چوبدار کو حکم دیا "فوراً
حاضر کرو!" سارے درباری ہکّا بکّا ہو کر ایک دوسرے
کو تکنے لگے۔ عمرو کی گرفتاری کی خبر ان کے لیے
کوئی معمولی بات نہ تھی۔ وہ جانتے تھے کہ ایک
سے ایک زبردست جادوگر یہ کارنامہ انجام دینے میں
ناکام ہو چکا ہے۔ درجنوں نامی گرامی ساحر اس کے
ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ نقلی صرصر پیٹھ پر ایک
بوری لادے ہوئے دربار میں داخل ہوئی۔ سب
بے صبری کے ساتھ آسے اور اُس کی پیٹھ پر لدی
ہوئی بوری کو دیکھنے لگے۔ نقلی صرصر تخت کے

قریب پہنچی، افراسیاب اور ملکہ حیرت کو ادب سے
سلام کیا اور بوری کو اُلٹ کر فخر کے ساتھ بولی
"عالم پناہ! آپ کا مجرم عمرو حاضر ہے۔"

سب لوگ اُچک اُچک کر اس شخص کو غور
سے دیکھنے لگے جو بوری سے باہر نکلا تھا اور
بے ہوش دکھائی دے رہا تھا۔ بلاشبہ وہ ہو بہو
عمرو لگتا تھا۔

"شاباش صرصر! تم نے بڑا کام کیا۔ مابدولت تم
سے بہت خوش ہوئے۔" شہنشاہِ افراسیاب نے
نقلی صرصر کی تعریف کی اور محافظوں کو اشارہ کرتے
ہوئے بولا "اس مردود کو کھمبے سے باندھ دو۔"

نقلی عمرو یعنی صبا رفتار کو کس کر کھمبے سے باندھ دیا
گیا۔ نقلی صرصر یعنی برق فرنگی کا چہرہ فخر سے تمتمانے لگا۔
افراسیاب اود ملکہ حیرت نے اپنے اپنے ہار اُتار کر
اُسے انعام میں دیے۔ لیکن ابھی وہ نقلی عمرو کے
بارے میں کوئی حکم دینے ہی والے تھے کہ چوبدار
نے آ کر عرض کیا:

"حضور پُرنور! ایک اور صرصر حاضر ہونے کی اجازت
چاہتی ہے۔ وہ بھی کسی عمرو عیار کو باندھ کر لائی ہے۔"

یہ سُن کر درباریوں کی طرح خُود افراسیاب اور ملکہ حیرت
بھی سناٹے میں آ گئے۔ اُنھوں نے نقلی صرصر کو گھُور
کر دیکھا تو وہ بولی " عالی جاہ ! اصلی عمرو یہی ہے جو
سامنے کھمبے سے بندھا ہُوا ہے۔ اور اصلی صرصر بھی
میں ہی ہُوں۔ ضرور عمرو کے کسی شاگرد نے میرا بھیس
بنایا ہے اور یہاں آکر حضور کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔
میں تخت کے نیچے چھُپی جاتی ہُوں تاکہ وہ مجھے دیکھ
کر ہوشیار نہ ہو جائے۔ جیسے ہی وہ داخل ہو، حضور
اُسے گرفتار کروا کے کھمبے سے بندھوا دیں۔ پھر میں
ظاہر ہوکر اُس کا بھانڈا پھوڑ دُوں گی۔"

افراسیاب کو نقلی صرصر یعنی برق کی یہ بات پسند
آئی۔ اُسے تخت کے نیچے جا چھُپنے کی اجازت دے
کر اُس نے محافظوں کو ایک خاص اِشارہ کیا اور چوبدار
سے بولا " آنے دو!"

کُچھ ہی دیر میں اصلی صرصر اصلی عمرو کو لادے ہُوئے
دربار میں داخل ہُوئی۔ فخر اور بے اِنتہا خُوشی کے
مارے اُس کا دِل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ لیکن
جیسے ہی اُس نے اصلی عمرو کو بوری سے نِکال کر فرش
پر ڈالا، کئی محافظوں نے پیچھے سے آکر اُسے پکڑ لیا۔

" عالی جاہ ! اِنصاف!" صرصر نے افراسیاب سے کہا
"میں تو عمرو جیسے خطرناک عیّار کو گرفتار کر کے لائی
ہُوں اور مُجھ سے ایسا سلُوک کیا جا رہا ہے!"

" خاموش مکّار! افراسیاب دہاڑا۔" مجھے دھوکا دینا
چاہتا ہے؟ تو ضرور عمرو کا کوئی شاگرد ہے لیکن تُجھے
پتا نہیں کہ تُجھ سے پہلے عمرو گرفتار ہو کر یہاں پہنچ
چُکا ہے۔ وہ دیکھ! تیرا اُستاد کھمبے سے بندھا کھڑا
ہے۔"

یہ کہہ کر افراسیاب نے محافظوں کو اِشارہ کیا تو وہ
اُسے گھسیٹتے ہُوئے ایک دُوسرے کھمبے کے پاس
لے گئے۔ وہ چیختی چِلّاتی رہی۔ اپنے اصلی صرصر
ہونے کا دعویٰ کرتی رہی۔ مگر کسی نے اس کی
ایک نہ سُنی۔ محافظوں نے اُسے کس کر کھمبے سے باندھ
دیا۔ اِسی موقع پر نقلی صرصر تخت کے نیچے سے نِکل کر
سامنے آئی۔ اصلی عمرو فرش پر جُوں کا تُوں بے ہوش
پڑا ہُوا تھا۔ نقلی صرصر نے بے ہوشی دُور کرنے والی
خُوشبُو میں بھیگا ہُوا رُومال عمرو کی ناک کے قریب
پھینک دیا۔ رفتہ رفتہ عمرو کو ہوش آنے لگا۔

اصلی صرصر نے جب دیکھا کہ اس کی کوئی بات نہیں

سُنی جاتی تو افراسیاب سے کہنے لگی "عالی جاہ! اس
نقلی صرصر کے دھوکے میں نہ آیئے۔ یا تو یہ خود عمرو
ہے یا اس کا کوئی شاگرد۔ بہتر ہے کہ ہم میں سے
کسی کی بات کا یقین نہ کیجیے۔ کتاب سامری دیکھ کر
فیصلہ کیجیے۔ جو جھوٹا ثابت ہو اُسے سزا دیجیے۔"

اصلی صرصر کی یہ بات افراسیاب کے دل کو لگی۔ اُس
نے چاہا کہ کتاب اُٹھا کر دیکھے، اصل حقیقت معلوم
کرے۔ مگر اسی لمحے نقلی صرصر یعنی برق فرنگی نے ہاتھ
جوڑ کر اس سے کہا "شہنشاہِ عالی مقام! کتاب دیکھنے
سے پہلے میری ایک بات سُن لیجیے۔"

افراسیاب بولا۔ "کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

نقلی صرصر نے کہا "راز کی بات ہے۔ کان میں
کہوں گی۔"

افراسیاب نے اِشارے سے اس کی بات تسلیم کی۔
نقلی صرصر اس کے قریب جا پہنچی۔ پھر جونہی اس نے
اپنا کان نقلی صرصر کی طرف بڑھایا، نقلی صرصر نے بات
کہنے کے بجائے ایک زور دار چپت اس کے سر
پر لگائی۔ اُس کا تاج چھین کر جھولی میں رکھا اور
چادرِ جمشید سر پر اوڑھتے ہوئے نعرہ لگایا "اے

افراسیاب! جو کر سکتا ہے کر لے۔ میں ہوں برق فرنگی،
عمرو کا شاگرد۔"

برق کی اس حرکت پر افراسیاب سمیت سارے
درباری سناٹے میں آ گئے۔ عمرو ہوش میں آ چکا
تھا۔ برق کا نعرہ اس کے کان میں پہنچ چکا تھا۔
اس نے بھی اُٹھ کر نعرہ لگایا "ہوشیار ہو افراسیاب!
عمرو اب آزاد ہے۔" اب جا کر سارے درباری اور
محافظ چونکے۔ افراسیاب اپنے آپ میں آیا۔ ملکہ
حیرت للکاری "دونوں مکاروں کو پکڑ لو! خبردار
جانے نہ پائیں!"

عمرو نے فوراً عیاری کی چادر اوڑھ لی اور سب
کی نِگاہوں سے رُوپوش ہو کر درباریوں کا مال اُڑا
کر زنبیل میں رکھنے لگا۔ کوئی اپنے بازوبند کو رونے
لگا، کوئی انگوٹھی کو۔ کوئی پکارا "میرا ہار غائب ہو گیا۔"
کوئی چلایا "میرا کنگن اُتر گیا۔"

جادوگر اور محافظ عمرو کو تو نہ دیکھ سکتے تھے،
البتہ برق فرنگی اُن کی نِگاہوں کے سامنے تھا۔ سب
چاروں طرف سے اُس پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن چادرِ جمشید
کی وجہ سے کسی کا جادو اس پر اثر نہ کر سکا۔ کوئی

محافظ اس کے قریب نہ پہنچ سکا۔ برق سبھوں کو
للکارتا افراسیاب کو بُرا بھلا کہتا دربار سے نکل گیا
اور شہر میں جا کر لُوٹ مار کرنے لگا۔ عمرؔو بھی کچھ
دیر بعد شہر کے گلی کوچوں میں جا پہنچا اور راہ گیروں
اور دُکان داروں پر بے دریغ ہاتھ صاف کرنے لگا۔
تھوڑی ہی دیر میں ہر طرف کُہرام مچ گیا۔ جسے دیکھو
دُہائی دیتا "ہائے میں لُٹ گیا! میری زندگی بھر کی
کمائی چھن گئی!"

شہر کے وہ لوگ جو ابھی اِس لُوٹ مار سے محفوظ
تھے، اصل حقیقت سے بے خبر تھے۔ اِس ہنگامے
سے یہ سمجھے کہ دُشمن کی کوئی فوج چڑھ آئی ہے اور
من مانی کرتی پھر رہی ہے۔ بہت سے لوگ شہر سے
بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ ہوشیار ہوشیار! مدد مدد!
پکارتے گنبدِ نُور جا پہنچے اور شہنشاہِ افراسیاب سے
فریاد کرنے لگے۔

افراسیاب نے دُشمن کی فوج کے حملے کی افواہ
سُن کر فوراً جادُوگروں کی ایک فوج روانہ کی۔ ساتھ
ہی خُود بھی ملکہ حیرت سمیت گنبدِ نُور سے نیچے آیا اور
جنگی تیاریاں کرنے لگا۔ ملکہ حیرت نے دُشمنوں کو غارت

کرنے کے لیے جادُو کے زور سے سینکڑوں طِلسمی
اژدہے پیدا کیے جو شہر کے گلی کوچوں میں پھیل کر
سامنے آنے والے ہر شخص کو ہڑپ کرنے لگے۔
صدہا شہریوں کے علاوہ افراسیاب کی فوج کے کتنے
ہی جادُوگر بھی ان اژدہوں کی خُوراک بنے۔

کچھ دیر بعد یہ سمجھ کر کہ دونوں عیار اور دُشمن
کے فوجی ہلاک ہو چکے ہوں گے، ملکہ حیرت نے اپنے
پیدا کیے ہُوئے اژدہوں کو منتر پڑھ کر دفع کیا۔ جن
گلیوں اور سڑکوں پر اژدہوں نے یلغار کی تھی وہاں
سناٹا چھایا ہُوا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک گلی سے
افراسیاب کی فوج کا ایک جادُوگر آتا دکھائی دیا۔
اس کی پیٹھ پر ایک گٹھڑی سی بندھی ہُوئی تھی۔
افراسیاب نے اُسے اپنے قریب آنے کا اِشارہ کیا۔
جیسے ہی جادُوگر نے قریب پہنچ کر افراسیاب اور
ملکہ کو سلام کیا، افراسیاب نے پُوچھا "گٹھڑی میں
کیا ہے؟"

جادُوگر نے گٹھڑی زمین پر رکھ دی اور بولا "اس
میں عمرؔو کو باندھ کر لایا ہُوں۔"

سب جُھک کر گٹھڑی کو دیکھنے لگے۔ جادُوگر

گٹھڑی کھولنے لگا۔ اُوپر والی چادر الگ ہونے پر
ایک بوری نظر آئی جس کا مُنہ بندھا ہُوا تھا۔ جادُوگر
نے بوری کے مُنہ والے حِصّے کو اُٹھا کر اُوپر کیا۔
سب لوگ سانس روک کر اور نِگاہیں جما کر بوری کو
دیکھنے لگے۔

اب جادُوگر وہ تسمے کھولنے لگا جن سے بوری
کا مُنہ باندھا گیا تھا۔ ہوتے ہوتے آخری تسمہ رہ گیا۔
اسی لمحہ جادُوگر بجلی کی سی پھُرتی کے ساتھ اپنی جگہ
سے اُچھل کر افراسیاب کے تخت پر جا پہنچا، ایک
زور دار چپت اس کے سر پر لگائی اور تاج کو جھپٹ
کر جھولی میں رکھتے ہُوئے للکارا:
"او افراسیاب! جو بگاڑ سکتا ہو بگاڑ لے۔ میں برق
فرنگی ہُوں۔ یہ دُوسرا تاج بھی میرا ہے۔"
افراسیاب اور اس کے خیرخواہ سناٹے میں آ گئے۔
برق نے چادرِ جمشید اوڑھی اور شہر کی سمت بھاگ کھڑا
ہُوا۔ جادُوگروں اور مُحافظوں نے اس پر طرح طرح
کے وار کیے مگر وہ ان سے بچ کر شہر میں داخل
ہو گیا اور پہلے کی طرح پھر دولت مندوں، تاجروں
اور جوہریوں کو لُوٹنے لگا۔ شہر میں پھر کُہرام مچنے لگا۔

صنعت سحرساز، افراسیاب کی ایک وزیر تھی۔
جادُوگری میں بے نظیر تھی۔ اس نے جو برق کو صاف
بچ کر جاتے دیکھا تو سخت جوش میں آئی۔ ایک خاص
منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت کے
سوا جتنے بھی لوگ شہرِ ناپُرساں میں تھے۔ سب کے
سب بے ہوش ہو گئے۔ چند لمحوں بعد صنعت نے
ایک دُوسرا منتر پڑھا۔ اِس شرط کے ساتھ کہ جو بھی دُشمن
ہو وہ تو بے ہوش رہے، باقی سب ہوش میں
آ جائیں۔ منتر نے اپنا اثر دکھایا تو اس نے سپاہیوں
اور جادُوگروں کو حُکم دیا "شہر کے گلی کوچوں میں پھیل
جاؤ جو آدمی بھی بے ہوش ملے باندھ کر لے آؤ۔"
کچھ دیر بعد شمیمہ عیّارہ، صرصر کی شاگرد، ایک سمت
سے آئی اور افراسیاب کو سلام کر کے ادب سے
کھڑی ہو گئی۔ افراسیاب نے اِشارے سے اُسے
قریب بُلایا اور کہنے لگا "اے شمیمہ! تیری عیّاری
آخر ہمارے کس دِن کام آئے گی؟ عمرو اور برق
نے شہر میں اودھم مچا رکھا ہے۔ کیا تو انھیں گرفتار
کرنے کا حوصلہ نہ دکھائے گی؟"
شمیمہ نے آگے بڑھ کر سر جھکایا اور بولی "عالم پناہ!

یہ کام میرے لیے زیادہ مشکل نہیں۔ مگر اس سلسلے میں ایک اہم بات حضور کو بتانا ضروری سمجھتی ہوں!"

یہ سن کر افراسیاب نے سپاہیوں اور جادوگروں کو دور ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ اور جب وہ تنہا رہ گیا تو شمیمہ اس کے اور قریب ہو گئی۔ افراسیاب نے جھک کر اپنا کان اس کے منہ کے قریب کیا، دوسرے ہی لمحے شمیمہ نے افراسیاب کے سر پر ایک زور دار چپت لگا کر اس کا تیسرا تاج بھی جھپٹ لیا اور نعرہ لگایا:

"او ملعون! میں شمیمہ نہیں، برق فرنگی ہوں۔ جو کر سکتا ہو کر لے!"

اس مرتبہ افراسیاب نے اسے دبوچ لینا چاہا، مگر برق نے پھرتی سے ڈبکی لگائی اور صاف بچ کر نکل گیا۔ افراسیاب کے جادوگروں نے اس پر جادو کے ناریل اور انڈوں وغیرہ کی برسات کر دی۔ مگر چادرِ جمشید اوڑھ کر وہ صاف بچ کر نکل گیا۔ جادو کا کوئی وار اس پر کارگر نہ ہو سکا۔ اسی چادر کی وجہ سے وہ صنعت سحر ساز کے جادو سے بھی بے ہوش نہ ہو سکا تھا۔ اور عمرو بے ہوش ہونے سے یوں بچ گیا کہ اس نے

حضرت دانیال کی کرامتی چادر تان لی تھی۔

برق کو غائب ہوتا دیکھ کر افراسیاب کے وزیر سرمایہ برف انداز کو بڑا تاؤ آیا۔ اس نے سحر پڑھ کر تالی بجائی۔ اک بارگی قلفی جما دینے والی سرد ہوائیں چلنے لگیں۔ کچھ دیر بعد سردی اتنی بڑھی کہ سارے جاندار ٹھٹھرنے لگے۔ غریب غربا کے بدن اکڑنے اور ہر شخص کے دانت بجنے لگے۔ ہوتے ہوتے سردی جب اتنی بڑھ گئی کہ لاتعداد لوگ مرنے لگے تو سرمایہ برف انداز نے اپنا جادو ختم کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پھر پہلے جیسا موسم ہو گیا۔ سرمایہ برف انداز کو یقین ہو گیا کہ برق اور عمرو طلسمی سردی سے ہلاک ہو چکے ہوں گے۔ اس نے جادوگروں کو حکم دیا کہ ان کی لاش ڈھونڈھ کر لے آئیں۔ صدہا جادوگر شہر کے گلی کوچوں میں پھیل گئے۔ اور مرے ہوئے لوگوں میں عمرو اور برق کی لاشیں تلاش کرنے لگے۔

کچھ دیر بعد ایک جادوگر بڑے فخر کے ساتھ چلتا ہوا آیا اور افراسیاب کو سلام کر کے اس کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کٹا ہوا سر لٹک رہا تھا۔ افراسیاب نے اس سے پوچھا "یہ کس کا سر ہے؟" جادوگر نے ادب سے جواب دیا "عالم پناہ!

میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ جب اِس سر کو اُوپر اُچھالتا ہُوں تو اِس کے مُنہ سے آواز آتی ہے کہ میں برق فرنگی ہُوں۔"

افراسیاب نے کہا "اچھا! ذرا اِسے میرے سامنے تو اُچھالو۔"

جادُو نے کٹے ہُوئے سر کو کئی چکّر دیے اور پھر زور سے اُوپر اُچھال دیا۔ وہ کافی بُلندی تک اُوپر اُٹھتا چلا گیا۔ افراسیاب اور اُس کے مُصاحب غور سے اُسے دیکھنے لگے۔ اچانک اُس جادُوگر نے افراسیاب کے سر پر ایک زوردار دھپ لگائی، تاج کو جھپٹ کر جھولی میں رکھا اور نعرہ بلند کیا:

"او احمق! میں ہی برق فرنگی ہُوں۔"

افراسیاب نے سب کے سامنے برق سے یہ چوتھی چپت کھائی تھی اور چوتھا تاج گنوایا تھا۔ اس کے غُصّے اور شرمندگی کی اِنتہا نہ رہی۔ اُس کے سپاہیوں اور جادُوگروں نے فوراً برق کو گھیرے میں لے لیا۔ لیکن چادرِ جمشید اوڑھ کر وہ ہنستا کھیلتا ان کا گھیرا توڑ کر نِکل گیا۔ کوئی ہتھیار اور جادُو اُسے نقصان نہ پہنچا سکا۔

افراسیاب کے تیسرے وزیر باغبان قُدرت نے برق کو ایک گلی میں جا کر غائب ہوتے دیکھا تو اُس کا خُون کھول اُٹھا۔ غُصّے میں آکر اُس نے اپنے گلے میں پڑا ہُوا پھُولوں کا ایک ہار توڑا اور کوئی منتر پڑھ کر شہر کی سمت اُچھال دیا۔ آن واحد میں ہر طرف گُلاب کے تختے لہلہانے لگے۔ پھُولوں کے اندر سے لال جیسے پرند نکلے اور اِدھر اُدھر اُڑتے ہُوئے عمرو اور برق کو تلاش کرنے لگے۔ خاصی دیر تک وہ شہر کے گلی کوچوں اور میدانوں میں منڈلاتے رہے۔ لیکن عمرو حضرت دانیال کے سائبان کے نیچے ہونے کی وجہ سے اور برق چادرِ جمشید اوڑھے رہنے کے سبب ان پرندوں کو دکھائی نہ دیے۔ آخر وہ ہر شخص کے سروں پر بیٹھنے لگے۔ جیسے ہی وہ کسی کے سر پر بیٹھتے ویسے ہی وہ مست ہو کر نعرہ لگاتا، اپنا گریبان چاک کرتا اور دیوانہ ہو کر جنگل کی راہ لیتا۔ تھوڑی ہی دیر میں شہر کی گلیاں اور سڑکیں دیوانوں سے بھر گئیں۔ پاگلوں کے ہجوم طرح طرح کی حرکتیں کرتے، غُل غپاڑہ مچاتے جنگل کی سمت بھاگنے لگے۔

باغبانِ قُدرت خاموشی سے یہ تماشا دیکھتا رہا۔ آخر

جب اُسے یقین ہو گیا کہ عمرو اور برق بھی پاگل ہو چکے ہوں گے تو اُس نے اپنا جادو ختم کیا۔ پرندے اور پھولوں کے تختے غائب ہو گئے۔

برق اور عمرو اب تک شہرِ ناپُرساں میں ہنگامہ آرائی کرتے رہے تھے۔ مگر جب اُنھوں نے دیکھا کہ افراسیاب کے جادوگر ان کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور ان کی وجہ سے شہر کے ہزاروں بے گناہ طرح طرح کی مصیبت میں مُبتلا ہو رہے ہیں تو وہ وہاں سے چل دیے۔

اِسی وقت ایک جانب سے ہزاروں گھنٹوں کی آوازیں آنے لگیں اور گُنبدِ نُور کے سامنے موجود مجمع میں کھلبلی مچ گئی۔ اچانک شہنشاہ افراسیاب تختِ رواں پر بیٹھا اس مجمع کی طرف آتا دکھائی دیا۔ سب حیران تھے کہ ایک افراسیاب ان کے درمیان پہلے ہی موجود تھا، یہ دُوسرا کہاں سے آ گیا! آنے والے افراسیاب کی ہیبت پہلے والے سے زیادہ تھی۔ سب بے خود ہو کر اس کے قدموں پر گر گئے۔ آنے والے افراسیاب نے پہلے والے افراسیاب سے کہا "اب تمھارا کام ختم ہُوا۔ چلے جاؤ۔ جب دوبارہ طلب کروں تو حاضر ہو جانا۔"

پہلے والے افراسیاب نے یہ سُنتے ہی ادب سے سر جھکایا، دیکھتے ہی دیکھتے ہوا میں بُلند ہُوا اور غائب ہو گیا۔

ملکہ حیرت نے یہ دیکھ کر افراسیاب سے کہا۔ شہنشاہ کا اِقبال بُلند ہو۔ میں تو دھوکا کھا گئی تھی کہ آپ ہی اصل افراسیاب ہیں۔ اب مجھے یاد آیا حضور نے پہلے ہی مجھے بتا دیا ہے۔ شکر ہے کہ آپ اس بے ادبی سے بچ گئے جو برق نے آپ کی شبیہ کے ساتھ کی تھی۔ وہ مردود چار تاج اُڑا کر لے گیا ہے۔"

باغبانِ قُدرت نے آگے بڑھ کر افراسیاب سے کہا "بہر حال۔ حضور! میں نے اُس سے گستاخی کا بدلہ لے لیا ہے۔ اب برق اور اُس کا اُستاد عمرو دونوں پاگل ہو کر جنگل میں مارے مارے پھر رہے ہوں گے۔"

افراسیاب نے فوراً کتابِ سامری کھول کر دیکھی اور باغبانِ قُدرت کو جواب دیا:

"تمھارا خیال غلط ہے۔ دونوں عیّار شہرِ ناپُرساں سے رُخصت ہو چُکے ہیں اور اپنے ٹھکانے کی طرف جا رہے ہیں۔ برق کے پاس چادرِ جمشید ہے اور عمرو کے پاس پیغمبروں کے تبرّک۔ کسی کا کوئی جادو اِن پر اثر نہیں کر سکتا۔

اُنھیں تو کوئی عیارہ ہی گرفتار کر سکتی ہے۔"

صرصر عیارہ یہ سُن کر آگے بڑھی اور ادب سے بولی:

"حضور! آپ کی یہ کنیز ایک بار عمرو کو گرفتار کر چکی ہے۔ افسوس کہ برق نے دھوکا دے کر اُسے چھڑا لیا۔ اِجازت ہو تو پھر اُس کا پیچھا کروں؟"

افراسیاب نے اُسے اِجازت دے کر روانہ کیا۔ اِس کے بعد اپنے وفاداروں پر نِگاہ دوڑاتے ہوئے حسرت سے بولا:

"کیا تم میں کوئی ایسا نہیں جو بہار جادو کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کرے؟"

"غُلام یہ خِدمت انجام دینے کے لیے حاضر ہے۔" وادیٔ شہتوت کے جادوگروں کے بادشاہ نمرود جادو نے آگے بڑھ کر ادب سے کہا "اب تک میں یہ سمجھتا تھا کہ دُوسرے لوگ یہ کام کر لیں گے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سہرا میرے ہی سر بندھنا ہے۔ اِجازت دیجیے۔ تنہا جاؤں گا، ہنستے کھیلتے بہار جادو کو پکڑ لاؤں گا۔ اُس کی کیا حیثیت جو حضور کو فکر میں مُبتلا کرے۔"

"شاباش! تُم نے میرا دِل خُوش کر دیا۔" افراسیاب نے کہا "بس روانہ ہو جاؤ اور جتنی جلدی ہو سکے اُسے گرفتار کر لاؤ۔"

نمرود نے افراسیاب کو سجدہ کیا اور ہوا میں اُڑتا ہوا ماہ رُخ کے لشکر کی سمت روانہ ہو گیا۔

عیّارنوں کے حملے

برق فرنگی شہرناپُرساں سے نکل کر بڑی شان کے ساتھ مہ رُخ کے لشکر کی سمت چلا جا رہا تھا۔ چادرِ جمشید کو تہ کرکے اس نے جھولی میں رکھ لیا تھا اور افراسیاب کا چھینا ہُوا ایک تاج سر پر جمائے ہُوئے تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس نے جادُوگروں سے ڈنکے کی چوٹ مُقابلہ کیا تھا اور افراسیاب جیسے ہیبت ناک شہنشاہ اور زبردست ساحر کے سر پر چپت لگاکر اس کے چار تاج چھینے تھے۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ چھلانگیں بھرتے ہُوئے وہ جوش میں آکر کبھی کبھی فاتحانہ نعرے اور ترانے بھی گانے لگ جاتا تھا۔ لیکن ابھی وہ آدھا سفر نہ طے کر پایا تھا کہ ایک جنگل سے گزرتے ہُوئے اچانک شمیمہ، صنوبر اور تیزنگاہ سے اس کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ تینوں عیّارنیں لشکرِ مہ رُخ کی سمت

سے شہرناپُرساں کی طرف چلی آ رہی تھیں برق فرنگی کے سر پر افراسیاب کا تاج دیکھتے ہی وہ بھُوکی شیرنیوں کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑیں۔

برق فرنگی کو اپنے ساتھیوں سمیت ان عیّارنوں سے لڑنے کا پہلے بھی ایک بار تجربہ ہو چُکا تھا۔ وہ گھبرا گیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ تنہا ہرگز ان پر حاوی نہ ہو سکے گا۔ تینوں ہرنیوں کی طرح اُچھل اُچھل کر اس پر کمندوں اور خنجروں کے وار کر رہی تھیں۔ برق نے جان توڑ کر اپنا بچاؤ کرنے اور اُن کا گھیرا توڑ کر نکل بھاگنے کی کوشش کی لیکن اس کی ہر کوشش ناکام یاب رہی۔ اس کو اتنا بھی موقع نہ مل سکا کہ وہ جھولی میں سے چادرِ جمشید نکال کر اوڑھ لے۔ رفتہ رفتہ اس کی طاقت اور پھُرتی جواب دینے لگی۔ اپنی گرفتاری اُسے یقینی نظر آنے لگی۔

برق کی مایوسی اپنی حد کو پہنچ رہی تھی۔ بے بس ہو کر وہ ہتھیار ڈالنے کی سوچ رہا تھا کہ اسی لمحے اچانک ایک سمت سے جانسوز کا نعرہ گُونجا۔ تینوں عیّارنیں ہاتھ روک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہُوئے برق نے ڈُبکی لگائی اور اُچھل کر اُس طرف کو بھاگا جدھر سے نعرے کی آواز

آئی تھی۔ بجلی کی طرح تینوں عیارنیں چمکیں اور
برق پر جھپٹ پڑیں۔ برق سیدھا بھاگتا چلا گیا۔
تھوڑی ہی دُور پر جانسوز خنجر ہاتھ میں لیے عیارنوں
کو کھڑا للکار رہا تھا۔ برق اس کے قریب پہنچ کر
رُک گیا۔ اسی اثنا میں تینوں عیارنیں بھی وہاں پہنچ
گئیں۔ جانسوز کو دیکھ کر برق کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اس
نے پلٹ کر ایک زوردار نعرہ لگایا اور خنجر لے کر
عیارنوں پر پل پڑا ۔ جانسوز نے بھی اُن پر
تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے۔ خاصی دیر تک
دونوں ٹولیوں میں جم کر زبردست جنگ ہوتی رہی
آخر جانسوز اور برق کو اندازہ ہو گیا کہ وہ مل کر بھی
اِن عیارنوں پر غلبہ نہ حاصل کر سکیں گے۔ انھوں
نے ایک دُوسرے کو اِشارہ کیا کہ اب جم کر لڑنے
کے بجائے بھاگ دوڑ کر لڑو اور موقع پاتے ہی
بچ کر نکل جاؤ۔

اِس فیصلے کے مُطابق اُنھوں نے دو مُختلف
سمتوں کو ہٹنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ دو
عیارنوں نے جانسوز کو گھیرا اور ایک برق سے
اُلجھی رہی۔ جلد ہی دونوں عیارنوں نے دائیں

بائیں بھاگنا شروع کر دیا۔ اس افراتفری میں برق
کو جان چھڑانے کا موقع مل گیا۔ جھاڑیوں کی اوٹ میں
ہو کر وہ ایک طرف کو نکل گیا۔ جو عیارہ اس سے لڑ
رہی تھی اُس نے خاصی دیر تک اُسے تلاش کیا مگر
جب کہیں پتا نہ پایا تو آ کر اپنی سہیلیوں سے مل گئی
وہ دونوں جان توڑ کر جانسوز کو گرفتار یا زخمی کرنے
کی کوشش کر رہی تھیں مگر اب تک کامیاب نہ ہو
سکی تھیں۔ یہ دیکھ کر تیسری عیارہ نے بھی اُن کے
ساتھ مل کر جانسوز پر وار کرنے شروع کر دیے۔

ایک بار جانسوز ایک عیارہ کے خنجر کا وار بچانے کے
لیے پیچھے کو اُچھلا مگر ایک پتھر سے ٹکرا کر گر پڑا۔ اس
سے پہلے کہ وہ اُٹھ کر کھڑا ہوتا دو عیارنوں نے پھُرتی
کے ساتھ اُس پر کمندیں پھینکیں۔ ایک کمند کے حلقے
سے تو وہ پلٹا کھانے کی وجہ سے بچ گیا مگر دُوسری
کمند کا حلقہ اس کی گردن میں جا پھنسا۔ اُس نے
چاہا کہ خنجر کے وار سے وہ کمند کو کاٹ دے کہ تیسری
کمند کے حلقے نے اس کی کلائی جکڑ لی۔ ابھی وہ
اپنی کلائی چھڑانے کی کوشش نہ کر پایا تھا کہ اکبارگی
بیہوشی کے سفوف سے بھرا ہُوا ایک غبارہ اس کے

منہ پر آ کر پڑا۔ اُس نے ایک چھینک لی اور بے سُدھ
ہو کر زمین پر لمبا ہو گیا۔ تینوں عیارنوں نے اطمینان
کا سانس لیا۔ تیز نگاہ نے اپنے کپڑوں کی گرد جھاڑتے
ہوئے صنوبر سے کہا۔

"تم جانسوز کو باندھ کر لے جاؤ اور شہنشاہ کی خدمت
میں پیش کرو۔ ہم دُوسرے عیاروں کی تلاش میں جاتے
ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے شمیمہ سے کہا "آؤ شمیمہ چلیں
برق کو ڈھونڈیں۔"

تیز نگاہ اور شمیمہ برق کو ڈھونڈھنے چل دیں۔ صنوبر نے
جلدی جلدی جانسوز کو ایک چادر میں باندھا اور پیٹھ پر
لاد کر شہرِ ناپُرساں کی سمت روانہ ہو گئی۔

اِتفاق کی بات، تینوں عیارنیں جانسوز کو بے ہوش
کرنے کے بعد جب اپنے ہاتھ پیر جھاڑ رہی تھیں تو ضرغام
شیردل بھی ان کے قریب آ پہنچا تھا۔ دُور سے جب
اس نے جانسوز کو بے ہوش پڑے دیکھا تو چپکے چپکے
چلتا ہوا آیا اور قریب کے ایک درخت کی اوٹ میں
چھُپ گیا۔ تینوں عیارنوں پر حملہ کرنے اور لڑ کر جانسوز
کو چھڑانے کا خیال اُسے مُناسب معلوم نہ ہوا وہ خاموشی
کے ساتھ چھُپ کر دیکھنے لگا کہ اب یہ عیارنیں کیا کرتی

ہیں۔ عیارنوں نے اس موقع پر آپس میں جو بات کی
وہ اس نے صاف سُن لی تھی۔ یہ جان کر اس کے
چہرے پر اِطمینان کی لہر دوڑ گئی کہ صنوبر تنہا جانسوز کو
لے کر شہرِ ناپُرساں کی طرف جائے گی۔ اُس نے فیصلہ کر
لیا کہ راستے میں وہ جانسوز کو چھڑانے کی ہر ممکن کوشش
کرے گا۔

جب تیز نگاہ اور شمیمہ ایک طرف کو چل دیں اور صنوبر
نے جانسوز کو پوٹلی بنا کر شہرِ ناپُرساں کی راہ لی۔ تو کچھ
دیر ضرغام چھُپتا چھُپاتا صنوبر کے پیچھے چلتا رہا۔ اس کے
بعد وہ چکر کاٹ کر اس سے آگے نکل گیا۔ راستے میں
اس نے ایک جگہ کمند کا پھندا بچھایا اور اُسے گھاس اور
پتوں سے چھپا کر کمند کے سرے کو ہاتھ میں لیے ایک
قریبی جھاڑی میں چھُپ کر بیٹھ رہا تا کہ جیسے ہی صنوبر
پھندے کے اندر پیر رکھے، سرے کو کھینچ کر اُسے پھانس
لے۔ تھوڑی دیر میں صنوبر اس جگہ پہنچ گئی۔ چھپا ہوا
پھندا دم بہ دم اس کے قریب ہونے لگا۔ ضرغام نے
سانس روک لی اور کمند کا سرا کھینچنے کے لیے سنبھل بیٹھا
پھندا صنوبر سے چار قدم کے فاصلے پر رہ گیا۔ دوسرے
ہی لمحے یہ فاصلہ تین قدم کا تھا۔ پھر فوراً ہی دو قدم رہ

گیا۔ ایک قدم اور بڑھا اور پھندے میں گرفتار ہونے کے لیے بس اُسے ایک قدم اور اٹھانا تھا۔ اس نے قدم آگے بڑھایا۔ یہ قدم ٹھیک پھندے کے بیچوں بیچ پڑتا تھا۔ ضرغام کمند کے سرے کو جھٹکا دینے کے لیے مستعد ہو گیا۔ لیکن اچانک صنوبر نے جانے کیسے خطرے کو بھانپ لیا۔ اٹھا ہوا قدم اُس نے پیچھے ہٹا لیا۔ ضرغام نے مستعد ہونے کے لیے اپنے جسم کو حرکت دی تھی شاید اس کی وجہ سے جھاڑی میں سرسراہٹ کی ہلکی سی آواز پیدا ہو گئی تھی اور یہ آواز سُن کر صنوبر کو شک ہو گیا تھا کہ اِردگرد کوئی چھپا ہوا ہے

اُس نے جانسوز کی پوٹلی کو پیٹھ سے اُتار کر زمین پر رکھ دیا اور چوکنا ہو کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے للکاری۔ "او عیّار! میں نے تجھے دیکھ لیا ہے ہمت ہے تو سامنے آکر مقابلہ کر۔"

ضرغام سمجھا کہ شاید اس نے مجھے دیکھ لیا ہے اب چھپنا بےکار ہے۔ پھر بھی اکبارگی سامنے آنا اس نے مناسب نہ سمجھا۔ دوسرے ہی لمحے صنوبر نے گوپیا میں ایک پتھر گُھما کر اس جھاڑی کی طرف پھینکا جس میں ضرغام چھپا ہوا تھا۔ پتھر ضرغام کے سر سے اِنچ بھر اُونچا ہو کر نکل گیا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ واقعی صنوبر نے اُس کا

پتا چلا لیا ہے۔ وہ جھاڑی سے باہر نکلنے ہی والا تھا کہ صنوبر نے ایک اور پتھر دُوسری جانب کی جھاڑیوں کی طرف پھینکا اور اور اس طرف مُنہ کر کے پُکاری "اگر تو چھپا رہا تو پتھروں کی برسات سے تیرا بھرکس نکال دُوں گی۔" اب جا کر ضرغام کو اندازہ ہُوا کہ صنوبر نے اُسے نہیں دیکھا۔ وہ پھر کے سرے کو جھٹکا دینے کے لیے مُستعد ہو بیٹھا۔

اس کا خیال صحیح تھا چند بار اور اِدھر اُدھر پتھر مارنے اور للکارنے کے بعد صنوبر کا وہم جاتا رہا۔ وہ سمجھی کہ کوئی چوہا وغیرہ جھاڑیوں میں کُودا ہو گا اور اسی کی سرسراہٹ میں نے سُنی ہو گی۔ یہ رائے قائم کر کے اُس نے اِطمینان کے ساتھ جانسوز کی پوٹلی اُٹھائی اور بے دھڑک ہو کر چھپے ہوئے پھندے کے بیچ میں پیر رکھ دیا۔ ضرغام اِسی موقع کا مُنتظر تھا۔ اُس نے کمند کے سرے کو زور سے جھٹکا دیا۔ فوراً ہی صنوبر کا پیر پھندے میں جکڑ گیا وہ سمجھی کوئی سانپ لپٹا ہے چونک کر پیر کو جھٹکا دیا اور جست لگائی۔ اسی لمحے ضرغام نے کمند کو پُوری قوّت سے اپنی طرف کھینچ لیا۔

صنوبر پوٹلی سمیت مُنھ کے بل زمین پر آ رہی ضرغام نے اسے سنبھلنے کی مُہلت نہ دی۔ چھلانگ

لگا کر اس کے اُوپر جا پہنچا اور غبارۂ بے ہوشی اُس
کے مُنھ پر مار کر بے بس کر دیا۔ اس کے بعد وہ
جانسوز کی طرف بڑھا۔ وہ پوٹلی میں بندھا پڑا تھا۔
ضرغام نے چادر کی گانٹھیں کھول کر اُسے
نکالا اور بے ہوشی دور کرنے والا عطر سُنگھانے لگا۔ جلد
ہی جانسوز ہوش میں آ گیا۔ ضرغام کو اپنے سامنے
دیکھ کر اُسے بڑی تسلی ہوئی۔ اس نے صنوبر کو
بے ہوش پڑا دیکھا تو ضرغام سے کہنے لگا کہ جلدی سے
اِسے باندھ کر لشکر میں لے چلو۔ اِس جنگل میں اور
بھی عیارنیں گھوم رہی ہیں۔ ایسا نہ ہو ہمیں دیکھ لیں
"میرے ہوتے ہوئے کس کی مجال جو اسے چھڑانے
کی کوشش کرے۔" ضرغام نے ڈینگ مارتے ہوئے
کہا۔ "جتنی عیارنیں سامنے آئیں گی سب کو باندھ لوں
گا۔"

جانسوز نے مُنھ کھولا ہی تھا کہ ایک جانب سے
آواز آئی۔ "بدبختو! ہوشیار ہو جاؤ۔ تمھاری مُصیبت آ
پہنچی۔"

دونوں عیار چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے۔
عیارنوں کی اُستاد صرصر چمچماتا ہوا خنجر ہاتھ میں لیے ان

کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ افراسیاب سے وعدہ کر کے
عمرو کی تلاش میں شہرِ ناپرساں سے چلی تھی۔ ان دونوں
عیاروں کو دیکھ کر پہلے اس نے خیال کیا کہ اُنھیں ان
کے حال پر چھوڑ کر آگے بڑھ جائے۔ مگر جب اس نے
صنوبر کو ان کے سامنے زمین پر بے ہوش پڑا پایا
تو اُسے اُن کی قید سے چھڑانے کے لیے للکارتی ہوئی
سامنے آ گئی۔

ضرغام اور جانسوز نے سمجھا کہ وہ دونوں مل کر اس
کو قابو میں کر لیں گے۔ فوراً ہی ایک نے دُوسرے
کو اشارہ کیا۔ دونوں خنجر کھینچ کر نعرہ لگاتے ہوئے صرصر
پر ٹوٹ پڑے۔ وہ بلا کی شمشیر زن تھی۔ جلد ہی دونوں
کو اندازہ ہو گیا کہ اس پر فتح پانا آسان نہیں ہے۔
دونوں سنبھل سنبھل کر لڑنے لگے۔ صرصر بھی ان کو
زخمی کرنے میں کامیاب نہ ہوئی۔ لڑائی لمبی ہوتی
جا رہی تھی اور صرصر اُن سے اُلجھ کر زیادہ وقت خراب
نہ کرنا چاہتی تھی۔ اُسے بس عمرو کو گرفتار کرنے کی
لگن تھی۔ ضرغام اور جانسوز سے لڑنے کا مقصد اس
کے نزدیک صرف یہ تھا کہ صنوبر کو ان کے چنگل سے
آزاد کرایا جائے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے اس

نے تابڑ توڑ حملے کر کے ضرغام اور جانسوز کو پیچھے ہٹانا
شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں بڑھتے بڑھتے وہ صنوبر
کے قریب آ پہنچی۔ ضرغام اور جانسوز پیچھے ہٹتے گئے
موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے بے ہوشی دُور
کرنے والا عطر صنوبر کے مُنھ پر چھڑک دیا۔ ساتھ ہی
ضرغام اور جانسوز کو اور پیچھے دھکیلنے لگی۔

صنوبر کو زور کی چھینک آئی اور وہ ہوش میں آکر
اُٹھ بیٹھی۔ اپنی اُستانی کو دو عیّاروں سے لڑتا دیکھ کر
جلدی جلدی اس نے کمند کا پھندا اپنے پیر سے کھولا۔
اور خنجر نکال کر وہ بھی عیّاروں سے لڑنے لگی۔ اس
موقع پر صرصر نے صنوبر کو ایک خاص اِشارہ کیا۔ اور
صنوبر نے جانسوز کو اپنی طرف مُتوجّہ کر کے پیچھے ہٹنا
شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں وہ دونوں دُور نکل گئے
اب سب نے بھاگ کر پلٹنا اور لڑنا شروع
کر دیا۔ کچھ عرصہ اس طرح مقابلہ کرنے کے بعد ایک
طرف صرصر اور دُوسری طرف صنوبر عیّاروں کو چکمہ دے
کر غائب ہو گئیں۔ صنوبر شہرِ ناپُرساں کی طرف چل
دی۔ صرصر دُوسری سمت عمرو کی تلاش میں روانہ ہو گئی
ضرغام اور جانسوز انھیں جنگل میں ڈھونڈتے رہ گئے۔

عمرو شہرِ ناپُرساں سے نکل کر جانا تو چاہتا تھا اپنی فوج
کی چھاؤنی کو، مگر راستہ بھٹک کر کسی اور ہی طرف
جا نکلا۔ غلطی کا اندازہ اُسے تب ہُوا جب ایک مقام پر
پہنچ کر اس نے ایک خطرناک دریا اپنے سامنے بہتا
پایا۔ اپنے خیال میں وہ صحیح راستے پر آدھے سے زیادہ
فاصلہ طے کر چکا تھا لیکن غلطی کا اِحساس کرنے کے
بعد جب اس نے زمین اور آسمان کو غور سے دیکھا تو
پتا چلا کہ وہ اصل راستے سے بہت دُور ہو چُکا ہے
اب اس کے لیے دو ہی باتیں ممکن تھیں۔ یا تو دریا
کے کنارے کنارے دائیں جانب اس وقت تک
چلتا رہے جب تک اس کا موڑ ختم ہو اور صحیح
راستا مل جائے یا پھر دریا کو پار کر کے آگے بڑھے
اور نیا راستا تلاش کرے۔ واپس شہرِ ناپُرساں کی
طرف جانا اُسے ہر لحاظ سے غیر مُناسب نظر آیا اور
آگے بڑھنے کا خیال اس نے دل میں جمایا۔ اب
اس کے لیے دریا کو پار کرنا ضروری ٹھہرا۔ اس فکر
میں کبھی وہ دریا کے بائیں کنارے کے ساتھ دُور
دُور تک جاتا کبھی دائیں کنارے کے ساتھ۔ مگر پار
کرنے کی کوئی موزوں جگہ نہ پاتا اِس کوشش میں

گھنٹوں گزر گئے۔ پے در پے ناکامی سے وہ سخت پریشان ہو گیا۔

عمرو اسی اُلجھن میں تھا کہ صرصر اُسے ڈھونڈتی ہوئی اُدھر آ نکلی۔ دُور ہی سے اُس نے عمرو کو پریشانی کی حالت میں اِدھر اُدھر چکر لگاتے دیکھ لیا۔ وہ عمرو کی لالچی طبیعت سے واقف ہو چکی تھی۔ درختوں اور جھاڑیوں کی اوٹ میں چھپتی چھپاتی احتیاط کے ساتھ وہ اس راستے پر جا نکلی جس پر عمرو گردن جھکائے آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا۔

ایک جگہ پر رُک کر اس نے اشرفیوں کی ایک تھیلی نکالی۔ ہر اشرفی پر عطرِ بے ہوشی ملا۔ پھر تھیلی کو موڑ کی جھاڑی میں اس طرح چھپا کر رکھ دیا کہ تھیلی کا کھلا ہوا مُنھ راستے کی طرف رہا اور اس میں سے کئی اشرفیاں نکل کر زمین پر پھیل گئیں۔ یہ کام کر کے وہ قریب کے ایک موٹے درخت کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گئی۔ تیر نشانے پر لگا۔

عمرو جب اس موڑ پر پہنچا تو اس کی نظر اشرفیوں اور تھیلی پر پڑی۔ وہ اپنی ساری پریشانی بھول گیا اس نے جھاڑی میں سے تھیلی کھینچ نکالی اور اشرفیاں

گننے کے شوق میں تھیلی کو دامن میں اُلٹ دیا لیکن اس سے زیادہ وہ کچھ نہ کر سکا۔ تھیلی کے پلٹتے ہی اشرفیوں میں سے عطرِ بے ہوشی کا بھبکا اٹھا اور اس کی ناک میں داخل ہو گیا۔ ایک چھینک آئی اور پھر وہ بے ہوش کر زمین پر گر گیا۔

صرصر اسی موقع کی منتظر تھی۔ درخت کی اوٹ سے نکل کر وہ عمرو کے پاس آئی، جلدی جلدی اُسے چادر میں لپیٹ کر گٹھری بنائی اور پیٹھ پر لاد کر تیزی کے ساتھ شہر ناپُرساں کی طرف چل دی۔

برق کو ان چار تاجوں کی بڑی فکر تھی جو وہ نقلی افراسیاب سے چھین لایا تھا۔ وہ جلد سے جلد اپنے ڈیرے میں پہنچ کر اُنھیں محفوظ کر دینا چاہتا تھا۔ ایک بار عیاروں کے نرغے میں آ جانے کے بعد اُسے خوف پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں تاج اُس کے ہاتھ سے نہ جاتے رہیں۔ چنانچہ عیاروں کے خوف سے سیدھے راستے سے لشکر جانے کی بجائے اس نے راستا بدل دیا اور اس سمت چل دیا جدھر عمرو گیا تھا۔ سفر طے کرنے کے بعد وہ اس دریا کے قریب جا پہنچا، جس نے عمرو کو پریشان کر دیا تھا۔ ایک اُونچی جگہ

رُک کر وہ دریا کے ہاٹ کا جائزہ لے رہا تھا کہ
اچانک اس کی نگاہ ایک عیارن پر جا پڑی جو پیٹھ پر
ایک گٹھڑی لادے ہوئے تیزی سے اس کی طرف
چلی آ رہی تھی۔ غور سے دیکھنے پر اُسے جلد ہی پتا
چل گیا کہ نظر آنے والی عیارن صرصر ہے اس کا ماتھا
ٹھنک گیا۔

"ضرور صرصر میرے کسی ساتھی کو گرفتار کر کے لا
رہی ہے۔" اس نے دل میں سوچا اور چاروں طرف
دُور دُور تک نگاہیں دوڑانے لگا۔ جب اسے یقین ہو
گیا کہ صرصر کے آگے پیچھے دوسری کوئی عیارہ نہیں ہے
تو جلدی جلدی اس نے تیز نگاہ کا بھیس بھرا، جسم
پر جا بجا نقلی زخم لگائے۔ کپڑوں کو نقلی خون میں تر
کیا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

صرصر جب اس مقام پر پہنچی تو اُسے دیکھ کر سمجھی
کہ کوئی عیار اس کی شاگرد تیز نگاہ کو زخمی کر کے بھاگ
گیا ہے۔ فوراً ہی اس نے گٹھڑی پیٹھ سے اُتار کر
زمین پر رکھی اور نقلی تیز نگاہ کے زخموں کا جائزہ لینے
لگی۔ اس موقع پر برق نے مٹھی میں دبا ہوا غبارۂ
بے ہوشی اس کے مُنہ پر کھینچ مارا۔ آن واحد میں

صرصر کو ایک چھینک آئی اور وہ بے ہوش ہو کر دھڑام
سے گر پڑی۔ برق نے جلدی سے اُٹھ کر گٹھڑی کھولی،
عمرو کو بے ہوش پا کر اس کی حیرت کی اِنتہا نہ رہی
وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اُستاد اس طرح صرصر
کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ جلدی جلدی اس نے اپنا
حلیہ ٹھیک کیا اور اُستاد کو بے ہوشی دُور کرنے والا عطر
سُنگھانے لگا۔ اِتفاق سے ہوا کا رُخ عمرو کی طرف
سے صرصر کی طرف تھا اور وہ زیادہ فاصلے پر بھی نہ تھی
برق نے اس بات کا کوئی اِحساس نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ عمرو کے ساتھ ساتھ صرصر بھی ہوش میں آ گئی اس
نے عمرو کو آزاد اور ہوشیار دیکھا اور ساتھ ہی ایک دُوسرا
عیار بھی قریب بیٹھا محسوس کیا تو اک لمحہ ضائع کیے بغیر
لیٹے لیٹے ایک زور دار چھلانگ لگائی اور گھاس میں
جا پڑی۔ برق اور عمرو چونک کر اس کی طرف لپکے
لیکن وہ اُس کی گرد کو بھی نہ پا سکے۔ درختوں اور
جھاڑیوں کی اوٹ لے کر چھلانگوں پر چھلانگیں
بھرتی ہوئی وہ چھلاوے کی طرح ان کی نگاہوں
سے غائب ہو گئی۔ لاچار ہو کر دونوں عیاروں نے
اس کا پیچھا چھوڑ دیا اور دریا کے کنارے کنارے

چلتے ہوئے تیزی کے ساتھ اپنی چھاؤنی کو روانہ ہو گئے
لشکر میں پہنچ کر دونوں نے سب کو اپنے اپنے
کارنامے سُنائے۔ وہاں دربار لگا ہوا تھا۔ مہ رُخ، اسد
بہار جادو، ملکہ فرمانیہ، دل آرام اور مہ جبین نے ان کی
خوب تعریف کی۔ اس موقع پر عمرو نے برق
سے چادرِ جمشید اور افراسیاب کے چاروں تاج جھپٹ لیے
برق فریاد کرنے لگا تو عمرو نے کہا "بیٹے! ابھی تم
ناسمجھ ہو۔ اس قسم کی اعلیٰ چیزوں کو نادانی سے برباد
کردو گے۔ تمھارا ہی مال ہے جب سمجھ دار ہو جاؤ
تو لے لینا"۔

برق بے چارہ مُنھ بنا کر خاموش ہو گیا۔ دُوسرے سب
ہنسنے لگے۔ یہاں اس قسم کی باتیں ہو رہی تھیں کہ
نمرود جادو جو افراسیاب سے بہار جادو کو گرفتار کرانے
کا وعدہ کر کے چلا تھا۔ تنہا لشکرگاہ میں آ پہنچا۔ محافظوں
نے اسے اجنبی سمجھ کر ٹوکا تو وہ جادو کے زور سے
ایک خوفناک پنجہ بن کر اُڑ گیا۔ دُوسرے ہی لمحے
وہ دربار میں تھا۔ بہار جادو اس وقت عمرو کی کسی
بات پر ہنس رہی تھی کہ نمرود جادو نے اسے جا دبوچا
اور نعرہ لگایا "میرا نام نمرود جادو ہے بہار کو لیے جاتا

ہوں جو کر سکو کر لو"۔

مہ رُخ، شکیل اور دُوسرے لوگ اس ناگہانی واقعے کو پوری
طرح سمجھ بھی نہ پائے تھے کہ نمرود جادو بہار کو لے کر
اُڑ چلا۔ سارے دربار اور چھاؤنی میں کھلبلی مچ گئی۔ اپنی
قسم کا یہ پہلا اور نرالا واقعہ تھا۔ اس سے
پہلے نہ کسی دُشمن جادوگر نے اس طرح تن تنہا مہ رُخ کے
لشکر میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔ نہ کوئی اس
طرح بھرے دربار میں سب کے سامنے کسی کو اُڑا لے
جانے میں کامیاب ہُوا تھا۔ مہ رُخ، شکیل، فرمانیہ
اور دوسرے جادوگروں نے بے تحاشا نمرود پر جادو
کے ناریل، لیموں اور انڈے وغیرہ مارے لیکن اس
پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ بہار جادو کو لے کر اڑتا ہوا ایک
قریبی پہاڑ کی چوٹی پر جا پہنچا۔ اور وہاں کھڑے ہو
کر جادو کے بھونپو کے ذریعے لشکرِ مہ رُخ کو للکارا۔

اے باغیو! یہ نہ کہنا کہ تمھیں دِل کی حسرت نکالنے
کا موقع نہ مِلا۔ میں یہاں اس پہاڑ پر ٹھہرتا ہوں۔
جسے حوصلہ ہو آئے۔ بہار جادو کو چھڑا لے جانے کی
کوشش کرے۔

نمرود جادو کی اس سینہ زوری کو دیکھ کر مہ رُخ کے

لشکر کے سارے جادوگروں کے حوصلے جواب دے گئے
سب پر اس کی ہیبت چھا گئی. کسی نے جا کر اس سے
مقابلہ کرنے کی حامی نہ بھری۔

یہ رنگ دیکھ کر شہزادہ اسد جوش میں آ گیا۔ اور
مہ جبین سے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔ بہار جادو ہماری
مہمان اور وفادار ہے۔ اُسے چھڑانا ہمارا فرض ہے۔ میں
یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ ایک نابکار اس طرح
آسانی سے اُسے ہم سے چھین کر لے جائے۔ ہماری
غیرت کا مذاق اُڑائے۔ مجھے اجازت دیجیے میں ابھی
پہاڑ پر جاتا ہوں۔ یا بہار کو چھڑا لاتا ہوں یا اپنی
جان قربان کرتا ہوں۔

مہ جبین شہزادہ اسد کے یہ تیور دیکھ کر کانپ گئی۔
شہزادے کو ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے اس
نے کہا۔ شہزادے! نمرود غضب کا جادوگر ہے۔ تمھیں
اس پر طاقت آزمائی کرنے کا ہرگز موقع نہ ملے گا۔
خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ بہار
جادو کو چھڑانے کا خیال ہے تو اپنے دادا جان عمرو
سے درخواست کرو۔ ان کے علاوہ نمرود پر قابو پانا کسی
کے لیے ممکن نہیں۔

شہزادہ اسد نے مہ جبین کے اس خیال سے اتّفاق کیا
لیکن کیا عمرو اس مہم پر جانے کے لیے آسانی سے تیار
ہو گیا؟ کیا وہ بہار جادو کو چھڑانے میں کامیاب ہو
گیا؟ ان سوالوں کا جواب معلوم کرنے کے لیے طلسم
ہوش رُبا کا پانچواں حصّہ "عمرو کا انجام" پڑھیے۔

داستانِ امیر حمزہ کے بعد

بچّوں کے لیے

اُردو کی ایک اور انتہائی دِل چسپ اور ہوش اُڑا دینے والی داستان

طِلسمِ ہوش رُبا

اردو ادب میں داستانِ امیر حمزہ کی طرح طلسم ہوشربا کو بھی بُنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اصل میں یہ دونوں داستانیں ایک دوسرے کا حصّہ ہیں۔ داستانِ امیر حمزہ پڑھے بغیر طلسم ہوشربا کا پُورا لطف نہیں آتا اور طلسم ہوشربا پڑھے بغیر داستانِ امیر حمزہ کا لطف ادھورا رہ جاتا ہے۔

طلسم ہوشربا کی بڑے سائز کی نو جلدیں ہیں اور کُل ملا کر بارہ ہزار صفحات۔

اختر رضوی نے اس طویل داستان کو بچّوں کے لیے مختصر کر کے آسان زبان میں لکھا ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ اندازِ بیان اصل داستان ہی کا رہے۔

اِس کے دس حصّے ہیں

- عمرو کی غداری
- عمرو کا بھوت
- عمرو کے چیلے
- عمرو کی عیاری
- عمرو کی گرفتاری
- عمرو کی رہائی
- عمرو کا اِنتقام
- عمرو کی پریشانی
- عمرو کے کارنامے
- عمرو کا انجام

ISBN 969 0 00460 8
9789690004802

فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
لاہور - راولپنڈی - کراچی

Rs. 175.00

عمرو کی گرفتاری

طلسمِ ہوش رُبا

پانچواں حصّہ

عَمرو کی گرفتاری

بچّوں کے لیے

اختر رضوی

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور - راولپنڈی - کراچی

طلسمی انڈا

شہزادہ اسد نے نمرود جادو کے مقابلے پر جانے اور بہار جادو کو چھڑا لانے کے بارے میں جب عزم کا اظہار کیا، اس سے پورے دربار میں جوش و خروش کی لہر دوڑ گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کوئی بھی اس بات کو مناسب نہ سمجھتا تھا کہ شہزادہ اس مہم پر خود جائے۔ سب کو ڈر تھا کہ نمرود کی زبردست جادوئی طاقت کے آگے شہزادے کی ایک نہ چل سکے گی۔ بہار تو خیر کیا چھوٹے گی، خود شہزادے کی سلامتی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔

یہی وجہ تھی کہ جب مہ جبین نے شہزادے کو منع کیا اور اس مہم کے لیے عمرو کو موزوں قرار دیا تو ہر شخص کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ سب پُر اُمید نگاہوں سے عمرو کو

دیکھنے لگے۔ ہر ایک کا خیال تھا کہ عمرو اِک بار اُٹھے گا، مہ جبین کا شکریہ ادا کرے گا، شہزادہ اسد کو شاباش دے گا اور سب کو سلام کر کے سیدھا نمرود جادو کے مقابلے کے لیے چل دے گا لیکن عمرو کا رویّہ ہر ایک کی اُمید کے خلاف تھا۔

شہر نا پُرساں میں لوٹی ہوئی چیزوں کو وہ زنبیل میں ڈال کر اس طرح دیکھے چلا جا رہا تھا جیسے اُس نے کچھ سُنا ہی نہ ہو۔ یہ بے وقت کی شہنائی شہزادہ اسد کو پسند نہ آئی۔ اُس نے کہا۔ "دادا جان! مہ جبین کو آپ ہی نے بادشاہ بنایا ہے۔ کیا وہ اِس قابل نہیں کہ اُس کی بات توجّہ سے سُنی جائے؟"

عمرو نے زنبیل کو سنبھال کر بغل میں دبایا اور پھر تیوریاں چڑھا کر شہزادہ اسد سے کہا "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے دادا جان!" شہزادہ اسد نے جواب دیا۔ "نمرود جادو ابھی آپ کے سامنے بہار کو اُٹھا لے گیا ہے۔ یہ وقت اُس کی رہائی کی فکر کرنے کا ہے یا لوٹی ہوئی چیزوں کو شمار کرنے کا؟"

"دونوں ہی کام ضروری ہیں برخوردار!" عمرو نے کہا۔ "میں اپنے خیمے میں جا کر مالِ غنیمت کی پڑتال کرتا ہوں۔ تم لوگ نمرود اور بہار کی فکر کرو۔" یہ کہہ کر عمرو میاں تیر کی طرح دربار سے باہر نکل گئے۔ سب لوگ ہکا بکا ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

شہزادہ اسد کو سخت غصّہ آیا۔ اُس نے مہ جبین سے کہا۔ "بس! اب آپ مجھے اجازت دیجیے۔ دادا جان نخرے میں پڑ گئے ہیں۔ اُنھیں راضی کرنا میرے بس میں نہیں۔ بہار جادو کو چھڑانے کے لیے مجھے ہی جانا پڑے گا۔ ایک ایک پل قیمتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ نمرود اُسے لے کر چلتا بنے۔ میں روانہ ہوتا ہوں۔ خدا حافظ!" جوش میں آ کر شہزادہ اسد باہر جانے لگتا ہے۔ مہ جبین اسے ہاتھ کے اشارے سے روکتی ہے وہ نہیں رکتا تو ملکہ مہ رُخ لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے۔

"خدا کے لیے شہزادے صاحب! ضد نہ کیجیے۔"
مہ رُخ نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "جان بوجھ کر
مصیبت میں پھنسنا نہ عقل مندی کی بات ہے
نہ بہادری کی۔ خواجہ عمرو کے سوا یہ کام کسی
سے نہ ہو سکے گا۔ جادو کا توڑ صرف عیّاری
ہی سے ہو سکے گا۔"

"مگر دادا جان تو راضی ہی نہیں ہوتے۔" شہزادہ
اسد نے کہا۔ "پھر میں کیا کروں؟"

"آپ صبر سے کام لیجیے۔" مہ رُخ نے جواب
دیا۔ "ہم انھیں راضی کر لیں گے۔ تھوڑی سی
خوشامد اور نذرانے ہی کی تو بات ہے۔" اس
پر شہزادہ اسد خاموش ہو گیا۔

مہ رُخ عمرو کے شاگردوں کی طرف دیکھتے
ہوئے بولی۔ "آپ لوگ خواجہ جی کے مزاج سے
اچھی طرح واقف ہیں۔ بتائیے اس وقت وہ
کس کے کہنے سے اور کتنی رقم کے نذرانے
پر راضی ہو جائیں گے؟"

دوسرے تو خاموش رہے مگر مہتر قیران نے
سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "ملکہ صاحبہ! اُستاد کا

مزاج اس وقت خاصا بگڑا ہوا ہے۔ ایک لاکھ
کی تھیلی سے کم پر کام نہ بنے گا۔ وہ بھی
اس شرط پر کہ آپ خود تشریف لے جائیں۔"
مہ رُخ نے ایک لمحہ خاموش رہ کر سوچا
اور پھر کہنے لگی۔ "ٹھیک ہے۔ میں رقم ساتھ
لیے چلتی ہوں لیکن بہتر ہو کہ میرے ساتھ آپ
لوگ بھی چلیں۔ سب کو دیکھ کر شاید انھیں جلدی
رحم آ جائے۔"

"یہ آپ نے بہت صحیح سوچا۔" مہتر قیران کے
بیٹے جاں سوز نے جواب دیا۔ "ہمارے بغیر وہ
آسانی سے راہ پر نہ آئیں گے لیکن ہم لوگ
اگر بغیر رشوت لیے سفارش کو جا پہنچیں گے
تو وہ آپ کی بات مانیں یا نہ مانیں لیکن ہم
سب کو اپنی شاگردی سے ضرور خارج کر
دیں گے۔ اب آپ جیسا حکم دیں ویسا ہی کریں۔"
یہ کہتے ہوئے جاں سوز نے دوسرے عیّاروں
کو آنکھ ماری۔ سب اس کی ہاں میں ہاں ملانے
لگے۔ آخر مہ رُخ نے ان سب کو پانچ پانچ
ہزار روپے دے کر راضی کر لیا۔ روپے اپنی اپنی انٹی

میں دبا کے چاروں عیار مہرُخ کے ساتھ عُ
کے خیمے کی طرف چل دیے۔

عمرو کو یقین تھا کہ کچھ لوگ ضرور اُسے منا
کے لیے آئیں گے۔ اُس نے اپنے گھٹنے
رُوئی کا گالا باندھ کر اُوپر سے اِس طرح پٹّ
پیٹی جیسے گھٹنا بُری طرح سُوج گیا ہو۔ او
پھر چارپائی پر لیٹ کر اِس طرح کراہنے لگا
جیسے سخت تکلیف ہو رہی ہو۔

ملکہ مہرُخ عمرو کے شاگردوں کے ساتھ خیمے
میں داخل ہوئی تو عمرو نے اُٹھنے کی کوش
کرتے ہُوئے بڑی تکلیف کے ساتھ کہا "ہائے! معا
کیجیے ملکہ صاحبہ! اُف! خیمے میں آتے ہی ٹھو
کھا کر گر پڑا۔ آہ گھٹنے میں سخت موچ
گئی ہے۔ تعظیم نہیں کر سکتا۔ ہائے!
زحمت کی؟"

مہرُخ نے پریشان ہو کر عمرو کے شاگردوں
دیکھا۔ سب نے اِشارے سے اُس کا دِل بڑھ
وہ رُک رُک کر عمرو سے بولی "خواجہ جی! نمرو
جادُو کی دیدہ دلیری سے سارے لشکر کا د

چھوٹا ہو رہا ہے۔ یہ ایک لاکھ کی تھیلی قبول
کیجیے۔ بہار جادُو کو چھڑانے کی کوئی ترکیب کیجیے
زیادہ دیر لگی تو سب ہمیں چھوڑ کر بھاگ
جائیں گے۔ پھر یا تو ہم گرفتار ہوں گے یا مارے
جائیں گے۔ خُدا کے لیے اپنے گھٹنے کو جلد
ٹھیک کیجیے اور جا کے نمرود مردود کی خبر
لیجیے۔"

یہ کہہ کر مہرُخ نے رقم کی تھیلی عمرو کے
سینے پر رکھ دی۔ عمرو نے فوراً تھیلی کو مُٹھی
میں جکڑ لیا اور بات بناتے ہُوئے بولا۔ "ملکہ
صاحبہ! اس کی کیا ضرورت تھی۔ میں کوئی روپے
پیسے کے لالچ میں تو جادُوگروں سے نہیں لڑتا۔
خیر آپ نہیں مانتیں تو رکھے لیتا ہُوں۔ گھٹنا
ٹھیک ہوتے ہی نمرود کے لشکر کو روانہ ہوتا
ہُوں۔ اور گھٹنا ابھی چٹکی بجاتے میں ٹھیک
ہُوا جاتا ہے۔ بٹّا برق فرنگی!"

برق فرنگی نے آگے بڑھتے ہُوئے جواب دیا
"جی اُستاد!"

عمرو نے اُسے آنکھ مارتے ہُوئے کہا۔ "وہ درہم

دور کرنے والی دعا تمہیں یاد ہے نا؟"

"جی ہاں استاد!" برق فرنگی بولا۔

"اچھا تو گھٹنے پر چادر ڈال دو۔ اور دعا پڑھو" عمرو نے کہا۔ "ورم دور ہو جائے تو پٹی اتار دینا جلدی کرو۔"

برق پہلے ہی گھٹنے کے ورم کا راز سمجھ چکا تھا چادر کی اوٹ کر کے اس نے پٹی کھول کر روئی کا گالا الگ کیا۔ آنکھ بند کر کے ہونٹوں پر کچھ بڑبڑاتا رہا۔ اور پھر روئی کے گالے کو چھپا کر چادر الٹ دی۔ گھٹنا ٹھیک ٹھاک تھا۔ ملکہ مہ رخ مطمئن ہو گئی کہ اب عمرو صاحب فوراً روانہ ہو جائیں گے۔ اور عمرو جانے کے لیے تیار بھی ہو گیا تھا۔ مگر جاتے جاتے اچانک رک کر اس نے اپنے شاگردوں سے سوال کیا "کیا تم بغیر رشوت لیے ملکہ کے ساتھ چلے آئے تھے؟ سچ سچ بتاؤ کتنی رقم وصول کی ہے؟"

ملکہ مہ رخ کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ عیار شاگرد گھبرا گئے کہ استاد ان کا حصہ بھی چھیننا چاہتے ہیں۔ جاں سوز نے عمرو کو دھوکا

دینے کے لیے بات بنائی "استاد صرف پانچ ہزار روپے۔"

"بس! کل پانچ ہزار روپے؟" عمرو نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ "ہُنھ! اونٹ کے منہ میں زیرہ۔ خیر نکالو پانچ ہزار۔ سوا سوا ہزار روپلیاں آپس میں بانٹو گے۔ شرم نہ آئے گی؟" چاروں عیار عمرو کو رحم طلب نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ وہ انھیں ڈانٹتے ہوئے بولا۔ "کم بختو شکل کیا دیکھتے ہو؟ رقم نکالو۔ کس کے پاس ہے؟" یہ کہہ کر وہ ایک ایک کے چہرے کو کڑی نگاہوں سے تکنے لگا۔

وہ بے چارے یہ سمجھتے تھے کہ پانچ ہزار کی حقیر رقم سن کر استاد رحم کھا جائیں گے مگر جب انھوں نے گھرکی بتائی تو وہ گھبرا گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا "تم دے دو۔" دوسرے نے تیسرے سے کہا "بھائی! تم دے دو۔" سب نے ایک دوسرے پر یہ سمجھ کے بات ٹالی کہ اس کے روپے بچ جائیں۔ اس چکر بازی سے عمرو پر یہ بات جلد کھل گئی کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

"اچھا ٹھہرو! کوئی مت دو۔" عمرو نے اُن سے کہا "میں خود لے لوں گا۔" یہ کہہ کر سب سے پہلے اُس نے جان سوز کی انٹی میں ہاتھ ڈالا۔ پانچ ہزار کی تھیلی صحیح سالم اُس کے ہاتھ میں آ گئی۔ جان سوز چلایا۔ "اُستاد! رحم کیجیے۔ میری تھیلی دیجیے۔ رشوت کی رقم تو برق کے پاس ہے۔"

عمرو نے ایک دم برق کی کمر کو ٹٹولا۔ پانچ ہزار کی تھیلی وہاں سے بھی برآمد ہوئی۔ عمرو نے غراتے ہوئے کہا "اچھا تو پانچ ہزار تمھیں بھی ملے ہیں۔ میں تو سمجھا تھا۔ سب کو کُل پانچ ہی ہزار پر ٹرخایا گیا ہے۔"

"یہ رقم تو اُستاد میں نے شہرِ ناپرساں میں لوٹی تھی۔ رشوت کے روپے تو مہتر قیران کے پاس ہیں"۔ برق نے اپنی رقم جاتے دیکھ کر منہ بسورتے ہوئے کہا۔ عمرو نے مہتر قیران کی انٹی سے بھی پانچ ہزار کی تھیلی برآمد کر لی۔

"اب سمجھا! تم مجھے چکر دے رہے تھے۔ ہر ایک کو پانچ پانچ ہزار ملے ہیں۔ ضرغام اب سیدھے

سیدھے تم بھی اپنی رقم نکال دو۔ دیر کی تو جرمانہ الگ وصول کروں گا۔" عمرو نے ضرغام کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ لاچار اُس نے بھی اپنی تھیلی عمرو کے حوالے کر دی۔ ملکہ مہ رُخ عمرو کی زبردستی اور اُس کے شاگردوں کی بے بسی کا یہ رنگ دیکھ کر بے ساختہ مسکرانے لگی۔

عمرو نے ساری رقم اپنی زنبیل میں ڈالی اور چارپائی پر بیٹھتا ہوا مہ رُخ سے بولا "ملکہ صاحبہ! آپ کے کہنے سے میں چل دیا تھا۔ مگر اب خیال آیا کہ میں غلطی پر تھا۔ دراصل نمرود کے مقابلے پر شہزادہ اسد جا رہا تھا۔ اور چونکہ مہ جبین کا وہ شوہر ہے اسی لیے اُس نے شہزادے کو روک لیا ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کی جگہ میں جاؤں۔ گویا کہ مجھے شہزادہ اسد کی جگہ بھیجا جا رہا ہے۔ مگر اُس لڑکے نے آج بھرے دربار میں سب کے سامنے مجھے آنکھیں دکھائی ہیں اُس کا باپ دادا اور نانا بھی مجھ سے کبھی اِس طرح نہیں پیش آیا۔ خیر میں اُسے معاف کر سکتا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ ایک لاکھ وہ دے اور ایک لاکھ مہ جبین

کی جانب سے فوراً میرے پاس پہنچ جائیں۔ ان
دونوں سے نذرانہ لیے بغیر میں ہرگز نمرود کے مقابلے
پر نہیں جاؤں گا۔

مہ رخ وعدہ کر کے سیدھی دربار میں جا
پہنچی۔ مہ جبین کو جب اُس نے یہ بات بتائی تو وہ
فوراً راضی ہو گئی اور شہزادہ اسد کو بتائے بغیر
اُس نے فوراً دو لاکھ کی تھیلی دِل آرام کو دی
اور کہا کہ جا کر عمرو کو دے آئے۔ دِل آرام نے
حکم کی تعمیل کی۔ عمرو کو منہ مانگی رقم مل گئی۔ اپنی
اس کامیابی پر خوش ہو کر شاگردوں کے ساتھ خوشی
خوشی دربار میں آیا۔ مہ رخ نے بڑھ کر
اُس کے بازو پر امام ضامن باندھا۔ مہ جبین اور
دِل آرام نے بلند آواز میں دعائیں دیں۔ عمرو
نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا "خواتین
و حضرات! آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ افراسیاب
نے اس وقت تک جتنے جادوگر ہمارے
مقابلے پر بھیجے ہیں نمرود مردود اُن سب سے
زیادہ خطرناک ہے۔ بہرحال آپ لوگوں کے اصرار
پر میں اُس کے مقابلے پر جا رہا ہوں۔ اُسے

جہنم رسید کرنے اور بہار جادو کو چھڑا لانے
میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھوں گا۔ خدا نے چاہا
تو کامیاب رہوں گا۔ لیکن مقابلہ سخت ہے۔ ہو
سکتا ہے قسمت میرا ساتھ نہ دے اور میں نمرود
کے ہاتھوں گرفتار یا ہلاک ہو جاؤں۔ بہرحال، مجھے
نتیجہ کی بالکل پروا نہیں۔ نہ موت سے ڈرتا ہوں
نہ گرفتاری سے۔ جو بھی انجام ہوا خوشی سے
قبول کروں گا۔"

"سنو بھائیو اور بہنو! آپ لوگوں کی عزت
بچانے کی خاطر میں خوشی سے اپنی زندگی کی
بازی لگانے کو تیار ہوں۔ بس! رہ رہ کر یہی
خیال میرے دل میں چٹکیاں لے رہا ہے کہ آپ
لوگ واقعی مجھ سے محبت کرتے ہیں، دل سے میری
قدر کرتے ہیں یا فقط قربانی کا بکرا سمجھتے ہیں۔ یہ
بات آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ روپے
پیسے کو میں ہاتھ کا میل سمجھتا ہوں بالکل لالچ
نہیں رکھتا۔ مگر کہتے ہیں کہ نازک موقع پر محبت
پیسے سے ہی پہچانی جاتی ہے۔ سو یارو! دیر نہ
کرو۔ بادشاہ مہ جبین، شہزادہ اسد اور ملکہ مہ رخ

مجھے اپنی محبت کا ثبوت دے چکے ہیں۔ اب
تم لوگوں کی باری ہے۔ جس کے دل میں جتنی
قدر ہو، اتنی ہی رقم مجھے نذرانے کے طور پر
دے۔ جس کے پاس نقدی کم ہو، وہ زیور اور
قیمتی چیزیں بھی دے سکتا ہے۔ محبت کرنے والوں
کی ہر چیز خوشی سے قبول کر لوں گا۔ شرط یہ
ہے کہ وہ گھٹیا یا معمولی نہ ہو۔

یہ تقریر کر کے عمرو نے فرش پر ایک چادر
بچھا دی اور کہنے لگا "جسے جو کچھ دینا ہو، آ کر
اس چادر میں ڈال دے۔"

مہ جبین، دل آرام، اسد اور مہ رخ عمرو
کی اس حرکت پر منہ پھیر کر ہنسنے لگے دوسری
طرف ان کے سردار جا جا کر عمرو کی چادر میں حسب
حیثیت مال ڈالنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے
اشرفیوں، زیورات اور قیمتی چیزوں کا ڈھیر لگ گیا
عمرو کے من میں لڈو پھوٹ رہے تھے مگر چہرہ
ایسا بنائے ہوئے تھا جیسے اس کے پیٹ
میں درد ہو رہا ہو۔ جب آخری سردار بھی اپنا
حصہ ڈھیر میں ڈال کر اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا تو

سارا مال سمیٹ کر اس نے زنبیل میں ڈالا اور برا
سا منہ بناتے ہوئے سرداروں سے بولا۔

"نذرانہ تو تم لوگوں نے دل کھول کر نہیں
دیا پھر بھی جو کچھ ہے قبول کرتا ہوں۔ مگر
یاد رکھنا! کامیاب پلٹا تو چوگنا انعام لوں گا۔
اچھا خدا حافظ! میرے لیے دعا کرنا۔"

یہ کہہ کر اس نے دربار پر ایک سرسری نظر
ڈالی اور پھر پلٹ کر تیر کی طرح باہر نکل گیا
جو لوگ کہ اب تک اس کے نخروں پر ہنس رہے
تھے، وہ سناٹے میں آ گئے۔ سب کے دل دھڑکنے
لگے۔ انھیں عمرو کے انجام کی فکر ستانے لگی۔ سب
سچے دل سے اس کی کامیابی اور صحیح سلامت واپسی
کی دعائیں مانگنے لگے۔

ادھر پہاڑ پر نمرود جادو نے ایک ہموار چٹان
پر ڈیرا لگا دیا تھا، جادو کا ایک پتلا بنا
کر چوکسی کرنے کے لیے اسے بلندی پر مقرر
کر دیا تھا اور بہار جادو کو جو صدمے سے
بے ہوش ہو گئی تھی ایک کونے میں ڈال دیا
تھا۔ وہ چاہتا تو یہاں ٹھہرنے کے بجائے سیدھا

افراسیاب کے پاس شہر ناپُرساں جا پہنچتا اور بہار جادو
کو اُس کی خدمت میں پیش کر کے مُنہ مانگا انعام
حاصل کرتا لیکن اُس کے غرور نے اُسے ایسا
کرنے سے روک دیا۔

وہ چاہتا تھا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ
رہے کہ وہ چوروں کی طرح اپنا کام کر کے
بھاگ گیا۔ اس سے پہلے افراسیاب کے نامور جادوگر
بڑی بڑی فوجوں سمیت بہار جادو کو گرفتار کرنے میں
ناکام رہے تھے۔ یہ کام آج اُس نے تنِ تنہا
کر ڈالا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ ماہ رُخ کے لشکر
میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اُس کے مقابلے پر
ٹھہر سکے۔ ایسی صورت میں دُنیا کے دکھاوے
کے لیے کچھ دیر وہاں ٹھہرنے اور دشمن کو حوصلہ
نکالنے کا موقع دینے میں کیا حرج تھا۔

نمرود جادو اِنھی خیالوں میں مگن تھا کہ اچانک
اُس کا پہرے دار پُتلا چِلّایا "عمرو عیار آ رہا
ہے! عمرو عیار آ رہا ہے۔"

"اُسے پتھروں سے کُچل دو۔" نمرود جادو نے پُتلے
کو حکم دیا۔

عمرو نے کمند لگا کر پہاڑ پر چڑھنا شروع کر
دیا۔ لیکن نہ اُسے پُتلا دکھائی دیا تھا نہ اُس
نے پُتلے اور نمرود کے درمیان ہونے والی بات
سُنی تھی۔ بے فکری کے ساتھ وہ اُوپر چڑھتا چلا
آ رہا تھا کہ اُوپر نگاہ ڈالتے ہی اُس کے
ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ زبردست گڑگڑاہٹ کے
ساتھ ایک بڑی چٹان اُوپر سے سیدھی اس کی طرف
لُڑھکتی چلی آ رہی تھی۔ سوچنے سمجھنے یا دائیں بائیں
دیکھ کر کوئی محفوظ جگہ منتخب کرنے کا بالکل وقت
وقت نہ تھا۔ بجلی کی سی پھرتی سے اُس نے کمند
کا حلقہ سات آٹھ گز دائیں جانب والی ایک
نُکیلی چوٹی پر پھینکا اور آنکھ بند کر کے چھلانگ
لگا دی۔ دُوسرے ہی لمحے لُڑھکتی ہُوئی چٹان اس
جگہ کے پتھروں کو سُرمہ بناتی درختوں اور جھاڑیوں
کو پیستی نیچے گر گئی۔ کچھ دیر بعد پہاڑ کی تلہٹی
میں ایک زور دار دھماکا ہُوا۔ گرتی ہُوئی چٹان
کسی دُوسری بڑی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو
گئی تھی۔

عمرو اُس چٹان کی زد سے تو بچ گیا مگر

اب وہ ایک دوسری مصیبت میں مبتلا تھا۔ جس چوٹی
پر کمند پھینک کر اُس نے چھلانگ لگائی تھی، وہ
ہر طرف سے اتنی سپاٹ اور چکنی تھی کہ اُس پر
چڑھا نہیں جا سکتا تھا۔ نیچے خوفناک غار تھا۔
مجبوراً اُس نے رسّے کے سہارے اُوپر چڑھنا شروع
کیا۔ لیکن پُتلے نے اُسے دیکھ لیا اور چھوٹے
بڑے پتھر اس پر برسانے لگا۔

اپنے آپ کو پتھروں سے بچانا اور اُوپر چڑھنا عمرو
کے لیے سخت مشکل ہو گیا۔ پریشان ہو کر وہ
دونوں چٹانوں کے درمیان گھڑی کے پنڈولم کی طرح
جھولنے لگا۔ کئی بار اُس نے کوشش کی کہ پھر اُسی
جگہ جا پہنچے جہاں سے اُس نے چھلانگ لگائی تھی
مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اُدھر پُتلے نے بھی پتھروں
کی برسات میں اضافہ کر دیا۔ اب عمرو زیادہ دیر
اِن سے نہ بچ سکتا تھا۔ قریب تھا کہ مایوسی اُس
کے حوصلے پست کر دیتی مگر اچانک اُسے اپنی
کرامتی چادر کا خیال آ گیا۔ اُس نے ایک ہاتھ
سے رسّے کو پکڑ کر، دُوسرے ہاتھ سے زنبیل میں
سے چادر نکالی اور جلدی سے سر پر ڈال لی۔

وہ پُتلے کی نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

پُتلے نے جو خالی رسّی لٹکتی دیکھی تو سمجھا عمرو
غار میں جا گرا ہے۔ اُس نے پتھر برسانے بند
کر دیے۔ عمرو کو اطمینان نصیب ہُوا۔ چادر اوڑھے
رسّے پر چڑھتا ہُوا وہ اُس چوٹی پر جا پہنچا جس
میں کمند کا حلقہ پھنسا ہُوا تھا۔ اِس کے بعد
احتیاط کے ساتھ ایک سے دُوسری، دوسری سے
تیسری چٹان سر کرتے ہُوئے اُس نے ٹھیک اُس
جگہ پہنچ کر دم لیا جہاں پُتلا کھڑا چوکسی کر رہا
تھا۔ وہاں سے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑانے پر اُسے
نمرود جادُو بھی دکھائی دے گیا۔ اُس کے مخملیں
شامیانے میں لٹکے ہُوئے موتی اور جواہرات، سامنے
رکھے ہُوئے جڑاؤ پیالے اور صُراحیاں اور نرم و گداز
قالین دیکھ کر عمرو کے منہ میں پانی آ گیا۔ کم
از کم لاکھوں کا مال تھا۔

نمرود کو اِس طرح بے فکر اور اپنی دُھن میں
مست دیکھ کر عمرو کو اُس کا کام تمام کر دینا
بڑا آسان نظر آیا۔ اُس کے جی میں آئی کہ سیدھا
جا کر اُس پر ٹوٹ پڑوں، اُس کا سارا مال و متاع

جلد سے جلد داخلِ زنبیل کروں۔

شاید لالچ میں اندھا ہو کر وہ یہ غلطی کر ہی بیٹھتا مگر اِکبارگی اُس کا دھیان پُتلے کی طرف چلا گیا۔ اُس کا دِل کہنے لگا: "خبردار ایسی غلطی نہ کرو۔ پُتلے کو قابو میں کیے بغیر نمرود کے قریب نہ جانا۔"

طلسمی پُتلا بھی شاید عمرو کی بُو یا آہٹ پا چُکا تھا۔ وہ چاروں طرف گردن گھما کر دیکھتے ہُوئے آہستہ آہستہ عمرو کی طرف بڑھنے لگا۔ خطرے کو بھانپتے ہُوئے عمرو نے زنبیل میں سے حضرت الیاس کا بخشا ہُوا جال نکالا، پھرتی کے ساتھ اُسے پُتلے کے اُوپر پھینکا اور جھٹکا دے کر اپنی طرف گھسیٹ لیا۔ پُتلا جال میں بُری طرح پھنس چکا تھا۔ اُس نے بڑی اُچھل کُود کی۔ مگر خود کو چھڑا نہ سکا۔ عمرو نے آناً فاناً اُسے جال میں باندھ کر زنبیل کے اندر ڈال دیا۔ لیکن زنبیل میں جاتے جاتے بھی وہ زور سے چیخ پڑا: "نمرود ہوشیار! دُشمن آ پہنچا۔"

نمرود یہ آواز سُن کر چونک اُٹھا۔ مگر اُسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا

کہ اُس کا کوئی دُشمن پُتلے سے بچ کر اچانک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ سکتا ہے۔ اِدھر اُدھر سرسری نگاہ دوڑاتے ہُوئے اُس نے پُوری توجّہ کے ساتھ آہٹ لی۔ لیکن دوبارہ جب ایسی آواز سُنائی نہ دی تو اُسے اپنا وہم سمجھتے ہُوئے وہ پھر بے فکر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر عمرو کا سیروں خون بڑھ گیا۔ نمرود تک پہنچنے کے لیے اُسے صرف ایک ڈھلان طے کرنا تھی۔ وہ اِحتیاط کے ساتھ اُس سے اُترنے لگا۔ اِتفاق سے اُس میں جگہ جگہ چھوٹے بڑے روڑے اٹکے ہُوئے تھے۔ ایک بڑا روڑا عمرو کی ٹھوکر سے لُڑھک گیا۔ کئی دُوسرے روڑے بھی اُس کی لپیٹ میں آ گئے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ روڑوں کی ایک قطار لُڑھک لُڑھک کر نیچے گرنے لگی۔ نمرود نے پھر چونک کر غور سے چاروں طرف دیکھا۔ کرامتی چادر کی وجہ سے عمرو تو اُسے نظر نہ آیا مگر روڑوں کو ڈھلان کے درمیان سے نیچے لُڑھکتا دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنک گیا۔

اُس نے پُتلے کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ پا کر اُس نے وہ منتر پڑھا جس سے پُتلا خود بخود

اُس کے سامنے حاضر ہو جاتا مگر وہ تو جال میں پڑا
ہُوا کراماتی زنبیل کے اندر پڑا تھا۔ کیسے آ سکتا
تھا! جب منتر پڑھنے کے باوجود پُتلا نمرود کے
سامنے حاضر نہ ہُوا تو وہ سمجھ گیا کہ کسی دُشمن نے
پُتلے کو غائب کر دیا ہے۔ اور اب نگاہوں سے
غائب رہتے ہُوئے اُس کی طرف بڑھا چلا آ
رہا ہے۔

یہ رائے قائم کرتے ہی اُس نے منتر پڑھ کر ڈھلان
کے نیچے کی سمت اُنگلی کے اشارے سے ایک گڑھا
بنایا اِس کے بعد ڈھلان کی طرف مُنہ کر کے کوئی
ایسا جادُو پڑھ کر پھونکا کہ ہوا کے طوفانی جھکڑ
اُوپر سے نیچے کی طرف چلنے لگے۔ اِن جھکڑوں
کا زور اِتنا زیادہ تھا کہ عمرو خُود کو سنبھال نہ
سکا اور لُڑھکتا ہُوا نیچے آ گرا۔ بد قسمتی سے
ایک نوکیلے پتھر میں اٹک جانے کی وجہ سے
کراماتی چادر اُس کے سر سے الگ ہو گئی۔ نیچے
گرتے ہی اُس نے اُٹھ کر بھاگ جانا چاہا لیکن
اُس کے ہاتھ پیر ہِل بھی نہ سکے۔ نمرود اُسے
حیرت اور غصّے سے گھورنے لگا۔

عمرو سمجھ گیا کہ اُس کے ہاتھ پیر نمرود کے جادُو
کے سبب سُن ہو گئے ہیں۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہ
دیکھتے ہُوئے اُس نے چِلّا کر کہا: "اے نمرود! میں
عمرو عیار ہوں۔ خبردار! مجھے ہلاک نہ کرنا۔ میں مرشد
سے ناراض ہو کر تیرے پاس آیا ہوں۔ مجھے افراسیاب
کے پاس لے چل یا اپنا غلام بنا لے۔"

نمرود عمرو کا نام سنتا آیا تھا۔ اُسے یہ بھی
معلوم تھا کہ شہنشاہِ افراسیاب اپنے دُشمنوں اور باغیوں
میں سب سے زیادہ اہمیت عمرو کو دیا کرتا تھا۔
اس وقت وہ اپنے سامنے پڑے ہُوئے دُبلے پتلے
اور مخنچو جیسے آدمی کو بڑا حقیر سمجھ رہا تھا
لیکن جیسے ہی اُس نے اپنا نام عمرو بتایا نمرود کی
آنکھیں چمک اُٹھیں۔ اُس نے کہا۔ "اچھا! کیا تو
بہار جادُو کو چھڑانے کی نیت سے نہیں آیا تھا؟"

"نہیں۔" عمرو نے کہا۔ "خداوند لقا کی قسم۔"

"ارے! کیا تو خداوند لقا پر بھی ایمان لا چکا
ہے؟" نمرود نے حیرانی کے ساتھ کہا۔

"اور کیا۔ ایسا نہ ہوتا تو میرا مرشد سے جھگڑا
کیوں ہوتا؟" عمرو بولا۔

نمرود عمرو کی باتوں میں آ گیا مگر پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "تجھے اپنی سچائی کا ثبوت دینا پڑے گا اور وہ میرا طلسمی پتلا کہاں ہے؟"

"تو جیسا ثبوت مانگے گا، پیش کروں گا۔" عمرو نے جواب میں کہا۔ "تیرے پتلے کو میں نے گرفتار کر لیا ہے۔"

"اگر تیری نیت صاف تھی تو پتلے کو تو نے کیوں گرفتار کیا؟" نمرود نے سوال کیا۔

"وہ مجھے ہلاک کرنے پر تلا ہوا تھا۔" عمرو نے کہا۔ "ایسا نہ کرتا تو صحیح سلامت تیرے سامنے کس طرح پہنچ سکتا تھا؟"

"لیکن تو نے اس پر قابو کس طرح پا لیا؟" نمرود نے کہا۔ "اور ڈھلان سے اترتے ہوئے نظر کیوں نہیں آ رہا تھا؟ کیا تو بھی جادو جانتا ہے؟"

"جادو سے میرا کیا واسطہ۔" عمرو نے کہا۔ "یہ تو خداوند لقا کے ان تحفوں کا کرشمہ ہے جو انھوں نے مجھے خواب میں بخشے تھے۔"

نمرود کے دل میں لالچ آ گیا۔ اس نے کہا "اگر میں تجھ سے وہ سارے تحفے مانگوں جو

خداوند لقا نے تجھے دیے ہیں تو کیا تو مجھے دے دے گا؟"

عمرو کچھ دیر خاموش رہا اور پھر بولا۔ "ہاں مگر طلسمی ڈبا نہیں دوں گا۔"

نمرود نے خیال کیا کہ ضرور یہ طلسمی ڈبا دوسرے سارے تحفوں سے زیادہ کام کی چیز ہو گی۔ اسے دیکھنے، اس کی صفت جاننے اور اسے ہتھیانے کا شوق اس کے دل میں چٹکیاں لینے لگا۔ لیکن اس کے لیے اس نے زبردستی اور بے صبری کو غیر مناسب سمجھا۔ "اچھی بات ہے۔ جیسی تمھاری مرضی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آؤ بیٹھ کر باتیں کریں۔"

یہ کہہ کر نمرود نے جادو کا اثر عمرو کے جسم پر سے ختم کیا، ہاتھ پکڑ کر اسے قالین پر لا بٹھایا۔ کچھ دیر تک دونوں ایک دوسرے کی تعریف کرتے رہے۔ اس کے بعد نمرود نے اچانک عمرو سے طلسمی ڈبا دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ عمرو نے پہلے تو کچھ نخرہ کیا مگر پھر زنبیل میں سے سیاہ لکڑی کا ایک گول سا ڈبا نکال کر نمرود کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "یہ خداوند کا خاص تحفہ

ہے۔ اِس کے اندر ایک طلسمی انڈا ہے۔ سچے
دل سے سات بار خُداوندِ لقا کا نام لے کر اُسے
مُنہ کی بھاپ دو۔ پھر آنکھوں سے آدھے بالشت
کے فاصلے پر رکھ کر اس پر نگاہیں جماؤ۔ چند
لمحوں بعد ایک پری ادب سے سر جُھکائے کھڑی
نظر آئے گی۔ اُس وقت تُم جس شخص کا بھی
حال معلوم کرنا چاہو گے، پری اُس کی رتّی رتّی کی
خبر دے گی۔ اور اگر دیکھنے کی خواہش ظاہر
کرو گے تو وہ جہاں اور جس حال میں ہو گا صاف
نظر آئے گا۔"

"اُوہ! یہ تو بڑی لا جواب چیز ہے۔" نمرُود
نے ڈبّا عُمرُو کے ہاتھ سے جھپٹتے ہُوئے کہا۔
"ذرا دیکھوں تو۔"

عُمرُو ایک ٹھنڈی سانس لے کر چُپ ہو رہا۔
نمرُود نے بے صبری کے ساتھ ڈبّا کھولا، انڈا نکالا
سات بار خُداوندِ لقا کو یاد کر کے انڈے کو
مُنہ کی بھاپ دی اور آنکھوں سے آدھ بالشت
کے فاصلے پر رکھ کر اُسے غور سے دیکھنے لگا۔
آخرکار وہی ہُوا جو ہونا تھا۔ انڈا اِکبارگی پھٹا،

ہلکے دُھوئیں جیسی کوئی چیز اُس میں سے نکل کر
نمرُود کے دماغ میں جا گھسی۔ اُس کو ایک چھینک
آئی اور بے ہوش ہو گیا۔

عُمرُو اِسی موقع کا مُنتظر تھا۔ سب سے پہلے
اُس نے اپنی کرامتی چادر پر قبضہ کیا جو ڈھلان
کے ایک پتّھر میں اٹکی ہُوئی تھی۔ اِس کے بعد
اُس نے بہار جادُو کو زنبیل میں داخل کیا۔ وہ
بے چاری اب تک بے ہوش تھی۔ اب اُس نے
چاہا کہ جلدی جلدی نمرُود کا سارا سامان بھی
زنبیل میں رکھ لے لیکن اچانک اُسے وہم ہو گیا۔
کہ کہیں نمرُود اِس عرصے میں ہوش میں نہ آ
جائے۔ اُس نے خنجر نکال لیا۔ اُچھل کر نمرُود
کے سینے پر جا بیٹھا اور پھر ایک لمحہ ضائع
کیے بغیر اُس کے سر کو تن سے جُدا کر دیا۔
دیکھتے ہی دیکھتے تاریکی پھیل گئی۔ آندھی چلنے
لگی۔ چیخ پُکار کی دِل ہلا دینے والی آوازیں
گونجنے لگیں۔ آخر میں کوئی بڑی حسرت کے
ساتھ پُکارا۔ "افسوس! مجھے دغا سے ہلاک کیا۔
میرا نام نمرُود جادُو تھا۔"

یہ آواز سُنتے ہی مہ رُخ کے لشکر میں شادیانے
بجنے لگے۔ عُمرو کا سینہ فخر سے پھُول گیا۔ کارنامہ
تو وہ انجام دے ہی چُکا تھا۔ اب اُسے مالِ
غنیمت کی فکر تھی۔ وہ اندھیرا ختم ہونے کا اِنتظار کرنے
لگا لیکن جیسے ہی تاریکی چھٹی اُس کی ساری خوشی
خاک میں مِل گئی۔ وہاں نہ وہ شامیانہ تھا نہ
ہیرے جڑے قُمقُمے۔ نہ سونے چاندی کے برتن تھے
نہ نرم نرم قالین۔ ایک کھُردری چورس چٹان تھی
جس پر نمرُود جادُو کی لاش پڑی تھی اور وہ
خُود اُس کے قریب کھڑا ہُوا تھا۔ وہ سمجھ گیا
کہ جس مالِ غنیمت پر وہ دانت لگائے ہُوئے تھا
وہ جادُو کا سامان تھا۔ نمرُود کے ساتھ وہ بھی
نیست و نابود ہو چُکا تھا۔ اُسے نمرُود کے طلسمی
پُتلے کا خیال آیا۔ سوچا کہ شاید مہ رُخ کا کوئی
جادُوگر اسے اونے پونے خرید لے۔ لیکن جالِ
اِلیاسی نِکال کر دیکھا تو وہ بھی غائب تھا۔ لاچار
ہو کر اُس نے چاہا کہ نمرُود کا کٹا ہُوا سر ہی
لیتا چلے۔ لیکن وہ اُسے اُٹھانے کے لیے جھُکا ہی
تھا کہ اکبارگی نمرُود کی کھوپڑی چٹخ کر پاش پاش

ہو گئی۔ ایک سیاہ بھونرا اس میں سے نِکلا اور
بھنبھناتا ہُوا اُڑ کر غائب ہو گیا۔

عُمرو نے ایک ٹھنڈی سانس لی، مالِ غنیمت نہ
پانے کا افسوس کرتا ہُوا پہاڑ سے نیچے اُترا اور
مُنہ بنائے گردن لٹکائے لشکر گاہ کی طرف چل دیا۔
لوگوں نے اُسے صحیح سلامت آتا دیکھ کر خوشی
کے نعرے بُلند کیے۔ ناچتے گاتے ہُوئے اُس کا
اِستقبال کیا۔ پھُول نچھاور کیے۔ لیکن اُس نے کسی
کی طرف مُنہ اُٹھا کر نہ دیکھا۔ سیدھا دربار
میں جا پہنچا۔ بادشاہ مہ جبین نے کھڑے ہو کر
اُس کا اِستقبال کیا۔ شہزادہ اسد، ملکہ مہ رُخ،
ملکہ فرمایہ اور شاگردوں نے اُسے ہار
پہنائے مگر یہاں بھی اُس نے کسی سے سیدھے
مُنہ بات نہ کی۔ تخت کے قریب پہنچ کر زنبیل
سے بہار جادُو کو نِکال کر فرش پر ڈال دیا
اور سارے ہار پھُول گلے سے نِکال کر زمین
پر پٹختے ہُوئے بولا۔

"مجھے نہیں چاہئیں یہ ہار پھُول۔ خود ایک دوسرے
کو پہناؤ۔ تُمھیں اپنے مطلب کے سوا کسی کی کوئی

فکر نہیں۔ بس آج سے میرا تمھارا ساتھ ختم۔ غضب
خدا کا پورے آٹھ لاکھ کے مالِ غنیمت کا نقصان
اُٹھا کر آ رہا ہوں اور تم لوگ صرف ہار پھول
دے رہے ہو۔"

عمرو کا یہ نخرہ دیکھ کر سارے درباری بے اختیار
قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔ عمرو اُس پر بگڑ کر
جانے لگا تو مہ رُخ نے اُسے روک لیا۔ بس
پھر اُس پر اشرفیوں، موتیوں اور جواہرات کی برسات
ہونے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں کے مال کا
ڈھیر لگ گیا۔ عمرو خوش ہو گیا۔ سارا مال سمیٹ
کر زنبیل میں رکھا اور سب کو دِل کھول کر
دُعائیں دینے لگا۔

عمرو پنجرے میں

افراسیاب گنبدِ نور میں ملکہ حیرت کے ساتھ بیٹھا
ناچ گانے سے لطف اُٹھا رہا تھا کہ اُس کے
کانوں میں کوہِ عقیق کی سرحد پر رکھے ہوئے طلسمی
نقارے کی آواز گونجنے لگی۔ یہ اِس بات کی
علامت تھی کہ بادشاہ سلیمان عنبریں جو خداوندِ لقا
شاہ فرامرز اور بختیارک وغیرہ کے ساتھ مِل کر
امیر حمزہ سے جنگ کر رہا تھا، کوئی خاص
پیغام بھیجنا چاہتا ہے۔ افراسیاب نے فوراً ایک
طلسمی پنجے کو اشارہ کیا۔ پنجہ اپنی جگہ سے اُچھلا
اور بجلی کی سی تیزی سے اُڑتا ہوا کوہِ عقیق
کی سمت روانہ ہو گیا۔ اُسی لمحے ایک سیاہ
بھونرا باہر سے اُڑتا ہوا اندر آیا اور افراسیاب
کے قریب پہنچ کر چلایا۔ "نمرود عمرو کے ہاتھوں
ہلاک ہوا!" یہ کہہ کر وہ افراسیاب کے قدموں

پر گر کر جل گیا۔

ملکہ حیرت کو مرود جادو سے بڑی امیدیں تھیں۔ وہ افراسیاب کے خاص جادوگروں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کی موت کی خبر سنتے ہی وہ سخت جوش میں آ گئی اور افراسیاب سے ضد کرنے لگی کہ اب وہ خود ملکہ مہ رخ کے مقابلے پر جائے گی اور سارے باغیوں کو ان کی سرکشی کا مزہ چکھائے گی۔ افراسیاب نے اسے بہت سمجھایا مگر اس نے ایک نہ سنی۔ مجبوراً افراسیاب کو اجازت دینی پڑی اور ملکہ حیرت کی روانگی کے لیے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ کوچ کے نقارے بجنے لگے۔ رسد اور ساز و سامان کے بنڈل بندھنے لگے۔ سارا بندوبست مکمل ہو گیا تو ملکہ کی خواصوں اور عیاروں نے آکر اسے اطلاع دی۔ ملکہ نے اجازت کے لیے افراسیاب کی طرف دیکھا۔ اسی لمحے وہ پنجہ اڑتا ہوا آیا جو کوہِ عقیق کی طرف گیا تھا اور سلیمان عنبریں کا ایک خط افراسیاب کی خدمت میں پیش کیا۔ ملکہ حیرت ٹھہر گئی۔ افراسیاب نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

"حضور کی ہدایت کے مطابق سرمست جادو زبردست فوج کے ساتھ یہاں پہنچا تھا۔ خداوند تعالیٰ نے اسے برکت دی۔ اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے لشکرِ حمزہ میں کہرام مچ گیا۔ اس کے بڑے بڑے سردار گرفتار ہوئے۔ قریب تھا کہ دشمن حوصلے ہار جاتا مگر افسوس کہ عمرو کے بیٹے چالاک نے مکاری سے سرمست کو قتل کر دیا۔ جیتی ہوئی بازی ہر گئی۔ نئی مصیبت یہ ہوئی کہ سعد بن قباد جو کہ امیر حمزہ کا پوتا ہے، زبردست فوج کے ساتھ دشمن کی مدد کو آ پہنچا ہے۔ حضور سے درخواست ہے کہ جلد اس مصیبت سے چھڑائیں۔ کوئی نامور سردار اور لشکرِ جرار بھیجیں کہ دشمنوں کے حوصلے پست ہوں اور دوستوں کے دل بڑھیں۔ فقط آپ کا تابعدار سلیمان عنبریں۔"

آپ کو یاد ہو گا کہ افراسیاب نے سرمست سے پہلے حسینہ جادو کو امیر حمزہ کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن اپنے ملک میں جاتے ہی حسینہ جادو بیمار ہو گئی تھی اور اس کی جگہ سرمست جادو کو بھیج دیا گیا تھا۔ سلیمان

خط پڑھ کر افراسیاب کچھ دیر سوچتا رہا۔ اس کے بعد اس نے کتاب سامری کھول کر حیرت پر حال معلوم کیا۔ پتا چلا کہ اب وہ بالکل تندرست ہو چکی ہے۔ افراسیاب نے اپنے ہاتھ سے اُسے خط لکھا کہ فوراً امیر حمزہ کے مقابلے روانہ ہو جائے۔ یہ خط لکھ کر اُس نے ایک پنجے کو اشارہ کیا۔ پنجہ خط کو لے کر اُڑا اور منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب افراسیاب ملکہ حیرت کی طرف متوجہ ہوا: "جاؤ! خداوندِ سامری و جمشید تمھارے مددگار ہوں۔"

پھر اُس نے ملکہ حیرت کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: "خبردار! جاتے ہی لڑائی مت چھیڑ دینا۔ اطمینان کے ساتھ ڈیرے ڈال کر پہلے عیاروں کی گرفتاری کی فکر کرنا۔ اور جب وہ قابو میں آ جائیں تب جنگ شروع کرنا۔"

ملکہ حیرت نے ادب سے سر جھکایا۔ نصیحت پر عمل کرنے کا یقین دلایا اور رُخصت ہو کر شان و شوکت کے ساتھ ملکہ مہ رُخ کے مقابلے کے لیے روانہ ہو گئی۔ نامور جادوگروں اور

جادوگرنیوں کی ایک شان دار فوج اس کے ساتھ تھی۔ صدہا نقارے، طبل اور ڈھول تاشے بج رہے تھے۔ [illegible] رنگ برنگے جھنڈے ہوا میں لہرا رہے تھے۔ آتش بازیاں اور پٹاخے چھوڑے جا رہے تھے۔ [illegible] گھوڑوں کے [illegible] تھرتھرے [illegible] وہ دوڑ [illegible] رہے تھے۔ سب [illegible] اُڑتے ہوئے [illegible] کے تختِ رواں کے آگے پیچھے چلے جا رہے تھے۔ جس شخص کی نگاہ اس لشکر پر پڑتی، پکار اُٹھتا: "اس قیامت کے سامنے بھلا کون ٹھہر سکے گا۔ یقیناً باغیوں کے دن اب پورے ہو چکے ہیں۔"

لشکرِ مہ رُخ میں جب ملکہ حیرت جادو کی آمد کی خبر پہنچی تو اُس میں کھلبلی مچ گئی۔ سپاہی سپاہیوں سے، سردار سرداروں سے کھسر پھسر کرنے لگے۔ بہتوں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ کتنوں ہی کے دل دہشت سے اُچھلنے لگے۔ کوئی کہتا "یارو! رات ہوتے ہی یہاں سے بھاگ چلو۔" کوئی رائے دیتا۔ "چل کر ملکہ حیرت کی اطاعت کر لو۔" بادشاہ مہ جبین نے فوراً لشکر کے بڑے

بڑے سرداروں، جادوگروں اور سالاروں کو طلب
کیا۔ دربار لگا۔ صلاح مشورے ہونے لگے۔ شہزادہ
اسد سب کے دل بڑھانے اور آن پر مر مٹنے
کی باتیں کرتا۔ دوسرے اپنی ناطاقتی اور ملکہ حیرت
کی زور آوری کا حال بیان کر کے صلح کرنے پر
زور دیتے۔ ملکہ فرمانیہ، بہار جادو اور مہ رُخ کی
رائے تھی کہ یا تو امیر حمزہ کے پاس چلنا چاہیے
یا پہاڑوں میں اس وقت تک چھپ جانا چاہیے
جب تک شہزادہ اسد کو طلسم فتح کرنے کا راز
نہ معلوم ہو جائے۔ غرض ہر ایک اپنی اپنی الگ
رائے رکھتا تھا۔ آپس میں کسی بات پر سب کا
اتفاق نہ ہو پاتا تھا۔

یہ رنگ دیکھ کر عمرو نامدار کھڑے ہوئے اور
سارے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولے "لوگو!
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم سب پر افراسیاب کی بیوی
کی ہیبت طاری ہو گئی ہے۔ اُسے مقابلے پر
دیکھ کر تمھارے ہاتھ پاؤں پھول گئے ہیں۔ یہ
بڑے شرم کی بات ہے۔ اگر تم نے صرف عیش
... سے یا اپنا بھاؤ بڑھانے کی

... شہزادہ اسد کی حمایت کی ہے۔ ... نہیں کر بادشاہ
تسلیم کر کے افراسیاب سے بغاوت کی ہے تو میں
تمھیں اجازت دیتا ہوں۔ ابھی اور اسی وقت ملکہ
حیرت کے پاس چلے جاؤ۔ افراسیاب کی دوبارہ غلامی
اختیار کرو۔ لیکن اگر تم اس لیے ہمارے ساتھ
...نے ہو کہ حق کی حمایت کرو، باطل سے ٹکر لو
اور قربانیاں دینے مصیبت اُٹھانے کو ثواب سمجھو تو
اپنی جگہ ڈٹے رہو۔ فتح ہو یا شکست، دشمن سے
...ان توڑ کر مقابلہ کرو۔ میں اور میرے شاگرد کسی
...ل میں بھی نہ فرار اختیار کریں گے نہ افراسیاب
اطاعت قبول کریں گے۔ اب ہم ملکہ حیرت کے
لشکر کو تہس نہس کرنے کی فکر میں روانہ ہوتے ہیں۔
... تم سے ہو سکے تو بس اتنا کرو کہ جہاں تک
...ن ہو اپنی جگہ قائم رہتے ہوئے بھرپور لڑائی
...التے رہو۔ مقابلے کو جتنا ممکن ہو سکے لمبا
... ہم پوری کوشش کریں گے کہ اس موقع سے
...دہ اُٹھاتے ہوئے ملکہ حیرت اور اُس کے سرداروں
ٹھکانے لگا دیں اور دشمن کے حوصلے پست کر
اُسے واپس جانے پر مجبور کر دیں۔ بس! اب

جسے ہماری بات پسند آئے، یہاں رہے۔ جسے پسند نہ
آئے وہ اپنی راہ لے۔ ہم جاتے ہیں۔"
یہ تقریر کر کے عمرؔو نے اپنے چاروں شاگردوں
کو اشارہ کیا اور بغیر کسی کی طرف دیکھے طرارے بھرتا
ہُوا دربار سے نکل گیا۔ مہتر قِران، برق فرنگی، جانسوز
اور ضرغام بھی اُس کے پیچھے چل دیے۔

اس مرتبہ عمرؔو نے بغیر نخرہ کیے جس طرح
ملکہ حیرت سے مُقابلہ کرنے کا عزم دکھایا اور
تقریر میں جو چبھتی ہُوئی اور دلوں کو گرما دینے
والی باتیں کہیں، اُس سے ہر شخص کو بڑا حوصلہ
حاصل ہُوا۔ سارے سردار اور سپہ سالار آخر دم
تک مُقابلہ کرنے کی قسمیں کھانے لگے۔

اُدھر ملکہ حیرت جادُو نے ایک مُناسب مقام پر
اپنی فوج کو پڑاؤ ڈالنے کا حُکم دیا۔ غیر ہموار
زمین ہموار کر دی گئی۔ گھاس اور جھاڑیاں صاف
کر دی گئیں۔ خیموں، شامیانوں اور قناتوں کا ایک
شان دار اور خوب صُورت شہر آباد ہو گیا۔ کیمپ
کا سارا انتظام مُکمل ہو گیا تو فوج کے سردار اور
سپہ سالار ملکہ کے پاس جنگ کے بارے میں

ہدایات حاصل کرنے کے لیے جمع ہُوئے۔
ملکہ حیرت نے اُن سے کہا: "خبردار! لڑائی میں
[illegible] اور جلدی مت کرنا۔ ہاں پہرا چوکی سے ہوشیار
رہنا اور دشمن پر کڑی نظر رکھنا۔ شہنشاہ کی ہدایت
کے مُطابق پہلے ایک ضروری مُہم سر کرنی ہے۔ اس
کے بعد ہی دشمن فوج کی خبر لینی ہے۔ وہ مُہم
ابھی راز ہے۔ میں اُس کا انتظام کر رہی ہوں۔ وہ
پوری ہوتے ہی تمھیں خبر دوں گی۔ فی الحال صبر کے
ساتھ انتظار کرو۔"

سرداروں اور سپہ سالاروں کو یہ ہدایت دینے کے
بعد ملکہ حیرت نے اپنی عیاروں کی سردار صرصر کو
طلب کیا اور اُس سے کہا: "اے صرصر! تیرے ہنر
اور کمال کی آزمائش کا وقت آ پہنچا۔ زندگی بھر
کی میری مہربانیوں کا حق ادا کرنے کا یہی موقع
ہے۔ مجھے مہ رُخ، بہار جادُو اور اُس کے لشکر کی
کوئی فکر نہیں۔ فکر ہے تو اُس مکار عمرؔو عیار
کی ہے۔ تجھ سے جس طرح بن پڑے اس کانٹے
کو دُور کر۔ اُسے گرفتار یا ہلاک کر کے مجھے شہنشاہ
کی نگاہوں میں سُرخ رُو کر۔ جب تک تُو یہ کام

نہ کرے گی بیں یوں ہی ڈیرا ڈالے پڑی رہوں
ہرگز باغیوں سے جنگ نہ کروں گی۔"

صرصر نے یہ سُن کر ادب سے کہا، "حضور مطمئن
رہیں۔ ہرگز فکر نہ فرمائیں۔ کنیز ہر حالت میں حق نمک
ادا کرے گی۔ دو دِن کے اندر عمرو کو گرفتار کر کے
پیش کرے گی۔ بس درخواست اِتنی ہے کہ اس د
حضور اور شہنشاہ پوری اِحتیاط کریں۔ پہلے کی طرح
عمرو کے دھوکے میں نہ آئیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ
مُوا بھیس بدل کر حضور کو پھر جُل دے جائے اور
مجھے پھنسا کے خود نِکل جائے۔" ملکہ نے اُسے
اِطمینان دلایا اور وہ رُخصت ہو کر عمرو کی تلاش
میں چل دی۔

عین اسی موقع پر گنبد نور میں افراسیاب نے ایک
نامور جادوگرنی خمار جادو کو طلب کیا اور اُسے
حکم دیتے ہوئے بولا، "ملکہ حیرت ماہ رُخ سے
لڑنے گئی ہے۔ وہاں عمرو سے اُس کے لشکر
اور سرداروں کو بڑا خطرہ ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے
وہ اُسے قابو میں نہ لا سکیں اور وہ مکار لشکر
کو نقصان پہنچائے۔ چنانچہ تو اِسی وقت جا

اور جس حال میں بھی عمرو پر تیرا بس چلے گرفتار
کر کے لے آ۔"

خمار جادو نے شہنشاہ افراسیاب کو اطمینان دلایا
اور ہوا میں اُڑتی ہوئی عمرو کی تلاش میں روانہ
ہو گئی۔ اُدھر عمرو، جو اپنے شاگردوں کے ساتھ
ماہ رُخ کی چھاؤنی سے نِکلا تو سیدھے پاس کے
ایک جنگل میں جا کر دم لیا۔ وہاں اُس نے
اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے اُنھیں ہدایت دی۔
"یارو! اپنے لشکر کا حال تُم پر اچھی طرح آشکار ہے۔
اب دُشمن کی بربادی اور دوستوں کی سلامتی کا اللہ
کے بعد صِرف ہم پر دار و مدار ہے۔ گھڑی سخت
ہے۔ جانیں لڑانے اور مکاری کا کمال دِکھانے کا
یہی وقت ہے۔ یہاں سے ہر ایک الگ ہو جائے۔
جس طرح بن پڑے دُشمن کے لشکر میں خود کو
پہنچائے اور ملکہ حیرت کو زِندہ یا مُردہ اُٹھا کر لے
آئے۔ اِس کے سوا بات نہ بنے گی۔ مصیبت سر
سے نہ ٹلے گی۔ بس اب دیر بالکل نہ کرو۔ فوراً
یہ مہم سر کرنے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔"

یہ کہہ کر عمرو جنگل جنگل ہوتا ہوا ملکہ حیرت

کے لشکر کے پیچھے جا پہنچا۔ پھر راستے میں ایک جگہ
چھپ کر کھڑا ہو گیا اور آنے جانے والوں پر
نگاہیں دوڑانے لگا۔ کچھ دیر بعد اُسے ناچنے گانے
والوں کی ایک ٹولی زرق برق لباس پہنے اور
طبلہ سارنگی سنبھالے لشکر کی طرف آتی نظر آئی۔
اُس نے جلدی جلدی سپاہی کا بھیس بھرا اور
اُن کے قریب جا کر پوچھنے لگا: "تم کون لوگ
ہو اور کہاں جاتے ہو؟"

ٹولی میں سے ایک رقاصہ نے جواب دیا: "اے
ہے! تو کیسا سپاہی ہے! اپنے افسروں کا حکم
بھی نہیں جانتا۔ ارے مورکھ ہم ناچنے گانے والے
ہیں۔" اتنا کہہ کر اُس نے ہاتھ نچا کے دو
ٹھمکے لگائے اور بولی۔ "وہ جو لشکر کے ہرے پر
بڑا سا شامیانہ لگا ہے، وہاں جاتے ہیں۔ ملکہ
صاحبہ کا داروغہ وہاں ہمارا ناچ گانا دیکھے گا۔
جسے قابل سمجھے گا ملکہ کے سامنے پیش کرے گا۔
ارد گرد کی ساری بستیوں میں اس بات کی منادی
کی گئی ہے۔ جیسے جیسے اپنے ہنر پر بھروسا ہے
قسمت آزمانے پہنچ رہا ہے۔ سمجھ گیا کہ کچھ

اور بتاؤں؟"

عمرو کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اُس نے
جواب دیا: "بس بس چپ کر۔ مجھے تو کیا بتانے گی
مُنہ! میں نے تو یونہی پوچھ لیا تھا اور تو
سچ مچ سمجھ بیٹھی کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ چل
جا اپنی راہ لے۔"

میراثیوں کی ٹولی ہنستی ہوئی لشکر کی طرف چل
دی۔ عمرو وہیں کھڑا رہا۔ جب وہ لوگ اوٹ
میں جا پہنچے تو عمرو نے جلدی جلدی ایک
میراثی کا بھیس بھرا اور ہاتھ میں اکتارہ لے
کر اُن کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

اُدھر صرصر عمرو کو جنگل میں ڈھونڈھتی پھر رہی
تھی۔ عمرو تو اُسے نہ ملا مگر ایک جگہ پر
اُس نے عمرو کے پیروں کے نشان دیکھ لیے
اُس کا ماتھا ٹھنک گیا۔ وہ اُن نشانات
پر چل کھڑی ہوئی اور کھوج لگاتے لگاتے
اُس جگہ جا پہنچی جہاں عمرو نے میراثیوں کی
ٹولی سے بات کی تھی۔ وہاں سے یہ نشان
لشکر کی طرف پلٹ گئے تھے۔ کچھ دور اور ان

نشانوں پر ملنے کے بعد اُسے یقین ہو گیا کہ عمرو
داروغہ کے شامیانے میں ہے ۔ وہ سمجھ گئی کہ عمرو
وہ کسی گانے والے یا گانے والی کے بھیس میں
ہو گا اور اپنا کمال دکھا کر ملکہ حیرت کی محفل
میں پہنچنے کی فکر میں لگا ہو گا۔

وہ بھی ٹیکتی ہوئی داروغہ کے شامیانے میں جا
پہنچی ۔ وہاں میراثیوں کا زبردست مجمع لگا ہوا تھا
جو لوگ ملکہ کی محفل کے قابل سمجھے گئے تھے انہیں
دائیں طرف بٹھایا گیا تھا۔ دوسرے لوگوں کو بائیں
جانب جگہ دی گئی تھی ۔ جو باقی بچے تھے انھیں
باری باری اپنا کمال دکھانے کا موقع دیا جا
رہا تھا۔

صرصر نے ایک جگہ کھڑے ہو کر اُن میراثنوں اور
میراثیوں پر نگاہ دوڑانی شروع کر دی ۔ عمرو ایک
بوڑھے میراثی کے بھیس میں موجود تھا اور اپنی باری
کا انتظار کر رہا تھا مگر صرصر اُسے بالکل نہ پہچان
سکی کچھ دیر بعد داروغہ نے عمرو کو آگے آنے کا
اشارہ کیا۔ وہ سلام کر کے آگے بڑھا اور اُس
کے سامنے جا کر دو زانو ہو بیٹھا۔ سارے مجمع کی

نگاہیں اُس پر جم گئیں۔ کچھ لوگ اُس کے سفید بال
اور مخنچو جیسی شکل دیکھ کر اُس کا مذاق اڑانے
لگے۔

عمرو نے چاروں طرف نگاہ ڈال کر ایک تانپورے
کو چھیڑا اور آنکھ بند کر کے گنگنانے لگا۔ اس
کے بعد جو اُس نے تان لی ہے اور ایک پھڑکتی
ہوئی غزل چھیڑی ہے تو محفل میں سناٹا چھا گیا۔
مذاق اُڑانے والے بھی بے خود ہو گئے۔ داروغہ
سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس بوڑھے کی آواز میں
اتنا رس ہو گا۔ اسی موقع پر صرصر چونکی۔ اُسے
یقین ہو گیا کہ ایسا گانا عمرو کے سوا کوئی نہیں
گا سکتا۔ یہ بوڑھا عمرو ہی ہے۔ گانے کے اثر
سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے اُس نے اپنے
کانوں میں تھوڑی روئی ٹھونسی اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے
داروغہ کی طرف بڑھنے لگی۔ عمرو کی جوں ہی اس
پر نگاہ پڑی وہ چونک گیا۔ اُس کی آواز میں
فرق آ گیا۔ داروغہ اور دوسرے سارے لوگ ناگواری
کے ساتھ صرصر کو گھورنے لگے۔ وہ سیدھی داروغہ کے
پاس پہنچی اور اُس کے کان کے قریب منہ لے

جا کر کہنے لگی۔ اس بوڑھے کو فوراً گرفتار کر لے۔
یہ عمرو عیار ہے۔ شہنشاہ اور ملکہ کا جانی دشمن
ہے۔ بچ کر نکل گیا تو مشکل سے ہاتھ آئے گا۔
سپاہیوں کو حکم دے اُسے گھیر لیں۔ جلدی کر۔ وہ
ہوشیار ہو گیا ہے۔

داروغہ عمرو کے گانے سے مست ہو چکا تھا۔
اُسے صرصر کی بات بُری لگ رہی تھی۔ اُس کے
جی میں آئی کہ صرصر کو دھکا دے کر پرے کر
دے مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ ملکہ کی چہیتی
ہے۔ اس سے اُلجھنے کا انجام اچھا نہ ہو گا۔ اُس
کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے، کیا نہ کرے۔
غصے اور بے بسی کے ساتھ وہ صرصر کو ٹکر ٹکر
دیکھتا رہ گیا۔ شامیانے میں موجود سارے میراثی اور
سپاہی بے چینی کے ساتھ یہ سمجھنے کی کوشش
کر رہے تھے کہ آخر وہ دونوں کیا کھسر پھسر کر
رہے ہیں۔

عمرو کو شبہ تو پہلے ہی ہو چکا تھا، صرصر کو
اپنی جانب اشارہ کرتے دیکھ کر اب یقین ہو
کہ بھانڈا پھوٹ چکا ہے، صرصر نے اُسے

پہچان لیا ہے اور اب اُسے گرفتار کرانا چاہتی ہے۔
سب لوگوں کو اُن کی طرف متوجہ پا کر اُس نے
موقع سے فائدہ اُٹھایا۔ گانا بند کر کے ساز
کو ایک طرف پھینکا اور چھلانگیں لگاتا ہوا باہر
بھاگ کھڑا ہوا۔ جب تک داروغہ نے اُس کی
گرفتاری کا حکم دیا۔ تب تک وہ اُن سے کافی
دُور جا چکا تھا۔ بس ایک صرصر تھی جو بجلی کی
طرح اُس کے پیچھے دوڑ پڑی تھی۔ عمرو کو اُس
کا سان گمان بھی نہ تھا۔ اُسے فخر تھا کہ
دوڑنے میں کوئی اُس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ
سکتا۔ اسی زُعم میں اُس نے پیچھے مڑ کر بھی نہ
دیکھا اور فراٹے بھرتا ہوا جنگل میں جا داخل
ہوا مگر صرصر سائے کی طرح اُس کے پیچھے لگی
ہوئی تھی۔

جُونہی عمرو نے اپنی چھاؤنی کا رُخ کیا۔ صرصر
شیرنی کی طرح دہاڑتی ہوئی اُس پر جھپٹ پڑی۔
عمرو نے بھاگتے ہوئے اچانک اُس کی طرف
پلٹ کر دیکھا تو ہڑبڑا کر گر پڑا۔ اتفاق سے
نیچے ایک پتھر تھا۔ اُس کا گھٹنا اس زور

سے پتھر سے ٹکرایا کہ اُس کی چیخ نکل گئی۔
صرصر کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ اُٹھ کھڑا
ہوا مگر چوٹ اتنی سخت لگی تھی کہ پیر پر زور
دینا اُس کے لیے مشکل ہو گیا تھا۔ صرصر جلد ہی
یہ بات تاڑ گئی اور اُس پر کمند کے پھندے
پھینکنے لگی۔ عمرو اُچھل اُچھل کر اپنا بچاؤ کرنے
لگا۔ وہ اُسے جُل دے کر بھاگ نکلنے کی کوشش
کرتا مگر زیادہ دُور نہ جا پاتا کہ صرصر اُسے
گھیر لیتی۔ عمرو کو جان چھڑانی مشکل ہو گئی۔
اتفاق سے برق فرنگی اُدھر آ نکلا۔ اُستاد
صرصر کے ہاتھوں پریشان دیکھ کر اُس نے دُور
سے نعرہ لگایا اور خنجر نکال کر صرصر پر حملہ آور
ہوا۔ صرصر نے اُس کے قریب پہنچنے سے پہلے
ہی ایک دُوسری کمند نکالی اور پھندا بنا کر اُس
کی طرف پھینک دیا۔ پھندا سیدھا برق کی گردن
میں جا پھنسا۔ صرصر نے جھٹکا دیا۔ برق نے جھٹکا
کھائی۔ مگر اُسی حالت میں اُس نے پھرتی کے
ساتھ خنجر سے کمند کو کاٹ دیا۔ رسّی کا آدھا
ٹکڑا برق کے گلے میں لٹکتا رہ گیا باقی آدھا

صرصر کے ہاتھ میں رہا۔
عمرو نے اِس موقع سے فائدہ اُٹھا کر پیچھے کو
چھلانگ لگائی۔ لیکن ابھی وہ اُٹھ کر بھاگ نہ پایا
تھا کہ صرصر نے کمند کا پھندا پھرتی کے ساتھ اُس
کی طرف پھینک دیا۔ عمرو نے اُس سے بچنے کے
لیے اُٹھنے کے بجائے لوٹ لگا دی۔ برق پھر خنجر
تان کر صرصر کی طرف لپکا۔ صرصر نے دُوسرے ہاتھ
والے کمند کے ٹکڑے کو تیزی سے گھما کر ہنٹر کی
طرح برق کے مُنہ پر مارا۔ برق نے چکر کھا کر ڈبکی
لگانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ پلٹا ہی تھا کہ
رسّی کا بھرپور وار اُس کی پیٹھ پر پڑا۔ وہ تلملا
اُٹھا۔ پیچھے ہٹ کر اُس نے کمند کا گلے میں پھنسا
ہوا ٹکڑا نکالا اور صرصر کی طرف گھما گھما کر اس
پر وار کرنے لگا۔ اس پر صرصر نے بے ہوشی کے
غبارے اُن پر مارنے شروع کر دیے۔ عمرو اور برق
نے بھی اپنا بچاؤ کرتے ہوئے اُس پر بے ہوشی
کے غباروں کی برسات کر دی۔
مقابلہ جاری تھا کہ اچانک صرصر کی شاگرد صبا رفتار
آ پہنچی۔ اپنی اُستانی کو تنہا دو عیّاروں سے لڑتا

دیکھ کر اُس کا خُون جوش مارنے لگا۔ نعرہ لگا کر
وہ برق پر ٹوٹ پڑی۔ برق اُس سے اُلجھ گیا۔
صرصر پھر پہلے کی طرح بڑھ بڑھ کر عمرو پر
کمند کے وار کرنے لگی۔ صبا رفتار نے محسوس کر
لیا کہ عمرو صرصر سے کمزور پڑ رہا ہے اور برق
اُسے سہارا دے رہا ہے۔ برق کو اُس جگہ سے
دُور لے جانے کے خیال سے وہ لڑتی ہُوئی ایک
طرف کو ہٹنے لگی۔ ہوتے ہوتے وہ دونوں عمرو اور
صرصر سے دُور ہٹ گئے۔ اس موقع پر صرصر نے
اپنے حملوں کو اور تیز کر دیا۔ گھٹنے کی تکلیف عمرو
کو بے حال کیے دے رہی تھی۔ وہ لڑکھڑانے لگا۔
بچاؤ کی اِس کے سوا کوئی صُورت نہ دکھائی دے
رہی تھی کہ کرامتی چادر اوڑھ کر صرصر کی نگاہوں
سے غائب ہو جائے۔

ایک بار پیچھے اُچھل کر اُس نے چاہا کہ زنبیل
سے چادر نکال لے مگر اُسی لمحے صرصر کا پھینکا
ہُوا کمند کا پھندا اُس کے بازُو میں جا پھنسا۔
عمرو نے جھٹکا دے کر اپنا بازُو چھڑا لیا مگر
اِس کشمکش میں لڑکھڑا کر گر پڑا۔ عین اُسی وقت

خُمار جادُو عمرو کی تلاش میں اُڑتی ہُوئی اُدھر آ
نکلی اور پہلی ہی نظر میں وہ عمرو کو پہچان گئی۔
وہ اُٹھنے کی کوشش تو کر رہا تھا۔ مگر اُس میں اتنی
سُستی آ گئی تھی کہ کھڑے ہونے سے پہلے
صرصر اُس کی گردن کو کمند میں جکڑ سکتی تھی
ابھی وہ کمند کا حلقہ اُس کی طرف نہ پھینک پائی
تھی کہ خُمار جادُو بجلی بن کر عمرو پر گر پڑی
اور دُوسرے ہی لمحے اُسے دبوچ کر اُڑ گئی۔
صرصر منہ دیکھتی رہ گئی۔ اُس کی سمجھ میں نہ آیا
کہ یہ اچانک کون آیا اور عمرو کو کہاں لے گیا
وہ بھاگتی ہُوئی سیدھی ملکہ حیرت کے پاس
پہنچی اور سارا ماجرا بیان کر دیا۔ ملکہ حیرت بھی
یہ بات سُن کر بڑی حیران ہُوئی۔ اُس نے فوراً
ایک خط اپنے ہاتھ سے افراسیاب کو لکھا اور
سارا واقعہ تحریر کر کے ہدایت طلب کی۔ ایک
تیز رفتار جادُوگر یہ خط لے کر اُڑتا ہوا گنبدِ نُور
کی طرف روانہ ہو گیا۔ عین اُسی وقت افراسیاب
نے بھی ایک خط ملکہ کو لکھ کر ایک جادُوگر قاصد
کے حوالے کیا تھا اور وہ خط لے کر ملکہ حیرت

کے لشکر کی طرف جا رہا تھا۔ دونوں جادوگر قاصد راستے
میں ایک دوسرے سے مل گئے۔ حیرت کے قاصد
نے افراسیاب کے قاصد کا خط لیا اور افراسیاب کے
قاصد نے حیرت کے قاصد کا۔ اور دونوں اُلٹے
پیروں واپس ہو گئے۔

حیرت نے افراسیاب کا خط کھول کر پڑھا تو اس
کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ لکھا تھا: "تمھارا جا[illegible]
میرے حکم کے مطابق عمرو کو گرفتار کر کے لے
آئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُسے تمھارے سامنے
ہلاک کروں۔ لہٰذا یہ خط ملتے ہی روانہ ہو جاؤ۔
منتظر ہوں۔"

ملکہ حیرت نے شادیانے بجانے کا حکم دیا، سردار[illegible]
کو طلب کر کے لشکر کا انتظام اُن کے حوالے [illegible]
اور خود خوشی خوشی طلسمی مور پر سوار ہو کر اُڑ[illegible]
ہوئی گنبدِ نور کی طرف روانہ ہو گئی۔

دشمن کے لشکر میں خوشی کے نقارے بجتے [illegible]
کر مہ رُخ کے جاسوس خبر لینے کو دوڑے۔ وا[illegible]
جا کر اُنھوں نے خبر دی کہ عمرو نامدار گرفتار [illegible]
گئے ہیں۔ افراسیاب اُنھیں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔

ملکہ حیرت یہ تماشا دیکھنے کے لیے واپس چلی گئی ہے۔
یہ سنتے ہی مہ جبین کے دربار میں کہرام مچ گیا۔
ہر شخص جوش میں آ کر قسمیں کھانے لگا کہ
ابھی افراسیاب پر حملہ کریں گے یا عمرو کو چھڑا لیں گے
یا اپنی جان دے دیں گے۔ آخر شہزادہ اسد نے
اُنھیں سمجھایا کہ خدا پر بھروسا رکھو۔ ہمارا گنبدِ نور
پہنچنا مشکل اور نامناسب ہے۔ دادا عمرو پر خدا اور
پیغمبروں کا سایہ ہے۔ افراسیاب اُن کا کچھ نہ بگاڑ
سکے گا۔ انشاء اللہ وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو
جائیں گے۔ تم سب اطمینان کے ساتھ دشمن کے
لشکر پر نظر رکھو۔ کسی قسم کی پریشانی دل میں
نہ لاؤ۔"

اس پر کچھ سرداروں نے جوش میں آ کر کہا: "اچھا!
پھر ہمیں حیرت کے لشکر پر حملہ کرنے کی اجازت
دیجیے۔"

شہزادہ اسد نے اس کی بھی اجازت نہ دی۔ اس
نے کہا: "صبر سے کام لو۔ لڑائی میں پہل کرنا ہمارا
شیوہ نہیں۔ البتہ اگر وہ پیش قدمی کریں تو انھیں
[illegible]تی ہے۔" مجبوراً سارے سردار خاموش ہو رہے۔

ادھر ملکہ حیرت گنبدِ نور پہنچی تو اس نے دیکھا
کہ دربار میں عمرو ایک ستون سے بندھا ہوا ہے
افراسیاب تختِ زرنگار پر بیٹھا ہے۔ تمام امیر اور
سردار اپنے اپنے مرتبے کے مطابق نشستیں جمائے
ہوئے تھے۔ اسے دیکھتے ہی افراسیاب سمیت سب لوگ
اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ملکہ کو عمرو کی گرفتاری
کی مبارک باد دینے لگے۔

ملکہ نے افراسیاب کو آداب کیا۔ افراسیاب نے
جواب دے کر اسے اپنے برابر تخت پر بٹھا لیا
اور کہنے لگا۔ "مجھے بس تمھارا ہی انتظار تھا۔ عمرو
سامنے موجود ہے۔ جیسا تم کہوگی، ویسا ہی کیا
جائے گا۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"

ملکہ نے شہنشاہ کا شکریہ ادا کیا اور کچھ سوچ
کر بولی۔ "اس مکار کو ایسی بے دردی کے ساتھ
ہلاک کیا جائے کہ دنیا دیکھے اور عبرت حاصل
کرے۔ اس وقت تو خیر رات ہونے کو آئی ہے
کل صبح سورج نکلتے ہی اس کا کام تمام کر
دیا جائے۔ سپاہی سارے شہر میں منادی کر دیں کہ
تمام مرد، عورتیں، بچے بوڑھے صبح سویرے

گنبدِ نور کے میدان میں جمع ہو جائیں۔ میدان کے
بیچ میں دو اونچے کھمبے گاڑ کر ان کے سروں پر
مضبوط رسا باندھ دیا جائے۔ اس رسے کے بیچوں
بیچ ریشمی رسی سے عمرو کو باندھ کر لٹکا دیا جائے۔
پہلے ساری خلقت عمرو پر پتھر اور تیر چلائے۔ اس
کے بعد تیل کا کڑھاؤ کھولا کر عمرو کو اس میں ڈال
دیا جائے۔ بالا خانے کی چھت پر بیٹھ کر ہم خود یہ
تماشا دیکھیں گے۔"

افراسیاب نے خوش ہوتے ہوئے کہا: "بہت خوب!
ایسا ہی کیا جائے گا۔ مگر رات بھر عمرو کو کہاں
رکھا جائے؟ ضرور اس کے شاگرد اسے چھڑانے کی
فکر میں ہوں گے۔ کیا اسے قید خانے بھیج دیا
جائے؟"

ملکہ حیرت کچھ دیر سوچتی رہی، پھر بولی: "بہتر یہ
ہے کہ حضور ایک ایسا طلسمی پنجرا تیار کریں جس
میں عمرو بند کیا جا سکے۔ پنجرے کا دروازہ بغیر
حضور کے کوئی بھی دوسرا نہ کھول سکے۔ ایسا
ہو جائے تو اس پنجرے کو شہر کے دروازے پر
لٹکوا دیں۔ رات بھر پنجرا وہیں لٹکا رہے۔ صبح کو

میدان میں لے آیا جائے۔

افراسیاب نے ملکہ کی اِس تجویز کو بہت پسند کیا۔ اُس نے شہر میں مُنادی کرانے کا حکم دے کر جادُو کے زور سے سونے کا ایک پنجرا بنایا اور عمرو کو اُس میں بند کر دیا۔ ملکہ نے عمرو کو چھیڑتے ہُوئے کہا۔ "کیوں عمرو! یہ سونے کا پنجرا پسند ہے نا؟ کچھ اور بھی خدمت کی جائے تیری؟"

عمرو نے کہا: "خدمت میں تُم لوگوں سے ضرور لُوں گا اور اس سے پہلے نذرانہ بھی وصول کروں گا۔ روز روز تھوڑی آتا ہُوں تمھارے یہاں۔ بغیر جھولی بھرے واپس نہ جاؤں گا۔"

افراسیاب نے اس پر ایک زور دار قہقہہ لگایا۔ کہنے لگا۔ "اچھا تو اب بھی تُو یہ سمجھتا ہے کہ زندہ یہاں سے واپس جا سکے گا۔ یاد رکھ، نہ میرے سوا کوئی دُوسرا اِس پنجرے کا دروازہ کھول سکتا ہے نہ اِسے کہیں لے جا سکتا ہے۔ نہ بُھول کہ تیری زندگی کی مُدت بس ایک رات ہے۔ صبح سُورج نکلنے کے بعد تُو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔"

"اے سُبحان اللہ! کیا کہنے۔" عمرو نے چڑاتے ہُوئے

جواب دیا۔ جہنم رسید کرنے کی باتیں اس طرح کر رہے ہیں جیسے آپ وہاں کے داروغہ مقرر ہو چکے ہیں۔ اچھا یاد رکھیے گا۔ اگر آپ یہ وعدہ پُورا نہ کر سکے تو دس لاکھ نقد یا گلے میں پڑا ہُوا ہار جُرمانے میں وصول کر لُوں گا۔"

افراسیاب نے عمرو کے تیور دیکھتے ہُوئے بات چیت وہیں ختم کی اور کوئی منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ پنجرا اپنی جگہ سے خود بخود اُٹھا اور آہستہ آہستہ اُڑتا ہُوا شہر کے دروازے پر جا کر لٹک گیا۔ راستے میں جس نے بھی یہ عجوبہ دیکھا، دوڑتا ہُوا ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی ہی دیر میں شہر کے دروازے پر مجمع لگ گیا۔ جو سُنتا تھا بھاگا ہُوا چلا آتا تھا۔ بچے تالیاں بجا بجا کر عمرو کا مذاق اُڑا رہے تھے، عورتیں ٹھٹھولیاں کرتی تھیں۔ جوان آوازے کستے تھے بوڑھے عبرت حاصل کرتے تھے۔ خاصی دیر تک عمرو بھی مزے لیتا رہا۔ کبھی کسی کا منہ چڑاتا، کبھی کسی کی نقل اُتارتا۔

لیکن جب آدھی رات ہونے کو آئی اور مجمع کھسکتا نظر آیا تو پہلے تو وہ کچھ دیر تک منہ لپیٹ کر

لیٹا رہا۔ پھر تنگ آکر اُس نے زنبیل سے پردے
نکالے اور اندر سے پنجرے کے چاروں طرف باندھ
دیے۔ مجمع نے کافی دیر تک شور مچایا، عمرو کو
پردے ہٹا دینے پر زور دیا مگر وہ ٹس سے مس نہ
ہُوا۔ تھک ہار کر لوگ رُخصت ہونے لگے۔ دو
بجے رات تک میدان صاف تھا۔ صرف پہرے دار
باقی رہ گئے تھے۔ تین بجے تک وہ بھی اُونگھنے
لگے۔ اس وقت تک عمرو چپکا لیٹا رہا۔ پھر جب
اُس نے ہر طرف سنّاٹا محسوس کیا تو اُٹھا اور
پنجرے کا دروازہ کھولنے کے جتن کرنے لگا۔ ہر
طرح کے اوزاروں اور ہتھیاروں سے لے کر دُعاؤں
اور کرامتی چیزوں تک ہر شے آزمائی لیکن دروازے
کے کھلنے یا پنجرے کے ٹوٹنے کی کوئی صُورت نظر
نہ آئی۔ تھک ہار کر اُس نے گتّا، میدہ اور
رنگ روغن نکالا، بانس کی کھپچیاں اور کاغذ سنبھالا
اور اپنے جیسے قد اور جسم کا پُتلا تیار کرنے لگا۔
اس کام میں اُسے بڑی محنت کرنی پڑی۔ لیکن
اُدھر مُرغ نے بانگ دی، اِدھر پنجرے کے اندر
اُس کی شکل کا پُتلا تیار ہو گیا۔

اب عمرو نے کرامتی چادر نکال کر اوڑھ لی،
پردے اُتار کر زنبیل میں ڈالے، پُتلے کو پنجرے
کی دیوار سے ٹیک لگا کر اس طرح لٹا دیا جیسے
سو رہا ہو۔ پھر ایک کپڑا اُس پر اس انداز سے
ڈالا کہ چہرے کا صرف آدھا حصّہ دکھائی دے سکتا
تھا۔ یہ ساری کارروائی کر کے وہ پُتلے کے پہلو
میں لیٹ گیا۔ کرامتی چادر اوڑھ لینے کی وجہ سے
اسے کوئی بھی نہ دیکھ سکتا تھا۔

جب صُبح کا نُور ہر طرف پھیل گیا تو شہر کے
لوگ پھر پنجرے کے گرد اکٹھے ہونے لگے۔ پُتلے
کو لیٹا دیکھ کر سب یہی سمجھے کہ عمرو سو رہا ہے۔
انھوں نے شور مچانا اور عمرو پر آوازے کسنا شروع
کر دیے۔ جواب میں عمرو کبھی کبھی پُتلے کو اس
طرح حرکت دیتا جیسے کوئی آدمی گہری نیند میں
کرتا ہے۔ لوگ کہتے کہ عجیب بے فکرا ہے۔ موت
سر پہ سوار کھڑی ہے، ہلاک ہونے میں صرف
چند ساعتیں باقی ہیں اور یہ ہے کہ لمبی تانے
سو رہا ہے۔

آخر کار سُورج نکل آیا۔ لوگوں کا ہجوم گنبدِ نور کے

میدان میں جمع ہونے لگا۔ افراسیاب اور حیرت بھی
بالاخانے کی چھت پر آ بیٹھے۔ دو اونچے کھمبے میدان
میں ایک دوسرے سے خاصے فاصلے پر گاڑ دیے
گئے۔ کھمبوں کے سروں پر ایک مضبوط رسا کس کر
باندھ دیا گیا اور ایک ریشمی رسی اس رسے کے بیچوں
بیچ لٹکا دی گئی۔ ریشمی رسی سے تھوڑے فاصلے پر
ایک گڑھے میں منہ سے اوپر تک سوکھی لکڑیاں چنی
ہوئی تھیں۔ ان کے اوپر پتھروں کے پایوں پر ایک
بڑا سا کڑھاؤ رکھا تھا جس میں تیل بھرا ہوا
تھا۔ پروگرام کے مطابق عمرو کو ریشمی رسی سے باندھ
کر لٹکایا جانا تھا اور ارد گرد پھیلے ہوئے لوگوں
کو اس پر پتھر اور تیر چلانے تھے۔ اس کے بعد
اسے رسے پر کھسکا کر کھولتے ہوئے تیل کے
کڑھاؤ میں ڈال دیا جانا تھا۔

جوں ہی سپاہیوں نے کڑھاؤ کے نیچے کی لکڑیوں کو
آگ دکھائی، افراسیاب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔
اسی وقت طلسمی پنجرا شہر کے دروازے سے جدا
ہوا اور آہستہ آہستہ اڑتا ہوا گنبد نور کے میدان
کی طرف چلا۔ جتنے لوگ دروازے پر پنجرے کے گرد

پیر لٹکائے ہوئے تھے، وہ سب بھی ہُو حق کرتے،
غل غپاڑا مچاتے پنجرے کے پیچھے بھاگنے لگے۔ تھوڑی
دیر میں پنجرا عین اس جگہ پہنچ کر زمین پر جا
اترا جہاں ریشمی ڈوری پکڑے جلاد عمرو کا انتظار کر
رہے تھے۔ پنجرے کو دیکھتے ہی سارے مجمع نے
شہنشاہ افراسیاب کی جے! خداوند لقا جمشید سامری
کی جے کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیے۔
افراسیاب کا چہرہ فخر سے سرخ ہو گیا۔ ملکہ حیرت
کی خوشی کا بھی کوئی ٹھکانا نہ تھا۔

جلاد اور محافظ پنجرے کے ارد گرد گھیرا ڈال
کر اس کا دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگے۔ افراسیاب
نے یہ دیکھ کر منتر پڑھا اور تالی بجائی۔ آناً فاناً
پنجرا ہوا میں گھل کر غائب ہو گیا۔ کرامتی چادر کی
وجہ سے عمرو کو کوئی نہ دیکھ سکا۔ سب
پتلے سے لپٹ گئے اور اسے ریشمی رسی سے کس
کر باندھنے لگے۔ بانس کی کھپچیوں، گتے اور کاغذ
کا بنا ہوا بے جان پتلا بھلا اس دھینگا مشتی
کی کیا تاب لاتا۔ اس کا بھرکس نکل گیا۔ یہ
دیکھ کر جلادوں کا خون خشک ہو گیا۔ وہ چیخنے

گئے۔ عالی جاہ! غضب ہو گیا۔ عمرو غائب ہے، صرف اُس کا پُتلا موجود ہے۔"

میدان میں موجود لوگوں میں کھلبلی مچ گئی۔ انھوں نے رات عمرو کو اسی پنجرے میں بند دیکھا تھا۔ اُس کی باتیں سُنی تھیں، اُس سے چُہلیں کی تھیں۔ پنجرے کا دروازہ ایک لمحے کے لیے نہ کُھلا تھا۔ اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ جیتے جاگتے عمرو کی جگہ اُس کا پُتلا پنجرے سے کیسے برآمد ہُوا؟ وہ سوچنے لگے کہ ضرور عمرو افراسیاب سے بھی بڑا جادوگر ہے۔ جبھی وہ اُس کے طلسمی پنجرے سے غائب ہو گیا ہے اور اپنا پُتلا چھوڑ گیا ہے۔ یہ سوچتے ہی لوگوں کے چہرے عمرو کے خوف سے زرد ہونے لگے۔ طرح طرح کے وسوسے اُن کے دلوں میں آنے لگے۔

اِدھر افراسیاب کے اشارے پر محافظ عمرو کا پُتلا اُٹھا کر گنبدِ نور کی طرف چلے۔ اُدھر عمرو نے کراماتی چادر اوڑھے ہُوئے، کھمبے اکھاڑ پھینکے اور کڑھاؤ کے نیچے کی جلتی ہُوئی لکڑیاں

اُٹھا اُٹھا کر مجمع کی طرف پھینکنے لگا۔ مجمع نے جو جلتی ہُوئی لکڑیاں خود بخود اپنے اوپر آتے دیکھیں تو اُس میں تہلکہ مچ گیا۔ جس کا جدھر منہ اُٹھا خوف سے چلّاتا ہُوا بھاگ نکلا۔

عمرو ملک الموت

میدان میں ہڑبونگ مچتی دیکھ کر افراسیاب ملکہ
کے ساتھ بالا خانے سے اُٹھ کر دربار ہال
جا بیٹھا۔ غصے سے دونوں میاں بیوی لال ہو رہے
تھے۔ محافظوں نے عمرو کا پتلا اُن کے سامنے
کیا تو اُن کا خون اور بھی کھول اُٹھا۔ افراسیاب نے
فوراً خمار جادو کو طلب کیا اور بولا۔ "کمینی! تیری
یہ جرأت کہ مجھے دھوکا دے؟ لائی پتلے کو اور بتلا
عمرو کو لائی ہوں۔"

خمار جادو افراسیاب کا یہ غصہ دیکھ کر سر سے
پاؤں تک کانپ گئی۔ بڑی مشکل سے جی کڑا کر
کے اور ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "شہنشاہِ عالی مقام! کنیز
بے گناہ ہے۔ یہ سب عمرو کا شعبدہ ہے۔ میں اسی
کو پکڑ کر لائی تھی۔ ملکہ عالیہ اور خود حضور نے
بھی اُس سے باتیں کی تھیں۔ لاکھوں شہری بھی اُس

سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے ہیں اور وہ اُن کو
جواب دیتا رہا ہے۔ بھلا پتلا کیسے بول سکتا ہے؟
پھر بھی اگر حضور کو شک ہو تو کتاب سامری
ملاحظہ فرمائیں۔ ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اگر
میرا قصور نکلے تو جو مناسب ہو سزا تجویز فرمائیں۔
بندی کو کوئی شکایت نہ ہو گی۔"

خمار جادو کی یہ بات افراسیاب کے دل کو لگی۔
کتاب سامری کھول کر وہ اصل حقیقت معلوم کرنے
لگا۔ لکھا تھا، خمار جادو بے قصور ہے وہ عمرو ہی
کو لائی تھی۔ اور وہ آخر وقت تک پنجرے
کے اندر تھا۔ پتلا رات اُس نے خود بنایا تھا
اور اُسے سامنے کر کے خود روپوش ہو گیا تھا۔ یہ
حال جانتے ہی افراسیاب نے اپنے وزیر باغبانِ قدرت
کو حکم دیا۔ "عمرو ابھی یہیں کہیں ہو گا جس طرح
بن پڑے اُسے گرفتار کر کے فوراً میرے سامنے
حاضر کرو۔"

باغبانِ قدرت نے ادب سے سر جھکایا اور ایک
جانب ہٹ کر خاموشی سے منتر پڑھنے لگا۔
اُدھر میدان میں عمرو بھاگنے والوں کی جیبوں پر

دل کھول کر ہاتھ صاف کرتا رہا۔ اور جب وہاں
کوئی نہ رہا تو وہ گنبد کے دربار ہال میں
دھمکا۔ کراماتی چادر اوڑھے رہنے کی وجہ سے اُسے
کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ بڑے اطمینان سے اُس
نے کنیزوں، سرداروں اور وزیروں کی گردنوں، بازوؤں
کانوں اور انگلیوں سے زیورات گھسیٹنے شروع کر
دیے۔ دربار میں موجود قیمتی برتن، پردے اور دوسرا
سامان سمیٹ کر زنبیل میں داخل کرنے لگا۔ جب کسی
کی کوئی چیز جاتی وہ اپنے دائیں بائیں اور آگے
پیچھے والے پر شک کرتا مگر جب اپنی چیز اُس
کے پاس نہ پاتا تو حیرت اور خوف کے سبب
خاموش ہو جاتا۔ باغبانِ قدرت لگاتار منتر پڑھ رہا
تھا۔ یہ دیکھ کر عمرو کا ماتھا ٹھنکا۔ زیادہ دیر وہاں
ٹھہرنا اُسے غیر مناسب محسوس ہوا۔ لپک کر اُس
نے افراسیاب کی گردن میں پڑے ہوئے ہار پر ہاتھ
مارا اور اُسے زنبیل میں ڈال کر وہاں سے چلتا
بنا۔ شہر ناپرساں سے باہر نکل کر ایک جگہ اُس
نے کراماتی چادر سر سے اُتاری۔ لوٹے ہوئے مال
کا جائزہ لیا اور پھر خوشی خوشی اپنے لشکر کی

...نگیں بھرنے لگا۔
دوسری طرف باغبانِ قدرت نے منتروں کا جاپ
ختم کر کے تالی بجائی۔ دھوئیں کا ایک بگولا نمودار
ہوا اور اس کے سامنے چکر کھانے لگا۔ باغبانِ قدرت
نے بگولے کو حکم دیا۔ "اسی وقت جا! زمین آسمان
جہاں کہیں بھی عمرو عیار ملے اُٹھا کر لے آ۔"
یہ سنتے ہی بگولا بجلی کی طرح تڑپ کر دربار
سے باہر نکل گیا۔ پہلے وہ سیدھا آسمان کی
طرف اُٹھتا چلا گیا اس کے بعد ٹھیک اُس سمت
ہو لیا جدھر کو عمرو چلا جا رہا تھا۔
عمرو ابھی شہر ناپرساں سے زیادہ دور نہ جا سکا
تھا کہ طلسمی بگولے نے اچانک اُسے آ دبوچا۔
اُس نے بچ نکلنے کے لیے بڑے ہاتھ پیر
مارے لیکن ایک نہ چل سکی۔ بگولا اُسے بے بس
کر کے لے اُڑا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ باغبانِ قدرت
کے سامنے تھا۔ بگولے کو دفع کر کے باغبانِ قدرت
نے عمرو کا بازو پکڑا اور شہنشاہ افراسیاب کے
سامنے پیش کرتے ہوئے بولا: "عالی جاہ! عمرو حاضر
ہے۔"

ملکہ حیرت کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور افراسیاب کی گردن اور اکڑ گئی۔ رعب کے ساتھ اس نے عمرو سے کہا "کیوں او مکار! پنجرے سے غائب ہو کر تو بڑا خوش ہوا ہوگا۔ دیکھا! میں نے تجھے کس طرح پکڑ بلوایا۔ اب مرنے کے لیے تیار ہو جا۔ میں ہرگز تجھے معاف نہ کروں گا۔ دنیا کی کوئی طاقت تجھے نہ بچا سکے گی۔ تیری زندگی کے بس چند لمحے باقی ہیں۔ کوئی وصیت ہو تو بیان کر۔"

عمرو نے بے خوفی کے ساتھ جواب دیا۔ "اے شہنشاہ! تو سخت غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ تجھے نہیں معلوم کہ میں خداوندِ لقا کا ملک الموت ہوں۔ تو مجھے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیا تو نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ میں تیرے طلسمی پنجرے سے کس طرح بچ کر نکل گیا۔ کیا کوئی دوسرا اس طرح غائب ہو سکتا تھا؟ اور کیا تو نے، تیرے درباریوں اور تیرے شہر کے لوگوں نے یہ دیکھا کہ میدان میں گڑے ہوئے کھمبے خود بخود ٹوٹ کر گرے۔ کڑھاؤ کے نیچے کی جلتی ہوئی لکڑیاں میرا مذاق اڑانے والوں پر خود بخود برسنے لگیں۔"

عمرو نے یہ اس اعتماد سے کہا کہ سارے درباری اس کو واقعی سچا سمجھنے لگے۔ افراسیاب پر بھی خاصا اثر ہوا۔ پھر بھی شک دور کرنے کے لیے اس نے سوال کیا۔

"اگر تو خداوندِ لقا کا ملک الموت ہے تو پھر تو حمزہ کا عیار کیوں مشہور ہے؟ میرے باغیوں کی حمایت کیوں کرتا ہے؟ میرے وفاداروں کو کیوں قتل کرتا ہے؟"

عمرو نے کہا۔ "اے افراسیاب! مجھے خداوندِ لقا نے صرف ان لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو ظاہر میں اس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اندر سے کسی اور کے پجاری ہوتے ہیں۔ ان سب کے نام خداوندِ لقا نے مجھے بتا دیے ہیں۔ اس سے زیادہ میں کسی سوال کا جواب دے کر میں رازِ خداوندی ظاہر نہیں کروں گا۔ تیرا جی چاہے مان، نہ چاہے نہ مان۔ البتہ اگر تو کہے تو میں اپنی سچائی کے ثبوت کے طور پر اپنے وہ کمالات تیرے سامنے پیش کروں جو خداوندِ لقا کی عنایت کے بغیر مجھے یا کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتے۔"

درباریوں اور وزیروں حتّٰی کہ ملکہ حیرت تک
افراسیاب کو یہی مشورہ دیا کہ وہ عُمرو کا امتحان
لے۔ اور اگر وہ غیر معمولی خُدائی قوّت کا مظاہرہ
کرے تو بے شک اُسے خُداوندِ لقا کا مُقرّب
سمجھنا چاہیے۔ اُس کے ساتھ عزّت سے پیش آنا
چاہیے۔ لیکن اگر وہ ناکام رہے تو اُسے ایرج
کا وفادار دوست سمجھتے ہوئے فوراً ہلاک کر دینا
چاہیے۔

افراسیاب نے عُمرو سے کہا "میں تجھے کچھ دیر کی
مُہلت دیتا ہوں۔ اگر تُو نے ایسے کمالات دکھائے
جو درباریوں کی رائے میں خُدائی ٹھہرے تو میں تجھے
آزاد کر دوں گا۔ ورنہ تڑپا تڑپا کر ہلاک کروں گا۔"
عُمرو نے ہامی بھر لی۔ اِس پر افراسیاب کے
اِشارے پر باغبانِ قُدرت نے اُسے چھوڑ دیا۔ عُمرو
چند قدم پیچھے ہٹا اور کہنے لگا "ملاحظہ فرمائیے
غور کیجیے! کیا یہ کام کوئی ایسا شخص کر سکتا ہے
جسے خُداوندِ لقا نے خاص قوّت نہ بخشی ہو"
سب لوگ بڑے غور سے عُمرو کو دیکھنے لگے
کیا کمال دِکھاتا ہے۔

عُمرو نے زنبیل میں ہاتھ ڈال کر ایک رنگ برنگی
اور کراماتی چادر نکالی۔ گیند کو اوپر کی طرف
اُچھالا اور پُھرتی سے چادر اوڑھ لی۔ سب لوگ
اوپر دیکھنے لگے تھے۔ چادر کو کوئی نہ دیکھ سکا۔
گیند جا کر ہال کی چھت پر چپک گئی تھی مگر یہ
کوئی ایسی غیر معمولی بات نہ تھی کہ اُس پر
تعجب کیا جاتا۔ معمولی سے معمولی جادوگر بھی ایسے
شعبدے دکھا سکتے تھے۔ لوگوں نے گیند سے نگاہ
ہٹا کر حقارت کے ساتھ عُمرو کی جانب دیکھا مگر
اُن کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ عُمرو غائب تھا
کسی نے بھی اُسے جاتے نہ دیکھا تھا۔ قریب کوئی
ایسی جگہ بھی نہ تھی جس کی اوٹ میں وہ چھپ
سکتا۔ اب جا کر اُن کی سمجھ میں آیا کہ اصل
کارنامہ گیند کو چھت پر چپکانا نہیں بلکہ دیکھنے والوں
کی نگاہوں سے غائب ہو جانا ہے۔ لوگ چلّا اُٹھے۔
"بلا شبہ خُداوندِ لقا کی بخشی ہوئی طاقت کے بغیر
کوئی اِس طرح غائب نہیں ہو سکتا۔"
یہ کرتب دِکھا کر عُمرو چپکے سے دربار ہال کے
باہر نکل گیا۔ ایک گوشے میں جا کر اُس نے ایک

انتہائی خوب صورت لڑکی کا بہروپ بھرا، زرق برق
پہنا، کراماتی چادر کو تہہ کر کے رکھا اور پھر
شان سے دربار میں داخل ہوا۔ سب لوگ ٹکٹکی
باندھ کر اُسے دیکھنے لگے۔ خود افراسیاب
بے خود ہوا کہ آگے بڑھ کر اُسے سلام کیا
پھر ہاتھ پکڑ کر اسے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔
حیرت افراسیاب کے دوسرے پہلو میں بیٹھی
اُس کا خون کھولنے لگا۔ وہ جانے کے لیے
کھڑی ہوئی مگر کسی نے اُس کی پروا نہ کی۔
لیکن ملکہ نے تخت کے زینے پر پہلا ہی
رکھا تھا کہ عمرو تڑپ کر نیچے جا پہنچا اور
کو روکتے ہوئے اصل آواز میں بولا۔ "حضور! آپ
اپنی جگہ تشریف رکھیں۔ میں نے تو صرف اپنا بھیس
بدلنے کا کمال دکھایا ہے۔"

یہ کہہ کر جلدی جلدی اُس نے اپنے چہرے
کا رنگ و روغن صاف کیا اور اصلی شکل نمایاں
ظاہر ہو گیا۔ سارے درباری عش عش کر اٹھے
کئی سردار بلند آواز سے چیخ پڑے۔ "بلا شک
بھیس بدلنے کا یہ کمال خداوندِ لقا کی بخشش ہوتی

طاقت کے بغیر ناممکن ہے۔"

عمرو نے اہلِ دربار کو خاموش رہنے کا اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔ اب گانے کا کمال دیکھیے! یہ
کہہ کر اس نے زنبیل سے اکتارا نکالا۔ تان بے
کر میٹھے سُروں میں گانے لگا۔ ایسا گانا، ایسی نرم
آواز اور دُھن میں کسی نے کاہے کو سنا تھا۔
افراسیاب اور ملکہ حیرت سمیت سب مست ہو کر
جھومنے اور اپنا سر دُھننے لگے۔

اچانک عمرو نے گاتے گاتے، شربت کی صراحی اٹھائی
اور اہلِ دربار کو پیالے بھر بھر کے پلانے لگا۔
ایک ایک پیالہ تو اس نے سب کو خالص شربت
کا دیا مگر اس کے بعد آنکھ بچا کر دوسری
صراحیوں میں دوائے بے ہوشی ملا دی۔ جو پیتا گیا
ہوش و حواس کھوتا گیا۔ ہوتے ہوتے سب ایک
حال میں ہو گئے۔ یہ رنگ دیکھ کر عمرو نے گانا
بند کر کے خنجر نکالا اور نعرہ مارا۔ "اے بے دینو!
لو اب میرا اصل کمال دیکھو!"

یہ کہہ کر وہ درباریوں پر پل پڑا۔ کسی کا سینہ
چاک کیا اور کسی کا سر گردن سے جدا کر دیا۔

پچیس تیس جادوگروں کو قتل کرنے کے بعد وہ ان
کا مال اور دربار کا ساز و سامان لوٹنے لگا۔
جادوگروں کے مرنے سے زبردست شور و غل
پیدا ہو گیا تھا۔ تاریکی چھا گئی۔ جادوگروں کے
ہمزاد مرنے والوں کے ناموں کا اعلان کرنے لگے۔
عمرو ڈرا کہ یہ چیخ پکار سن کر کہیں گنبد کے
ارد گرد کے محافظ جادوگر اندر نہ آ جائیں
اور اس کا کام ادھورا ہی رہ جائے۔ یہ سوچ
کر اس نے لوٹ مار بند کی اور خنجر تانے
ہوئے ملکہ حیرت اور شہنشاہ افراسیاب کی طرف
لپکا۔

افراسیاب ملکہ حیرت کے ساتھ تخت پر بے ہوش
پڑا تھا۔ عمرو کے سوا ہال کے اندر کوئی بھی
ایسا شخص نہ تھا جو ہوش میں ہو۔ عمرو کو یقین
تھا کہ چند لمحوں کے اندر وہ ان دونوں کے سر
تن سے جدا کر کے طلسم ہوش ربا کو ان
کے ناپاک وجود سے پاک کر دے گا۔ ان کے
ہمزاد غل مچائیں گے۔ ہائے مجھے ہلاک کیا۔ میرا
نام افراسیاب جادو تھا۔ میری شمع حیات گل کر دی۔

میرا نام حیرت جادو تھا۔
تخت کی سیڑھیاں دم بدم عمرو کے قدموں کے
قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ
مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ وہ اپنی زندگی کا ایک بڑا
اور قابل فخر کارنامہ انجام دینے والا تھا۔ لیکن
آناً فاناً اس کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ تخت
اس سے چند قدم دور رہ گیا تھا کہ اچانک زمین
شق ہوئی۔ دو طلسمی محافظ پریاں اس میں سے
نکل کر افراسیاب کے پاس پہنچیں اور اسے
لخلخہ سنگھانے لگیں۔ افراسیاب کو ہوش آنے
لگا۔ اب عمرو بھاگ بھی نہ سکتا تھا۔ پھرتی کے
ساتھ وہ پلٹا اور لاشوں کے ڈھیر میں چھپ گیا۔
اسی حالت میں اس نے جس قدر ممکن ہو سکا
اپنا چہرہ تبدیل کر لیا۔ جگہ جگہ نقلی زخم لگا کر
انھیں لاشوں کے خون سے تر کر لیا اور دم
سادھ کر لیٹ رہا۔ ادھر پریاں افراسیاب کو
ہوش میں لا کر غائب ہو چکی تھیں اور وہ
خونخوار نگاہوں سے سارے دربار کا جائزہ لے رہا
تھا۔ چھت سے قیمتی پردے، گل دان، عود دان

وغیرہ غائب تھے۔ ایک جگہ پچیس تیس لاشوں
ڈھیر لگا ہوا تھا۔ باقی درباری بے ہوش تھے۔
افراسیاب کو یہ سمجھنے میں زیادہ دیر نہ لگی کہ ساری
کارستانی اسی عمرو عیار کی ہے جو خود
خداوندِ لقا کا ملک الموت ثابت کر رہا تھا۔ افراسیاب
نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ ابر کا ایک ہلکا
ٹکڑا دربار ہال کی چھت پر ظاہر ہوا اور اس میں
سے ننھی بوندوں کی پھوہار سارے درباریوں پر برسنے
لگی۔ چند لمحوں میں سارے درباری ہوش میں آ گئے
اور آنکھیں پھاڑ کے ہر طرف دیکھنے لگے۔ افراسیاب
پر نگاہ ڈالتے ہی انھوں نے اپنے آپ کو سنبھالا
اور ادب کے ساتھ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

افراسیاب کتاب سامری کھول کر عمرو کا حال دیکھنے
لگا۔ اسی لمحے صرصر عیارہ، جو لشکر گاہ سے سیدھی
چلی آ رہی تھی دربار میں داخل ہوئی۔ یہ حال دیکھ
کر وہ سخت حیران ہوئی۔ لیکن افراسیاب کو کتاب
میں مشغول پا کر تخت کے قریب کھڑی ہو گئی۔
افراسیاب کو کتاب سامری سے پتا چل گیا کہ عمرو
لاشوں کے ڈھیر میں چھپا ہوا ہے اور خود کو مردہ

بنائے خاموش پڑا ہے۔ کچھ خدمتگار لاشوں کو اٹھانے
کے لیے بڑھ رہے تھے۔ افراسیاب نے انھیں روک
دیا اور صرصر کو قریب بلا کر عمرو کو پکڑنے کا حکم دیا۔
کتاب سامری سے افراسیاب کو یہ بھی پتا چلا تھا
کہ آنے والی گھڑیاں اس پر بہت سخت ہوں گی۔
چنانچہ وہ آرام کرنے کا بہانہ کر کے خواب گاہ
میں چلا گیا۔ ملکہ حیرت وہیں رہی۔

ادھر صرصر نے لاشوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے
کے بعد عمرو کو پہچان لیا لیکن جیسے ہی عمرو کو
احساس ہوا کہ صرصر اسے پکڑنے والی ہے، اس
نے بے ہوشی کا غبارہ صرصر کے منہ پر پھینک
مارا۔ وہ بے ہوش ہو گئی۔ عمرو نے انتہائی پھرتی
کے ساتھ اسے ایک کپڑے میں باندھا اور بھاگ
کھڑا ہوا۔ درباری محافظ اور خدمتگار کچھ نہ سمجھ سکے
کہ یہ کیا ہو رہا ہے! وہ منہ پھاڑے حیرانی کے
ساتھ عمرو کو جاتا دیکھ رہے تھے کہ ملکہ حیرت
نے انھیں للکارا۔

"کم بختو! دیکھتے کیا ہو! بھاگنے والے کو پکڑ لو۔
یہ عمرو ہے، صرصر کو لیے جا رہا ہے۔"

یہ سُنتے ہی سارے مُحافظ باز کی طرح عَمرو پر
جھپٹ پڑے۔ مگر عَمرو بھلا اُن کی پکڑ میں کیا آسکتا تھا
وہ محل سے نکل کر پہلے انھیں شہر ناپُرساں کی
گلیوں میں دوڑاتا رہا مگر جب دیکھا کہ شہر کے
باشندے بھی اُس کی راہ روکنے لگے ہیں تو سب
کو جُل دے محل کے پچھواڑے والے جنگل کی
طرف نکل گیا۔ اتفاق سے صرصر کی دو شاگرد عیّارنیں
صبا رفتار اور شمیمہ وہاں چوکسی کر رہی تھیں۔ عَمرو
کی اُن سے مُڈبھیڑ ہو گئی۔ دونوں نے عَمرو کو
پہچان کر مقابلے کے لیے للکارا۔ عَمرو نے صرصر
کو ایک گڑھے میں چھپایا اور خود اُن کے سامنے
جا ڈٹا۔ آگے پیچھے دائیں بائیں بڑھتے ہٹتے دونوں
عیّارنوں نے عَمرو کو خوب نچایا۔ پر کسی کا
کسی پر بس نہ چل سکا۔ آخرکار دونوں عیّارنیں عَمرو
کو باری باری جُل دے کر غائب ہو گئیں۔ اس
عرصے میں صرصر کو بھی ہوش آ چکا تھا۔ خود کو
جنگل کے ایک گڑھے میں پا کر وہ ہڑبڑا کر
اُٹھی اور اِدھر اُدھر دیکھ کر محل کی طرف بھاگ
کھڑی ہوئی۔ عَمرو پلٹ کر گڑھے پر آیا وہاں اُس

چادر کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جس میں صرصر کو بندھا
چھوڑا گیا تھا۔ اُسے سخت غصّہ آیا۔ جلد جلد
اُس نے بھیس بدلا اور اپنے لشکر کی راہ لینے
کے بجائے عیّاروں سے بدلہ لینے اور اُنھیں نیچا
دکھانے کے خیال سے پھر گنبدِ نور کی طرف چل دیا۔
آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کرنے کے بعد راستے میں
ایک جگہ اُسے کچھ لوگ ہنگامہ کرتے نظر آئے۔
ایک بوڑھا شخص پانچ آدمیوں میں گھرا ہوا تھا۔
کوئی اُسے دھمکا رہا تھا، کوئی گھسیٹ رہا تھا۔
کوئی دھپ مار رہا تھا۔ اور بوڑھا خود کو چھڑانے
کی کوشش کر رہا تھا۔ عَمرو کے پوچھنے پر ایک
شخص نے کہا۔

"ہم ملکہ حیرت کے خادم ہیں۔ یہ شخص شاہی مداری
ہے۔ آج دربار میں کچھ گڑبڑ ہونے کی وجہ سے
شہنشاہ کی طبیعت بڑی اُداس ہو گئی ہے۔ ملکہ کی
ہدایت کے مطابق ہم اس شخص کو لے جانا چاہتے
ہیں کہ رات کو دربار میں تماشے دِکھا کر شہنشاہ
کا دل بہلائے مگر یہ جانے کو تیار نہیں ہوتا۔"
یہ سُن کر شاہی مداری نے فریاد کرتے ہوئے کہا۔

بھائی! مجھے بچاؤ۔ یہ لوگ مجھے مروا دینا چاہتے ہیں۔ میرے لیے حکم ہے کہ جب بھی دربار میں جاؤں کوئی نیا تماشا دکھاؤں مگر گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے میں کوئی نیا تماشا تیار نہیں کر سکا۔ پرانے کھیل دکھاؤں گا تو شہنشاہ کے عتاب کا شکار بنوں گا۔ رشوت دینے کو تیار ہوں کہ جا کر کوئی بہانہ کر دیں مگر یہ نہیں مانتے۔"

عمرو کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اس نے بوڑھے مداری اور ملکہ حیرت کے خادموں کو تسلی دیتے ہوئے کہا! بس اتنی سی بات ہے؟ دو منٹ صبر کرو۔ میں سارا معاملہ طے کیے دیتا ہوں۔ سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی۔ آؤ بڑے میاں! ذرا الگ ہو کر دو باتیں مجھ سے کر لو۔"

یہ کہہ کر عمرو بڑے میاں کو ایک جھاڑی کی اوٹ میں لے گیا اور راز داری کے لہجے میں کہنے لگا۔ رشوت دینے کے لیے جو رقم تیرے پاس ہے مجھے دے دے۔ میں تیری جان چھڑائے دیتا ہوں۔"

بوڑھے نے جلدی سے ایک تھیلی عمرو کے حوالے کر دی۔ اس نے تھیلی کو اپنی زنبیل میں رکھا اور

بوڑھے سے کہنے لگا۔ جلدی سے اپنے کپڑے اتار اور میرے پہن لے۔ تیری شکل اپنی جیسی بنائے دیتا ہوں۔ خود تیرا بہروپ بھرتا ہوں۔ پھر میں جاؤں اور وہ جانیں۔ تو جان بچا کر نکل جانا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں خادموں کے سامنے آئے۔ لیکن اب عمرو شاہی مداری بنا ہوا تھا اور شاہی مداری عمرو کے بھیس میں تھا۔ نقلی مداری نے آتے ہی ملکہ حیرت کے خادموں سے کہا۔ بس بھائیو جھگڑا ختم ہوا۔ میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ اس شخص نے مجھے ایسی ترکیب بتا دی ہے کہ اگر شہنشاہ کو میرا کھیل نہ بھی پسند آیا تو وہ میری جان بخش دے گا۔"

اس پر خادموں نے نقلی عمرو کا شکریہ ادا کیا اور نقلی مداری کو ساتھ لے کر گنبدِ نور کی طرف چل دیے۔ نقلی عمرو یعنی اصلی مداری ان سب سے رخصت ہو کر اصلی عمرو کو دعائیں دیتا اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

رات کو افراسیاب کے دربار میں نقلی مداری نے دل چسپ کرتب دکھا کر سب کو بہت خوش کیا۔ آخر

میں اُس کے اِشارے پر ملکہ حیرت کے خادموں نے
وہ موٹی موٹی موم بتیاں لا کر ہال میں لگا دیں جو
اُس نے شام کو خاص طور پر تیار کی تھیں۔ یہ
کام ہو گیا تو نقلی مداری نے ہاتھ جوڑ کر افراسیاب
سے کہا۔

"عالی جاہ! اب میں اپنا سب سے شاندار شعبدہ
پیش کرتا ہوں۔ اس کی تیاری میں مجھے برسوں محنت
کرنی پڑی ہے۔ یہ موم بتیاں جو ابھی ہال میں لگائی
گئی ہیں عجیب چیز ہیں۔ ان کی روشنی میں راجا اندر
کے دربار کا منظر دکھائی دینے لگتا ہے۔ پریوں کی
ٹولیاں ناچتی گاتی اور آپس میں چہلیں کرتی صاف نظر
آتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ان کو جلانے سے پہلے ہال
کے سارے دروازے، کھڑکیاں اور روشن دان بند کر
دیے جائیں اور دوسری ساری روشنیاں بجھا دی
جائیں۔"

افراسیاب نے خادموں کو نقلی مداری کی ہدایت پر
عمل کرنے کا اشارہ کیا۔ اُدھر روشنیاں گل ہوئیں،
کھڑکیاں دروازے بند ہوئے اور اُدھر نقلی مداری نے
اپنی ناک میں روئی ٹھونس کر اور ایک مشعل جلا کر

موم بتیاں روشن کرنی شروع کر دیں۔ اُن موم بتیوں میں
بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی تھی۔ اُن کا دھواں
ہال میں بیٹھے ہوئے ہر شخص کی سانس میں شامل
ہونے لگا اور دوا کے اثر سے اُن کا دماغ
گھومنے لگا۔ کسی نے خود کو ہوا میں تیرتے ہوئے
محسوس کیا، کسی نے اپنے آپ کو آسمان کی طرف
اُڑتا پایا، کسی نے آواز دی، "مجھے راجا اندر دکھائی
دے رہا ہے" کوئی پکارا۔ "ہے ہے، کیا پریاں
ناچ رہی ہیں۔" آخر کچھ دیر ہڑبونگ کرنے کے بعد
سب بے ہوش ہو گئے۔ عمرو نے خنجر نکالا اور
جادوگر سرداروں کے سر تن سے جدا کرنے لگا۔
پچیس تیس نامور جادوگروں کو ہلاک کرنے کے
بعد اُس نے مالِ غنیمت بٹورنا شروع کیا۔ دیکھتے ہی
دیکھتے بے ہوش درباریوں کی نقدی، انگوٹھیاں، مالائیں
اور پگڑیاں وغیرہ اور ہال میں موجود سارا قیمتی سامان
اُس کی زنبیل میں جا پہنچا۔ اُس نے پھر خنجر نکالا
اور افراسیاب اور حیرت کو قتل کرنے کی نیت سے
تختِ شاہی کی طرف بڑھنے لگا لیکن وہ تخت کے
قریب پہنچا ہی تھا کہ پہلے کی طرح پھر زمین

شق ہوئی، دو پریاں اُوپر آئیں۔ ایک نے حیرت
کے سر کو اپنے زانوں پر رکھا، دُوسری نے افراسیاب
کو سنبھالا اور انھیں ہوش میں لانے کی کوشش کرنے
لگیں۔ یہ رنگ دیکھتے ہی عمرو نے کراماتی چادر اوڑھی
اور دروازہ کھول کر ہال سے باہر نکل گیا۔

دو مرتبہ دربار کو لُوٹنے سے اُسے اتنا مالِ غنیمت
حاصل ہو چکا تھا کہ اب وہاں ٹھہرنا اُسے دوبھر
ہو رہا تھا۔ عیاروں سے مقابلہ کرنے کا خیال
دل سے نکال کر اُس نے اپنے لشکر کا رُخ کیا
اور ہوا میں فراٹے بھرتا ہوا روانہ ہو گیا۔

اسد کے سمجھانے سے لشکر کے سردار عمرو کے
انجام کے بارے میں تو پُر اُمید ہو گئے تھے۔ اور اُنھوں
نے شہر ناپُرساں پر چڑھائی کرنے کا خیال چھوڑ
دیا تھا مگر اُن کے دل ہر وقت فکر مند رہتے
تھے۔ عمرو کی جُدائی اُنھیں بے چین رکھتی تھی۔
وہ اُس کے لیے ہر وقت دُعائیں مانگتے رہتے تھے۔
ایسے میں جو عمرو اچانک وہاں پہنچا تو اُن کے
دلوں کی مُرجھائی ہُوئی کلیاں کھِل اُٹھیں۔ ہر طرف
خُوشی کے قہقہے گونجنے لگے۔ لوگ جوش میں آ کر

ایک دُوسرے سے گلے ملنے اور عمرو کی بخیریت واپسی
پر مُبارک باد دینے لگے۔ اُس رات مہ رُخ کے
لشکر میں شان دار جشن منایا گیا۔ راگ رنگ کھیل
تماشوں کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ چراغاں کیا گیا۔ آتش بازیاں
چھوڑی گئیں۔ مہ جبین کی محفل میں جب عمرو نے
اپنی گرفتاری سے واپسی تک کا سارا قصّہ بیان کیا
تو اُس کی عیاری اور افراسیاب کی پریشانی پر ہنستے
ہنستے بہتوں کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ ملکہ مہ رُخ
نے ہنستے ہُوئے عمرو سے کہا۔

"خواجہ جی! آپ لقا کے ملک الموت نہیں تو
لقا کے بندوں کے لیے ضرور ملک الموت ہیں۔"

"ہاں!" عمرو نے قہقہہ لگاتے ہُوئے جواب دیا۔
"یہ بات شاید اب افراسیاب بھی سمجھ گیا
ہو گا۔"

بہار جادو فکر مند لہجے میں بولی۔ "وہ سخت غصّے
میں ہو گا۔ جلد ہی حیرت جادو کو یہاں بھیج
دے گا اور وہ خوفناک انتقام لے کر ضرور
اُس کے دل کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرے گی۔"

"کوئی فکر نہیں۔" عمرو نے کہا۔ "تم جانو، وہ

جانے۔ میرا دل تو امیر حمزہ کے لیے بے چین
ہو رہا ہے۔ اتنے دنوں سے کوئی خبر نہیں ملی
کہ لقا اور سلیمان عنبرین کے مقابلے میں ان
پر کیا گزری۔ سوچتا ہوں، کل ہی ان سے ملنے
کے لیے روانہ ہو جاؤں۔"

وکیل شہزاد

امیر حمزہ دشمنوں کے پھندے میں

یہ سن کر ملکہ مہ رخ پریشان ہو گئی۔ دشمن کی
تازہ دم فوج اس کے سامنے ڈیرا ڈالے پڑی تھی۔
افراسیاب اس کے خون کا پیاسا تھا۔ صدہا لشکر اور
ہزاروں زبردست جادوگر وہ اس کے مقابلے پر
بھیجنے کے لیے مستعد تھا جن سے عمرو کی مدد کے
بغیر نپٹنا مہ رخ کے بس سے باہر تھا اور عمرو
تھا کہ امیر حمزہ کے پاس جانے کی سوچ رہا تھا۔
مہ رخ اس بات کو کیسے پسند کر سکتی تھی۔ عمرو
کو اس خیال سے باز رکھنے کے لیے اس نے
کچھ کہنا چاہا۔ اسی لمحے اس کی نگاہ شہزادہ اسد
پر پڑی۔ شہزادے نے فوراً آنکھ کے اشارے سے
اسے منع کر دیا۔ اس وقت تو مہ رخ چپ ہو گئی۔
مگر کچھ دیر بعد شہزادہ اسد کے پاس جا کر کہنے لگی
"شہزادہ صاحب! عمرو کو روکنا بے حد ضروری ہے

اگر وہ چلے گئے تو ہمارے لشکر کا دل ٹوٹ جائے گا
اور دشمن سے مقابلہ کرنا ہمارے لیے ناممکن ہو
جائے گا۔"

شہزادے نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا: "آپ بالکل
فکر نہ کریں۔ دادا جان کی اس بات کا مطلب اس
کے سوا کچھ نہیں کہ یا تو وہ مذاق کر رہے ہیں یا
پھر نذرانہ وصول کرنا چاہتے ہیں۔ فی الحال آپ
خاموش رہیں۔ کل دیکھا جائے گا۔"

لیکن شہزادہ اسد کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ دوسرے
دن عمرو واقعی روانگی کے لیے تیار تھا اور ایک
ایک کر کے کتنے ہی سرداروں سے رخصت بھی ہو
چکا تھا۔ اس کے شاگرد بھی اسے روکنے میں ناکام
ہو چکے تھے۔ بادشاہ مہ جبین، شہزادہ اسد، ملکہ
مہ رخ اور بہار جادو نے اسے سمجھانے کی بڑی
کوشش کی لیکن وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ یہ دیکھ
کر وہ بھی خاموش ہو گئے۔

عمرو ان سے رخصت ہونے لگا۔ سب کے بعد
وہ شہزادہ اسد سے بغل گیر ہوا اور اسے پیار کر
کے دعائیں دیں۔ اس وقت دونوں کی آنکھوں سے

آنسوؤں کے دھارے بہ نکلے۔

شہزادہ اسد لاکھ چاہتا تھا کہ عمرو کو کسی نہ کسی
بہانے روک لے مگر خود داری اس کے آڑے آ
جاتی تھی۔ اس کی زبان ہی نہ کھلتی تھی۔ مہ رخ
مہ جبین، دل آرام، بہار جادو اور دوسرے سب
لوگ عمرو کی روانگی پر سخت بے چین تھے مگر
شہزادہ اسد کے خیال سے کچھ نہ بول سکتے تھے۔
وہ رہ رہ کر وہ پُر اُمید نگاہوں سے اسے تکنے لگتے
تھے۔ شہزادہ اسد چاہتا تھا کہ وہ لوگ عمرو کو روکنے
کی کوشش کریں۔ لیکن رات خود اس نے ہی انہیں
منع کر دیا تھا۔ وہ بے چارے کیا کر سکتے تھے۔
آخر کار عمرو سب سے رخصت ہو کر چل دیا۔ اپنے
بچپن کے دوست امیر حمزہ کی محبت اس کے دل
میں اتنی شدت سے بھڑک اٹھی تھی کہ اگر بس چلتا
تو وہ اڑ کر ان کے پاس جا پہنچتا۔ مدت سے
ان کی خیر و عافیت نہ معلوم ہونے سے طرح طرح
کے وسوسے اس کے دل میں پیدا ہو رہے تھے
جن سے نجات پانے کی اس کے نزدیک بس یہی
ایک صورت تھی کہ خود جا کر حالات معلوم کرے۔

دربارِ خاص کے شامیانے کے باہر تک سب لوگ
عمرو کو چھوڑنے کے لیے آئے۔ یہاں اُس نے
ایک بار پھر سب کو باری باری الوداع کہا۔ لیکن ابھی
اُس نے پہلا ہی قدم اُٹھایا تھا کہ دشمن کے لشکر
میں زبردست غلغلہ بلند ہوا۔ نعروں اور نقاروں کی
گونج سے زمین آسمان تھرانے لگے۔ اُسی لمحے
کی نگاہ ملکہ مہ رُخ کے طلسمی جاسوس پرندے
پر جا پڑی جو دشمن کے لشکر کی طرف سے تیر کی
طرح اُڑا چلا آ رہا تھا۔ عمرو کا بڑھا ہوا قدم
خود بخود رُک گیا۔ اُس کی تیوریوں پر بل پڑ گئے
طلسمی پرندہ آ کر سیدھا ملکہ مہ رُخ کے کاندھے
پر بیٹھا اور اپنی زبان میں اُس سے کچھ کہہ کر
اُڑ گیا۔ عمرو نے نگاہیں مہ رُخ کے چہرے پر
گاڑ دیں۔ دوسرے سب لوگ بھی سوالیہ نگاہوں سے
مہ رُخ کو دیکھنے لگے۔ اُس کے چہرے کا رنگ
پھیکا پڑ چکا تھا۔ ہر ایک پر چھلتی نگاہ ڈالتے
ہوئے اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ملکہ
حیرت واپس آ گئی ہے۔"
یہ سنتے ہی سب سناٹے میں آ گئے۔ لیکن چند

ہی لمحوں بعد عمرو کے الفاظ سُن کر اُن کے چہروں
پر جوش کی سُرخی دوڑنے لگی۔ عمرو کہہ رہا تھا "پیارے
دوست! امیر حمزہ خدا حافظ! میں تو تمہارے
پاس پہنچنے کے لیے چل کھڑا ہوا تھا مگر اب
نہ آؤں گا۔ حیرت کی اچانک واپسی نے تمہارے
اور میرے خیرخواہوں کو دہشت زدہ کر دیا ہے۔
میرا اُن کے پاس رہنا ضروری ہے۔ زندگی رہی،
خدا کو ملانا ہوا تو حیرت ملعونہ سے نمٹنے کے
بعد پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ تب تک کے لیے
خدا حافظ۔"
ملکہ مہ رُخ نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے
نعرہ لگایا "خواجہ عمرو!" جواب میں سارے سرداروں
نے چیخ کر کہا "زندہ باد" اس کے بعد آناً فاناً
مہ رُخ کے پورے لشکر میں "خواجہ عمرو زندہ باد!"
کے نعرے اتنی شدت سے گونجنے لگے کہ دشمن کے
لشکر کی آوازیں اُن میں دب کر رہ گئیں۔
عمرو نے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا لیکن
حالات نے ثابت کر دیا کہ امیر حمزہ کے بارے میں
اُس کی پریشانی بے جا نہ تھی۔ کوہِ عقیق کی سرحد

پر صورتِ حال نے اچانک پلٹا کھایا تھا۔ سرمست جادُو کے مارے جانے اور سعد بن قباد کے آ جانے کی وجہ سے کچھ دنوں تک لشکر امیر حمزہ میں خوشی اور فتح کے نقارے بجتے رہے۔ لقا، فرامرز، بختیارک اور سلیمان عنبری تباہی کے خوف سے گھبرانے لگے مگر پھر افراسیاب کے حکم کے مطابق جینہ جادُو اُن کی مدد کو آ پہنچی۔ جادُو گروں کی ایک زبردست فوج اُس کے ساتھ تھی۔ وہ خُود بھی بے مثال ساحرہ تھی اور زمانے بھر کے چھٹے ہُوئے عیار بھی ساتھ رکھتی تھی۔

دُوسرے ہی دن اُس نے میدانِ جنگ آراستہ کیا۔ اپنی فوج کے ایک بہادُر پہلوان ببران کو جنگ کے لیے آگے نکلنے کا اشارہ کیا۔

ببران نے میدان میں آ کر نعرہ لگایا۔ امیر حمزہ کے لشکر سے بہرام اُس کے مقابلے پر آیا۔ وہ جانتا تھا کہ نیزے کے ایک ہی وار سے ببران کا کلیجہ چھید دے کہ اسی لمحے جینہ جادُو نے منتر پڑھ کر پھونکا۔ بہرام کے جسم کی طاقت جاتی رہی۔ ببران نے لپک کر ایک ہاتھ سے اُس کا

نیزہ چھینا اور دُوسرے ہاتھ سے گردن پکڑ کر اُسے گھسیٹ لیا۔ بہرام نے ہاتھ بھی نہ ہلایا۔ ببران نے اُسے باندھ کر اپنے عیاروں کے حوالے کیا اور پھر اپنا جوڑ طلب کرنے کے لیے نعرہ لگانے لگا۔ اب کی بار امیر حمزہ نے اُس کے مقابلے کے لیے مندیل اصفہانی کو بھیجا۔ جینہ جادُو کے سحر سے بے بس ہو کر وہ بھی ببران کے ہاتھوں گرفتار ہُوا۔

یہ حال دیکھ کر امیر حمزہ نے مہلیل عراقی کو بھیجا۔ اُس کا بھی وہی حال ہُوا۔ اس طرح ایک کے بعد ایک ستّرہ نامی گرامی سردار اور پہلوان ببران نے قید کر لیے۔

امیر کے فرزند شہزادہ ہاشم تیغ زن لشکر کے دائیں حصّے کے سردار تھے۔ ببران کی ڈینگ اُن سے برداشت نہ ہو سکی۔ بادشاہ اور امیر سے اجازت لے کر وہ بھوکے شیر کی طرح ببران پر جھپٹ پڑے۔ چلتے وقت امیر نے اُن کے گلے میں جادُو کو رد کرنے والا طوق پہنا دیا تھا۔ جینہ جادُو نے ایک کے بعد ایک کئی منتر پڑھ کر ہاشم تیغ زن

کو بے بس کرنا چاہا مگر اس کی ایک نہ چلی۔ ہاشم نے دیکھتے ہی دیکھتے تلوار بلند کی اور ایک وار میں ببران کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ لشکر امیر میں فتح کے نعرے بلند ہوئے۔ ہاشم تیغ زن جوش میں جھومتے ہوئے دشمن کو للکارنے لگے۔ حسینہ جادو نے جھلا کر اپنی شکل کی ایک پتلی جادو سے بنائی اور اسے ہاشم کے مقابلے پر بھیج دیا۔ طلسمی پتلی نے آتے ہی شہزادے پر تلوار سے وار کیا۔ شہزادے نے بجلی کی طرح تڑپ کر وار خالی دیا اور ایک بھرپور ہاتھ ایسا اس کی کمر پر مارا کہ ککڑی کی طرح کٹ گئی اور اس کے دونوں ٹکڑے سیدھے آسمان کی طرف اٹھتے چلے گئے۔ شہزادہ حیرت سے انھیں دیکھنے لگا۔ بادل کے ایک ٹکڑے کی اوٹ میں پہنچ کر دونوں ٹکڑے غائب ہو گئے لیکن ابھی شہزادے نے نگاہ نہ ہٹائی تھی کہ بادل کی اوٹ سے اسے حسینہ جادو زرق برق لباس اور جڑاؤ زیورات پہنے آہستہ آہستہ نیچے آتی دکھائی دی۔ شہزادہ ہاشم اس پر نگاہ جماتے ہی ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ حسینہ جادو نے قریب پہنچتے ہی اس کے

گلے سے جادو کے توڑ والا طوق نکال کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ شہزادے نے چوں تک نہ کی۔ حسینہ کا جادو اس پر چھا چکا تھا۔ مگر اس کا اثر زیادہ دیر رہنے والا نہ تھا۔ حسینہ نے طوق پر قبضہ جماتے ہی منتر پڑھ کر شہزادے پر پھونکا اور اپنے لشکر کی طرف چل دی۔ شہزادہ مست ہو کر اس کے پیچھے ہو لیا۔ لشکر امیر میں سناٹا چھا گیا۔ دشمن کی فوجوں میں فتح کے نقارے بجنے لگے۔

حسینہ جادو شہزادہ ہاشم کو لیے ہوئے لقا کے دربار میں پہنچی تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ لقا نے اسے شاباش دی۔ سلیمان عنبریں، فرامرز شاہ اور دوسرے امیروں نے تحفے اور نذرانے دیے۔ حسینہ نے اپنے جادو کا کمال دکھانے کے خیال سے سب کے سامنے شہزادہ ہاشم سے پوچھا "کیوں شہزادے! مجھ سے شادی کرو گے؟"

شہزادہ ہاشم نے کہا۔ "نیکی اور پوچھ پوچھ۔ دل میں کوئی اور خیال ہوتا تو تمھارے پیچھے یہاں تک کیوں چلا آتا؟"

"ٹھیک ہے" حسینہ جادو نے کہا۔ "لیکن تمھیں میری

چند شرطیں ماننی پڑیں گی۔"

"میں تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔" شہزادہ
ہاشم نے کہا۔ "جو کہو گی وہ کروں گا۔"

"اچھا!" جیسنہ جادو بولی۔ "پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے
دین سے توبہ کرو۔ خداوندِ لقا کو سجدہ کرو۔"

اس پر شہزادہ ہاشم نے اس کے حکم کی تعمیل
کی۔ جادو کے اثر سے وہ اچھائی برائی میں فرق
نہیں کر سکتا تھا۔ دربار میں موجود سارے لوگ جیسنہ
جادو کو تعریف کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ جیسنہ جادو
کی گردن فخر سے اکڑ گئی۔ اس نے شہزادہ ہاشم
سے کہا۔ "میری دوسری شرط یہ ہے کہ مہر کے طور
پر مجھے اپنے باپ کا سر اور بارگاہِ سلیمانی پیش کرو۔"

"بہت بہتر!" شہزادہ ہاشم بولا۔ "ابھی میدان میں
جاتا ہوں، حمزہ کو للکارتا ہوں۔"

جیسنہ جادو نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔ اس
نے تلوار کھینچی اور باہر جانے لگا۔ سارے درباری
سناٹے میں آ گئے۔ جیسنہ جادو کے سحر کی دہشت
ان کے دلوں پر طاری ہو گئی۔ لیکن ادھر شہزادہ
پیٹھ پھیر کر دربار کے دروازے کی سمت چلا، ادھر

بختیارک شیطان اپنی جگہ سے اچھل کر جیسنہ جادو کے
پاس آیا اور آہستگی سے کہنے لگا۔

"یہ کیا غضب کر رہی ہے! ہاتھ آیا ہوا شکار کھو
رہی ہے۔ شہزادے کو واپس بلا لے۔ امیر حمزہ
اسمِ اعظم جانتا ہے۔ وہ بیٹھے پر سے تیرے جادو کا
اثر اتار دے گا۔ ہوش سے کام لے۔ پہلے امیر حمزہ
کی فکر کر۔ اس کے بعد ہی ہاشم سے کام لیا جا
سکتا ہے۔"

یہ بات جیسنہ جادو کے دل میں بیٹھ گئی۔ شہزادہ
دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے آواز دے
کر فوراً اس کو واپس بلا لیا۔ اس کے بعد وہ اسے
اپنے خیمے میں لے گئی اور اس کی خاطر کرنے
لگی۔ پھر اپنے مشہور عیار طرار کو ایک طرف لے
جا کر حکم دیا۔ "جس طرح بن پڑے حمزہ کے لشکر
میں جا اور اسے زندہ یا مردہ اٹھا کے لے آ۔
بس اس کے سوا اس بارے میں نہ مجھے کچھ اور
کہنا ہے نہ سننا ہے۔ خبردار! ناکام رہا تو زندگی
بھر مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔"

طرار اس حکم پر کچھ دیر ہکا بکا رہا۔ مگر پھر

حسینہ جادو کی کڑی نگاہیں دیکھ کر جلد ہی سنبھل
ٹال مٹول کی گنجائش نہ تھی۔ لاچار وہاں سے
خیمے میں آیا اور عیاری کے ساز و سامان سے لیس
ہو کر امیر حمزہ کے لشکر کی طرف روانہ ہو
جب آدمی کوئی بات دل میں ٹھان لیتا ہے، تو
کے لیے جان کی بازی لگا دیتا ہے، ساتھ ہی
عقل سے بھی کام لیتا ہے تو ناممکن کو بھی ممکن
کر دکھاتا ہے، طرار بھی کسی نہ کسی طرح امیر حمزہ
کی خواب گاہ میں جا پہنچا۔ اور اُن کی مسہری کے
نیچے چھپ کر لیٹ رہا۔ اُس وقت امیر دربار میں
تھے۔ وہاں اس بات پر حیرت کا اظہار کیا جا رہا
تھا کہ ایک بہران نے سترہ سُورماؤں کو ہنستے کھیلتے
گرفتار کیا اور حسینہ جادو ہاشم تیغ زن جیسے شیر
کو بکری بنا کر لے گئی۔ کئی لوگوں نے بار بار عمرو
کو یاد کیا اور کہا "کاش! ایسے موقع پر خواجہ عمرو
ہوتے۔ وہ ساتھیوں کو تو چھڑا ہی لاتے مگر اُس
چڑیل کو بھی زندہ نہ چھوڑتے۔"

عمرو کا بیٹا چالاک وہاں موجود تھا۔ یہ بات
اُس کے دل میں تیر کی طرح لگی۔ زبان سے اُس نے
کچھ نہ کہا مگر دل میں فیصلہ کر لیا کہ بس آج ہی
ایسا میں حسینہ جادو کی فکر میں پیچھے سے نکل
لے آؤں گا۔ یا اُسے ہلاک کروں گا یا پکڑ لاؤں گا۔

امیر حمزہ نے کہا "حسینہ جادو زبردست جادوگرنی
معلوم ہوتی ہے۔ کل اگر جنگ ہوئی تو کوئی دوسرا
سردار اُس کے مقابلے پر نہ جائے۔ میں خود جا
کر اُس کا کام تمام کروں گا۔ مجھ پر اُس کا کوئی
وار کارگر نہ ہوگا۔"

بادشاہ سعد بن قباد نے امیر کی یہ تجویز منظور
کر لی۔ کچھ دیر بعد دربار برخاست ہوا۔ امیر حمزہ
خواب گاہ میں آ کر آرام کرنے لگے۔ امیر کے
دوست مُقبل وفادار خیمے کے دروازہ پر چوکس ہو
کر پہرا دینے لگے۔ دو خدمت گار امیر کے
پاؤں دبانے لگے۔

رات گہری ہوتی گئی۔ امیر سو گئے۔ لیکن جانے
کیا بات تھی۔ اُن کے خراٹوں کی آواز سننے کے
باوجود خدمت گار بدستور ہاتھ پاؤں دباتے جا
رہے تھے۔ ٹلنے کا نام نہ لیتے تھے۔ طرار کو اندیشہ
ہوا کہ کہیں واپسی کا وقت نہ نکل جائے۔ لکی ہوئی

چادر کی اوٹ لے کر اُس نے باہر جھانکا۔ دونوں
خدمت گار آمنے سامنے پائنتی کی طرف بیٹھے
اور آہستہ آہستہ امیر کے تلوے سہلا رہے تھے۔
طرار نے زیادہ وقت گنوانا مناسب نہ سمجھا اور
سانپ کی طرح رینگتا ہوا مسہری کے سرہانے جا
پہنچا۔ اُس نے ایک خاص دوا میں بھیگی ہوئی روئی
نکال کر اپنے نتھنوں میں ٹھونسی، بے ہوشی کے
عطر سے بھری ہوئی ربڑ کی گیند نکالی اور کھڑے
ہو کر ایک ایک پھوار دونوں خدمت گاروں اور امیر
کی ناک پر ماری تینوں فوراً بے ہوش ہو گئے۔
طرار نے جلدی جلدی امیر کو ایک چادر میں گٹھری
کی طرح باندھا، دونوں خدمت گاروں کو فرش پر
لٹایا۔ اور پھر امیر کی آواز بنا کر مقبل وفادار کو
آواز دی۔ جیسے ہی مقبل اندر داخل ہوا بے ہوشی
کی پھوار اُس کے منہ پر پڑی وہ بھی بے ہوش
ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ طرار نے جلدی جلدی
گٹھری باندھی اور خواب گاہ سے باہر نکل گیا۔
لشکر میں ہر طرف نقاروں کی آواز گونج رہی
تھی۔ مشعلیں کہیں بجھ چکی تھیں کہیں ٹمٹما رہی تھیں

دار کہیں چکر لگا رہے تھے، کہیں بیٹھے
رہے تھے۔ طرار ان سب سے بچتا بچاتا نیموں
آخری قطار سے باہر جا پہنچا اور پھر وہاں سے
بگٹٹ اپنی چھاؤنی کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔
آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کرنے کے بعد اُسے
ال ہوا کہ امیر حمزہ اپنی فوج کے سپہ سالار ہیں
ہی نامور عیار اُن کے جان نثار ہیں اگر میں
یں اپنی چھاؤنی میں لے گیا تو اُن کے عیار
لگے ہزار رنگ کھیل کر چھڑا لے جائیں گے۔ اس
کیوں نہ انھیں کسی ایسی جگہ چھپا دیا جائے کہ کوئی
بھی نہ کر سکے۔
یہ سوچ کر وہ قریبی کھنڈروں میں جا پہنچا۔ ایک
وں کا سوکھا ہوا کنواں اُسے نظر آیا۔ احتیاطاً اُس
کھنڈروں کا چپہ چپہ چھان مارا۔ اردگرد کا خوب
طرح جائزہ لیا۔ جب دور و نزدیک کسی جگہ کسی
ندار کا سایہ بھی حرکت کرتا نظر نہ آیا تو اطمینان
ساتھ اُس نے امیر حمزہ کو اندھے کنوئیں میں
پھینکا اور پتھر کی سلوں سے اُس کا منہ اس طرح
بند کر دیا کہ کسی کو گمان بھی نہ ہو سکے کہ یہاں

کوئی کنواں تھا۔

آسمان پر ستارے جھلملانے لگے تھے۔ صبح
کا نور پھیلنے لگا تھا۔ امیر حمزہ کے لشکر میں نوبتوں
کی صدائیں گونجنے لگی تھیں۔ حسینہ جادو نے جشن
ختم کیا۔ شہزادہ ہاشم تیغ زن کو اُس کے خیمے
چھوڑا اور خراماں خراماں اپنی خواب گاہ کی طرف
دی۔ لیکن ابھی وہ خواب گاہ کے دروازے
ہی پہنچ پائی تھی کہ طرار اُس کے سامنے حاضر
گیا۔ اُس کی روداد سنتے ہی حسینہ جادو کا چہرہ
کھل اٹھا۔ اُس نے اپنا قیمتی ہار انعام کے طور
طرار کو دیا اور کہنے لگی۔

"شاباش تُو نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔
اچھا کیا کہ امیر حمزہ کو یہاں لانے کے بجائے
ویرانے میں چھپا دیا۔ نہ وہ اپنے عیاروں کی
پا سکے گا نہ اُس بند جگہ میں زیادہ عرصہ زندہ
رہ سکے گا۔ آج تو دن بھر آرام کروں گی۔ کل
سورج نکلتے ہی ہاشم کے ساتھ دشمنوں پر ٹوٹ
پڑوں گی۔ اب وہاں کون ہے جو ہمارے سامنے ٹھہر
سکے۔ ایک دن رات اور جی لیں۔ تھوڑا سا دل

خوش کر لیں۔ اس کے بعد ان کے لیے تباہی ہے۔
تُو نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ جا کر آرام کر۔
دشمنوں کا قصّہ پاک کرنے کے بعد تجھے اور بھی
انعام دوں گی۔"

اُس دن کسی جانب سے کوئی بھی جنگ کرنے
کے لیے میدان میں نہ آیا۔ دن بھر سلیمان عنبرین اور
حسینہ جادو کے لشکروں میں خوشی کے شادیانے بجتے
رہے اور امیر حمزہ کے لشکر میں اُداسی چھائی رہی۔
بادشاہ سعد بن قباد، امیر حمزہ کے بیٹے، پوتے اور
دوسرے سردار امیر کے یکایک غائب ہو جانے پر
حیران تھے۔ کبھی تو پریشان ہو جاتے۔ کبھی خوش فہمی
سے کام لے کر ایک دوسرے کی ڈھارس بندھاتے۔
چند عیار دشمن کے لشکر میں بھیج دیے گئے تھے۔
اُمید تھی کہ یا تو وہ امیر حمزہ کو چھڑا لائیں گے
یا اُن کے بارے میں کوئی نہ کوئی خبر لائیں گے۔
رات کو وہ سب واپس آ گئے۔ لیکن نہ انھوں
نے امیر کے بارے میں کوئی خبر سنائی نہ یہ بتایا
کہ دشمن کے لشکر میں آخر کس بات پر شادیانے
بج رہے ہیں۔ لوگوں کی رہی سہی اُمیدیں بھی ختم

ہو گئیں اور سب حسرت کے ساتھ عُمرو کو یاد
کرنے لگے۔

اسی موقع پر کسی نے کہا: "عُمرو نہیں تو کیا ہُوا
اُن کا بیٹا چالاک تو موجُود ہے اُسی کو بھیجو کہ
کوئی کارنامہ کر دکھائے۔"

بادشاہ نے چالاک کو حاضر کرنے کے لیے حکم دیا
لیکن پتا چلا وہ بھی دوپہر کے بعد سے غائب ہے
اس خبر سے لوگ اور پریشان ہو گئے۔ آخر میں
بادشاہ نے امیر کے بیٹوں، پوتوں اور سرداروں سے
خطاب کرتے ہُوئے کہا: "کل کا دن ہم پر بہت
سخت گزرے گا۔ دُشمن اپنے جادُوگروں اور پہلوانوں
سمیت یلغار کرے گا۔ امیر کی جُدائی کا زخم بے شک
کاری ہے لیکن تُم میں سے ایک ایک شخص تنہا
ہزاروں پر بھاری۔ مُقابلہ پیش آئے تو خبردار! دل
چھوٹا نہ کرنا۔ جان توڑ کر لڑنا اور نتیجے کو خُدا
پر چھوڑ دینا۔ ہم سب خُدا کی خوشنودی ہی کے
لیے لڑ رہے ہیں۔ فتح نہ ہُوئی تو شہادت ضرور
حاصل ہو گی۔ یہ بھی ہمارے لیے سعادت ہو گی
بس جاؤ! دربار ختم ہُوا۔ آج کی شب آرام نہ کرنا۔

بیدار رہ کر خُدا سے دُعا مانگنا۔ صبح دیکھا جائے گا
کہ خُدا کو کیا منظور ہے۔"

بادشاہ سعد بن قباد کی اس تقریر کے بعد سب
لوگ اپنے اپنے خیموں کو چلے گئے۔ رات بھر کسی
ایک خیمے کی بھی مشعل نہ بجھی۔ سب عبادت
کرتے رہے اور گڑگڑا کر خُدا سے دُعائیں مانگتے رہے۔

اسد اور مہ جبین قید میں

اُدھر امیر حمزہ کے لشکر کا یہ حال تھا اور اِدھر
افراسیاب عیاروں کے بندوبست کی فکر میں تھا۔ ملکہ
حیرت جادو کو مہ رُخ کے مقابلے پر روانہ کرتے وقت
اُس نے تاکید کر دی تھی کہ خبردار جاتے ہی
جنگ مت شروع کر دینا۔ انتظار کرنا۔ رات تک
میں کوئی نہ کوئی انتظام کر لوں گا۔ اس ہدایت
کے مطابق ملکہ حیرت لشکر گاہ میں تو جا پہنچی مگر
اُس نے جنگ کا نقارہ بجانے سے دامن بچایا۔
سُورج ڈوبتے ڈوبتے افراسیاب کے دماغ میں
ایک ترکیب آ گئی۔ اپنے جادو خانے سے اُس نے
پانی کی دو بھری ہوئی بوتلیں منگوائیں اور ایک
جادوگر ہوشیار جادو کو بُلا کر حکم دیا۔ یہ دونوں
بوتلیں لے کر فوراً ملکہ حیرت کی خدمت میں جا
حاضر ہو۔ چپٹی بوتل کا پانی بے ہوشی سے

ہوجاتا ہے۔ گول بوتل کا پانی بے ہوش کرتا ہے
مشکوں کے نتھنوں میں چپٹی بوتل کا پانی لگا کر بھری
ہوئی مشکوں میں چند قطرے گول بوتل کے ڈال
دینا اور اُنہیں حکم دینا کہ لشکر کے چاروں طرف
اس پانی کی لکیر کھینچ کر دائرہ بنا دیں۔ اس سے
لشکر گاہ محفوظ ہو جائے گی۔ کوئی عیار اندر نہ
آ سکے گا۔ آئے گا تو بے ہوش ہو جائے گا۔
یہ کام ختم کر کے باغیوں سے مقابلہ کرنا اور
جو قتل ہونے سے بچے گرفتار کر کے ملکہ کے
حوالے کرنا۔

ہوشیار جادو نے دونوں بوتلیں سنبھالیں اور اپنی
فوج سمیت اُڑتا ہوا ملکہ حیرت کے پاس جا
پہنچا۔ افراسیاب کے حکم کے مطابق اُسے رات کے
رات لشکر گاہ کے گرد بے ہوشی والی لکیر کھنچوانا
تھی۔ لیکن وہ جان بوجھ کر یہ بات گول کر گیا۔
بے ہوشی کے پانی کو استعمال کرنے کا اُس نے
ایک اور طریقہ سوچ لیا تھا اور اُسے آزمانے
کا فیصلہ کر بیٹھا تھا۔

دوسرے دن سورج نکلتے ہی اُس نے ملکہ حیرت

سے میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت چاہی۔ ملکہ نے
اجازت دے دی تو وہ جادو کے اژدہے کو دوڑاتا ہوا
اپنی فوج سمیت لشکر مہ رخ کے مقابلے پر آیا اور
مہ رخ کو للکارنے لگا۔ اُس کی ڈینگ سُن کر مہ رخ
کی ماں، سرخ مو کاکل کشا اپنا ہنس اُڑا کر اُس
کے سامنے آ ڈٹی۔ کچھ دیر دونوں کے درمیان سحر کے
گولے اور ناریل چلتے رہے۔ دونوں ایک دوسرے
کے وار سے بچتے رہے۔ کاکل کشا کو سخت غصہ
آیا۔ ایک منتر پڑھ کر اُس نے زور سے اپنے بالوں
کو جھٹکا دیا تو لاتعداد ننھے ننھے جگنو اُس کے
بالوں سے نکل کر آسمان کی طرف اُڑے اور پھر
آتشی تیر بن کر ہوشیار جادو اور اس کے لشکر پر
گرنے لگے۔

ہوشیار نے تو خود کو سحر پڑھ کر بچا لیا مگر اُس
کی فوج کے صدہا سپاہی اور جادوگر آتشی تیروں کا
شکار ہو کر خاک و خون میں لوٹنے لگے۔ کاکل کشا
دشمن کا یہ حال دیکھ کر آنکھیں بند کر کے قہقہے
لگانے لگی۔ مہ رخ کے لشکر میں فتح کے نعرے بلند
ہونے لگے۔ ہوشیار جادو نے اسی موقع پر گول بوتل

پانی کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔ جلدی جلدی اُس
نے زردی کا ایک پھاہا بنایا، اُسے گول بوتل کے
پانی میں تر کیا اور منتر پڑھ کر آسمان کی سمت
اُچھال دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ابر گھر آیا اور
مہ رخ کے لشکر پر موسلا دھار مینہ برسنے لگا۔

ہوشیار جادو کا تجربہ کامیاب رہا۔ جس جاندار پر
بھی اُس مینہ کا پانی پڑتا وہ فوراً بے ہوش ہو
جاتا۔ مہ رخ، شکیل، بہار جادو، فرمانیہ اور دوسرے
بڑے بڑے جادوگروں نے اس پانی سے بچنے
کے لیے سحر کی چھتریاں تان لیں۔ لیکن زیادہ
دیر وہ اپنا بچاؤ نہ کر سکے۔ بوندیں اور پھواریں
اُن تک پہنچ ہی گئیں۔ عیاروں کے سوا جو
رات ہی کو لشکر سے نکل گئے تھے ایک شخص
بھی بے ہوش ہونے سے نہ بچ سکا۔ اُن میں
بادشاہ مہ جبین اور شہزادہ اسد بھی شامل تھے۔
ہوشیار جادو نے اپنی فوج کو اشارہ کیا اور سب
کو گرفتار کر کے اسی حالت میں لے جا کر ملکہ
حیرت کے سامنے پیش کر دیا۔ ملکہ حیرت کی خوشی کی
انتہا نہ رہی۔ جس آسانی سے چند گھنٹوں کے اندر

ہوشیار جادو باغیوں کے سارے لشکر کو باندھ لایا تھا
وہ اس کا تصوّر بھی نہ کر سکتی تھی۔ اُس نے
اپنے سارے قیمتی زیورات جو کہ پہنے ہوئے تھی
ہوشیار جادو کو انعام میں دے ڈالے اور حکم دیا۔
باغی جادوگروں اور جادوگرنیوں کی زبانیں چھید
دو۔ اس کے بعد سب کو ہوشیار کرو تاکہ اپنی
حالت دیکھ کر افسوس کریں۔ آج رات بھر ان
کے سامنے شاندار جشن منایا جائے گا اور
کل اسی جگہ سب کو تڑپا تڑپا کر ہلاک کیا
جائے گا لیکن خبردار! دشمن کے عیاروں سے
ہوشیار رہنا! وہ قیدیوں میں نہیں دکھائی دے رہے۔
"حضور! بے فکر رہیں۔ میں عیاروں کا بھی انتظام
کیے دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر ہوشیار جادو وہاں سے
اپنے ڈیرے کی طرف چلا گیا۔ دوسرے سارے
سردار اور ان کے سپاہی باغی جادوگروں اور
جادوگرنیوں کی زبان چھیدنے کے بعد انھیں ہوش
میں لانے لگے۔ بادشاہ مہ جبیں، مہ رُخ، بہار جادو
فرمانیہ اور کاکل گشا وغیرہ کا ملکہ حیرت نے خوب
خوب مذاق اُڑایا۔ لیکن انھوں نے ہرگز بُرا منہ

بنایا۔ حقارت کی نگاہوں سے حیرت کو دیکھ دیکھ
کر اُلٹا اُسی کا خون کھولایا۔ البتہ جب اُس نے
شہزادہ اسد غازی پر چوٹ کرنی شروع کی تو غصے
اور بے بسی کے سبب ان کی آنکھوں سے آنسو
برسنے لگے۔ حیرت دِل کھول کر ہنسی اور اپنے کلیجے
میں ٹھنڈک محسوس کی۔ کچھ دیر اور قیدیوں سے لطف
لینے کے بعد وہ سرداروں کو پھانسیاں اور سُولیاں تیار
کرانے کی ہدایات دے کر جشن کی تیاریوں میں
لگ گئی۔

اُدھر ہوشیار جادو نے لشکر کے سارے سقّوں کو
کام پر لگا دیا۔ سقّے پانی سے بھری ہوئی مشکیں
لے کر اُس کے پاس آتے۔ وہ پہلے ہر ایک کے
نتھنوں میں بے ہوشی سے بچانے والا پانی لگا دیتا
پھر اُس کی مشک میں چند قطرے بے ہوشی کے
پانی کے ڈال دیتا۔ سقّے وہاں سے لشکر کے
باہر جاتے اور پانی کی لکیر کھینچنے لگتے۔

عمرو اور اُس کے شاگردوں نے اپنے لشکر کی گرفتاری
کا سارا حال دُور سے دیکھ لیا تھا۔ اُن کا خون
کھول رہا تھا لیکن مُناسب وقت کے اِنتظار میں

وہ صبر سے کام لیتے رہے۔ سورج ڈوبنے لگا
سب اپنی اپنی پناہ گاہوں سے نکلے اور الگ
الگ دشمن کے لشکر کی طرف چل دیے۔

مہتر قیران دوسروں سے پہلے دشمن کی چھاؤنی
قریب پہنچا۔ وہ ایک خدمت گار کے بہروپ میں
اس نے جو سقوں کو بڑی توجہ اور احتیاط کے
پانی کی لکیر بناتے دیکھا تو اس کا ماتھا ٹھنکا
اس کے دل نے کہا کہ ضرور اس پانی اور لکیر
میں کوئی خرابی ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ وہ
لکیر کو پار کرنے کے بجائے اس کے کنارے کنارے
چلنے لگا۔ کچھ دور چل کر لکیر غائب ہو گئی۔ وہ
سمجھ گیا کہ لکیر بنانے کا کام اسی جگہ سے شروع
کیا گیا ہے۔ بے کھٹکے وہ اندر چلا گیا اور اندازہ
لگا کر ہوشیار کے خیمے کے سامنے جا پہنچا۔ وہاں
سقوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔

ایک سقے نے دوسرے سے پوچھا: "کیوں بھئی! آدھا
کام تو ہو گیا ہو گا؟"

دوسرے نے کہا: "ہنہ! اتنی جلدی؟ ابھی تو
چوتھائی گھیرا بھی نہ بنا ہو گا۔"

پہلے نے کہا: "پھر تو آدھی رات اسی میں لگ
جائے گی۔"

دوسرے نے کہا: "ابے تو بالکل گھامڑ ہے۔ ساری
رات میں بھی اگر گھیرا پورا ہو جائے تو غنیمت
جاننا۔ اتنے بڑے لشکر کا گھیرا کہیں آدھی رات
میں بن سکتا ہے؟"

یہ سن کر مہتر قیران کو یقین ہو گیا کہ اس کا
اندیشہ درست تھا۔ ضرور ہوشیار جادو مشکوں کے
پانی میں کوئی جادو پڑھ کر پھونک رہا ہے اور
کوئی طلسمی دائرہ کھینچا رہا ہے۔ جبھی وہ ایک ایک
سقے کو اندر بلواتا ہے اور جب تک وہ باہر
نہیں آ جاتا دوسرا اندر نہیں جاتا۔ اب مجھے اندر جانے
کی فکر کرنا چاہیے۔ صحیح راز باہر رہتے ہوئے معلوم
نہ ہو سکے گا۔

مہتر قیران ارد گرد کا جائزہ لینے لگا۔ اسی موقع
پر اس کی نگاہ دروازے کے قریب ایک خدمت گار
پر جا پڑی۔ اس وقت مہتر خود بھی خدمت گار
کے بھیس میں تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ
خدمت گار کسی خاص تکلیف میں ہے، کبھی اٹھتا ہے

کبھی پیٹ پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور کبھی اُمید بھری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگتا ہے۔ یہ دیکھ کر مہتر قران اُس کے پاس پہنچا اور ہمدردی کے ساتھ پُوچھنے لگا۔ "کیا تمھارے پیٹ میں درد ہو رہا ہے؟"

خدمت گار مُنہ بناتے ہُوئے بولا۔ "ہاں بھائی! بہت سخت۔ جان نکلی جا رہی ہے۔ خُدا کے لیے کچھ کرو۔"

مہتر قران نے کہا۔ "کیا تمھیں خیمے میں پہنچا دُوں؟"

اُس نے ہاتھ ہلاتے ہُوئے جواب دیا۔ "نہیں بھائی! میں خُود چلا جاؤں گا۔ مُصیبت یہ ہے کہ اندر میری ڈیوٹی شروع ہونے والی ہے۔ آقا کو پنکھا جھلنا ہے۔ اس حالت میں کھڑا نہیں رہ سکتا۔ مہربانی کر کے تم میری جگہ کام سنبھال لو۔ تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو گیا تو واپس آ جاؤں گا۔ جو کہو گے دُوں گا۔"

مہتر قران نے کہا۔ "واہ بھائی! لین دین کی کیا ضرورت ہے۔ انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔ میں دُوسرے سردار کا خادم ہُوں۔ اُس نے تو مجھے چھُٹی دے رکھی ہے۔ پر تمھاری ڈیوٹی لگانے والے کو کہیں مجھ پر اعتراض نہ ہو۔"

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اندر سے ایک ادم نکلا اور خدمت گار سے کہنے لگا۔ "میرا وقت ہُوا۔ اندر جا کر پنکھا سنبھالو۔"

اُس نے جواب دیا۔ "میری طبیعت خراب ہے۔ اپنے بھائی کو لے آیا ہُوں۔ یہ میری جگہ ڈیوٹی دے گا۔"

اندر سے نکلنے والے خادم نے ایک نگاہ مہتر قران ڈالی اور خدمت گار سے بولا۔ "تم جانو اور تمھارا کام۔ میں تو چلا۔"

اُس کے کھسکتے ہی مہتر قران نے جمال گرٹے کی دو گولیاں نکال کر بیمار خدمت گار کو دیں اور یہ کہتا ہُوا اندر چلا گیا کہ "خیمے میں پہنچتے ہی گولیاں کھا لینا، پیٹ ہلکا ہو جائے گا۔"

پھر اندر پہنچ کر اُس نے ادب سے ہوشیار جادُو گر کو سلام کیا اور اُسے پنکھا جھلنے لگا۔

عُمرو ٹہلتا ہوا چلا آ رہا تھا کہ لشکر کے باہر سنتریوں کی بھاگ دوڑ دیکھ کر چونک گیا۔ اِس خیال سے کہ سامنے کے رُخ جانے سے کہیں سنتری اُسے نہ ٹوکیں۔ وہ راستا کاٹ کر اُس طرف کو ہو لیا جدھر کوئی نہ تھا۔ ایک مقام

پر مرتفع مناسب دیکھ کر اُس نے لشکر گاہ کی ط[رف]
قدم بڑھایا۔ لیکن جیسے ہی اُس کی نگاہ پانی کی
پر پڑی، ہڑبڑا کر رُک گیا۔ اُس کا دل
لگا۔ اگر سقّوں کی فوج کی فوج یہی لکیر بنا
ہے تو ضرور اِس میں کوئی راز ہو گا۔ اس سے
چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ لکیر کے کنارے کنار[ے]
آگے بڑھتا چلا گیا۔ ایک مقام پر اُسے پھر سق[وں]
کی ایک ٹولی نظر آئی۔ یہ لوگ لکیر کو اس طر[ف]
بڑھائے لیے جا رہے تھے جس طرف عمرو
جا رہا تھا۔

سقّوں سے بچتا ہُوا عمرو آگے نکل گیا۔ اتفا[ق]
سے ایک جھاڑی کے قریب اُسے ایک بوڑھا سق[ہ]
بیٹھا نظر آیا جو روٹی کھا رہا تھا۔ کام کرنے وال[ے]
سقّوں کی ٹولی اُس سے زیادہ دُور نہ تھی۔ عمر[و]
فوراً ایک قریبی درخت کی اوٹ میں چھپ گیا او[ر]
اس بوڑھے سقّے کو دیکھ کر اپنا حلیہ اُس جیس[ا]
بنانے لگا۔

اِس کام سے فارغ ہو کر وہ آہستہ آہستہ بوڑھ[ے]
کے پیچھے جا پہنچا۔ چند ہی لمحوں بعد بوڑھا سقّہ

بے ہوش جھاڑی کے اندر پڑا تھا اور عمرو اُس کی
جگہ بیٹھا روٹی کھا رہا تھا۔

اِتنے میں سقّوں کی ٹولی میں سے ایک نے
آواز دی۔

نظام چاچا! چھوڑ روٹی۔ جلدی آ جا!

عمرو سمجھ گیا کہ وہ جس کے بھیس میں ہے اسی
کو بلایا جا رہا ہے۔ آیا آیا کہتا ہُوا سقّوں کی
ٹولی کی طرف چل دیا۔ اُس کے پہنچتے ہی سارے
سقّے دوڑتے ہوئے ایک حوض پر گئے اور جلدی جلدی
مشکیں بھر کر ہوشیار جادو کے خیمے کے سامنے جا
پہنچے۔ عمرو بھی اُن کی قطار میں کھڑا ہو گیا۔ اُس
نے محسوس کیا کہ وہ جس قطار میں کھڑا ہے
اس میں ہر سقّے کے نتھنوں میں روئی ٹھنسی ہوئی
ہے۔ اُس کے برابر والی دوسری قطار میں ہر شخص
کے نتھنے اُس کی طرح صاف تھے۔

عمرو کی سمجھ میں نہ آیا کہ اِس روئی کا کیا
مطلب ہے۔ وہ اسی اُلجھن میں تھا کہ اُس کے
آگے والا سقّہ خیمے کے اندر جا کر واپس آ گیا
اور پیچھے والے نے آواز دی۔ چاچا کیا سوچنے

ٹکا ہے؟ اندر جانا۔"

عمرو چونکا اور لپکتا ہوا خیمے کے اندر چلا گیا۔ ہوشیار جادو میز پر دو بوتلیں رکھے بیٹھا تھا۔ ایک خادم اُسے پنکھا جھل رہا تھا۔ عمرو اُس کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا مگر اُس نے مشک کا منہ نہ کھولا۔ اِس پر ہوشیار جادو نے اُسے کڑی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ڈانٹا۔ "ارے! کیا تُو پہلی دفعہ آیا ہے؟ مشک کا منہ کیوں نہیں کھولتا؟ اور تیرے نتھنوں کی روئی کیا ہوئی؟ کیا بے ہوش ہونا چاہتا ہے؟"

یہ کہہ کر اُس نے گول بوتل ہاتھ سے دکھا دی۔ عمرو سمجھ گیا کہ اس میں بے ہوش کرنے والی دوا ہے۔ اُس نے گردن نیچی کر کے، بے وقوفوں کی طرح منمناتے ہوئے جواب دیا۔ "حضور چھینک آئی تھی۔ روئی گر گئی۔"

ہوشیار جادو نے بڑبڑاتے ہوئے چپٹی بوتل والے پانی میں روئی کا پھاہا تر کر کے اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لے یہ نتھنوں میں ٹھونس لے۔ اب مت گرانا۔ کھول مشک۔"

یہ کہہ کر اُس نے گول بوتل کا ڈھکن کھولا، اور اُس کے منہ میں اُس کے قطرے ٹپکانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اُسی لمحے عمرو نے گول بوتل ہوشیار جادو کے ہاتھ سے جھپٹ کر اس میں بھرا ہوا پانی اُس کے منہ پر چھڑک دیا۔ یہ سارا کام کرنے میں اُس نے ایسی حیرت انگیز پھرتی دکھائی کہ بہتر فیران جو کہ خدمت گار کے روپ میں وہاں موجود تھا آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہ گیا۔ لیکن عمرو اتنے ہی پر رُک نہیں گیا۔ اُدھر ہوشیار جادو بے ہوش ہو کر گرا اُدھر عمرو مشک پھینک، خنجر نکال، اُس کے سینے پر جا کودا اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر پے در پے وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔

ایک دم تاریکی چھا گئی۔ آندھی چلنے لگی۔ آہ و بکا کی آوازیں گونجنے لگیں۔ عمرو نے موقع سے فائدہ اٹھا کر بھاگ جانا چاہا۔ لیکن ابھی وہ خیمے کے دروازے تک ہی پہنچا ہو گا کہ ایک بڑھیا پچھلے حصے سے اچانک نمودار ہوئی اور اُس کے آتے ہی اندھیرا، شور اور آندھی غائب ہو گئی۔ بہتر فیران اُس کے سامنے پنکھا لیے حیرت

سے منہ پھاڑے کھڑا تھا۔ بڑھیا نے عمرو
کو بھاگتے دیکھا تو مہتر قران کو دھکا دے
کر اُس کی طرف لپکی۔ پھر ایک ایسا منتر پڑھ
کر اُس نے عمرو کی طرف پھونک ماری کہ عمرو
دروازے کے قریب زمین میں آدھا دھنس گیا۔
بڑھیا چھری نکال کر چیختی ہوئی اُس کی طرف بڑھی
عمرو کو اپنی موت سامنے ناچتی دکھائی دینے لگی۔
اور وہ اپنے بچاؤ کی دعائیں مانگنے لگا۔
مہتر قران اب معاملے کو اچھی طرح سمجھ چکا
تھا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ ہوشیار جادو کو قتل
کرنے والا عمرو کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اُس
نے کپڑوں میں چھپا ہوا اپنا مشہور بغدا نکالا اور
جست لگا کر بڑھیا کے قریب پہنچا۔ وہ چونک
کر اُس کی طرف پلٹی ہی تھی کہ بغدے کے
ایک ہی وار سے مہتر قران نے اُس کا سر
تن سے جدا کر دیا۔ یہ بڑھیا ہوشیار جادو کی ماں
تھی اور اُس کی حفاظت کرنے کے خیال سے اُس
کے پیچھے چلی آئی تھی۔ لیکن خیمے میں وہ
اُس وقت پہنچی جب عمرو اُس کے بیٹے کو ہلاک

چکا تھا۔
بڑھیا کے مرنے پر جو تاریکی پھیلی اُس سے فائدہ
اٹھاتے ہوئے عمرو اور مہتر قران دونوں بھاگ کھڑے
ہوئے۔ ہوشیار جادو کے اِرد گرد محافظوں کی چھولداریاں
تھیں۔ ماں بیٹے کے ہلاک ہونے کی صدائیں سنتے
ہی سارے محافظ بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگنے
لگے۔ عمرو اور مہتر قران محافظوں کی چھولداریوں کی
قطار سے گزرنے لگے تو ایک چھولداری کے اندر
سے اُنھیں دو آدمیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ دونوں
گڑگڑا کر خدا سے اپنی رہائی کی دعائیں مانگ
رہے تھے۔
"ارے! یہ تو ضرغام اور جاں سوز کی آوازیں لگتی
ہیں۔" مہتر قران نے عمرو کو روکتے ہوئے کہا۔
عمرو نے آوازوں پر غور کرتے ہوئے کہا "تم
ٹھیک کہتے ہو۔ مصیبت میں معلوم ہوتے ہیں۔ چلو
چھڑائیں۔"
یہ کہہ کر دونوں چھولداری کے اندر داخل ہو
گئے۔ ٹٹولنے پر اُنھیں جاں سوز اور ضرغام ایک
کونے میں بندھے پڑے ملے۔ عمرو نے اُن کے بند

کھولتے ہوئے کہا۔ "کم بختو! تم یہاں کیسے آن مرے"
استاد کی آواز سنتے ہی ان دونوں کی جان میں
جان آئی۔ انھوں نے بتایا کہ ہم دشمن کے لشکر
میں داخل ہو رہے تھے کہ ایک جگہ پانی کی لکیر
پار کرتے ہی بے ہوش ہو گئے اور سپاہی ہمیں
اٹھا کر یہاں لے آئے۔ وہ ہمیں ہوشیار جادو
کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے کہ اچانک بھگدڑ
مچ گئی۔

"احمقو! دیکھ بھال کر کام کیوں نہیں کرتے؟" عمرو
نے ان کو ڈانٹ بتائی اور چھتر قیران سے کہنے
لگا۔ "تم ان کو ساتھ لے جا کر اپنے قیدیوں کو
چھڑاؤ اور ان کی زبانوں میں پھنسے ہوئے سوئے
نکالو۔ جو آزاد ہوتا جائے اسے دشمن پر ٹوٹ
پڑنے کی تاکید کرو۔ میں جا کر ملکہ حیرت کی خبر
لیتا ہوں۔"

ہوشیار جادو اور ملکہ حیرت کی چھاؤنیوں میں
جگہ جگہ جشن کی محفلیں آراستہ تھیں۔ سب اتنے
مست ہو رہے تھے کہ کسی نے ہوشیار جادو
اور اس کی ماں کے مرنے پر ہونے والے شور غل

پر دھیان نہ دیا۔ لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ
مہ رخ اور اس کے لشکر نے آزاد ہو ان پر
ہلہ بول دیا۔

ادھر عمرو نے ملکہ حیرت کے لشکر میں پہنچ کر
لوٹ مار شروع کر دی، ادھر ملکہ مہ رخ نے آزاد
ہوتے ہی جادو کر کے ساری مشعلیں اور شمعیں دشمن
کے لشکر کی بجھا دیں اور اسی حالت میں ان
پر آگ، پتھر اور تیروں کی برسات کر دی۔ لطیفہ یہ
ہوا کہ اندھیرے میں بدحواس ہو کر ہوشیار جادو
کا لشکر حیرت جادو کے لشکر پر ٹوٹ پڑا۔
حیرت جادو جواب میں ان پر جادو کی بجلیاں گرانے
لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کے آدھے سے زیادہ
آدمی آپس میں ہی لڑ بھڑ کر جہنم رسید ہو گئے۔
بچے کھچوں کو مہ رخ کا لشکر صاف کرنے لگا۔
ملکہ حیرت اس ناگہانی مصیبت کے مقابلے پر
خود کو بے بس پا کر اڑی اور گنبد نور میں افراسیاب
کے پاس جا پہنچی۔ افراسیاب نے لشکر کی بربادی
کا حال سنا تو غصے سے اس کا برا حال ہوا
لیکن بار بار دریافت کرنے پر بھی ملکہ اسے یہ

نہ بتا سکی کہ آخر جیتی ہوئی بازی اچانک کس طرح ہار میں بدل گئی! لاچار ہو کر اُس نے کتاب سامری کھول کر دیکھی۔ لکھا تھا۔

"تیرے لشکر پر مصیبت تیرے ہی بے ہوشی کے پانی کی وجہ سے ٹوٹی ہے۔ ہوشیار جادو کو اسی پانی سے بے ہوش کر کے عمرو نے اُسے ہلاک کیا ہے۔"

یہ تحریر دیکھ کر افراسیاب دل میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوا اور ملکہ کو تسلی دیتے ہوئے بولا۔ "تم دل نہ چھوٹا کرو۔ دشمن کو اطمینان کا سانس نہ لینے دو۔ اسی وقت دوسرا لشکر لے جا کر اُس کے سامنے ڈٹ جاؤ۔ دوپہر تک میں تمہاری مدد اور باغیوں کی سرکوبی کے لیے ایک خاص طاقت کو بھیجوں گا۔ اُس کے پہنچنے تک تم آرام کرنا۔"

ملکہ تیار ہو گئی۔ افراسیاب نے سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ فوراً پچاس ہزار بہادر سپاہیوں اور جادوگروں کی فوج حاضر کی جائے۔ ہر طرف بگل اور نقارے بجنے لگے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں

حضور کے سامنے پچاس ہزار کی فوج روانگی کے لیے تیار کھڑی تھی۔

ملکہ حیرت بڑی شان سے تخت طاؤس پر سوار ہوئی اور جادو کے زور سے ساری فوج سمیت اُڑتی ہوئی اپنی چھاؤنی میں جا پہنچی۔ مہ رُخ کی فوج وہاں سے لوٹ مار کر کے واپس اپنے ڈیرے پہ پہنچ چکی تھی۔ لیکن تھکے ماندے سپاہیوں نے ابھی کمر نہ کھولی تھی کہ صدہا نقاروں کی گونج سُن کر پھر مستعد ہو گئے۔ مہ رُخ کے جاسوس پرندے نے اُسے اطلاع دی کہ ملکہ حیرت جادو ایک زبردست فوج لے کر پھر واپس آ گئی ہے۔ مہ رُخ نے یہ خبر سُن کر اپنے لشکر میں منادی کرا دی کہ آدھے سپاہی آرام کریں اور آدھے چوکس رہیں تاکہ دشمن بے خبری میں حملہ نہ کر بیٹھے۔

اُدھر دن نکلتے ہی افراسیاب، جادو کے ایک خاص عمل میں مصروف ہو گیا۔ عمل ختم ہوا تو اُس نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ اچانک آسمان پر سات بجلیاں تڑپتی دکھائی دیں۔ دوسرے ہی لمحے وہ افراسیاب کے سامنے فرش پر گر کر لوٹنے لگیں اور پھر سات

عورتوں کے روپ میں اُس کے سامنے ادب سے
سر جھکا کر کھڑی ہو گئیں۔ اُن سب کے جسم بلّور
کی طرح شفاف اور چاندی کی طرح چمکتے دکھائی دے
رہے تھے۔ افراسیاب نے اُن سے کہا۔
"اے وفادار بجلیو! آج مجھے تمہاری خدمات کی
ضرورت ہے۔ چند نمک حراموں نے ما بدولت کی
سلطنت میں اُودھم مچا رکھا ہے۔ بغاوت پر کمر
باندھ کر طلسمِ ظاہر کے پہاڑوں میں ڈیرا جما رکھا
ہے۔ ملکہ حیرت کو میں نے اُن کے مقابلے کے
لیے بھیج دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے
کوئی ایک وہاں جا کر ملکہ کی مدد کرے اور باغیوں
کو نیست و نابود کرے۔ باقی چھ اپنے اپنے مقام
کو واپس جائیں لیکن حکم کی منتظر اور مستعد رہیں۔"
ان بجلیوں میں سے ایک جس کا نام لپ لپ
تھا آگے بڑھ کر کہنے لگی۔ "حضور کا سایہ ہم پر
قائم رہے۔ یہ خدمت میں انجام دوں گی۔"
"شاباش!" افراسیاب نے کہا۔ "اب دیر نہ کر۔ اپنی
فوج سمیت جلد سے جلد ملکہ کی خدمت میں
جا پہنچ۔"

ساتوں بجلیاں افراسیاب کو سلام کر کے رخصت ہو
گئیں۔ لپ لپ بجلی نے اپنے ملک پہنچ کر ایک
لاکھ جادوگروں کی فوج ساتھ لی اور ہوا میں اڑتی
بادلوں میں لپلپاتی ملکہ حیرت کی چھاؤنی کی طرف
چل دی۔
بجلیوں کے رخصت ہوتے ہی افراسیاب کے دربار
میں مشہور عیارنیں صرصر اور صبا رفتار حاضر ہوئیں۔
افراسیاب نے اُن کا سلام قبول کرنے کے بجائے منہ
پھیر لیا۔ دونوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی "جہاں پناہ!
کنیزوں سے ایسی کیا خطا ہوئی ہے کہ توجہ نہیں
فرماتے؟"
افراسیاب نے ناگواری کے ساتھ جواب دیا: "تم
لوگوں کا وجود میرے لیے بے کار ہے۔ دل
تمہاری نا اہلی سے داغ دار ہے۔ تمہاری پرورش اور
تربیت اس لیے کی گئی تھی کہ وقت آنے پر
جان لڑاؤ نہ کہ جی چراؤ۔ عمرو میرے سینے پر
کودوں دل رہا ہے۔ چن چن کر میرے نامور ساحروں
کو ہلاک کر رہا ہے مگر تم ہو کہ صرف فرض پورا
کر دیتی ہو۔ خود اپنے طور پر کچھ کر دکھانے سے

کترا رہی ہو۔ کیا حقِ خدمت اسی طرح ادا ہوتا ہے
افراسیاب کی یہ چبھتی ہوئی باتیں سن کر دونوں
عیارنیں شرم سے پانی پانی ہو گئیں۔ اُن کی غیرت
جوش میں آ گئی۔ صرصر آگے بڑھی اور تخت کو
بوسہ دے کر کہنے لگی "حضور خطا معاف! بے شک
ہم قصور وار ہیں۔ ہم سے کوتاہی ہوئی۔ لیکن بھلے
گھوڑے کو ایک چابک اور بھلے آدمی کو ایک
بات کافی ہوتی ہے۔ میں عہد کرتی ہوں کہ یا تو چند
دنوں کے اندر اندر باغیوں کو اُن کے سرداروں
سے محروم کر دوں گی یا پلٹ کر حضور کو شکل نہ
دکھاؤں گی۔ اب میں عمرو کو نہیں شہزادہ اسد کو گرفتار
کروں گی جو فاتحِ طلسم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔
مہ جبین پر ہاتھ ڈالوں گی جو حضور کے مقابلے
پر بادشاہ بنی بیٹھی ہے۔ یہی دو اصل میں باغیوں
کے دل کی طاقت اور اُن کے اتحاد کی علامت
ہیں۔ یہ قابو میں آ گئے تو باقی خود ہی تتر بتر
ہو جائیں گے۔ اجازت عطا فرمائیے۔ ہم اسی وقت
اپنی مہم پر روانہ ہونے کے لیے بے چین ہیں۔"
یہ سن کر افراسیاب کا چہرہ کھل اٹھا۔ دونوں

عیارنوں کو بیش بہا خلعتیں دے کر اور اُن کا دل
بڑھانے والی چند باتیں کہہ کر اُس نے اُنھیں رخصت
کیا۔ عیارنیں دربار سے نکل کر اپنے ٹھکانے پر
پہنچیں۔ ضروری ساز و سامان ساتھ لیا اور ہرنوں کی
طرح چھلانگیں بھرتی لشکرِ مہ رُخ کی سمت روانہ
ہو گئیں۔ تیز رفتاری میں ویسے بھی اُن کا جواب
نہ تھا۔ مگر آج اُن کا جوش شباب پر تھا۔ دن
ڈھلتے ڈھلتے وہ منزلِ مقصود کے قریب جا پہنچیں۔
اور ایک جگہ اوٹ میں ہو کر بھیس بدلنے لگیں۔
اس کے بعد جو وہ باہر آئی ہیں تو ایک دوسرے
کو دیکھ کر خود بھی حیران ہو گئیں۔ صرصر ہو بہو
ایک سفید داڑھی والا چوب دار بنی ہوئی تھی۔
صبا رفتار ایک ادھیڑ عمر زمیندار کے بہروپ میں
تھی۔ دونوں نے کچھ دیر آپس میں سرگوشی کی اور
پھر الگ الگ مہ رُخ کے لشکر کے اندر جا
پہنچیں۔ رات کا دربار ختم ہونے تک اِدھر اُدھر
گھومتی رہیں۔ چپے چپے کا جائزہ لیتی رہیں۔ پھر
دربار ختم ہونے پر اُس حصّے میں جا داخل ہوئیں
جہاں بادشاہ مہ جبین اور شہزادہ اسد قیام کرتے

تھے۔ وہاں ہتھیار بند ترکنیں پہرا دے رہی تھیں
اور شاہی کنیزیں اور خادمائیں اپنے اپنے کاموں میں
مصروف دکھائی دے رہی تھیں۔
ایک زمیندار کو شاہی بارگاہ کی قناتوں کے قریب
کھڑا دیکھ کر ایک محافظ ترکن نے اُسے ٹوکا
اور پکڑ کر اپنے افسر کے خیمے میں لے گئی۔ افسر
ترکن نے زمیندار سے اُدھر آنے کا سبب پوچھا
اُس نے کہا "میرا ایک مقدمہ ملکہ مہ رُخ کی
عدالت میں چل رہا ہے۔ میرے دشمن نے ملکہ کو
شیشے میں اتار لیا ہے۔ کل یقیناً میرے خلاف فیصلہ
ہو جائے گا۔ یہاں اِس لیے آیا ہوں کہ کسی طرح
بادشاہ کی جانب سے میرے حق میں سفارش ہو
جائے۔ لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس سے
کہوں کیا کہوں۔ خدا کے لیے آپ ہی میری مدد
کیجیے۔ کوئی ترکیب بتائیے۔ ہر خدمت کو تیار ہوں"
یہ کہہ کر نقلی زمیندار نے ایک ہزار کی تھیلی
نکال کر اُس کے حوالے کر دی اور بولا "کام
بن گیا تو اور بھی خدمت کروں گا"
افسر ترکن ایک ہزار کی تھیلی دیکھ کر پگھل گئی۔

زمیندار کو ایک خالی خیمے میں لے گئی اور
ہنسی دباتے ہوئے کہنے لگی: "تم فکر نہ کرو۔ یہاں
اطمینان سے بیٹھو۔ ایک حبشن کنیز میری دوست
ہے۔ کسی ترکیب سے اُسے بلا کر تمہارے پاس
بھیجتی ہوں۔ کم از کم پانچ ہزار روپے تمہیں اس
کو دینے پڑیں گے۔ وہ راضی ہو گئی تو تمہارا
کام بن جائے گا لیکن خبردار! یہ راز کسی پر
ظاہر نہ کرنا اور دیکھو! رات آدھی ہونے کو
آئی ہے۔ شاہی کنیز سے بات کرنے کے بعد
اگر واپس نہ جانا چاہو تو اسی خیمے میں آرام سے
سو جانا۔ یہاں کوئی دوسرا نہ آئے گا"
نقلی زمیندار نے ترکن کا بہت بہت شکریہ ادا
کیا اور اُس کے جانے کے بعد بے چینی کے ساتھ
حبشن کا انتظار کرنے لگا۔ آخر کچھ دیر بعد حبشن آ
ہی گئی۔ نقلی زمیندار یعنی صبا رفتار نے فوراً
پانچ ہزار کی تھیلی اُس کو پیش کی، اپنا مطلب بیان
کیا اور خوب صورت سی چھوٹی شیشی اُس کے
سامنے رکھتی ہوئی بولی "اس میں اعلیٰ قسم کا عطر ہے
ایک بار ایک قطرہ لگانے کے بعد سال بھر تک

خوشبو نہیں جاتی۔ ایسی پیاری سہانی اور میٹھی
خوشبو کو اس ملک میں ملکہ حیرت کے علاوہ اور
کوئی نہیں رکھتا۔ میری ایک عزیز اس کی کنیز تھی
وہیں سے چرا لائی تھی۔ ذرا دیکھو تو کیسی مست کر
دینے والی خوشبو ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے شیشی کا ڈھکن کھولا اور
شیشی مبشن کی ناک کی طرف بڑھا دی۔ مبشن نے
اس عطر کو سونگھا تو دوسرے ہی لمحے بے ہوش
ہو کر گر پڑی۔ نقلی زمیندار یعنی صبا رفتار نے
جلدی جلدی مبشن کو اپنا جیسا بنایا۔ خود اس کا
بہروپ بھرا اور پھر اسے بستر پر لٹا کر محافظ ترکن
کو اشارے سے کہتی ہوئی کہ زمیندار کو سونے دینا
میں اس کے کام سے جاتی ہوں، بادشاہ مہ جبین
کی بارگاہ میں جا داخل ہوئی۔

ادھر صرصر نے جو چوب دار بنی ہوئی تھی موقع
پا کر ایک کنیز کو بے ہوش کر کے اس کا بہروپ
بھرا اور بے کھٹکے بارگاہ کے اندر جا پہنچی۔ وہاں
شہزادہ اسد اور مہ جبین کھانا کھا رہے تھے۔ طرح
طرح کی کھانے پینے کی چیزیں موجود تھیں۔ کنیزیں

باندیاں ادب کے ساتھ خدمت بجا لا رہی تھیں۔ صرصر
صبا رفتار بھی ان میں جا شامل ہوئیں اور جب
انہیں موقع ملتا کھانے پینے کی چیزوں میں
ہلکی دوائے بے ہوشی ملا دیتیں۔ صبا رفتار نے
...ے بے ہوشی ملی ہوئی چیزیں بارگاہ کے باہر
...لوں اور ترکنوں میں بھی دل کھول کر تقسیم کیں۔
...ہیں کھا پی کر دھیرے دھیرے سب بے ہوش
...نے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں بارگاہ کے اندر اور بارگاہ کے
... سوائے دونوں عیاروں کے سب بے ہوش ہو
...ئے۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ مگر یہ وہ وقت
...ا جس میں عموماً مہ جبین اور اسد سو جایا کرتے
...ے۔ چنانچہ بارگاہ کے باہر کسی کو بھی کوئی شبہ نہ
...ا۔ ویسے بھی سوائے پہرے داروں کے سارے لشکر
...ے سب خراٹے لینے لگے تھے۔

موقع کو غنیمت جان کر صرصر نے شہزادہ اسد
...ی گٹھڑی بنائی اور صبا رفتار نے مہ جبین کی اور
...یں اپنی اپنی پیٹھ پر لاد کر وہاں سے چل دیں۔
پہلے ان کے دل میں آئی کہ ملکہ حیرت کا لشکر

زیادہ قریب ہے۔ وہاں جا پہنچیں مگر پھر سوچا کہ
وعدہ ہم نے شہنشاہ افراسیاب سے کیا ہے۔ انھیں
کے پاس چلنا چاہیے۔ جب وہ گنبدِ نور سے چلی
تھیں تو افراسیاب باغِ سیب میں جانے کی تیاری
کر رہا تھا۔ انھوں نے خیال کیا کہ وہ وہاں پہنچ
چکا ہو گا۔ چنانچہ وہ بھی طلسم باطن کی طرف چل
دیں۔ تیز رفتاری کے سبب دریائے خونِ رواں تک
پہنچنے میں انھیں زیادہ دیر نہ لگی۔ وہاں سے دھوئیں
کے پل پر سے ہو کر وہ باغِ سیب میں
پہنچیں۔ رات کی سیاہی چھٹ چکی تھی مگر دن نکلنے
میں اب بھی خاصا وقت تھا۔ دونوں عیاروں نے تھکن
دور کرنے کے لیے آرام کیا اور جب افراسیاب کے
دربار کا وقت ہو گیا تو جا کر دونوں قیدیوں کو اس
کے سامنے ڈال دیا۔

شہنشاہ افراسیاب کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ دونوں
عیاروں کو اس نے بیش بہا خلعتیں اور سچے موتیوں
سے بھری ہوئی کئی تھیلیاں عنایت کیں اور انھیں
شاباش و آفرین بھی کہا۔ اس کے بعد اس نے جادوگر
وزیروں کو حکم دیا۔

"دونوں قیدیوں پر ایسا جادو کرو کہ نہ فرش سے
اٹھیں نہ ہاتھ پیر ہلا سکیں۔"

ایک وزیر نے حکم کی تعمیل کی تو دوسرے وزیر
افراسیاب نے کہا۔ اب قیدیوں کو ہوش میں لاؤ۔"
دوسرے وزیر نے منتر پڑھ کر پانی کا ایک ایک
چھینٹا اسد اور مہ جبین کے منہ پر مارا۔ دونوں نے
آنکھیں کھول دیں۔ لیکن خود کو افراسیاب کے دربار
میں بے بس پڑا دیکھ کے حیرت اور پریشانی کے
عالم میں ادھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگے۔ افراسیاب نے
زور دار قہقہہ لگایا اور پھر اُن کا مذاق اڑاتے ہوئے
کئی باتیں سنانے لگا۔ اس چھچھوری حرکت پر غیرت سے
اُن کے چہرے سرخ ہو گئے۔ انھوں نے بھی ترکی
بہ ترکی جواب دیا۔ بھرے دربار میں اپنی یہ بے عزتی
دیکھ کر افراسیاب نے انھیں فوراً قتل کیے جانے کا
حکم دے دیا۔ لیکن خیر خواہ وزیروں نے اسے
جلد بازی کرنے سے منع کرتے ہوئے کتاب سامری
دیکھنے کا مشورہ دیا۔ اس پر افراسیاب نے کتاب دیکھی۔
لکھا تھا۔
"اگر تو نے اسد اور مہ جبین کو قتل کرا دیا تو

عمرو طلسم ہوش رُبا کے ایک شخص کو بھی جیتا نہ
چھوڑے گا۔ کرامتی چادر اوڑھ کر ایک ایک کی
گردن اُتارے گا۔ بہتر ہے کہ پہلے عمرو کی فکر کر
اور اُس وقت تک کہ وہ ہاتھ آئے، اسد اور مہ جبین
کو قید رکھ۔"

اس پر افراسیاب نے دونوں کو گنبدِ نور کی ایک
طلسمی کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ ہزار نامور جادوگر پہرے
پر بٹھائے اور وہ دروازے جو اس طرف سے طلسم کی
کی سمت کھلتے تھے، جادو کے پردوں سے چھپا دیے۔

ناگن بجلی

اُدھر صبح ہونے پر مہ جبین کی کنیزوں کو جب
ہوش آیا تو اُنھوں نے شہزادہ اسد اور مہ جبین
کو نہ پایا۔ گھبرا کر سب نکل کھڑی ہوئیں اور
لشکر میں ایک ایک سے اُن کے بارے میں
پوچھنے لگیں۔ جلد ہی اُن کے غائب ہونے کی خبر
جنگل کی آگ کی طرح پوری چھاؤنی میں پھیل گئی۔
قیامت سی مچ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں لشکر کے
سارے سردار اور عیار جمع ہو گئے۔ اس مجمع میں
کہیں ملکہ مہ رُخ پچھاڑیں کھا رہی تھی کہیں بہار جادو
بین کر رہی تھی۔ کہیں ملکہ فرمانیہ فرش پر لوٹ
رہی تھی تو کہیں دلِ آرام اپنے سر کے بال
نوچ رہی تھی۔ سچ پوچھو تو ایک خواجہ عمرو کے
سوا کوئی ایسا نہ تھا جو اس واقعے سے بدحواس
اور پریشان نہ ہو اور خواجہ عمرو کنیزوں کا بیان

سنتے ہی باہر نکل گئے تھے اور بڑے غور کے
ساتھ پیروں کے نشانات دیکھتے پھر رہے تھے۔
کچھ دیر بعد وہ بارگاہ میں واپس آئے۔ سب کو
سمجھا بجھا کر خاموش کیا اور کہنے لگے۔ دوستو!
تمہارے ایمان اور استقلال کی آزمائش کی کٹھن گھڑی
آ پہنچی ہے۔ اپنے آپ کو سنبھالو اور ہمت سے کام
لو۔ میں نے صرصر اور صبا رفتار کے پیروں کے
نشان پہچان لیے ہیں۔ بلا شبہ وہی شہزادہ اسد اور
مہ جبین کو اٹھا کر لے گئی ہیں۔ اگر تم چاہتے
ہو کہ انہیں چھڑایا جائے تو یہ افراتفری ختم کرو۔
اپنے میں سے کسی ایک کو مہ جبین کی جگہ
حاکم مقرر کرو۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر دونوں میں
سے کسی ایک کو بھی کوئی نقصان پہنچا تو کراماتی
چادر اوڑھ کر افراسیاب سمیت ایک ایک جادوگر
کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ ویسے یقین رکھو!
افراسیاب شہزادہ اسد کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔
اور مہ جبین اس کی سگی بھتیجی ہے۔ کسی شکل میں
وہ اسے قتل نہیں کرے گا۔ زیادہ سے زیادہ وہ
انہیں قید کر دے گا اور انشاء اللہ میں انہیں ضرور

لاؤں گا۔"
عمرو کی یہ تقریر کام کر گئی۔ مایوس دلوں میں
ند اور امید کی لہر دوڑ گئی۔ سب لوگوں نے
ب رائے ہو کر ملکہ مہ رخ کو مہ جبین کا
م مقام مقرر کیا اور عمرو کی ہدایت پر سب
نے اپنے دستوں میں جا کر ماتحت فوجیوں اور
دوگروں کے دل بڑھانے لگے۔
اسی موقع پر بجلی لپ لپ اپنے ایک لاکھ
دوگروں سمیت ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں آ
پہنچی۔ ملکہ حیرت اسے اپنے دربار میں لے آئی۔
ب لپ نے آتے ہی ایک خط ملکہ مہ رخ کے
ام لکھ کر ایک طلسمی پتلے کے حوالے کیا۔ اس
یں لکھا تھا۔
"یہ خط ملتے ہی بغاوت سے توبہ کر اور دست بستہ
حاضر ہو جا۔ شہنشاہ سے تجھے معافی دلوا دوں گی۔
دوسری صورت میں تیری فوج کو نیست و نابود کر
دوں گی اور تجھے چوٹی سے پکڑ کر شہنشاہ کی
خدمت میں لے جاؤں گی۔"
مہ رخ نے اس خط کا ایسا سخت جواب

دیا کہ لپ لپ غصے سے بے قابو ہو گئی۔ وہ
ایک دم اوپر اُڑی اور لپلپاتی ہوئی تن تنہا
لشکرِ مہ رُخ کی طرف چل دی۔ اُس کی فوج یہ
حال دیکھ کر جلدی جلدی تیار ہوئی اور نعرے
لگاتی، نقارے بجاتی اُس کے پیچھے ہو لی۔

مہ رُخ نے بھی اپنے لشکر کو جنگ کے لیے
تیار ہونے کا حکم دے دیا۔ اُس کا خیال تھا کہ
دستور کے مطابق لپ لپ انسانی رُوپ میں آ کر
للکارے گی۔ اِس کے بعد جنگ شروع ہو گی۔ لیکن
لپ لپ کو غصے نے پاگل بنا دیا تھا۔ وہ
گھنگھور گھٹا کی اوٹ میں آئی اور تڑپ تڑپ کر
لشکرِ مہ رُخ پر برسنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی
اُس کی فوج نے اُن پر زمین سے جادو کے ذریعے
پتھر، آگ اور تیروں کی برسات شروع کر دی۔

مہ رُخ کی فوج کے جادوگر اِس اچانک
دو طرفہ حملے کو روکنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے۔
جادو کی ڈھالیں اور چھتریاں کام میں لانے لگے۔
لپ لپ کی فوج کے ہتھیاروں سے انھوں نے
خود کو بڑی حد تک بچایا بلکہ کچھ جوابی وار بھی

لیکن لپ لپ کے حملوں سے بچنا اُن کے لیے
مشکل ہو گیا۔ مہ رُخ کے ہزاروں آدمی مارے گئے
ہزاروں ہی زخمی ہوئے۔ شام کے وقت لپ لپ
خود ہی جنگ موقوف کی اور واپس ہوتے
وقت مہ رُخ کو للکار کر کہا۔

"امید ہے کہ تجھے آج کا سبق یاد رہے گا۔ ایک
رات کی مہلت اور دیتی ہوں۔ اگر راہِ راست پر
نہ آئی تو کل کے دن وہ حشر مچاؤں گی کہ زندگی
بھر نہ بھولے گی۔"

مہ رُخ اُس کی ڈینگ پر خون کے گھونٹ بھرتی
غصے میں ہونٹ چباتی، واپس چھاؤنی میں آئی۔ آج
واقعی اُس کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے۔
اور اِس سے بڑی بات یہ تھی کہ اُس کی فوج پر
لپ لپ کی دہشت چھا گئی تھی۔ بزدل رات کی
تاریکی کا فائدہ اُٹھا کر بھاگ رہے تھے۔ اور
بہادر گھبرا کر خدا سے دعائیں مانگ رہے تھے۔

آخر مہ رُخ نے دربار لگایا اور سرداروں سے
صلاح مشورے کرنے لگی۔ اسی موقعے پر عمرو جنگل
سے واپس ہوا اور آتے ہی کہنے لگا "میں اسی وقت

لپ لپ کے لشکر میں جاتا ہوں۔ ہوشیار جادوگروں
کی دو پلٹنوں کو حکم دو کہ احتیاط کے ساتھ جا
کر دشمن کے قریب چھپ رہیں اور جیسے ہی
وہاں کوئی ہنگامہ دیکھیں یا شور و غوغا سنیں اکبارگی
زور دار حملے شروع کر دیں۔"

عمرو یہ کہہ کر رخصت ہو گیا۔ ملکہ مہ رخ نے
دو کی بجائے آٹھ پلٹنوں کو تیار کیا۔ دو کو تو عمرو کی
ہدایت کے مطابق دشمن کے لشکر کے بالکل قریب
پہنچا دیا۔ باقی کو ان کے پیچھے کچھ فاصلے پر چوکس
رہنے کا حکم دیا اور تاکید کر دی کہ جیسے ہی اگلی
دو پلٹنیں دشمن پر حملہ آور ہوں، وہ بھی آگے
بڑھ کر یلغار کر دیں۔

لپ لپ کی فوج نے ملکہ حیرت کے لشکر سے
کچھ فاصلے پر ایک تالاب کے کنارے پڑاؤ ڈالا
تھا۔ عمرو اس کی سمت چلا جا رہا تھا کہ حیرت
کے لشکر سے خدمت گاروں کی ایک ٹولی لپ لپ
کے پڑاؤ کی طرف جاتی دکھائی دی۔ ان سب کے
سروں پر چاندی سونے کے طشت رکھے تھے جو
رنگ برنگے اور موتی جڑے خوان پوشوں سے ڈھکے

ہوئے تھے۔ عمرو ان کے پیچھے ہو لیا۔ اتفاق سے
ایک خادم کے پیر میں کانٹا چبھ گیا اور وہ
ساتھیوں سے پیچھے رہ گیا۔ عمرو نے پیچھے رہ جانے
والے خادم کو بے ہوش کر کے ایک جھاڑی
کی اوٹ میں ڈال دیا اور خود اس کا بھیس بنا کر
خوان سر پہ اٹھائے آگے والوں سے جا ملا۔

کچھ دیر بعد خادموں کی یہ ٹولی لپ لپ کے
دربار میں تھی۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک اونچے تخت
پر زر نگار مسند بچھی ہوئی ہے جس کے اوپر
کسی انسان کے بجائے ایک بجلی لپلپا رہی ہے
اردگرد اور آمنے سامنے مونڈھوں اور کرسیوں پر
سردار اور فوج کے افسر ادب کے ساتھ بیٹھے ہیں۔
خدمت گاروں کے سردار نے اونچے تخت کی سمت
منہ کر کے زور سے کہا۔

"ملکہ حیرت جادو آپ کی آج کی جنگ سے بہت
خوش ہوئی ہیں۔ انھوں نے آپ کے لیے خلعت
اور کچھ تحفے بھیجے ہیں۔ مہربانی کر کے قبول فرمائیے
اور ہمیں رخصت کیجیے۔"

یہ سنتے ہی لپ لپ بجلی تخت پر لوٹ پوٹ

کے عورت بن گئی۔ لیکن اُس کا بدن بلّور کی شمع
اور رنگت چاندنی جیسی تھی۔ اُس نے ندامت کا لا
کے سردار سے کہا۔"لاؤ دکھاؤ! ملکہ نے کیا کیا
بھیجا ہے۔"

سردار نے اشارہ کیا۔ ایک ایک خادم تخت کے
قریب جاتا، ایک ہاتھ سے تھال سنبھالتا اور
دوسرے سے خوان پوش اُٹھا کر چیزیں لپ لپ کو
دکھاتا۔ عمرو کا کام آسان ہو گیا۔ اُس نے زنبیل
میں سے طلسمی پانی کی بوتل نکال کر چپکے سے
اپنے طشت کے خوان پوش کے نیچے رکھ دی۔ یہ
وہی بوتل تھی جو اُس نے ہوشیار جادو سے چھینی
تھی۔ اور ہوشیار جادو کو افراسیاب نے لشکر کے گرد
بے ہوشی کا گنڈل کھینچنے کے لیے دی تھی۔ جیسے
ہی عمرو کی باری آئی، وہ لپ لپ کے تخت
کے قریب جا پہنچا اور بیش قیمت سنگار کا
سامان، جو اُس کے طشت میں تھا، اُسے دکھانے
لگا۔ سب چیزوں کو دیکھنے کے بعد لپ لپ نے
طلسمی پانی کی بوتل کے متعلق پوچھا کہ اِس میں
کیا ہے؟"

عمرو نے کہا۔"یہ وہ قیمتی عطر ہے جو ساری دنیا
میں حیرت کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اِس
کی خوشبو نرالی اور مدتوں رہنے والی ہے۔"
یہ کہہ کر عمرو نے بوتل کا ڈھکن کھول کر
پھرتی کے ساتھ طلسمی پانی لپ لپ کے منہ پر
چھڑک دیا۔ لپ لپ بدحواس ہو کر اُٹھی لیکن
دوسرے ہی لمحے بے ہوش ہو کر تخت پر گر پڑی۔
عمرو نے فوراً خنجر نکال کر نعرہ لگایا۔ "میرا نام عمرو
عیار ہے۔ اب تیرا بچنا دشوار ہے۔"

لیکن جیسے ہی وہ لپ لپ کی طرف لپکا۔ اُس
کا تخت خود بخود تیزی کے ساتھ اُٹھا، گھوما، آسمان
کی طرف گیا اور پھر باغِ سیب کی طرف روانہ ہو
گیا۔ سارے درباری یہ ماجرا دیکھ کر حیران رہ گئے۔
عمرو نے موقع سے فائدہ اُٹھایا اور لپ لپ کے
جادوگر سرداروں پر ٹوٹ پڑا۔ تین چار جادوگروں
کو قتل کر کے اُس نے کراماتی چادر اوڑھ لی۔
جادوگر اُسے اِدھر اُدھر ڈھونڈنے لگے۔ عمرو نے
کراماتی چادر اُتار کر بغل میں دابی اور پھر تین
چار سرداروں کو ڈھیر کر دیا۔ دربار میں بھگدڑ مچ

گئی۔ اب ایک ستون کی اوٹ لے کر اُس نے گوپھن
نکالا اور پتھر مار مار کر مشعلیں اور شمعیں بُجھانے
لگا۔ کچھ شمعیں اور مشعلیں خیمے کے پردے پر جا
گریں۔ چند ہی لمحوں بعد لپ لپ کی بارگاہ میں
آگ کے لپکتے ہُوئے شُعلے بلند ہونے لگے۔

اسی موقعے پر مہ رُخ کی اُن پلٹنوں نے جو
موقع کی تاک میں تھیں، لپ لپ کی چھاؤنی پر
بلّا بول دیا۔ اُن کے پیچھے کی دُوسری چھ پلٹنیں
بھی اُن کے ساتھ مِل گئیں۔ لپ لپ کی
فوج گھبرا کر اِدھر اُدھر بھاگنے اور خُود اپنے ہی
آدمیوں کو قتل کرنے لگی۔ مہ رُخ کے جادُوگروں نے
سحر کے گولوں، ناریلوں، آتشیں اژدہوں اور تیروں
پتھروں کی برسات کر کے لپ لپ کی فوج کا
تھوڑی ہی دیر میں صفایا کر دیا۔

ملکہ حیرت کو جب اِس شب خُون کی خبر ملی
تو اپنی فوج لے کر لپ لپ کی چھاؤنی سے دُشمنوں
کو نکالنے کے لیے چڑھ دوڑی۔ ملکہ مہ رُخ بھی
اپنی جگہ تیار تھی۔ جیسے ہی اُس نے حیرت کے
لشکر کو حرکت کرتے دیکھا خُود بھی اپنی فوج سمیت

پر جا پڑی۔ ساری رات گھمسان کی جنگ ہوتی
دونوں طرف سے جادُو کے ہتھیار چلتے رہے۔
سے آگ، پتھر اور تیر برستے رہے۔ صبح
وقت ملکہ حیرت نے جنگ موقوف کرنے کا
بجوایا۔ ملکہ مہ رُخ نے بھی اپنی فوجوں کو
روکنے کا حُکم دیا۔ دونوں لشکر اپنی چھاؤنیوں
واپس آ گئے۔

معلوم ہُوا کہ رات کی لڑائی میں لپ لپ کی
فوج تو بالکل تباہ ہو گئی، ملکہ حیرت کی فوج
زبردست نقصان ہُوا لیکن مہ رُخ کی فوج کے
صرف چند سو سپاہی اور جادُوگر مارے گئے۔ ملکہ
حیرت نے فوراً سارا حال افراسیاب کو لکھ بھیجا
اور اُس سے مدد مانگی۔

اب لپ لپ کا حال سُنیے۔ اُس کا تخت اڑ
کر سیدھا باغِ سیب میں افراسیاب کے سامنے
اُترا۔ لپ لپ کو مُردوں کی طرح تخت پر
پڑا دیکھ کر افراسیاب بھونچکا رہ گیا۔ اصل معاملہ
جاننے کے لیے اُس نے کتابِ سامری کھول کر
دیکھی۔ لکھا تھا عمرو نے تیرے ہی طلسمی پانی سے

لپ لپ کو بے حال کیا ہے۔ اس کے بنا
اڑا کر نہ لے آتے تو عمرو کے ہاتھوں ہلاک ہو
جاتی۔ اب بھی کافی دِنوں تک کام کی نہ رہے گی
جلد ہوش میں لا ورنہ ہاتھ سے جاتی رہے گی۔
یہ تحریر دیکھتے ہی افراسیاب نے منتر پڑھ کر
اُس کی طرف چھُو کیا۔ لپ لپ ہوش میں
آ گئی۔ لیکن اس کے ہاتھ پیر بے جان تھے۔ رنگت
پھیکی پڑ گئی تھی۔ آنکھوں سے اداسی برس رہی تھی
افراسیاب نے اُسے اُس کے بے ہوش ہونے کا
سبب بتایا۔ شفقت کی باتوں سے اُس کا دِل بڑھایا
اور اپنے مُلک میں جا کر کچھ دِنوں آرام کرنے کا
مشورہ دے کر اُسے رُخصت کیا۔

لپ لپ چلی گئی تو افراسیاب نے سحر پڑھ کر
دُوسری بجلی کو، جس کا نام ناگن تھا، طلب کر
کے حُکم دیا۔ ملکہ حیرت محاذِ جنگ پر تنہا ہے
فوراً اپنی فوج ساتھ لے اور جلد سے جلد خُود کو
ملکہ کی خدمت میں پہنچا۔ لپ لپ کا حال تو سُن
چکی ہے۔ خبردار! تجھ سے کوئی نادانی نہ ہونے
پائے۔

ناگن بجلی حکم کے مطابق اپنے مُلک میں آئی او
لاکھ جادوگروں کی فوج اور اپنے بیٹے رعد جادو
ساتھ لے کر اڑتی ہوئی محاذ کی سمت روانہ
ہوئی۔ لیکن سیدھے ملکہ حیرت کے پاس پہنچنے
کے بجائے اپنے بیٹے کے اِصرار پر اُس نے حیرت
کی لشکر گاہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک
باغ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ ایک دن ناگن کا بیٹا
رعد جادو ضِد کر کے سیر و تفریح کے لیے نکل
گیا۔ قریب ہی ایک پہاڑ تھا جس پر ملکہ حیرت
کا ایک جادوگر سردار رہتا تھا۔ جب وہ پہاڑ کے
قریب پہنچا تو جادوگر کے چند محافظوں نے اسے
دیکھ لیا اور دُشمن جان کر کشاں کشاں جادوگر کے
پاس لے چلے۔ انھوں نے رعد کی زبان میں سُوا
پھنسا دیا تاکہ وہ اُن پر جادو کا وار نہ کر سکے۔
اِتفاق سے اُس طرف سے خواجہ عَمرو لشکرِ حیرت
کا جائزہ لینے اور نئے آنے والے لشکر کی خبر
لینے کی فِکر میں چلے آ رہے تھے۔ انھوں نے جو
غور سے دیکھا تو سمجھ گئے کہ گرفتار نوجوان کسی
اعلیٰ خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ یہ جادوگر اُسے

قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کے جی میں آئی کہ اس
نوجوان سے نیکی کرنی چاہیے۔ اسے ظالموں کے
قبضے سے چھڑانا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ پھرتی کے
ساتھ ایک درخت کی اوٹ میں جا چھپے۔ یہاں
اُس نے دیو جامہ نکال کر پہنا کہ جس کا رنگ
گھڑی گھڑی بدلتا ہے۔ پھر دس ہولناک چہروں والا
گتّے کا بنا ہُوا سر اپنے سر پر جمایا، فاسفورس
کا سفوف اُن چہروں اور اُن کی لٹکتی ہُوئی
زبانوں پر چھڑکا کہ شعلے سے لپکتے دکھائی دینے
لگے۔ گتّے کے کئی ہاتھ بنا کر کندھوں پر لٹکائے
کہ دیکھنے والے پر دہشت طاری ہو جائے۔

یہ ساری تیاریاں کر کے عمرو اُن ساحروں کے
سامنے دھم سے آ کُودا اور نعرہ لگانے لگا: "میں
خداوندِ لقا کا مَلکُ الموت ہُوں۔ میں خداوندِ لقا
کا مَلکُ الموت ہُوں۔"

جادُوگر اپنے سامنے اچانک دس چہروں اور آٹھ
ہاتھوں والے ایسے دیو کو دیکھ کر ڈر گئے جس
کا لباس کبھی سیاہ نظر آتا تھا، کبھی سُرخ، کبھی
سبز تو کبھی زرد اور جس کے چہروں اور زبانوں

چنگاریاں اور شعلے نکلتے دکھائی دے رہے تھے۔
جادُو کو پھینک کر وہ عمرو کے قدموں پر
گر گئے اور گڑگڑا کر رحم طلب کرنے لگے۔
عمرو نے انھیں ٹھوکر لگاتے ہُوئے کہا: "میں بعد جادُو
کی رُوح قبض کرنے آیا ہُوں۔ مگر تمھارا وقت بھی
پورا ہو چُکا ہے۔ تمھیں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اگر
اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو نذرانہ پیش کرو۔ بغیر
نذرانہ لیے میں کسی پر رحم نہیں کرتا۔"

جان بچنے کی صورت نظر آئی تو جو کچھ بھی
جس کے پاس تھا سب نکال کر عمرو کے قدموں
پر رکھ دیا۔ عمرو نے زنبیل سے ایک سیب
نکال کر اُن کی طرف بڑھایا اور بولا۔ "یہ لو بانٹ
کر کھا لو۔ عُمر بڑھ جائے گی۔"

جادُوگروں نے جلدی جلدی سیب کے ٹکڑے کیے
اور بے صبری کے ساتھ اپنا اپنا ٹکڑا کھا گئے۔
سیب میں دوائے بے ہوشی ملی ہُوئی تھی۔ جب اُن
کا دماغ چکرانے لگا تو ایک نے پوچھا۔ "اے
مَلکُ الموت! ہمیں چکر کیوں آ رہا ہے؟"
عمرو نے جواب دیا۔ "فکر نہ کرو۔ نئی زندگی چکر

کھائے بغیر نہیں ملتی۔"

جلد ہی سارے بے ہوش ہو گئے۔ عمرو نے خنجر
نکال کر ان کا کام تمام کیا اور نقلی سر اور
ہاتھ نکال کر زنبیل میں رکھے۔ پھر رعد جادو کی
زبان سے سُوا کھینچ لیا۔ رعد جادو نے دل و جان
سے عمرو کا شکریہ ادا کیا اور عمرو کے پوچھنے
پر اُس نے بتایا کہ میری ماں کا نام ناگن ہے
وہ ایک بجلی ہے اور اپنے مُلک کی مالک
ہے۔ اگر میں بے دھیان نہ ہوتا تو دُنیا کا کوئی
جادوگر مجھ پر وار نہ کر سکتا۔ میں زمین میں
ڈوب کر اپنے دُشمن کے پیچھے جا نکلتا ہوں اور
اِس زور سے نعرہ مارتا ہوں کہ دُشمن کا سر پھٹ
جاتا ہے۔ میری ماں دُشمن پر بجلی بن کر گرتی ہے
اور ہم دونوں کے آگے کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ ہم
ملکہ حیرت کی جانب سے مہ رُخ اور اُس کے
لشکر کو تباہ کرنے آئے ہیں۔"

یہ سُن کر عمرو کو سخت افسوس ہوا کہ کیوں
میں نے اُس کی جان بچائی۔ اب وہ اُسے باتوں
میں لگا کر بے ہوش کرنے کی سوچنے لگا لیکن

ئے اُسے آسمان پر ناگن کی طرح بل کھاتی اور
یک خوفناک بجلی دکھائی دی۔ عمرو کا ماتھا
گیا۔ جیسے ہی بجلی زمین پر ان دونوں کی
جھپٹی عمرو کرامتی چادر اوڑھ کر غائب ہو
رعد جادو کو عمرو نے اپنا نام فرشتۂ قدرت
ا تھا۔ وہ نگاہوں سے غائب ہوا تو رعد جادو
یقین ہو گیا کہ واقعی وہ فرشتۂ قدرت ہی تھا۔
بجلی زمین پر گری اور لوٹ پوٹ کر عورت کی
ل اختیار کر گئی۔ وہ رعد جادو کی ماں ناگن
اور اُسے ڈھونڈھنے نکلی تھی جادو گروں
انہیں سامنے دیکھ کر اُس نے رعد جادو سے
ت کیا۔

یہ کیا معاملہ ہے؟ تو یہاں کیسے آ گیا؟"
رعد جادو نے سارا قصّہ اپنے گرفتار ہونے اور
شتۂ قدرت کے احسان کرنے کا بیان کیا۔ یہ سُن
ناگن حسرت سے بولی۔

کاش فرشتۂ قدرت غائب نہ ہو گیا ہوتا! میرا
بیتاب ہے کہ کس طرح اُس کے احسان کا بدلہ
وں۔ تیری جان بچا کر اُس نے مجھے نئی زندگی

دی ہے۔ جب تک میں اس کا شکریہ نہ ادا کروں گی
دل پر بوجھ رہے گا۔

رعد جادو نے تسلی دیتے ہوئے کہا: امی جان! آپ
اداس نہ ہوں۔ ممکن ہے وہ یہیں کہیں ہوں۔
میں انہیں پکارتا ہوں۔

یہ کہہ کر رعد جادو فرشتۂ قدرت کے نام سے
عمرو کو آوازیں دینے لگا۔ عمرو نے ماں بیٹے کے
درمیان ہونے والی بات چیت بڑے غور سے سنی
تھی۔ اس نے خیال کیا کہ شاید بہتری کی کوئی صورت
پیدا ہو جائے۔ کرامتی چادر اتار کر وہ ان کے
سامنے آ گیا۔ ناگن بجلی اس کے پیروں پر گر کر
اصرار کرنے لگی کہ میرے ساتھ لشکر میں چلیے۔
میں آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ میرے بیٹے
کو بچا کر آپ نے مجھے خرید لیا ہے۔ مجھے مایوس
نہ کیجیے۔

عمرو راضی ہو گیا۔ ناگن نے جادو کے زور سے
ایک اڑن کھٹولا پیدا کیا، عمرو کو اس پر بٹھایا
اور رعد جادو کو ساتھ لے کر باغ میں اپنے پڑاؤ
پر جا پہنچی۔ اس کے حکم پر فوراً ہی جشن کی

محفل آراستہ کی گئی۔ طرح طرح کے کھانے اور قسم قسم
کے شربت مہیا کیے گئے۔ سب سرداروں کے
سامنے ناگن بجلی نے عمرو کو تخت پر اپنے پہلو
میں بٹھایا اور ناچ گانا شروع کرنے کا حکم دیا۔

افراسیاب اس وقت باغ سیب میں بیٹھا اپنی عزیزہ
مخمور سرخ چشم سے باتیں کر رہا تھا۔ یکایک اسے
خیال آیا کہ ناگن بجلی کا حال معلوم کرنا چاہیے۔
نیت کر کے اس نے کتاب سامری کھول کر
دیکھی تو غصے سے سرخ ہو گیا اور مخمور سے بولا:
غضب ہو گیا! نمک حرام ناگن عمرو کو برابر بٹھائے
جشن منا رہی ہے۔ اس کی خوشامدیں کر رہی ہے۔
اے مخمور! تیرے سوا جادو کی اتنی طاقت کسی
کے پاس نہیں کہ پلک جھپکتے میں وہاں جا پہنچے۔
عمرو کو غفلت میں گرفتار کرنے کا یہی موقع ہے۔
میں چاہتا ہوں کہ تو جا کر یہ کام کرے اور اگر
ناگن بجلی آڑے آئے تو اسے بھی پوری پوری سزا
دے۔

مخمور نے اٹھ کر افراسیاب کو سلام کیا۔ پھر جو
منتر پڑھ کر زمین میں غوطہ لگایا ہے تو چند لمحوں

میں ابھی اسے رخصت کیے دیتی ہوں۔ شہزادہ
نکل جائے تو جو آپ کے جی میں آئے کر
لیں۔ میں نہ روکوں گی۔

عمرو نے طلسمی پانی کی بوتل پہلے ہی زنبیل سے
نکال کر مٹھی میں دبا لی تھی۔ جیسے ہی مخمور
تخت کے قریب پہنچی، عمرو نے طلسمی پانی اس کے
منہ پر چھڑک دیا۔ مخمور منہ کے بل تخت کے
نیچے گری اور گرتے ہی بے ہوش ہو گئی۔ عمرو نے
خنجر نکال کر چاہا کہ ایک ہی وار میں مخمور کا کام
تمام کر دے لیکن اسی وقت ایک پنجہ جھپٹا اور
مخمور کو اٹھا کر غائب ہو گیا۔ عمرو کے اس کارنامے
سے محفل میں موجود ہر شخص کے دل میں اس کی
دھاک بیٹھ گئی۔ ناگن بجلی نے جلدی جلدی اپنے
جسم سے زیورات اتار کر تخت پر ڈال دیے اور ہاتھ
جوڑ کر عمرو سے کہا۔ یہ زیور نذرانے میں قبول
کیجیے اور جس قدر ممکن ہو یہاں سے بھاگ
جائیے۔ ملکہ حیرت کا لشکر قریب ہے۔ دوسرے
اب افراسیاب غضبناک ہو کر فوراً کسی بلا کو
بھیجے گا اور مجھے بھی عبرتناک سزا دے گا۔ آپ

بعد ناگن بجلی کی محفل میں اس کے تخت کے سامنے
جا کر ہی اوپر آئی۔ عمرو اور ناگن بجلی اسے دیکھ
کر چونک پڑے۔ مخمور نے تخت کی طرف بڑھتے
ہوئے ناگن بجلی کو للکارا۔ کیا شہنشاہ نے تجھے
اسی لیے بھیجا تھا کہ عمرو کو دشمن سمجھنے کے بجائے
دوست بنا کر اپنے برابر بٹھائے؟ جان کی خیر چاہتی
ہے تو ابھی اپنے ہاتھوں اسے گرفتار کر لے۔
ورنہ یہ کام میں خود کروں گی۔ ساتھ میں تجھے بھی
پکڑ کر لے جاؤں گی۔ شہنشاہ کا یہی حکم ہے۔
ناگن بجلی کو سان گمان تک نہ تھا کہ وہ
جسے اپنے برابر بٹھائے ہے وہ فرشتۂ قدرت کے
بجائے عمرو ہے۔ پھر بھی چونکہ اس نے اس
کے بیٹے کی جان بچائی تھی اور وہ دل سے اس
کی احسان مند تھی اس لیے نہ چاہتی تھی کہ
اس کے محسن کے ساتھ اس کے سامنے کوئی برا
سلوک ہو۔ اس نے مخمور سے کہا۔

ملکہ عالیہ! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ عمرو ہے۔ پھر
بھی اس نے مجھ پر ایک زبردست احسان کیا
ہے۔ میری خاطر آپ اس وقت اس سے کچھ نہ

جلدی سے نکل جائیے تاکہ میں بھی کسی پناہ گاہ میں
جا کر چھپ رہوں۔"

عمرو نے پہلے تو ناگن بجلی کا سارا زیور اُٹھا
کر اپنی زنبیل میں رکھا اور پھر اُسے تسلی دیتے
ہوئے کہنے لگا۔ "تمھاری رگوں میں شریف ماں باپ
کا خون معلوم ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ اِدھر اُدھر مارے
مارے پھرنے کے بجائے تم میرے ساتھ چلو۔
خدا نے چاہا تو ہم افراسیاب کے شر سے محفوظ
رہیں گے بلکہ اُس کا غرور ٹھکانے لگا دیں گے۔
خدا نخواستہ کوئی بُرا وقت آیا تو بھی سب ایک
حال میں رہیں گے۔ اس سے پہلے کہ ملکہ حیرت کو
خبر ہو یا افراسیاب کوئی دوسرا لشکر بھیجے، ہمیں
اپنی چھاؤنی میں پہنچ جانا چاہیے۔ جی چاہے تو
اپنے بیٹے اور وفادار سرداروں سے بھی مشورہ
کر لو۔"

اس پر ناگن نے سارا معاملہ اہلِ مجلس کے
سامنے کھول کر بیان کیا۔ سب نے عمرو کی رائے
سے اتفاق کیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ناگن کا سارا لشکر
مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

خاتمہ

افراسیاب باغِ سیب میں بیٹھا خیال کر رہا تھا کہ
مخمور سرخ چشم نے عمرو کو گرفتار کر لیا ہوگا اور
اور ناگن بجلی کے کان مروڑ رہی ہو گی۔ یہی کچھ
سوچ سوچ کر وہ دل میں خوش ہو رہا تھا کہ
اچانک اس کی یہ خوشی حیرت اور پریشانی میں بدل
گئی۔ وہ طلسمی پنجہ جو اُس نے مخمور کی حفاظت
کے لیے خفیہ طور پر مقرر کیا تھا بے ہوش مخمور
کو لیے ہوئے آیا اور اُس کے سامنے تخت پر
لِٹا دیا۔ افراسیاب نے منتر پڑھ کر مخمور کو ہوشیار کیا
اور اُس سے حال معلوم کرنے لگا۔ مخمور نے اپنے
آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"جب میں ناگن بجلی کی محفل میں پہنچی تو وہ عمرو
کو اپنے برابر تخت پر بٹھائے گانا سن رہی تھی۔
میں عمرو کو پکڑنے کے لیے بڑھی لیکن تخت کے

قریب پہنچتے ہی جانے کیسے پانی کا ایک چھینٹا میرے منہ پر پڑا۔ پھر مجھے نہیں معلوم کیا ہوا؟"

افراسیاب سمجھ گیا کہ یہ اسی طلسمی پانی کا کرشمہ ہے جو اس نے ہوشیار جادو کو دیا تھا اور جو اب عمرو کے قبضے میں تھا۔ مخمور کو تسلی دیتے ہوئے اس نے کتاب سامری کھول کر ناگن بجلی اور عمرو کا حال معلوم کیا۔ یہ جان کر اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا کہ ناگن بجلی اپنے پورے لشکر سمیت عمرو کے ساتھ ملکہ مہ رخ کے لشکر میں شامل ہونے کے لیے روانہ ہو رہی ہے۔ اس نے ایک طلسمی پتلے کو حکم دیا "چنچل بجلی جس حال میں بھی ہو بلا کر لے آ۔"

چند ہی لمحوں بعد چنچل بجلی عورت کے روپ میں افراسیاب کے سامنے حاضر تھی۔ افراسیاب نے ناگن بجلی کی غداری کا حال بیان کیا۔ اور اسے حکم دیا "جس قدر جلد ممکن ہو اپنی فوج سمیت محاذِ جنگ پر پہنچ جا۔ ہو سکے تو ناگن بجلی کو مہ رخ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی گرفتار یا ہلاک کر میں تجھے چھوٹ دیتا ہوں، جا کر دشمن کے لشکر

ہی ایسی تباہی مچا کہ پھر کسی کو غداری اور نمک حرامی کا حوصلہ نہ ہو سکے۔"

چنچل بجلی افراسیاب سے رخصت ہو کر پلک جھپکتے میں اپنے ملک میں آئی، ایک لاکھ جادوگروں کا تیار لشکر ساتھ لیا اور طلسمی بادلوں پر سوار ہو کر دن نکلتے نکلتے ملکہ حیرت کی لشکرگاہ میں جا پہنچی۔ ملکہ حیرت نے اس کا شایانِ شان استقبال کیا اور اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ اس کی فوج کے لیے ڈیرے خیمے لگائے جائیں اور کھانے پینے کا بندوبست کیا جائے۔

چنچل بجلی نے ہاتھ جوڑ کر ملکہ سے کہا: "ہمیں جنگ کی اجازت دیجیے۔ ہم دشمن سے نمٹ کر ہی اپنی کمر کھولیں گے۔ فی الحال کھانے پینے اور ڈیرے خیموں کی کوئی ضرورت نہیں۔"

چنچل نے زیادہ اصرار کیا تو ملکہ حیرت نے اسے جنگ کی اجازت دے دی۔ چنچل اپنی فوج کو لے کر میدانِ جنگ میں آئی اور اپنی صفوں سے آگے نکل کر مہ رخ کے لشکر کو جوڑ بھیجنے کے لیے للکارنے لگی۔ یکے بعد دیگرے مہ رخ کی فوج کے

کئی نامور جادوگر اُس کے مقابلے پر آئے لیکن
کوئی بھی اُس کے سامنے سے زندہ بچ کر نہ جا
سکا۔ جیسے ہی کوئی جادوگر اُس پر جادو کے
ناریلوں، انڈوں یا ماش کے دانوں وغیرہ سے آگ کے
پتھر برسانا چاہتا وہ فوراً عورت سے بجلی بنتی اور
آسمان پر تڑپ کر اُس کے سر پر جا گرتی۔ دوسرے
ہی لمحے دشمن جادوگر خاک و خون میں لوٹتا دکھائی
دیتا اور اُس کے ہمزاد اُس کی موت کا اعلان
کرتے سنائی دیتے۔ آٹھ نامور جادوگروں کے مارے
جانے کے بعد مہ رُخ کے لشکر سے کوئی بھی اُس
کے مقابلے کے لیے نہ نکلا۔ یہ دیکھ کر اُس نے
اپنی فوج کو دشمن پر ٹوٹ پڑنے کا اشارہ کیا، ساتھ
ہی خود بھی بجلی بن کر آسمان پر چمکنے اور
مہ رُخ کی فوج پر پے در پے گرنے لگی۔

مہ رُخ، شکیل، بہار، فرمانیہ، کاکل کشا اور
دوسرے جادوگروں نے چنچل بجلی کے حملوں کو
روکنے اور اُس کی فوج کے جادوگروں کے آتشیں
اژدہوں سے بچاؤ کرنے کی زبردست تدبیریں کیں۔
طلسمی بادل، ڈھالیں اور سائبان استعمال کیے۔

اسد غازی کے جاں نثار سپاہیوں نے زبردست جوابی
حملے کیے، دشمن کی فوج کے صدہا جادوگر اور
سپاہی مار گرائے لیکن چنچل کے حملوں کا توڑ کسی
سے نہ ہو سکا۔ ہزاروں جادوگر اور سپاہی مہ رُخ
کے لشکر کے ہلاک اور لاتعداد زخمی ہوئے۔

قریب تھا کہ مہ رُخ کی فوج کے قدم اُکھڑ جاتے
کہ اچانک ایک سمت سے ایک زبردست فوج
نقارے بجاتی نعرے لگاتی نمودار ہوئی۔ دونوں جانب
کے سپاہی ہاتھ روک کر اُس لشکر کو دیکھنے لگے۔
مہ رُخ کے لشکر پر دہشت طاری ہو گئی کہ افراسیاب
کا بھیجا ہوا کوئی تازہ دم لشکر اُن کے مقابلے کے
لیے آیا ہے۔ جان بچانا یا بھاگنا اب مشکل ہے۔
لیکن جوں ہی اُن کی نظر اُس تخت پر پڑی جو
لشکر کے آگے آگے تھا، اُن کے چہرے خوشی سے
کھل اُٹھے۔ بلوریں جسم اور چاندنی جیسی رنگت والی
ایک عورت کے برابر اُس تخت پر خواجہ عمرو بیٹھے
ہوئے تھے۔

مہ رُخ کے لشکر نے زور دار نعرے لگا کر
عمرو کا استقبال کیا۔ مہ رُخ، شکیل، بہار، فرمانیہ،

کاکُل کُشا اور دُوسرے سرداروں نے آگے بڑھ کر عَمرو
کی پیشوائی کی۔ عَمرو نے اُن سے ناگن بجلی، اُس کے
بیٹے رعد جادُو اور دُوسرے سرداروں کا تعارُف کرایا۔
ناگن بجلی نے ملکہ مہ رُخ کے قدموں پر ہاتھ رکھ
کر اِطاعت کا اِظہار کیا اور درخواست کی کہ آپ
اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لیں۔ چنچل بجلی اور اُس کی
فوج سے اب میں نمٹوں گی۔

مہ رُخ نے بہت کہا کہ تُم ہماری مہمان ہو،
اِتنی دُور سے آ رہی ہو، دو ایک دِن آرام کرو۔
لیکن وہ نہ مانی۔ لاچار مہ رُخ کو اُس کی بات
ماننی پڑی۔

اِس عرصے میں چنچل بجلی نے بھی اپنی فوج کی
صفیں پھر سے دُرست کر لی تھیں اور میدان میں
کھڑے ہو کر بڑے غرُور کے ساتھ ناگن بجلی کی فوج
کی نقل و حرکت دیکھ رہی تھی۔ چند لمحوں بعد ناگن بجلی
میدان میں نکلی اور چنچل کو للکارنے لگی۔ چنچل فوراً
نعرے لگاتی اُس کے سامنے آ ڈٹی۔ کُچھ دیر تک
دونوں ایک دُوسرے پر جادُو کے ناریلوں، انڈوں اور
ماش کے دانوں کے وار کرتی رہیں لیکن کسی کا کوئی

وار کسی پر کارگر نہ ہو سکا۔ غُصّے میں آ کر دونوں
زمین پر لوٹ پوٹ کر بجلی بن گئیں اور تڑپ تڑپ
کر ایک دُوسرے سے اُلجھنے لگیں۔ کُچھ دیر بعد دونوں
اُڑیں اور بادلوں میں ایک دُوسرے کے پیچھے بھاگنے
لگیں۔ کبھی ناگن چنچل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی اور
نگاہوں کو چکا چوند کر دینے والے شعلوں کی جھڑی لگا
دیتی، کبھی چنچل ناگن کو جکڑ لیتی اور بھسم کر دینے
والے شرارے چھوڑنے لگتی لیکن دونوں میں سے کوئی
بھی کسی کی گرفت میں پل بھر سے زیادہ نہ رہنے پاتا۔
تڑپ کر، اُچھل کر یا ڈُبکی لگا کر صاف نکل جاتا۔

میدانِ جنگ میں دونوں جانب کی فوجوں کے سارے
لوگ دانتوں میں اُنگلیاں دبائے آسمان پر ہونے والی
اِن خوفناک بجلیوں کی یہ حیرت ناک جنگ دیکھتے رہے۔
حتّٰی کہ بجلیوں کی مُسلسل چمک سے اُن کی نگاہیں خیرہ
ہونے لگیں۔ دھماکوں اور کڑک سے کانوں کے پردے
پھٹنے لگے۔ اِتّفاق سے چنچل نے ناگن کو مضبُوطی سے
جکڑ لیا۔ ناگن نے بڑے بل کھائے مگر نکل نہ سکی۔
چنچل اُسے قابُو میں رکھنے کے لیے اپنا سارا زور صرف
کرنے لگی۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ دونوں اپنے آپ کو زیادہ دیر

بادلوں میں نہ دکھ سکیں اور الجھتی ہوئی نیچے زمین پر
آ گریں۔ سارے دیکھنے والوں میں سے ایک
رعد جادو کے سوا کسی کو یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ ان
میں ناگن بجلی کون ہے اور چنچل بجلی کون سی
ہے۔ دونوں ایک ہی جیسی لگتی تھیں۔ دھڑکتے ہوئے
دل کے ساتھ دونوں جانب کی فوجیں اس عجیب و غریب
لڑائی کا انجام معلوم کرنے کی منتظر تھیں۔

دونوں بجلیاں زمین پر بھی ایک دوسرے سے
الجھی ہوئی مچل رہی تھیں۔ لیکن ان کی حرکتیں
دم بہ دم سست ہوتی جا رہی تھیں۔ اچانک
رعد جادو نے زمین میں غوطہ لگایا اور دونوں بجلیوں
کے پیچھے جا کر نمودار ہوا۔ اوپر ابھرتے ہی اس نے
پوری قوت سے ایسی خوفناک آواز نکالی کہ
دشمن کے لشکر کے جتنے چھوٹے جادوگر قریب تھے
سب کے سر پھٹ گئے اور جو بڑے جادوگر تھے
بے ہوش ہو گئے۔ چنچل بجلی بھی اس آواز کی
ہیبت برداشت نہ کر سکی۔ آواز سنتے ہی بے ہوش
ہو گئی اور عورت کے روپ میں آ گئی۔ ناگن بجلی
نے فوراً خود کو اس سے الگ کیا اور خود بھی

پلٹ کر عورت بن گئی۔ یہ دیکھ کر ناگن اور
ماہ رخ کی فوجوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ چنچل کی
فوج پریشان ہو گئی۔ چنچل کے محافظوں کا ایک دستہ
اسے بچانے کے لیے آگے بڑھا لیکن اس سے
پہلے ہی ناگن نے اس کا کام تمام کر دیا۔

اس کے بعد میدانِ جنگ میں جو کچھ ہوا اسے
جنگ کے بجائے شکار کہنا زیادہ مناسب ہے۔ چنچل
کی فوج کو بھاگنے کی بھی مہلت نہ ملی۔ اسد غازی
کے بہادر سپاہیوں نے اس پر ہر طرف سے ہلا بول دیا۔
ماہ رخ اور ناگن کے جادوگر اس پر آتشیں تیروں،
زہریلے سانپوں اور بڑے بڑے پتھروں کا مینہ برسانے
لگے۔ کسر تو ماہ رخ، شکیل، فرمانبہ، کاکل گشت اور
بہار جادو نے بھی نہ چھوڑی۔ مگر ناگن اور اس کے
بیٹے رعد جادو کا جوش دیکھنے کے قابل تھا۔ اوپر
سے بجلی بن کر ناگن دشمن کی صفوں کی صفیں جلا
کر خاک کر رہی تھی اور نیچے رعد جادو کی گرج
سینکڑوں کی کھوپڑیاں پاش پاش کر رہی تھی۔

آخرکار میدان دشمنوں سے صاف ہو گیا۔ لاشوں
کے علاوہ چنچل کے لشکر کا کوئی نشان باقی نہ بچا۔

ملکہ مرّخ نے یہ دیکھ کر واپسی کے نقارے بجوائے۔
لڑنے والے فاتحانہ شان سے چھاؤنی میں واپس آئے۔
ناگن بجلی اور اُس کی فوج کے لیے خیموں کا ایک
شان دار شہر تیار کیا گیا۔ سب کے لیے اچھے اچھے
کھانوں کا انتظام کیا گیا اور رات کو فتح کا جشن
منانے کا اہتمام کیا گیا۔ جشن کی محفل میں ناگن
اور اُس کے بیٹے رعد جادو سے سب بڑی محبت
اور عزت کے ساتھ پیش آئے۔ اُن کی خاطر عَمرو نے
اپنے ناچ گانے کے نمونے دکھلائے اور ایسے ایسے
لطیفے سنائے کہ ہنستے ہنستے سب کے پیٹوں میں بل
پڑ گئے۔ محفل کا یہ رنگ دیکھ کر کسی کو وہم بھی
نہ ہو سکتا تھا کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کے محبوب
سپہ سالار اور بادشاہ دونوں کو چند ہی دنوں پہلے
قید کر دیا گیا ہے اور جن کے دل اُن کی یاد اور
رہائی کی فکر میں ہر وقت بے چین رہا کرتے ہیں۔
خیر انھیں تو فی الحال اُن کے حال پر چھوڑیے۔
اور کچھ کوہِ عقیق کی سرحد کے حالات معلوم کیجیے۔
یہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ جیسنہ جادو نے
وہاں پہنچ کر نقشہ ہی بدل ڈالا ہے۔ امیر حمزہ

دیوانے کے ایک کنوئیں میں قید کیے جا چکے ہیں
اور ان کے کئی نامور سردار میدانِ جنگ سے گرفتار
ہو چکے ہیں اور اُن کے فرزند ہاشم تیغ زن جیسنہ جادو
کے سحر میں مبتلا ہو کر دشمن کے دوست اور
دوستوں کے دشمن بن چکے ہیں۔ اب آگے کا حال
سنیے۔

امیر حمزہ کی گرفتاری کے دوسرے دن جیسنہ جادو
نے چاہا کہ شہزادہ ہاشم اور اپنی فوج کو ساتھ لے
کر امیر کے لشکر پر ہلّا بول دے اور سعد بن قباد
کو قتل یا گرفتار کر لے مگر بختیارک شیطان نے
اُسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ جلد بازی سے کام نہ
لے۔ شہزادہ علم شاہ اپنے باپ حمزہ کی جگہ سپہ سالار
لشکر ہے۔ طاقت اور شجاعت میں باپ کا ہم پلہ ہے۔
اس کے ہوتے امیر کے لشکر کا قتل آسانی سے نہ
ہو سکے گا لہٰذا جس طرح بن پڑے اُسے ٹھکانے
لگا یا اپنے پھندے میں پھنسائے۔

یہ بات جیسنہ جادو کے دل کو لگی۔ وہ تن تنہا
اپنے لشکر کی صفوں سے باہر نکلی اور شہزادہ علم شاہ
کو مقابلے کے لیے للکارنے لگی۔ شہزادہ علم شاہ کی

آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ سعد بن قباد نے ہر چند اُسے روکا لیکن اپنے باپ اور بھائی کے دُشمن کو میدانِ جنگ میں دیکھ کر وہ اپنے آپ پر قابُو نہ رکھ سکا۔ تلوار کھینچ کر دَم کے دَم میں اُس کے سامنے جا پہنچا۔ لیکن حسینہ جادُو نے منتر پڑھ کر اُس کی طرف پھُونک ماری تو اُس کی مت ماری گئی اور وہ اُسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ اُسے بالکل یاد نہ رہا کہ وہ کس کے سامنے ہے اور لشکر سے کس ارادے سے نِکلا ہے۔ یہ رنگ دیکھ کر حسینہ نے ایک اور منتر پڑھ کر شہزادے کی طرف پھُونکا اور کہنے لگی۔ "پیارے شہزادے! کیا تُم مجھ سے لڑنے آئے ہو؟"

شہزادہ جادُو کے اثر سے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا، تلوار کو میان میں رکھتے ہُوئے کہنے لگا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں تو تُمہارا غُلام بننے کے لیے آیا ہُوں۔" حسینہ نے مُسکرا کر پُوچھا۔ "اچھا تُم مجھ سے شادی کرو گے؟" علم شاہ نے فوراً کہا۔ "اس کے علاوہ اب مجھے دُنیا کی کسی چیز کی خواہش نہیں۔"

یہ دیکھ کر حسینہ جادُو نے کڑکتی ہُوئی آواز میں کہا۔ "میں تُمہاری یہ خواہش پُوری کروں گی۔ لیکن میں سعد بن قباد کا سر ابھی اور اسی وقت چاہتی ہوں۔"

"مجھے منظور ہے!" شہزادہ علم شاہ نے جوش کے ساتھ کہا اور تلوار کھینچ لی۔ حسینہ جادُو بولی۔ "جاؤ! اپنا وعدہ پُورا کرو۔ میں تُمہارا انتظار کروں گی۔"

یہ سُنتے ہی شہزادہ علم شاہ نے گھوڑے کو موڑا اور اپنے لشکر کے قریب پہنچ کر تلوار لہراتے ہُوئے کہنے لگا۔ "اے لوگو! کان کھول کر سُن لو۔ میں نے حسینہ جادُو سے نکاح کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اِس کے مہر میں مجھے بادشاہ سعد بن قباد کا سر دینا ہے۔ اگر تُم میرے وفادار ہو تو میرا ساتھ دو۔ ورنہ میں حسینہ سے کیا ہُوا وعدہ پُورا کروں گا۔"

شہزادہ علم شاہ میں اچانک یہ حیرت انگیز تبدیلی دیکھ کر سارے لشکر میں سناٹا چھا گیا۔ سب لوگ حیرت کے ساتھ ایک دُوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ بادشاہ سعد بن قباد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ امیر حمزہ کے بیٹوں، پوتوں، سرداروں اور پہلوانوں

کو مخاطب کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا۔
"دوستو! شاید خدا ہم سے ناراض ہو گیا ہے۔
جبھی یہ دن دیکھ رہا ہے کہ گوشت سے ناخن جدا
ہو رہا ہے۔ بہر حال، میں اُس کا شکر ادا کرتا ہوں
اُس کی مرضی کے آگے سر جھکاتا ہوں۔ بہتر ہے
کہ اپنے لشکر کو آپس میں ہی کٹنے مرنے سے بچاؤں
علم شاہ کے سامنے جا کر اپنا سر پیش کردوں۔ تم سب
کو چاہیے کہ میرے بعد بھی آپس میں اتفاق سے
رہو۔ اور صبر کے ساتھ امیر حمزہ کی واپسی کا
انتظار کرو۔"

یہ کہہ کر بادشاہ نے اپنا گھوڑا طلب کیا۔ لیکن
امیر حمزہ کے بیٹوں، پوتوں اور سرداروں نے انھیں
گھیر لیا اور لندھور بن سعدان نے عرض کیا "حضور صبر
کریں۔ اتنی جلدی نہ کریں۔ شہزادے علم شاہ کی اس
روش پر ہماری عقل حیران ہے یا تو وہ پاگل ہو
گیا ہے یا دشمن کے بہکانے میں آگیا ہے۔ بہتر
یہ ہے کہ حضور کے بجائے ہم میں سے کوئی ایک
اُس کے پاس جائے اور اُسے سمجھائے بجھائے۔ بات
بن جائے تو ٹھیک ورنہ ہم ہرگز اُسے آپ تک

پہنچنے دیں گے۔ گھیرے میں لے کر گرفتار کریں گے۔"
بادشاہ سعد بن قباد نے ایک گہری سانس لی۔
اور لندھور سے فرمایا "اچھی بات ہے۔ جیسی آپ
لوگوں کی مرضی۔ آپ ہی جا کر شہزادے کو سمجھائیے۔
دادا جان کے بعد وہ آپ ہی کی سب سے زیادہ
عزت کرتا ہے۔ ممکن ہے کام بن جائے۔"
بادشاہ کی اس رائے کو سب نے بہتر سمجھا۔ لندھور
نے ادب سے سر جھکایا۔ اپنے ہاتھی کو آگے بڑھایا اور
لشکر کی آخری صف سے نکل کر شہزادہ علم شاہ کے
پاس جا پہنچا۔ علم شاہ کی بدلی ہوئی نگاہیں دیکھ کر
اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بھرائی ہوئی آواز
میں اُس نے کہا۔
"شہزادے! یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ ہمارے
امیر کے فرزند ہیں۔ اُن کے جانشین اور لشکر کے
سالار ہیں۔ آپ تو دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے
نکلے تھے۔ یکایک کیسے بدل گئے؟ کسی سے کوئی
شکایت پیدا ہو گئی ہو تو فرمائیے۔ میں آپ کو
یقین دلاتا ہوں، جو آپ چاہیں گے وہی ہوگا۔
خدا کے لیے غصہ دور کیجیے۔ دشمن یلغار کرنے

پر تُلا کھڑا ہے۔ پہلے اِس سے نمٹنے کی فکر کیجیے۔
دوستوں کے دِل ویسے ہی ٹوٹے ہُوئے ہیں۔
خدا را انھیں ......"

لندھور! شہزادہ عَلَم شاہ اس کی بات کاٹ کر
گرجا۔ بکواس بند کرو۔ مجھے بادشاہ کا سر چاہیے۔
میرے وفادار ہو تو میرا ساتھ دو۔ بادشاہ کے خیرخواہ
ہو تو مجھ سے جنگ کرو۔"

لندھور کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہ
نکلے۔ اِس سے پہلے شہزادہ عَلَم شاہ نے کبھی اُس
کے ساتھ ایسی سختی سے بات نہ کی تھی۔ وہ
پھر بڑی محبت اور خوشامد سے شہزادے کو سمجھانے
لگا لیکن اِس پر شہزادے کا غصہ جنون کی حد کو
جا پہنچا۔ اُس نے اپنا گھوڑا چمکایا اور رکابوں پر
کھڑے ہو کر تلوار کا ایک زور دار ہاتھ لندھور
کے شانے پر مارا۔ لندھور نے ڈھال سامنے کر
دی۔ بس اس کے بعد دونوں کے درمیان کشمکش
شروع ہو گئی۔

شہزادہ بڑھ بڑھ کر وار کرتا تھا اور لندھور
جوابی حملہ کرنے کے بجائے صرف اپنا بچاؤ کرتا تھا۔

رنگ دیکھ کر عَلَم شاہ کا فرزند شہزادہ ملک قاسم
اور بہادروں کا ایک جتھا لے کر لشکر سے
نکلا اور عَلَم شاہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں
لے کر اُس پر کمندیں پھینکنے لگا۔ اِس پر حسینہ جادو
نے بھی شہزادہ ہاشم اور اپنی ساری فوج کو لشکرِ
اسلام پر ہلّا بول دینے کا حکم دے دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے میدانِ جنگ میں تباہ کاری
کا بازار گرم ہو گیا۔ دونوں لشکر بپھری ہُوئی خوفناک
موجوں کی طرح ایک دوسرے کو روند ڈالنے کی
کوشش کرنے لگے۔ اس کشمکش سے شہزادہ عَلَم شاہ
اور شہزادہ ہاشم نے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ امیر حمزہ
کے لشکر کا کوئی بھی سپاہی اُنھیں زخمی کرنا نہ
چاہتا تھا اور صرف اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش
کرتا تھا۔ اس لیے اُن کی پیش قدمی کسی کے
روکے نہ رُک سکی۔ دو مختلف سمتوں سے ان
دونوں بہادروں نے صدہا وفاداروں کو خاک و خون
میں ملاتے ہُوئے بادشاہ سعد بن قباد کی طرف
بڑھنا شروع کر دیا۔ حسینہ جادو اور اُس کے ساحروں
کے جادوئی ہتھیار لشکرِ امیر پر قیامت ڈھانے لگے۔

کہیں آسمان سے آگ برس رہی تھی تو کہیں
زمین سے شعلے نکل رہے تھے، کہیں طوفان
تہلکہ مچائے ہوئے تھا۔ آخرکار اپنوں کی مار ا...
دشمنوں کی جادوئی یلغار نے لشکرِ امیر میں افراتفری
پیدا کر دی۔ صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ کتنے ہی لوگ
بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔

بادشاہ سعد بن قباد یہ حالات دیکھ کر جوش
میں آ گئے۔ تخت سے اُتر کر گھوڑے پر سوار
ہوئے۔ دونوں ہاتھوں میں دو شمشیریں لیں اور سرپٹ
بھاگ دوڑ کر لشکر کو سنبھالنے اور خیر خواہوں کے
دل بڑھانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر کی جد و جہد میں
لشکرِ اسلام نے پھر قدم جما لیے بلکہ غیرت مند
سورما آگے بڑھ بڑھ کر دشمن پر حملے کرنے
لگے۔ شہزادہ علم شاہ اور ہاشم کی پیش قدمی بھی
اُنھوں نے روک دی۔ دونوں شہزادے غضبناک
ہو کر اپنی راہ روکنے والوں پر تابڑ توڑ حملے کر
رہے تھے مگر گھوڑے سے گھوڑا اور ڈھالوں
سے ڈھالیں ملا کر وہ اِس طرح جم گئے تھے کہ
ٹس سے مس نہ ہوتے تھے۔ اکا دکا سوار مار...

جاتا یا اُس کا گھوڑا زخمی ہو جاتا تو دوسرا
فوراً اُس کی جگہ سنبھال کر خلا کو پُر کر
دیتا۔

شہزادہ علم شاہ اس صورتِ حال کو زیادہ
دیر برداشت نہ کر سکا۔ اُس نے نعرہ لگا کر
دوسری تلوار بھی نکال لی اور گھوڑے سے
چھلانگ لگا کر دونوں ہاتھوں سے اپنے مقابل
سواروں اور اُن کے گھوڑوں پر تلواریں برسانے لگا۔
محافظ سواروں کو بادشاہ نے سختی سے تاکید کر
دی تھی کہ خبردار! علم شاہ کو نقصان نہ پہنچنے
دینا۔ چنانچہ جوں ہی شہزادہ پیادہ ہو کر اُن
پر حملہ آور ہوا، اُنھوں نے اس ڈر سے کہ
کہیں شہزادہ اُن کے گھوڑوں سے کچلا نہ جائے،
گھوڑوں کو اِدھر اُدھر ہٹا کر اُن کے لیے جگہ
پیدا کر دی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے
شہزادہ علم شاہ محافظوں کی صفیں چیرتا ہوا تیر
کی طرح بادشاہ سعد بن قباد کے قریب جا پہنچا۔
بادشاہ محبت کے ساتھ اُس کی طرف بڑھا لیکن
جواب میں علم شاہ نے اس پر دونوں تلواروں

تابڑ توڑ حملے کرنے شروع کر دیے۔ بادشاہ نے
اپنے آپ کو بچانے کی بڑی کوشش کی لیکن صرف
بچاؤ کرنے کی وجہ سے آخرکار وہ زخمی ہو کر
گھوڑے پر بے ہوش ہو گیا۔ محافظوں کا ایک جتھا
یہ دیکھ کر شہزادہ علم شاہ پر ٹوٹ پڑا اور
اِس پوری جنگ میں پہلی بار شہزادے کو اپنا
بچاؤ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اِس عرصے میں
دوسرے محافظ بادشاہ کو میدانِ جنگ سے نکال
لے گئے اور قریبی پہاڑوں کے ایک محفوظ مقام
پر پہنچ کر اُس کے علاج کی فکر کرنے لگے۔ بادشاہ
کو غائب دیکھ کر لشکر کے سپاہیوں کے پاؤں اکھڑ
گئے۔ اُن میں سے کچھ لڑتے بھڑتے ہوئے اور
کچھ بد حواس ہو کر بھاگتے ہوئے پہاڑوں میں
جا کر چھپ گئے۔

دشمنوں نے امیر حمزہ کے لشکر میں خوب لوٹ مار
مچائی۔ حسینہ جادو نے امیر حمزہ کی مشہور بارگاہِ
سلیمانی پر قبضہ جمایا اور دونوں شہزادوں اور
اپنے لشکر کے ساتھ فتح کے نقارے بجاتی لقا
کی خدمت میں واپس ہوئی۔ اس موقع پر اُس

نے بختیارک کے مشورے پر شہزادہ ہاشم تیغ زن
کو گرفتار کر کے امیر حمزہ کے دوسرے سرداروں
کے ساتھ قید کر دیا اور شہزادہ علم شاہ سے
نکاح کرنے کا اِعلان کیا۔ لقا کے اِشارے
پر سلیمان عنبرین نے اپنے سرداروں کو اُن کی
شادی کے اِنتظامات کرنے کا حکم دیا اور
خوش ہو کر سارا حال افراسیاب کو لکھ بھیجا۔

افراسیاب باغِ سیب میں ناچ گانے سے دل
بہلا رہا تھا کہ ایک طلسمی پتلے نے حاضر ہو
کر اُسے ملکہ حیرت کا ایک خط پیش کیا۔ اس
خط میں ناگن بجلی کی غداری اور چنچل بجلی اور
اُس کے لشکر کی بربادی کا تفصیل سے ذکر
کرنے کے بعد شہنشاہ سے مدد بھیجنے کی درخواست
کی گئی تھی۔ خط پڑھتے ہی افراسیاب نے محفل
برخاست کرنے کا اِشارہ کیا۔

اُسی لمحے اس کے کانوں میں کرۂ عقیق کی
سرحد پر رکھے ہوئے نقارے کی آواز گونجنے لگی۔
وہ سمجھ گیا کہ سلیمان عنبرین کوئی خط پیش کرنا
چاہتا ہے۔ اُس نے ایک طلسمی پنجے کو اُس

کا خط لانے کا اِشارہ کیا اور سوچنے لگا کہ
اب کی مہ رُخ کے مُقابلے پر کسے بھیجا جائے۔
کچھ دیر کے سوچ بچار کے بعد اُس نے
فیصلہ کیا کہ دھماکا بجلی اس مہم کے لیے موزوں
رہے گی۔ لیکن اِس فیصلے کے مُطابق ابھی وہ
کسی طلسمی پتلے کو دھماکا بجلی کو حاضر کرنے کا
حکم نہ دے پایا تھا کہ کوہِ عقیق کی سمت جانے
والا طِلسمی پنجہ سُلیمانِ عنبریں کا خط لے کر
حاضر ہو گیا۔ افراسیاب نے دھڑکتے ہُوئے دِل سے
خط ہاتھ میں لیا اور کھول کر پڑھنے لگا۔ وہ
سمجھتا تھا کہ اِس میں حسینہ جادُو اور اُس کے لشکر
کی تباہی کا ذِکر کر کے مدد طلب کی گئی ہو گی۔
لیکن خط کی عبارت ختم کرتے کرتے اُس کا چہرہ
خُوشی سے تمتما اٹھا۔ اُس نے دھماکا بجلی کو طلب
کرنے کا خیال مُلتوی کر دیا اور اپنے جادُوگر وزیر
باغبانِ قُدرت کو بُلا کر کہنے لگا۔
"جمشید سامری اور خُداوندِ لقا کی عنایت سے میری
نحُوست کے دن گُزر گئے۔ دُشمنوں کے اِقبال کا
سُورج غرُوب ہو گیا۔ امیر حمزہ کئی دِن سے ایک

اندھے کنُوئیں میں بند ہیں۔ ان کے نامور سردار
حسینہ جادُو کی قید میں ہیں۔ امیر کا جانشین بیٹا
علم شاہ حسینہ جادُو کے جادُو میں گرفتار ہے۔
بادشاہ سعد بن قباد زخمی ہو کر پہاڑوں میں
رُوپوش ہو گیا ہے۔ اِدھر طلسم ظاہر کے محاذ
پر بھی دُشمن اندر سے کھوکھلا ہو چُکا ہے۔
باغیوں کی بادشاہ مہ جبین اور سپہ سالار اسد غازی
گنبدِ نُور کے طلسم خانے میں بند ہیں۔ ایسی حالت
میں بس ایک عمرو ہے جو ہمارے لیے دردِ سر
بنا ہُوا ہے۔ وہ ہمارے قابُو میں آ گیا تو پھر
ہر طرح قِصّہ پاک ہے۔ باقی لوگ یا تو ہتھیار
ڈال دیں گے یا جا کر پہاڑوں سے سر
پھوڑیں گے۔ چنانچہ اب تُو اِسی وقت جا اور
جس طرح بن پڑے مہ رُخ کے لشکر سے عمرو
کو اٹھا لا۔ دُوسروں کو اِس مہم پر بھیجنا میرے
نزدیک وقت خراب کرنا ہے۔"
افراسیاب کا یہ حکم سُنتے ہی باغبانِ قُدرت
اُڑتا ہُوا لشکرِ مہ رُخ کی سمت روانہ ہو گیا۔
مہ رُخ کے لشکر میں آدھی رات تک فتح کا

کا جشن منایا گیا تھا۔ اِس کے بعد سب لوگ
جا کر اپنے اپنے خیموں میں سو گئے تھے۔
دن بھر سخت جنگ نے اُنھیں تھکا کر چُور
کر دیا تھا۔ بستر پر لیٹتے ہی کسی کو ہوش
نہ رہا۔

عُمَرو کو کھٹکا لگا ہُوا تھا کہ ناگن بجلی کو
باغی بنانے اور چنچل بجلی کو ہلاک کروانے کے
سبب کہیں افراسیاب غفلت میں کوئی کارروائی
نہ کر بیٹھے۔ چنانچہ اُس نے ایک جادُوگر قیدی
کو بے ہوش کر کے اور اُس کی صُورت ہُو بہُو
اپنی جیسی بنا کر اپنے بستر پر لِٹا دِیا اور
خُود ایک خدمت گار کے بہرُوپ میں خیمے
کے باہر فرش پر پڑ رہا۔ باغبانِ قُدرت اُڑتا
ہُوا اُس کے خیمے میں آیا اور نقلی عُمَرو کو
باندھ کر لے گیا۔ جاتے وقت اُس نے جادُو
پڑھ کر سارے لشکر کو ہوشیار کیا اور اُوپر
اُڑتے ہُوئے للکارا۔

"میں افراسیاب کا وزیر باغبانِ قُدرت ہُوں۔
عُمَرو کو لیے جاتا ہُوں۔ ہمت ہو تو چھڑا لو۔"

سارے لشکر میں کُہرام مچ گیا۔ مہ رُخ، شکیل،
بہار جادُو، فرمانیہ، کاکُل کُشا اور دُوسرے بہت
سے جادُوگروں نے طرح طرح کے وار باغبانِ قُدرت
پر کیے مگر وہ بچ کر صاف نکل گیا۔

افراسیاب نقلی عُمَرو کو دیکھ کر بہت خُوش
ہُوا۔ لیکن جب اُس کی بے ہوشی دُور ہُوئی
تو وہ افراسیاب سے فریاد کرنے لگا۔ افراسیاب
نے کتابِ سامری کھول کر دیکھی اور حقیقت
معلُوم کر کے وہ باغبانِ قُدرت پر برس پڑا
کہ وہ اصلی کے بجائے نقلی عُمَرو کو پکڑ
لایا ہے۔ باغبانِ قُدرت نے اپنی صفائی پیش
کرتے ہُوئے کہا۔

"حضُور! میں کوئی عیار تو نہیں کہ اصلی نقلی
کی پہچان کر سکوں۔ عُمَرو کے خیمے اور بستر
میں عُمَرو کی شکل کا جو آدمی مِلا میں اُسے
اُٹھا لایا۔ اِس میں میرا کیا قصُور؟"

افراسیاب نے کہا۔ "تو ٹھیک کہتا ہے۔ واقعی
عیار کو عیار ہی پہچان سکتا ہے۔ تیری طرح میں
بھی اس نقلی عُمَرو کو اصلی عُمَرو سمجھ کر

خوش ہو گیا تھا۔

اس کے بعد افراسیاب نے صرصر عیارہ کو بلا کر حکم دیا: میں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر عمرو کو اپنے سامنے بندھا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ یاد رکھ! اگر اس میں ناکامی ہوئی تو ہرگز تجھے جیتا نہ چھوڑوں گا۔ میرا ایک طلسمی پتلا تجھے اسی وقت مہ رخ کے لشکر کے قریب پہنچا دے گا۔ کام ختم کر کے جھٹ پٹ واپس آنا تیرے ذمے ہے۔"

صرصر نے پکا وعدہ کیا۔ اس پر افراسیاب کے اشارے پر ایک پتلا اسے دن نکلتے نکلتے لشکر مہ رخ کے قریب چھوڑ آیا۔ صرصر نے ایک خادمہ کا بہروپ بھرا اور جا کر ملکہ مہ رخ کی کنیزوں اور خادماؤں میں گھل مل گئی۔ دوپہر کا کھانا کھا کر ملکہ آرام کرنے لگی۔ اسی موقع پر ملکہ کے پاؤں دباتے دباتے صرصر نے اسے بے ہوش کر دیا۔ پھر ایک گٹھڑی میں اسے باندھ کر مسہری کے نیچے چھپا دیا اور خود ملکہ مہ رخ بن کر لیٹ رہی۔

تیسرے پہر خادماؤں نے آ کر اسے جگایا تو اس نے انھیں توشہ خانے سے ایک بڑا صندوق لانے کا حکم دیا۔ صندوق آ گیا تو اس نے خادماؤں کو باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ مہ رخ کو مسہری کے نیچے سے نکال کر صندوق میں بند کیا۔ اس پر مہر لگائی اور کنیزوں کو بلا کر کہا: "یہ صندوق لے جا کر مال خانے میں رکھوا دو۔ داروغہ کو ہدایت کر دینا کہ خبردار! اسے میرے سوائے کوئی نہ کھولے۔

جھٹ پٹے کے وقت اس نے عمرو کو طلب کر کے کہا: "خواجہ جی! افراسیاب آئے دن لشکر بھیجتا رہتا ہے اور لشکر گاہ کے گرد نہ کوئی حصار ہے نہ دیوار۔ میں چاہتی ہوں کہ کچھ نہیں تو کم از کم ایک گہری خندق ضرور اس کے ارد گرد کھدوا کر پانی سے بھر دی جائے۔ کسی دوسرے سے یہ بات کہی جائے گی تو خواہ مخواہ اس کا دل چھوٹا ہو گا۔ سمجھے گا کہ ملکہ دشمن سے ڈرنے لگی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم تم اس وقت گھوم پھر کر لشکر کے ارد گرد کا جائزہ لیں

اور مناسب خیال کریں تو یہ کام شروع کرا دیں۔
عمرو نے نقلی مہ رخ کی اِس تجویز سے
اتفاق کیا۔ دونوں لشکر گاہ سے نکل گئے۔ کچھ
دیر اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے کے بعد موقع پا
کر نقلی مہ رخ نے عمرو کو بے ہوش کر دیا۔
اور گٹھڑی بنا کر دریائے خونِ رواں کی طرف
بھاگ کھڑی ہوئی۔ آدھی رات سے پہلے پہلے
وہ دُھوئیں کا پُل پار کر کے طلسمِ باطن کی حد
میں داخل ہو گئی۔ اِس کے بعد افراسیاب کے
پاس باغِ سیب میں پہنچنے میں اُسے زیادہ دیر
نہ لگی۔ عمرو کو دیکھتے ہی شہنشاہ افراسیاب کی
خوشی کی کوئی اِنتہا نہ رہی۔ جوش میں آ کر
اُس نے صرصر کو اپنے گلے میں پڑا ہوا نو لکھا
ہار بخش دیا اور وزیروں کو حکم دِیا کہ طلسمِ ہوش رُبا
کے سارے بادشاہوں کو دو دِن کے اندر حاضر
ہونے کا حکم دِیا جائے۔ عمرو کو اُن سب کے
سامنے آگ میں جلایا جائے گا۔ ایک خط اُس
نے اپنے ہاتھ سے لقا کو لکھا اور اُس سے
درخواست کی کہ بختیارک کو بھیجا جائے تاکہ عمرو

کو اُسی کے ہاتھوں الاؤ میں ڈلوایا جائے۔ یہ
خط لکھ کر اُس نے اپنی خاص پیغام بر خُمار جادو
کے حوالے کیا اور تاکید کی کہ جلد سے جلد یہ
خط خداوند لقا کے حضور پہنچایا جائے۔
صبح ہوتے ہی باغِ سیب کے باہر ایک کشادہ
میدان کے بیچ میں عمرو کو ایک طلسمی پنجرے میں
بند کر کے ایک ستون سے لٹکا دیا گیا۔ ستون
کے اِرد گرد لکڑیاں چن دی گئیں اور میدان
کے چاروں طرف تماشائیوں کے بیٹھنے کے لیے
اُونچی نشست گاہیں تیار کرنے کا کام شروع کر
دیا گیا۔

پھر کیا ہوا؟
یہ جاننے کے لیے طلسمِ ہوش رُبا کا چھٹا حصہ
"عمرو کی رہائی" پڑھیے۔

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام عبدالسلام پرنٹر اور پبلشر

ثمرو کی رہائی

طلسم ہوشربا

چھٹا حصّہ

عمرو کی رہائی

بچّوں کے لیے

اختر رضوی

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور - راولپنڈی - کراچی

چالاک بن عمرو

اِس سلسلے کے پانچویں حصّے یعنی "عمرو کی گرفتاری" میں داستان اِن حالات پر ختم ہوئی تھی :

کوہِ عقیق کے محاذ پر حسینہ جادُو کا طُوطی بول رہا ہے۔ اِس کے عیّار طرار نے امیر حمزہ کو اِغوا کر کے ایک ویرانے کے کنُویں میں بند کر دیا ہے۔ خود حسینہ جادُو نے امیر حمزہ کے بہت سے نامور سرداروں کو قید کر لیا ہے۔ شہزادہ ہاشم تیغ زن اور شہزادہ عَلَم شاہ اس کے جادو میں مُبتلا ہو کر اپنے ہی لشکر کو تہس نہس کر چکے ہیں۔ بادشاہ سَعد بن قباد زخمی حالت میں پہاڑوں میں رُوپوش ہے۔ مسلمانوں کا لشکر افراتفری کا شکار ہے۔ لقا اور سُلیمان عنبریں کے لشکر میں فتح کے نقّارے بج رہے ہیں۔ حسینہ جادو شہزادہ عَلَم شاہ سے نکاح کی تیّاری کر رہی ہے۔ عمرُو کا بیٹا چالاک امیر حمزہ کو ڈھونڈ نکالنے اور دشمن کو نیچا دکھانے کی فکر میں ہے۔

طلسم ہوشربا کے اندر یہ کیفیت کہ شہزادہ اسد اور

شہزادی مہ جبیں شہر ناپرساں کے گنبدِ نور میں کسی جگہ قید
کیے جا چکے ہیں۔ ان کی جگہ ملکہ مہ رُخ لشکرِ اسلام کی کمان
کر رہی ہے۔ مقابلے پر افراسیاب کی بیگم ملکہ حیرت جادو چھاؤنی
ڈالے پڑی ہے۔ افراسیاب کی تازہ دم کمک اُسے پہنچ رہی ہے
عیارہ صرصر عمرو کو گرفتار کر کے افراسیاب کے پاس لے جاتی
ہے۔ افراسیاب خوش ہو کر اپنی خاص پیغام بر خمار جادو کو لقا
کے پاس کوہِ عقیق روانہ کرتا ہے اور اُس کے ہاتھ ایک خط
بھیج کر درخواست کرتا ہے کہ بختیارک کو میرے پاس بھیجا جائے
تاکہ عمرو کو وہ اپنے ہاتھ سے ہلاک کر کے اطمینان حاصل کرے۔

اس سے آگے کا حال اِس طرح ہے:

چالاک بن عمرو غیرت میں آ کر کسی سے کچھ کہے سُنے بغیر
اپنے لشکر سے نکل گیا۔ وہ دشمن کے لشکر میں پہنچ کر امیر حمزہ
کا پتا لگانے اور رہائی دِلانے کے لیے جان کی بازی لگا
دینے کا عزم کر چکا تھا۔ دن کا وقت تھا۔ سامنے سے دشمن
کے لشکر میں داخل ہونا ممکن نہ تھا۔ ایک لمبا چکر لگا کر اس
نے پہلو یا پیچھے کے حصے کی طرف جانے کا قصد کیا۔ چلتے چلتے
دن ڈھلے اِتفاق سے وہ اِس ویرانے کی طرف جا نکلا جس
کے ایک کنویں میں طرار امیر حمزہ کو قید کر گیا تھا۔
دشمن کا لشکر وہاں سے کچھ زیادہ دُور نہ تھا۔ سورج ڈوبنے

کے انتظار میں اس نے کچھ دیر وہیں ٹھہرنا مناسب سمجھا۔ اسی عرصے
میں اچانک پتھروں کے ایک ڈھیر کو دیکھ کر اُسے کچھ شبہ ہوا۔
"شاید یہاں کوئی چیز چھپائی گئی ہے۔" اس نے سوچا اور
پتھروں کو ہٹانے لگا۔ یہ دیکھ کر اُسے سخت مایوسی ہوئی کہ
دولت یا کسی اور چیز کے بجائے پتھروں کے نیچے ایک اندھے
کنویں کا دہانہ چھپا ہوا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ لوگوں نے کنویں
کا مُنھ اِس لیے ڈھانپ دیا ہے کہ کوئی بھولا بھٹکا آدمی یا جانور
اندھیرے میں اس کے اندر نہ گر جائے۔ اسے وہم تک نہ ہو سکا
کہ امیر حمزہ اس کنویں میں قید ہو سکتے ہیں۔ امیر حمزہ اس وقت
تک بے ہوش تھے۔ ورنہ شاید کنویں کا دہانہ کھلنے کے بعد مدد
کے لیے آواز دیتے۔

ممکن ہے چالاک کنویں کا مُنہ پھر بند کر دیتا۔ لیکن بے نتیجہ
مشقت کرنے کی جھنجھلاہٹ میں اس نے اس کو ویسا ہی چھوڑ
دیا۔ پھر جیسے ہی سُورج نے پہاڑوں میں مُنھ چھپایا، چالاک نے
خود کو دشمن کی چھاؤنی میں پہنچایا۔ ساری رات اس نے بھیس بدل
بدل کر لقا، فرامرز، بختیارک، سُلیمان عنبریں، حسینہ جادو اور قیدیوں
کے خیموں کے چکر کاٹ کاٹ کر سُن گُن لی مگر امیر حمزہ کی
اُسے کہیں بُو تک نہ ملی۔

دوسرے دن جب حسینہ جادو نے شہزادہ عَلم شاہ پر جادو

کرکے لشکرِ اسلام پر قہر ڈھایا تو چالاک نے غصّے میں آکر امیر حمزہ کا
خیال دل سے بُھلایا۔ حسینہ جادو کے قتل کو اپنا اوّل و آخر مقصد ٹھہرایا۔
حسینہ علم شاہ کے ساتھ لشکرِ اسلام کو لُوٹ کر واپس پھری تو
جشنِ فتح کے ساتھ ساتھ اس نے جشنِ فتح کے ساتھ اس نے جشنِ
نکاح کی بھی تیاری شروع کر دی۔ دربارِ لقا میں علم شاہ کو
دُولھا بنایا جانے لگا۔ حسینہ نے اپنے خیمے میں پہنچ کر دُلھن بننے
کی تیاری شروع کر دی۔

اس ہنگامے میں چالاک کو موقع مل گیا۔ ایک کونے میں
چھپ کر اس نے ایک جادوگر قاصد کا بھیس بھرا اور بڑے رُعب
کے ساتھ حسینہ جادو کے خیمے کے سامنے جا پہنچا۔ محافظوں اور
دربانوں نے پوچھا تو اس نے کہا" میں شہنشاہ افراسیاب کے پاس
سے آیا ہوں اور حسینہ جادو کے لیے ایک خاص پیغام لایا
ہوں۔" یہ سُنتے ہی اُنھوں نے اسے عزّت سے بٹھایا اور فوراً
ہی حسینہ جادو کو یہ حال کہہ سنایا۔

وہ مانجھے میں بیٹھی ہوئی تھی مگر شہنشاہ افراسیاب کا نام
سنتے ہی بھاگی ہوئی آئی اور چالاک کی تعظیم بجا لائی۔ چالاک نے
بڑے رُعب کے ساتھ ایک لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا اور کہا
شہنشاہ نے یہ خط بھیجا ہے۔ حسینہ نے لفافے کو لے کر ادب
سے سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا، چُوما اور پھر خط نکال کر

پڑھنے لگی۔ لکھا تھا:

"اے حسینہ جادو! اپنی کارگزاریوں سے تو نے میرے دل
کو بہت ہی خوش کر دیا ہے۔ جب تو یہاں آئے گی، مُنھ مانگا
انعام دوں گا، اور اعلیٰ مرتبے پر سرفراز کروں گا۔ فی الحال سامری کے
باغ کے کچھ طلسمی پھل بطورِ خاص بھیج رہا ہوں۔ ان کے کھانے سے
تیری عُمر بڑھ جائے گی، موت کی ساعت ٹل جائے گی۔ خط ملتے
ہی میرے قاصد کے سامنے یہ میوے کھانا۔ چند خاص اور پاک
صاف کنیزوں کو بھی کھلانا لیکن ان کے علاوہ اور سب کو خیمے
سے باہر کر دینا۔ علم شاہ سے تیرا نکاح مجھے بھی منظور ہے۔ نکاح
کے بعد فوراً اس کو ساتھ لے کر میرے پاس حاضر ہو جانا۔"

یہ خط پڑھتے ہی حسینہ جادو نے چند خاص کنیزوں کے علاوہ
سب کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور ادب سے چالاک کے سامنے
سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ چالاک نے میدان صاف دیکھ کر ایک جڑاؤ
صندوقچہ جھولی سے نکالا اور ڈھکن کھول کر حسینہ جادو کی طرف بڑھا
دیا۔ اس میں طرح طرح کے تازہ میوے رکھے تھے۔

حسینہ جادو نے بڑی عقیدت کے ساتھ کچھ میوہ اپنی کنیزوں
کو دیا۔ باقی خود لیا۔ چند لمحوں میں اُنھوں نے میوہ کھا کر ختم کر دیا
اور چالاک کو دُعائیں دینے لگیں۔ میوے میں بے ہوشی کی دوا ملی
ہوئی تھی۔ فوراً ہی ان کو اپنا سر گھومتا محسوس ہوا۔

حسینہ گھبرا کر بولی۔ "ارے! یہ چکّر سا کیوں آ رہا ہے؟"
چالاک کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے کہا "فکر
نہ کرو۔ میوہ تاثیر دکھا رہا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے وہ سب چکرا کر فرش پر گر پڑیں۔ چالاک نے
فوراً خنجر نکالا اور ایک ایک کرکے سب کا گلا کاٹ ڈالا۔ حسینہ جادُو
کے مرتے ہی زبردست شور بلند ہوا۔ تاریکی چھا گئی، آندھیاں چلنے لگیں
اور بعد کچھ دیر کے سنّاٹا ہو جانے پر آواز آئی:

"افسوس! شادی کی حسرت پُوری ہونے سے پہلے مجھے دغا سے
ہلاک کیا۔ میرا نام حسینہ جادُو تھا۔"

یہ آواز سُنتے ہی حسینہ جادُو کے لشکر کے سپاہیوں اور سرداروں
کا دل ٹوٹ گیا۔ بدحواس ہو کر سب اِدھر اُدھر دوڑنے بھاگنے لگے۔
چالاک نے موقع سے فائدہ اُٹھایا۔ حسینہ جادو کے خیمے سے نکل کر
سیدھا لشکرِ اسلام کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

شہزادہ علم شاہ کو لقا کے دربار میں شاہانہ جوڑا پہنایا جا چکا تھا۔
سر پر سہرا باندھا جا رہا تھا۔ اسی لمحے حسینہ جادُو کے مرجانے کی
وجہ سے اس کا جادُو ان پر سے اُتر گیا اور وہ غش کھا کر گر پڑا۔
کچھ دیر بعد ہوش میں آیا تو خود کو لقا کے دربار میں دُولھا بنا
ہوا دیکھ کر سخت حیران ہوا۔

پُوچھنے پر بختیارک شیطان نے اسے سارا حال بتایا۔ شہزادے کو

جو یہ پتا چلا کہ وہ لقا کو سجدہ کر چکا ہے اور اپنے لشکر کو
حسینہ جادُو کے چکّر میں پڑ کر زبردست نقصان پہنچا چکا ہے
تو اسے سخت غصّہ آیا، سہرا نوچ کر ایک طرف پھینکا اور تلوار
نکال کر لقا کی سمت للکارتے ہوئے جھپٹ پڑا۔

لقا ڈر کر تخت کے نیچے چھپ گیا۔ اس کے محافظ شہزادے
کے سامنے آ گئے۔ زوردار تلوار چلنے لگی۔ لقا کے محافظ کھیرے ککڑی
کی طرح شہزادے کی تلوار سے کٹ کٹ کر ڈھیر ہوتے رہے۔ مگر ان
کی جگہ فوراً ہی دوسرے محافظ آ موجود ہوتے تھے۔

جب شہزادے نے محسوس کیا کہ محافظ ہر طرف سے اُمڈ
اُمڈ کر اُسے گھیرے میں لے لینا چاہتے ہیں۔ تو اُس نے ایک
زوردار نعرہ بلند کیا اور مُحاصرہ کرنے والوں کی بھیڑ کو کائی کی طرح
پھاڑتا ہوا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

شہزادے کے نعرے کی گُونج شہزادہ ہاشم تیغ زن، لندھور،
مندیل اصفہانی اور اُن دوسرے سُورماؤں کے کانوں سے بھی
ٹکرائی جنھیں حسینہ جادُو نے گرفتار کرکے ایک خیمے میں قید کر دیا
تھا۔ جوش میں آ کر ان سب نے اپنی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کو توڑ
ڈالا اور اپنے پہرے داروں کے ہتھیار چھین کر دُشمن کی چھاؤنی
میں قیامت برپا کر دی۔

اُدھر کنوئیں کے مُنھ سے پتّھر ہٹ جانے کی وجہ سے امیر

حمزہ کو تازہ ہوا اور روشنی ملی تو وہ ہوش میں آگئے۔ جلد ہی انہیں احساس ہوگیا کہ سوتے میں دشمن کا کوئی عیار انہیں اٹھا لایا ہے اور اس کنوئیں میں قید کر گیا ہے۔ جوں توں کرکے انھوں نے اپنے ہاتھوں پیروں کو بند سے آزاد کیا مگر کنوئیں سے باہر آنے میں ناکام رہے۔ وہ دن اور رات انہیں اسی پریشانی میں گزری۔ دوسرے دن انھوں نے کنوئیں کے دہانے کے قریب کچھ آوازیں محسوس کیں۔ ان کے جی میں آئی کہ مدد کے لیے پکاروں مگر یہ سوچ کر خاموش ہوگئے کہ کہیں دشمن کے آدمی نہ ہوں۔

خوش قسمتی سے وہ انہیں کی فوج کے دو سپاہی تھے۔ شہزادہ علم شاہ اور حسینہ جادو نے لشکرِ اسلام پر قہر ڈھایا تو جان بچانے کے خیال سے وہ اس کھنڈر کی طرف آنکلے۔ یہاں کنواں دیکھ کر آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ خطرہ محسوس کرنے پر انہیں اس کے اندر چھپ جانا چاہیے۔

کچھ دیر بعد کنوئیں کی گہرائی معلوم کرنے کے خیال سے ان میں سے ایک رسّی کے ذریعے اندر اتر گیا۔ اسی موقع پر حقیقت کھل کر سامنے آئی۔ امیر حمزہ کنوئیں سے باہر نکلے اور دونوں سپاہیوں کو تسلّی دینے لگے۔ سپاہیوں کا کلیجا گز بھر کا ہوگیا۔

اچانک انہیں لقا کے خیمے کے آس پاس اپنے سورماؤں کے مجاہدانہ نعرے گونجتے سنائی دیے۔ اب زیادہ سوچ بچار فضول تھا۔

تینوں بھوکے شیروں کی طرح دشمن کے لشکر پر جھپٹ پڑے۔ چند ہی لمحوں بعد امیر حمزہ کے نعرے کی گونج زمین و آسمان کو ہلا رہی تھی۔ شہزادوں اور سرداروں نے امیر حمزہ کا نعرہ سنا تو ان کا جوش سوگنا بڑھ گیا۔ دونوں ہاتھوں میں تلواریں لے کر انھوں دشمنوں کی صفوں میں تہلکہ مچا دیا۔

اُدھر چالاک نے لشکرِ اسلام میں جاکر جو حسینہ جادو کے قتل کی خوش خبری سنائی تو سپاہیوں اور سرداروں کی ٹوٹی ہوئی ہمّت پلٹ آئی۔ زخمیوں کو چھوڑ کر باقی سب اکٹھے ہوئے اور وقت ضائع کیے بغیر دشمنوں پر چڑھ دوڑے۔ لقا اور حسینہ جادو کی چھاؤنیوں میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ انسانوں اور گھوڑوں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ دشمن بدحواس ہوکر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور چند ہی ساعتوں میں ان کے کیمپ خالی ہوگئے۔

سُلیمان عنبریں، لقا، فرامرز، بختیارک اور بچے کھچے سردار اور سپاہی بھاگ کر قلعہ عقیق میں پناہ گزین ہوگئے۔ امیر حمزہ شہزادوں اور سرداروں سمیت دشمن کے کیمپ کو لوٹ کر فتح کے نقارے بجاتے ہوئے اپنی چھاؤنی میں واپس آئے۔ بادشاہ سعد بن قباد بھی زخموں کی تکلیف بھلا کر پہاڑیوں سے تشریف لے آئے۔ امیر حمزہ نے ان کا شایانِ شان استقبال کیا۔ سب مل کر جشن کی تیاریاں کرنے لگے۔ اس رات چالاک بن عمرو سب کی

آنکھوں کا تارا بن گیا۔ بادشاہ، امیر حمزہ، عالم شاہ، ہاشم تیغ زن،
لندھور، مندیل اصفہانی اور سارے سرداروں نے اُسے دل کھول کر
انعام دیا۔ بلاشبہ آج کی کامیابی کا سہرا اسی کے سر تھا۔

اس کارگزاری اور بھرپور ہمت افزائی سے چالاک کا حوصلہ اور
بھی بڑھ گیا۔ اس نے سوچا قلعہ عقیق میں پہنچ کر دشمن کا نیا منصوبہ
معلوم کرکے اس کا توڑ کرنا چاہیے۔

دوسرے دن صبح ہی صبح وہ لقا کے ایک زخمی سپاہی کے
بھیس میں قلعے کے اندر جا پہنچا۔ کچھ ہی دیر بعد اس کی لقا کے
ایک دربان سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ باتوں باتوں میں چالاک نے اس
سے لقا کی بارگاہ کے اندر کا حال معلوم کر لیا۔ پھر ترکیب سے
اسے ٹھکانے لگا کر اس کا بھیس اِختیار کرکے لقا کی ڈیوڑھی پر
جا ڈٹا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ باہر سے دو چوبدار ایک خوبصورت
جادوگرنی کو ادب کے ساتھ ہمراہ لا کر چالاک کے پاس چھوڑ کر
خود باہر چلے گئے۔ جادوگرنی نے چالاک کو دربان سمجھتے ہوئے کہا:
"میرا نام خمار جادو ہے۔ شہنشاہ افراسیاب کا ایک خط خداوند
کے نام لائی ہوں۔ اِطلاع پہنچا دیجیے۔"

چالاک نے کان کھڑے کیے، اُٹھ کر ایک طرف گیا اور
چند لمحوں بعد واپس آ کر بولا:

"میرے ساتھ آئیے۔"

خمار پیچھے پیچھے چل دی۔ چالاک نے اُسے لے جا کر ایک
سجے ہوئے خالی حجرے میں بٹھایا اور شربت میں بے ہوشی کی دوا
ملا کر گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا:

"یہ خداوند کا تبرک ہے۔ صرف خاص بندوں کو نصیب ہوتا
ہے۔ پی کر تازہ دم ہو جائیے۔ اس کے بعد بے کھٹکے دربار میں
چلی جائیے۔"

خمار جادو اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے ہوئے شربت کا گلاس
چڑھا گئی۔ لیکن آخری گھونٹ حلق سے اتارتے ہی اسے تن بدن
کا ہوش نہ رہا — چالاک نے قینچی نکال کر سب سے پہلے اس
کی چوٹی کاٹی۔ پھر لفافہ کھول کر افراسیاب کا خط پڑھا۔ اس میں عمرو
کے گرفتار ہونے کی اِطلاع دے کر افراسیاب نے بختیارک کو بھیجنے
کی درخواست کی تھی۔

یہ خط پڑھ کر چالاک کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ اِس کی
سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیا کرے، کیا نہ کرے۔ آخر کار وہ خط
تو اس نے اپنی جیب میں رکھا اور جلدی جلدی ایک دوسرا خط
افراسیاب کی جانب سے لقا کو لکھ کر لفافے میں بند کیا اور خمار
کے ہاتھ میں پہلے کی طرح دبا کر خود وہاں سے رفوچکر ہوگیا۔
کچھ دیر بعد خمار کو ہوش آیا، اپنی حالت دیکھ کر اس نے

اپنے بے ہوش ہو جانے کا اندازہ لگایا۔ مگر دل کو سمجھایا کہ شاید یہاں کا یہی دستور ہو اور خداوند کے رُو برُو پہلی بار جانے والے کو پاکیزہ بنانے کا یہی طریقہ ہو۔

اُسے یہ بات یاد آگئی کہ دربان (یعنی چالاک) نے شربت دیتے وقت کہا تھا کہ پی کر دربار میں چلی جانا۔ چنانچہ اس نے دربان کے وہاں موجود نہ ہونے کا کچھ خیال نہ کیا، اپنا لباس درست کیا اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی لقا کے دربار میں جا داخل ہوئی۔ اسے وہم تک نہ ہوا کہ اس کی چوٹی غائب ہے۔ لقا کے تخت کے سامنے جب وہ اُسے سجدہ کرنے کے لیے جُھکی تو اہلِ دربار اس کی کٹی ہوئی چوٹی دیکھ کر مُسکرانے لگے۔

سجدہ کرکے صُمار جادو نے بڑے ادب کے ساتھ لقا کو افراسیاب کا خط پیش کیا۔ لقا نے مُنشی کی طرف اشارہ کیا۔ منشی نے لفافہ کھول کر خط دیکھا۔ مضمون دیکھ کر وہ بُری طرح سٹپٹا گیا۔ خط گالیوں اور دھمکیوں سے بھرا تھا۔ لقا کی شان میں ایسے الفاظ وہ اپنے مُنھ سے ادا نہ کر سکا تھا۔ اس نے بات بنائی:

"خداوند! خط کا مضمون ایسی تحریر میں ہے جو میں نہیں جانتا۔ شاید طلسمی یا جناتی زبان ہے۔"

اِس پر بختیارک شیطان نے وہ خط اس سے لے لیا اور پھر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بُلند آواز سے لقا کو

پڑھ سنایا۔

خط کی واہیات باتیں سُن کر لقا کو سخت غصہ آیا۔ صُمار کو مخاطب کرتے ہوئے وہ گرج اُٹھا:

"اس افراسیاب خانہ خراب کی یہ جرأت کہ میری شان میں گستاخی کرے۔ اب چٹکی بجاتے میں اسے غارت نہ کر دوں، اس کی روح کو جہنم کی بھٹی میں نہ جھونکوں تو خدا نہیں۔"

صُمار یہ رنگ دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگی۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی:

"یا خداوند! افراسیاب نے ایسی باتیں ہرگز خط میں نہیں لکھی تھیں معلوم ہوتا ہے راہ میں خط کسی نے بدل دیا ہے۔ میرے سامنے جب عمرو گرفتار ہو کر آیا تھا تو شہنشاہ نے اپنے منشی سے یہ لکھوایا تھا کہ خداوند بختیارک کو روانہ کریں تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے عمرو کو قتل کرے۔"

بختیارک یہ سُن کر بول پڑا:

"عمرو کا گرفتار ہونا غیر ممکن ہے۔ میں سمجھ گیا۔ اس نے کسی اور کو اپنی صورت کا بنا کر قید کرا دیا اور خود تیرے پیچھے لگ کر خط بدل دیا۔ بلکہ تیری چوٹی بھی کاٹ لی۔"

یہ سُنتے ہی صُمار جادو نے گھبرا کر اپنی چوٹی پر ہاتھ مارا ڈھال گیا رکھا تھا۔ بے اختیار رو پڑی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ یہ سب عمرو ہی کا کام ہے اور وہ یہاں تک اس کے آگے پیچھے آیا

ہے۔ کہنے لگی :

"حضور، آپ سچ کہتے ہیں۔ طلسم کو اُڑ کر پار کرتے وقت میرے کندھے بڑے بوجھل تھے۔ ضرور وہ کسی نہ کسی طرح میرے ساتھ آیا ہے۔ بے شک دربان کے بھیس میں اس نے ہی شربت پلا کر مجھے ڈیوڑھی پر بیہوش کیا تھا۔ اسی نے اصلی خط نکال کر لفافے میں نقلی خط رکھا اور میری چوٹی کاٹ لی تاکہ اِس کی آمد کا ثبوت ہر ایک کو مل جائے۔"

اس پر بختیارک نے بے ساختہ عمرو کی شان میں قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور خمار سے کہا :

"بس اب بات صاف ہوگئی۔ چند لمحوں میں تم انھیں یہاں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگی۔"

دراصل بختیارک یہ بات جانتا تھا کہ جس جگہ عمرو خُفیہ طور پر موجود ہو تعریف کرنے سے خود کو ظاہر کر دیتا ہے۔ وہ اس طرح تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ آیا عمرو واقعی خمار کے ساتھ آیا ہے اور یہاں موجود ہے؟ کچھ دیر اور عمرو کی تعریفیں کرنے کے بعد وہ چاروں طرف نگاہ دوڑاتا ہوا خوشامد کے لہجے میں پکار اُٹھا :

"یا خواجہ عمرو! غلام آپ کی زیارت کے لیے بے قرار ہے۔ اگر آپ اس محفل میں تشریف رکھتے ہوں تو للہ حجاب

نہ فرمائیے۔ جلد اپنا جلوہ دکھلائیے۔"

چالاک اس وقت ایک خدمت گار کے بھیس میں دربار میں موجود تھا اور ساری باتیں سُن رہا تھا۔ اک بارگی اس کے دل میں آئی کہ اگر میں عمرو کی شکل میں دربار میں ظاہر ہو جاؤں تو اقاہ بختیارک اور خمار جادو سبھی یہ یقین کر لیں گے کہ عمرو یہاں ہے اور عمرو کے بھیس میں جو آدمی افراسیاب کے پاس قید ہے وہ کوئی اور آدمی ہے۔ کیا عجب کہ یہ غلط فہمی کام دے جائے اور عمرو رہا کر دیا جائے۔ ایسا ہوگیا تو ہزاروں کوس دور رہتے ہوئے بھی عمرو کو رہائی دلانے کا سہرا میرے ہی سر بندھے گا۔

یہ سوچ کر چالاک ایک دروازے سے نکلا اور کسی گوشے میں عمرو کی سی صورت بنا کر اور بائیں آنکھ میں اُسی کا سا تل سجا کر دوسرے دروازے سے اندر آگیا۔ بختیارک اُسے دیکھتے ہی کھڑا ہوگیا اور چاپلوسی کی باتیں کرنے لگا۔ چالاک عمرو کی سی چھلانگ لگا کر بختیارک کے قریب پہنچا اور بائیں آنکھ کا تل دکھاتے ہوئے شوخی سے بولا :

"پھر نہ کہنا کہ تمھاری خوشامد پر عمرو نہیں آیا تھا۔ نکالو زیارت کا نذرانہ۔"

بختیارک شیطان کی تو جیسے نانی مر گئی۔ جلدی جلدی اس نے اپنی جیب میں سے ساری نقدی نکالی، گلے کی مالا اور ہاتھ کی

انگوٹھیاں اُتاریں اور ریشمی رُومال میں باندھ کر چالاک کے سامنے
پیش کر دیں۔ چالاک یہ پوٹلی لے کر لقا کو سلام کرتا ہوا دربار
کے باہر جانے لگا۔ اسی لمحے خُمار جادُو اُسے عمرو سمجھ کر پاگلوں کی
طرح چیختی ہوئی غصّے سے اس پر جھپٹ پڑی۔

"ٹھہر تو جا کم بخت! چوٹی کاٹنے کا انعام بھی تو لیتا جا۔"

قریب تھا کہ خمار جادو اس پر جادوئی ناریل کھینچ مارتی مگر
اس سے پہلے ہی چالاک نے پھُرتی کے ساتھ بے ہوشی کا غبارہ
نکال کر اس کے مُنھ پر کھینچ مارا۔ ناریل اس کے ہاتھ ہی میں رہ
گیا اور وہ ایک چھینک لے کر بے ہوش ہوگئی۔ چند محافظ تلواریں
سُونت کر چالاک کی طرف بڑھے تو اس نے بختیارک کو للکارا۔

"ملک جی! انھیں روک لو۔ نہیں تو آج تمہاری انتڑیاں باہر
کردوں گا۔ خوشامد کرکے کیا پکڑوانے کے لیے بُلایا تھا۔ خبردار
جو کوئی آگے بڑھا۔ یاد رکھو! میرا نام عمرو ہے۔ اگر کسی نے چھیڑا
تو سارا دربار لوٹ کر اور سو پچاس کو قتل کرکے واپس جاؤں گا۔"

بختیارک نے محافظوں کو اشارہ سے منع کیا۔ سب اپنی جگہ
رُک گئے۔ چالاک اطمینان کے ساتھ دربار سے باہر نکل گیا۔

بختیارک خُمار کو ہوش میں لایا اور کہا:

"بی جادوگرنی! غصّہ تھوک دو۔ عمرو ایسا نہیں کہ تم اس پر
وار کر سکو۔ البتہ یہاں جو کچھ بھی دیکھا سُنا ہے سب جا کر تفصیل

کے ساتھ افراسیاب کو کہہ سُنانا۔"

لقا نے منشی سے کہا:

"افراسیاب کے خط کا جواب بھی لکھ کر اسے دے دو۔"

منشی نے کاغذ قلم سنبھالا تو لقا نے اس مضمون کا خط لکھوایا:

"اے افراسیاب! معلوم ہوتا ہے تیری حالت اتنی خراب
ہوچکی ہے کہ خود تیرے مُلازم بھی تجھے دھوکا دینے لگے ہیں۔ کان
کھول کر سُن لے، تیری عیّارہ نے عمرو کے نام سے جو شخص گرفتار
کرکے تیرے سامنے پیش کیا ہے، وہ ہرگز عمرو نہیں ہے۔
اصلی عمرو تو خُمار جادو کے ساتھ میرے دربار تک آیا ہے جسے یہاں
سب نے دیکھا اور پہچانا ہے۔ میں نقلی عمرو کے قتل کے لیے بختیارک
کو نہیں بھیج سکتا۔ اس کی جان خواہ مخواہ خطرے میں کیوں ڈالوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں حسینہ جادُو اور اس کی ساری
فوج کا کام تمام ہو چکا ہے۔ دُشمن اپنی چھاؤنی میں فتح کے ڈنکے
بجا رہا ہے اور ہم یہاں قلعہ بند ہیں۔ لہٰذا جلد کسی مشہور سردار کو
زبردست فوج کے ساتھ روانہ کر کہ وہ دشمنوں کو ہلاک کرکے
اپنی اور تیری بخشش کا سامان کرے۔"

خط کو لفافے میں بند کرکے مُنشی نے اس پر مُہر لگائی
اور لفافہ خُمار کی طرف بڑھا دیا۔ خُمار نے لفافے کو آنکھوں سے لگا
کر بوسہ دیا اور پھر لقا کو سجدہ کرکے وہاں سے رُخصت ہوئی

انگوٹھیاں اُتاریں اور ریشمی رُومال میں باندھ کر چالاک کے سامنے پیش کر دیں۔ چالاک یہ پوٹلی لے کر لقا کو سلام کرتا ہوا دربار کے باہر جانے لگا۔ اسی لمحے خُمار جادُو اُسے عمرو سمجھ کر پاگلوں کی طرح چیختی ہوئی غصّے سے اس پر جھپٹ پڑی۔

"ٹھہر تو جا کم بخت! چوٹی کاٹنے کا انعام بھی تو لیتا جا۔"

قریب تھا کہ خُمار جادو اس پر جادوئی ناریل کھینچ مارتی مگر اس سے پہلے ہی چالاک نے پھُرتی کے ساتھ بے ہوشی کا غبارہ نکال کر اس کے مُنھ پر کھینچ مارا۔ ناریل اس کے ہاتھ ہی میں رہ گیا اور وہ ایک چھینک لے کر بے ہوش ہوگئی۔ چند محافظ تلواریں سُونت کر چالاک کی طرف بڑھے تو اس نے بختیارک کو للکارا۔

"ملک جی! انھیں روک لو۔ نہیں تو آج تمہاری انتڑیاں باہر کردوں گا۔ خوشامد کرکے کیا پکڑوانے کے لیے بُلایا تھا۔ خبردار جو کوئی آگے بڑھا۔ یاد رکھو! میرا نام عمرو ہے۔ اگر کسی نے چھیڑا تو سارا دربار لوٹ کر اور سو پچاس کو قتل کرکے واپس جاؤں گا۔"

بختیارک نے محافظوں کو اشارہ سے منع کیا۔ سب اپنی جگہ رُک گئے۔ چالاک اطمینان کے ساتھ دربار سے باہر نکل گیا۔

بختیارک خُمار کو ہوش میں لایا اور کہا:

"بی جادوگرنی! غصّہ تھوک دو۔ عمرو ایسا نہیں کہ تم اس پر وار کر سکو۔ البتّہ یہاں جو کچھ بھی دیکھا سُنا ہے سب جا کر تفصیل

کے ساتھ افراسیاب کو کہہ سُنانا۔"

لقا نے منشی سے کہا:

"افراسیاب کے خط کا جواب بھی لکھ کر اسے دے دو۔"

منشی نے کاغذ قلم سنبھالا تو لقا نے اس مضمون کا خط لکھوایا:

"اے افراسیاب! معلوم ہوتا ہے تیری حالت اتنی خراب ہوچکی ہے کہ خود تیرے مُلازم بھی تجھے دھوکا دینے لگے ہیں۔ کان کھول کر سُن لے، تیری عیّارہ نے عمرو کے نام سے جو شخص گرفتار کرکے تیرے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ ہرگز عمرو نہیں ہے۔ اصلی عمرو تو خُمار جادو کے ساتھ میرے دربار تک آیا ہے جسے یہاں سب نے دیکھا اور پہچانا ہے۔ میں نقلی عمرو کے قتل کے لیے بختیارک کو نہیں بھیج سکتا۔ اس کی جان خواہ مخواہ خطرے میں کیوں ڈالوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں حسینہ جادُو اور اس کی ساری فوج کا کام تمام ہوچکا ہے۔ دُشمن اپنی چھاؤنی میں فتح کے ڈنکے بجا رہا ہے اور ہم یہاں قلعہ بند ہیں۔ لہٰذا جلد کسی مشہور سردار کو زبردست فوج کے ساتھ روانہ کر کہ وہ دشمنوں کو ہلاک کرکے اپنی اور تیری بخشش کا سامان کرے۔"

خط کو لفافے میں بند کرکے مُنشی نے اس پر مُہر لگائی اور لفافہ خُمار کی طرف بڑھا دیا۔ خُمار نے لفافے کو آنکھوں سے لگا کر بوسہ دیا اور پھر لقا کو سجدہ کرکے وہاں سے رُخصت ہوئی

عمرو کی رہائی

عمرو کی عادت تھی کہ قید ہونے پر بھی چہکتا رہتا تھا۔ اداس یا پریشان ہونے کی بجائے ہنسی مذاق کرتا تھا یا دشمن کو دھمکایا کرتا تھا۔ مگر اس بار اس کی حالت بالکل مختلف تھی۔ صرصر عیارہ نے ملکہ مہ رخ کا روپ بدھا کر جس خوب صورتی کے ساتھ اسے اپنے جال میں پھانسا تھا اس کا اس کے دل پر گہرا اثر ہوا تھا۔ ہر چند افراسیاب نے مزے لینے کے لیے اسے کئی بار چھیڑا تھا مگر سوائے اپنے سر پر ہاتھ مارنے اور چہرے سے اپنی بے بسی ظاہر کرنے کے اس کے منھ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ سخت پریشان، سہما ہوا اور ہکا بکا ہے۔

افراسیاب اس کے اس حال پر بڑا تعجب کرتا اور رہ رہ کر دل میں سوچتا "عمرو اچانک کتنا بدل گیا ہے۔ عیار تو معلوم ہی نہیں دیتا۔"

افراسیاب کے سوال جواب سے بچنے کے لیے عمرو نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ظاہری طور پر بے ہوش

ہو جایا کرتا تھا۔

اتفاق سے جس وقت خمار جادو لقا کا جواب لے کر افراسیاب کے پاس پہنچی اس وقت بھی عمرو بے ہوش بنا ہوا تھا۔ خمار جادو نے پہنچتے ہی رو رو کر سارا واقعہ جو اس کے ساتھ پیش آیا تھا اور جو کچھ اس نے لقا کے دربار میں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا سب بیان کیا۔ اپنی کٹی ہوئی چوٹی کمند اور لقا کا جواب اس کے سامنے پیش کر دیا۔

خمار جادو کا بیان سن کر اور لقا کا خط پڑھ کر افراسیاب دل میں سخت شرمندہ ہوا اور یقین کر بیٹھا کہ عمرو کے بارے میں یا تو صرصر نے خود دھوکا کھایا ہے یا پھر اپنا کارنامہ جتانے کے خیال سے جان بوجھ کر کسی اور کو عمرو بنا کر پکڑ لائی ہے۔ اس بات پر بھی وہ اندر ہی اندر بہت کٹ رہا تھا کہ ناحق میرے سبب سے خداوند کو بھرے دربار میں نقلی خط کی گالیاں سننی پڑیں۔ ایک مصاحب کو اس نے حکم دیا:

"عمرو کو ہوش میں لا اور ہاتھ پیر کھول کر میرے قریب لا کر بٹھا۔"

مصاحب نے چند چھینٹے پانی کے عمرو کے منہ پر مارے۔ اس نے خمار اور افراسیاب کی ساری باتیں سن لی تھیں۔ آہستہ آہستہ اس طرح آنکھیں کھولیں جیسے واقعی بے ہوش رہا ہو۔ خمار اور

افراسیاب کی گفتگو سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ لقا کے دربار میں میرے کسی شاگرد نے میری رہائی کے لیے یہ سارا ڈراما کھیلا ہے۔ رہائی کی اُمید نے اس کے بجھے ہوئے دل کو پھر سے چمک بخش دی، مگر ظاہر میں وہ پہلے ہی کی طرح اُداس، پریشان اور فکرمند شکل بنائے افراسیاب کے سامنے دوزانو ہو بیٹھا۔

"اے شخص!" افراسیاب نے اس سے سوال کیا "سچ سچ بتا تو کون ہے اور یہاں تک کیسے پہنچا؟ — خبردار! جھوٹ ایک لفظ نہ ہو۔"

عمرو نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا:

"عالم پناہ! ناراض نہ ہوں۔ سچ بات یہ ہے کہ صرصر نے کہا تھا کہ تجھے عمرو بنا کر لے چلتی ہوں شہنشاہ تجھے قید کر دیں گے۔ مگر گھبرانا نہیں۔ رات کو موقع پا کر میں تجھے چھڑا دوں گی اور پانچ ہزار روپے اس ڈرامے کے لیے تجھے نقد دوں گی۔ بس حضور! مجھے پیسوں کی ضرورت تھی، چلا آیا۔ میں طلسم ظاہر کا ایک درزی ہوں۔ بہت غریب ہوں۔ پانچ جوان لڑکیاں شادی کے قابل بیٹھی ہیں۔ مجبور نہ ہوتا تو کبھی یہ بھیس نہ بھرتا۔"

عمرو کے مزاج کی تبدیلی افراسیاب کو شروع ہی سے بڑی عجیب لگی تھی اور لقا کے خط اور خمار جادو کے بیان نے تو اس کے دل میں یقین پیدا کر دیا تھا کہ اصلی عمرو ہرگز اس

کی قید میں نہیں ہے۔ اب جو عمرو نے خود کو غریب درزی ظاہر کیا تو اُسے یقین ہو گیا کہ صرصر نے جان بوجھ کر اسے دھوکا دیا ہے۔

افراسیاب نے سچ بولنے کے انعام میں پانچ ہزار روپے عمرو کو دلوائے اور تنبیہ کر کے رخصت کر دیا۔ اس کے بعد اس نے صرصر کو طلب کیا۔ وہ آئی تو افراسیاب نے ایک جلاد کو حکم دیا کہ اس کو ستون سے باندھ کر کوڑے لگاؤ۔

حکم کی تعمیل کی گئی۔ صرصر پر شڑاپ شڑاپ ہنٹر برسنے لگے۔ وہ چیخ پڑی "عالی جاہ! سامری کے نام پر، جمشید کے نام پر میرا قصور تو بتائیے۔ کیا خدمت گاری کا یہی انعام ہے؟"

جب آٹھ دس کوڑے اس پر پڑ چکے تو شہنشاہ نے جلاد کو ہاتھ روکنے کا اشارہ کیا اور گرج کر کہا:

"بے شرم! اب بھی قصور پوچھتی ہے۔ غریب درزی کو عمرو بنا کر پکڑ لائی۔ خمار کی چوٹی کٹوائی۔ خداوند لقا کی نگاہ میں مجھے ذلیل کرایا۔ اور کہتی ہے، میرا قصور بتائیے۔"

"حضور! سامری اور جمشید کی قسم میں بے گناہ ہوں۔ کسی معاملے میں میرا کوئی قصور نہیں۔ عمرو کے علاوہ میں ہرگز کسی اور کو نہیں لائی۔ کہیں اس غلط فہمی میں اُسے چھوڑ نہ دیجیے۔ دوبارہ مشکل سے ہاتھ آئے گا۔"

"واہ ری نمک حرام! اتنی ڈھٹائی۔ نقلی عمرو کو تو میں آزاد کر
چکا ہوں۔ لیکن اگر وہی اصلی عمرو تھا تو بتا خمار کے ساتھ
خداوند کے دربار تک کون گیا تھا، خمار کی چوٹی کس نے کاٹی
بختیارک نے کس کو بلایا اور خداوند کے سامنے علی الاعلان کون
عمرو آیا تھا۔ کیا تو خداوند کے خط کو بھی جھٹلانا چاہتی ہے؟"
افراسیاب نے نفرت سے کہا اور لقا کا خط سامنے کر دیا۔

صرصر نے تلملاتے ہوئے کہا:

"عالم پناہ! میں یہ سب باتیں نہیں جانتی۔ فیصلہ کتاب
سامری پر ہے۔ اگر میری بات غلط ثابت ہو تو بے شک جو
چاہے مجھے سزا دیجیے۔ ورنہ جلدی ناہن موئے عمرو کی فکر
کیجیے۔ کہیں دور نہ نکل جائے۔ کاش اُسے رہا کرنے سے پہلے
احتیاطاً آپ کتاب سامری دیکھ لیتے۔"

صرصر کا یہ مطالبہ بڑا معقول تھا۔ افراسیاب نے کتاب
سامری کھولی تو سارا بھید کھل گیا۔ وہ سخت شرمندہ ہوا۔ صرصر
کو کھلوا کر اُس نے اُسے بہت سا انعام دیا اور کہا:

"جو ہوا سو ہوا۔ اب جس طرح بن پڑے اُس موذی کو
پکڑ کر لے آ۔ اب کی اُسے ایسی سزا دوں گا کہ دس مرتبہ
مر مر کر زندہ ہو تب بھی نہ بھول سکے گا۔"

صرصر افراسیاب سے رخصت ہو کر جوش میں بھری ہوئی

عمرو کو تلاش کرنے چل دی۔ عمرو کو نکلے ہوئے کچھ دیر ہو
چکی تھی مگر صرصر کو یقین تھا کہ وہ دریائے خونِ رواں کے
کنارے کسی نہ کسی جگہ اُسے مل جائے گا اس لیے کہ پل
پریزادان سے جو کہ اس دریا کے اُوپر تھا کوئی بھی شخص
بغیر اجازت افراسیاب کے گزر نہیں سکتا تھا اور بغیر جادو
کی طاقت کے کوئی دریا کے اُوپر سے اُڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔

عمرو بھی یہ بات اچھی طرح جانتا تھا۔ دوسرے اسے
اس بات کا بھی احساس تھا کہ افراسیاب زیادہ دیر تک
دھوکے میں نہ رہے گا۔ جلد ہی اُسے پتا چل جائے گا
کہ اصلی عمرو میں ہی تھا۔

اسی خیال سے احتیاطاً اس نے عیاری کی چادر اوڑھ
لی تھی اور دریائے خونِ رواں پار کرنے کی فکر میں باغ
سیب سے نکل کر اِدھر اُدھر چکر لگا رہا تھا۔

اتفاقاً وہ افراسیاب کے وزیرِ خاص باغبانِ قدرت کے
محل کی طرف جا نکلا۔ دل میں آئی کہ اندر چلنا چاہیے۔
قسمت آزمانی چاہیے۔ کیا عجب کہ کچھ کمائی بھی ہو جائے اور
طلسمِ باطن سے باہر نکل جانے کی بھی کوئی صورت بن جائے۔

یہ سوچ کر عمرو نے ایک گوشے میں جا کر ایک گویّے
کی صورت بنائی اور اک تارہ ہاتھ میں لے کر محل کے دروازے

پر تان لگائی۔ باغبانِ قدرت کی بیوی گُل چین اُس وقت شوہر
کے ساتھ محل کے پائیں باغ میں بیٹھی تھی۔ عمرو کی تان سُنتے ہی
اُسے ایک پھریری سی آئی۔ اُس نے ایک کنیز کو اشارہ کیا
کہ گویّے کو جلد یہاں لے کر آئے۔

عمرو کا تو مقصد ہی یہی تھا۔ جیسے ہی کنیز نے دروازے
پر آکر اُسے بُلایا، بغیر کچھ کہے سُنے وہ اس کے پیچھے
پیچھے چلا آیا۔

باغبان اور گُل چین کے سامنے پہنچ کر اُس نے انھیں
جُھک کر سلام کیا اور سامنے گھاس پر بیٹھ کر اور آنکھیں مُوند
کر اک تارہ کے تار کو چھیڑنے لگا۔ باغبان ساحرِ زبردست
تھا۔ اُس نے جو غور کی نگاہ سے عمرو کے چہرے پر نظر
ڈالی تو روغنِ عیّاری اس کے چہرے کا پگھل کر بہہ گیا۔
اصلی صورت عمرو کی ظاہری ہوگئی۔ عمرو نے گھبرا کر آنکھیں
کھول دیں۔ اک تارہ بجانا موقوف کیا اور گھبرا کر بھاگ جانے
کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔

باغبان نے منتر پڑھ کر جو پھُونکا تو اس کے قدم زمین
میں جم گئے ـــــ "باش او عیّار! اب تو بچ کر نہیں جا سکتا۔
اسی وقت تجھ کو گرفتار کرکے شہنشاہ کے پاس لیے جاتا ہوں۔"
گُل چین نے جو آناً فاناً میں یہ بدلتا ہوا معاملہ دیکھا تو ہکّا

بکّا رہ گئی۔ مگر عمرو کا گانا سُننے کا شوق اس کے دل میں
اتنا زیادہ پیدا ہو گیا تھا کہ فوراً ہی سنبھل کر اُس نے باغبان
سے کہا:

"جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ اب یہ بھاگ کر تو جا نہیں
سکتا۔ کیوں نہ اس سے دو چار گانے سُن لیے جائیں۔ کوئی
روز روز یہ موقع تو ہاتھ نہیں آنے کا۔ گانا سُننے کے بعد
بے شک شہنشاہ کے پاس لے جائیے۔"

باغبان گُل چین کو بہت چاہتا تھا۔ یہ باتیں اُس نے کچھ
اس انداز سے کہیں کہ باغبان کا دل پگھل گیا۔ منتر پڑھ کر اُس
نے عمرو کے پیر زمین سے چھڑا دیے اور اس سے گانا سُنانے کی
فرمائش کی۔ اب عمرو نے نخرہ دکھایا۔

"اگر تم نے مجھے گرفتار ہی کرنے کی ٹھانی ہے۔" عمرو نے کہا
"تو بغیر رقم لیے میں ہرگز گانا نہ سناؤں گا۔"

یہ شرط کچھ مُشکل نہ تھی۔ گُل چین نے فوراً ہی ایک ہزار کی تھیلی
منگا کر اس کے سامنے ڈال دی۔ عمرو نے تھیلی کو زنبیل میں رکھا اور
بولا "اِنعام اس کے علاوہ ہوگا۔"

باغبان اور گُل چین دونوں ہنس پڑے اور وعدہ کر لیا۔ عمرو نے
پھر آنکھ بند کرکے اک تارہ چھیڑا، اور کچھ دیر گُن گُنانے کے بعد
زبردست تان لے ایک پھڑکتی ہوئی غزل چھیڑ دی۔ اس غزل نے

میاں بیوی دونوں کو اتنا مست کر دیا کہ انھوں نے دوسری غزل کی فرمائش کر دی۔ اور پھر تو یہ ہوا کہ فرمائشوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ باغبان کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ عمرو ایک خطرناک دشمن ہے اور اُسے گرفتار کر کے شہنشاہ کی خدمت میں پیش کرنا اس کا فرض ہے۔

اُدھر جب صرصر کو گئے زیادہ دیر ہوئی تو افراسیاب نے کتابِ سامری سے عمرو کا حال معلوم کیا۔ اُسے پتا چلا کہ صرصر تو عمرو کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی ہے لیکن باغبان عمرو کو اپنے گھر پر بٹھائے اس کا گانا سن رہا ہے اور رنگ رلیاں منا رہا ہے۔ وہ غصے سے سُرخ ہو گیا۔ منتر پڑھ کر ایک طلسمی پتلے کو طلب کیا اور اُسے حکم دیا "سیدھے باغبان کے محل میں جا اور پلک جھپکتے میں عمرو اور باغبان دونوں کو پکڑ کر لے آ۔"

اُدھر پتلا روانہ ہوا اِدھر افراسیاب ایک خنجر ہاتھ میں لے کر غصے میں ٹہلنے لگا۔

باغبان کے محل میں عمرو تان پر تان اڑا رہا تھا اور وہ دونوں میاں بیوی مست ہو کر جھوم رہے تھے۔ یکایک آسمان پر سے سُوں سُوں کی آواز عمرو کے کان میں آئی۔ اس کا دل چلا اُٹھا "ہوشیار آفت آئی!" ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اُس نے تارہ

پھینک کر چادرِ عیاری اوڑھ لی۔ دوسرے ہی لمحے طلسمی پتلا زمین پر تھا۔ عمرو اُسے نظر نہ آیا تو باغبان کی کمر میں پنجہ ڈالا اور پھر سے اُڑ گیا۔ پلک جھپکنے میں وہ افراسیاب کے سامنے تھا۔

باغبان کو سامنے پاتے ہی افراسیاب نے اس پر ہنٹر برسانے شروع کر دیے۔ اب جا کر باغبان کے ہوش ٹھکانے لگے۔ عمرو کے گانوں کی مستی اس کے دل سے دور ہوئی۔ اپنی غلطی محسوس ہوئی۔ گڑگڑا کر شہنشاہ سے معافی مانگنے لگا۔ آخرکار جب اس نے وعدہ کیا کہ جلد سے جلد عمرو کو گرفتار کر کے پیش کرے گا تب جا کر افراسیاب نے اپنا ہاتھ روکا۔ باغبان اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہوا اور اُڑتا ہوا اپنے محل کی طرف چلا۔

اُدھر عمرو نے باغبان اور طلسمی پتلے کے جاتے ہی گل چین کو بے ہوش کر کے ایک مسہری کے نیچے چھپا دیا اور خود گل چین بن کر باغبان کی بڑی لڑکی نہال جادو کو بلا کر کہا:

"بیٹی بڑا غضب ہو گیا۔ عمرو یہاں آ کر بھاگ نکلا اور تمہارا باپ شہنشاہ کے عتاب میں گرفتار ہوا۔ اب جلدی چلو۔ ہم مل کر عمرو کو ڈھونڈیں، پکڑ کر شہنشاہ کے پاس لے جائیں ورنہ تمہارے باپ پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔"

نہال جادُو باپ کی مُصیبت سن کر بے قرار ہو گئی۔ عمرو نے اُسے آمادہ پایا تو کہا:

"تم خود اپنے جادُو سے اُڑن تخت پیدا کرو۔ میں عمرو کا پتا لگانے کے لیے منتر پڑھ رہی ہُوں۔"

نہال جادُو نے فوراً سحر پڑھ کر اُڑن تخت منگایا۔ دونوں اس پر سوار ہوئے۔ تخت آسمان پر بلند ہوا تو نقلی گُل چین نے کہا "دریائے خونِ رواں کی طرف چلو۔"

کچھ دیر میں دریا قریب آ گیا تو نقلی گُل چین نے کچھ بُدبُدا کر چٹکی بجاتے ہوئے کہا: "پتا چل گیا — عمرو دریائے خونِ رواں کے پار پہنچ کر ایک درخت کے نیچے سو رہا ہے۔ جلدی سے اُس پار چلو۔ سوتے میں ہم اُسے آسانی سے پکڑ لیں گے۔"

نہال جادُو اس کے جھانسے میں آ گئی۔ اُس نے تخت کو دریا کے پار کیا اور نقلی گُل چیں کے اشارے پر گُنجان جھاڑیوں کی جانب اُترنے لگی۔

اس اثنا میں باغبان اپنے محل میں پہنچ کر ماں بیٹی کی تلاش میں روانہ ہو چکا تھا۔ جب دونوں اُسے کہیں نہ دکھائی دیں تو جادُو سے اس نے ان کا اور عمرو کا حال معلوم کیا پتا چلا کہ دریا کے اُس پار عمرو نقلی گُل چیں بنا ہوا اس کی

بیٹی کو ہلاک کر کے رفُوچکر ہونے والا ہے۔ جوشِ غضب میں وہ بجلی کی طرح تڑپتا کڑکتا اُس مقام پر جا پہنچا۔

نہال جادُو اور عمرو اُس وقت تخت سے اُتر چکے تھے اور عمرو چکمہ دے کر نہال جادُو پر خنجر کا وار کرنے کی سوچ رہا تھا۔ اِک بارگی جو اس نے باغبان کو آتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ بھانڈا پھُوٹ چکا ہے۔ نہال جادُو پر وار کرنے کا خیال چھوڑ کر اُس نے عیّاری کی چادر اوڑھ لی اور ایک جھاڑی کے نیچے دبک گیا۔

باغبان کچھ دیر غُصّے کی حالت میں عمرو کو اِدھر اُدھر ڈھونڈتا رہا مگر جب وہ کہیں نہ دکھائی دیا تو اُسے بُرا بھلا کہتا ہوا بیٹی کو لے کر گھر آیا۔ وہاں خاصی تلاش کے بعد اُس نے گُل چین کو بھی ڈھونڈھ نکالا اور اُسے ہوش میں لا کر کہنے لگا:

"تمھاری بیٹی نے عمرو کو دریائے خونِ رواں کے پار پہنچا دیا ہے۔ شکر کرو کہ میں جا پہنچا ورنہ صاحبزادی کا بھی کام تمام تھا۔ مجھے دیکھ کر مکّار فوراً رُوپوش ہو گیا ورنہ جانے نہ دیتا۔ لیکن اب وہ ضرور اپنے لشکر میں پہنچا ہوگا۔ بس اب میں جاتا ہوں۔ ڈنکے کی چوٹ اُسے اس کے خیمے سے اُٹھا لاتا ہوں۔"

گُل چین نے جو اس کے بگڑے تیور دیکھے تو کانپ گئی۔ فوراً ہی قدموں پر گر پڑی اور سمجھاتے ہوئے کہنے لگی "آپ کو

ساحری اور جمشید کا واسطہ۔ زیادہ جوش میں نہ آئیے۔ جب
شہنشاہ کا ان عیاروں پر بس نہیں چلتا تو آپ کیوں خواہ مخواہ
خود کو مصیبت میں ڈالیں؟"

یہ باتیں باغبان کے دل پر اثر کر گئیں۔ عمرو کے پیچھے
جانے کا خیال ترک کر کے وہ افراسیاب کے پاس گیا اور عمرو
کے نکل جانے کا سارا واقعہ اس سے بیان کیا۔ افراسیاب
سرخ ہو گیا۔ مگر اس ڈر سے کہیں باغبان ناراض ہو کر مہ رخ
سے نہ جا ملے خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

ادھر صرصر عمرو کی تلاش میں بہت دیر تک دریا کا کنارا
چھانتی رہی لیکن جب اسے کہیں اس کا پتا نشان نہ ملا تو
سوچا دریائے خون رواں کے پار جانا عمرو کے لیے مشکل ہے
یہیں کہیں چھپ رہا ہو گا۔ کیوں نہ مہ رخ کے لشکر میں جاؤں
کسی ایک نامور سردار کو شکار بناؤں۔ لوٹ کر آؤں گی تو عمرو
کو بھی ڈھونڈھ نکالوں گی۔ یہاں سے وہ جا ہی کہاں سکتا ہے
یہ ارادہ کر کے صرصر نے دریا پار کیا اور مہ رخ کے لشکر
کی طرف چلی۔ اتفاق سے چھاؤنی کے باہر اسے ملکہ مہ رخ کا
بیٹا شکیل جادو ایک جگہ تنہا بیٹھا نظر آ گیا۔ صرصر نے چھپ
کر قریب سے دیکھا۔ شکیل دردناک اشعار پڑھ پڑھ کر اور
شہزادی خوبصورت جادو کو یاد کر کر کے رو رہا تھا۔

خوبصورت جادو ملکہ حیرت جادو کی بیٹی تھی۔ شکیل اس سے
شادی کرنا چاہتا تھا۔ یہ دیکھ کر مہ رخ نے افراسیاب سے
اس کے رشتے کی بات کی تھی مگر افراسیاب نے غرور کے سبب
اس کی بات ٹھکرا دی تھی۔ اسی وجہ سے مہ رخ افراسیاب
سے ناراض ہو کر اور بیٹے کو ساتھ لے کر طلسم باطن سے
نکل گئی تھی اور جب شہزادہ اسد غازی اور شہزادی مہ جبین
نے افراسیاب کے خلاف جنگ کا اعلان کیا تو وہ ان کے
ساتھ شامل ہو گئی تھی۔

صرصر یہ ساری باتیں جانتی تھی۔ اس نے سوچا اگر اس
موقع پر شکیل جادو کو گرفتار کر کے ملکہ حیرت کے حوالے کر دیا
جائے تو یہ ہر لحاظ سے اچھا ہو گا۔ ایک تو دشمن کا ایک
سردار کم ہو جائے گا دوسرے یا تو مہ رخ بھی بیٹے کی محبت
میں ملکہ حیرت کے آگے جھک جائے گی یا پھر ماں بیٹے ایک
دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

اس نتیجے پر پہنچ کر صرصر نے بے خبری میں ایک غبارۂ
بے ہوشی مار کر شکیل کو بے ہوش کیا اور پھر باندھ کر بھاگم بھاگ
ملکہ حیرت کے پاس اس کی چھاؤنی میں جا پہنچی۔

ملکہ حیرت شکیل کو گرفتار دیکھ کر باغ باغ ہو گئی۔ صرصر
کو اس نے اپنا جڑاؤ گلوبند انعام میں دیا اور سحر پڑھ کر

شکیل کو ہوشیار کیا۔

شکیل نے خود کو بندھا ہوا ملکہ حیرت کے رُو بُرو پایا تو آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ کہا: "اے ملکہ! میں تو خود ہی زندگی سے بیزار ہوں۔ مجھے گرفتار کرکے آپ کو کیا خوشی ہوگی؟"

ملکہ حیرت کو اس کی حالت پر رحم آ گیا۔ بولی: "شکیل! تم کوئی غیر نہیں ہو۔ اپنا ہی خون ہو۔ لیکن تمہاری ماں ہماری دُشمن بنی ہوئی ہے۔ اگر تم اس کا ساتھ چھوڑ دو۔ میری اِطاعت اور وفاداری قبول کرو تو بے شک میں خوبصورت جادُو کی شادی تم سے کر دوں گی۔ بولو، منظور ہے؟"

شکیل نے جو اپنا مدّت کا بگڑا ہوا کام یُوں اچانک بنتے دیکھا تو نیک و بد کی تمیز کھو بیٹھا۔ بے اختیار ملکہ حیرت کے قدموں پر گر گیا۔ قسمیں کھا کھا کر اپنی وفاداری کا یقین دلانے لگا۔ ملکہ نے شکیل کی درخواست منظور کر لی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ملکہ کے حکم پر ایک جادوگرنی خوبصورت جادُو کو لے کر آ گئی۔ ملکہ نے دونوں کو لشکر کے پیچھے ایک شاہی خیمہ عنایت کیا۔ البتّہ ان کی نگرانی اور حفاظت کے لیے ایک زبردست جادوگرنی طاؤس کو مقرّر کر دیا۔

اِتفاق سے عمرو کا ایک عیّار شاگرد ضرغام شیر دل اس موقع پر بھیس بدلے ملکہ حیرت کے دربار میں موجُود تھا۔ اس نے جو یہ

معاملہ دیکھا، خون کھول اٹھا۔ دل میں فیصلہ کیا چاہے جان بچے یا جائے، شکیل اور خوبصورت جادو کو مہ رُخ کے پاس پہنچا کر ہی چھوڑوں گا۔ بس اُسی وقت سے وہ اُن کے پیچھے لگ گیا۔

طاؤس کچھ دیر شکیل اور خوبصورت کے ساتھ خیمے کے اندر رہی۔ پھر اچانک اُسے اِحساس ہوا کہ دُشمن عیّاروں سے حفاظت کی فکر ضرور کرنی چاہیے۔ وہ انھیں چھوڑ کر باہر آئی۔ اور قناتوں کے گرد گھوم پھر کر جادُو کا حِصار قائم کرنے لگی۔ تاکہ جو عیّار اندر آئے وہ آتے ہی بے ہوش ہو جائے۔ اِسی موقع پر پیچھے سے اچانک حملہ کرکے ضرغام نے اُسے بے ہوش کر دیا اور ایک چھولداری میں لے جا کر اُس کی زبان چھید دی تاکہ جادُو نہ کر سکے۔ پھر اُسے ہوشیار کرکے اس کے گلے پر خنجر رکھ کر قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

موت کو آنکھوں کو سامنے دیکھ کر طاؤس کا دل لقا اور افراسیاب سے پھر گیا۔ قسمیں کھا کھا کر اُس نے امیر حمزہ کی اِطاعت کا عہد کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر ضرغام بہت خوش ہوا۔ ہاتھ پیر کھول کر سُوجا اس کی زبان سے نکالا اور مہ رُخ کی قدردانی کی خوش خبری سنا کر اس کا دل بڑھانے لگا۔

دونوں مل کر شکیل اور خوبصورت جادُو کے پاس آئے۔ اچانک ضرغام کو دیکھ کر شکیل کا رنگ فق ہو گیا۔ سلام کا جواب تو

اس نے دیا۔ مگر اس سے آنکھیں نہ ملا سکا۔ خوبصورت جادو
نے شکیل کی یہ کیفیت دیکھی تو حیران ہو کر بولی "کیوں شکیل
کیا بات ہے؟ اس خدمت گار کو دیکھ کر (ضرغام اس
وقت خدمت گاروں ہی کا لباس پہنے تھا) تم سہم کیوں گئے؟"
شکیل نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اپنی غداری سے
اُسے آگاہ کیا۔

خوبصورت نے یہ سُنا تو اُسے بہت دُکھ ہوا۔ کہنے لگی:
"تُم نے بُرا کیا شکیل۔ میری خاطر اپنے ساتھیوں کو چھوڑنے کا
ارادہ کیا۔ بہرحال اب مجھے اپنے ساتھ لے کر اپنی ماں کے
پاس چلو۔ میری ماں غلطی پر اور تمہاری ماں حق پر ہے۔"
اس موقع پر طاؤس نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔
آخر شکیل راضی ہو گیا۔ ہوا خوری کے بہانے سب ساتھ چھاؤنی
سے نکلے اور پھر جنگل ہی جنگل مہ رُخ کے لشکر کو چل دیے۔

آفت کی پرکالہ

اُدھر مہ رُخ کا عجیب حال تھا۔ جب تک شکیل کے
بارے میں کوئی اِطلاع نہ ملی تھی۔۔ اس کے اچانک غائب
ہو جانے پر وہ اس کی خیریت کی دعائیں مانگتی رہتی تھی۔
مگر جب سے ایک جاسوس نے آکر یہ خبر دی کہ شکیل نے
ملکہ حیرت کی اِطاعت قبول کر لی، جوشِ غضب سے کبھی اس کی
آنکھوں سے چنگاریاں نکلتی ہیں کبھی کبھی چہرہ تمتما جاتا ہے۔
کبھی خون کھولنے لگتا ہے کبھی بدن پھنکنے لگتا ہے۔ ہونٹ
کاٹ کاٹ کر وہ عمرو سے کہتی ہے:

"خواجہ! یا تم جاؤ یا مجھے جانے دو۔ اس نامُراد نے جو
کلنک کا ٹیکا مجھے لگایا ہے۔ اس کے خُون کے بغیر کسی چیز
سے صاف نہ ہو گا۔ جی چاہتا ہے کہ اُسے یہاں لاکر سب
کے سامنے تڑپا تڑپا کر ہلاک کر دوں۔ ورنہ وہیں جا کر اِس
کا قصّہ پاک کروں۔"

جواب میں عمرو اُسے سمجھاتا ہے ”ملکہ اتنا غصّہ نہ کرو۔ لڑکا ہی تو ہے۔ اطمینان رکھو۔ دو چار دن میں خود اُسے سمجھا بجھا کر لے آؤں گا۔ بلکہ خوبصورت جادو ہی کو اُڑا لاؤں گا۔“

وہاں تو اس طرح کی باتیں ہوتی ہیں اور یہاں شکیل، خوبصورت، طاؤس اور ضرغام چلتے چلتے لشکر کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔

اس موقع پر ضرغام سب کو رُک جانے کا اشارہ کرکے کہتا ہے: ”آپ تینوں یہاں ٹھہر جائیں۔ شہزادی خُوبصورت جادُو کا اِس طرح بغیر استقبال کے جانا ٹھیک نہیں۔ میں جاکر ملکہ اور سارے سرداروں کو لاتا ہوں۔ تب تک آپ لوگ اطمینان سے یہاں ٹھہرے رہیں۔“

یہ بات شکیل کو بھی بھلی لگتی ہے۔ وہ سب رُک جاتے ہیں۔ ضرغام سیدھا ماہ رُخ کے دربار میں پہنچتا ہے اور جاتے ہی عمرو کے پیروں پر گر کر کہتا ہے ”اُستاد! آج تو میں نے وہ کام کیا ہے کہ آپ کے انعام کا بھی حقدار ٹھہرا ہوں۔ نکالیے انعام تو خوش خبری سناؤں۔“

”دیکھو میاں،“ عمرو نے مُنہ بناتے ہوئے کہا ”اس وقت ہماری ملکہ کا مزاج بہت خراب ہے۔ بیٹے کے دُکھ اور غصّے نے انھیں پریشان کر رکھا ہے۔ اِس وقت اگر تم فراسیاب کے قتل کی بھی خبر سناؤگے تو میں ایک دھیلا بھی نہیں دُوں گا۔ ہاں اگر شکیل کے بارے میں کوئی اچھی بات سُنائی تو دربار سے تمھیں جو ملے گا اس میں اپنا حصّہ نہ لگاؤں گا۔ بلکہ پُورا ایک روپیہ بھی نقد دُوں گا۔“

ضرغام کا دل بلّیوں اُچھلنے لگا۔ اُستاد سے ایک روپے کا نقد انعام اب تک کسی شاگرد کو نہ ملا تھا۔ عمرو کے ہاتھ چُوم کر اس نے سارا معاملہ مختصر لفظوں میں بیان کر دیا۔ ایکایکی محفل کا رنگ بدل گیا۔ اُداس چہرے جگمگا اُٹھے۔ امیر خوشی کے نعرے لگانے لگے، سردار اپنی ٹوپیاں اُچھالنے لگے، محافظ اور خدمتگار ناچنے لگے۔ ملکہ ایک دم تخت سے اُٹھ کر ضرغام سے لپٹ گئی اور چٹ چٹ اس کی بلائیں لینے لگی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے مگر مُنہ سے قہقہے نکل رہے تھے۔ سب بڑے جوش و خروش سے دوڑتے ہوئے لشکر گاہ سے باہر نکلے اور شکیل، خوبصورت اور طاؤس کو ساتھ لے کر واپس آئے۔ طاؤس کو منصب، خلعت اور کثیر انعام ملا۔ آناً فاناً جشن منانے کا اہتمام ہونے لگا۔

ملکہ حیرت جادُو کا ایک جاسُوس وہاں موجود تھا یہ معاملہ دیکھتے ہی وہ وہاں سے چلا اور بھاگم بھاگ جاکر ملکہ حیرت کو سارا حال کہہ سنایا۔ اُس نے جو سُنا کہ شکیل، خوبصورت اور طاؤس

سب غدار ہوکر مہ رُخ کے پاس جا پہنچے تو آگ بگولا ہوگئی۔
کہنے لگی "ابھی ابھی سارا لشکر لے کر جاتی ہوں۔ ایک ایک غدار
اور باغی کو خاک و خون میں ملاتی ہوں۔ وہ قہر ڈھاؤں گی کہ
زمین اور آسمان بھی پناہ مانگنے لگیں گے۔"

صرصر اور اس کی عیارہ شاگرد صبا رفتار دونوں اس وقت
ملکہ حیرت کے پاس موجود تھیں۔ انھوں نے طرح طرح سے تسلی
دے کر کہا کہ ہم جا کر ملکہ مہ رُخ کو گرفتار کرکے لاتے ہیں اور
تشکیل کے بدلے آپ اس کو قتل کرکے کلیجا ٹھنڈا کر لیجیے تب
جاکر حیرت کو قرار آیا۔

دونوں عیارئیں وعدے کے مطابق مہ رُخ کے لشکر کو چل
دیں۔ وہاں اس وقت ہر طرف خوشی کے شادیانے بج رہے تھے
راگ رنگ کی محفلیں جم رہی تھیں۔ دونوں بھیس بدل کر مہ رُخ
کی بارگاہ میں جا پہنچیں۔ وہاں بھی جشن منایا جا رہا تھا۔ ناچ ہو
رہا تھا۔ صرصر ایک خدمت گار کی صورت بنا کر اندر جا پہنچی۔
صبا رفتار چوکسی کے لیے باہر ٹھہری۔

صرصر نے اندر پہنچ کر موقع کی تلاش میں محفل کا جائزہ لینا
شروع کیا۔ اچانک اس کی نگاہ عمرو سے ٹکرائی۔ وہ مہ رُخ
کے دائیں جانب بڑی شان سے بیٹھا ہوا تھا۔ صرصر عمرو کو طلسم
باطن کی حد میں قید خیال کرتی تھی۔ یہاں جو اچانک اس کو
موجود پایا تو حیران رہ گئی۔ ادھر عمرو نے بھی محسوس کیا کہ
ایک خدمت گار ایک گوشے میں کھڑی ہوکر بہت توجہ سے اس
طرف غور سے نگاہ دوڑاتا رہا مگر جب اس سے نظر ملی تو
سٹپٹا کر رہ گیا۔ عمرو سمجھ گیا کہ یہ شخص کوئی عیار ہے۔ یہ
عجب کہ صرصر ہی ہو۔

یہ خیال کرکے اسے پکڑنے کے ارادے سے وہ اپنی
جگہ سے اٹھا لیکن اس انداز سے کہ اس کے ارادے کے بارے
میں کسی کو وہم بھی نہ ہو سکتا تھا۔ صرصر کا ماتھا ٹھنکا۔
پلک جھپکتے میں اس نے خنجر نکال کر قنات میں شگاف کیا اور
نعرہ لگایا "منم صرصرِ شمشیر زن"۔ پھر جب تک عمرو اس کی طرف
لپکے یا دوسرے اس کی طرف متوجہ ہوں وہ چھلانگ لگا کر
شگاف سے باہر نکل گئی۔ کوئی اس کی ہوا کو بھی نہ پا سکا۔ چند
لمحوں بعد چکر کھا کر وہ پھر بارگاہ کے دروازے کے قریب جا
پہنچی۔ وہاں اتفاق سے مہتر قران صبا رفتار کو گرفتار کر چکا تھا اور
باندھ کر ایک طرف کو لیے جا رہا تھا۔

یہ دیکھتے ہی صرصر نے جلدی جلدی عمرو کا بھیس بھر کر
قران کے سامنے پہنچ کر عمرو کی آواز میں کہنے لگی "یہ وقت کسی
ایک ہی میں الجھنے کا نہیں۔ اسے زمین پر ڈال دے۔ میں یہاں
ہوں۔ تو سامنے والی چھولداریوں کی قطار کے پیچھے جا کر دیکھ۔

صرصر وہاں تو نہیں چھپی ہے؟"

قِران اُستاد کی بات کیسے ٹالتا۔ صبا رفتار کو زمین پر پٹ
کر بلا چوں و چرا چھولداریوں کے پیچھے جاکر صرصر کو ڈھونڈنے
لگا۔ نقلی عمرو نے جلدی سے خنجر نکال کر صبا رفتار کے ہاتھ
پیروں کے بند کاٹے اور نعرہ لگایا "منم صرصر شمشیر زن"۔

ایک طرف سے عمرو اور دوسری طرف سے قِران دونوں
اُن عیاروں پر جھپٹ پڑے۔ وہ چکما دے کر ایک سمت کو
بھاگ کھڑی ہوئیں۔ دونوں عیاروں نے ان کا پیچھا کیا۔ لیکن خیموں
اور چھولداریوں کی بھول بھلیوں میں چکر لگاتے لگاتے وہ ان
کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں۔ صرصر نے عہد کر رکھا تھا کہ آج
وہ ناکام ہرگز واپس نہ جائے گی۔ کچھ دیر بعد وہ بھیس بدل کر
پھر پلٹ آئی۔ اب کی وہ پھر عمرو بنی ہوئی تھی۔ لیکن اس بار
اُس نے مہ رُخ کے دربار کی بجائے مہ رُخ کی ماں ملکہ ماہ
جادُو کے خیمے کا رُخ کیا۔

ماہ جادُو بہت بُوڑھی ہو چکی تھی۔ زیادہ تر وہ اپنے خیمے ہی
میں رہا کرتی تھی۔ صرصر کو اُمید تھی کہ وہ اُسے اپنے خیمے ہی میں
ملے گی۔ اس کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا۔ عمرو کے بہروپ میں جیسے
ہی وہ اس کے خیمے میں داخل ہوئی اُس نے کہا:

"آؤ خواجہ! خوب آئے۔ سناؤ یہ کیا گڑبڑ تھی؟ پکڑو پکڑو کی

صدائیں کیوں آ رہی تھیں؟ خیر تو ہے؟

نقلی عمرو نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا "ملکہ! آج کی
رات بڑی کٹھن ہے۔ دو عیارنیں آپ کی صاحب زادی ملکہ
مہ رُخ کو اُڑا لے جانے کی فکر میں آئی تھیں۔ میں نے پہچان
کر پکڑنا چاہا تو بھانپ کر کھسکنے لگیں۔ اس پر میں نے شور مچا دیا
مگر غضب کی چالاک تھیں۔ گھر جانے کے باوجود جُل دے کر
خُدا جانے کہاں غائب ہوگئیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ بھیس بدل
کر یہیں کہیں چھُپ گئی ہیں اور کسی نہ کسی ترکیب سے ملکہ
مہ رُخ کو لے اُڑنے کی ضرور کوشش کریں گی"۔

ماہ جادُو نے جو بیٹی کو خطرے میں محسوس کیا تو بے قرار
ہوگئی۔ کہنے لگی:

"خواجہ! یہ تو بڑی بُری خبر ہے۔ یا تو مہ رُخ کی حفاظت
کا پکّا بندوبست کرو یا پھر ان مُردار عیارنوں ہی کو لشکر سے
بھگا دو۔ کہیں وہ میری بیٹی کو لے گئیں تو حیرت اور افراسیاب
تو اس کی بوٹیاں چیل کوّوں کو کھلوا دیں گے"۔

"میں بھی یہی سمجھتا ہوں"۔ نقلی عمرو یعنی صرصر نے ماہ جادُو
کی خادماؤں پر شک کی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا "ایک بڑی اچھی
ترکیب میرے دماغ میں آئی ہے۔ اس سلسلے میں آپ کو بھی
کچھ تکلیف کرنی ہوگی۔ اسی لیے آیا ہوں۔ لیکن ذرا الگ چلیے۔

تنہائی میں بتاؤں گا۔"

ماہ جادو سمجھ گئی کہ عمرو خادماؤں پر شک کرتا ہے لیکن
ہے کوئی دشمن عیارن بھیس بدل کر ان میں شامل ہو گئی ہو۔
وہ فوراً اٹھی اور نقلی عمرو کو ایک علیحدہ خیمے میں لے گئی۔

کچھ دیر بعد ماہ جادو تنہا اس خیمے سے باہر آئی۔ ایک خادمہ
کو جشن گاہ اور دوسری کو مہ رُخ کی بارگاہ میں جانے کا
حکم دے کر کہنے لگی "ملکہ جہاں بھی ہو اُس سے کہو کہ
میرا انتظار کرے۔ میں بھی تمہارے پیچھے روانہ ہوتی ہوں۔ تم
فوراً پلٹ کر مجھے راستے میں خبر دینا۔"

وہ دونوں خادمائیں جا چکیں تو ماہ جادو نے چار کنیزوں
کو اپنے ساتھ لیا اور آہستہ آہستہ خود بھی چل دی۔

جشن گاہ میں اب بھی ناچ رنگ ہو رہا تھا۔ لیکن مہ رُخ
وہاں سے جا چکی تھی۔ پہلے چلی ہوئی خادمہ نے راستے میں ماہ
جادو کو خبر دی کہ ملکہ اپنے خیمے میں جا چکی ہے۔ ماہ جادو
سیدھی وہیں جا پہنچی۔

ماں کی بے وقت آمد پر ملکہ مہ رُخ نے حیرت کا اظہار
کیا تو وہ بولی "بیٹا مجھے پتا چلا ہے کہ عیارنیں آج تیری فکر
میں ہیں۔ ملکہ حیرت کے سینے پر بھی آج سانپ لوٹ رہا ہوگا۔
عیارنیں ناکام رہیں تو بھی ان سے بے خوف نہ ہونا چاہیے۔

آج میں خود تیری حفاظت کروں گی۔"

مہ رُخ نے ماہ جادو کو تسلی دینے اور واپس کرنے کے لیے
بہت باتیں بنائیں مگر وہ نہ مانی۔ مجبوراً اس نے اپنے پلنگ کے
برابر ماہ جادو کے لیے بھی ایک پلنگ بچھوا دیا۔ کچھ دیر بعد ماہ
جادو مہ رُخ کے بازو پر ہاتھ رکھ کر سو گئی۔ مہ رُخ یہ دیکھ کر
مسکرائی۔ دل میں کہنے لگی "واہ امی جان واہ! آئی تھیں حفاظت
کرنے اور خود مجھ سے پہلے سو گئیں۔" اس طرح کی باتیں سوچتے
سوچتے آخر مہ رُخ بھی سو گئی۔

کچھ دیر بعد مہ رُخ کے خیمے کے اندر اور باہر ہر طرف خراٹوں
کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ بارگاہ کے دروازے پر پہرا دینے
والے چوکس تھے۔ مگر دُور گشت کرنے والے محافظوں کے علاوہ کسی
انسان کی کوئی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔

ایسی ہی ایک آواز سُن کر ماہ جادو نے آہستہ آہستہ آنکھیں
کھول دیں۔ چپ چاپ پڑے پڑے اس نے مہ رُخ کے چہرے
پر نگاہ ڈالی۔ جب اطمینان ہو گیا کہ وہ گہری نیند میں ہے تو
چپکے سے کمر میں ہاتھ ڈال کر مٹھی بھر کے سفوف جیسی کوئی
چیز نکالی اور پھرتی کے ساتھ مہ رُخ کی ناک پر اُلٹ دی۔
مہ رُخ نے ہڑبڑا کر ایک چھینک ماری اور بے ہوش ہو گئی۔
ماہ جادو تڑپ کر چارپائی سے اُٹھی اور جلدی جلدی مہ رُخ

کو ایک چادر میں باندھ کر پیٹھ پر لاد لیا۔ اب وہ بوڑھی نہ
معلوم دیتی تھی اور وہ بوڑھی تھی بھی نہیں۔ بوڑھی تو ماہ جادو
تھی جو کئی گھنٹے سے اپنے ایک خیمے میں مسہری کے نیچے بے ہوش
پڑی تھی۔ یہ تو صرصر تھی۔ مشہور عیارہ صرصر جو نقلی عمرو بن کر
ماہ جادو کے پاس گئی تھی۔ اور پھر اُسے بے ہوش کرکے اس
بہروپ میں مہ رُخ کے پاس آ سوئی تھی۔ اُس نے مہ رُخ کو
گرفتار کرنے کا اٹل فیصلہ کیا تھا اور اب اپنے اِس ارادے میں
کامیاب ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔

مہ رُخ کو قابو میں کرکے وہ خیمے سے باہر نکلی۔ پھر قنات
کے پچھلے حصے کی طرف پہنچی اور خنجر سے پردہ چاک کرکے باہر
نکل گئی۔ ایک مقام پر اچانک دو گشتی سپاہیوں سے اس کی
مڈبھیڑ ہوگئی۔ وہ کامیابی کے جوش میں انھیں دھوکا دینے کی
بجائے خنجر کھینچ کر ان پر جھپٹ پڑی۔ دونوں سپاہی اس کے خنجر
کا شکار تو ہوگئے مگر انھوں نے مرتے مرتے جو واویلا مچایا اس
سے دوسرے سپاہی اور خیموں میں سونے والے لوگ بھی ہوشیار
ہوگئے۔ اس پر صرصر نے بہادرانہ نعرہ لگایا "منم صرصرِ شمشیر زن۔
مہ رُخ کو لیے جاتی ہوں۔ روک سکو تو روک لو۔"

یہ سنتے ہی چاروں طرف سے لوگ صرصر کی طرف دوڑ
پڑے۔ مگر کہیں ڈبکی لگا کر، کہیں جھلاوا دے کر اور کہیں جست

لگا کر وہ ان کے نرغے سے نکلتی ہوئی لشکر گاہ سے باہر نکل
گئی۔ عمرو اور مہتر قِران نے بھی صرصر کا نعرہ سُن کر اس کا پیچھا
شروع کر دیا تھا۔ دوسرے تو صرصر کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے مگر
اِن دونوں نے آخرکار اُسے جنگل میں جا لیا۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر صرصر نے مہ رُخ کی گٹھڑی کو زمین
پر رکھا اور ایک ہاتھ میں شمشیر اور دوسرے میں خنجر لے کر دونوں
نامور عیاروں سے لڑنے لگی۔ دونوں عیار کبھی اُس پر بے ہوشی
کے غبارے مارتے، کبھی کمند کے پھندے پھینکتے، کبھی خنجر سے وار
کرتے، کبھی شمشیر کا ہاتھ لگاتے۔ لیکن تنہا وہ ان کے ہر حربے کو
بے کار بنا دیتی۔ کسی صورت سے انھیں اپنے یا مہ رُخ کی گٹھڑی
کے قریب نہ آنے دیتی۔

یہ لڑائی جاری تھی کہ جنگل کی ٹھنڈی ہوا جو لگی تو مہ رُخ کو
ہوش آ گیا۔ خود کو بندھا ہوا محسوس کرتے ہی اُس نے سحر پڑھا۔
دوسرے ہی لمحے وہ آزاد تھی۔ لیکن ابھی وہ اصل بات کو پوری طرح
سمجھ نہ پائی تھی اور شاید جادو پڑھ کر صرصر کو گرفتار کر لینے کا
خیال بھی اس کے دل میں پیدا نہ ہو پایا تھا کہ صرصر نے اُسے
دیکھ لیا۔ اور دونوں عیار جیسے ہی ایک لمحے کے لیے ملکہ مہ رُخ
کی طرف متوجہ ہوئے، صرصر اکبارگی زبردست چھلانگ لگا کر قریبی
جھاڑیوں کی اوٹ میں جا پہنچی۔ اب اس کا یہاں سے رفوچکر ہو جانا

ہی اس کے حق میں بہتر تھا۔ دونوں عیار چونک کر اس جھاڑی
کی طرف لپکے۔ مگر پھر وہ اُسے ڈھونڈتے ہی رہ گئے۔ جھاڑیوں ہی
جھاڑیوں میں ہوتی ہوئی صرصر کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ تھک ہار
کر دونوں عیار مہ رُخ کے پاس واپس آئے۔

مہ رُخ کو سارا قصّہ معلوم ہوا تو بے اختیار اس کی زبان سے
نکلا "اُفّوہ! یہ صرصر تو بڑی آفت کی پرکالہ نکلی"۔

"ہاں ملکہ! آج تو اس نے ہمارے بھی کان کاٹ لیے"۔
قران نے کہا۔

"کوئی بات نہیں" عمرو نے دانت پیستے ہوئے کہا "اس کو
تگنی کا ناچ نہ نچایا تو میرا بھی نام عمرو نہیں"۔

تینوں اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے اپنے لشکر کی طرف چلے۔ زیادہ
دُور نہ گئے ہوں گے کہ راستے میں انھیں ملکہ حیرت کی فوج کا ایک
جادُوگر ملا۔ ان کی باتیں سُن کر وہ بول پڑا:

"آج اور ایسی باتوں سے اپنا دل خوش کر لو۔ کل یا تو
خاک و خُون میں لوٹتے ہوگے یا ایک دوسرے کو رو رہے
ہوگے"۔

مہ رُخ نے یہ سُن کر اُسے ڈانٹا:

"چُپ رہ مردُود۔ کیا واہیات بکتا ہے۔ خُدا کے سوا کون
ہمیں خاک و خُون میں ملا سکتا ہے"۔

جادُوگر نے جواب دیا:

"ملکہ! بُرا لگے چاہے بھلا۔ میں نے تو سچّی بات کہہ دی ہے۔
شہنشاہ افراسیاب نے ملکہ حیرت کو لکھا ہے۔ کل شہزادی موجود
یہاں پہنچ رہی ہے۔ آپ اسے خُوب جانتی ہیں۔ بھلا کیا
آپ اس سے جیت سکیں گی؟"

یہ کہہ کر اس نے اپنی راہ لی۔

شرارہ جادو

شرارہ جادو کا نام سنتے ہی ملکہ مہ رُخ کا رنگ سفید ہو گیا۔ چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ مہتر قِران نے بُغدہ نکال کر چاہا کہ پیچھے سے وار کر کے دشمن جادوگر کا کام تمام کر دے۔ مگر مہ رُخ نے اُسے روک دیا۔ مری ہوئی آواز سے بولی "اسے جانے دو۔ جو خدا کو منظور ہے وہ ہو گا۔ اس نے تو صرف خبر دی ہے۔ کاش یہ خبر غلط ہو۔"

عمرو نے مہ رُخ کو یوں پریشان دیکھا تو کہنے لگا "ملکہ! آپ شرارہ کے نام سے اتنی پریشان کیوں ہو گئیں۔ آتی ہے تو آنے دو۔ ہم نے کوئی چوڑیاں تو نہیں پہن رکھی ہیں۔"

مہ رُخ نے ٹھنڈی سانس لی اور کہا "خواجہ! آپ اُسے نہیں جانتے۔ وہ اکیلی بھی ہم سب پر بھاری ہے زبردست جادوگرنی ہے۔ وہ نہیں آ رہی، سمجھو ہماری قضا آ رہی ہے۔"

عمرو سمجھ گیا کہ شرارہ یقیناً کوئی بڑی خطرناک جادوگرنی ہے۔ جب ملکہ مہ رُخ اُس سے اتنی دہشت زدہ ہے تو دوسروں پر اس سے زیادہ ہی اثر ہو گا۔ اگر کہیں وہ یہاں پہنچ گئی تو شاید بغیر جنگ کیے ہی ہماری آدھی سے زیادہ فوج بھاگ کھڑی ہو۔ یہی کچھ سوچ کر اُس نے مہ رُخ سے کہا "آپ بالکل اداس نہ ہوں۔ خدا پر بھروسا رکھیے۔ اطمینان کے ساتھ لشکرگاہ تشریف لے جائیے۔ میں شرارہ کی فکر میں جاتا ہوں۔"

عمرو کی ان باتوں سے مہ رُخ کے دل کو بڑی ڈھارس ہوئی اور وہ اس سے رخصت ہو کر اپنی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوئی۔ عمرو نے جنگل کی راہ لی۔ اس کا خیال تھا کہ شرارہ پُل پریزادان کی طرف سے آئے گی اور سیدھے ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں آنے کی بجائے راستے میں دم لینے کے لیے کہیں نہ کہیں ضرور ٹھہرے گی۔ بس اسی موقع سے فائدہ اُٹھا کر میں اپنا کام کر جاؤں گا۔

مگر دُنیا کا ہر کام کسی آدمی کی خواہش یا اُمید کے مطابق کب ہوتا ہے۔ عمرو پُل پریزادان کے راستے میں اِدھر اُدھر بھٹکتا رہا اور شرارہ جادو اپنی ایک لاکھ فوج کے ساتھ دریائے خونِ رواں کے اُوپر سے اُڑتے ہوئے سیدھی ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں جا پہنچی۔

ملکہ حیرت کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اُس نے شرارہ جادو کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور خاطر و مُدارات کا خوب خوب اہتمام کیا۔

کچھ دیر آرام کر کے شرارہ جادو نے ملکہ حیرت کی اجازت سے

مہ رُخ کو ایک خط بھیجا۔ جس میں اُس سے اِطاعت قبول کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور اِنکار کی صُورت میں خوفناک دھمکیاں دی گئی تھیں۔ یہ خط پڑھ کر ملکہ مہ رُخ غیرت اور غُصّے سے تھرتھرا ہو گئی۔ انجام کی فکر اس کے دل سے جاتی رہی اور جوش میں آکر مرنے مارنے پر تُل گئی۔ شرارہ کو اس نے اس کا جیسا ہی سخت خط جواب میں لکھ بھیجا۔ جسے پڑھ کر شرارہ بھی آگ بھبھوکا ہو گئی۔

اُس رات دونوں لشکر اِعلان جنگ کے نقاروں سے گُونجتے رہے۔ بُزدل بھاگ جانے اور بہادر آن پر مرمٹنے کی سوچتے رہے۔

صبح ہونے پر دونوں لشکر چھاؤنیوں سے نکل کر میدان میں ایک دوسرے کے سامنے آ ڈٹے۔ ملکہ حیرت بھی اس جنگ کا تماشا دیکھنے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ ایک طرف کو آ جمی۔

مہ رُخ اور اُس کی فوج کے لوگ سمجھتے تھے کہ شرارہ پہلے دُو بدُو کی جنگ لڑ کر اپنا سکّہ جمانے کی کوشش کرے گی۔ اِسی اِنتظار میں وہ سب خاموش کھڑے رہے۔ ادھر شرارہ یہ سمجھتی تھی کہ مہ رُخ یا اس کا کوئی سردار آگے آکر جوڑ طلب کرے گا۔ لیکن جب مہ رُخ کے لشکر سے کوئی میدان میں نہ آیا تو جوش میں آکر جادُو سے اُوپر کو اُڑی اور ہوا میں ٹھہر کر ایک ناریل زور سے لشکرِ مہ رُخ کی طرف اُچھال دیا۔

نشانے پر پہنچتے ہی وہ ناریل خوفناک آواز کے ساتھ پھٹا۔

ہزاروں کالے سانپ اس میں سے نکل کر فضا میں پھیل گئے۔ ہر سانپ کے مُنہ سے زبردست شُعلے نکل نکل کر مہ رُخ کے لشکریوں کو بھسم کرنے لگے — یہ مصیبت دیکھ کر مہ رُخ اور اس کے جادُوگروں نے طلسمی بادل برسا کر ان شُعلوں کو بجھانا شروع کیا۔

اس موقع پر شرارہ نے اپنے سارے لشکر کو دشمن پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دیا۔ دونوں جانب کے بہادروں میں ہولناک لڑائی ہونے لگی۔ سپاہی سپاہی سے، جادُوگر جادُوگر سے بھڑنے لگا۔ کہیں تلواریں تلواروں سے ٹکرا رہی تھیں، کہیں ناریل اور تُرنج ایک دوسرے کو ٹکریں لگا رہے تھے۔ کہیں خُون کی ندیاں بہہ رہی تھیں، کہیں آگ کا سمندر موجیں لے رہا تھا۔ کچھ دیر یہ تماشا دیکھتے رہنے کے بعد ملکہ حیرت کو بھی جوش آگیا۔ اپنی فوج کے ساتھ نعرے لگاتی ہوئی وہ بھی مہ رُخ کے لشکر پر ٹوٹ پڑی۔ اس سے مہ رُخ اور اس کے سرداروں کا جوش و غضب اور بھڑکا۔ وہ سب سر ہتھیلی پر لے کر دشمن سے چمٹ گئے۔ بہار نے طلسمی گُلدستے پھینک پھینک ہزاروں کو دیوانہ بنایا۔ ناگن بجلی اور رعد جادُو نے کڑک کڑک کر اور گرج گرج کر صدہا دشمن جادُوگروں کو خاک و خُون میں ملایا۔ اسی طرح شکیل، فرمانیہ، کاکل کُشا اور دوسرے سرداروں نے بھی ہزاروں کا کام تمام کیا۔

یہ رنگ دیکھ کر شرارہ کا خون کھول اُٹھا۔ ایک بار وہ پھر

اُوپر کو اُڑی اور نعرہ لگا کر ایک دُوسرا ناریل لشکرِ مہ رُخ پر کھینچ
مارا۔ ناریل پھٹا اور اس میں سے بے پناہ چنگاریاں نکل کر صدہا
آتشیں چادروں میں تبدیل ہوگئیں۔ پھر جو ان آتشیں چادروں نے
لشکرِ مہ رُخ کو لپیٹ میں لے کر جھلسانا شروع کیا ہے تو
قیامت ہی مچ گئی۔

مہ رُخ اور اس کے سردار ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ان
چادروں کو بجھانے کی کوشش کرتے لیکن چند ایک کے سوا کسی کو
نہ بجھا پاتے۔ آخرکار ان کے حوصلے جواب دے گئے۔ بے مقصد
اور مُفت کی موت مرنے سے اُنھوں نے جان بچانا بہتر جانا۔
دھوئیں اور تاریکی کے بادل پیدا کرتے ہوئے اُس کی اوٹ میں
اُنھوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد ملکہ حیرت اور شرارہ جادُو نے جب وہ دھواں
اور تاریکی دُور کی تو انھیں لاشوں، گوشت کے لوتھڑوں اور خون
کے چکتوں کے سوا کوئی بھی جیتا جاگتا دشمن نظر نہ آیا۔ دونوں
نے اپنی فوجوں کو مہ رُخ کی چھاؤنی لُوٹ لینے کا حکم دیا اور
پھر فتح کے نقارے بجاتی اپنی لشکرگاہ میں واپس آگئیں جاسوسوں
کو شکست خوردہ دشمن کی تلاش میں روانہ کرکے دونوں اپنے
اپنے لشکر میں جشنِ فتح کا اہتمام کرنے لگیں۔

شرارہ نے ایک بڑے شامیانے کے نیچے محفل جمائی۔ مگر

احتیاط کے ساتھ کہ ایک تو اپنے تخت کے گرد اس نے
جادُو کا حفاظتی الاؤ جلایا دوسرے بارگاہ کے دروازے پر ایک
خبردار کرنے والا طلسمی پُتلا مقرّر کر دیا۔

عمرو کے چاروں عیّار شاگرد یعنی مہتر قِران، برق فرنگی، ضرغام
شیردل اور جانسوز بن قِران جنگ شروع ہونے سے پہلے حسب
دستور الگ الگ جنگل میں جا چھپے تھے اور وہاں سے لڑائی کا
حال دیکھ رہے تھے۔ جب مہ رُخ نے شکست کھائی تو ہر ایک
نے دشمن سے انتقام لینے کی ٹھانی۔ اپنے اپنے طور پر ہر ایک شرارہ
جادُو کے خُون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ شرارہ کی چھاؤنی میں جیسے ہی
فتح کا جشن شروع ہوا، بھیس بدل بدل کر سب اسے بھری محفل
میں ہلاک کرنے کی نیّت سے چل کھڑے ہوئے۔

سب سے پہلے قِران اس کی بارگاہ کے قریب پہنچا۔
دروازے پر کسی قسم کا کوئی پہرا نہ تھا۔ لیکن جُوں ہی اس نے
قنات کے دائرے میں قدم بڑھایا۔ اکبارگی طلسمی پُتلا للکارنے لگا:

"خبردار! عیّار قِران آتا ہے!"

محافظ قِران کی طرف لپکے مگر وہ خطرہ بھانپتے ہی اُلٹے
پیروں چھاؤنی سے باہر نکل گیا۔ کچھ دیر بعد برق فرنگی ایک
جادُوگر کے بھیس میں وہاں پہنچا۔ وہ بھی بے فکری کے ساتھ
شامیانے کی طرف بڑھا۔ فوراً ہی پُتلا چیخنے لگا: "ہوشیار!

برق فرنگی آتا ہے!"

یہ آواز سنتے ہی برق فرنگی نے بھی بھاگ جانے میں خیریت سمجھی۔ بالکل یہی حال ضرغام اور جانسوز کا بھی ہوا۔ سب اپنے مقصد میں ناکام ہو کر محض جان کی خیر مناتے بھاگے اور بڑی تلاش کے بعد ملکہ مہ رخ کے پاس پہنچے جو اپنے تباہ حال اور بچے کھچے لشکر کے ساتھ ایک پہاڑی بھول بھلیوں میں روپوش تھی۔

چاروں عیاروں نے افسوس کے ساتھ اپنی ناکامی اور بے بسی کا حال مہ رخ سے بیان کیا۔ مہ رخ ان کی باتوں سے اور بھی اداس ہوئی ــــ اتنے میں خواجہ عمرو بھی بھٹکتے بھٹکتے وہاں آ نکلے ــــ شاید انھوں نے اپنے شاگردوں کی باتیں سن لی تھیں، آتے ہی وہ ان پر بڑی طرح برس پڑے۔ اتنی لعنت ملامت کی کہ شرمندہ ہو کر چاروں پھر عیاری کرنے کے ارادے سے شرارہ کے لشکر کی طرف چل دیے۔

اتفاق سے عین اسی وقت افراسیاب نے کتاب سامری کھول کر مہ رخ کے لشکر کا حال معلوم کرنا چاہا۔ ایک ہی نظر میں اسے ساری حقیقت کا پتا چل گیا۔ اسے معلوم ہوا کہ شرارہ مہ رخ کی پناہ گاہ تلاش کرنے میں ناکام رہی ہے اور مہ رخ اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ پہاڑی بھول بھلیوں میں روپوش ہے۔ افراسیاب نے فوراً ایک خط کے ذریعے شرارہ کو مہ رخ کے ٹھکانے

سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ خط ملتے ہی مہ رخ کو جا لیے۔ دشمن کو ہرگز دم لینے کا موقع نہ دو۔

یہ حکم پاتے ہی شرارہ جادو نے جشن موقوف کر کے اپنے لشکر کو کمربندی کا حکم دیا اور تھوڑی ہی دیر بعد آندھی کی طرح جا کر اس نے اس پہاڑ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا جس میں مہ رخ چھپی ہوئی تھی۔

مہ رخ کی پناہ گاہ میں کھلبلی مچ گئی۔ مشورے کے لیے اس نے دربار طلب کیا۔ لیکن جو آیا بدحواس۔ کوئی کہتا "ایک ایک کر کے یہاں سے کہیں بھاگ چلو" کوئی رائے دیتا "باہر جا کر لڑ بھڑ کر جان دے دو۔"

یہ حال دیکھ کر عمرو نے کہا "عقل سے کام لو۔ ہاتھ پیر نہ ڈھیلے کرو۔ نہ بھاگ کر بچ نکلنے کی امید ہے نہ لڑ بھڑ کر جان دینا مناسب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ سب چل کر شرارہ کو دھوکا دو۔ ہتھیار ڈالو اور اس کی اطاعت قبول کر لو۔ یقین ہے کہ اس طرح تم سب بچ جاؤ گے۔ میں موقع کی تاک میں رہوں گا۔ انشاء اللہ اس کا خاتمہ کر کے سب کو آزاد کرا لوں گا۔"

وقت کو نازک دیکھ کر سب نے عمرو کی اس رائے کو بہتر سمجھا ــــ مہ رخ نے ساری فوج اکٹھی کی اور جلوس کی شکل میں

امان امان پکارتی پہاڑ سے باہر نکلی۔

ترکیب کارگر ہوئی۔ شرارہ نے جو دیکھا کہ مہ رُخ، بہار، [illegible] کاکُل کشا رُومالوں سے اپنے ہاتھ باندھے اور دیگر سارے سردار اور سپاہی سر جھکائے چلے آتے ہیں تو اس نے اپنے لشکر کو ان پر حملہ کرنے سے روک دیا۔ اور پھر جب مہ رُخ دوڑ کر اس کے قدموں پر جا گری تو وہ بہت خوش ہوئی اور سب کو ساتھ لے کر خوشی خوشی اپنی چھاؤنی میں آئی اور آتے ہی پھر محفل جمائی۔

تھوڑی ہی دیر بعد عمرو بھی آ پہنچا اور ہاتھ جوڑ کر اس سے کہنے لگا: "اے ملکہ شرارہ جادو! اپنی ساری زندگی میں آپ جیسا زبردست جادوگر، آپ جیسا بہادر اور آپ جیسا شریف دوسرا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ اب تک میں نے جو کچھ بھی کیا اس سے توبہ کرتا ہوں۔ سچے دل سے آپ کی غلامی اختیار کرتا ہوں۔ اب درخواست ہے کہ یا تو مجھے معاف کیجیے اور خدمت کا موقع دیجیے یا پھر اسی وقت خود اپنے ہاتھوں سے میرا قصّہ پاک کیجیے۔"

شرارہ عمرو کی یہ فرمانبرداری دیکھ کر خوشی سے پھولی نہ سمائی۔ اُس نے عمرو کا استقبال کیا، بیٹھنے کو جواہرات جڑی سونے کی کرسی دی۔ مگر احتیاط کے خیال سے اپنے گرد طلسمی الاؤ دہکا کر اس کے دائرے میں ہو رہی۔

عمرو اکبارگی مُنہ بناتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا اور روہانسے لہجے میں بولا: "بس ملکہ! مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ مجھ پر کتنا اعتماد کرتی ہیں۔ اگر معلوم ہوتا کہ آپ مجھ سے اتنی بدگمان رہیں گی تو ہرگز یہاں نہ آتا۔ سلام لیجیے۔ میں چلا۔" یہ کہہ عمرو اُٹھ کر جانے لگا۔

شرارہ نے عمرو کو ناراض ہوتا دیکھ کر سوچا کہ اتنی سی بات پر اگر یہ عیّار ہاتھ سے جاتا رہا تو افراسیاب سخت ناراض ہوگا۔ سحر پڑھ کر اس نے حفاظتی الاؤ غائب کیا اور عمرو کو مناتے ہوئے بولی: "خواجہ جی! لو میں نے الاؤ ختم کر دیا۔ یہ تو محض مذاق تھا۔ بُرا مان گئے۔ آؤ بیٹھو۔ کچھ راگ رنگ کا کمال دکھاؤ۔"

عمرو تو دل سے یہی چاہتا تھا۔ تھوڑے سے نخرے بگھارنے کے بعد پلٹ آیا، بیٹھ کر پیروں میں گھنگھرو باندھے عورت جیسی شکل بنائی اور بڑے فخر سے کہنے لگا: "ملکہ صاحبہ! آج وہ گانا سناؤں گا کہ رُوح جھومنے لگے۔ ایسا ناچ دکھاؤں گا کہ ہر ایک کا دِل ڈولنے لگے۔"

یہ کہہ کر عمرو نے ناچ گانا شروع کر دیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ شربت میں بے ہوشی ملا کر شرارہ اور اس کے سرداروں کو پلا دوں گا اور اس طرح انھیں قتل کرکے اپنے آدمیوں کو چھڑا لوں گا اور وہ اپنے اِس اِرادے میں کامیاب ہو جاتا۔ لیکن اس کی بدقسمتی کہ افراسیاب نے عین اسی وقت کتاب

سامری سے عمرو کا حال دریافت کیا۔ اور یوں عمرو کا منصوبہ
اس پر ظاہر ہو گیا۔ اس نے یہ ساری بات ایک خط میں
کی اور ایک طلسمی پتلے کو دے کر اشارہ کیا کہ یہ خط شرارہ
کو جا پہنچائے۔

عمرو نے اپنے ناچ گانے کا رنگ جمانے کے بعد شربت پلانے
کا ارادہ ہی کیا تھا کہ افراسیاب کے پتلے نے خط لا کر شرارہ کے
حوالے کیا۔ شرارہ خط پڑھ کر غصے سے بھڑک اٹھی۔ عمرو سمجھ گیا
کہ اس کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔ روپوش ہونے کے لیے وہ
عیاری کی چادر زنبیل سے نکالنے ہی والا تھا کہ شرارہ نے بجری
کرتالی بجائی۔ آناً فاناً طلسمی زنجیریں پیدا ہوئیں اور دیکھتے ہی
دیکھتے انھوں نے عمرو، مہ رخ اور اس کے سارے لشکر کو اپنی
گرفت میں جکڑ لیا۔ مہ رخ اور اس کے جادوگروں نے بہت
منتر پڑھے مگر طلسمی زنجیر کو دفع کرنے میں ناکام رہے۔ شرارہ
نے ان کی بے بسی پر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور عمرو اور
مہ رخ کو مخاطب کر کے بولی:

"اگر شہنشاہ خبر نہ دیتے تو میں سچ مچ تمہارے جھانسے میں
آ جاتی۔ مگر اب اطمینان رکھو۔ ایسی غلطی دوبارہ نہ ہوگی۔ عنقریب
غداری کے علاوہ تمھیں اس مکاری کی بھی پوری پوری سزا ملے گی۔"

اتفاق کی بات، جس وقت مہ رخ نے عمرو کے مشورے

لشکر سمیت خود کو شرارہ کے سامنے گرفتاری کے لیے پیش کیا تھا
اس وقت ایک جادوگر سردار اس کے فیصلے کے خلاف پہاڑی
بھول بھلیوں میں چھپ کر بیٹھ رہا تھا۔ پھر جب شرارہ سب کو
ساتھ لے کر اپنی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گئی تھی تو وہ
بھی پہاڑ سے نکل کر جنگل میں ان عیاروں کو تلاش کرنے لگا
تھا جو شرارہ کے محاصرے سے پہلے عمرو کے شرم دلانے پر
دشمن کی فکر میں جا چکے تھے اور اس طرح گرفتاری سے بچ
رہے تھے۔ عیاروں نے ابھی آدھا راستہ نہ طے کیا تھا کہ انھوں
نے شرارہ کے لشکر کو تیزی کے ساتھ مہ رخ کی پناہ گاہ کی طرف
دھاوا کرتے دیکھا۔ خطرہ محسوس کر کے حسب عادت وہ سب ایک
دوسرے سے جدا ہو کر حالات کی سن گن لینے لگے۔ کافی دیر
بعد انھیں شرارہ اور اس کی فوج شادیانے بجاتی اپنی چھاؤنی
کی طرف جاتے دکھائی دی۔ مہ رخ اور اس کا سارا لشکر بھی
ان کے ساتھ تھا۔ کسی کو ہتھکڑی بیڑی نہ لگی تھی مگر انھیں خالی
ہاتھ دیکھ کر عیاروں کو اندازہ ہو گیا کہ انھوں نے ہتھیار ڈال دیے
ہیں۔ وہ اپنی اپنی جگہ معاملے کی تہ کو پہنچنے اور اپنے لشکر کو
چھڑانے کی فکر کرنے لگے۔

اسی موقع پر مہتر قران کی اپنے جادوگر سردار سے مڈبھیڑ
ہو گئی۔ دونوں آپس میں صلاح کر کے اور بھیس بدل کر شرارہ

کی محفل میں جا پہنچے۔ یہ اس وقت وہاں پہنچے جب عمرو نے
ناچ گانا شروع کر دیا تھا۔ مہتر قیران سمجھ گیا کہ اب اُستاد کمال
دکھانے والے ہیں۔ وہ اپنی جگہ چوکس ہو کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن
جب افراسیاب کے پُتلے نے آ کر شرارہ کو خط دیا اور اس نے
عمرو سمیت سارے باغیوں کو طلسمی زنجیروں میں جکڑ دیا تو مہتر
قیران اپنے ساتھی جادوگر کو ساتھ لے کر وہاں سے نکل گیا۔
دُور جنگل میں ایک جگہ رُک کر اس نے جلدی جلدی افراسیاب
کا بہروپ بھرا اور ساتھی جادوگر سے بولا: "جلدی سے ایک طلسمی
اُڑن تخت پیدا کرو۔ اور بالکل اُسی شان و شوکت سے اُڑاتے
ہوئے شرارہ کی چھاؤنی کی طرف چلو جیسے کہ افراسیاب آیا کرتا ہے۔"

جادوگر سردار نے حکم کی تعمیل کی، اپنا بھیس مثل افراسیاب
کے خادموں کا بنایا، تخت پیدا کیا، قیران کو اس پر بٹھایا۔ اور
پھر تخت کو اُڑاتا، آسمان پر آگ پتھر برساتا، آندھی اور طوفان
اُٹھاتا شرارہ کی چھاؤنی کی طرف چلا۔

دُور ہی سے شرارہ نے یہ آثار دیکھے تو لپک کر چھاؤنی سے
باہر آئی۔ جیسے ہی اُسے افراسیاب کی جھلک دکھائی دی اِستقبال
کے لیے دوڑ پڑی۔

نقلی افراسیاب کا تخت زمین پر اُترا تو شرارہ نے بڑھ کر
اس کے پائے کو بوسہ دیا اور ہاتھ جوڑ کر بولی: "ابھی ابھی حضور

کا خط ملا تھا۔ میں نے سارے غداروں کو طلسمی زنجیروں میں
قید کر دیا ہے۔"

"ہاں۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔ ہم تمہیں مبارکباد اور قیدیوں
کو سزا دینے آئے ہیں۔ شاباش! تم نے ما بدولت کو خوش کر
دیا ہے۔ ادب سے سر جھکا کر بیٹھ جاؤ۔ ما بدولت اپنے ہاتھ
سے تمہیں ہار پہنائیں گے۔"

شہنشاہ کا یہ غیر معمولی کرم دیکھ کر شرارہ کے ہاتھ پاؤں
خوشی سے پھول گئے۔ دو زانو ہو کر اور سر جھکا کر وہ تخت کے
آگے بیٹھ گئی۔ نقلی افراسیاب یعنی مہتر قیران ایک ہاتھ میں موتیوں
کا ہار لے کر شرارہ کے قریب آیا۔ سامنے کچھ فاصلے پر شرارہ
کے فوجی سردار اور جادوگر ہاتھ باندھے اور سر جھکائے کھڑے تھے۔
سب دل ہی دل میں شرارہ کی خوش قسمتی پر رشک کر رہے
تھے۔ شرارہ کے سر پہ کھڑے ہو کر مہتر قیران نے ہار والا ہاتھ اُوپر
اُٹھایا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے دوسرے ہاتھ سے کپڑوں میں چھپا
ہوا اپنا مشہور بُغدہ نکالا اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر پوری قوت
سے شرارہ کی گردن پر دے مارا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شرارہ کا سر
اُچھل کر ایک طرف گرا۔ دوسری طرف اس کی لاش تڑپنے لگی۔
اِدھر زمین پر اس کے خون کے پرنالے بہے اُدھر تاریکی چھا گئی۔
آندھی چلنے لگی، چیخ پکار سے زمین کانپنے لگی۔ کچھ دیر بعد سناٹا

ہوگیا اور یہ آواز آئی "آہ! مجھے شہنشاہ کے بھیس میں ہلاک کر دیا۔ میرا نام شرارہ جادو تھا"

یہ آواز سنتے ہی شرارہ جادو کی فوج کے حواس جاتے رہے۔ کہاں وہ شہنشاہ افراسیاب کو اُسے ہار پہناتے دیکھ رہے تھے۔ کہاں اچانک اِس کی موت کا اِعلان ہو رہا تھا۔

عمرو، مہ رُخ اور ان کے سارے لشکریوں کی طلسمی زنجیریں از خود غائب ہو چکی تھیں۔ اُنھوں نے شرارہ کی فوج کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ سب للکارتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ آنِ واحد میں شرارہ کے ہزاروں سپاہی اور جادوگر خاک و خون میں لوٹنے لگے۔ باقی ماندہ لشکر نے اپنے آپ پر قابو پا کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس عرصے میں مہ رُخ کے جادوگروں اور سپاہیوں نے دشمن کے مقتول جادوگروں اور سپاہیوں کے سامانِ جنگ سے خود کو اچھی طرح لیس کر لیا تھا۔ چاروں طرف پھیل کر انھوں نے مُقابلہ کرنے والوں پر آگ، پتھر اور تیر تلواروں کی بارش برسانی شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر میں جگہ جگہ دشمن کی لاشوں کے انبار لگ گئے۔ زمین ان کے خون سے لال ہوگئی۔ کوئی مقابلہ کرنے والا زندہ سلامت نہ بچا۔ گنتی کے چند سپاہی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو سکے۔ دشمن کی چھاؤنی کو خوب جی بھر کے لوٹا گیا۔ کام کی معمولی چیز بھی نہ چھوڑی

گئی۔ عمرو اور اس کے شاگرد عیاروں نے بڑھ بڑھ کے ہاتھ مارے۔ جب کوئی چیز لوٹنے کے قابل نہ رہ گئی تو مہ رُخ نے سب کو واپسی کا حکم دیا۔ فتح کے نعرے لگاتے، شادیانے بجاتے وہ پُرانے ٹھکانے پر پہنچے۔ جلدی جلدی خیمے اور شامیانے لگائے اور پھر جشن منانے کی تیاری کرنے لگے۔

دشمن کے وہ چند سپاہی جو ان کے ہاتھوں بچ نکلے تھے انھوں نے ملکہ حیرت کی لشکر گاہ میں پہنچ کر ہی دم لیا۔ راستے میں کہیں بھی پلٹ کر پیچھے نہ دیکھا۔ حیرت کو ان کی زبانی شرارہ اور اس کے لشکر کی تباہی کا حال معلوم ہوا تو اس نے سر پیٹ لیا۔ سمجھ گئی کہ باغیوں اور ان کے سرپرست عیاروں سے نپٹنا ایسے ویسے کا کام نہیں۔ اُس نے سرداروں کو طلب کر کے چھاؤنی کی حفاظت کرنے کی ہدایتیں دیں اور خود جادو کے مور پر سوار ہو کر مشورہ کرنے افراسیاب کی جانب روانہ ہوگئی۔

شکل کش جادو

افراسیاب باغِ سیب میں ایک حوض کے کنارے بیٹھا جشن منا رہا تھا۔ یہ بات اُسے معلوم ہو چکی تھی کہ اس کا خط پڑھتے ہی شرارہ جادو نے عمرو اور مہ رُخ وغیرہ سب کو طلسمی زنجیروں میں جکڑ دیا تھا۔ اُسے اب دشمنوں یا باغیوں کی کوئی فکر نہ رہی تھی اس نے طے کر لیا تھا کل شرارہ کو حکم دوں گا کہ سارے قیدیوں کو اسی حالت میں طلسم کے خاص خاص شہروں میں پھرا کر رسوا کرے اور پھر ملکہ حیرت جہاں اور جس طرح کہے انھیں ہلاک کر دیا جائے۔

عمرو کے شاگرد عیاروں کے بارے میں نہ اُسے یہ بات معلوم تھی کہ وہ گرفتار ہونے سے بچ گئے ہیں نہ اُسے ان کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کا خیال ہوا۔ اس کے نزدیک سارے دشمن گرفتار ہو چکے تھے اور کوئی بھی ایسا اہم شخص باقی نہ رہا تھا جو انھیں چھڑا سکتا یا جس سے ایسا اندیشہ ہو سکتا۔ اسی خوشی

میں وہ آج پوری بے فکری کے ساتھ ناچ گانے سے لطف اٹھا رہا تھا۔

اس حالت میں ایکبارگی جو ملکہ حیرت اُسے جادوئی مور پر سوار آسمان سے اُترتی نظر آئی تو اس کا دل اور بھی باغ باغ ہو گیا۔ وہ سمجھا کہ ملکہ شاید دشمن قیدیوں کے بارے میں صلاح مشورے کرنے آئی ہے۔ یا ممکن ہے اپنی بہن بہار جادو کی رہائی کے لیے سفارش کرنا چاہتی ہو لیکن جب ملکہ حیرت طاؤس سے اُتر کر اس کے قریب آئی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ فتح کی خوشی کی بجائے ملکہ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔

ملکہ حیرت نے آتے ہی دشمن کی رہائی اور شرارہ کی مع لشکر تباہی کا سارا واقعہ فرفر بیان کر دیا۔ افراسیاب کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ لیکن جلد ہی خود پر قابو پاکر لاپروائی ظاہر کرتے ہوئے کہنے لگا "ملکہ! اتنی سی بات سے پریشان نہ ہو۔ شرارہ جیسی لاکھوں کنیزیں اور اس جیسے ہزاروں لشکر تم پر قربان ہیں۔ مجھے عمرو کے شاگردوں کا خیال ہی نہ رہا۔ خیر، پروا نہ کرو۔ ناچ رنگ سے دل بہلاؤ۔ کل کسی ایسے جادوگر کو بھیجوں گا جو ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑے گا۔"

ملکہ حیرت نے اس کی ان باتوں کا کوئی اثر نہ لیا۔ کچھ دیر خاموشی سے سوچتی رہی پھر فکرمند لہجے میں کہنے لگی "میرے آقا!

معاملہ اتنا آسان نہیں جتنا ہم اب تک سمجھتے آئے ہیں۔ حضور
کی شان اور طلسم ہوشربا کی آن ہمارے ایمان کی جان ہے۔
اگر اس میں کچھ فتور پڑ گیا۔ باغیوں کا فساد حد سے بڑھ گیا تو
کہیں ایسا نہ ہو ہمیں خداوند سامری کے پوتے داؤد جادو کے
سامنے شرمندگی اُٹھانی پڑے۔ بات بگڑی تو وہ ضرور کہیں گے کہ
مجھے کیوں نہ خبر کی۔ اب بہتر یہ ہے کہ انھیں سارا حال لکھ بھیجیے اور
عرض کیجیے کہ اگر مناسب خیال کریں تو اس فتنے کو ختم کرنے کا
خود ہی کوئی انتظام کریں۔"

افراسیاب نے بڑی توجّہ کے ساتھ ملکہ کی بات سُنی۔ اس کے
بعد بولا: "ملکہ! اچھا کیا تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔ اب
میں ضرور حالات کے تقاضے کے مُطابق کارروائی کروں گا۔ لیکن
خُداوند کے پوتے داؤد جادو ایسے نہیں کہ میں انھیں خط لکھوں۔
ان کا مرتبہ اتنا اعلیٰ ہے کہ اگر میں خود جاؤں، ہفتوں در پر
پڑا رہوں تب بھی شاید اُن تک رسائی نہ پاؤں۔ ایسا کرتا
ہوں کہ ان کی بجائے اِن کے بھائی مُصوّر جادو کو لکھتا ہوں۔
وہ ضرور میرے خط پر توجّہ دیں گے۔"

ملکہ حیرت نے افراسیاب کی اس تجویز سے اِتفاق کیا۔

افراسیاب نے ایک خط اپنے ہاتھ سے مصوّر جادو کے نام لکھا۔
اس میں کُل حالات شروع سے اب تک کے تحریر کیے۔ باغیوں

اور جادوؤں کی لڑائیاں اور مکاریاں تفصیل سے بیان کیں اور
آخر میں مدد کرنے کی درخواست کی۔

یہ خط افراسیاب نے اپنے ایک سردار کے حوالے کیا اور
بہت کچھ تحفے اور نذرانے ساتھ کرکے اُسے مُصوّر جادو کی
خدمت میں روانہ کیا۔

افراسیاب کا یہ خط پڑھ کر مُصوّر جادو کو اس پر بڑا ترس
آیا۔ اس نے اپنی فوج کو تیار ہونے کا حکم دے دیا اور اعلان
کیا کہ میں افراسیاب کی مدد کو جاؤں گا۔

مُصوّر جادو کے بیٹے تشکل کُش جادو نے جو یہ اعلان سنا
تو بھاگا ہوا باپ کے پاس آیا اور بڑی خوشامد کے ساتھ کہنے
لگا: "ابا حضور! چند معمولی باغیوں کے مقابلے میں آپ کا جانا
آپ کی شان کے خلاف ہے۔ یہ بندہ بھی ہر ہُنر میں طاق ہے۔
موقع عنایت کیجیے کہ اس مُہم پر میں جاؤں اور افراسیاب کی فکر
دُور کرکے اُسے اپنا احسان مند بناؤں۔"

مُصوّر نے پہلے تو بیٹے کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہا۔
مگر جب اس نے زیادہ اِصرار کیا تو وہ مان گیا۔ اجازت حاصل
کر لینے کے بعد تشکل کُش اپنی فوج لے کر بڑی دھوم دھام کے
ساتھ مہ رُخ کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ ملکہ حیرت افراسیاب
سے رخصت ہو کر اپنی چھاؤنی میں پہنچ چکی تھی۔ تشکل کُش وہاں

پہنچا تو ملکہ حیرت نے اس کا زبردست اِستقبال کیا۔ دُور دُور
تک خبر مشہور ہوگئی کہ خداوندِ سامری کا پڑپوتا شکل کش جادُو گر
حیرت کی مدد کو آپہنچا ہے۔ ملکہ مہ رُخ کے لشکر میں یہ خبر
پہنچی تو اس کے سرداروں میں کھلبلی مچ گئی۔ مگر مہ رُخ نے
یہ کہہ کر ان کا دل بڑھایا "اگر خود مصوّرِ جادُو مقابلے کے
لیے آتا تو پریشان ہونا جائز تھا۔ اِس چھوکرے سے کیا ڈرنا
خاندانی غرور کے علاوہ اس نے سیکھا ہی کیا ہے۔ تم میں سے
کتنے ہی اس سے زیادہ جادُو جانتے ہیں۔"

دُوسرے دن شکل کش بڑے فخر و غرور کے ساتھ اپنا جادُوئی
اژدہا دوڑاتا ہوا میدانِ جنگ میں آیا اور مہ رُخ کے لشکر کی
طرف مُنہ کرکے کہنے لگا "اے نمک حرامو! تمھارے دن پُورے
ہوگئے۔ جو نہیں جانتا جان لے، جو نہیں پہچانتا پہچان لے۔ میرا
نام شکل کش جادُو ہے۔ پڑپوتا خداوندِ سامری کا ہوں۔ جسے
اپنی زندگی پیاری ہو، سر جھکائے ہاتھ باندھے میرے پاس آئے۔
معافی طلب کرے۔ جسے سرکشی پر ناز ہو مرنے کے لیے تیار ہو
جائے اور حوصلہ ہو تو میرے مقابلے کو آئے۔"

اس کی یہ ڈینگ سُن کر مہ رُخ کے لشکر میں سنّاٹا چھا
گیا۔ کسی سردار کو اس کے مقابلے پر جانے کا حوصلہ نہ ہوا۔
یہ رنگ دیکھ کر ملکہ مہ رُخ کو غیرت آئی۔ تخت اڑا کر اس

کے سامنے آئی اور کہنے لگی:

"اے چھوکرے! مجھے تیری جوانی پر رحم آتا ہے۔ خیریت
چاہتا ہے تو اپنے باپ کے پاس واپس چلا جا۔ یہاں تیرے
جیسے کتنے ہی ہمارے مقابلے پر آکر فنا ہو چکے ہیں اور اپنے
پیاروں کو رُلا چکے ہیں۔"

مہ رُخ کی یہ باتیں سُن کر شکل کش غصّے سے آگ بھبھوکا
ہوگیا۔ واپس جانے کی بجائے اس نے ایک جادُوئی ناریل
مہ رُخ پر کھینچ مارا۔ ناریل پھٹنے سے پہلے ہی مہ رُخ نے منتر
پڑھ کر اسے ناکارہ بنا دیا۔ شکل کش کا غصّہ اور بھڑک اُٹھا۔
دونوں کے درمیان نارنج ترنج کا وار چلنے لگا۔

جب یہ عام جادُوئی ہتھیار شکل کش کے کام نہ آئے تو
جھنجلا کر اس نے جھولی میں ہاتھ ڈالا۔ مہ رُخ کی شکل کی
پتلی نکال کر اور خاص منتر پڑھ کر اُسے مہ رُخ کی طرف اُچھالا
اور کہا: "اے شمامہ! بحکمِ سامری مہ رُخ کو پکڑ لا۔"

مہ رُخ اس حربے کے لیے پہلے ہی سے تیار تھی۔ پتلی کے
قریب آتے ہی اس نے توڑ کا منتر پڑھ کر پتلی کو اُٹھا لیا
اور اس کا سر نوچ کر پھینکتے ہوئے بولی: "اب تو یہ پتلی
سے پتلا ہوگیا۔ ہاتھ پیر بالکل شکل کش جادُو جیسے ہیں مگر
سر کو کیا ہوا؟"

یہ الفاظ اس نے اتنی تاثیر سے کہے کہ آناً فاناً پُتلے پر چہرہ پیدا ہوگیا۔ صورت بالکل شکل کش جیسی ہوگئی۔ اس پر... نے اُسے شکل کش کی طرف اُچھالتے ہوئے کہا "اے شماہ... سامری کے حکم سے اس چھوکرے شکل کش کو پکڑ لا۔"

شکل کش آخر کو سامری پڑپوتا تھا۔ جیسے ہی پُتلا اس پر... ہوا، منتر پڑھ کر اُس نے اُسے سُن کر دیا اور اُٹھا کر جھولی میں لیا۔ اب مہ رُخ کی باری تھی اُس نے پے در پے جادُو کے شکل کش پر کرنا شروع کر دیے۔

شکل کش کو یقین ہوگیا کہ اپنے باپ سے ورثے میں پائے ہوئے خاص حربے کے علاوہ وہ کسی اور ترکیب سے مہ رُخ کو زیر کرسکے گا۔ مہ رُخ کے حملوں کے توڑ کا منتر پڑھتے ہوئے ا... جھولی میں سے کاغذ اور قلم نکالا اور مہ رُخ کی تصویر بنانے لگ...

یہ رنگ دیکھ کر مہ رُخ کا مُنھ فق ہوگیا۔ اُسے اپنی گرفتا... یا موت سامنے دکھائی دینے لگی۔ مہ رُخ کی فوج کے سردار ب... بے چین اور پریشان دکھائی دینے لگے۔

مہ رُخ کے سرداروں کی صف میں ناگن بجلی اپنے بیٹے رعد جادُو کے ساتھ کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ اُس سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا "رعد! یہ تو بُرا ہوا۔ اگر شکل کش نے ملکہ مہ رُخ کی تصویر مکمل کرلی تو پھر وہ نہ بچ...

...سکے گی۔ غیرت کی وجہ سے وہ بھاگنے سے گریز کر رہی ہے۔ لیکن ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔"

رعد جادُو نے کہا: "آپ ٹھیک کہتی ہیں امّی جان! لیکن سامنے سے ہمارا کوئی بھی آدمی بڑھا تو وہ ہوشیار ہو جائے گا۔ بس ایک ہی ترکیب ہے۔ میں زمین میں ڈُوب کر اس کے پیچھے جا نکلتا ہوں اور نعرہ لگاتا ہوں۔ اگر وہ میرے نعرے سے بے ہوش ہو جائے تو جیسا آپ چاہیں ویسا کریں۔ ناکام رہوں تو پھر آپ ملکہ مہ رُخ کو اس کے سامنے سے ہٹا لینا۔ میری فکر نہ کرنا۔"

ناگن بجلی نے سر کے اشارے سے رعد جادُو کی بات کی تائید کی۔ وہ کھسک کر ماں کے پیچھے آیا اور اس کی اوٹ میں ہو کر خاموشی کے ساتھ زمین میں ڈُوب کر غائب ہوگیا۔

مہ رُخ گھبرا گھبرا کر شکل کش پر جادُو کے وار کر رہی تھی۔ مگر شکل کش اس کا توڑ کرتے ہوئے برابر اس کی تصویر بنائے جا رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں اور چہرے کا خاکہ تیار ہو چکا تھا۔ فقط ناک نقشہ بنانا باقی رہ گیا تھا۔ اِس مرحلے پر شکل کش نے فاتحانہ مُسکراہٹ کے ساتھ مہ رُخ کے چہرے پر ایک بھرپور نگاہ ڈالی اور خاکے کے اندر شاید مُنھ بنانے کے لیے قلم رکھا۔ لیکن اسی لمحے رعد جادُو اس کی پُشت کی جانب زمین سے

اُوپر آ چکا تھا اور قبل اس کے کہ شکل کُش ہوشیار ہوتا
اُس کے مُحافِظ اُسے بچانے کے لیے پہنچتے رعد جادُو نے پُوری
قوّت سے چنگھاڑ کر نعرہ لگایا۔

اس کے نعرے کی خوفناک آواز سے بہادُر سپاہیوں اور
عام جادُوگروں کی کھوپڑیاں پھٹ جایا کرتی تھیں۔ شکل کُش معمولی
جادُوگر نہ تھا۔ پھر بھی اس آواز کی طاقت سے اس کے جسم کا
انگ انگ اس بُری طرح جھنجھنا اُٹھا کہ قلم اور کاغذ اس کے
ہاتھوں سے نیچے گر پڑے۔ مہ رُخ کی تصویر نامکمل رہ گئی اور
جیسے ہی وہ انھیں اٹھانے کے لیے نیچے کو جھکا چکرا کر بے ہوش
ہو گیا۔ شکل کُش کے مُحافِظ جادُوگروں اور سرداروں نے یہ
نقشہ دیکھا تو دیوانہ وار رعد جادُو کو پکڑنے اور شکل کُش کو
بچانے کے لیے دوڑ پڑے۔

رعد جادُو فوراً ہی زمین میں ڈُوب کر غائب ہو گیا۔ ناگن بجلی
اپنی جگہ تیار کھڑی تھی۔ اُدھر شکل کُش بے ہوش ہو کر گرا، اِدھر
وہ زمین پر لوٹ پوٹ کر چمچماتی، بل کھاتی بجلی کی لہر بن کر
آسمان پر اُڑی اور تڑاق سے شکل کُش پر گری اور اِس کے
جسم کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی زمین میں اُترتی چلی گئی۔

پلک جھپکتے ہی ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ آگ اور پتھر برسنے
لگے۔ رونے کی آوازوں سے میدان گُونجنے لگا۔ آندھی اور طوفان

کے جھکڑ چلنے لگے۔ کچھ دیر بعد سنّاٹا ہو گیا اور آواز آئی "افسوس!
نوجوانی میں جان سے گیا۔ میرا نام شکل کُش جادُو تھا۔"
اس آواز کے بعد ہی تاریکی دُور ہو گئی۔ لیکن پھر جو دونوں
لشکروں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی ہے۔ اور تیر تلواروں
پتھروں، انگاروں اور شعلوں کی جو برساتیں ہوئی ہیں، ان کی
دہشت سے سُورج کا چہرہ بھی زرد ہو گیا۔

آخر کار مہ رُخ کو فتح حاصل ہوئی۔ دشمن کی چھاؤنی کو
لُوٹ کر شادیانے بجاتی وہ اپنی لشکرگاہ میں واپس آئی۔

نقلی سردار

شکل کُش جادُو کی موت سے ملکہ حیرت جادُو کے دل کو سخت دھکّا لگا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ شکل کُش پہلے ہی معرکے میں جان کھو بیٹھے گا۔ رہ رہ کر اس کے دل میں بس یہی خیال پیدا ہو رہا تھا کہ کاش ہم مُصوّر جادُو سے مدد نہ مانگتے۔ کاش شکل کُش یہاں نہ آتا۔

آخرکار اس نے ایک صندلی تابُوت میں شکل کُش کی لاش رکھوائی اور باغ سیب میں شہنشاہ افراسیاب کی خدمت میں جا پہنچی ۔ افراسیاب نے شکل کُش کا تابوت دیکھتے ہی سر پیٹ لیا اور بڑے رنج کے ساتھ کہنے لگا:

"افسوس صد افسوس! مُرشد زادے (مُصوّر جادو) کا یہ ایک ہی فرزند تھا۔ اگر معلوم ہوتا کہ یہ انجام ہوگا تو ہرگز اسے جنگ کے لیے نہ جانے دیتا۔ نہ جانے مُرشد زادے کا کیا حال ہوگا۔"

کچھ دیر اور اسی طرح رنج و ملال ظاہر کرنے کے بعد افراسیاب نے ملکہ حیرت سے شکل کُش کی جنگ کی تفصیل پوچھی۔ جب اُسے پتا چلا کہ اس کی ہلاکت کا ذمّہ دار رعد جادُو ہے تو اس نے صرصر کو مخاطب کرکے کہا۔ "اس واقعے نے ہمیں مُصوّر جادُو کے سامنے سخت شرمندہ کیا ہے۔ اب تھوڑی بہت بات صرف اس طرح بن سکتی ہے کہ رعد جادُو کو پکڑ کر مُصوّر جادُو کی خدمت میں پیش کر دیا جائے تاکہ وہ انتقام لے کر اپنا کلیجا ٹھنڈا کر سکیں۔ یہ کام تیرے حوالے ہے۔ جس طرح بھی بن پڑے اس مُوذی کو اُٹھا کے لے آ۔"

صرصر نے سر جُھکا کر ادب سے وعدہ کیا اور افراسیاب کے اشارے پر ایک جادُوگر نے اُسے اُڑن تخت پر بٹھا کر مہ رُخ کے لشکر کے قریب پہنچا دیا۔ کچھ وقت افراسیاب کے ساتھ رہنے کے بعد ملکہ حیرت بھی اپنی چھاؤنی میں واپس جا پہنچی۔

اُدھر صرصر مہ رُخ کے ہرکارے کے بھیس میں اس کی چھاؤنی میں داخل ہوگئی۔ اور ہر طرف گھوم پھر کر رعد جادُو کو تلاش کرنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نے رعد جادُو اور اس کی ماں ناگن بجلی کے خیموں کا پتا چلا لیا۔ مگر ماں بیٹے دونوں اس وقت ملکہ مہ رُخ کے دربار میں تھے۔

ایک کونے میں چھُپ کر صرصر نے جلدی جلدی رعد جادُو کی ایک کنیز کا بہروپ بھرا اور ہاتھ میں مورچھل لیے دربار میں جا

پہنچی۔ وہاں ایک دوسری کنیز رعد جادو کے سر پر مورچھل جھل رہی تھی۔ صرصر نے اُسے اشارے سے باہر بلایا۔ کنیز اُسے اپنی سہیلی سمجھتے ہوئے بے دھڑک چلی آئی۔

صرصر نے رازداری کے ساتھ اس سے کہا "بڑی مصیبتیں سہہ کر کوئی تم سے ملنے آیا ہے۔ چھاؤنی کے باہر چھوٹے ٹیلے کے نیچے جھاڑیوں میں چھپا بیٹھا ہے۔ جانا چاہو تو میں تمہاری جگہ کام سنبھالنے کو حاضر ہوں۔"

اس کنیز کا بھائی ملکہ حیرت کی فوج میں تھا۔ وہ سمجھی کہ وہی آیا ہوگا۔ مدت سے دونوں نے ایک دوسرے کو نہ دیکھا تھا۔ کنیز بھائی کے لیے تڑپ گئی اور صرصر کا شکریہ ادا کر کے اس کے بتائے ہوئے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گئی۔

صرصر نے دھیمی خوشبو اور دیر میں اثر کرنے والا "بے ہوشی" کا عطر اپنے مورچھل پر چھڑکا اور رعد جادو کے پیچھے کھڑے ہو کر مورچھل جھلنے لگی۔ بے ہوشی کے عطر کی خوشبو آہستہ آہستہ رعد جادو اور اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے سرداروں پر اثر کرنے لگی۔

آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی آنکھیں بھاری ہونے لگیں تو صرصر نے مورچھل کی حرکت اور تیز کر دی۔ اسی موقعے پر اچانک خواجہ عمرو کی نگاہ اس سے ٹکرا گئی۔ اس کے مورچھل

نے کی حرکت انہیں کچھ عجیب سی محسوس ہوئی تھی۔ اتفاقاً انہوں نے اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگوں کو بھی سرسری نظر سے دیکھا۔ سبھی اونگھتے نظر آئے۔ اب ان کا ماتھا ٹھنکا۔ انہوں نے بڑے غور سے مورچھل جھلنے والی کنیز کو دیکھا۔

"ارے! یہ تو کچھ ہی دیر پہلے باہر سے آئی تھی" عمرو کو یاد آیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ صرصر ہے — اس نے اُسے پکڑ لینے کا فیصلہ کیا مگر اس طرح اپنی جگہ سے اٹھا جیسے باہر جا رہا ہو — صرصر اپنے شکار کی طرف متوجہ تھی۔ عمرو اُسے دھوکا دینے کے لیے دروازے کی طرف گیا مگر پھر ایک ستون کی اوٹ سے پلٹ کر ہوشیاری کے ساتھ صرصر کی طرف بڑھنے لگا۔ دم بہ دم وہ اس کے قریب پہنچتا جا رہا تھا۔ اچانک صرصر کی نگاہ عمرو کی کرسی پر پڑی۔ چند لمحے پہلے اس نے عمرو کو اس پر بیٹھا پایا تھا مگر اب وہ خالی تھی۔ اکبارگی وہ چونک اٹھی اور گھبرا کر ادھر اُدھر نگاہ دوڑانے لگی۔ اسی موقع پر اس نے ایک پہلو سے دبے پاؤں عمرو کو اپنی طرف لپکتا دیکھ لیا۔

وہ سمجھ گئی کہ عمرو پکڑنے کو آتا ہے۔ فاصلہ بہت کم رہ گیا تھا۔ اس نے تاک کر مورچھل عمرو کے منہ پر کھینچ مارا۔ عمرو فوراً ڈبکی لگا گیا۔ صرصر بھاگ کھڑی ہوئی۔ عمرو اس کے پیچھے دوڑا مگر وہ چھلانگ لگا کر اور قنات چاک کر کے غائب ہو گئی۔

ملکہ مہ رُخ نے حیران ہو کر عمرو سے پوچھا "خواجہ! یہ کون بدتمیز تھی؟ کس کی کنیز تھی؟ آپ سے اور اتنی گستاخی!"

عمرو نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا "ملکہ! یہ کنیز نہیں عیارہ صرصر تھی۔ ہوشیار رہیے۔ مجھے اس کے ارادے خطرناک نظر آتے ہیں اگر میں نہ پہچان لیتا تو کم بخت رعد جادو سمیت بیس پچیس سرداروں کو تو بے ہوش کر ہی چکی تھی۔ پھر خدا جانے کس کو قتل کرتی اور کس کو پکڑ لے جاتی۔"

اس رات ہر سردار کے خیمے کے اندر اور پوری چھاؤنی کی حدود میں زبردست حفاظتی انتظامات کیے گئے۔ جگہ جگہ چوکیاں بٹھا دی گئیں اور گلی گلی میں گشتی دستے چکر لگانے لگے۔ لشکر گاہ کے ہر طرف اس طرح ناکہ بندی کر دی گئی کہ نہ کوئی مشکوک آدمی باہر جا سکے، نہ اندر آ سکے۔

ناگن بجلی کو اپنے بیٹے رعد جادو کے بارے میں بڑی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ اس نے اس کی حفاظت کے لیے خیموں کے اندر باہر ہر جگہ چاق و چوبند سپاہی اور جادوگر مقرر کر دیے۔ مگر اس پر بھی اس کا دل نہ مانا تو وہ خود بھی اس کے خیمے میں آ بیٹھی اور رات بھر جاگنے کا ارادہ کر کے دل بہلانے کے لیے اس کے ساتھ شطرنج کھیلنے لگی۔

آدھی رات گزر جانے کے بعد ایک دربان نے اس سے

کہا "ملکہ مہ رُخ کے باڈی گارڈ کا سردار کوئی خاص ہدایت لے کر آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

ناگن بجلی فوراً اپنی جگہ سے اُٹھی اور رعد جادو کے ساتھ دروازے پر جا کر سردار کا استقبال کیا۔ سردار سر سے پیر تک ہتھیاروں سے لیس تھا۔ ناگن اور رعد کو دیکھتے ہی اس نے کہا: "ملکہ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ دونوں اور آپ کے محافظوں کو ساتھ لے کر صبح ہونے تک چھاؤنی کے باہر چاروں طرف پہرہ لگاؤں اور جو بھی آدمی آتا جاتا ملے چاہے وہ ملکہ اور عمرو ہی کیوں نہ نظر آتا ہو، گرفتار کر کے دربار میں پیش کروں۔"

دونوں ماں بیٹے یہ سن کر فوراً تیار ہو گئے۔ انھوں نے بیس محافظوں کو منتخب کر کے ساتھ لیا اور باڈی گارڈ کے سردار کے ہمراہ چھاؤنی کے باہر چل دیے۔ راستے میں انھیں جگہ جگہ پہرے داروں کی ٹولیاں ملیں۔ سب انھیں دیکھ کر سلامی دیتے اور یہ انھیں چوکنا رہنے کی ہدایتیں دیتے آگے بڑھتے رہے۔ ناگن اور رعد پہرے داروں کو یہ بھی بتا دیتے کہ وہ چھاؤنی کے باہر دیکھ بھال کرنے جا رہے ہیں۔

چھاؤنی سے باہر نکل کر باڈی گارڈ کے سردار نے ناگن بجلی سے کہا "اب ہمیں دو ٹولیوں میں بٹ جانا چاہیے۔ ایک ٹولی دائیں طرف سے چھاؤنی کا چکر لگائے، دوسری بائیں طرف سے۔"

ناگن بجلی نے یہ بات مناسب سمجھی۔ دس محافظ اس نے
اپنے ساتھ لیے اور باقی دس رعد جادو اور سردار کے حوالے
کر کے بائیں طرف کو چل دی۔ دوسری ٹولی دائیں طرف کو روانہ
ہو گئی۔ اتفاق سے خواجہ عمرو بھی چھاؤنی کے اندر گشت کر
رہے تھے۔ انھوں نے جو یہ سنا کہ ناگن بجلی، رعد جادو اور
باڈی گارڈ کا سردار مل جل کر چھاؤنی کے باہر "چکر" لگانے گئے
ہیں تو ان کا ماتھا ٹھنک گیا۔ اندر کی فکر چھوڑ وہ انھیں ڈھونڈنے
نکل کھڑے ہوئے۔ ان کا دل رہ رہ کر گواہی دے رہا تھا کہ
دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔

ادھر جس ٹولی میں رعد جادو اور باڈی گارڈ کا سردار تھے
وہ گشت کرتی ہوئی ایسے حصے میں جا نکلی جہاں جھاڑیوں اور درختوں
کا گنجان سلسلہ چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ راستہ اتنا تنگ اور
غیر ہموار تھا کہ رہ رہ کر محافظ سپاہیوں کو ٹھوکریں لگ رہی
تھیں۔ اندھیرے کی وجہ سے کسی کو کچھ نہ سجھائی دیتا تھا۔ البتہ
باڈی گارڈ کا سردار اس طرح چل رہا تھا جیسے وہ سب کچھ دیکھ
رہا ہو۔ رعد جادو نے اس پر حیرت ظاہر کی تو اس نے کہا:

"ملکہ مہ رخ اپنے باڈی گارڈ کو ایک ایسی طلسمی ٹکیا دیا
کرتی ہے جس کے کھانے سے رات کو بھی دن کی طرح دکھائی
دینے لگتا ہے۔ میں ان جھاڑیوں کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔ ٹکیاں

میرے پاس ہیں۔ ایک ایک سب کھا لو تاکہ اطمینان سے تلاشی
لی جا سکے۔"

رعد جادو نے اس بات پر ذرا بھی شک نہ کیا۔ اس نے اور
اس کے سپاہیوں نے باڈی گارڈ کے سردار سے ٹکیاں لے کر
کھا لیں ـــــ عین اسی وقت عمرو انھیں تلاش کرتا ہوا ناگن بجلی
کی ٹولی کے سامنے جا نکلا۔ حکم کے مطابق اسے دیکھتے ہی سپاہیوں
نے دبوچ لیا۔ وہ لاکھ چلاتا رہا "نالائقو! یہ کیا کر رہے ہو!
میں خواجہ عمرو ہوں۔" لیکن کسی نے ایک نہ سنی۔ اس کے
ہاتھ باندھ دیے اور پیروں میں پھندے ڈال کر ناگن بجلی
کے سامنے پیش کر دیا۔ ناگن اسے پہچان گئی مگر ملکہ مہ رخ
کے حکم کا ذکر کرتے ہوئے بولی: "خواجہ صاحب! معاف کیجیے
حکم سے مجبور ہوں۔ صبح دربار میں پیش کروں گی۔ اگر آپ اصل
عمرو ہوئے تو یقین کیجیے چھوٹ جائیں گے۔"

عمرو نے جھنجھلا کر کہا "احمق عورت! مجھے اپنے چھوٹنے
کی فکر نہیں۔ تیرے چہیتے بیٹے کا اندیشہ ہے۔ کہیں تو نے اسے
باڈی گارڈ کے سردار کے ساتھ تو نہیں کر دیا؟"

یہ سنتے ہی ناگن بجلی کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ وہ گھبرا کر
بولی: "کیوں؟ کیا وہ کوئی دشمن ہے؟"

"ہے یا نہیں۔ یہ تو تجھے جلد معلوم ہو جائے گا۔ لیکن تیری

کموڑی کو کیا ہوا؟ مجھ پر تو تُو شک کرتی ہے۔ اس پر کیوں
نہ کیا؟ بغیر تصدیق کیے بیٹے کو لے کر اس کے ساتھ جادو
سے باہر کیوں چلی آئی؟"

اب جا کر ناگن کو اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا۔ تاہم اس
بات سے ذرا اُسے ڈھارس رہی کہ رعد جادو کے ساتھ دس
وفادار سپاہی بھی ہیں۔ اس نے اطمینان کرنے کے لیے عمرو
سے پوچھا: "کیا آپ کو یقین ہے کہ باڈی گارڈ کا سردار بھروسے
کے قابل نہیں اور وہ میرے بیٹے اور اس کے دس جاں نثاروں
پر قابو پا لے گا؟"

عمرو نے جواب دیا "اب مجھے یقین ہو چلا ہے۔ باڈی گارڈ
کا سردار اصل میں صرصر عیارہ ہے۔ یہ اس کے لیے کوئی کام
مشکل نہیں۔ بیٹے کی خیر چاہتی ہے تو جلدی سے مجھے کھول دے
اور میرے ساتھ چل کے اُسے تلاش کر۔"

ناگن بجلی تڑپ اٹھی۔ جلدی جلدی اس نے عمرو کے ہاتھ پیر
کھولے اور سب کو ساتھ لے کر دوسری ٹولی کی تلاش میں چل
دی۔ تاریکی کی وجہ سے اس کے سپاہیوں اور عمرو کو آگے
بڑھنے میں بڑی دقت پیش آ رہی تھی۔ عمرو کو ڈر ہوا کہ کہیں
ان کے پہنچنے سے پہلے ہی صرصر اپنا کام کر کے رفو چکر نہ ہو
جائے۔ اس نے ناگن سے کہا:

"وقت نازک ہے۔ تم بجلی بن کر اُڑتی ہوئی آگے آگے چلو۔
اس طرح تمہاری روشنی میں ہم بھی تیزی سے آگے بڑھ سکیں گے۔"

یہ وہ لمحہ تھا کہ جب رعد جادو اور اس کے محافظ صرصر کی دی
ہوئی ٹکیا کھا کر بے ہوش ہو چکے تھے اور صرصر رعد جادو کو پوٹلی
میں باندھ کر پیٹھ پر لاد چکی تھی۔

ناگن بجلی زمین پر لوٹ پوٹ کر بجلی کی صورت بنی اور تڑپتی
بل کھاتی تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ عمرو اور محافظ سپاہی اس
کی روشنی میں دوڑتے ہوئے راستہ طے کرنے لگے۔

صرصر سمجھ گئی کہ بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔ ناگن بجلی اس کی
تلاش میں ہے۔ اس نے رعد جادو کی پوٹلی کو اپنی پیٹھ سے باندھا
اور درختوں اور جھاڑیوں کی اوٹ میں پُل پریزاداں کی سمت
طرارے بھرنے لگی۔

ناگن بجلی جلد ہی اس مقام پر جا پہنچی جہاں رعد جادو
کے محافظ سپاہی بے ہوش پڑے تھے۔ زمین پر لوٹ پوٹ کر
وہ فوراً عورت بن گئی اور بے ہوش سپاہیوں میں رعد جادو کو
تلاش کرنے لگی۔ کچھ وقفے کے بعد عمرو اور دوسرے سپاہی بھی
وہاں پہنچ گئے۔ سب نے مل جل کر آس پاس کا چپا چپا چھان
مارا لیکن صرصر کے پیروں کے نشانات کے علاوہ کہیں کچھ نہ ہاتھ آیا۔
ناگن بجلی نے جوش میں آ کر چاہا کہ اسی وقت جا کر ملکہ

حیرت کی چھاؤنی پر برس پڑے لیکن عمرو نے بڑی مشکل سے اُسے
سمجھا بجھا کر لشکرگاہ میں واپس کیا۔ اور دلاسا دیا کہ میں جلد
رعد جادو کو چھڑا کر لے آؤں گا۔ عمرو چونکہ سُرمۂ سُلیمانی لگائے ہوئے
تھا۔ اس لیے صرصر کے نشانات اُسے صاف دکھائی دے رہے
تھے۔ وہ فرّاٹے بھرتا اس کا پیچھا کرنے لگا۔

سادھو کی کرامت

ملکہ مہ رُخ کے دربار میں جب عمرو نے صرصر کو پہچانا تھا
اور وہ وہاں سے غائب ہو گئی تھی، اس وقت مہتر قِران بھی
وہاں موجود تھا۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ صرصر آج کسی نہ
کسی کو لیے بغیر واپس نہ جائے گی۔ لیکن چھاؤنی میں رہ کر اُسے
ڈھونڈھنا اس نے غیر مُناسب جانا۔ اس کی بجائے باہر جا کر
وہ اس راستے میں چھُپ کر بیٹھ رہا جو چھاؤنی سے پُل پریزادان
کی طرف جاتا تھا۔

آدھی رات گزرنے کے بعد اُس نے چھاؤنی کے باہر ایک
جانب کچھ گڑبڑ سی محسُوس کی اور ناگن بجلی کو آسمان پر تڑپتے
ہوئے چکّر لگاتے دیکھا۔ اس کا ماتھا ٹھنک گیا اور وہ چوکس ہو
بیٹھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اُسے ایک سایہ اپنی طرف آتا
دکھائی دیا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ یہ صرصر کے علاوہ کوئی اور
نہیں ہو سکتا۔ جلدی سے اُس نے کمند کا ایک پھندا راستے میں

پھیلا دیا اور سِرا پکڑ کر ایک درخت کی اوٹ میں ہوشیار ہو بیٹھا۔ صرصر کو اُدھر کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ وہ تعاقُب کے ڈر سے اندھا دُھند بھاگتی ہوئی آئی اور پھندے میں سے ہو کر آگے جانے لگی۔ مہتر قیران اسی موقع کا منتظر تھا۔ اس نے کمند کا سرا کھینچ لیا۔ پھندا صرصر کی کمر میں کس گیا اور وہ پوٹلی سمیت منہ کے بل گر پڑی۔ مہتر قیران نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا اور کمند کا ایک اور پھندا بنا کر صرصر کے پیروں کو جکڑنے کے لیے اس کی طرف بڑھا۔ اِتّفاق سے صرصر کا ایک ہاتھ پھندے سے باہر تھا۔ جلدی سے اُس نے ایک بے ہوشی کا غُبارہ نکالا اور اس سے پہلے کہ مہتر قیران اس کے پیروں میں پھندا ڈال کر اُسے بے بس کرے اس نے غُبارہ اس کے مُنہ پر کھینچ مارا۔ مہتر قیران نے چھینک ماری اور بے ہوش ہو کر دھم سے اس کے برابر ڈھیر ہو گیا۔

صرصر پھُرتی سے اُٹھی، کمر سے پھندا نکال کر کمند ایک طرف پھینکی، رعد جادُو کی پوٹلی کو کس کر ٹھیک کیا اور چاہا کہ مہتر قیران کو اِسی حال میں چھوڑ کر اپنا راستہ لے کہ اچانک اُسے محسوس ہوا جیسے کوئی سرپٹ دوڑتا ہوا اس کے پیچھے آ رہا ہے۔ اس کا دل کہہ اُٹھا "یہ پیچھا کرنے والا عمرو کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔"

عمرو ابھی خاصا دُور تھا۔ صرصر کو پیچھا چھُڑانے کی ایک اچھی

یب سوجھ گئی۔ جلدی جلدی اس نے مہتر قیران کی صورت
عد جادُو جیسی بنائی، ویسے ہی کپڑے پہنائے، رعد جادُو کی پوٹلی
یک جھاڑی میں چھپا کر رکھی، قیران کو ایک دُوسری چادر میں باندھ
ر پیٹھ پر لادا اور بھاگتی ہوئی پیچھے جا کر اس مقام پر جا چھپی،
جدھر سے عمرو چلا آ رہا تھا۔

عمرو کے قریب آتے ہی وہ اس طرح اُٹھ کر بھاگی کہ
عمرو نے اُسے دیکھ لیا۔ صرصر یہی چاہتی تھی۔ جُونہی عمرو نے اُسے
دیکھ کر للکارا صرصر پوٹلی زمین پر رکھ کر اور خنجر ہاتھ میں لے کر
اُس سے لڑنے کے لیے پلٹ پڑی۔ عمرو اس پر کمند کے
حلقے پھینکنے لگا۔ کچھ دیر ان کے درمیان طرح طرح کے حربے
چلتے رہے۔ دونوں ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لیے ایڑی
چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ آخر کار صرصر خود کو کمزور ظاہر کرتے
ہوئے لڑتے بھڑتے پیچھے ہٹنے لگی۔ یہ دیکھ کر عمرو نے خنجر نکال
کر اس پر تابڑ توڑ حملے کرنے شروع کر دیے۔ صرصر بے تحاشا
بھاگ کھڑی ہوئی۔

عمرو نے کچھ دور تک اس کا پیچھا کیا۔ مگر پھر اس ڈر سے
کہ کہیں چکر کھا کر صرصر پیچھے سے رعد جادُو کی گٹھڑی نہ لے
اُڑے، وہ پلٹ آیا۔

اِدھر عمرو نقلی رعد جادُو کو زنبیل میں ڈال کر اپنے لشکر

کی طرف چلا اور اُدھر صرصر نے اصلی رعد جادُو کو پیٹھ سے باندھ
کر پُل پریزاداں کی راہ لی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ بہت خوش
تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں عمرؔ کو شرمندگی اور صرصر
کو سُرخ رُوئی نصیب ہوئی۔

باغِ سیب میں پہنچ کر صرصر نے بڑے فخر سے رعد جادُو
کو بے ہوش حالت میں افراسیاب کی خدمت میں پیش کیا۔
افراسیاب نے خوش ہو کر اُسے اپنا جڑاؤ بازو بند انعام میں
دیا اور اس کی بڑی تعریف کی۔ اور حکم دیا کہ رعد جادو کو
اِسی حالت میں لے جا کر شہر ازژنگ میں مُصوّرِ جادُو کے حوالے
کرے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں قتل کر کے اپنے بیٹے شکل کش
کا اِنتقام لے۔ صرصر حکم کے مُطابق رعد جادُو کو پھر گٹھڑی میں
باندھ کر شہرِ ازژنگ کی طرف روانہ ہو گئی۔

وہاں مُصوّرِ جادُو کو افراسیاب کے خط سے اپنے بیٹے کی
ہلاکت کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ اس کی بیوی صُورت نِگار بیٹے
کے غم میں پچھاڑیں کھا رہی تھی۔ سارے شہر میں سوگ منایا
جا رہا تھا۔ مُصوّرِ جادُو کو بھی بڑا صدمہ تھا۔ مگر صدمے سے زیادہ
جوشِ انتقام اس کے دل میں الاؤ کی طرح دہک رہا تھا۔

اِسی غیظ و غضب کی حالت میں اس نے افراسیاب کو لکھ
بھیجا کہ اب ہم دُشمن سے اِنتقام لینے کے لیے خود روانہ

[رکھتے] ہیں۔ اور پھر اپنا کئی لاکھ کا لشکر تیار کر کے بڑی شان و
شوکت کے ساتھ ملکہ حیرت کے لشکر کی طرف روانہ ہو گیا۔ خاصا
فاصلے کرنے کے بعد اُس نے ایک کشادہ اور سرسبز چراگاہ
میں پڑاؤ ڈالا۔ [illegible] صرصر رعد جادُو کو لیے آ پہنچی اور دربار
کے موقع پر اُسے مُصوّرِ جادُو کے سامنے پیش کیا۔ صُورت نگار
بیٹے کے قاتل کو دیکھتے ہی آگ بھبوکا ہو گئی۔ جلّادوں کو حکم
دیا "اسی وقت قیدی کا سر قلم کرو اور لاش کا قیمہ بنا کر کتوں
کو کھلا دو۔"

جلّاد رعد جادُو کی طرف لپکے لیکن مُصوّرِ جادُو نے انھیں اشارہ
سے روک دیا اور اپنی بیوی کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگا "جو تم
چاہتی ہو وہی ہو گا۔ مگر یہاں نہیں۔ صرصر اُسے عیّاری سے پکڑ کر
لائی ہے۔ ایسی حالت میں اُسے قتل کر دیا گیا تو دشمن طعنہ دے
گا کہ اکیلے کو بے بس کر کے مار ڈالا۔ یہ بات میری شان کے
خلاف ہو گی۔ ہم آج کل میں ملکہ حیرت کے پاس پہنچ جائیں
گے۔ وہاں میں اسے میدانِ جنگ کے بیچ میں بندھوا کر دشمن
کو للکاروں گا۔ پھر جب اس کے حمایتی اسے چھڑانے کو آئیں گے
تو انھیں اور اسے ڈنکے کی چوٹ قتل کروں گا۔"

آخر صُورت نگار نے صبر کیا۔ مُصوّرِ جادُو نے قیمتی خلعت اور
بہت سا مال صرصر کو انعام میں دے کر رُخصت کیا اور رعد جادو

کو ایک مشہور سردار آتش جادُو کے سپُرد کرکے اس کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔

اِتفاق سے اسی وقت ایک طلسمی پُتلا افراسیاب کا خط لے کر مُصوّرِ جادُو کے پاس آیا۔ خط میں لکھا تھا "دُشمن ہرگز اس حیثیت اور مرتبے کا نہیں کہ آپ خود جاکر اس کا مُقابلہ کریں بہتر یہ ہے کہ آپ یہیں سے واپس تشریف لے جائیں اور اپنی جگہ کسی اور کو روانہ فرمائیں۔"

مُصوّر اور صُورت نگار کچھ دیر افراسیاب کے اس مشورے پر بحث کرتے رہے۔ آخر دونوں اس بات پر مُتفق ہوگئے کہ مُصوّر جادُو واپس شہر ارژنگ کو جائے اور صُورت نگار لشکر کے ساتھ ملکہ حیرت کی چھاؤنی کا رُخ کرے۔ اور وہاں پہنچ کر ڈنکے کی چوٹ رعد جادُو کو قتل کرے۔ خطوں کے ذریعے اس فیصلے کی اِطلاع افراسیاب اور ملکہ حیرت جادُو کو دے دی گئی۔

اُدھر ناگن بجلی اپنے بیٹے کے غم میں زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑایا کرتی تھی اور عمرؔ سمیت سارے عیّار بھیس بدل بدل کر رعد جادُو کا پتا چلانے کے لیے ملکہ حیرت اور اس کے سرداروں کے خیموں کے گرد منڈلایا کرتے تھے۔

اِتفاق سے جس وقت مُصوّرِ جادُو کا خط ملکہ حیرت کے پاس پہنچا اُس وقت برق فرنگی وہاں ایک خدمت گار کے بہرُوپ میں

موجود تھا۔ اُسے معلوم ہوگیا کہ صُورت نگار اپنے بیٹے شکل کش کا انتقام لینے کے لیے منزلوں پر منزلیں طے کرتی ہوئی چلی آ رہی ہے۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ یہ خبر جاکر ملکہ مہ رُخ کو بتانی چاہیے لیکن جب وہاں سے نکل کر اس نے آدھا فاصلہ طے کر لیا تو اچانک اس کا اِرادہ بدل گیا۔ ملکہ مہ رُخ کے پاس جانے کی بجائے وہ تیزی کے ساتھ اس سمت روانہ ہوگیا جدھر سے اس کے خیال میں صُورت نگار کے لشکر کے آنے کی اُمید تھی۔

کئی کوس کا فاصِلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک بہت بڑے باغ میں جا پہنچا۔ وہاں ایک حوض کے کنارے ٹھنڈی چھاؤں میں اس نے کچھ دیر دم لیا اور ترو تازہ ہو کر پھر چل کھڑا ہوا۔ لیکن ابھی وہ باغ کی حد سے باہر نہ نکل پایا تھا کہ اس کے کانوں میں صدہا نقّاروں، شہنائیوں اور ڈھول تاشوں کی آوازیں گُونجنے لگیں۔ چونک کر جو اُوپر دیکھا تو جادوگروں کا ایک ٹڈی دل لشکر طلسمی سواریوں پر اُڑتا ہوا باغ کی سمت آتا دکھائی دیا۔

برق فرنگی نے جھٹ پٹ ایک جٹا دھاری سادھو کا بہرُوپ بھرا اور ایک گھنے درخت کے نیچے اس طرح آسن جما کر بیٹھ گیا جیسے کئی دن سے مُراقبے میں ہو۔

کچھ دیر بعد آنے والا لشکر اسی باغ میں آکر خیمہ زن ہوگیا۔ وہ صُورت نگار کا لشکر تھا۔ کتنے ہی سپاہیوں اور جادوگر سرداروں

نے برق کو اپنے خیموں کے قریب محسوس کر کے ناک بھوں چڑھائی
مگر اُسے گیان دھیان میں ڈوبا ہوا دیکھ کر کسی کو اُسے ٹوکنے
چھیڑنے کی ہمت نہ ہوئی۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اُسے پہنچا
ہوا درویش سمجھ کر اِس اُمید پر اس کے سامنے ادب سے دو زانو
ہو بیٹھے تھے کہ جب وہ مُراقبے سے فارغ ہو کر آنکھیں کھولے گا
تو اس سے مُرادیں مانگیں گے۔

اِتفاق کی بات، آتش جادُو کا خیمہ اس درخت سے تھوڑے
ہی فاصلے پر تھا جس کے نیچے برق فرنگی سادھو بنا بیٹھا تھا۔ رعد
جادُو اسی کی قید میں تھا۔ سفر کے دوران آتش جادُو نے رعد
کو ایک طلسمی صندوق میں بند کر دیا کرتا تھا۔ لیکن جب کہیں پڑاؤ
ڈالا جاتا تو وہ اسے ایک خیمے میں بند کر کے اس کے چاروں
طرف طلسمی آگ کی چار دیواری بنا دیا کرتا تھا۔ آتش جادُو کے
علاوہ کوئی اس چار دیواری کو ختم نہ کر سکتا تھا اور نہ اندر جا سکتا تھا
نہ باہر نکل سکتا تھا۔

ظاہر میں برق فرنگی آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔ مگر بڑی
ہوشیاری سے دبی ہوئی نگاہوں سے لشکرگاہ کا جائزہ بھی لیتا
رہتا تھا۔ اُس نے آتش جادُو کو ایک خیمے کے گرد آتشی چار دیواری
قائم کرتے دیکھ لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسی حفاظت کسی خاص اور
خطرناک قیدی ہی کے لیے کی جا سکتی ہے۔ جیسے ہی اُسے پڑاؤ کے

لوگوں کی باتوں سے یہ اندازہ ہوا کہ یہ صُورت نگار کا لشکر ہے،
اُسے یقین ہو گیا کہ طلسمی آگ کی چار دیواری میں قید کیا جانے والا
شخص رعد جادُو کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ آتش جادو پر کس طرح قابو
پایا جائے اور طلسمی چار دیواری ہٹا کر رعد جادُو کو کس طرح آزاد
کرایا جائے۔

کچھ دیر بعد برق فرنگی کی یہ مُشکل خود بخود دُور ہو گئی۔ آتش
جادُو اپنے ضروری کام کرنے کے بعد ٹہلتا ہوا اس کی طرف آ
نکلا۔ وہ عبادت گزار سادھوؤں سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔
برق نے جو حلیہ بنا رکھا تھا اُسے دیکھ کر آتش جادُو بے حد
متاثر ہوا۔

اس وقت تک وہاں اُس جیسے چند دوسرے سردار بھی
جمع ہو چکے تھے۔ وہ سب آپس میں برق کے بارے میں اظہار
خیال کرنے لگے اور ان میں سے ہر ایک اُسے اپنے خیمے میں
لے جا کر مہمان رکھنے کی خواہش کرنے لگا۔

برق بڑی توجہ سے ان کی باتیں سُن رہا تھا۔ وہ سب
ایک دوسرے کو اس کا نام لے کر مخاطب کر رہے تھے۔
ایک سردار نے آتش جادُو سے کہا۔ "بھائی آتش جادُو! آپ
پر پہلے ہی ایک اہم قیدی کی نگرانی کی ذمہ داری ہے۔ سادھو

مہاتما کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ آپ میرے ڈیرے پر
آکر ان سے برکت حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر آپ انھیں لے
گئے تو یا تو آپ ان کی خدمت پر پوری توجہ نہ دے سکیں گے
یا پھر قیدی کی نگرانی سے غافل ہو جائیں گے۔"

آتش جادو نے ہنستے ہوئے جواب دیا "میاں بنڈل جادو!
تم قیدی کی فکر نہ کرو۔ اُسے آگ کی چار دیواری میں بند کر
دینے کے بعد مجھے بالکل کوئی اندیشہ نہیں۔ میں سادھو مہاتما
کو مہمان بنانے کی عزت ضرور حاصل کروں گا۔"

ایک تیسرے سردار نے کہا "یہ بات مناسب نہیں کہ
آپس میں ہم اس بات پر لڑ بیٹھیں کہ سادھو مہاتما کو کون
اپنا مہمان بناتا ہے۔ میری رائے میں یہ معاملہ قسمت پر چھوڑ
دو۔ سادھو مہاتما نہ جانے کب سے گیان دھیان میں ہیں۔
آنکھیں کھولتے ہی انھیں ضرور بھوک پیاس لگے گی۔ ایسا کرو
سب لوگ اپنے اپنے پیالے میں کھانے پینے کی کوئی چیز ڈال
کر ان کے سامنے رکھ دو۔ بس جس کی چیز وہ سب سے پہلے
چکھ لیں، وہی انھیں اپنے خیمے میں لے جائے۔"

کچھ بحث کے بعد یہ بات مان لی گئی۔ کوئی دودھ لایا
کوئی شہد۔ کوئی حلوا تو کوئی مٹھائی۔ آتش جادو نے اپنے پیالے
میں انگور بھر کر برق کے سامنے رکھ دیے۔ وہ کنکھیوں سے

سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں میچیں اور
چہرے پر ناراضی کے آثار پیدا کر کے سرداروں کو دیکھنے لگا۔
ایک سردار نے آگے بڑھ کر بڑی عقیدت کے ساتھ کہا "مہاراج!
یہاں ملکہ صورت نگار کے لشکر نے پڑاؤ ڈالا ہے۔ اس لیے یہاں
آپ کا دھیان کھنڈت ہوتا رہے گا۔ آپ کے سامنے جو
ہر پیالہ ہم میں سے کسی نہ کسی سردار کا ہے۔ آپ جس
پیالے کی کوئی چیز پسند کریں گے وہی سردار آپ کو اپنے خیمے
میں لے جائے گا۔ جہاں آپ سکون سے عبادت کر سکیں گے۔"

برق نے پہلے تو نخرے دکھائے مگر جب انھوں نے زیادہ
اصرار کیا تو اس نے آتش جادو کے پیالے میں رکھے ہوئے
انگوروں میں سے چند دانے اُٹھا کر منہ میں ڈال لیے۔

یہ دیکھتے ہی دوسرے سردار اپنی بدقسمتی پر افسوس کرتے
ہوئے وہاں سے چل دیے۔ آتش جادو برق کو اپنے ایک
پُرسکون خیمے میں لے گیا۔ اور اس کی بڑی خدمت کی۔ برق
نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے اُس سے کہا:

"بچہ! تیری سیوا سے میرا من راضی ہو گیا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔"

آتش جادو نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا "مہاراج! آگ پر تو
میرا حکم چلتا ہے۔ پر میں چاہتا ہوں میرا بدن ہمیشہ کے لیے ایسا
ہو جائے کہ کسی کا کوئی ہتھیار اثر نہ کر سکے۔"

اس پر برق نے اُسے گھورتے ہوئے سانس گھسیٹی کچھ دیر آنکھیں بند کرکے بے حرکت بیٹھا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ سانس باہر نکال کر آنکھیں کھول دیں اور بولا "کچھ کشٹ (دُکھ) جھیلنا پڑے گا"

آتش جادُو بے صبری سے بولا "میں ہر طرح تیار ہوں"

برق نے رُعب سے کہا "اچھا! جا اپنے قیدی کو بے ہوش کرکے لے آ۔"

چند ہی لمحوں میں آتش جادُو رعد کو لے کر حاضر ہوگیا۔ برق نے ایک گلاس پانی کا منگایا۔ کچھ پانی آتش جادُو کے بدن پر چھڑک دیا۔ باقی میں رعد جادُو کی چھنگلی سے خون کے چند قطرے نکال کر شامل کر دیے۔ پھر کچھ پڑھ کر گلاس پر پھونکا اور آتش جادُو سے بولا "یہ پانی پی لے۔ مُراد پُوری ہو جائے گی۔"

آتش جادُو نے وہ پانی پیا تو فوراً ہی اُسے بدن میں سنسناہٹ محسوس ہوئی۔ پھر کانوں میں سیٹیاں سی بجتی سنائی دینے لگیں اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ وہ سمجھا سادھو مہاتما کی کرامت رنگ دکھا رہی ہے۔ جلد ہی وہ بے ہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اُسے شُبہ تک نہ ہوا کہ جو پانی اس نے پیا برق نے ہوشیاری کے ساتھ اس میں عرقِ بے ہوشی ملا دیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد برق اور رعد جادُو بھیس بدل کر وہاں سے اپنی چھاؤنی کی طرف چل دیے۔

صُورت نِگار غائب

بنڈل جادُو، جس کا ذِکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے، ملکہ صُورت نگار کا خاص آدمی تھا۔ جب آتش جادُو نقلی سادھو مہاتما کو اپنے ساتھ لے گیا تو وہ اپنی ناکامی پر دل ہی دل میں جلتا ہوا ملکہ کے پاس پہنچا اور اس سے سادھو کی اتنی بڑھا چڑھا کر تعریف کی کہ اس کے دل میں سادھو کے درشن کرنے کی زبردست خواہش پیدا ہو گئی۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ انھیں اپنے دربار میں بُلا بھیجوں مگر پھر یہ خیال کرکے کہ پہنچے ہوئے بزرگ ہیں، کہیں ناراض نہ ہو جائیں خود بنڈل جادُو کو ساتھ لے کر آتش جادُو کے خیمے کو چل دی۔

وہاں سادھو مہاتما تو کہیں دکھائی نہ دیے۔ البتّہ ایک خیمے میں آتش جادُو چاروں شانے چت بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ صُورت نگار کا ماتھا ٹھنک گیا۔ منتر پڑھ کر اس نے آتش جادُو کو ہوشیار کیا اور سادھو کے بارے میں پوچھنے لگی۔ اس نے گھبرا

کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر سر پر دوہتڑ مار کر چیخ پڑا:

"حضور! غضب ہو گیا۔ وہ قیدی کو لے کر چمپت ہو گیا۔"

صُورت نگار نے غصّے میں آ کر ایک زور دار تھپڑ اس کے گال پر رسید کیا اور بُرا بھلا کہتی ہوئی اُڑ کر قیدی کی تلاش میں روانہ ہو گئی۔ برق فرنگی اور رعد جادُو اس وقت تک آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کر چکے تھے۔ رعد ایک چٹان پر بیٹھا ہوا ستا رہا تھا۔ برق اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک چشمے کے کنارے بیٹھا ہاتھ مُنہ دھو رہا تھا۔ اسی لمحے صُورت نگار اُڑتی ہوئی ادھر آ نکلی اور اس نے رعد کو پہچان لیا۔ اُوپر ہی سے اُس نے کوئی منتر پڑھ کر رعد کی طرف پھونکا۔ تڑاخ کی ایک بھیانک آواز بُلند ہوئی اور وہ چٹان جس پر رعد بیٹھا تھا زمین سے الگ ہو کر غبارے کی طرح اُوپر اُڑ گئی۔

برق نے یہ ماجرا دیکھا تو پُوری قوّت سے اپنی چھاؤنی کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ صُورت نگار نے اُسے للکارا کر کہا "میں نے تجھے بھی دیکھ لیا تھا۔ پر چھوڑتی ہوں۔ جا رعد کے حمایتیوں کو خبر کر دے۔ میں کچھ دیر یہیں اِنتظار کروں گی۔ جس میں دم ہو آ کر رعد کو چھڑا لے۔"

دوڑنے میں برق گھوڑے جیسا تیز تھا۔ جلد ہی چھاؤنی میں جا پہنچا اور ناگن بجلی کے پاس جا کر فر فر سارا واقعہ بیان کر دیا۔

[بیٹے] کی محبت کے جوش میں ناگن اسی وقت اُڑ کر برق کی [بتائی] ہوئی جگہ جا پہنچی اور رعد کو ایک چٹان پر [illegible] [اُ]سے اُڑا لانے کے لیے جھپٹی۔ اسی لمحے صُورت نگار نے کوئی سا منتر پڑھ کر تالی بجائی کہ ایکا ایک سینکڑوں پُتلے پیدا ہو کر ہوا میں ناگن بجلی سے چمٹ گئے۔ اُس نے بہت زور لگایا [مگر] دیکھتے ہی دیکھتے پُتلوں نے اُسے بے بس کر کے باندھ دیا۔

صُورت نگار کچھ دیر تک ناگن بجلی کی بے بسی سے مزہ لیتی رہی۔ پھر اس نے تین بار تالی بجا کر ایک پیر زور سے زمین پر پٹخا۔

گڑگڑاہٹ کے ساتھ زمین ایک جگہ سے پھٹی۔ ایک سیاہ بُجنگ جادُوگر اس میں سے نکل کر ملکہ کے سامنے آیا اور ادب سے سلام کر کے کہنے لگا: "حکم فرمائیے ملکہ! بُجنگ جادُو حاضر ہے۔"

صُورت نگار نے رعد جادُو اور ناگن بجلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "منحوس جادو! ان دونوں کو قید کر لو اور کسی جگہ حفاظت سے رکھو۔" یہ کہہ کر وہ واپس چلی گئی۔ بُجنگ جادو نے ایک طلسمی بُرج بنا کر ناگن بجلی اور رعد جادو کو اس میں قید کر دیا اور خود ان کی نگرانی کرنے لگا۔

اُس رات صُورت نگار نے آرام کیا اور دوسرے دن

صبح ہی صبح اپنا سارا لشکر لے کر ملکہ حیرت کی چھاؤنی کا رُخ
کیا۔ ملکہ حیرت نے اپنے سرداروں کے ساتھ اس کی پیشوائی کی
اور پہلے سے تیار خیموں میں اس کے لشکر کو ٹھہرایا۔ صُورت نگار
نے ملکہ حیرت سے کہا:

"میں اس لیے آئی ہوں کہ اپنے بیٹے کے قتل کا اِنتقام
لوں اور باغیوں کی جڑ بُنیاد اکھاڑ پھینکوں۔ میرے نام پر طبل
جنگ بجانے کا حکم دیجیے۔ کل صُبح میں خود میدان جنگ میں
جاؤں گی۔"

ملکہ حیرت نے جواب دیا: "آپ ہمارے مُرشد زادے
مُصوّر جادُو کی بیگم ہیں۔ دو چار دن آرام کیجیے، پھر جنگ کی
تکلیف اُٹھائیے۔"

یہ بات صُورت نگار کو پسند نہ آئی۔ آخر اس کے اِصرار پر
طبلِ جنگ بجوایا گیا۔ ملکہ مہ رُخ کے جاسُوسوں نے جا کر اسے
سارے مُعاملے سے آگاہ کیا۔ اس نے بھی جنگ کا نقارہ بجائے
جانے کا حکم دیا۔ رات بھر دونوں جانب کے نقارے اعلانِ
جنگ کرتے رہے۔

صُبح کے وقت صُورت نگار اپنی فوج کو لے کر میدانِ جنگ
میں آ ڈٹی۔ مہ رُخ نے بھی آگے بڑھ کر اپنے لشکر کی صفیں آراستہ
کیں۔ صُورت نگار نے غُصّے میں بھر کر اپنے جادُوئی اژدہے کو

نکے باہر نکالا اور بیچ میدان میں پہنچ کر ملکہ مہ رُخ اور اس
کی فوج کو للکارنے لگی "اے بدنصیب باغیو! تمہاری زندگی کے
دن پورے ہوئے۔ غضب کیا کہ تم نے میرے بیٹے کو مار دیا۔
اب تم میں سے کسی کا زندہ بچنا مُحال ہے لیکن سب کو ایک
ساتھ ہلاک کرنے سے پہلے میں تمہیں موقع دیتی ہوں۔ جس میں
ہمت ہو سامنے آئے۔ مقابلہ کرکے دل کی حسرت نکالے۔"

بہار جادُو سے اس کی یہ ڈینگ برداشت نہ ہو سکی۔ ملکہ
سے اجازت لے کر وہ اپنا جادُوئی مور اُڑا کر اس کے سامنے آئی۔
صُورت نگار نے ایک ناریل جھولی سے نکال کر اس کی طرف
پھینکتے ہوئے کہا: "اچھا! ملکہ حیرت کی چھوٹی بہن کو بھی یہ توفیق
ہوئی کہ میرے مقابلے پر آئے۔"

ناریل ہوا میں پھٹا اور اس میں سے سینکڑوں تصویریں پتنگوں
کی طرح کی نکل کر بہار جادو پر جھپٹ پڑیں۔ بہار جادُو نے جلدی سے
اپنی موتیوں کی مالا آسمان میں اُچھال دی۔ مالا بڑھتی ہوئی
آسمان تک جا پہنچی۔ بہار جادُو پھُرتی کے ساتھ اس مالا پر
چڑھتی چلی گئی۔ تصویریں مالا کے اِرد گرد منڈلانے لگیں۔ بہار
جادُو نے ایسا منتر پڑھ کر پھُونکا کہ ایک زبردست شعلہ اُوپر
سے گرا اور اُس نے دم کے دم میں ساری تصویروں کو جلا
کر راکھ کر دیا۔

یہ دیکھ کر صورت نگار نے کاغذ پر جلدی جلدی ایک تصویر بنائی اور اُسے لٹکی ہوئی مالا کی طرف پھینک دیا۔ قریب پہنچ کر تصویر کے منہ سے صدہا چنگاریاں نکل کر مالا کو جلانے لگیں۔ بہار جادو نے توڑ کے کئی منتر پڑھے مگر ایک بھی کارگر نہ ہوا۔ ساری مالا جل گئی اور بہار جادو جو کہ اس میں لٹکی ہوئی تھی نیچے گر پڑی۔ اس کے زمین پر گرتے ہی وہ تصویر اس پر جھپٹ پڑی۔ بہار نے زمین پر لوٹ لگا کر اپنے سر کے کئی بال جلدی جلدی توڑ کر تصویر کی طرف اُچھالے۔ آناً فاناً وہ بال زنجیر بن کر تصویر کو لپٹ گئے اور اُسے بے بس کر کے بہار کے سامنے لا پٹخا۔ بہار نے جادوئی قینچی سے تصویر کے ٹکڑے کر دیے۔

صورت نگار چاہتی تھی کہ کوئی اور وار کرے مگر بہار جادو نے اس سے پہلے جھولی میں سے ایک گُل دستہ نکال کر اس کی طرف پھینک دیا۔ لاتعداد سنہری رُوپہلی پھول گلدستے میں سے نکل کر صورت نگار پر برسنے لگے۔ صورت نگار ان پھولوں کی رنگا رنگی اور بھینی بھینی خوشبو سے مست ہو کر جھومنے لگی۔ بہار کا جادو اس پر اثر کرنے لگا اور وہ اس کی تعریف کرنے لگی۔ مگر زیادہ عرصہ نہ ہو پایا تھا کہ تڑاخے کی آواز کے ساتھ زمین پھٹی اور اس میں سے صورت نگار کی محافظ طلسمی پریاں نکل آئیں۔ گلدستے سے برسنے والے پھول چُنتے ہوئے انھوں نے صورت نگار کو آواز

دی: "ملکہ! ہوش میں آ جائیے۔ آپ مسحور جادو کی پکڑ میں ہیں۔ بہار جادو آپ کی دُشمن ہے۔"

پریوں کے ان الفاظ کے ساتھ ہی صورت نگار پر سے بہار جادو کے پھولوں کا اثر جاتا رہا۔ وہ اپنے آپ میں آئی اور شمشیر کھینچ کر بہار جادو پر ٹوٹ پڑی۔ اُس نے بھی پنجہ سونت لیا۔ دونوں کے درمیان خوفناک مُقابلہ شروع ہو گیا۔

صورت نگار کے سرداروں نے جوش میں آ کر اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ دوسری طرف سے بہار بھی اپنی فوج لے کر آگے بڑھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دونوں لشکر بپھری ہوئی طوفانی موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔

جادوگر آگ اور پتھر برساتے تھے۔ سپاہی تلواروں کے جوہر دکھاتے تھے۔ کہیں بہادرانہ للکار تھی۔ کہیں بے بسی کی چیخ پکار۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں۔ زمین خون سے لال ہو رہی تھی۔ وہ شور تھا کہ آسمان کانپ رہا تھا۔ وہ دھما چوکڑی مچی تھی کہ زمین دہل رہی تھی۔

شام تک اسی طرح گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ دونوں طرف کے بہادروں نے جانیں لڑا دیں لیکن ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر اندھیرا ہونے پر دونوں لشکر جنگ ملتوی کر کے اپنے اپنے کیمپ کو واپس ہوئے۔

صُورت نگار کو اِس بات کا بڑا دُکھ تھا کہ بہار جادُو کا
طلسمی گُلدستہ آج اس پر بھی اثر کر گیا۔ خیمے میں پہنچتے ہی وہ کاغذ
اور طلسمی قلم لے کر بیٹھ گئی اور دشمن کو تباہ کرنے والی خاص قسم
کی جادوئی تصویریں بنانے لگی۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ملکہ
حیرت صرصر عیارہ کے ساتھ اس کے پاس آئی اور کہنے لگی:
"شہنشاہ افراسیاب نے کوئی خاص مشورہ کرنے کے لیے مجھے
اِسی وقت بُلایا ہے۔ مہربانی کرکے میرے واپس ہونے تک آپ
جنگ موقوف رکھیں۔"

"اچھی بات ہے۔" صُورت نگار نے جواب دیا۔

رخصت ہوتے وقت حیرت نے صرصر سے کہا: "تم یہاں رہ
کر ملکہ صُورت نگار کی حفاظت کرنا۔ خبردار! ایسا نہ ہو کہ عیار آکر
کوئی حرکت کر جائیں۔"

صرصر نے چوکسی کا وعدہ کیا۔ ملکہ حیرت جادُو مطمئن ہو کر
افراسیاب کے پاس گُنبدِ نُور کی طرف پرواز کر گئی۔

کچھ دیر بعد صرصر کو خیال ہوا کہ ممکن ہے آج دشمن کے
کئی عیار ساتھ یا الگ الگ آئیں۔ مدد کے لیے مجھے اپنی کسی
شاگرد کو بھی بُلا لینا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے ایک ہرکارے
کو اپنی چھاؤنی میں بھیجا کہ جاکر صبا رفتار کو بُلا لائے۔

ہرکارے کو روانہ کرکے وہ اِطمینان کے ساتھ ٹہلتے ہوئے

دی کی نگرانی کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد اچانک اس کی نگاہ
ن پر جم گئیں۔ وہ بارگاہ کے شمع دانوں میں نئی موم بتیاں
ت کر رہا تھا۔ صرصر کو یقین ہو گیا کہ یہ عمرو کے سوا اور کوئی
یں ہو سکتا۔

وہ صُورت نگار کے قریب جا پہنچی اور آہستہ سے اس سے
کہا: "ملکہ صاحبہ! ہوشیار! عمرو فراش کے بھیس میں یہاں موجود ہے۔"

صُورت نگار نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔ اس نے
کے نقلی فراش کی طرف اشارہ کیا۔ صُورت نگار نے کچھ پڑھا۔
جگہ فراش کھڑا تھا وہاں دو طلسمی پُتلے زمین سے نکلے اور اُسے
یٹتے ہوئے صورت نگار کے پاس لے آئے۔ وہ کڑک کر بولی:
وں او عیار! کیا تجھے میری طاقت کا اندازہ نہ تھا جو یہاں
خوف چلا آیا۔ بول اب کیا سزا دُوں؟"

عمرو ڈرنے یا خوشامد کرنے کی بجائے ہنس پڑا اور بولا:
ا! تو آپ بھی اپنے آپ کو کچھ سمجھتی ہیں۔ آئینے میں کبھی
ں بھی دیکھی ہے۔ آپ اور مجھے سزا دیں گی۔ اپنے ان پُتلوں
الگ کر دیجیے۔ ورنہ میرا بھی غُصّہ بڑا خراب ہے۔ کوئی معمولی
ا نہیں۔ عیاروں کا عیار عمرو بن اُمیّہ نامدار ہوں۔ آپ جیسی
نے کتنی جادوگرنیوں کو بغیر ٹکٹ عدم آباد پہنچا چکا ہوں۔"

صُورت نگار نے آگ بگولا ہو کر کچھ کہنا چاہا مگر صرصر بول

پڑی" حضور! اس کو سزا دینے کی زحمت گوارا نہ کریں۔ نہ ایسے
مُنہ ہی لگائیں۔ انتہائی گستاخ اور بد زبان آدمی ہے۔ ایسے
شہنشاہ ہی ٹھیک کریں گے۔ اِجازت دیجیے کہ میں اسے
جاکر آپ کی جانب سے شہنشاہ کو پیش کروں۔" صُورت نگار
نے اُسے اجازت دے دی اور صرصر عمرو کو ہتھکڑی بیڑیاں
پہنا کر لے چلی۔

اِتفاق دیکھیے کہ جو ہرکارہ صبا رفتار کو بُلانے کے لیے صورت نگار
نے بھیجا تھا اُس سے راستے میں برق فرنگی کی مُڈبھیڑ ہو گئی۔
برق ایک مُحافظ سردار کے بھیس میں تھا۔ اُس نے پوچھا تو ہرکارے
نے بے دھڑک بتا دیا کہ فلاں کے کہنے پر فلاں کو بُلانے جا
رہا ہوں —— راستے میں خاصی آمد و رفت تھی۔ برق نے مجبُوراً
اُسے جانے دیا۔ تاہم ایک اوٹ میں جاکر اُس نے جلدی جلدی
صبا رفتار کا بھیس بھرا اور دوڑتا ہوا صُورت نِگار کے خیمے کی
طرف چل دیا۔ اُدھر سے صرصر عمرو کو لیے چلی آ رہی تھی۔
آمنے سامنے ہونے پر نقلی صبا رفتار نے جُھک کر اُسے سلام
کیا اور کہنے لگی: "مبارک ہو۔ آفرین ہو۔ خوب گرفتار کیا عمرو کو
مگر یہ پھنسا کیسے؟"

صرصر نے جواب دیا: "شامت اسے خود ہی گھسیٹ لائی تھی۔
اچھا ہُوا تم مل گئیں۔ اِسے گُنبدِ نور لے جاکر شہنشاہ کی خدمت میں

پیش کر دو۔ میرا یہیں رہنا زیادہ مُناسب ہے۔ ممکن ہے
دوسرے عیار بھی ملکہ صُورت نِگار کی فکر میں یہاں آکر قسمت
آزمائی کریں۔"

اس پر نقلی صبا رفتار نے عمرو کو ساتھ لیا اور گُنبدِ نور
کے راستے پر ہو لی۔ ایک محفوظ مقام پر پہنچ کر اُس نے عمرو
کی ہتھکڑی بیڑی کاٹ کر الگ کی اور ادب کے ساتھ کہنے
لگی "اُستاد! سلام قبول ہو۔ میں ہوں آپ کا شاگرد ——
برق فرنگی۔"

عمرو بے حد خوش ہوا۔ برق کو ایک کھوٹا پیسا اِنعام میں
دے کر رُخصت کیا اور خود صبا رفتار کا بھیس بنا کر صُورت نگار
کے خیمے میں جا پہنچا۔

صرصر نے دیکھا تو کہا "صبا رفتار! تجھے تو میں نے گُنبدِ نور
بھیجا تھا۔ اتنی جلدی عمرو کو پہنچا کر واپس آ گئی؟"

عمرو بولا: "نہیں اُستانی جی! میں تھوڑی ہی دُور گئی تھی کہ
ایک طلسمی پُتلا اُڑتا ہوا آیا اور عمرو کو مجھ سے لے کر پلٹ
گیا۔ کہتا تھا شہنشاہ افراسیاب کا بھیجا ہوا ہوں۔"

صرصر جانتی کہ افراسیاب کتابِ سامری کے ذریعے جو
بات چاہتا ہے معلوم کر لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے پُتلا بھیج
بھیج کر بُلا لیتا ہے۔ اُسے نقلی صبا رفتار کی بات پر بالکل

شبہ نہ ہوا۔

سوال جواب سے بچنے کی خاطر عمرو دردِ سر کا بہانہ بنا کر لیٹ رہا۔ صرصر پہلے کی طرح صورت نگار کی حفاظت کرنے لگی۔ اُدھر برق عمرو سے الگ ہو کر چلا تو ایک مقام پر اصلی صبا رفتار سے اُس کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ صبا رفتار نے اس پر بے ہوشی کے غباروں کی برسات کر دی مگر برق صاف بچ کر نکل گیا۔ صبا رفتار اپنی راہ چل دی۔ لشکر گاہ کے کنارے برق اس کی گھات میں بیٹھا تھا۔ جیسے ہی وہ قریب پہنچی، برق نے اوٹ سے نکل کر اس پر کمند پھینکی لیکن صبا رفتار بجلی کی طرح تڑپ کر کمند کے حلقے سے نکل گئی۔ اور کمان میں تیر جوڑ کر برق کے سینے کا نشانہ لیا لیکن گھبراہٹ میں تیر سینے کے بجائے اس کے انگوٹھے میں لگا۔

اب وہ تلوار کھینچ کر صبا رفتار پر حملہ آور ہوا۔ صبا رفتار بھاگ کھڑی ہوئی۔ برق نے پیچھا کیا۔ وہ لشکر گاہ میں جا گھسی اور طرارے بھرتی بارگاہ میں جا پہنچی۔ صورت نگار اور صرصر دونوں اُسے دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ ایک صبا رفتار پہلے ہی ان کے قریب فرش پر سو رہی تھی۔ ان کا ماتھا ٹھنک گیا کہ یہ دوسری صبا رفتار کہاں سے آ گئی۔

صرصر نے اُسے نقلی صبا رفتار سمجھتے ہوئے چالاکی سے

میں جکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر اس نے چلا چلا کر اپنے اصلی ہونے کے ثبوت پیش کیے۔

نقلی صبا رفتار یعنی عمرو نے اندازہ کر لیا کہ اب خیر نہیں۔ وہ فرش پر دکھاوے کی نیند سو رہا تھا۔ خطرہ محسوس کرتے ہی وہ اُٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

صرصر اور صبا رفتار دونوں بلا کی طرح اس کے پیچھے لگ گئیں۔ لشکر گاہ سے باہر نکلنے کے بعد عمرو نے بھاگتے ہوئے ان پر بے ہوشی کے غبارے سر کرنے شروع کر دیے۔ مگر اس ترکیب سے کہ غبارے ان سے آٹھ دس قدم آگے پھٹتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر دفعہ کچھ نہ کچھ بے ہوشی کا دھواں ان کے نتھنوں میں داخل ہو جاتا۔ آخر کار دونوں عیارنیں ایک کے بعد ایک بے ہوش ہو کر زمین ناپنے لگیں۔

کچھ دیر بعد جب عمرو نے انھیں پیچھا کرتے نہ پایا تو سمجھ گیا کہ میدان صاف ہے۔ جلدی جلدی اس نے صرصر کا بھیس بنایا اور چکر لگا کر صورت نگار کے پاس جا پہنچا۔ صورت نگار نے پوچھا "کیا عمرو بچ کر نکل گیا؟"

"جی نہیں" نقلی صرصر نے جواب دیا "پکڑا تو گیا ہے مگر عجیب عجیب تماشا دکھا رہا ہے۔ جس جگہ باندھ کر ڈالا گیا ہے وہاں سے اُٹھائے نہیں اُٹھتا۔ کبھی اتنا موٹا ہو جاتا ہے کہ ناک

نشتہ تو خیر ہاتھ پاؤں بھی نہیں دکھائی دیتے۔ اور کبھی ا[illegible]
چوڑا ہو جاتا ہے کہ اُونچائی بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ اگ[illegible]
آپ دیکھنا چاہیں تو اکیلی نہ چلیے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

یہ آخری بات عمرو نے اُسے جوش دلانے کے لیے کہی
تھی اور وہ اس میں کامیاب رہا۔ صورت نگار نے بڑے ہن[illegible]
سے کہا "ایسے کتنے ہی شعبدے میری چٹکی میں ہیں۔ میں اکیل[illegible]
ہی چلتی ہوں۔"

عمرو صورت نگار کو لشکر کے باہر لے گیا اور ایک جگہ [illegible]
موقع پا کر اُسے بے ہوش کر دیا۔ اس کے بعد اس نے وہاں
ایک لمحہ ٹھہرنا بھی غیر مناسب جانا۔ صورت نگار کو زنبیل میں
ڈال کر نو دو گیارہ ہو گیا اور جب بہت دُور نکل گیا تو ایک
محفوظ جگہ رُک کر صورت نگار کو قتل کر دینا چاہا۔ لیکن ایسی
خوفناک آوازیں بلند ہوئیں کہ اس کا دل کانپ گیا۔ سمجھ گیا کہ
یہ بہت بڑی ساحرہ ہے۔ میرے ہاتھوں قتل نہ ہو سکے گی۔
مجبوراً اُسے زنبیل میں ڈال کر اپنے کیمپ کی طرف چل دیا کہ
وہیں پہنچ کر دوسرے جادوگروں کی مدد سے اسے جہنم رسید
کروں گا۔

اُدھر صرصر کو بھی جلد ہی ہوش آ گیا۔ وہ جھنجھلاتی ہوئی
واپس صورت نگار کی بارگاہ کو چل دی۔ عمرو اسی کے بھیس میں [illegible]

[illegible]ت نگار کو لے کر چھاؤنی سے باہر گیا تھا۔ صورت نگار کی
[illegible] نے جو اُسے تنہا آتے دیکھا تو حیرت سے کہا "ملکہ صاحبہ
کہاں چھوڑ آئیں؟"

صرصر نے کہا "اے بُوا! کیوں بیوقوف بناتی ہو۔ میں تو
[illegible]نہیں یہیں چھوڑ کر اُس مُوئے عمرو عیّار کو پکڑنے گئی تھی۔"

خواص نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا "کیوں جھوٹا بناتی ہو۔
تھوڑی دیر پہلے ہی تم انھیں یہاں سے اپنے ساتھ لے گئی تھیں
[illegible] نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

صرصر کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ وہ سمجھ گئی
[illegible]میرے بھیس میں عمرو ملکہ صورت نگار کو اُڑا لے گیا ہے۔

ملکہ حیرت افراسیاب کے پاس جانے سے پہلے اُسے صورت نگار
کی حفاظت کرنے کی سخت تاکید کر گئی تھی۔ اپنی جانب سے
اس نے کوئی کوتاہی نہ برتی تھی۔ پھر بھی عمرو صورت نگار کو
پکڑ لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہ اس کے لیے کٹ
مرنے کی بات تھی۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ چاہے جان چلی جائے۔
یا تو صورت نگار کو واپس لاؤں گی یا اس کے بدلے میں ملکہ مہ رخ
کو اُٹھا لاؤں گی۔

خواص کو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ بجلی کی طرح تڑپ
کر بارگاہ سے نکلی اور آندھی کی طرح ملکہ مہ رخ کی چھاؤنی

میں جا پہنچی۔ ایک خدمت گار کے بہروپ میں بارگاہ کے
جا کر اس نے دربار کا جائزہ لیا۔
عمرو اور برق اب تک وہاں نہ پہنچے تھے۔ صرصر
معلوم کرکے باہر آئی۔ ایک مقام پر اوٹ میں ہو کر
اس نے برق فرنگی کا بھیس بنایا اور تیزی سے چلتی ہوئی
پھر دربار میں جا پہنچی۔

انمول تحفہ

مہ رُخ کے دربار میں عیاروں کی بڑی عزت تھی۔ خاص طور سے عمرو کی بات اتنی اُونچی تھی کہ خود ملکہ مہ رُخ بھی اس سے چون و چرا کرنے کی ہمت نہ کر سکتی تھی۔ صرصر اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھی۔

برق کے بھیس میں جیسے ہی وہ دربار میں پہنچی سب لوگ اس کی مُتوجّہ ہوگئے۔ وہ سیدھی ملکہ مہ رُخ کے پاس گئی اور اس کے کان میں کہا" اُستاد چھاؤنی کے باہر ایک جگہ ہیں۔ کچھ ضروری بات کرنے کے لیے آپ کو اسی وقت بلایا ہے۔"

خواجہ عمرو کا بلاوا اور وہ بھی ان کے شاگرد برق فرنگی کے ذریعے، ملکہ مہ رُخ کیسے ٹال سکتی تھی۔ بغیر کچھ پوچھے گچھے اٹھی اور اس کے ساتھ ہولی۔ صرصر اُسے لشکر سے باہر لے گئی اور ایک مناسب مقام پر دھوکے سے اُسے بے ہوش کرکے گھنی جھاڑیوں کے اندر ڈال دیا۔ اس کے بعد ملکہ مہ رُخ کا رُوپ

دھار کر خود بارگاہ میں آئی۔ کچھ دیر بعد اس نے دربار برخواست کیا
اور ایک الگ تھلگ خیمے میں جا کر لیٹ رہی۔ البتہ خادموں اور
کنیزوں سے یہ کہہ دیا کہ اگر خواجہ عمرو آئیں تو میرے پاس بھیج
دینا — زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عمرو بھی آ پہنچا۔ ملازموں نے
اُسے ملکہ کے خیمے کی طرف بھیج دیا۔ وہاں اُس نے مہ رُخ کو
سوتا ہوا پایا۔ اُسے حیرت زدہ کرنے کے خیال سے عمرو نے
صُورت نگار کو زنبیل میں سے نکال کر فرش پر ڈال دیا اور
نقلی مہ رُخ کو جگا کر بڑے فخر سے بولا:

"ملکہ صاحبہ! اٹھیے۔ دیکھیے۔ آپ کے لیے میں ایک انمول
تحفہ لایا ہوں۔"

نقلی مہ رُخ جھوٹ موٹ کی نیند سو رہی تھی۔ لیکن اس
خیال سے کہ کہیں عمرو شک نہ کرے جمائیاں لیتے اور آنکھیں
ملتے ہوئے اُٹھ بیٹھی۔ اور صُورت نگار پر نگاہ ڈالتے ہی خوشی سے
بول اُٹھی "ارے! یہ تو سامری کے پوتے مصوّر جادُو کی بیوی اور
شکل کش جادُو کی ماں ہے۔ واقعی یہ انمول تحفہ ہے۔ لیکن یہ
بڑی زبردست جادُوگرنی ہے۔ اسے مار کیوں نہ ڈالا؟"

عمرو نے کہا "میں نے کوشش کی تھی لیکن ایسی خوفناک
آوازیں آئیں کہ ڈر گیا۔ اسے آپ ہی ہلاک کر سکتی ہیں۔ ابھی
اسے ہوش آنے میں کچھ دیر اور لگے گی۔ اس سے پہلے ہی

تمام کر دیجیے۔"

نقلی مہ رُخ یہ سُن کر ایک لمحہ کچھ سوچتی رہی پھر چٹکی بجاتے
ہوئے بولی "اچھی بات ہے۔ مگر ایسا کرو۔ میری خواب گاہ میں
بچھونے کے نیچے ایک جھولی ملے گی۔ اِس میں سامری کے کچھ
طلسمی نسخے رکھے ہیں۔ جا کر لے آؤ۔ ان کے بغیر یہ ہلاک
نہ ہوگی۔"

عمرو کو بالکل بھی شک نہ ہوا۔ نقلی مہ رُخ اور صُورت نگار
کو خیمے میں تنہا چھوڑ کر وہ ملکہ مہ رُخ کی خواب گاہ کو چل
دیا۔ اس کے باہر جاتے ہی صرصر نے صُورت نگار کو پوٹلی میں
لپیٹ کر اپنی پیٹھ پر باندھا اور خیمے سے نکل کر چھلانگیں مارتی
باہر کی طرف دوڑی۔

لشکر کے لوگوں نے غُل مچاتے ہوئے اس کا پیچھا کیا۔ یہ
ہنگامہ سُن کر عمرو بھی پلٹ پڑا۔ صرصر ہوا کی مانند سنسناتی ہوئی
چھاؤنی سے باہر نکل گئی۔ لیکن عمرو اور لشکر کے سپاہیوں نے
اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔

کھلے میدان میں پہنچ کر صرصر کو ڈر ہوا کہ کہیں پیچھا کرنے
والے جادُوگر سحر کر کے اسے بے بس نہ کر دیں۔ اُس نے
صُورت نگار کو پیٹھ سے کھول کر ہوشیار کیا اور کہا:

"ملکہ! جلدی سے کچھ کیجیے۔ دشمن جادُوگر وار کرنے والے ہیں۔"

صُورت نگار نے یہ سُنتے ہی پیچھا کرنے والوں کی طرف دیکھا۔ عمرو اور ملکہ مہ رُخ کے بہت سے جادُوگر ان کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔ وہ سارا معاملہ سمجھ گئی۔ جلدی سے اُس نے مُٹھی بھر کر مٹی اٹھائی اور منتر پڑھنے لگی۔

عمرو نے اپنے آدمیوں کو روکتے ہوئے کہا: "سب لوگ چھپ جاؤ۔ صُورت نگار منتر پڑھ رہی ہے۔ اس کا توڑ تم سے نہ ہو سکے گا۔"

یہ سُنتے ہی پیچھا کرنے والے کچھ جادُوگر ہوا میں اُڑتے ہوئے تیزی سے واپس پلٹ گئے اور کچھ زمین میں ڈبکی لگا گئے۔ عمرو بھی بھاگ کھڑا ہوا مگر چیخ چیخ کر کہتا گیا: "اے صرصر! یاد رکھنا۔ اگر ملکہ مہ رُخ مجھے جیتی نہ ملی تو ہرگز تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

صرصر نے کچھ جواب نہ دیا۔ صُورت نگار نے دشمنوں کو خوفزدہ ہو کر بھاگتے دیکھا تو مسکراتے ہوئے مٹی پھینک دی، منتر پڑھنا بند کر دیا اور صرصر کو ساتھ لے کر اطمینان کے ساتھ اپنی چھاؤنی کی طرف چل دی۔

اُدھر عمرو کچھ دیر تو اپنی چھاؤنی کی طرف بھاگا مگر پھر اکبارگی پلٹ کر صُورت نگار کی چھاؤنی کی طرف ہو لیا۔ دوڑ میں اس کا مقابلہ کون کر سکتا تھا۔ صُورت نگار اور صرصر کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ وہاں جا پہنچا اور ایک خدمت گار کو ترکیب سے بے ہوش کر کے بارگاہ میں اس کی جگہ کام کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد صُورت نگار اور صرصر بھی آ پہنچیں۔ وہاں جب صرصر نے بتایا کہ وہ مہ رُخ کو بے ہوش کر کے یک جا رہی چھپا آئی ہے تو صُورت نگار نے اُسے حکم دیا کہ جلدی سے جا کر اُسے اُٹھا لا۔ صرصر اُلٹے پیروں واپس آئی۔ یہ بات عمرو نے بھی سُن لی تھی۔ بارگاہ سے نکل کر وہ بھی صرصر کے پیچھے ہو لیا۔ لشکر گاہ کے باہر پہنچنے پر عمرو للکارا: "ہوشیار صرصر! آج تو مجھ سے بچ کر نہ جانے پائے گی۔"

صرصر چونک کر پلٹی تو اس نے عمرو کو اپنے سامنے پایا۔ عمرو سے بارہا اس کی مُڈبھیڑ ہو چکی تھی۔ کئی مقابلوں میں وہ اسے نیچا بھی دکھا چکی تھی۔ لیکن آج اور اس وقت عمرو کے تیور دیکھ کر اِس کا دل کانپ گیا۔ مُقابلہ کرنے کی بجائے وہ بدحواس ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ عمرو اس کا پیچھا کرتے ہوئے کمند کے حلقے پھینکنے لگا۔ بالآخر ایک درخت کی اوٹ میں چھپنے کی کوشش کرتے ہوئے صرصر اس کی کمند میں اُلجھ کر گر پڑی۔

عمرو نے اُسے سنبھلنے کی مُہلت نہ دی۔ جست کر کے اس کے سینے پر سوار ہو گیا اور خنجر نکال کر اس کے حلق پر رکھتے ہوئے بولا "جان کی خیر چاہتی ہے تو بتا ملکہ مہ رُخ کہاں ہے؟"

خوف کے مارے صرصر کی گھگھی بندھ گئی۔ زبان سے ایک

لفظ ادا نہ کرسکی۔ عمرو نے ایک اور ڈانٹ بتا کر چاہا کہ
ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارے لیکن اکبارگی اس کا سارا بدن
سُن ہوکر رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے درخت کے اُوپر سے ایک
رسی گری اور اس نے عمرو کو خود بخود بُری طرح جکڑ لیا۔ صرصر
حیران ہوکر اُوپر دیکھنے لگی۔ اچانک پتیوں کے چند گچھے حرکت
کرتے نظر آئے۔ پھر کوئی دھم سے زمین پر آ رہا۔ اس شخص کے
چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی صرصر کی آنکھیں چمک اُٹھیں اور بے ساختہ
اس کے منہ سے نکلا "ارے ناقوس جادو! تم!"

وہ ملکہ حیرت کی فوج کا جادوگر تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے
جواب دیا "ہاں میں۔ کہو کیسا بچایا۔ اب تو مانتی ہو نا کہ
جہاں عیاری کام نہیں دیتی وہاں جادو کام کرتا ہے۔"

صرصر اس سے ہمیشہ عیاری کی برائی جتایا کرتی تھی۔ اس
چٹکی پر تلملا کر رہ گئی۔ ناقوس جادو نے ہنستے ہوئے عمرو کو
گٹھڑی میں باندھ کر پیٹھ پر لٹکایا اور صرصر سے رخصت ہوتے
ہوئے بولا "اچھا تم زیادہ شرمندہ نہ ہو۔ میں چلتا ہوں۔ اس
عیار کو سیدھا جا کر شہنشاہ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ انعام
ملا تو دو چار آنے ضرور تمہیں بخشش دوں گا۔ عیاری کا اتنا
حق ضرور بنتا ہے۔"

صرصر نے غصے سے اِس کا منہ چڑا دیا اور تنک کر بولی:

ہنے دو۔ زیادہ ڈینگ نہ مارو۔ ایسا نہ ہو کوئی اور
یار راستے میں مل جائے اور تمہاری ساری جادوگری اس
کے سامنے دھری رہ جائے۔"

ناقوس جادو ہنستا ہوا شہرِ ناپُرساں کی طرف چل دیا۔ صرصر
نے اپنا راستہ لیا۔

اتفاق سے جنگل میں ایک مقام پر مہتر قِران بیٹھا ہوا تھا۔
کے لشکر میں عیاری کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ ایک سمت اچانک
جو اس کی نگاہ اُٹھی تو اس نے دیکھا کہ کوئی جادوگر پیٹھ پر ایک
گٹھڑی باندھے چلا آ رہا ہے۔

مہتر قِران کے کان کھڑے ہوگئے۔ جلدی جلدی اس نے خود
بھی جادوگروں جیسا بہروپ بنایا اور ایک درخت کی اوٹ میں
ہوکر آنے والے کا انتظار کرنے لگا۔ آنے والا وہی ناقوس جادو
تھا۔ جیسے ہی وہ قریب آیا۔ مہتر قِران نے اچانک سامنے آ کر
اُسے للکارا "تو کون بدنصیب ہے؟ میرے علاقے میں بغیر
اجازت کیسے آگیا؟"

ناقوس جادو اس اچانک للکار پر سٹپٹا گیا۔ اُسے خیال ہوا
کہ یہ علاقہ افراسیاب نے اس جادوگر سردار کو بخش دیا ہوگا۔ اس
نے جواب دیا "معاف کیجیے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ علاقہ کس کا
ہے۔ میرا نام ناقوس جادو ہے۔ ملکہ حیرت کی فوج میں ہوں۔

عمرو عیار کو لے کر شہنشاہ کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ اجازت ہو
تو آپ کے علاقے سے ہو کر نکل جاؤں۔"

مہتر قران دہاڑا "خیر تجھے تو میں معاف کرتا ہوں مگر یہ
اپنے پیچھے تو کس کو لگا لایا ہے؟ میں ہر کس و ناکس کو اجازت
نہیں دے سکتا۔"

یہ بات مہتر قران نے کچھ اس انداز سے کہی کہ ناقوس جادو
کو یقین ہو گیا کہ کوئی میرے پیچھے ضرور ہے۔ اس نے پیچھے پلٹ
کر دیکھا مگر دور دور تک کہیں کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ اس نے
چاہا کہ پلٹ کر اجنبی جادوگر سے پوچھے۔ لیکن گردن گھمانے سے
پہلے ہی مہتر قران نے گنڈہ نکال کر اس زور سے مارا کہ
اس کا سر کٹ کر دور جا گرا۔ پھر جوں ہی اس کی موت
کا اعلان ہوا عمرو کے جسم کی بے حسی اور وہ جادوئی رسی جس
میں وہ جکڑا ہوا تھا، خود بخود غائب ہو گئی۔

مہتر قران نے گٹھڑی کی گانٹھیں کھول دیں اور استاد کو
ادب سے سلام کیا۔ عمرو نے خوش ہو کر ایک کھوٹا پیسا
اسے انعام میں دیا اور رخصت ہو کر ملکہ مہ رخ کی فکر
میں چل دیا۔

اب صبا رفتار کا حال سنیے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ صرصر
کے ساتھ عمرو کا پیچھا کرتے ہوئے اس کے بے ہوشی کے غبارں

لے سے وہ بھی بیہوش ہو گئی تھی۔ ہوش میں آنے کے بعد
ر تو وہ جنگل میں ادھر ادھر عمرو کو تلاش کرتی رہی مگر
ب وہ کہیں نہ دکھائی دیا تو ملکہ مہ رخ کی چھاؤنی کی طرف
دی —— یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اس جگہ
ہنچی جہاں اس سے کچھ دیر پہلے صرصر ملکہ مہ رخ کو بے ہوش
کے چھپا گئی تھی۔ اس نے ملکہ مہ رخ کو چادر میں کس کر پیٹھ
ے باندھا اور الٹے پیروں صورت نگار کی چھاؤنی کو چل دی۔
دھا فاصلہ اس نے بڑے آرام سے طے کر لیا۔ مگر اس کے
د اچانک برق فرنگی سے اس کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ دونوں تلواریں
نچ کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی
عمرو بھی ادھر آ نکلا۔ اس موقع پر جیسے ہی صبا رفتار نے عمرو
طرف دیکھا، برق نے پھرتی کے ساتھ بے ہوشی کا غبارہ
ال کر صبا رفتار کی ناک پر کھینچ مارا۔ صبا رفتار چھینک مار کر
بے ہوش ہو گئی۔

عمرو نے اس کی پیٹھ سے ملکہ مہ رخ کو کھولا اور ہوش میں
لا کر کہا "ملکہ صاحبہ! خدا کا شکر ہے کہ ہم آپ کو کھو کر پھر
گئے۔ اب چھاؤنی تشریف لے جائیے۔ لیکن آئندہ ذرا احتیاط
سے کام لیجیے۔"

ملکہ مہ رخ اپنی چھاؤنی کو چلی تو عمرو نے برق کو ملکہ مہ رخ

کی شکل کا بنا کر پوٹلی میں باندھا اور پیٹھ پر لاد کر صورت نگا
کیمپ کو روانہ ہوگیا۔ لیکن اب وہ عمرو کی بجائے صورت
اور لباس سے صبا رفتار نظر آ رہا تھا۔

صورت نگار کے پاس پہنچ کر اُس نے برق کو بڑے
کے ساتھ پیش کرتے ہوئے کہا" یہ لیجیے حضور! ملکہ مہ رُخ
ہے۔ آج جان کی بازی لگا دینی پڑی ہے۔ انعام کی مستحق

صورت نگار باغ باغ ہوگئی۔ نقلی صبا رفتار کو اس نے بہ
سا انعام دیا اور بولی" اِسے ستون سے باندھ کر ہوش میں لا
میں آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر سحر کی جھولی لینے کے لیے اندرونی خیمے میں گ
تاکہ مہ رُخ سے مناسب سلوک کر سکے۔ وہاں ایک کونے م
چند پُتلیاں رکھی تھیں۔ صورت نگار جھولی سنبھالنے لگی تو ان
سے ایک نے دوسری سے کہا" بتاؤ ملکہ اِس وقت کیوں ا
خوش ہے؟" دوسری نے جواب دیا:" اس لیے کہ صبا رفتار م
مہ رُخ کو گرفتار کر کے لائی ہے۔" تیسری نے ہنستے ہوئے کہا
"بالکل جھوٹ۔ بالکل جھوٹ۔" دوسری نے جھنجلاتے ہوئے کہا
"اچھا تو تم ہی سچ بتا دو۔" تیسری پُتلی نے اُسے اور دوسری پتلیو
کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:" بتا دوں؟" سب نے کہا:" ہاں۔" تیس
بار اسی طرح سب سے اقرار کرا کے تیسری پُتلی نے کہا" سچی بات

کہ نہ مہ رُخ ہے نہ صبا رفتار ہے۔ برق فرنگی ہے اور
عمرو عیّار ہے۔ دونوں بھیس بدل کر آئے ہیں۔ صورت نگار
دھوکے کا شکار ہے۔"

یہ سُن کر صورت نگار چونک اُٹھی۔ اُدھر عمرو بھی خیمے سے
کان لگائے ہوئے تھا۔ بھانڈا پھوٹتا دیکھ کر فوراً اس نے برق
کو ستون سے کھول دیا اور صبا رفتار کی بجائے صرصر کا روپ دھار
لیا۔ پھر جیسے ہی صورت نگار آتی دکھائی دی، اس نے برق کو
بھاگ جانے کا اشارہ کیا اور خود صرصر کی آواز میں چلانے لگا:
"ملکہ! جلدی کیجیے۔ عمرو بھاگ گیا۔ اور اب برق بھی بھاگا جا رہا ہے۔"

صورت نگار جوش میں آ کر برق پر جھپٹ پڑی۔ عمرو بھی اس
کے پیچھے ہو لیا۔ دونوں آگے پیچھے دوڑتے ہوئے برق کا تعاقب
کرنے لگے۔ لشکر گاہ سے باہر نکلنے کے بعد عمرو نے موقع پا کر
صورت نگار کو بے ہوش کر دیا اور پھر بڑے اطمینان سے باندھ
کر ملکہ مہ رُخ کے پاس لے گیا۔

"انمول تحفہ حاضر ہے۔" عمرو نے صورت نگار کو مہ رُخ
کے قدموں پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"آفرین ہو۔ بڑا کام کیا۔" مہ رُخ بولی" لیکن اسے زیادہ
دیر زندہ رکھنا مناسب نہیں۔ کہیں عیّار نہیں پھر نہ لے اُڑیں۔
تیر اندازوں کو حکم دیجیے کہ میدان میں جمع ہوں اور اِسے

نشانہ بنائیں۔"

حکم کے مطابق کارروائی ہونے لگی۔ تیر اندازوں کے دستے تیار ہو ہو کر میدان میں جانے لگے۔ صورت نگار کو ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ سامنے تیر انداز صفیں جمانے لگے۔ دائیں بائیں لشکر کے سردار تماشا دیکھنے کے لیے درجہ بدرجہ جگہ سنبھالنے لگے۔ یہ خبر آناً فاناً ساری چھاؤنی میں مشہور ہو گئی۔

وکیل شہزاد

ناگن اور رعد کی رہائی

اب صرصر کا حال سنیئے۔ ناقوس جادو نے اُسے عمرو سے چھڑایا تھا جس کے بعد وہ بھاگم بھاگ اُن جھاڑیوں میں جا پہنچی جہاں وہ مہ رُخ کو بے ہوش کر کے چھوڑ آئی تھی۔ چپا چپا کھنگالنے کے بعد بھی اُسے وہاں کچھ نہ ملا تو پہلے تو وہ جنگل میں اِدھر اُدھر تلاش کرتی رہی۔ اس کے بعد مایوس ہو کر مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف چل دی۔ اِس کا ارادہ مہ رُخ کی بارگاہ میں جانے کا تھا۔ لیکن راستے میں صورت نگار کی گرفتاری کی خبر سُن کر سیدھی اُس میدان میں جا پہنچی جہاں اُس پر تیر اندازی کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

صرصر نے دیکھا کہ صورت نگار ایک ستون سے بندھی ہوئی اور بے ہوش ہے۔ تیر اندازوں کی صفیں درست ہو چکی ہیں اور وہ حکم کے منتظر ہیں۔ ملکہ مہ رُخ عیاروں اور اپنے جملہ سرداروں کے ساتھ موجود ہے اور تیر اندازوں کو اشارہ کیا ہی چاہتی ہے۔

اُس نے سوچا جان پر کھیلے بغیر صُورت نگار کو بچانے کی کو[...]
ترکیب ممکن نہیں ہے۔ اور اس کے لیے بھی اب وقت بہت
تنگ ہے۔

آناً فاناً اس کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ اِس وقت
وہ ایک سپاہی کے بھیس میں تھی۔ اس نے خنجر نکالا اور گھبرا[...]
کر صُورت نگار کی طرف چیختے ہوئے دوڑ پڑی "پہلا وار میں
کروں گا۔ اس نے میرے بھائی کو ہلاک کیا تھا۔"

میدان میں موجود سارے لوگ اس اچانک ہنگامے
حیران ہو کر اُسے گھورنے لگے۔ ملکہ مہ رُخ تیراندازوں کو آخری
اِشارہ کر چکی تھی مگر نقلی سپاہی کی طرف متوجّہ ہو جانے کی وجہ
سے تیرانداز یہ اِشارہ نہ دیکھ سکے۔ صرصر دیوانہ وار دوڑتی ہوئی
صُورت نگار کے پاس جا پہنچی۔ دیکھنے والوں کا خیال تھا کہ بس
اب وہ اس کے سینے میں خنجر بھونک دے گی لیکن اس
کے بجائے اُس نے بے ہوشی دُور کرنے والا عطر اس کے چہرے
پر چھڑک دیا۔ ساتھ ہی وہ رسّی بھی کاٹ دی جس سے وہ
بندھی ہوئی تھی۔

یہ سب کچھ اتنی تیزی کے ساتھ ہو گیا کہ میدان میں موجود
سارے لوگ اصل معاملہ نہ سمجھ سکے۔ اُدھر ہوش میں آتے ہی
صُورت نگار کے کانوں میں صرصر کی یہ آواز گونجی: "ملکہ! جان

[...]ہے۔ ہم دونوں دشمن کے نرغے میں ہیں یہ
[...] صُورت نگار نے فوراً ہی ایک کنکری پر پھونک کر مہ رُخ کو
[...]نہ بنایا۔ کنکری ایک فولادی گولہ بن کر مہ رُخ کی طرف لپکی۔
[...]رُخ کی نظر اس پر جا پڑی۔ گولے سے بچنے کے لیے اُس نے
[...]ت سے چھلانگ لگائی اور زمین میں غرق ہونے لگی۔ صُورت نگار
[...] دیکھتے ہی اُڑ کر اس کی طرف جھپٹی۔ اسی عرصے میں شکیل جادُو
[...]نے ایک ناریل صُورت نگار پر کھینچ مارا۔ صُورت نگار کا پیر اس
[...]سے زخمی ہو گیا۔ مہ رُخ زمین میں غرق ہو چکی تھی۔ لاچار وہ
[...]ئی اور صرصر کو پنجے میں داب کر اُڑ گئی۔

میدان میں موجود سارے سپاہیوں اور جادُوگروں نے زمین
[...]ر آسمان سے اِس پر تیروں، پتھروں اور آتشی اژدہوں کی
[...]رمات برسانی شروع کر دی مگر وہ ان سب سے بچتی بچاتی
[...] ہی چھاؤنی میں جا پہنچی۔

وہاں ملکہ حیرت اور شہنشاہ افراسیاب گنبدِ نُور سے آئے ہوئے
[...]تھے۔ آداب و تعظیم کے بعد صُورت نگار نے افراسیاب سے کہا:
[...]لکہ حیرت کے جانے کے بعد سے اب تک دو دن میں ان
[...]اروں نے مجھے ناکوں چنے چبوا دیے۔ صرصر نہ بچاتی تو اب
[...] وہ مجھے ہلاک کر چکے ہوتے۔ کمبخت منٹوں میں شکل بدل
[...]تے ہیں اور ناکام ہونے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ان

بے عزتوں کا کچھ انتظام کیجیے۔"

افراسیاب نے جواب دیا: "ملکہ! آپ نے ناحق باغیوں
جنگ کرکے خود کو پریشانی میں ڈالا۔ آپ خداوندِ سامری کی
ہیں۔ یہ لوگ آپ کے مرتبے کے نہیں۔ اب اطمینان سے چ
میں رہ کر تماشا دیکھیے۔ باغیوں کی فکر نہ کیجیے۔ میں ان کا
کیے دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر افراسیاب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ فوراً
گڑگڑاہٹ کی آواز آئی۔ زمین شق ہوئی۔ ایک ساحر اس
سے نکلا اور افراسیاب کو سلام کرکے اس کے سامنے او
سے کھڑا ہو گیا۔ افراسیاب اس سے مخاطب ہوا "اے با
جادو! شہزادی خوبصورت جادو شکیل کے بہکائے میں آ
باغیوں کے پاس چلی گئی ہے۔ اُسے گرفتار کرکے دریائے
پر لے جاؤ۔ وہاں ایک ہنڈولا طلسمی موجود ہے۔ اس میں
قید کرکے واپس آؤ اور آکر سارے باغیوں کو قتل یا گرف
کرکے مابدولت کو اس کی اطلاع دو۔ سمجھ گئے؟"

باران جادو نے ادب سے کہا: "حضور کے حکم کی تعمیل

یہ جواب سن کر افراسیاب صورت نگار اور ملکہ حیرت
رخصت ہوا اور اُڑن تخت پر بیٹھ کر باغِ سیب کی سمت رو
ہو گیا ـــ افراسیاب کے جانے کے بعد باران جادو نے بڑ

کر اپنا لشکر طلب کیا۔ ملکہ حیرت نے ایک علیحدہ وسیع خطے
میں اس کے لشکر کے ٹھہرنے کا انتظام کیا۔ ان کاموں سے
فارغ ہو کر باران جادو تنہا اُڑتا ہوا مہ رُخ کی بارگاہ میں جا
پہنچا اور وہاں بھرے دربار میں ایک کرسی پر بیٹھ کر مہ رُخ اور
اس کے سرداروں کو للکارتے ہوئے کہا:

"اے نمک حرامو! تم نے شہنشاہ سے بغاوت کرکے اپنے حق میں
خود کانٹے بوئے ہیں۔ اب بھی اپنے کیے پر پشیمان ہو تو تمہیں
شہنشاہ سے معافی دلوا سکتا ہوں۔ ورنہ سمجھ لو کہ میں سزا دینے آ
پہنچا ہوں۔ اب تمہارا کوئی ہنر تمہارے کام نہ آئے گا۔"

اِس کی یہ بکواس سُن کر باقی سب خاموش بیٹھے رہے مگر
عمرو سے ضبط نہ ہو سکا۔ اُس نے جھپٹ کر کمند کے پھندے باران
جادو پر پھینکے۔ پھندوں نے اُسے جکڑ لیا لیکن وہ فوراً بادل بن کر
ان کی گرفت سے نکل گیا اور پھر جو کڑک کر گرا تو پلک جھپکتے میں
شہزادی خوبصورت جادو کو پکڑ کر اُڑ گیا۔ دربار میں موجود سارے
ساحروں نے اس پر بے تحاشا ناریل و ترنج مارے مگر وہ بادل
بن کر اُڑتا ہوا دریائے شور کی سمت تیزی سے روانہ ہو گیا۔

سب کو خوبصورت جادو کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا۔ لیکن
شکیل جادو کا حال ہی اور تھا۔ اُس نے بچوں کی طرح زمین پر
لوٹنا اور رونا چلانا شروع کر دیا۔

عمرو نے بڑی مشکل سے تسلیاں دے کر اُسے خاموش کیا اور مہ رُخ سے پوچھا: "ملکہ! یہ ساحر کیا جادو کرتا ہے؟ اس کا مرتبہ کیا ہے؟"

مہ رُخ نے کہا: "خواجہ! یہ پانی برساتا ہے۔ جس پر اس پانی کے قطرے پڑیں گے وہ درخت بن جائے گا۔ یہ ناگن بجلی اور رعد جادو کا ماتحت تھا۔ اگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے تو ہرگز یہ مقابلے پر نہ آتا۔ خدا جانے وہ ماں بیٹے کہاں قید ہیں۔"

عمرو نے تسلی دیتے ہوئے کہا: "میں اسی وقت ناگن بجلی اور رعد جادو کی تلاش میں جاتا ہوں۔ اور وہ جہاں بھی ہوئے چھڑا کر لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر عمرو وہاں سے چل دیا۔ جنگل میں پہنچ کر اُس نے سیٹی بجائی۔ اس کے سب عیار شاگرد آکر اکٹھے ہوگئے۔ عمرو نے انھیں رعد اور ناگن کا پتا چلانے کی سختی سے تاکید کی۔ سب نے وعدہ کیا اور انھیں ڈھونڈھ نکالنے کے لیے الگ الگ سمتوں میں روانہ ہوگئے۔ عمرو نے بھی اپنی پسند کا راستہ اختیار کیا۔

اُدھر باران جادو افراسیاب کی ہدایت کے مطابق شہزادی خوبصورت جادو کو دریائے شور میں لگے ہوئے ہنڈولے میں چھوڑ کر اپنے لشکر میں واپس آیا اور آتے ہی جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

باران جادو کے لشکر کے جنگی نقارے سُن کر ملکہ مہ رُخ نے بھی اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آکر صف بستہ ہوگئیں۔ باران جادو کی فوج سے ایک کے بعد ایک کئی سُورما میدان میں آئے اور جوڑ طلب کیا۔ مگر سب مہ رُخ کے سرداروں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس پر باران جادو کو سخت غصّہ آیا۔ لشکر سے نکل کر وہ خود میدان میں آ ڈٹا اور اپنا خاص منتر پڑھ کر آسمان کی طرف زور سے پھونک ماری۔

دیکھتے ہی دیکھتے پہاڑوں کی جانب سے کالی گھٹا اٹھی اور مہ رُخ کی فوج کے اُوپر چھا گئی۔ بُوندیں پڑنے لگیں۔ مہ رُخ اور دُوسرے بڑے بڑے جادوگر سرداروں اور ساحر شہزادیوں نے ان بُوندوں سے بچنے کے لیے طلسمی چھتریاں تان لیں لیکن سپاہیوں اور چھوٹے جادوگروں میں کہرام مچ گیا۔ جس شخص پر بھی وہ بوندیں پڑیں، دیکھتے ہی دیکھتے درخت بن جاتا۔

یہ حال دیکھ کر بہار جادو گُل دستہ ہاتھ میں لے کر غصّے کے عالم میں باران کے لشکر کی طرف بڑھی۔ باران جانتا تھا کہ اگر بہار نے گلدستہ پھینک دیا تو وہ اور اس کی فوج سب دیوانے ہو کر بہار جادو کے گُن گانے لگیں گے۔ اس کے پاس جمشید کے قبر کی مٹی تھی۔

بہار کو آگے بڑھتا دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے اُ
اور چکر کاٹ کر پیچھے سے اس پر جمشید کی قبر
مٹی چھڑک دی۔ گلدستہ مُرجھا گیا اور بہار بے ہوش
ہو کر زمین پر گر پڑی۔ باراں نے جوش میں آ
پھر اپنا خاص منتر پڑھ کر ابر کی طرف پھونکا اور تی
بار زور زور سے تالی بجائی۔ پلک جھپکتے میں بوندا با
موسلا دھار بارش میں بدل گئی۔ مہ رُخ کی جو فو
اِس بارش کی زد میں آئی درختوں کا جنگل بن گئی
جو باقی بچی میدانِ جنگ سے بے تحاشا بھاگ کھڑی ہو
کچھ دیر بعد باراں جادو فتح کے نقّارے بجا
ہوا اپنے کیمپ میں واپس ہوا اور فوج کو جشن
منانے کا حکم دے کر عیّاروں کے ڈر سے خو
دریائے خونِ رواں کے قریب ایک طِلسمی تالاب
کر اس کے اندر چھپ رہا۔

عمرو اور اس کے شاگرد رعد اور ناگر
کو تلاش کرنے کے لیے روانہ ہو چکے تھے
لیکن جب انھوں نے باراں جادو کی لڑائی
اور اپنے لشکر کی تباہی دیکھی تو وہ اراد
ملتوی کر کے باراں کو ٹھکانے لگانے کے لیے

پلٹ پڑے۔

اِتفاق سے افراسیاب نے کتابِ سامری میں مہ رُخ اور
باراں جادو کا حال معلوم کیا۔ اُسے پتا چل گیا کہ مہ رُخ تمام
سرداروں اور تین چوتھائی فوج کے ساتھ درخت بن چکی ہے
اور فتح حاصل کر کے باراں جادو دریائے خونِ رواں کے قریب
ایک طِلسمی تالاب میں آرام کر رہا ہے۔ افراسیاب نے خوش ہو
کر ایک خط باراں جادو کے نام لکھا اور ایک پنجے کو اِشارہ
کیا کہ خط اسے پہنچا دے۔

پنجے نے تھوڑی ہی دیر میں خط باراں جادو کو پہنچا دیا۔ اس
میں لکھا تھا "جن باغیوں کو تم نے درخت بنا دیا ہے اُن سب
کو میدانِ جنگ سے دریائے خونِ رواں کے کنارے لا کر اکٹھا کر
دو۔ عمرو انھیں چھڑانے کے لیے وہاں ضرور آئے گا اور میں ایسا
کروں گا کہ وہ بھی قابو میں آ جائے۔ ایک بار میں نے اُسے گرفتار
کرنے کے بعد خداوند لقا کے وزیر بختیارک شیطان کو دعوت دی
تھی کہ وہ اسے سزا دے مگر اس میں مجھے شرمندگی اُٹھانی پڑی
تھی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس ترکیب سے عمرو کو پھانس کر
اور بختیارک کے حوالے کر کے یہ شرمندگی دُور کروں۔ پس تم سارے
باغیوں کو فوراً لا کر دریائے خونِ رواں کے کنارے جمع کر دو
اور ان کی چوکسی کرو۔"

خط کا مضمون پڑھتے ہی باران جادُو تالاب کے باہر آ یا۔ اسی وقت ضرغام شیر دل اس کا پتا لگاتا ہوا تالاب کے کنارے آ پہنچا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ ضرغام کے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا کہ وہ باران کے جادو کرنے سے پہلے اُسے بے ہوش کر دے۔ اور ایسا کرنے کے لیے اُس نے انتہائی پھرتی سے کام لے کر جھولی سے بے ہوشی کا غُبارہ بھی نکال لیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ غُبارہ پھینکتا، باران نے منتر پڑھ کر اُسے بے حِس کر دیا۔ ضرغام اپنی اس بے بسی پر دل ہی دل میں تلملاتا رہ گیا اور باران اُسے باندھ کر لشکر گاہ تک گھسیٹتا لے گیا۔

چھاؤنی میں پہنچتے ہی اُس نے اپنے لشکر کو باغیوں کا اُگا ہوا جنگل اُکھاڑنے کا حکم دیا۔ یہ کام ہو گیا تو انھیں چھکڑوں میں لدوا کر دریائے خونِ رواں کے کنارے پہنچا دیا۔ پھر ضرغام کو بھی ان میں شامل کر کے ان کے چاروں طرف اپنی فوج کے بھی ڈیرے ڈلوا دیے۔ اس اثنا میں جانسوز بن مہتر قِران ایک جادُو گر کے بھیس میں اس کی بارگاہ کے مجمع میں شامل ہو گیا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کر پاتا باران نے اُسے پہچان کر منتر کے زور سے بے حِس کر دیا۔ اِس کو بھی باندھ کر وہیں پہنچا دیا گیا جہاں ضرغام تھا۔ اور دُوسرے لوگ بھی درخت بنے زمین

پڑے تھے۔

قیدیوں کی نگرانی کے اِنتظامات کا جائزہ لینے کے بعد باران جادو نے افراسیاب کو ایک خط کے ذریعے حکم پورا کرنے کی اطلاع بھیج دی۔

افراسیاب نے یہ خط پڑھتے ہی خُمار جادُو کو طلب کیا اور اُس سے کہا" بی خمار جادُو! خداوندِ سامری کی عنایت سے دو عیار اور سارے باغی گرفتار ہو چکے ہیں۔ عمرو سمیت اب صرف تین عیار باقی بچے ہیں۔ عمرو کے سبب ایک بار تمہاری اور میری خداوندِ لقا کے حضور بڑی کِچّی ہو چکی ہے۔ اگر تم جا کر عمرو کو گرفتار کر لاؤ تو میری اور تمہاری دونوں کی ندامت جاتی رہے۔ دریائے خونِ رواں کے کنارے وہ اس جگہ ضرور آئے گا جہاں اس کے لوگ باران جادُو کی قید میں ہیں۔ بہتر ہے کہ تم اُسے وہیں تلاش کر کے گرفتار کرنے کی کوشش کرو۔"

افراسیاب کے ان الفاظ نے خمار جادُو کے جذبۂ انتقام کو بھڑکا دیا۔ وہ اس سے رُخصت ہو کر عمرو کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد افراسیاب نے اس کی بہن ملکہ مخمور سُرخ چشم کو بھی اس مُہم پر روانہ کر دیا۔

خمار جادو نے دریائے خونِ رواں کے پار پہنچ کر ہر طرف عمرو کو تلاش کیا لیکن وہ اُسے کہیں دکھائی نہ دیا۔ تھک ہار کر وہ باران جادُ

کی بارگاہ میں پہنچی۔ باراں نے اُس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ کچھ
دیر آرام کرکے خمار جادُو نے اس سے کہا کہ مجھے ایک صندل کی
چوکی منگوا دو۔ اس پر بیٹھ کر میں ایسے منتر پڑھوں گی کہ عمرو جہاں
بھی ہوگا سیدھا بارگاہ میں آجائے گا۔

اِتفاق سے اِسی وقت عمرؔ بارگاہ کے ایک چوبدار کو بے ہوش
کرکے اس کی جگہ دروازے پر آموجود ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد غیب
باران کا ایک خادم صندل کی چوکی لے کر بارگاہ میں جانے لگا
تو عمرو بھی عیاری کی چادر اوڑھ کر اس کے پیچھے ہولیا۔ اور جب
خمار جادو اس پر بیٹھ کر عمرؔ کی طلبی کا منتر پڑھنے لگی تو عمرؔ اسی
حالت میں اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

خمار جادو منتر پڑھ کر بار بار چاروں طرف نگاہ دوڑاتی لیکن عمرؔ
چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ نظر نہ آتا تھا۔ چونکہ وہ منتر عمرؔ کو صرف
بارگاہ میں لانے کے لیے پڑھا گیا تھا اور عمرؔ وہاں موجود تھا اس
لیے اس پر کوئی دوسرا اثر نہ ہو سکا۔

باراں جادُو نے خمار جادُو کی ناکامی پر کئی فقرے چُست
کیے۔ مجبُور ہو کر وہ چوکی سے اُتر آئی اور منتر پڑھنا بند کر دیا۔
عمرؔ بھی اس کی شرمندگی پر مُسکراتا ہوا چُپ چاپ وہاں سے
کھسک گیا اور چھاؤنی کے باہر جا کر ایک آرام دہ جگہ پہ چادر
اُتار کر آیندہ کے منصوبے بنانے لگا۔

اُدھر وہ چوبدار جسے عمرو نے بے ہوش کرکے اس کا بہروپ
تھا، ہوش میں آکر روتا پیٹتا باران جادو کی خدمت میں
ا۔ عمرو اس کی جیب صاف کر گیا تھا۔ باراں سمجھ گیا کہ
رو ہی کا کام تھا۔ اُس نے خمار جادو سے کہا" آپ کے منتر
ضرور کوئی کمی رہ گئی تھی۔ ورنہ عمرو ضرور آجاتا۔ چوبدار کے
ن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہماری چھاؤنی میں یا اِرد گرد
کہیں موجود ہے۔ آپ کو کوئی اور اچھا منتر نہیں آتا؟"
خمار جادُو تلملا گئی۔ جوش میں آکر کہا" اگر واقعی عمرو یہ
ہاں نہیں ہے تو اب مجھ سے بچ کر نہ جا سکے گا۔ پہلا منتر کارگر
ہوا تو کوئی بات نہیں۔ میں ایسے ایسے ہزار منتر جانتی ہوں۔
اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجیے۔"
یہ کہہ کر خمار جادُو آنکھیں بند کرکے کچھ بُدبُداتی رہی۔ اس
بعد آنکھیں کھول کر زمین پر تالی بجائی۔
دیکھتے ہی دیکھتے دھوئیں کا ایک بگولا چکر کھاتا ہوا آسمان
اُترا اور اس کے سامنے آکر ناچنے لگا۔ خمار جادو نے
ب دار آواز سے کہا" اے طلسمی دھوئیں! جہاں بھی عمرو
، اُسے گھیر کر لے آ۔ خبردار ناکام واپس نہ آنا۔"
یہ حکم سُنتے ہی بگولا چکر کھاتا ہوا آسمان کی طرف اٹھا اور
سمت جا کر نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

عمرو اپنی جگہ بالکل بے فکر تھا۔ لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی
کہ ایک زوردار سنسناہٹ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اوپر نگاہ
اٹھاتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ دھوئیں کا بگولا اس کے
پہنچ چکا تھا۔ اُس نے چاہا کہ عیاری کی چادر اوڑھ کر غائب ہو
جائے لیکن اس سے پہلے ہی بگولے نے اُسے دبوچ لیا اور
تنکے کی مانند چکر دیتا ہوا خمار جادو کے پاس لے چلا۔ عمرو ان
زوردار چکروں کی تاب نہ لا سکا۔ چند ہی لمحوں میں بے ہوش ہوگیا
اُدھر باران جادو خمار پر طنز کر کے خوش ہو رہا تھا کہ دھوئیں
کا بگولا بے ہوش عمرو کو لیے آ پہنچا۔ خمار نے بگولے کو رخصت کر کے
فخر کے ساتھ باران سے کہا "دیکھا! میرا منتر کام کر گیا نا۔ بڑی
باتیں بنا رہے تھے۔ بولو اب کیا کہتے ہو؟"
باران بے حد شرمندہ ہوا۔ بولا "واقعی آپ زبردست جادوگر
ہیں۔ اپنے کہے کی معافی چاہتا ہوں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آج
آپ یہیں رہیں۔ آپ کی اس کامیابی پر چاہتا ہوں کہ شاندار
جشن منایا جائے۔"
خمار جادو نے عمرو کو ایک چادر میں باندھتے ہوئے کہا "نہیں
اب میں فوراً شہنشاہ کی خدمت میں جاتی ہوں۔ شاید مجھے ان
کی جانب سے بختیارک کو بلانے کے لیے بھی جانا پڑے۔ شہنشاہ
عمرو کو اسی کے ہاتھوں سزا دلوانا چاہتے ہیں۔" یہ کہہ کر خمار جادو

عمرو کو لاد کر باغِ سیب کی طرف روانہ ہوگئی۔
چھاؤنی کی دوسری جانب جنگل میں صرصر اپنی دو شاگرد عیارہ
صبا رفتار اور تیز نگاہ کے ساتھ چوکسی کر رہی تھی۔ اتفاقاً برق فرنگی
باران جادو کی فکر میں اُدھر چلا آ رہا تھا۔ ان تینوں سے اُس کی
مڈبھیڑ ہوگئی۔ برق نے چاہا کہ انھیں جُل دے کر بھاگ نکلے مگر
اُنھوں نے گھیرے میں لے کر اُسے کسی طرف سے نکلنے نہ دیا۔
ہر طرف سے اس پر کمندوں کے پھندے پڑنے لگے۔ اس نے
تلوار نکال کر جوابی حملے شروع کر دیے۔ لڑائی کو طویل ہوتے
دیکھ کر صرصر نے بے ہوشی کے غبارے برق پر مارنے شروع
کیے۔ دیکھا دیکھی دوسری عیاروں نے بھی یہی کیا۔ برق نے کوئی
بھی غبارہ اپنے مُنھ پر نہ پڑنے دیا۔ لیکن آخر کار ارد گرد پھٹنے
والے غباروں کے اثر سے اس پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔
اس کی بچاؤ کی جدوجہد سُست پڑ گئی۔ اسی حالت میں ایک
غبارہ عین اس کی ناک سامنے پھٹا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔
تینوں اُسے باندھ کر باران جادو کے پاس لے چلیں۔ لیکن
ابھی اُنھوں نے چند ہی قدم فاصلہ طے کیا ہوگا کہ ایک پنجہ آسمان
سے گرا اور ان سب کو اُٹھا کر لے گیا۔ اس اچانک صدمے سے
تینوں بے ہوش ہوگئیں۔ پھر جو اُن کی آنکھ کھلی تو انھوں نے خود
کو صُورت نگار کے سامنے پایا۔ صُورت نگار نے مُسکراتے ہوئے

صرصر سے کہا: "تم نے کئی دفعہ مجھے دشمن کے عیاروں سے بچایا تھا۔ میرا دل تمھیں دیکھنے کو چاہ رہا تھا۔ اسی لیے میں نے تمھیں پنجے کے ذریعے اٹھوا منگوایا ہے۔"

صرصر نے کہا: "اس محبت اور قدردانی کا شکریہ — لیکن اگر اسی طرح ہمیں منگواتی رہیں تو پھر ہم اپنا کام تو کر چکے۔ براہِ کرم آیندہ ایسا نہ کیجیے۔ ہم اس عیار برق فرنگی کو باران کے پاس لیے جلتے تھے۔ اب پھر اتنی دُور لاد کر لے جانا پڑے گا۔"

صُورت نگار نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا: "تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے ایسی جگہ قید کردوں گی کہ نہ خود بھاگ سکے گا نہ اس کا کوئی مددگار اسے چھڑا سکے گا۔ البتہ شہنشاہ یا ملکہ جب بھی حکم دیں گی حاضر کر دیا جائے گا۔ بولو! اب تو خوش ہو۔"

تینوں عیاروں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ صُورت نگار نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ منحوس جادو ہوا میں اُڑتا ہوا آیا اور اُسے سلام کرکے ادب سے کھڑا ہوگیا۔ صُورت نگار نے برق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اُس سے کہا: "منحوس جادو! اس عیار کو اسی گُنبد میں لے جا کر قید کر دے جس میں ناگن اور رعد قید ہیں۔ خبردار ہوشیاری سے حفاظت کرنا۔"

منحوس جادُو نے سر جھکا کر اِقرار کیا اور برق کو لے کر اُڑتا ہوا واپس چلا گیا۔

اتفاق سے مہترقِران اس وقت صُورت نگار کی چھاؤنی کے [illegible]ب صحرا میں تھا۔ منحوس جادو کو اُڑ کر صورت نگار کی بارگاہ کی [illegible]ت جاتے ہوئے اس نے دیکھ لیا تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ [illegible]جادُوگر کون ہے اور کس لیے ادھر گیا ہے۔ ابھی اس بارے [illegible] وہ کوئی رائے قائم نہ کر پایا تھا کہ وہی جادُوگر اُسے وہاں [illegible]ے واپس ہوتا دکھائی دیا۔ اُسے محسوس ہوا کہ جاتے وقت وہ [illegible]ل ہاتھ تھا مگر اس بار اس کے ہاتھوں میں ایک گٹھڑی لٹک [illegible]ہی تھی۔ قِران کا ماتھا ٹھنک گیا۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ [illegible]نتہائی تیزرفتاری کے ساتھ اس سمت دوڑنے لگا جس سمت کہ [illegible]ے وہ جادُوگر اُڑ کر جاتا دکھائی دیا تھا۔

بہت دیر تک دوڑتے رہنے کے بعد اُسے دُور ایک اُونچا [illegible]ا ہوا نظر آیا۔ اس کا دل کہہ اُٹھا کہ یہ جادُوگر اسی گُنبد [illegible]جائے گا۔ احتیاطاً اس نے اپنی رفتار کم کر دی۔ اس کا [illegible] صحیح نکلا۔ جادُوگر اُڑتا ہوا اسی گُنبد میں داخل ہو گیا۔ [illegible]ن نے غور سے دیکھا۔ گُنبد ایک ایسے ٹھوس مینار کے اُوپر [illegible] ہوا تھا کہ جس تک پہنچنے کے لیے نیچے سے کوئی زینہ نہ تھا۔ [illegible]ن کو یقین ہو گیا کہ اس گُنبد میں ضرور ہمارے کچھ آدمی قید [illegible]۔ اور یہ جادُوگر ان کی نگرانی پر مامُور ہے۔ اب اس کے [illegible]نے دو ہی باتیں تھیں۔ یا تو گُنبد کے اندر جا پہنچے یا نگراں

جادوگر کو کسی ترکیب سے بُلا کر اس کا کام تمام کر دے۔

گنبد میں اُڑ کر پہنچنا اس کے لیے ناممکن تھا۔ کامیابی
دار و مدار صرف اس بات پر تھا کہ وہ جادوگر پر قابو حاصل کر
کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد اُس نے ایک میلی کچیلی بے ڈھنگ
لنگوٹی باندھ کر سارے کپڑے اتار دیے، بال بکھیر لیے، سر
بدن پر کیچڑ اور مٹی لگائی، مٹی کا ایک ڈھیلا اُٹھا کر ہاتھ میں
لیا اور اُسے کھاتا دیوانوں کی طرح بڑبڑاتا گنبد کے نیچے جا پہنچا

منحوس جادو کی جو اس پر نگاہ پڑی تو وہ اسے دل چسپی
دیکھنے لگا۔ قیران کہہ رہا تھا" یہ گنبد میرے پوتے کے دادا
ہے۔ اُوپر کبوتر بیٹھا ہرن کھا رہا ہے۔ ہرن کی دُم پر اُونٹ
ہے۔ ہاتھی کو نیچے بھیجو۔ میرا گھوڑا بھوکا ہے۔"

منحوس جادو کے دل میں آئی کہ اس پاگل کو چھیڑ کر اس کی
باتوں سے اور مزہ لیا جائے۔ فرصت میں آدمی اسی طرح کی
واہیات باتوں سے دل بہلانے کی کوشش کرتا ہے۔

منحوس جادو اُڑ کر قیران کے پاس پہنچا اور اُسے مٹی کا
ڈھیلا کھاتے ہوئے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ دل میں سوچنے لگا
کہ یہ تو کوئی باکرامت فقیر ہے۔ پاگل نہیں۔ بڑی عقیدت کے
ساتھ کہنے لگا" حضور! میں بہت دُکھیا ہوں۔ اولاد نہیں ہوتی
عنایت کیجیے۔ ہر خدمت کے لیے تیار ہوں۔"

قیران نے اس کا منہ چڑا دیا اور دوسری طرف پلٹ کر آہستہ
آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے بڑبڑانے لگا" کوّے کی آنکھ میں گلہری
نے انڈا کیوں دیا۔ پہاڑوں کا گوشت کھا کھا کے کنکھجورا دُبلا
ہو گیا ہے۔ اولاد کا بھاؤ مہنگا کیوں نہ ہو گا۔"

آخری جملے سے منحوس جادو کو آس بندھی۔ دوڑ کر قیران
کے پاؤں پکڑ لیے۔ قیران نے بڑبڑاتے ہوئے اس کی ناک
مروڑ دی مگر اُس نے پیر نہ چھوڑے۔ بالآخر قیران نے جھولی
سے ایک امرود نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:
"اُلّو کی دُھن میں مور ناچتا ہے۔ انگور لنگڑا ہو گیا ہے۔ اولاد کی
دُم میں ندا کھا لے۔"

منحوس جادو سمجھا کہ درویش امرود کھانے کے لیے دے رہا
ہے۔ اس کی برکت سے اولاد ہو جائے گی۔ قیران کے ہاتھ سے
امرود لے کر وہ جلدی جلدی کھا گیا۔ وہ امرود عرقِ بے ہوشی
میں بسا ہوا تھا۔ جلد ہی اُسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا اور
پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بے ہوش ہو کر دھڑام سے قیران کے
پیروں پر گر پڑا۔

قیران نے فوراً قریب پڑا ہوا ایک بڑا پتھر اُٹھایا اور پوری
طاقت سے منحوس جادو کے سر پر دے مارا۔ منحوس کی کھوپڑی ٹکڑے
ٹکڑے ہو گئی۔ کچھ دیر آندھیاں چلتی رہیں اس کے بعد منحوس جادو

کے مارے جانے کی آواز بلند ہوئی۔ اسی وقت وہ گنبد دھواں
بن کر غائب ہوگیا۔ قِران نے دیکھا تو اپنے سامنے ناگن بجلی
رعد جادو اور برق فرنگی کو فرش پر بے ہوش پڑا پایا۔ خوش ہو
اس نے تینوں کو ہوشیار کیا اور سارا ماجرا باران کی جادوگری ا
اپنے لشکر کی تباہی و گرفتاری کا ان سے بیان کیا۔

رعد کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہوگیا اور ناگن بجلی جوش میں آ
کر کہنے لگی:

"اس نامُراد باران جادو کو بھی یہ ہمت ہوئی کہ ہمارے دستوں
پر ہاتھ صاف کرے۔ اگر ہم لوگ قید نہ ہوتے تو نہ افراسیاب
اُسے ہمارے مُقابلے پر بھیجتا اور نہ وہ خود سامنے آنے کی
جُرأت کرتا۔ خیر، اب جلد چلو۔ ایسا نہ ہو ہمارے ساتھیوں پر
کوئی اور مصیبت آ پڑے۔" اس پر سب باران جادو کی چھاؤنی
کی طرف دوڑ پڑے۔

بھگدڑ

اُدھر افراسیاب نے کتاب سامری میں خُمار جادو اور عمرو
کا حال دریافت کیا۔ جب اُسے پتا چلا کہ خُمار عمرو کو گرفتار کر کے
اس کے پاس پہنچنے کے لیے روانہ ہو چکی ہے تو اُس نے فوراً
باران جادو کو لکھ بھیجا کہ سارے گرفتار باغیوں کو دریائے خونِ
رواں کے طلسمِ باطن والے کنارے کی طرف منتقل کر دو تاکہ
انھیں سزا دینے کا مناسب انتظام کیا جا سکے۔

باران جادو نے یہ حکم پہنچتے ہی جادوئی کشتیاں تیار کیں اور
ان پر قیدیوں کو جو درخت بنے ہوئے تھے، رکھوا کر پار پہنچانے
کا حکم دیا گیا اور اس کے بعد سرداروں اور دوسرے درجے
کے لوگوں کو۔

لیکن ابھی مہ رُخ اور بہار ہی اُس پار پہنچ پائے تھے کہ
ناگن بجلی کڑکڑاتی ہوئی وہاں آ پہنچی۔ رعد بھی اس کے ساتھ
چیختا چنگھاڑتا چلا آ رہا تھا۔ باران جادو نے جوں ہی ان دونوں

ی آوازیں سُنیں اس کا مُنہ فق ہوگیا۔ مقابلے کی سکت
نہ پاکر وہ ایک طرف کو بھاگ کھڑا ہوا۔

رعد جادُو یہ دیکھتے ہی زمین میں غرق ہوا۔ اندر ہی اندر
ہوکر باراں سے صرف چند قدم پیچھے پہنچ کر اُوپر آیا اور اس
زور سے دہاڑا کہ باران جادُو کا بھیجا پلپلا ہوگیا اور وہ
دھڑام سے گر کر بے ہوش ہوگیا۔ اسی لمحے ناگن بجلی زمین
پر لوٹ کر بجلی بنی اور اُوپر اُڑ کر اس زور سے باران کے
اُوپر گری کہ اس کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ بس اِدھر اس کے مرنے
کا شور بلند ہوا اور اُدھر مہ رُخ سمیت وہ سارے لوگ جو
باران کے جادُو سے درخت بن گئے تھے اپنی اصلی حالت میں
آ گئے۔

اب جو اُنھوں نے اپنے اِرد گرد باراں جادُو کے
سپاہیوں اور جادوگروں کو دیکھا تو نعرے لگاتے ہوئے ان
پر ٹوٹ پڑے۔ گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ نارنج ترنج
اُچھلنے لگے۔ آتشیں اژدہے، گولے اور پتھر برسنے لگے۔ تلواریں
چلنے لگیں۔ اتنی زبردست خونریزی ہوئی کہ زمین لال ہوگئی۔
جگہ جگہ انسانی اعضا اور لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔

مہ رُخ اور بہار طلسم باطن کے کنارے لڑ رہی تھیں۔
ان کے مقابلے میں باران جادُو کے نامور سرداروں کا ایک

بڑا گروہ تھا۔ بہار گُلدستوں پر گُلدستے پھینک رہی تھی مہ رُخ
نارنج پر نارنج چلا رہی تھی مگر نقصان اُٹھانے کے باوجود دشمن
بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ طلسم باطن کی حدود میں ہونے کی
وجہ سے ان کے حوصلے بہت بلند تھے۔ ان کے مُقابلے میں
مہ رُخ اور بہار پریشان تھیں۔ انھیں ڈر تھا کہ اگر افراسیاب
کو اطلاع ہوگئی تو ہم یہاں سے نکل کر نہ جاسکیں گے۔

ناگن اور رعد دریائے خونِ رواں کے دوسرے کنارے
باران کی فوج کو ہر طرف گھوم پھر کر تہس نہس کر رہے تھے۔
مہ رُخ اور بہار کو وہاں نہ پاکر انھیں بڑی تشویش ہو رہی
تھی۔ آخر دشمن کے ایک سردار سے جیسے ہی انھیں پتا چلا کہ
وہ دونوں دریا کے پار پہنچائی جاچکی ہیں تو وہ بھی اُڑتے
ہوئے ان کے پاس جا پہنچے۔ پھر تو جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔
رعد دشمنوں کے قریب پہنچ کر چنگھاڑتا اور ناگن بجلی تڑپ کر انھیں
دو ٹکڑے کر دیتی۔ حتیٰ کہ دریا کے دونوں کناروں پر باران جادُو
کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا۔

دن ختم ہوچکا تھا۔ تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ دریا کے پہلے
کنارے پر مہ رُخ کی فوج نے تو اپنی چھاؤنی کا راستہ لیا۔
لیکن مہ رُخ وغیرہ پریشان ہوگئیں کہ وہ کدھر جائیں۔ طلسم باطن
میں ہونے کے سبب ان کی اُڑنے کی طاقت ختم ہوچکی تھی۔

اور شہنشاہ کی اجازت کے بغیر نہ وہ پُل پریزادان تک پہنچ سکتی تھیں نہ اُس پر سے ہوکر دریا کو پار کرسکتی تھیں۔

آخر سب آپس میں صلاح کرکے ایک طرف کو چل دیں۔

بڑی دیر تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک محل کے قریب جا پہنچیں لیکن ڈریں کہ کہیں اس میں رہنے والا ہمیں پہچان نہ لے۔ وہ آگے بڑھ گئیں۔ خاصا فیصلہ طے کرنے کے بعد انھیں پھر وہی محل سامنے نظر آیا۔ وہ پھر آگے بڑھ گئیں۔ تیسری بار اُنھوں نے پھر وہی محل اپنے سامنے پایا۔

اب ان میں زیادہ چلنے کی سکت نہ تھی۔ تن بہ تقدیر وہ اسی مقام پر چادریں بچھا کر بیٹھ گئیں۔ بھُوک سے سب کا حال خراب ہو رہا تھا۔ مگر کہیں کوئی سہارا نظر نہ آتا تھا۔

اتفاقاً کچھ دیر بعد ایک ساحر (جادُوگر) اُدھر سے گزرا۔ مہ رُخ نے اُسے روک کر کہا" بھائی! ہم مسافر ہیں۔ طِلسم نُور افشاں سے ملازمت کے لیے نکلے ہیں۔ باغِ سیب کا ارادہ تھا مگر راستہ بھُول گئے ہیں۔ اس وقت بھُوک لگ رہی ہے۔ اگر کچھ انتظام کرسکو تو جو کہوگے رقم پیش کر دیں گے۔"

وہ ساحر کوئی شریف آدمی تھا، بولا" آپ لوگ رقم کی فکر نہ کریں۔ میں ابھی کھانا لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ محل کے احاطے میں بنے ہوئے ایک مکان میں گیا اور کچھ دیر بعد

ایک طشت میں طرح طرح کے کھانے اور پھل وغیرہ لے کر واپس آگیا۔ دُوسری مرتبہ جاکر پانی کی صُراحی اور گلاس بھی لے آیا۔ سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور ساحر کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ آخر میں مہ رُخ نے اُس سے کہا" میاں! ہم سب بھٹکتے بھٹکتے بہت تھک چکے ہیں۔ کیا تم ہمیں رات گزارنے کے لیے کوئی چھپّر دے سکتے ہو؟"

ساحر نے کہا" کیوں نہیں۔ آئیے۔"

وہ سب اس کے ساتھ ہولیے۔ وہ انھیں اپنے مکان پر لے گیا۔ وہاں اس کی ماں موجود تھی۔ اُس نے مہ رُخ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بیٹے کو الگ لے جاکر کہا" ہم شہنشاہ افراسیاب کے نمک خوار اور اس کے سرمائی محل کے محافظ ہیں۔ اور مہ رُخ باغی ہے۔ انھیں گھر میں نہ ٹھہرانا چاہیے۔"

لیکن ساحر نہ مانا۔ اس پر خُفیہ طریقے سے بُڑھیا نے افراسیاب کو بذریعہ طِلسمی پرند اسی وقت حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ افراسیاب نے یہ اِطّلاع پاتے ہی ایک سردار کاہل جادُو کو حکم دیا کہ کوہِ چینی پر سرمائی محل کی حدُود میں مہ رُخ اپنے چند ساتھیوں سمیت موجود ہے۔ انھیں گرفتار کرکے لے آ۔

کاہل جادُو وہاں سے اُڑتا ہوا چلا اور ابھی مہ رُخ اور بہار سوکر نہ اُٹھی تھیں کہ وہاں جا پہنچا اور انھیں گرفتار کرلیا۔

ناگن بجلی اور رعد جادو اس مکان کی بجائے باغ میں حوض
کے کنارے جا سوئے تھے۔ کامل جادو مہ رُخ اور بہار کو لے
چلا۔ وہ دونوں ماں بیٹے بچ رہے۔ کچھ دیر بعد وہ اُٹھ کر
اس مکان میں گئے جہاں بڑھیا اور اس کا بیٹا رہتے تھے اور
جہاں بہار اور مہ رُخ نے قیام کیا تھا۔ وہاں کوئی بھی نہ تھا۔
بڑھیا کے بیٹے نے انھیں سارا حال بتا دیا۔ وہ دونوں اس
راستے پر دوڑ پڑے جدھر کامل جادو قیدیوں کو لے کر گیا تھا۔ آخرکار
ایک مقام پر انھوں نے کامل جادو کو جاتا دیکھ لیا۔ مہ رُخ اور
بہار ایک زنجیر میں بندھی ہوئی اس کے آگے آگے چل رہی تھیں۔
رعد زمین میں غرق ہوا، کامل جادو کے پیچھے جا کر اُوپر
نکلا اور اس زور سے چنگھاڑا کہ کامل جادو بے ہوش ہو کر
گر پڑا۔ اسی لمحے ناگن بجلی لپلپاتی ہوئی اتنے زور سے اس
پر گری کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے مرنے کا شور
بلند ہوا۔ اس کے ساتھ ہی وہ جادوئی زنجیر جس میں مہ رخ اور
بہار بندھی ہوئی تھیں اور جس کے اثر سے وہ اپنے آپ کو بھول
بیٹھی تھیں، غائب ہو گئی۔ اس مصیبت سے نجات پانے پر
چاروں ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ اسی اثنا میں کامل
جادو کی کھوپڑی چٹخی اور ایک چھوٹا سیاہ پرند اس میں سے نکل کر
چیختا ہوا اُڑ کر غائب ہو گیا۔

مہ رُخ بولی "غضب ہوا۔ یہ پرند جا کر افراسیاب کو کامل
جادو کی ہلاکت کی خبر دے گا۔ افراسیاب فوراً کوئی دوسرا سردار
بھیجے گا۔ جلد سے جلد طلسم باطن کی سرحد سے باہر نکلنے کی کوشش
کرو۔ یہاں رہ کر ہم دشمن سے زیادہ عرصے نہیں بچ سکتے۔"
اس پر سب لوگ بھاگم بھاگ دریائے خون رواں کے کنارے
پہنچے۔ جنگ کی تھکن دور ہونے کے سبب ان کے اُڑنے کی قوت
بحال ہو چکی تھی۔ چاروں اُڑ کر دریا پار کر گئے۔ وہاں سے اطمینان
کے ساتھ قدم بہ قدم اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔
ابھی انھوں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ صرصر نے جو
اپنی تین شاگرد عیاروں کے ساتھ جنگل میں دیکھ بھال کر رہی تھی،
انھیں دیکھ لیا۔ اس نے اپنی شاگردوں سمیت جلدی جلدی چرواہوں
کا بھیس بھرا اور قریب ہی چرتی ہوئی بکریوں کے ریوڑ سے کچھ
بکریاں ساتھ لے کر اُس راستے پر آگے آگے چلنے لگی جس پر
مہ رُخ وغیرہ چلی آ رہی تھیں۔
بکریوں کے چلنے سے دھول اُڑ اُڑ کر پیچھے جا رہی تھی۔
چاروں عیاروں نے ہوشیاری کے ساتھ سفوف بے ہوشی بھی
اڑانا شروع کیا جو ہوا اور دھول کے ساتھ مسلسل مہ رُخ اور
اس کے ساتھیوں تک پہنچتا رہا۔ انھیں شک بھی نہ ہو سکا۔
سب نے ناک پر رومال رکھ لیے تھے۔ لیکن سفوفِ بے ہوشی

کا اثر دھیرے دھیرے اِن پر اثر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ چاروں چلتے چلتے بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

صرصر اور عیّارنیں اسی موقع کی منتظر تھیں۔ اُنھوں نے جلدی جلدی ایک ایک کو باندھ کر پیٹھ پر لادا اور بکریاں وہیں چھوڑ کر ملکہ حیرت جادو کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گئیں۔

اُدھر افراسیاب کو کاہل جادو کے ہلاک اور مہ رُخ وغیرہ کے فرار ہو جانے کی خبر ملی تو اُس نے قاتل بجلی کو بُلا کر حکم دیا۔ "اے قاتل بجلی! مہ رُخ اور اس کے ساتھی کاہل جادو کو قتل کر کے بھاگ نکلے ہیں۔ اسی وقت جا اور جہاں ملیں زندہ یا مُردہ میرے سامنے حاضر کر!"

حکم کے مُطابق قاتل بجلی روانہ ہو گئی۔ جس جگہ کا پتا اُسے افراسیاب نے بتایا تھا وہاں اور اِرد گِرد دُور دُور تک اُس نے مہ رُخ اور اس کے ساتھیوں کو تلاش کیا۔ اس کے بعد دریائے خونِ رواں کو پار کر کے بھی اُنھیں ڈھونڈھتی رہی مگر اسے کہیں کوئی بھی باغی نہ دکھائی دیا۔ اِنھیں تو اس کے آنے سے پہلے ہی صرصر وغیرہ گرفتار کر کے لے گئی تھیں۔

جب وہ مایوس ہو گئی تو غصّے میں آ کر ایک پہاڑ پر اس زور سے تڑپ کر گری کہ وہ بیچ میں سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ اِتفاق سے اس پہاڑ کی تلہٹی میں برق فرنگی ایک

جادوگر کے بھیس میں چھُپا ہوا تھا۔ اس نے پناہ گاہ سے باہر آ کر قاتل بجلی سے کہا:

"ملکہ! کیا بات ہے؟ آج اتنے غُصّے میں کیوں ہو؟ خیر تو ہے؟"

قاتل بجلی نے اس سے سارا حال بیان کیا اور مُنھ بسورنے لگی۔ برق فرنگی اُسے تسلّی دیتے ہوئے بولا "بالکل غم نہ کرو۔ بہت تھک گئی ہو۔ بیٹھ کر کچھ کھاؤ پیو۔ پھر میں بھی تمھارے ساتھ انھیں ڈھونڈھتا ہوں۔ اِطمینان رکھو۔ وہ جہاں بھی ہیں بچ کر نہ جا سکیں گے۔"

برق کی ان باتوں نے قاتل بجلی کو بڑا سہارا دیا۔ وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ برق نے فوراً جھولی سے دوائے بے ہوشی میں بسے ہوئے میوے نکالے اور بے ہوشی ملے ہوئے شربت کا ایک گلاس بھر کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ پیاس سے اس کا حلق سُوکھ رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس نے شربت پر نگاہ ڈالی، جادُو کی طاقت سے اُسے پتا چل گیا کہ اس میں بے ہوشی ملی ہوئی ہے۔ پھر اس نے غور سے میووں کی طرف دیکھا۔ ان کی حقیقت بھی اس پر ظاہر ہو گئی۔ وہ فوراً تاڑ گئی کہ جادُوگر کے بھیس میں یہ کوئی دُشمن عیّار ہے۔ غصّے میں آ کر اس نے برق کے ایک طمانچہ رسید کیا اور

پنجے میں داب کر لے اُڑی۔ برق بے ہوش ہو گیا۔

کچھ دُور جا کر قاتل بجلی کو ملکہ حیرت جادو کی چھاؤنی نظر آئی۔ مگر اُدھر جانے کی بجائے وہ سیدھی باغِ سیب میں افراسیاب کے پاس جا پہنچی اور برق کو اس کے سامنے پیش کر دیا۔

افراسیاب کو سخت غصّہ آیا۔ اُس نے کہا "او نمک حرام! میں نے تجھے مہ رُخ اور اس کے ساتھیوں کو پکڑنے بھیجا تھا اور تو ایک حقیر عیّار کو اُٹھا لائی۔ جا اِسے ملکہ حیرت کے حوالے کر اور مہ رُخ وغیرہ کو ڈھونڈ کر لے آ۔ اب کی خالی آئی تو زندہ دفن کرا دوں گا۔"

قاتل بجلی مُنھ بسورتی ہوئی برق کو لے کر ملکہ حیرت کے پاس آئی۔ وہاں اُسے پتا چلا کہ صرصر اور اس کی شاگرد عیّارنیں مہ رُخ وغیرہ کو پکڑ لائی ہیں اور اب انھیں شہنشاہ کے پاس لے جانے کی تیاری کر رہی ہیں۔ برق کو ملکہ حیرت کے حوالے کر کے قاتل بجلی صرصر کے خیمے میں آئی اور اس سے بولی "شہنشاہ نے مجرموں کو پکڑنے کے لیے مجھے بھیجا تھا۔ تم راستے سے انھیں خواہ مخواہ پکڑ لائی ہو۔ لاؤ۔ انھیں میرے حوالے کر دو۔ میں لے جاؤں گی۔"

اس پر صرصر بگڑ گئی اور اس نے صبا رفتار کو اشارہ کیا۔ اس نے آنکھ بچا کر بے ہوشی کا غبارہ قاتل بجلی کے مُنھ پر کھینچ مارا۔ وہ بے ہوش ہو گئی۔ صرصر اُسے لے کر ملکہ حیرت کے پاس آئی اور اس کی شکایت کی۔ حیرت نے قاتل بجلی کو ہوشیار کر کے کرسی پر بٹھایا اور صرصر سے اس کی صُلح کرا دی۔

لیکن وہ ابھی باتوں میں تھیں کہ برق فرنگی کو ہوش آ گیا۔ اُسے بے ہوش دیکھ کر نہ کسی نے اُسے باندھا تھا نہ اس پر کوئی جادو کیا تھا۔

خود کو آزاد محسوس کرتے ہی برق اُٹھا اور صرصر کے سر پر پیچھے سے ایک چپت لگا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ سب نے چونک کر "پکڑنا پکڑنا" کا غل مچانا شروع کیا اور صرصر اس کا پیچھا کرنے لگی۔ برق اب بھی جادوگر کے بھیس میں تھا۔ بارگاہ سے نکل کر بھاگتے ہوئے اس نے چلّانا شروع کیا:

"لوگو! بھاگو! جان بچاؤ! دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔" اس پر چھاؤنی میں ہر طرف ہراس پھیل گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور یہ بھگدڑ دیکھ کر بہادروں کے بھی دل چھوٹے ہو گئے۔ ہر بھاگنے والا وہی باتیں دُہراتا جاتا جو برق نے کہی تھیں۔

چھاؤنی کے باہر پہنچنے پر صرصر نے برق کو جا لیا۔ دونوں میں خنجر اور کمندیں چلنے لگیں۔ برق نے آنکھ بچا کر بے ہوشی کا ایک غبارہ صرصر کے مُنھ پر دے مارا۔ صرصر بے ہوش ہو گئی۔ اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر برق نے صرصر کا بہروپ بھرا اور پلٹ کر صرصر کے خیمے میں جا پہنچا۔ وہاں صبا رفتار اور دوسری عیّارنیں اُن

پوٹلیوں کی حفاظت کر رہی تھیں جن میں مہ رُخ، بہار، ناگن اور رعد جادُو بندھے پڑے تھے۔

برق پسینے میں شرابُور ہو رہا تھا۔ اُسے صرصر سمجھتے ہوئے صبا رفتار بولی: "اُستانی! خیر تو ہے؟ پسینے پسینے ہو رہی ہو۔ دم بھی پھول رہا ہے۔"

برق نے بات بنائی: "ملکہ کی بارگاہ سے برق بھاگا۔ میں نے پیچھا کیا۔ چھاؤنی کے باہر میں نے اسے پکڑا۔ وہاں اس کے تین ساتھی اور آ گئے۔ سب سے لڑنا پڑا۔ اب انھیں بے ہوش کر کے آئی ہوں۔ جلدی سے سب جاؤ۔ اُٹھا کر لے آؤ۔ ایسا نہ ہو کوئی اور انھیں اُٹھا لے جائے۔ بڑے ٹیلے کی بائیں جانب والی جھاڑیوں میں پڑے ہیں۔"

حکم پاتے ہی عیارنیں اس کی بتائی ہوئی جگہ کی طرف دوڑ پڑیں۔ موقع سے فائدہ اُٹھا کر برق نے آناً فاناً ساری پوٹلیاں کھول ڈالیں اور بے ہوشی دُور کرنے والا عطر ہر ایک کی ناک میں مل دیا۔ مہ رُخ، بہار، ناگن اور رعد کو ہوش آ گیا۔

برق نے اصلی حلیہ بناتے ہوئے ان سے کہا: "ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ آپ سب ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں ہیں۔ جان پر کھیلے بغیر نکلنا ناممکن ہے۔"

یہ سُنتے ہی ناگن لوٹ پوٹ کر بجلی بنی اور کڑک کڑک

کر دشمنوں پر گرنے لگی۔ رعد نے چنگھاڑ چنگھاڑ کر دشمنوں کی کھوپڑیاں چٹخانا شروع کر دیں۔ بہار جادو لوگوں کو اپنے گلدستوں سے دیوانہ بنانے لگی اور ملکہ مہ رُخ نارنج اور ترنج کی برسات کر کے دشمنوں کے خیموں کو جلانے اور ان پر چٹانیں برسانے لگی۔ رعد جادُو کی خوفناک چنگھاڑ سے ملکہ حیرت اور قاتل بجلی اپنے خیموں میں بے ہوش ہو گئیں۔ ان کی فوج میں کچھ بھگدڑ برق پہلے ہی مچا چکا تھا۔ اور اب جو ان پر ہر طرف سے مصیبت ٹوٹنے لگی تو وہ سمجھے کہ واقعی دشمن کی کسی بہت بڑی فوج نے اچانک حملہ کر دیا ہے۔ اس اندیشے سے جس کا جدھر مُنھ اُٹھا بھاگ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں چھاؤنی خالی ہو گئی۔

ملکہ مہ رُخ اپنے ساتھیوں کو لے کر اُڑتی ہوئی اپنے لشکر میں جا پہنچی۔ اُسے دیکھ کر ساری فوج نے خوشی کے نعرے بلند کیے۔ عمرو کے علاوہ اب سب آزاد تھے۔

عمرو کے ساتھ کیا ہوا؟ یہ طلسم ہوشربا کے ساتوں حصے "عمرو کا اِنتقام" میں پڑھیے۔

ختم شد

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام عبدالسلام پرنٹر اور پبلشر

داستان امیر حمزہ کے بعد

بچوں کے لیے

اردو کی ایک اور انتہائی دل چسپ اور ہوش اُڑا دینے والی داستان

طلسمِ ہوش رُبا

اردو ادب میں داستانِ امیر حمزہ کی طرح طلسم ہوشربا کو بھی بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اصل میں یہ دونوں داستانیں ایک دوسرے کا حصہ ہیں سو داستانِ امیر حمزہ پڑھے بغیر طلسم ہوشربا کا پورا لطف نہیں آتا اور طلسم ہوشربا پڑھے بغیر داستانِ امیر حمزہ کا لطف ادھورا رہ جاتا ہے۔

طلسم ہوشربا کی بڑے سائز کی نو جلدیں ہیں اور کل ملا کر بارہ ہزار صفحات۔

اختر رضوی نے اس طویل داستان کو بچوں کے لیے مختصر کر کے آسان زبان میں لکھا ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ اندازِ بیان اصل داستان ہی کا رہے۔

اس کے دس حصے ہیں

- عمرو کی غداری
- عمرو کا بھوت
- عمرو کے چیلے
- عمرو کی عیاری
- عمرو کی گرفتاری
- عمرو کی رہائی
- عمرو کا انتقام
- عمرو کی پریشانی
- عمرو کے کارنامے
- عمرو کا انجام

فیروز سنز لمیٹڈ
لاہور - راولپنڈی - کراچی

Rs.

969 0 00479 4

عمرو کا انتقام

طلسم ہوش رُبا — ساتواں حصہ

عمرو کا اِنتقام

بچوں کے لیے

اختر رضوی

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور - راولپنڈی - کراچی

ہزار درہ

طلسم ہوش رُبا کا چھٹا حصّہ اس مقام پر ختم ہُوا تھا:
صرصر اور اس کی شاگرد عیّارنیں ملکہ مہرُخ، بہار، ناگن بجلی اور رعد جادُو کو بے ہوش کر کے اپنی چھاؤنی میں لے جاتی ہیں۔ اس سے پہلے ملکہ خُمار جادُو عَمرو کو پکڑ کر باغ سیب کی طرف روانہ ہو چکی ہوتی ہے۔ برق فرنگی عیّاری کر کے مہرُخ وغیرہ کو ہوش میں لاتا ہے۔ ہوش میں آتے ہی وہ سب ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں قیامت برپا کر دیتے ہیں۔ رعد جادُو کی چنگھاڑوں سے ملکۂ حیرت اور اُس کی مہمان قاتل بجلی بے ہوش ہو جاتی ہے۔ ملکہ حیرت کی فوج دہشت زدہ ہو کر بھاگ جاتی ہے۔ راستہ صاف دیکھ کر مہرُخ اپنے ہمراہیوں سمیت اپنی لشکر گاہ کا راستہ لیتی ہے۔
اس کے بعد کے حالات اس طرح ہیں:

عَمرو کو لیے ہُوئے خمار جادُو نے دریائے خُونِ رواں کو پار کیا اور تیز رفتاری کے ساتھ باغِ سیب کی سمت

سفر جاری رکھا۔ چلتے چلتے وہ گلزارِ زعفرانیہ کے علاقے میں داخل ہو گئی۔ اس علاقے کی مالک اس کی سہیلی اور افراسیاب کی بھانجی ملکہ زعفران تھی۔ راستہ اس کے محل کے سامنے سے گزرتا تھا۔ خمار جادو کو اندیشہ ہوا کہ اگر زعفران نے اسے دیکھ لیا تو کچھ نہ کچھ دیر کے لیے ضرور روکے گی اور وہ جلد سے جلد شہنشاہ کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔ وہ محل کے سامنے سے گزرنے کی بجائے چکر کھا کر باغ کی طرف جا نکلی۔ اور پھر وہاں سے اطمینان کے ساتھ راستے کی طرف مڑ گئی۔ اتفاق سے ملکہ زعفران محل کی بجائے اس وقت باغ میں ہی محفل جمائے ہوئے تھی۔ ایک کنیز کی نگاہ خمار جادو پر پڑی۔ اس نے زعفران سے کہا "ملکہ! وہ دیکھیے۔ آپ کی چہیتی سہیلی ملکہ خمار پیٹھ پر پوٹلی باندھے چلی جا رہی ہے"

زعفران نے لپک کر اسے جا لیا۔ خمار نے جان چھڑانے کی بڑی کوشش کی مگر زعفران نے اسے مجبور کر دیا کہ کچھ دیر رک کر سستا لے۔ آخر وہ اس کی محفل میں آ بیٹھی مگر عمرو کو پیٹھ سے نہ کھولا۔

زعفران عمرو کا نام کافی عرصے سے سنتی آ رہی تھی۔ جب اسے پتا چلا کہ وہ خمار کی پیٹھ سے بندھا ہوا ہے

تو وہ اسے دیکھنے کے لیے بے چین ہو گئی۔ اصرار کر کر کے اس نے خمار کو مجبور کر دیا کہ وہ عمرو کو کھول دے اور کچھ دیر کے لیے ہوش میں لے آئے۔ خمار نے اس کی فرمائش پوری کر دی مگر عمرو کے ہاتھوں اور نچلے دھڑ کو بے حس ہی رہنے دیا۔

زعفران اور اس کی سہیلیاں ناچ گانے کا بے حد شوق رکھتی تھیں۔ انھیں معلوم تھا کہ ان باتوں میں عمرو کا کوئی جواب نہیں۔ اسے راضی کرنے کے لیے پہلے وہ کچھ دیر ہنسی مذاق کرتی رہیں اور جب عمرو کچھ بے تکلف ہو گیا تو وہ اُس سے فرمائشیں کرنے لگیں "مہربانی کر کے گانا سنا دو۔ ایک بار ناچ دکھا دو"

تھوڑے سے نخرے کرنے کے بعد عمرو بولا "اچھی بات ہے۔ تم میری بیٹی پوتیوں کے برابر ہو۔ دل نہ توڑوں گا مگر میرے ہاتھ پاؤں تو بے حس ہیں۔ کیسے ناچوں گاؤں!"

اس پر زعفران خمار جادو کی منت کرنے لگی "بہن! بس ایک گھڑی کے لیے اس کو ٹھیک کر دو۔ اطمینان رکھو۔ ہم اس پر نظر رکھیں گے۔ ہرگز بھاگنے نہ دیں گے۔ ویسے بھی یہ طلسمِ باطن کی حدود میں ہے۔ نکل کر کہاں جا سکتا ہے"

ایک تو زعفران اس کی چہیتی سہیلی تھی دُوسرے شہنشاہ
کی بھانجی بھی۔ خمار اِنکار نہ کر سکی۔ منتر پڑھ کر اس نے
عمرو کی بے حسی دُور کر دی۔ ساتھ ہی جادُوگروں کی زبان
میں سب کو سختی سے تاکید کر دی: "خبردار! اس کے ہاتھ
سے ہرگز کوئی چیز نہ کھانا پینا۔"

عمرو دل میں منصوبہ بنا رہا تھا کہ ان سب کو شربت
میں بے ہوشی مِلا کر پلا دُوں گا اور نو دو گیارہ ہو جاؤں گا
لیکن جب خُمار جادُو نے زعفران وغیرہ کو منع کیا تو اُس
نے ارادہ بدل دیا۔ یہ بات خُمار جادُو کو معلوم نہ تھی کہ
عمرو جادوگروں کی زبان خُوب سمجھتا ہے۔

عمرو نے پہلے تو ایک غزل سُنا کر سب کو مست بنایا
اس کے بعد ناچنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس سے پہلے اس
نے سب کی نظر بچا کر دو کام کیے۔ ایک تو اپنے ناک
کے نتھنوں کے اندر رُوئی ٹھونس لی، دُوسرے اپنے کپڑوں
کو عطر بے ہوشی سے اچھی طرح تر کر لیا۔

سازندوں نے ساز مِلا کر جُوں ہی ناچ کی دُھن چھیڑی،
عمرو نے ناچ کے توڑے دکھانا شروع کر دیے۔ اس کے
کپڑوں سے بے ہوشی کے عطر کے بھبکے نِکل نِکل کر ہوا میں
شامل ہونے لگے۔ زعفران اور اس کی سہیلیاں ایک دائرے

میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ بیچ کی خالی جگہ میں عمرو ناچ رہا
تھا۔ سب پر بے ہوشی کا یکساں اثر پیدا کرنے کے لیے
عمرو نے تیزی سے ناچتے ہوئے دائرے میں چکر لگانا شروع
کر دیے۔ ناچ کا کمال دیکھنے میں وہ اس قدر محو ہو چکی
تھیں کہ آہستہ آہستہ اثر کرتی ہوئی بے ہوشی کا انھیں
کوئی اِحساس نہ ہوا۔ آخر کار تھوڑی ہی دیر میں وہ سب
بے ہوش ہو گئیں۔

عمرو نے فوراً بھاگ جانے کی بجائے اطمینان سے
بے ہوش شہزادیوں اور ان کی سہیلیوں کے زیور اُتارے۔
اس کے بعد وہ محفل میں موجود ہر قیمتی سامان، یعنی
عطر دان، خاصدان، گُل دان اور قالین وغیرہ اپنی زنبیل میں
ڈالنے لگا۔

یہی وہ موقع تھا جب خُمار جادُو کی بہن ملکہ مخمُور جادُو
وہاں آ پہنچی۔

"عمرو کی رہائی" میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ خُمار جادُو کو
عمرو کی فکر میں روانہ کرنے کے بعد حفاظت کے خیال سے
افراسیاب نے مخمُور کو بھی اس کے پیچھے لگا دیا تھا۔ اس
وقت سے لے کر اب تک وہ دُور دُور رہتے ہوئے برابر
خمار کی نگرانی کرتی آئی تھی۔ جب خمار باغ میں داخل ہو کر

زعفران کی محفل میں جا بیٹھی تھی تو وہ بھی تھوڑے
فاصلے پر ایک سرو کے درخت کی اوٹ میں چھپ کر کھڑی
ہو گئی تھی۔

شروع سے آخر تک محفل میں جو کچھ بھی ہوا محمودہ
خاموشی سے سب دیکھتی رہی۔ آخر جب اس نے دیکھا
سب کچھ لوٹ کر عمرو اب وہاں سے بھاگنے ہی والا ہے
تو وہ یک دم اوٹ سے باہر نکل آئی اور عمرو کو للکارنے
لگی "خبردار او مکار! ہرگز قدم آگے نہ بڑھانا۔ تو بچ کر
نہیں جا سکتا۔"

عمرو کو بنا بنایا کام بگڑتا دیکھ کر سخت غصہ آیا۔ بھڑک
کر بولا "تو کون ہوتی ہے مجھے روکنے والی۔ خبردار! میرے
کام میں اڑنگا نہ لگانا۔ میں عمرو ہوں۔ خدا کی قسم! اگر اس
وقت تو نے مجھے پکڑنے کی کوشش کی تو جب بھی آ…
ہوا' ناک کاٹے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ یہ سمجھ لے' اس ط…
کی تباہی میرے ہی ہاتھوں ہونی ہے۔ نہ مجھے ہمیشہ کے
لیے کوئی قیدی بنا سکتا ہے' نہ قتل کر سکتا ہے۔"

محمودہ بھی جوش میں آ گئی۔ بولی "جا جا۔ بڑا آیا۔ جا…
ہے' میرا نام محمودہ ہے۔ ملکہ محمودہ۔ تیرے جیسے کتنوں آ…
کو نا پید کر چکی ہوں۔ ہرگز بھاگنے نہ دوں گی۔"

یہ کہہ کر محمودہ منتر پڑھنے لگی۔ عمرو گھبرایا کہ پلٹ کر
جست لگا کر بھاگا۔ چاہتا تھا کہ اس حالت میں عیاری کی
چادر نکال کر اوڑھ لے لیکن ابھی اس کا ہاتھ زنبیل کی طرف
بڑھا ہی تھا کہ محمودہ نے منتر ختم کر کے تالی بجائی۔ عمرو کے
بدن کی طاقت آناً فاناً غائب ہو گئی۔ بے حس ہو کر دھڑام
سے زمین پر گرا۔ پلکوں کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ بھی ہلنے
کے قابل نہ رہا۔ بولنے کا دم خم بے شک باقی تھا۔ ڈھیر
ہو جانے کے باوجود للکار للکار کر کہہ رہا تھا "محمودہ! یاد رکھنا
ہرگز ہرگز تجھے معاف نہ کروں گا۔ تو اپنی جیسی کر بیٹھی
ہے مگر میرا انتقام بھی تجھ پر ادھار ہو گیا ہے۔ قسم خدا
کی، عمرو کا انتقام بڑا درد ناک ہوتا ہے۔ دیکھ لینا جلد چھوٹوں
گا۔ لاکھ جتن کرے گی تب بھی نہ بخشوں گا۔"

محمودہ نے اس کی باتوں کو ہنس کر ٹال دیا۔ کچھ منتر پڑھ
کر تالی بجائی۔ ہلکا ہلکا دھواں کمرے کی چھت پر چھا گیا۔ محمودہ
تیزی کے ساتھ باغ کی طرف نکل گئی۔ چند لمحوں بعد وہ
دھواں ننھی ننھی بوندوں میں تبدیل ہو کر غائب ہو گیا۔
خمار جادو، زعفران اور ان کی سہیلیاں ان بوندوں کے پڑنے
سے ہوشیار ہو کر بیٹھ گئیں۔ عمرو اب بھی سب کو ناچتا ہوا
دکھائی دے رہا تھا۔ چند لمحوں بعد سب آنکھیں مل مل

کر ایک دُوسرے کو دیکھنے لگیں۔ اب عمرؔو انھیں ناچتا دکھائی دینے کی بجائے فرش پر بے سُدھ پڑا دکھائی دیا۔ محفل کا سارا سامان غائب تھا اور کسی کے کان میں کیا تک موجُود نہ تھی۔

خمار سمجھ گئی کہ یہ سب عمرؔو کی حرکت ہے۔ کسی ترکیب انھیں بے ہوش کر کے زیور اور سامان لُوٹا اور بھاگتے ہُوئے کسی چیز سے ٹکرا کر گر پڑا۔ اسے پتا نہ تھا کہ وہ بے حس ہے۔ وہ ڈری کہ اُٹھ کر بھاگ نہ جائے۔ جلدی جلدی منتر پڑھ کر اسے بے ہوش کیا اور پھر چادر میں لپیٹ کر پیٹھ سے باندھ لیا۔ اس کے بعد زعفران سے بولی "بس بہن۔ کان پکڑے۔ اب شہنشاہ کے علاوہ اس عیار کو اپنی ماں کے کہنے سے بھی نہ کھولوں گی۔ اجازت دو۔ چلتی ہوں۔ بڑی خیر ہُوئی۔ اگر یہ بھاگ جاتا تو شہنشاہ کے سامنے مُنھ دکھانے کے بھی قابل نہ رہتی۔"

زعفران بھی سناٹے میں تھی۔ روکنے کی جُرأت نہ کر سکی۔ خُمار اُس سے رُخصت ہو کر باغِ سیب کی سمت تیزی سے روانہ ہو گئی۔

پہلے کی طرح مخمورؔ بھی احتیاط کے ساتھ اس کے پیچھے تھی لیکن اس بار اس کے دل و دماغ کی حالت بالکل مختلف

تھی۔ عمرؔو کی وہ دھمکیاں جنھیں پہلے اس نے کوئی اہمیت نہ دی تھی، اب رہ رہ کر اس کے دل کو پریشان کر رہی تھیں۔ طرح طرح سے وہ ان باتوں کو بھلانے کی کوشش کرتی۔ اپنے سرپرست افراسیاب اور طلسمِ ظلمات میں رہنے والے اس کے بزرگوں کی بے پناہ طاقت کے احساس سے خُود کو مضبُوط بنانے کے جتن کرتی مگر جب وہ یاد کرتی کہ عمرؔو کئی بار گرفتار ہو کر آزاد ہو چکا ہے، افراسیاب ملکہ مہ جبیں اور شہزادہ اسد کو قید کر دینے کے باوجُود باغیوں پر قابُو پانے میں اب تک ناکام رہا ہے تو اُسے یہ بات سچ معلوم ہونے لگتی کہ طِلسم کے خاتمے کے دن قریب آ گئے ہیں۔ اکبارگی عمرؔو کی دھمکیاں اُس کے کانوں میں گُونج اُٹھتیں اور عمرؔو کا اِنتقام ایک ہیبت ناک بھُوت کی شکل میں اس کے سامنے آ جاتا۔ وہ خوف سے تھرتھرانے لگتی۔

آخر کار یہ خوف رنگ لایا۔ اندر کی زبردست کش مکش کے بعد اچانک اسے خیال آیا کہ میرے سوا کوئی نہیں جانتا کہ زعفران جادُو کے باغ سے یہاں تک میں خُمار کے پیچھے پیچھے ہوں۔ یہاں سے دُور دُور تک ہر طرف سناٹا ہے۔ راستے کے دونوں طرف گھاس اور جھاڑیاں

اتنی ہیں کہ کوئی دیکھ نہیں سکتا کہ یہاں کون کیا کر رہا ہے
بس اسی مرحلے پر اس کے دماغ نے ایک اہم فیصلہ کر
ڈالا۔ اس فیصلے کے مطابق اس نے ایک خاص منتر پڑھ
کر تالی بجائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے خُمار جادو، جو اس سے
دس گز آگے نہ تھی، بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

مخمور ایک جھپٹے میں اس کے پاس جا پہنچی۔ جلدی
جلدی عمرو کو اس کی پیٹھ سے کھولا اور اس کی بے ہوشی
دُور کر کے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی " اے عیاروں کے
شہنشاہ! مجھے معاف کر دیجیے۔ میں نے آپ کو پکڑوایا تھا
اب میں ہی آپ کو چھڑا رہی ہوں۔ جلدی سے جدھر
جی چاہے بھاگ جائیے۔ ایسا نہ ہو اچانک کوئی اور آ ٹپکے
اور آپ مجھے قصور وار ٹھہرائیں۔"

عمرو ہکا بکا ہو کر اسے گھورنے لگا۔ مخمور اپنی بات
ختم کر کے "بھاگو بھاگو" چلاتی ہوئی ایک طرف کو دوڑ
پڑی۔ کوئی نیا خطرہ سمجھ کر عمرو دوسری طرف نکل گیا۔ مخمور
نے ایک جگہ چھپ کر منتر پڑھا۔ خمار ہوش میں آ گئی۔
اُس نے خود کو زمین پر پڑا ہوا محسوس کیا اور عمرو کو پیٹھ
پر سے غائب پایا تو حیران رہ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہ
آتا تھا کہ یہ اچانک کیا اور کیسے ہو گیا! بڑی سوچ بچار

کے بعد وہ صرف یہ رائے قائم کر پائی کہ چلتے چلتے
میں آپ ہی آپ بے ہوش ہو گئی۔ اس عرصے میں عمرو
ہوش میں آ گیا اور خود کو چھڑا کر چمپت ہو گیا۔

اب عمرو کو کھو کر خالی ہاتھ شہنشاہ کے پاس جانے
میں خمار کو بڑی ذلت نظر آئی۔ باغِ سیب جانے کا خیال
ترک کر کے اس نے دریائے خونِ رواں کا راستہ لیا۔ آخر
دریا کو پار کرنے کے بعد ملکہ حیرت کے پاس جا پہنچی اور
رو رو کر سارا حال اُس سے بیان کیا۔

اُدھر جب خمار عمرو کو لے کر خاصی دیر تک نہ پہنچی
تو افراسیاب کو فکر ہوئی۔ ساتھ ہی اسے ملکہ حیرت سے
ملاقات کر کے حالات معلوم کرنے کا بھی خیال آیا۔ خمار
کو پہنچے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ افراسیاب بھی ملکہ حیرت
کی چھاؤنی میں آ دھمکا۔ یہاں خمار کو دیکھ کر اس کی تیوری
پر بل پڑ گئے لیکن خمار نے ہاتھ جوڑ کر اصل حقیقت لفظ
بہ لفظ بیان کر دی۔ ملکہ حیرت نے بھی اس کی سفارش
کی۔ آخر افراسیاب نے اسے معاف کر دیا اور ملکہ حیرت
کو مخاطب کر کے کہنے لگا " اگر عمرو طلسمِ باطن کی حدود
میں ہے تو سمجھو میری قید میں ہے۔ جب چاہوں گا پکڑوا
بلاؤں گا۔ جب تک میں نہ چاہوں گا یا اندر کا کوئی دوسرا

شخص اس کی مدد نہ کرے، وہ دریائے خونِ رواں پار نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ اب خداوندِ لقا کے وزیر بختیارک شیطان کو بلوایا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہی ماپنے ہاتھوں سے عمرو کو سزا دیں۔"

بات ختم کر کے افراسیاب نے کچھ بدبداتے ہوئے تالی بجائی۔ صحرا کی جانب سے شیروں کے دہاڑنے کی آوازیں آنے لگیں۔ چند ہی لمحوں بعد ایک شیر اور ایک شیرنی جست لگاتے ہوئے آئے اور افراسیاب کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ افراسیاب نے پھر منتر پڑھ کر تالی بجائی ایک بہت بڑا سفید عقاب اُڑتا ہوا آیا اور افراسیاب کے قریب پر پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔

"اس عقاب کی پیٹھ پر جواہر نگار چوکی کس دو۔"

افراسیاب نے چند افسروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور کاغذ قلم طلب کر کے اپنے ہاتھ سے خط لکھنے لگا۔ یہ خط خداوندِ لقا کے نام تھا۔ اُس نے لکھا: "عمرو نرغے میں آ چکا ہے۔ مہربانی فرما کر اپنے وزیر بختیارک کو روانہ کیجیے کہ وہ اپنے ہاتھوں اس کو قتل کریں۔ پہلے سے اس لیے بلایا جا رہا ہے کہ ان کے پہنچتے ہی عمرو کو گرفتار کرا کے ان کے سامنے پیش کروں۔ چٹ پٹ فیصلہ ہو جائے

زیادہ عرصہ گرفتار رکھنے میں اُس کے نکل بھاگنے کا خطرہ ہے۔ سواری بھیج رہا ہوں۔ خط ملتے ہی بختیارک کو روانہ فرمایئے۔"

خط کو لفافے میں رکھ کر افراسیاب نے شیر کے حوالے کیا اور کہا کہ یہ نامہ کوہ عقیق جا کر خداوندِ لقا کو پہنچاؤ۔ واپسی میں وہاں سے سرحدِ طلسم تک بختیارک کو اپنی پیٹھ پر سوار کر کے لانا۔ اس کے بعد عقاب پر سوار کرا دینا۔ عقاب انھیں حفاظت کے ساتھ باغ سیب تک پہنچا دے گا۔ طلسم ظاہر کی حدود میں دشمن عیار موجود ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ سرحد ہی سے وہ عقاب پر سفر کریں۔ خیال رکھنا بس روانہ ہو جاؤ۔"

شیر اور عقاب حکم کے مطابق کوہ عقیق کی سمت روانہ ہو گئے۔ افراسیاب کچھ دیر وہیں ٹھہر کر سردارانِ لشکر کا دل بڑھاتا رہا۔ اس کے بعد ملکہ حیرت کو مناسب ہدایات دے کر خود بھی باغ سیب کی جانب چل دیا۔

وہ رات باغ سیب میں اس نے عیش سے گزاری۔ دوسرے دن صبح کو دربار لگایا۔ ملک کے نامور جادوگر، سردار، شہزادیاں اور بادشاہ حاضر ہوئے۔

سلامی اور نذرانے کی رسم ادا ہونے کے بعد جب سب

مرتبے کے مطابق اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو افراسیاب نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "وفادارو اور جان نثارو! تمھیں یہ جان کر خوشی ہوگی کہ میں نے خداوند لقا کے وزیر بختیارک کو طلب کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ آکر اپنے ہاتھوں عمرو کو قتل کریں۔ عمرو اس وقت ہماری قید میں تو نہیں ہے مگر طلسم باطن کی حد میں موجود ہے۔ تم جانتے ہو کہ وہ یہاں سے باہر نہیں جا سکتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اُسے تلاش کر کے گرفتار کر لیا جائے۔ پس، اسی وقت کچھ لوگ ہر طرف پھیل جائیں اور بختیارک کے آنے سے پہلے اسے ڈھونڈ نکالیں۔"

یہ حکم سُن کر بہت سے جادوگر اپنی اپنی نشستوں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور شہنشاہ سے اجازت لے کر عمرو کو ڈھونڈنے چل دیے۔

اب عمرو کا حال سُنیے۔ رہائی پانے کے بعد پناہ کی تلاش میں وہ ایک جانب بھاگتا چلا گیا اور خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک بے حد خوب صورت اور آراستہ باغ میں جا پہنچا۔ باغ کے ایک جانب ایک بڑا شاندار محل بنا ہوا تھا جس کی چہار دیواری فصیلوں کی طرح بہت بلند تھی۔ قریب پہنچنے پر اس کے دروازے پر ایک ہیبت ناک

جادوگر کھڑا نظر آیا۔ عمرو اس سے چھپ کر دوسری طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ کچھ دُور دوڑتے رہنے کے بعد وہ پھر پہلے جیسے ایک باغ میں داخل ہوا۔ اس کے ایک جانب بھی پھر پہلا جیسا محل نظر آیا۔ قریب پہنچنے پر اس نے پھر پہلے جیسے جادوگر کو دروازے پر کھڑا پایا۔ وہ اس سے چھُپ کر پھر آگے بڑھ گیا۔

دوڑتے دوڑتے عمرو کا سانس پھول گیا تھا۔ کبھی وہ دائیں طرف کا راستہ لیتا کبھی بائیں طرف کا، کبھی آگے کو بھاگتا کبھی پیچھے کو۔ لیکن ہر دفعہ وہ خود کو پہلے جیسے باغ میں پاتا۔ پہلا ہی جیسا محل سامنے ہوتا اور بالکل پہلا جیسا جادوگر اس کے دروازے پر ہوتا۔

وہ سمجھ گیا کہ یہی مقامِ طلسم ہے۔ اس کے آگے جانا مشکل ہے۔ ناچار ایک درخت کی اوٹ میں بیٹھ کر سستانے لگا۔ تھکن دُور کرنے کے لیے اس نے ہاتھ پاؤں جو لمبے کیے تو پہرے دار جادوگر کی اس پر نظر پڑ گئی۔ اس نے للکارتے ہوئے پوچھا "اے! تو کون ہے؟ کیا نہیں جانتا کہ یہ جگہ شہنشاہ کی سیر گاہ ہے؟"

عمرو چونک پڑا۔ اوٹ سے باہر نکل کر بات بناتے ہوئے جواب دیا "واہ بھائی! جانتا کیوں نہیں۔ ایک کام سے جا

رہا تھا۔ دم لینے کو ٹھہر گیا۔"

پہرے دار عمرو کو گھورتا ہوا آہستہ آہستہ اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے بولا " یہ جگہ ہزار درہ کہلاتی ہے۔ جب تک میں اجازت نہ دوں یہاں آنے والے کو جانے کا راستہ نہیں ملتا۔ نشانی کے بغیر یہاں کسی کو آنے کی اجازت نہیں۔ کیا تیرے پاس نشانی ہے؟"

عمرو نے ایک ہاتھ میں ایک لپٹا ہوا سادہ کاغذ نکالا دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں بے ہوشی کا غبارہ چھپایا۔ پھر کاغذ والا ہاتھ آگے اٹھا کر پہرے دار کی طرف بے فکری سے بڑھتا ہوا کہنے لگا: " واہ نشانی کیوں نہ ہوتی۔ یہ رہی لو، دیکھ لو۔ کیا مجھے چور سمجھا ہے؟ کیا پہلے کبھی ہزار درہ سے نہیں گزرا؟"

جادوگر قریب آ کر کاغذ عمرو سے لے کر اس کی تہ کھولنے لگا۔ جیسے ہی اس کی نگاہ کاغذ پر جمی عمرو نے دوسرے ہاتھ سے غبارہ اس کی ناک پر دے مارا۔ غبارہ پھٹا، بے ہوشی کا دھواں جادوگر کی ناک میں گھس گیا اور وہ چھینک مار کر بے ہوش ہو گیا۔ پہلے تو عمرو کے جی میں آئی کہ اسے قتل کر ڈالے مگر پھر یہ سوچ کر کہ کہیں اس کی موت کا شور سن کر دوسرے جادوگر نہ

آ گھیریں، یہ ارادہ ترک کر دیا۔ اس کی بجائے کچھ اور بے ہوشی سنگھا کر اسے ایک جھاڑی میں چھپا دیا اور خود اس کا بہروپ بھر کر چوکی داری کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ ایک شعلے اگلتا ہوا اژدہا ہوا سے زمین پر اترا۔ ایک جادوگر اور جادوگرنی اس پر سوار تھے۔ دونوں اچھل اچھل کر اژدہے کی پیٹھ پر سے زمین پر آئے اور ہنستے بولتے ہوئے باغ میں ٹہلنے لگے۔

عمرو کچھ سوچ کر پکارا: " اے! کون ہو تم؟ نشانی بتاؤ"

جادوگر نے مسکراتے ہوئے ایک کاغذ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا: " یہ رہی نشانی۔ دیکھ کر اطمینان کر لو۔"

عمرو نے وہ کاغذ ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ اس پر افراسیاب کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ عمرو جادوگر کے چہرے پر اطمینان کی جھلک دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہاں یہی نشانی چلتی ہے۔ کاغذ اسے واپس کر کے اپنی جگہ آ کھڑا ہوا۔ کچھ دیر بعد وہ جوڑا جس طرح آیا تھا اسی طرح چلا گیا۔ کچھ اور وقت گزرنے پر ایک سیاہ فام لمبا تڑنگا جادوگر زرق برق لباس پہنے بڑی شان کے ساتھ باغ میں داخل ہوا۔ عمرو نے اسے معزز سردار سمجھ کر دونوں ہاتھوں سے سلام کیا۔ سردار نے خوش ہو کر دس روپے انعام دیے۔ عمرو نے

سوچا اسے بے ہوش کر کے قتل کرنا چاہیے۔ بولا "حضور! آپ کا آنا مبارک۔ دو گھڑی تشریف رکھیے کہ کچھ خدمت کروں۔"

سردار تیوریوں پر بل ڈال کر بولا "آج تو خلافِ دستور بات کیوں کر رہا ہے! تیری یہ حیثیت کہ مجھے بیٹھنے کو کہے!"

عمرو نے گھبرا کر کہا "معاف کیجیے۔ خطا ہوئی۔ مت بیٹھیے۔ چلے جائیے۔"

سردار اسے کڑی نگاہوں سے گھورتا ہوا گرجا "کیا آج بھنگ پی گیا ہے؟ جو الفاظ بولتا ہے وہ قانون کے خلاف۔ جب میرا جی چاہے گا تب جاؤں گا۔ تو کہنے والا کون؟"

عمرو سمجھ گیا کہ یہاں کسی سے فالتو بات نہیں کرنی چاہیے۔ آنکھیں نیچی کر کے چپ ہو رہا۔ کچھ دیر سیر کرنے کے بعد وہ سردار بھی چلا گیا۔ پھر گھوڑے پر سوار شہزادیوں جیسا لباس پہنے ایک عورت آئی۔ عمرو نے اس سے بھی نشانی طلب کی۔ نشانی دکھا کر اس نے عمرو سے پوچھا "کوئی سردار تو نہیں آیا تھا؟"

عمرو نے حقارت کے ساتھ کہا "فالتو سوالوں کا جواب

دینا میرا فرض نہیں۔"

عمرو کے اس رویّے سے وہ عورت مشتعل ہو گئی۔ بڑھ کر تڑاخ سے ایک طمانچہ عمرو کے گال پر لگایا اور گھوڑے کی طرف چلتے ہوئے بڑبڑانے لگی:

"تیری اتنی جرأت کہ مجھ سے گستاخی کرے۔ ابھی جاتی ہوں شہنشاہ کے پاس۔ تیری کھال نہ کھنچوا دوں تو سہی۔"

عمرو کے بھی تن بدن میں آگ لگ گئی۔ جیسے ہی اس نے پیٹھ دکھائی، عمرو نے چھلانگ لگا کر پیچھے سے اس کا ٹینٹوا دبا لیا۔ خود کو چھڑانے کے لیے اس نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر جب تک اس کا دم نہ نکل گیا عمرو اس کا گلا دباتا چلا گیا۔ جب ٹھنڈی ہو گئی تو عمرو نے اسے زمین پر پٹخ دیا اور زیور اتار لینے کے بعد خنجر سے گلا بھی کاٹ دیا۔ خون کے زمین پر گرتے ہی زبردست شور بلند ہوا۔ عورت کا سر خود بخود اڑتا ہوا افراسیاب کی طرف چلا۔

عمرو کو جان بچانے کی فکر ہوئی۔ باغ کی مخالف سمت جان توڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ کچھ دور پر ایک پہاڑی نظر آئی جو اونچے اور گھنے درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اس جگہ کو مناسب سمجھ کر عمرو پہاڑی کے ایک درخت پر جا چڑھا۔ ایک دو شاخے کے بیچ ٹہنیوں اور پتیوں سے اس

لے ایک چھوٹی سی پناہ گاہ بنائی اور اس میں چھپ کر بیٹھ
ادھر جب اس جادوگرنی کا سر اڑتا ہوا باغِ سیب
میں افراسیاب کے پاس پہنچا تو اس سے آواز بلند ہوئی
"مجھے عمرو نے ہزار درہ میں ہلاک کیا۔"
افراسیاب نے یہ سنتے ہی ایک ساحر کو مخاطب کر کے
حکم دیا "فطین جادو! عمرو ہزار درہ کے مقام پر کہیں موجود
ہے۔ اسی وقت جاؤ۔ چپے چپے میں تلاش کرو اور گرفتار کر
کے لے آؤ۔"
فطین جادو فوراً وہاں سے روانہ ہوا اور کہیں اڑتا اور
کہیں دوڑتا ہوا ہزار درہ جا پہنچا۔ باغ میں اور محل کے
اردگرد ہر جگہ اس نے عمرو کو تلاش کیا۔ وہاں سے مایوس
ہو کر صحرا کو کھنگالنے لگا۔ اتفاق سے ایک جگہ اسے پیروں
کے کچھ نشان نظر آئے۔ غور کرنے پر وہ اسے پہاڑی
کی طرف جاتے معلوم ہوئے۔ بلاشبہ وہ عمرو ہی کے پیروں
کے نشانات تھے۔
فطین جادو تیزی سے چلتا اور اردگرد پر نگاہیں ڈالتا
ہوا پہاڑی کے قریب جا پہنچا۔ وہاں سے اس نے ایک
ایک درخت، کھائی، غار اور دراڑ کی تلاشی لینی شروع کر دی
عمرو کی اس پر نگاہ جمی ہوئی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ اسے

افراسیاب نے بھیجا ہے اور اس جگہ یہ میرے علاوہ کسی
اور کو نہیں تلاش کر رہا ہے۔ اسے دھوکا دینے کے لیے
اس نے زنبیل سے اپنی شکل و صورت کا نمدے کا بنا ہوا
ایک پتلا نکالا اور پناہ گاہ سے نیچے اترا۔ قریب کے ایک
درخت کے سائے میں پتلے کو لٹا کر اوپر سے چادر اڑھا
دی اور بھاگ کر اپنی پناہ گاہ میں جا بیٹھا۔
فطین جادو جب بڑھتے بڑھتے اس طرف آیا تو
ایک درخت کے تلے کسی کو چادر اوڑھے سوتا دیکھ کر اس
کا چہرہ کھل اٹھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ عمرو کے علاوہ یہ
کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ وہ جہاں تھا، وہیں رک گیا۔ جلدی
جلدی منتر پڑھ کر پہلے اس نے سوئے ہوئے شخص کے
گرد ایسا جادوئی کنڈل بنا دیا کہ وہ اس کے باہر نہ جا سکے
اس کے بعد اطمینان کے ساتھ اسے بے ہوش کر دینے
والے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔
عمرو پناہ گاہ میں چھپا ہوا اس کی یہ حرکتیں دیکھ دیکھ
کر مسکرا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد فطین جادو عمرو کے پتلے
کے قریب آیا اور چادر اس کے منہ پر سے الٹ دی۔
اس کا رہا سہا شک بھی دور ہو گیا۔ پتلا ہو بہو عمرو
نظر آ رہا تھا۔ بے حس اور بے ہوش۔

نقلین جادو نے ایک نعرہ بلند کیا اور عمرو کے
پتلے کو پنجے میں داب کر اُڑتا ہوا باغِ سیب کی طرف چلا۔
افراسیاب کے پاس پہنچ کر پتلے کو فرش پر پٹختے ہوئے
اس نے ڈینگ ماری "حضور! یہ موذی بلا کا عیار ہے۔ کم بخت
نے بڑا ہی تنگ کیا مگر میں بھی پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ گیا
اور آخر اسے پکڑ ہی لایا۔"

سارے اہلِ دربار نقلین کی تعریف کرنے لگے۔ افراسیاب
نے کہا "بے شک تو انعام کا مستحق ہے۔ اب ذرا اسے
ہوشیار تو کر۔"

نقلین جادو نے بے ہوشی اور بے حسی دور کرنے
والا منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ سب لوگ فرش پر پڑے ہوئے
پتلے کو دیکھنے لگے۔ وہ جوں کا توں بے دم پڑا ہوا تھا۔ افراسیاب
نے سوالیہ نگاہوں سے نقلین کو گھورا تو اس نے بڑے اعتماد
کے ساتھ کہا "حضور! یہ مکر کر رہا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے
زور سے پتلے کے پیٹ میں ٹھوکر ماری۔ پیٹ گتے کا بنا
تھا۔ ٹھوکر زور دار تھی۔ گتے میں سوراخ ہو گیا اور اس کا
پیر اس کے اندر پھنس گیا۔

پہلے تو سارے درباری ہکا بکا ہو کر رہ گئے مگر پھر
اصل حقیقت جانتے ہی زور دار قہقہے لگانے لگے۔ نقلین

جادو کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ افراسیاب
نے بھی خوب خوب اس کا مذاق اُڑایا اور پھر جھوٹی ڈینگیں
مارنے کے جرم میں ذلیل کر کے دربار سے نکلوا دیا۔ اس کے
بعد اس نے ایک دوسرے ساحر ذہین جادو کو حکم دیا کہ جا
کر عمرو کو پکڑ لائے۔

ذہین جادو واقعی ذہین تھا۔ نقلین جادو کا حشر اس کے
سامنے تھا۔ دل میں ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی
دھوکا کھا جاؤں اور ذلیل کر کے دربار سے نکالا جاؤں۔
سوچ کر بولا "عالی جاہ! حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن عیار کو عیار
ہی پہچان سکتا ہے۔ جادوگر خواہ کیسا ہی ہو دھوکا کھا سکتا
ہے۔ بہتر ہو کہ آپ صرصر کو طلب فرمائیں۔ یہ کام اس کے
حوالے فرمائیں۔"

پہلے تو افراسیاب کو یہ بات کچھ ناگوار گزری مگر جب یاد
آیا کہ کئی بار عمرو خود اسے بھی دھوکا دے چکا ہے تو اسے
ذہین جادو کی بات مناسب معلوم ہوئی۔ ایک طلسمی پنجے کو
اس نے حکم دیا کہ جہاں بھی صرصر ہو، جا کے اُٹھا لائے۔
پنجہ اُڑ کر غائب ہو گیا اور کچھ دیر کے بعد صرصر کو لا کر
شہنشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔

افراسیاب نے اسے عمرو کے ٹھکانے کا پتا بتاتے ہوئے

حکم دیا کہ جا کر اسے گرفتار کر لائے۔ صرصر ہرنی کی طرح دوڑی، اچھلتی ہزار درہ کی جانب روانہ ہو گئی۔

اب عمرو کا حال سنیے۔ فطین جادو اس کا پتلا اٹھا کر لے چلا تو اسے فکر ہوئی کہ زیادہ دیر یہاں رہوں گا تو پکڑا جاؤں گا۔ اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ یہ ہزار درہ طلسم نہیں، محض بھول بھلیاں ہے۔ اتنے لوگ میرے سامنے آئے گئے۔ ضرور کہیں نہ کہیں راستہ ہے۔ عقل و ہوش کے ساتھ ڈھونڈنا چاہیے۔

یہ سوچ کر وہ پناہ گاہ سے نیچے اترا اور جس سمت فطین جادو اڑتا ہوا گیا تھا، اسی سمت دوڑتا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد اسے پھر پہلے جیسی پہاڑی دکھائی دی۔ یہاں پہنچ کر اچانک اسے خیال آیا کہ یوں ہر طرف دوڑتے رہنے کی بجائے پہاڑی کی چوٹی کے سب سے اونچے درخت پر چڑھ کر ارد گرد کا جائزہ لینا چاہیے۔ اگر پھر بھی کسی طرف کوئی راہ نہ دکھائی دے تو خود کو قسمت کے حوالے کر دینا چاہیے۔

اس خیال کے تحت وہ پہاڑی کی چوٹی کی طرف تیزی سے بڑھتا چلا گیا اور پھر ایک سب سے اونچا درخت تلاش کر کے اس کی پھننگی کے قریب جا پہنچا۔ اب وہ چاروں طرف بڑی دور دور تک نظر دوڑا سکتا تھا۔ پہلی نظر میں

اسے چاروں طرف کا علاقہ ایک جیسا محسوس ہوا مگر پھر غور سے دیکھنے پر ایک سمت کی پہاڑی کے پیچھے ایک ایسا دھندھلکا سا نظر آیا جو کسی اور پہاڑی کے پیچھے دکھائی نہ دیتا تھا۔

وہ پہاڑی اس سے اتنی ہی دور تھی جتنی کہ وہ پہاڑی جس میں وہ کچھ وقت پناہ گاہ بنا کر رہا تھا۔ آخر وہ اسی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر جب اس پہاڑی کے اوپر پہنچ کر اس نے اس پہاڑی کے پچھلے حصے کی طرف نظر دوڑائی تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ دور بہت دور ایک پہاڑ تھا۔ [illegible]۔ دائیں بائیں سر سبز میدان اور گھنے درخت۔

پچھلے میدان کی طرف اتر کر عمرو تیزی کے ساتھ ایک سمت دوڑنے لگا۔ وہ جلد سے جلد یہاں سے دور نکل جانا چاہتا تھا۔ بہت دیر تک دوڑتے رہنے کے بعد وہ دریائے خونِ رواں کے کنارے پہنچا۔

اس طلسمی دریا کو پار کرنا اس کے بس سے باہر تھا۔ ناچار وہاں سے پلٹا اور چلتے چلتے ایسی گزرگاہ کے قریب جا نکلا جس پر سامنے سے پانچ جادوگر اچھے اچھے کپڑے پہنے چلے آ رہے تھے۔ عمرو نے اوٹ میں ہو کر ایک بوڑھی عورت کا بھیس بنایا، کمر جھکائی اور ایک ہاتھ میں مٹھائی کا دونا،

دوسرے میں لاٹھی سنبھالے کھٹ کھٹ کرتا راستے پر آیا
آنے والے جادوگروں سے پکار پکار کر کہنے لگا " بیٹا!
ٹھہرنا۔ مجھ بڑھیا پھونس کا ایک کام کرتے جاؤ۔ دعا دوں
پانچوں جادوگر اس کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ اس
جھرّیوں سے بھرا چہرا، کپکپاتی آواز اور تھرتھراتی دوہری کمر
کر انھیں ترس آ گیا۔

ایک نے اس سے پوچھا " بڑی بی! بتائیے کیا کام ہے"
عمرو بولا " بھیا! میں نے سامری کی منت مانی تھی۔ وہ
پوری ہو گئی۔ چاہتی تھی کہ نذر دلوا دوں۔ اب مٹھائی کا دونا
لیے ماری ماری پھر رہی ہوں۔ کوئی نہیں ملتا کہ سامری کی
نذر دے دے۔"

ایک ساحر نے آگے بڑھ کر کہا " فکر نہ کرو بڑی بی
میں نذر دیے دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے دونا نقلی بڑھیا کے
ہاتھ سے لے لیا اور آنکھیں بند کر کے آہستہ آہستہ کچھ پڑھتا
رہا۔ پھر دونا بڑھیا کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا " لو بڑی بی
نذر ہو گئی۔"

نقلی بڑھیا دعائیں دے کر کہنے لگی " بیٹا! تم لوگ بھی
اس میں سے تھوڑا تھوڑا تبرک لے لو۔"

اس کا دل رکھنے کے لیے پانچوں جادوگروں نے تھوڑی

تھوڑی مٹھائی لے کر کھا لی۔ کھاتے ہی سب بے ہوش ہو
کر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ عمرو نے ان کی جیبیں ٹٹول کر
جو ملا، زنبیل میں ڈالا پھر ایک ایک رقعہ لکھ کر ہر ایک کے
گلے میں باندھ دیا۔ ہر رقعے کا مضمون یہ تھا " اے افراسیاب!
جان لے کہ اب تیرے طلسم کی عمر پوری ہو چکی ہے۔ مجھے
یہاں لا کر تو نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے۔
اگر تو اب بھی کچھ دنوں کی مہلت چاہتا ہے تو مجھے فوراً
دریائے خونِ رواں کے اس پار پہنچوا دے۔ ورنہ یاد رکھ! خون
کے دریا بہا دوں گا۔ ایک جادوگر کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔
ان پانچ جادوگروں کو میں نے محض تیری تنبیہ کے لیے چھوڑ
دیا ہے لیکن اگر تو شکر گزار نہ ہوا اور مجھے جلد دریا کے
اس پار نہ پہنچایا تو دیکھ لینا پھر تیرا جو بھی آدمی جہاں ملے
گا، بے دریغ ہلاک کروں گا۔ خون تیری گردن پر ہوگا۔
فقط عمرو بن امیّہ

وہ پانچوں جادوگر افراسیاب کے خدمت گار تھے۔ کافی دیر
بعد انھیں ہوش آیا تو خود کو راستے میں پڑا دیکھ کر تعجب
کرنے لگے۔ دھیرے دھیرے انھیں یاد آیا کہ ایک بڑھیا نے
نذر دلوائی تھی اور تبرک کی مٹھائی تھوڑی تھوڑی ہم سب
نے کھائی تھی۔ سمجھ گئے کہ بڑھیا کوئی حرافہ تھی۔ بے ہوش کر

کے ہماری جیبیں صاف کر گئی۔

سب نے اُٹھ کر اِدھر اُدھر بُڑھیا کو بہت ڈھونڈھا، مگر وہ اب کہاں تھی۔ لاچار کبھی بُڑھیا کو، کبھی اپنے آپ کو بُرا بھلا کہتے چلے۔ اسی حالت میں ایک ایک کر کے سب کو عمرو کا رُقعہ کھڑکتا ہُوا محسُوس ہوا۔ نکال کر پڑھا تو ساری بات سمجھ میں آ گئی۔ جان بچ جانے پر شکر کرتے ہُوئے افراسیاب کے پاس پہنچے اور رُقعے اس کے سامنے پیش کر دیے۔

افراسیاب کو سخت غُصّہ آیا۔ صرصر کو بھیج ہی چُکا تھا، ایک مشہُور جادُوگرنی شگوفہ جادُو کو بھی حکم دیا کہ جا کر عمرو کو پکڑ لائے۔ وہ تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئی۔

آمدنی کی فکر

عمرو نے جن پانچ جادوگروں کو بے ہوش کیا تھا ان کے گلے میں رُقعے باندھنے کے بعد اُس سمت بھاگ کھڑا ہُوا جدھر سے وہ لوگ آتے دِکھائی دیے تھے۔ اب وہ ایک کسان کے بھیس میں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ افراسیاب کو اس نے جو دھمکی دی ہے اسے وزن دار بنانے کے لیے اس کے شہروں میں کچھ ہنگامہ مچانا ضروری ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ جس سَمت سے وہ پانچوں جادوگر آ رہے تھے اُس طرف کہیں نہ کہیں کوئی بستی ضرُور ہوگی۔ وہ لگاتار اسی سَمت دوڑتا رہا۔

کچھ دیر بعد اُس نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ اُس کا خیال دُرست نِکلا۔ سامنے کُچھ فاصلے پر ایک بڑا قلعہ صاف دِکھائی دے رہا تھا۔

آخر کار وہ چلتے چلتے قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔ دروازے پر پہرے داروں نے اسے علاقے کا کسان سمجھ کر کوئی روک ٹوک نہ کی۔ قلعے کے اندر ایک شان دار شہر آباد تھا۔ گلیوں

اور سڑکوں پر ہر جگہ چہل پہل تھی۔ لوگ خوش حال بلکہ عیش
پسند دکھائی دیتے تھے۔ دُکانوں پر خریداروں کا ہجوم تھا۔ مکانات
خوش رنگ اور اچھے تھے۔ سڑکوں اور ناکوں پر جگہ جگہ آرائشی
محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ جوہریوں کے بازار سے گزرتے ہوئے
عمرو نے سوچا "خاصی سیر کر لی۔ اب کچھ آمدنی کی فکر کرنی
چاہیے۔"

اِدھر اُدھر نگاہ دوڑاتے ہوئے اس نے ایک موٹے
جوہری کو تاکا۔ جیسے ہی اُس کی دُکان پر خریداری کرنے والا
ایک گاہک رُخصت ہوا' عمرو اس کے پاس جا دھمکا اور
بولا "لالہ جی! جواہرات کے کچھ نگینے تو دکھاؤ۔"

جوہری اس کے حُلیے کو دیکھ کر پہلے تو جھجکا مگر پھر یہ
سوچ کر کہ گانٹھ کا پورا معلوم دیتا ہے' چند نگینے' الماس ہیرے
اور لعل ڈبیا میں سے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ
دیے۔ عمرو دونوں ہاتھوں میں بدل بدل کر اور دائیں بائیں
گھوم کر انھیں جانچنے لگا۔ ایسا کرتے ہوئے اصلی نگینے اس
نے زنبیل میں ڈال دیے اور نقلی نگینے جو پہلے ہی اس کی
مٹھی میں تھے' جوہری کو واپس کر دیے۔ اس کے ساتھ ہی
ہاتھ جوڑ کر اور گھگھیا گھگھیا کر کہنے لگا "لالہ جی! دیا کرو۔ دو
دن سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ حلوا پوری کھلوا دو۔ بھلا ہوگا۔"

اس وقت ایک اور گاہک بھی آ کر اس کے برابر کھڑا ہوگیا۔
جوہری عمرو کی یہ اچانک تبدیلی دیکھ کر سٹ پٹا گیا مگر پھر
جو اس نے واپس کیے ہوئے نگینوں پہ نگاہ ڈالی تو غصّے
سے سُرخ ہو گیا۔ نگینے جھوٹے تو تھے ہی مگر ان کا سائز اور
وزن بھی ان نگینوں سے بالکل مختلف تھا جو اس نے عمرو کو
دیکھنے کے لیے دیے تھے۔

اُس نے عمرو کا گریبان پکڑ لیا اور پاگلوں کی طرح پیٹتے
ہوئے چیخنے لگا "بدمعاش! لفنگا! چور! نکال میرے نگینے!"

عمرو دُہائی دینے لگا "لوگو! بچاؤ! بھیک مانگی تو مارنے
لگا۔ اب اُلٹا اِلزام بھی لگا رہا ہے۔" جو گاہک پہلے ہی اس
کے قریب آ کھڑا ہوا تھا اور جوہری سے کچھ خریدنا چاہتا تھا'
اس نے عمرو کو بھیک مانگتے دیکھا تھا۔ عمرو کو جوہری سے
چھڑا کر اس نے لالہ کو ڈانٹ بتائی "شرم نہیں آتی۔ دِن
دہاڑے شریف آدمیوں کو لوٹتے ہو اور ایک بھوکے کو کھانا
نہیں کھلا سکتے۔ نگینے کون سے مانگتے ہو اس سے؟"

جوہری اس شخص کو پہچانتا تھا۔ وہ شہر کا ایک معزز آدمی
تھا۔ قسمیں کھا کھا کر اسے یقین دلانے لگا "آپ کے آنے
سے پہلے اس نے دیکھنے کے لیے نگینے مانگے۔ پھر اصلی کی بجائے
نقلی نگینے دے کر بھیک مانگنے لگا۔ یہ کوئی چھٹا ہوا بدمعاش

ہے۔ اس سے میرے نگینے دلواؤ۔"

عمرو چلاتے ہوئے بولا "صاحبو! انصاف کرو۔ میری یہ حیثیت ہے کہ میں اس سے خریدنے کے لیے نگینے مانگوں اور یہ مجھے دے دے؟ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ میں نے صرف کھانا مانگا تھا۔ شک ہو تو ابھی یہیں ہوں، میری تلاشی لو"

اس وقت تک ایک مجمع اکٹھا ہو گیا تھا۔ بحث کے بعد آخر سب نے اس بات سے اتفاق کیا کہ تلاشی لی جائے اگر نگینے اس کے پاس سے نکل آئیں تو یہ چور' نہیں تو جوہری جھوٹا

عمرو راضی ہو گیا۔ ایک معتبر آدمی نے سب کے سامنے اس کی جیب اور انٹی کی خوب خوب تلاشی لی مگر کہیں کچھ نہ ملا اور ملتا بھی کیسے؟ نگینے تو زنبیل کے اندر تھے اور زنبیل سوائے عمرو کے نہ کوئی دیکھ سکتا تھا نہ ٹٹول سکتا تھا۔ آخر عمرو کو چھوڑ دیا گیا اور سب لوگ جوہری کو لعنت ملامت کرتے ہوئے اپنے اپنے راستے چل دیے۔

کچھ دیر بعد عمرو پھر پلٹ کر اسی جوہری کے پاس آیا۔ جوہری سر پر ہاتھ رکھے اپنی قسمت کو کوس رہا تھا۔ عمرو نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "لالہ جی! اودھم مچانے کا نتیجہ دیکھ چکے ہو۔ بھل منسی پر آ جاؤ تو اب بھی کچھ بات بن سکتی ہے۔ دھرم سے بولو۔ جواہرات کتنے کے تھے؟"

جوہری کو کچھ امید ہوئی۔ ٹھنڈی سانس لے کر بولا "بیس ہزار کا مال تھا۔"

عمرو نے کھٹ سے کہا "اچھا، تو نکالو دس ہزار۔ ابھی تمھارا مال دیتا ہوں۔ گڑبڑ کی تو تم جانو تلاشی سے کچھ نہ ملے گا۔ بولو۔ کیا کہتے ہو؟"

جوہری نے جو دیکھا کہ گھاٹا آدھا ہوا جاتا ہے تو کلیجے پر پتھر رکھ کر دس ہزار پورے گن کر عمرو کے سامنے پھینک دیے۔ عمرو نے رقم سمیٹ کر اس کے نگینے اس کے حوالے کر دیے۔ پہلی نظر میں وہ اسے بالکل اصلی دکھائی دیتے تھے۔ پہلے کی طرح روئی میں لپیٹ کر وہ نگینے اس نے ڈبیا میں رکھ دیے۔

شام کو دکان بند کرنے سے پہلے اس نے پھر ان نگینوں کو دیکھنا چاہا۔ لیکن ڈبیا کھول کر جونہی روئی ہٹائی، جواہرات کے نگینوں کی جگہ پگھلی ہوئی مصری کی ڈلیاں نظر آئیں۔ اس نے سر پیٹ لیا۔ سارا بازار اکٹھا ہو گیا۔ رو رو کر اس نے سب کو اپنی بپتا سنائی۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ حاکم شہر سے فریاد کرے۔ اس نے جا کر سارا قصہ بیان کیا

اپنی قسم کی یہ بالکل انوکھی واردات تھی۔ حاکم شہر نے ملکہ زعفران جادو کو خبر دی۔ یہ وہی زعفران تھی جسے خمار وغیرہ کے ساتھ عمرو ایک بار بے ہوش کر چکا تھا۔ یہ شہر اور قلعہ

اسی کی راجدھانی تھی۔ زعفران نے حکم دیا کہ آج رات سارے
جوہری دربار میں حاضر کیے جائیں۔

حاکمِ شہر نے جوہریوں کو یہ حکم پہنچا دیا۔ عمرو کو بھی اس
بات کی خبر لگ گئی۔ اُس نے بھی ایک جوہری کا بھیس بنایا
اور دوسرے جوہریوں کے ساتھ وقتِ مُقررہ پر ملکہ زعفران جادو
کے دربار میں جا پہنچا۔

ملکہ کے اشارے پر سب سے پہلے اس جوہری نے
رو رو کر اپنی رُوداد سُنائی جسے عمرو نے ٹھگا تھا۔ اس کے
بعد ملکہ نے دوسرے جوہریوں سے پوچھا "کیا تم میں سے کسی
اور کے ساتھ بھی ایسی واردات ہُوئی ہے؟"

اس پر عمرو نے کھڑے ہو کر کہا "حضور کا اقبال بلند
ہو۔ ایک دن پہلے وہی شخص مجھے بھی پانچ ہزار رُوپے کی
چوٹ دے چکا ہے مگر نکو بننے کے ڈر سے میں نے کسی کو
کچھ نہیں بتایا۔"

ملکہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہنے لگی "یہ کام کسی بہت
بڑے عیار کا معلوم ہوتا ہے۔ میرے ملک میں آج تک
ایسی واردات نہیں ہُوئی۔ ضرور یہ عیار حال ہی میں باہر سے
آیا ہے۔ میں اسی وقت ایسا انتظام کرتی ہُوں کہ ٹھگ قلعے سے
باہر نہ جا سکے اور اسے گرفتار کر لیا جائے۔ تم لوگ میری

رعایا ہو۔ تمھاری حفاظت مجھ پر فرض ہے۔ تم میں سے جس
کا بھی جو نقصان ہوا ہے میں اسی وقت اپنے خزانے سے
پورا کیے دیتی ہُوں۔ آیندہ جب تک اس ٹھگ کی گرفتاری کی
خبر نہ سُنا دی جائے، ذرا سوچ سمجھ کر لین دین کرنا۔"

ملکہ کی وزیر صنوبر جادو اس کے اشارے پر پینتیس[35] ہزار
رُوپے دو تھیلیوں میں گن کر لے آئی۔ تیس ہزار روپے کی
تھیلی اصلی جوہری کو اور پانچ ہزار کی تھیلی عمرو کے حوالے کر دی گئی۔

اس کے بعد ملکہ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔"
اگر تم کچھ اچھے جواہرات ساتھ لائے ہو تو مجھے دکھاؤ۔ پسند آ گئے
تو مُنھ مانگی قیمت ملے گی۔"

چند ایک کے سوا کوئی کچھ لے کر نہ آیا تھا۔ وہ رخصت کر دیے
گئے۔ بعد میں رہ جانے والے بھی جواہرات دیکھ کر چلتے کیے
گئے۔ ایک لعل کے علاوہ ملکہ کو اور کچھ پسند نہ آیا جسے اس نے
فوراً خرید لیا۔ آخر میں عمرو باقی بچا۔ اس نے آگے بڑھ کر کمر سے
کبوتر کے انڈے کے برابر ایک بڑا موتی نکالا اور ملکہ کے ہاتھ
پر رکھ دیا۔

ملکہ زعفران نے ساری زندگی ایسا بیش بہا موتی نہ دیکھا تھا
وہ اس پر لٹو ہو گئی۔ بولی "ایسا نادر موتی تو شہنشاہ افراسیاب
کے پاس بھی نہ ہوگا۔ شاید دنیا بھر میں ایک ہی ہو۔ تمھیں کہاں

اسی کی راجدھانی تھی۔ زعفران نے حکم دیا کہ آج رات سارے
جوہری دربار میں حاضر کیے جائیں۔

حاکمِ شہر نے جوہریوں کو یہ حکم پہنچا دیا۔ عمرو کو بھی اس
بات کی خبر لگ گئی۔ اُس نے بھی ایک جوہری کا بھیس بنایا
اور دوسرے جوہریوں کے ساتھ وقتِ مُقررہ پر ملکہ زعفران جادو
کے دربار میں جا پہنچا۔

ملکہ کے اشارے پر سب سے پہلے اس جوہری نے
رو رو کر اپنی رُوداد سُنائی جسے عمرو نے ٹھگا تھا۔ اس کے
بعد ملکہ نے دوسرے جوہریوں سے پوچھا "کیا تم میں سے کسی
اور کے ساتھ بھی ایسی واردات ہُوئی ہے؟"

اس پر عمرو نے کھڑے ہو کر کہا "حضور کا اِقبال بُلند
ہو۔ ایک دن پہلے وہی شخص مجھے بھی پانچ ہزار رُوپے کی
چوٹ دے چکا ہے مگر نکّو بننے کے ڈر سے میں نے کسی کو
کچھ نہیں بتایا۔"

ملکہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہنے لگی "یہ کام کسی بہت
بڑے عیّار کا معلوم ہوتا ہے۔ میرے ملک میں آج تک
ایسی واردات نہیں ہُوئی۔ ضرور یہ عیّار حال ہی میں باہر سے
آیا ہے۔ میں اسی وقت ایسا انتظام کرتی ہُوں کہ ٹھگ قلعے سے
باہر نہ جا سکے اور اسے گرفتار کر لیا جائے۔ تم لوگ میری

رعایا ہو۔ تمھاری حفاظت مجھ پر فرض ہے۔ تم میں سے جس
کا بھی جو نقصان ہوا ہے میں اسی وقت اپنے خزانے سے
پورا کیے دیتی ہُوں۔ آیندہ جب تک اس ٹھگ کی گرفتاری کی
خبر نہ سُنا دی جائے، ذرا سوچ سمجھ کر لین دین کرنا۔"

ملکہ کی وزیر صنوبر جادو اس کے اِشارے پر پینتیس ہزار
رُوپے دو تھیلیوں میں گِن کر لے آئی۔ تیس ہزار روپے کی
تھیلی اصلی جوہری کو اور پانچ ہزار کی تھیلی عمرو کے حوالے کر دی گئی۔

اس کے بعد ملکہ نے سب کو مُخاطب کرتے ہوئے کہا۔
"اگر تم کچھ اچھے جواہرات ساتھ لائے ہو تو مجھے دکھاؤ۔ پسند آ گئے
تو مُنھ مانگی قیمت ملے گی۔"

چند ایک کے سوا کوئی کچھ لے کر نہ آیا تھا وہ رُخصت کر دیے
گئے۔ بعد میں رہ جانے والے بھی جواہرات دکھا کر چلتے کیے
گئے۔ ایک لعل کے علاوہ ملکہ کو اور کچھ پسند نہ آیا جسے اس نے
فوراً خرید لیا۔ آخر میں عمرو باقی بچا۔ اس نے آگے بڑھ کر کمر سے
کبوتر کے انڈے کے برابر ایک بڑا موتی نکالا اور ملکہ کے ہاتھ
پر رکھ دیا۔

ملکہ زعفران نے ساری زندگی ایسا بیش بہا موتی نہ دیکھا تھا
وہ اس پر لٹّو ہو گئی۔ بولی "ایسا نادر موتی تو شہنشاہ افراسیاب
کے پاس بھی نہ ہوگا۔ شاید دنیا بھر میں ایک ہی ہو۔ تمھیں کہاں

سے مل گیا؟"

عمرو نے اسے اور حیران کرنے کے لیے کہا "پہلے تو دو موتی تھے مگر اب واقعی دنیا بھر میں یہ ایک ہی ہے۔"

"ہائیں! ایسے دو موتی تھے!" ملکہ زعفران نے بے صبری کے ساتھ کہا "کس کے پاس تھے؟ دوسرا کیا ہوا؟"

عمرو نے کہا "حضور! یہ بڑا لمبا قصہ ہے۔ مختصر یہ کہ میں ایک بار سنگلدیپ گیا تھا۔ وہاں کسی بات پر ایک سادھو کو لوگوں نے ادھ مرا کر کے راستے میں ڈال دیا تھا۔ میں اسے اٹھا کر اپنے ٹھکانے پر لے گیا اور دل کھول کر دوا دارو کی۔ اچھا ہونے پر وہ چلا گیا لیکن عین اس دن جب کہ میں سنگلدیپ سے روانہ ہونے والا تھا، وہ آیا اور دو موتی مجھے دے کر بولا "جو بھی ایک موتی کھرل کر کے کھا لے گا سات سو برس کی عمر پائے گا اور مرتے دم تک جوان اور تن درست رہے گا۔ عورت کے لیے آدھا ہی کافی ہے۔ سادھو نے مجھے کھرل کرنے کی ترکیب بھی بتا دی تھی۔ میں نے وطن واپس پہنچنے کا بھی انتظار نہ کیا اور ایک موتی جہاز میں سفر کے دوران ہی کھا گیا۔ دوسرا یہ ہے۔ اگر پسند کریں تو حاضر ہے۔"

موتی کی یہ تاثیر سن کر ملکہ زعفران جادو کے منھ میں پانی بھر آیا۔ بولی "اس کی قیمت کیا ہے؟"

ملکہ کی وزیر صنوبر جادو بھی پوچھ بیٹھی "کیا ایک موتی دو عورتیں کھا سکتی ہیں؟"

عمرو نے کہا "یہ موتی انمول ہے۔ اس کی کوئی قیمت مقرر نہیں کی جا سکتی۔ البتہ میں آپ کی رعایا ہوں، جو دیں گی، قبول کر لوں گا۔ یہ ایک موتی دو عورتوں کے لیے پوری خوراک ہے۔"

یہ سن کر ملکہ اور صنوبر اسے ایک علیحدہ کمرے میں لے گئیں۔ وہاں دونوں نے اپنا سارا زر و جواہر لا کر عمرو کے سامنے ڈھیر کر دیا جسے اس نے سمیٹ کر چادر میں باندھ لیا۔

ملکہ زعفران بولی "اب ہم دونوں کو اپنے ہاتھ سے کھرل کر کے یہ موتی کھلا دو۔"

عمرو نے کہا "بہت بہتر۔ ایک ہاون دستہ منگوا دیجیے اور منع کر دیجیے کہ جب تک بلایا نہ جائے کوئی بھی اندر نہ آئے۔"

صنوبر خود جا کر ہاون دستہ لے آئی اور کنیزوں، خادماؤں کو اندر نہ آنے کی سختی سے تاکید کر دی۔ عمرو نے انھیں آنکھ بند کر کے سامری اور جمشید کے ناموں کا جاپ کرنے کی ہدایت کی اور خود ایک طرف بیٹھ کر ہاون دستہ کھڑکانے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے دونوں عورتوں کو آنکھیں کھولنے کے لیے کہا۔ انھوں نے آنکھیں کھول دیں اور بے صبری سے عمرو کو دیکھنے لگیں۔ ہاون دستے کے قریب فرش پر کاغذ کے دو صاف ٹکڑے

بچھے تھے۔ دونوں پر تھوڑا تھوڑا سفید سفوف سا رکھا تھا۔
عمرو کاغذ کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے سے دونوں کاغذوں پر
رکھے ہوئے سفوف کو برابر برابر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔
چند لمحوں بعد اس نے وہ دونوں کاغذ عورتوں کی طرف بڑھاتے
ہوئے کہا:

"لیجیے۔ موتی کا سفوف تیار ہے۔ پھانک کر ایک گھونٹ
پانی پی لیں۔" صنوبر جادو نے لپک کر دو گلاسوں میں پانی
انڈیلا۔ ایک ملکہ کے سامنے رکھا، ایک اپنے۔ پھر عمرو سے
سفوف لے کر دونوں نے پھانکا اور پانی کے گھونٹ سے حلق
کے اندر اتار لیا۔ عمرو کے لبوں پر مسکراہٹ ناچنے لگی۔ دونوں
عورتیں بھی خوشی سے مسکرانے لگیں۔ سات سو برس کی زندگی اور
مرتے دم تک کی جوانی و تن درستی جو مل رہی تھی۔

لیکن جلد ہی دونوں کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہونے
لگا۔ ملکہ زعفران نے عمرو سے پوچھا "جوہری! ہمیں چکّر سا
کیوں آ رہا ہے؟"

عمرو بولا "چکّر کے بغیر مطلب کیسے حاصل ہوتا ہے۔" یہ
کہہ کر جلدی جلدی اس نے اپنے چہرے سے رنگ و روغن
صاف کیا اور زعفران کے سامنے منھ کرتے ہوئے بولا "ملکہ!
مجھے پہچانتی ہو؟"

اب جو زعفران جادو نے اس کے چہرے پر نگاہ جمائی
تو چیخ مار کر کھڑی ہوگئی "کون؟ عمرو! ہائیں!" صنوبر اٹھتے ہوئے
بولی "ملکہ! دھوکا!" لیکن اس کے بعد دونوں ایک لفظ بھی نہ
بول سکیں۔ لڑکھڑا کر گریں اور بے ہوش ہو گئیں۔

عمرو نے بھاگ کر دروازہ اندر سے بند کیا اور خنجر نکال کر
دونوں کو قتل کرنے کے خیال سے آگے بڑھا۔ اچانک کمرے
کے ایک کونے کا فرش شق ہوا اور اس میں سے ایک شیر نکل
کر عمرو کو گھورنے لگا۔ صنوبر قریب تھی۔ عمرو نے اسے گھسیٹ
کر زنبیل میں ڈال لیا۔ اس کے بعد جوں ہی اس نے ملکہ زعفران
جادو کی طرف قدم بڑھایا، شیر غرّایا۔ عمرو جھجکا۔ شیر غائب ہوگیا۔
لیکن اس کی غراہٹ سے ملکہ زعفران جادو کی بے ہوشی دور ہوگئی۔

ہوش میں آتے ہی اس نے جھپٹ کر عمرو کو پکڑ لیا اور
دروازہ کھول کر کھینچتی ہوئی صحن میں لے گئی۔ وہاں اسے ایک
ستون سے باندھ کر کنیزوں کو حکم دیا "کمرے میں جا کر دیکھو۔
صنوبر کہیں بے ہوش پڑی ہو تو ہوشیار کر کے فوراً یہاں لے آؤ۔"

کنیزوں نے جا کر کمرے کا چپّا چپّا چھان مارا۔ صنوبر
وہاں ہوتی تو انھیں ملتی۔ وہ جیسی گئی تھیں ویسی ہی زعفران
کے پاس لوٹ آئیں۔

زعفران نے عمرو سے پوچھا "اے مکّار! سچ بتا۔ صنوبر جادو کو

تُو نے کیا کیا؟"

عمرو نے کہا "ملکہ! سچ تو یہ ہے کہ مجھے زبردست بھوک لگی تھی۔ اسے کھا گیا۔ آپ کو بھی کھا جاتا مگر بُرا ہو اُس بڑے کا۔ اُس نے ہوشیار کر کے آپ کو بچا لیا۔"

زعفران سمجھ گئی کہ یہ شخص سختی سے نہیں ڈرے گا۔ اس سے سودا کرنا چاہیے۔ بولی "اے عمرو! مجھے تجھ سے کوئی دشمنی نہیں۔ اگر تُو صنوبر کو چھوڑ دے تو میں تجھے قلعے سے نکل جانے کی اجازت دے دوں گی۔ جھوٹ مت بول۔ صنوبر زندہ ہے۔ تُو نے اسے کہیں غائب کر دیا ہے۔ اگر وہ مر جاتی تو سامنے والا گلاب کا پودا بھی غائب ہو جاتا۔ یہ اُسی نے اپنے جادو سے بنایا تھا۔"

عمرو نے جواب دیا "ٹھیک ہے۔ اگر تم مجھے دریائے خونِ رواں کے پار پہنچا دینے کا وعدہ کرو تو میں صنوبر کو تمھارے حوالے کر سکتا ہوں۔"

زعفران نے کہا "یہ میرے بس سے باہر ہے۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں۔"

عمرو بولا "تو پھر دو لاکھ نقد کا انتظام کرو اور قلعے کے باہر ہی پہنچا دو۔"

زعفران نے کہا "ہاں یہ دونوں باتیں مانی جا سکتی ہیں۔"

عمرو نے کہا "بس تو مجھے بھی منظور ہے۔ اب مجھے کھول دو۔ ابھی کمرے سے صنوبر کو لے کر آتا ہوں۔"

زعفران جادو نے اسے کھول دیا۔ وہ سیدھا کمرے میں گیا اور زنبیل میں سے ایک دوسری جادوگرنی کو نکالا جسے بہت عرصہ پہلے اس نے طلسمِ ظاہر میں گرفتار کیا تھا۔ اس کے چہرے پر رنگ و روغن کر کے شکل بالکل صنوبر جادو جیسی بنائی اور ہوشیار کر کے اسے سمجھایا "آج میں تجھے آزاد کر رہا ہوں لیکن تیرا نام صنوبر جادو ہو گا اور تو ملکہ زعفران جادو کی وزیر کی حیثیت سے زندگی بھر عیش کرے گی۔ خبردار! اگر کسی کو اپنی اصلیت بتائی تو وزارت بھی جائے گی اور قید یا قتل بھی ہونا پڑے گا۔"

مدت کے بعد اس جادوگرنی کو آزادی نصیب ہو رہی تھی، ساتھ ہی وزارت بھی۔ وہ راضی ہو گئی۔ عمرو اسے لے کر ملکہ زعفران کے پاس پہنچا اور کہنے لگا "لیجیے ملکہ صاحبہ! صنوبر حاضر ہے۔ اب اپنا وعدہ پورا کیجیے۔"

ملکہ نے بڑھ کر اپنی چہیتی صنوبر کو گلے لگا لیا اور ایک خواص کو حکم دیا کہ جا کر روپیوں کی تھیلیاں لے آئے۔ پھر وہ عمرو سے مخاطب ہوئی "میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ روپے وصول کر لو تو قلعے کے باہر پہنچائے دیتی ہوں۔"

تھوڑی دیر میں خواص اور کئی کنیزیں رُوپیوں کی تھیلیاں
لے کر آئیں اور انھیں فرش پر اُلٹ کر گننے لگیں۔ وہ گن
جا رہی تھی کہ ملکہ کی دائی اچانک آ پہنچی۔ سب سے پہلے
صنوبر سے اس کی آنکھیں چار ہوئیں مگر نقلی صنوبر اُسے
پہچانتی ہی نہ تھی اس لیے اسے سلام نہ کیا۔

دائی زبردست جادوگرنی تھی۔ صنوبر کی یہ تبدیلی دیکھ کر
اسے شک گزرا۔ ملکہ نے بڑھ کر اس کا اِستقبال کیا تو وہ
اس سے بولی "یہ صنوبر کو آج کیا ہوا! اس نے نہ مجھے
سلام کیا، نہ حسبِ عادت میری طرف بڑھی۔ جیسے مجھے پہچانتی
ہی نہیں ہے۔"

یہ سُن کر نقلی صنوبر چونک کر اس کی طرف بڑھی اور
کہنے لگی "دادی جان! معاف کیجیے۔ دماغ ٹھیک نہیں رہا۔"
دادی جان کا لفظ سُن کر دائی کو یقین ہو گیا کہ دال
میں کچھ کالا ہے۔ اصلی صنوبر اسے خالہ کہا کرتی تھی۔ ملکہ
زعفران نے اُس کی صفائی پیش کرتے ہوئے سارا مُعاملہ اسے
بتا دیا لیکن اس کا شک اور بڑھ گیا۔ اس نے نقلی صنوبر کے
چہرے کو گھورنا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا رنگ
روغن پگھل گیا اور جادوگرنی کی اصلی صورت ظاہر ہو گئی۔ اب
تو ملکہ زعفران بھی سناٹے میں آ گئی۔ اس نے آگ بھبھوکا ہو

کر عمرو کی طرف دیکھا۔ عمرو اس سے پہلے ہی عیاری کی چادر
اوڑھ کر غائب ہو چکا تھا۔ زعفران سمجھی کہ وہ بھاگ گیا۔ فوراً
منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ قلعے کے سارے دروازے سحر کے
پردے میں چھُپ گئے۔ اب ہر طرف دیوار ہی دیوار تھی۔ یہ
کام کر کے زعفران نے چیخ کر کنیزوں اور خواصوں کو حکم دیا
"عمرو یہیں کہیں چھُپا ہوگا۔ جہاں ہو ڈھونڈھ نکالو۔ اب وہ
شہر سے باہر ہرگز نہیں جا سکتا۔" کنیزیں سارے محل میں
پھیل گئیں اور عمرو کو تلاش کرنے لگیں۔ عمرو اسی مقام پر
چادر اوڑھے کھڑا تھا۔ کنیزوں کے جاتے ہی اس نے چلّا کر
کہا "میں جاتا ہوں۔"

زعفران اور اس کی دائی حیران ہو کر چاروں طرف دیکھنے
لگیں مگر کوئی نہ دکھائی دیا۔ دائی ڈری کہ ایسا نہ ہو عمرو ہمیں
نقصان پہنچائے۔ اس نے حفاظتی حِصار (گھیرا) اپنے اور زعفران
کے چاروں طرف کھینچ دیا۔ عمرو نے چاہا کہ دونوں کو قتل کر کے
ان کا مال لُوٹ لے مگر وہ طلسمی حِصار کے اندر داخل نہ ہو
سکا۔ غصّے میں انھیں چھوڑ کر دوسری طرف مُتوجّہ ہوا۔ جو چیز
محل کی، سامنے نظر آئی زنبیل میں داخل کی۔ برتن، پردے،
گُل دان، تخت اور کرسی تک نہ چھوڑی۔

جو کنیزیں اسے ڈھونڈھ رہی تھیں ان پر بھی اس نے

ہاتھ صاف کیا۔ جس کے جسم پر جو زیور نظر آیا غائب کیا۔
ساتھ ہی وقفے وقفے سے کہتا جاتا "میں جاتا ہوں۔ میں
رہا ہوں" کنیزیں ہر طرف گھبرا گھبرا کر دیکھتیں اور جب کچھ
بھی نظر نہ آتا تو چیخیں مارتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوتیں۔
کچھ ہی دیر میں عمرو سب کا صفایا کرتا ہوا محل سے
باہر نکل گیا۔ اس عرصے میں دائی اپنا جھاڑ ختم کر کے جا چکی
تھی اور کنیزیں رو رو کر زعفران کو اپنے لٹنے کا حال سنا رہی
تھیں ـــــ ملکہ کو جب اندازہ ہو گیا کہ عمرو محل کے باہر
جا چکا ہے تو اس نے جادو سے ایک پرندہ پیدا کیا اور اسے
حکم دیا "عمرو جس جگہ پہنچ کر ظاہر ہو، مجھے آ کر خبر دے۔"
پرندہ اڑتا ہوا نکلا اور عمرو کو ڈھونڈھنے لگا۔
ایک مقام پر عمرو نے چادر اتار کر ملکہ کے سپاہی کا بھیس
بھرا اور شہر کی سمت چل دیا۔ پرندے نے اسے دیکھ لیا۔ پلٹ
کر اس نے زعفران کو خبر دی۔ وہ فوراً اڑتی ہوئی اس کے
ساتھ چلی۔ اس وقت عمرو راستہ چھوڑ کر ایک درخت کے نیچے
بیٹھا سستا رہا تھا۔ پرندہ ملکہ سے کچھ آگے بڑھ کر چاروں
طرف نظر دوڑانے لگا۔ جلد ہی اسے عمرو نظر آ گیا۔ درخت
کے اوپر چکر لگاتے ہوئے وہ چلانے لگا "عمرو یہاں ہے
عمرو یہاں ہے۔" ملکہ فوراً اس طرف پنجہ بن کر جھپٹی۔ مگر

پرندے کی آواز عمرو نے بھی سن لی تھی۔ خطرے کی بو محسوس
کرتے ہی اس نے چادر اوڑھ لی اور جدھر منہ اٹھا بھاگ کھڑا
ہوا ـــــ عمرو کو غائب پا کر ملکہ نے پھر پرندے کو
اس کا پتا لگانے کا حکم دیا۔ عمرو نے چادر اوڑھے اوڑھے
ایک جادوگر کا بھیس بھرا اور چادر اتار کر قریب کے مکانوں
کی طرف چلنے لگا۔ طلسمی پرندہ آسمان سے جھپٹا اور اس کے
اوپر چکر لگا کر ملکہ زعفران کی سمت چلا۔ عمرو سمجھ گیا کہ یہی
پرندہ ملکہ کو میری اطلاع دیتا ہے۔ وہ عیاری کی چادر سر پر
رکھ کر ایک ویرانے کی طرف چل دیا اور بستی میں جانے کا
خیال دل سے ترک کر دیا۔
کچھ دیر بعد ایک مقام پر اسے تنگ دہانے کا ایک غار
نظر آیا۔ وہ اس کے اندر چلا گیا۔ دہانے پر کرامتی جال لگا کر
اس نے چادر اتار دی اور لیٹ کر آرام کرنے لگا۔ طلسمی پرندہ
تو پیچھے لگا ہی ہوا تھا، جیسے ہی اس نے چادر اتاری، پرندے
کو اس کا پتا چل گیا۔ وہ غار پر چکر کاٹ کر سیدھا ملکہ کے
پاس پہنچا اور اسے عمرو کے ٹھکانے کا پتا بتا دیا۔ زعفران اڑتی
ہوئی غار کے دہانے پر پہنچی اور للکارتے ہوئے بولی "او مکار!
اب تو بچ کر کہاں جائے گا؟"
عمرو اس کی آواز سن کر اندر سے پکارا "تجھے تیری موت

گھسیٹ لائی ہے۔ اندر آئی تو خدا کی قسم تجھے زندہ نہ چھوڑوں
گا"۔ ـــــ زعفران نے مشتعل ہو کر غار کے اندر چھلانگ لگا
دی لیکن دوسرے ہی لمحے کراماتی جال میں اُلجھ کر بے بس ہو
گئی۔ عمرو اسے اسی حالت میں لیے ہوئے غار سے باہر
نکلا۔ اسی وقت کچھ طلسمی پتلے زمین سے نکلے اور "ہماری ملکہ کو
چھوڑ دو۔ ہماری ملکہ کو چھوڑ دو" کہتے ہوئے عمرو کی طرف بڑھے۔
عمرو نے للکارا "خبردار! اگر کوئی میرے قریب آیا تو میں
زعفران کا گلا گھونٹ دوں گا"۔ پتلے ڈر کر دور ہٹ گئے۔ عمرو
شہر کی طرف روانہ ہوا۔ کچھ پتلے بھاگ کر زعفران کی دائی کے
پاس گئے۔ کچھ اس کے پیچھے پیچھے چل دیے۔ تھوڑی دیر میں زعفران
کی دائی ایک لشکر کا لشکر ساتھ لے کر وہاں آ پہنچی اور عمرو کو
دھمکانے لگی۔ عمرو نے انھیں بھی للکارا "خبردار! قریب مت
آنا۔ ورنہ ملکہ کو مار ڈالوں گا"۔

وہ سب عمرو سے دور دور رہے مگر اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔
تنگ آ کر اس نے فیصلہ کیا کہ زعفران کو ہلاک ہی کر ڈالنا
چاہیے ورنہ نہ قلعے سے باہر جانے کے راستے دکھائی دیں گے
نہ دشمنوں سے جان چھوٹے گی۔

اس وقت تک وہ شہر کے بازار میں داخل ہو چکا تھا۔ اس
کے پیچھے تھوڑے ہی فاصلے پر دشمنوں کا ہجوم تھا۔ ملکہ کی

سلامتی کے ڈر سے کوئی بھی عمرو پر جادو نہ کرنا چاہتا تھا اور عمرو
کے لیے بھی اس کا کوئی موقع نہ تھا کہ زعفران کو ہلاک کرے۔
ایسا کرنے کا ارادہ کرتے ہی اس پہ ہر طرف سے جادو کے
وار ہو سکتے تھے۔

اتفاق سے اس وقت ایک حلوائی گھی کے کڑھاؤ میں
پوریاں تل رہا تھا۔ عمرو نے اسے تاڑ لیا اور جیسے ہی اس
کے قریب پہنچا، جست لگا کے اُوپر کو اُٹھا۔ پھر ہاتھ کو جھٹکا
دے کر اس طرح اُلٹا کہ ملکہ زعفران سیدھی کڑکتے ہوئے
کڑھاؤ میں جا گری۔ اس کے بعد وہ عیاری کی چادر اوڑھ کر
سب کی نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔

یہ دیکھ کر عمرو کا پیچھا کرنے والوں کے اوسان خطا ہو گئے۔
اُدھر ملکہ زعفران جادو کڑھاؤ میں جل کر کوئلہ ہو گئی۔ ہر
طرف اندھیرا چھا گیا اور شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ پھر تو
شہر میں بھگدڑ مچ گئی۔ پیچھا کرنے والے ہتھیار، پگڑی، ٹوپی
اور جوتیاں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ دکان دار دکانیں کھلی چھوڑ کر غائب
ہو گئے۔ راہ گیر اور خریدار پوٹلیاں اور جھولیاں سڑکوں پر پھینک
کر نو دو گیارہ ہوئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارے شہر کی سڑکیں
اور گلیاں سنسان ہو گئیں۔

عمرو کو اب کوئی کھٹکا نہ تھا۔ اس کی ہیبت سب پر چھا

چکی تھی اور زعفران جادو کے ہلاک ہو جانے کی وجہ
شہر کے دروازوں کو جن طلسمی دیواروں نے ڈھانپ لیا
وہ غائب ہو چکی تھیں۔ اب اسے کوئی نہ روک سکتا تھا۔
ہو کر اس نے بازار کی ساری دکانیں لوٹ لیں۔ جو چیز بھی
یا معمولی سامنے پائی، اٹھا کر زنبیل میں ڈال لی حتیٰ کہ
سے لے کر کپڑے کی دکان تک اور کرانہ سے لے کر منہار
کے سامان تک ایک دکان باقی نہ چھوڑی۔

اور کوئی ہوتا تو اتنے ہی مال کو بہت جانتا مگر عمرو
دل کیسے مانتا۔ بازار سے نکل کر اس نے امیروں کے محلے
رخ کیا۔ ایک حویلی کے سامنے کھڑے ہو کر للکارا "میں
نے زعفران جادو کو کڑھاؤ میں تل کر ہلاک کیا ہے۔ اے حویلی
کے رہنے والو! اپنی اور اپنے بال بچوں کی خیر چاہتے ہو
تو جو مال ہو کھڑکی سے باہر پھینک دو۔"

عمرو کی دہشت ویسے ہی پھیل چکی تھی۔ اب جو اس کی یہ
آواز حویلی والوں نے دروازے کے سامنے سنی، نقدی اور زیور
کوڑے کی طرح اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ اس طرح امیروں
کے پورے محلے کو لوٹ کر عمرو قلعے سے باہر نکل گیا۔

بختیارک کی خوش قسمتی

یہ بیان ہو چکا ہے کہ افراسیاب نے نعلین جادو کی ناکامی کے بعد صرصر کو عمرو کی گرفتاری کے لیے بھیجا تھا اور اس کے بعد شگوفہ جادو کو بھی روانہ کر دیا تھا۔

صرصر اور شگوفہ پہلے تو الگ الگ عمرو کو ڈھونڈتی رہیں۔ پھر اتفاقاً دونوں یک جا ہو گئیں۔ انھوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ اب دونوں ساتھ رہ کر ہی اس کام کو انجام دیں گی۔

عمرو زعفران کے قلعے سے نکل کر دریائے خون رواں کی طرف چل دیا تھا، اس امید پر کہ شاید کوئی صورت پار جانے کی نکل آئے۔ وہ چلتے چلتے ایک مقام پر گھنی جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر سستانے لگا۔ اسی موقع پر صرصر اور شگوفہ جادو اسے ڈھونڈتی ہوئی اُدھر آ نکلیں۔ صرصر کی جیسے ہی اس پر نظر پڑی، شگوفہ سے کہنے لگی "یہ لو بہن! وہ رہا عمرو۔"

اتنے میں عمرو نے بھی انھیں دیکھ لیا اور بھاگنے کی فکر کرنے لگا۔ صرصر نے بھانپ لیا۔ فوراً تلوار کھینچ کر اس پر جھپٹی۔

عمرو موقع نازک پا کر پھرتی سے جھاڑی کے اندر گھس گیا اور اندر ہی اندر چلتا ہوا ایک غار میں جا پہنچا۔

صرصر اسے جھاڑیوں میں ڈھونڈنے لگی۔ شگوفہ بھی اس کے پاس جا پہنچی۔ دونوں جھاڑیاں کھنگالتی ہوئی غار کی طرف بڑھنے لگیں۔ عمرو نے عیاری سے ایک اژدہا بنایا اور جیسے ہی وہ دونوں قریب آئیں، اژدہے کو اچانک غار کے دہانے کے آگے کھسکا دیا۔ اژدہے کی آنکھوں سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں اور منہ سے شعلے نکل رہے تھے۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی دونوں دہشت زدہ ہو کر الگ الگ سمت بھاگ کھڑی ہوئیں۔ عمرو یہی چاہتا تھا۔ موقع سے فائدہ اُٹھا کر وہ بھی غار سے نکل بھاگا۔

شگوفہ ٹھیری جادوگرنی۔ عیاروں جیسا دم خم کہاں سے لاتی گھبراہٹ میں تیز دوڑی تو جلد ہی سانس پھول گیا۔ تھک کر ایک جگہ سستانے لگی۔ عمرو اپنی راہ پر اُڑا چلا جا رہا تھا کہ دُور سے اس کی نظر شگوفہ پر پڑ گئی۔ وہ ہوشیاری کے ساتھ اس کی طرف پلٹ پڑا۔ شگوفہ آخر وقت تک نہ اسے دیکھ سکی، نہ اس کے پیروں کی آہٹ ہی سُن سکی۔ قریب پہنچ کر عمرو نے اچانک اس کے منہ پر بے ہوشی کا غبارہ کھینچ مارا۔ اسے ایک چھینک آئی اور وہ بے ہوش ہو کر ڈھیر ہو گئی۔

عمرو نے جلدی جلدی اپنا بھیس بالکل اس جیسا بنایا اور اس کا بھیس اپنا جیسا کر دیا۔ اس کے بعد چادر میں لپیٹ کر اپنی پیٹھ سے باندھ لیا اور صرصر کو تلاش کرنے لگا۔

صرصر جلد ہی مل گئی۔ یہ معلوم کر کے اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا کہ شگوفہ نے عمرو کو گرفتار کر لیا ہے۔ دونوں قہقہے لگاتی اور چہلیں کرتی ہوئی افراسیاب کی طرف چل دیں۔ افراسیاب نے ان دونوں کو عمرو کے پکڑ لانے پر مامور تو کر دیا تھا مگر اس کا دل نہ مانتا تھا کہ وہ کامیاب ہو سکیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ جب نقلی شگوفہ نے نقلی عمرو کو لے جا کر اس کے سامنے پیش کیا اور صرصر نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو افراسیاب بہت خوش ہوا۔ ایک بہت بڑا بوجھ اسے اپنے سر سے ٹلتا محسوس ہوا۔

اُس وقت خُمار کی بہن ملکہ مخمور جادو وہاں موجود تھی۔ افراسیاب نے اسے حُکم دیا "اے خمار! اسی وقت اُڑ کر خداوند لقا کے پاس جا پہنچ۔ اگر ان کا وزیر بختیارک یہاں کے لیے روانہ ہو چکا ہے تو خیر ورنہ خداوند سے درخواست کر کے ساتھ لیتی آ۔ اس کے استقبال کے لیے میں ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں خود موجود رہوں گا۔"

ملکہ مخمور کا دل تو نہ چاہتا تھا مگر حکم کی تعمیل کے لیے

مجبور ہو گئی۔ بجھے ہوئے دل سے اس نے رخصت ہونے
اجازت لی اور جادو کے پر اپنے بازوؤں میں پیدا کر کے انتہائی
تیز رفتاری سے اڑتی ہوئی کوہِ عقیق کی سمت روانہ ہو گئی۔
اس کے جانے کے بعد افراسیاب نقلی شگوفہ کی طرف متوجہ
ہوا، اس کی خوب خوب تعریف کی اور انعام و اکرام سے نوازنے
کے بعد اسے اپنی منتظمِ خاص کا منصب عطا کرتے ہوئے
حکم دیا:
"بختیارک شام تک یقیناً آ جائے گا۔ میں جا کر ملکہ حیرت
کی چھاؤنی میں اس کے استقبال کے لیے ٹھہرتا ہوں۔ تم یہاں
عمرو کی حفاظت بھی کرو اور بختیارک کی دعوت کا انتظام بھی
کرو۔ امید ہے کہ تم اس کا پورا پورا خیال رکھو گی کہ سجاوٹ
کھانے پینے اور جشن میں ایسی کوئی بات نہ ہو جو خداوند کے
وزیر کی پسند کے خلاف ہو۔"
نقلی شگوفہ یعنی خواجہ عمرو کو اس سے بہتر اور کیا چاہیے
تھا۔ افراسیاب کی عنایت کا قصیدہ پڑھنے کے بعد اس نے
یقین دلایا "حضور اطمینان رکھیں۔ کنیز پر جس درجہ اعتبار فرمایا
ہے اس سے زیادہ ہی خوش انتظامی ملاحظہ فرمائیں گے۔"
کچھ دیر بعد افراسیاب ملکہ حیرت کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو
گیا۔ نقلی شگوفہ، دعوت، آرائش اور محفل کے انتظام میں لگ گئی۔

ادھر لقا کے دربار میں شیر اور عقاب وغیرہ پہلے ہی
پہنچ چکے تھے۔ افراسیاب کا خط دیکھ کر لقا نے بختیارک کو
جانے کی اجازت دے دی تھی مگر وہ ایک ہی کائیاں تھا
صاف ٹال گیا۔ اسے اس بات کا یقین ہی نہ ہوتا تھا کہ افراسیاب
عمرو کو گرفتار کر سکتا ہے یا گرفتار کر کے زیادہ دیر تک اسے
اپنی قید میں رکھ سکتا ہے۔
آخر جب ملکہ مخمور وہاں پہنچی اور اسے یقین دلایا کہ عمرو
گرفتار ہو چکا ہے تو وہ چلنے کے لیے رضامند ہو گیا۔
افراسیاب کی ہدایت کے مطابق لشکرگاہ سے حصہ ہوش ربا کی
سرحد تک وہ شیر پر سوار ہو کر چلا اور اس کے بعد عقاب
پر جا بیٹھا۔ ملکہ مخمور اس کے ساتھ رہی لیکن عمرو کو اپنی بہن
خمار کے قبضے سے چھڑانے کے بعد اس کا حال تبدیل ہوتا
جا رہا تھا۔ پہلے اس نے عمرو سے صرف خوف محسوس کیا تھا
اب اس کا دل رہ رہ کر افراسیاب سے بے زار اور عمرو معترف
اور امیر حمزہ کا حامی ہوتا جا رہا تھا۔ تاہم ابھی وہ کسی فیصلے
پر نہ پہنچ سکی تھی۔
ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں بختیارک کا شان دار استقبال
کیا گیا۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرانے کے بعد افراسیاب اسے اور ملکہ
حیرت کو ساتھ لے کر باغِ سیب کی طرف چل دیا۔

وہاں نقلی شگوفہ نے ان کا اتنے شان دار طریقے پر
استقبال کیا اور جشن گاہ کو اتنی خوب صورتی سے آراستہ کرایا
کہ افراسیاب اور بختیارک عش عش کر اٹھے۔ کھانے پینے
کی ساری چیزیں نقلی شگوفہ نے خاص طور پر اپنی نگرانی میں
تیار کرائی تھیں اور ہر چیز میں خود اپنے ہاتھ سے خاص قسم
کے مسالے ڈالے تھے۔ اب یہ بات آپ خود سمجھ جایئے کہ
ان مسالوں میں کیا چیز شامل کی گئی ہوگی۔

سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو نقلی شگوفہ نے آگے
بڑھ کر افراسیاب سے دست بستہ عرض کیا" عالی جاہ! ناچیز
کی رائے ہے کہ پہلے کچھ کھا پی کر سفر کی تھکن دور کیجیے۔
اس کے بعد عمرو کی قسمت کا فیصلہ کیجیے۔ اس کے بعد ناچ
گانے کی محفل سجے گی۔"

افراسیاب نے خوش ہو کر کہا" شاباش! اچھی ترتیب پیش
کی ہے۔"

بختیارک کو یہ بات پسند نہ آئی۔ بول اٹھا" اے شاہ
ذی جاہ! مجھ پر کرم کیجیے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ مجھے رخصت
دیجیے۔ کھانے پینے کی خواہش ختم ہو گئی ہے۔ زندہ بچ نکلنے
کی آس کم ہو گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عمرو گرفتار ہو چکا
ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ٹوپی اتار کر اپنا سر دکھاتے ہوئے

کہا" دیکھ لیجیے ان کی جوتیاں کھا کھا کر سر گنجا ہو گیا ہے
اب اور کھانے کی سکت نہیں۔ بس بندے کو اسی وقت روانہ
کر دیجیے۔ پھر جو آپ کے دل میں آئے، شوق سے کیجیے۔"

افراسیاب اس کی بزدلی اور چکنی کھوپڑی دیکھ کر بہت ہنسا
پھر تسلی دیتے ہوئے بولا" ملک جی! بے شک عمرو ایسا ہی ہے
کہ آپ اس سے ڈریں مگر اطمینان رکھیے اب وہ آپ کو کوئی
نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اچھا ایسا کیجیے۔ میں اسے بلواتا ہوں۔
اپنے ہاتھوں اس کا کام تمام کیجیے۔ اس کے بعد اطمینان سے
طعام نوش کیجیے۔" یہ کہہ کر اس نے شگوفہ کو حکم دیا" عمرو کو
ملک جی کے سامنے پیش کر دو۔"

نقلی شگوفہ نے سر جھکایا۔ تیزی کے ساتھ جشن گاہ سے
نکل گئی۔ چند ہی لمحوں بعد وہ نقلی عمرو کو لیے واپس آئی اور
بختیارک کے سامنے فرش پر ڈال دیا۔ نقلی عمرو یعنی اصلی
شگوفہ جادو بدستور بے ہوش تھی۔ افراسیاب نے کہا" اسے
ہوشیار کرو۔ ذرا ملک جی اس سے دو دو باتیں تو کر لیں۔"

بختیارک اکبارگی بول پڑا" ہرگز ایسا نہ کرنا۔ مجھے کوئی
بات نہیں کرنی ہے۔ یاد رکھو اگر وہی ہوئے اور ہوشیار ہو
گئے تو اس محفل میں کسی کی خیر نہیں" یہ کہہ کر وہ اپنی کرسی
سے اچھل کر نیچے آیا اور نقلی عمرو کی بائیں آنکھ کھول کر غور سے

دیکھنے لگا۔ جلد ہی وہ چیخنے لگا " یہ ہرگز عمرو نہیں ہے۔ آنکھ میں تل نہیں ہے۔ تیار ہو جاؤ۔ اب اس محفل پر مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔ وہ دل کھول کر سب سے انتقام لیں گے۔ بے شک وہ یہیں کہیں موجود ہیں۔ جلوہ دکھانے ہی والے ہیں"

افراسیاب نے بھی چونک کر نقلی شگوفہ کی طرف دیکھا۔ اس نے فوراً بات بنائی " عالی جاہ! جب میں نے اسے گرفتار کیا تھا تو اس نے آنکھ میں سلائی پھیرتے ہوئے مجھے دھمکی دی تھی کہ میں نے اپنی خاص نشانی غائب کر دی ہے۔ شک میں چھوڑ دیا جاؤں گا اور تجھ سے سخت بدلہ لوں گا۔"

افراسیاب اس کی اس بات سے مطمئن ہو گیا اور بختیارک سے بولا " ملک جی! شگوفہ کی یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ ایک بار پہلے بھی عمرو خود کو بے گناہ آدمی ظاہر کر کے مجھے دھوکا دے چکا ہے۔ جلد ہی اس کا کام تمام کر دیجیے۔" بختیارک سوچتا ہوا اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔

اس عرصے میں خدمت گار طشتوں میں شربت کے گلاس لیے ہوئے جشن گاہ میں داخل ہوئے۔ افراسیاب اور بختیارک سمیت سب نے شربت پیا۔ نقلی شگوفہ نے اس شربت میں بھی خاص مسالا ملایا تھا۔

شربت پیتے ہی افراسیاب نے ایک جلاد کو نقلی عمرو کی

گردن جدا کرنے کا اشارہ کیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بختیارک کسی وجہ سے ایسا نہیں کر سکے گا اور اب اس معاملے کو وہ زیادہ دیر نہ ٹالنا چاہتا تھا۔ جلاد نے آگے بڑھ کر تلوار کا ایک تلا ہوا ہاتھ نقلی عمرو کی گردن پر مارا۔ سر اچھل کر دھڑ سے دور جا گرا۔

دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ آندھیاں چلنے لگیں۔ رونے پیٹنے کی طلسمی آوازیں گونجنے لگیں۔ بعد کچھ دیر کے خاموشی پیدا ہوئی۔ اندھیرا جاتا رہا اور دردناک لہجے میں کوئی چیخا! "صد حیف! مجھے ہلاک کیا۔ میرا نام شگوفہ جادو تھا۔"

لیکن جشن گاہ کے اندر اور باہر عمرو کے علاوہ اس آواز کو اور کوئی نہ سن سکا۔ سب لوگ شربت پی چکے تھے اور شربت سب کو بے ہوش کر چکا تھا۔ یہ ضرور ہوا کہ جس تخت پر افراسیاب اور ملکہ حیرت بیٹھے ہوئے تھے، اس کے گرد نہ نظر آنے والا ایسا طلسمی حصار بن گیا تھا کہ عمرو نہ تو اس کے اندر جا سکتا تھا نہ باہر سے کوئی چیز اندر پھینک سکتا تھا۔

چند ناکام کوششوں کے بعد عمرو نے افراسیاب اور ملکہ حیرت پر ہاتھ صاف کرنے کا خیال چھوڑ دیا اور جشن گاہ کو لوٹنے کی طرف متوجہ ہوا۔ پہلے حاضرین میں سے ہر ایک کی جیب صاف کی۔ زیور اور قیمتی کپڑے اتارے۔ آرائش کی چیزیں

سمیٹیں۔ پردے، قالینیں حتّٰی کہ برتن تک زنبیل میں ڈال
اس کے بعد لوگوں کے حلیے بگاڑنے لگا۔

کسی کی ایک مونچھ اُڑا دی، کسی کی آدھی داڑھی۔ کسی
ابرو مونڈ دیے۔ کسی کے منہ پر کالک مل دی۔ جادوگرنیوں
سے کسی کا سر مونڈ دیا تو کسی کے داڑھی مونچھیں لگا کر
دیا کسی کو لنگوٹی پہنا کر ڈگ ڈگی ہاتھ میں دے دی۔ کسی
بھنگی بنا کر اس کے ہاتھ میں جھاڑو تھما دی۔ کسی کو چھت
باندھ کر اُلٹا لٹکا دیا۔ کسی کے جسم پر بھبھوت مل کر جٹا
سادھو بنا دیا۔

اخیر میں اس نے بختیارک کو ہوشیار کیا اور خنجر ہاتھ
لے کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اب وہ اپنی اصلی حالت
تھا۔ بختیارک نے جو اس پر نگاہ کی اور ساری محفل کو سنا
میں پایا تو ہاتھ جوڑ کر اس کے پیروں پر گر گیا۔ گڑگڑا کر
لگا "اے خواجہ عمرو! میں تو آپ کے غلاموں کا غلام ہوں
مدت سے زیارت کو ترستا تھا۔ آپ کا لاکھ لاکھ احسان
رحم فرما کر جلوہ دکھایا۔ اب جو حکم دیجیے، بجا لاؤں۔"

عمرو نے ٹوپی اس کے سر سے ہٹائی اور جوتی اُتار کر
سے لگائی۔ بختیارک کا بھیجا ہل گیا مگر سر کو سہلاتے ہوئے
خوشامد کرنے لگا "واہ وا! زہے نصیب۔ میری قسمت جاگ

اُٹھی جو آپ جیسی ہستی سے جوتی کھائی۔ بس اب میرے بھاگ
پھر گئے۔ یہی تمنا لیے ہوئے تو کوہِ عقیق سے یہاں پہنچا تھا۔
اتنی جلدی کس کی مراد پوری ہوتی ہے۔ میرا سر اور آپ کی
جوتی۔ بھلا مجھ سے زیادہ خوش قسمت اور کون ہوگا۔"

اپنے دشمن سے یہ خوشامد کی باتیں سن کر عمرو کے جی میں
آئی کہ اس کی اس خوش قسمتی میں بے حساب اضافہ کرتا جائے
مگر وقت کم تھا۔ خنجر اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے ڈانٹ کر
کہا "ایسا ہی میرا عقیدت مند ہے تو لے۔ اس خنجر سے ان
بے ہوش جادوگروں کو ہلاک کر۔"

بختیارک کے لیے یہ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات تھی
مگر انکار کی جرأت کیسے کر سکتا تھا، کہنے لگا "واہ! کیوں نہیں
قتل کروں گا۔ ضرور کروں گا۔ یہ سب ہیں ہی اس قابل۔ بھلا
میرے پیرو مرشد کے گرفتار ہونے کی خوشیاں منائیں اور سزا نہ
پائیں۔ میرے بس میں ہو تو پورے طلسم ہوش رُبا کو جلا کر
خاک کر دوں۔ خواجہ عمرو کی شان میں بے ادبی کی اس سے کم سزا
نہیں ہو سکتی...."

بختیارک باتیں ہی بناتا چلا گیا۔ عمرو تاڑ گیا کہ اس سے اس
کا مقصد یہ ہے کہ وقت گزرتا جائے اور بے ہوش جادوگروں
کو ہوش آ جائے۔ ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر جڑتے

ہوتے اس سے کہا: "کام شروع کر' ورنہ سب سے پہلے تیرا
ہی قیمہ بناؤں گا۔"
بختیارک ڈر گیا اور مجبوراً کانپتے ہاتھوں سے بے ہوش
جادوگروں کے گلے کاٹنے لگا۔ آندھیاں چلنے لگیں۔ تاریکی چھا
گئی اور قتل ہونے والوں کی موت کا اعلان ہونے لگا۔ عمرو
نے بھی تلوار نکال لی اور اس ہنگامے میں راہ میں ٹکرانے والے
جادوگروں کو قتل کرتا ہوا تیزی کے ساتھ باغِ سیب کے باہر
نکل گیا۔

ادھر جشن گاہ میں بختیارک یہ سمجھتے ہوئے کہ عمرو اس کے
سر پر موجود ہے' برابر جادوگروں کو ہلاک کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد
افراسیاب کی بے ہوشی دور ہو گئی۔ وہ ہر طرف اندھیرا اور موت
کا شور و ہنگامہ دیکھ کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ منتر پڑھ کر اس
نے تالی بجائی تو دم کے دم میں تاریکی جاتی رہی۔ کیا دیکھتا ہے
کہ جشن گاہ ویران ہے۔ نہ محفل ہے نہ محفل گاہ کا سامان ہے۔
سارے لوگ عجیب عجیب سوانگ میں فرش پر پڑے ہیں۔ کچھ
تڑپ رہے ہیں اور کچھ بے ہوش پڑے ہیں۔ بختیارک ہاتھ میں
خنجر لیے باقیوں کو ہلاک کرتا پھر رہا ہے۔

افراسیاب کو شک گزرا کہ یہ بختیارک ہی دراصل عمرو ہے
جبھی میرے سرداروں کو قتل کر رہا ہے۔ ہاتھ میں ہنٹر لے کر اس

ل پڑا۔ بختیارک سمجھا کہ عمرو اب افراسیاب کے بھیس میں
ے مار رہا ہے۔ ہنٹر کھا کھا کر تڑپتا جاتا اور کہتا جاتا:
"واہ پیرو مرشد! افراسیاب کے بھیس میں آپ خوب جچتے
ں اور ان ہنٹروں کا مزہ تو جوتی سے بھی بڑھ کر ہے۔ اب
میری قسمت اور چمک اٹھے گی۔"

یہ باتیں سن کر افراسیاب چکر میں آ گیا۔ ہنٹر پھینک کر
خت پر گیا اور کتابِ سامری اٹھا کر بختیارک کی حقیقت معلوم
ی۔ پتا چلا کہ یہی اصلی بختیارک ہے اور عمرو باغِ سیب کے
باہر نکل کر روپوش ہو چکا ہے۔ اس نے بختیارک سے کہا "معاف
لک جی! میں آپ کو عمرو سمجھا تھا۔ وہ مکار یہاں سے
بھاگ گیا ہے۔ آئیے تشریف رکھیے۔"

یہ کہہ کر اس نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ جشن گاہ میں
بوندیں برسنے لگیں۔ ان کے اثر سے جتنے لوگ زندہ اور بے ہوش
پڑے تھے' ہوشیار ہو کر اٹھ بیٹھے۔ سب ایک دوسرے کا سوانگ
دیکھ کر ہنسنے لگے۔ افراسیاب کو بھی ہنسی آ گئی۔ بختیارک نے
جل کر کہا "میں نے زندگی بھر کسی کو اپنی ذلت پر خود اس طرح
ہنستے نہیں دیکھا۔ یہ حال آپ ہی لوگوں کو مبارک ہو۔ اچھی دعوت
کی۔ جوتی کھلائی۔ تھپڑ کھلائے۔ ہنٹر برسائے۔ اب اور کیا چیز
باقی رہ گئی ہے۔ اسی لیے میں نہ آ رہا تھا۔ بس اب جلدی مجھے

خُداوند کے پاس بھجوا دیجیے۔ جہان تو بچے گی وہاں۔ بلکہ ابھی
اب عمرو طلسمِ باطن کو تباہ کیے بغیر نہ چھوڑے گا۔ ایک لمحہ بھی
آپ لوگوں کو چین سے نہ بیٹھنے دے گا۔"

لاچار افراسیاب نے بختیارک کو جادوئی عقاب پر سوار کرا
کے کوہِ عقیق کی طرف بھیج دیا اور اس کے بعد صرصر کو آواز دی
اس نے نقلی عمرو کے اصلی ہونے کی تصدیق کی تھی جس کی وجہ
سے اس نے کتابِ سامری دیکھ کر حقیقت جاننے کی ضرورت نہ
سمجھی تھی۔ اس وقت اسے بختیارک کے سامنے جو ندامت ہوئی
تھی اس کے غصّے میں وہ اسے بھی سزا دینا چاہتا تھا۔

صرصر جشن گاہ میں موجود تھی اور سب لوگوں کے ساتھ وہ
بھی بے ہوش ہو گئی تھی۔ لیکن جب افراسیاب نے بارش برسا
کر اہلِ محفل کو ہوشیار کیا تھا تو وہ معاملے کا اندازہ لگا کر وہاں
سے کھسک گئی تھی۔

افراسیاب نے اسے محفل میں نہ پایا تو غصّے میں آ کر ایک
طلسمی پنجے کو اسے اُٹھا لانے کا حکم دیا۔ وہ باغِ سیب کے
احاطے میں ہی کسی جگہ چھپ رہی تھی۔ طلسمی پنجہ آناً فاناً اس
تک پہنچ گیا اور لے جا کر شہنشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔
افراسیاب پہلے ہی ہنٹر لیے بیٹھا تھا، جیسے ہی وہ سامنے آئی
شڑاپ شڑاپ ہنٹر برسانے لگا۔ وہ ملکہ حیرت کی دُہائی دینے

لگی، معافی مانگتے ہوئے اپنی سابقہ خدمات کا حوالہ دینے لگی۔
بالآخر ملکہ حیرت کی سفارش سے اس شرط پر افراسیاب نے
صرصر کو معاف کیا کہ وہ اسی وقت باغِ سیب کے باہر جائے
اور عمرو کو گرفتار کر کے لائے۔ صرصر نے یہ شرط منظور کر لی
اور عمرو کی تلاش میں روانہ ہو گئی۔

کچھ دیر بعد ملکہ حیرت جادو بھی افراسیاب سے رُخصت
ہو کر اپنی چھاؤنی کو چل دی۔ جاتے وقت اس نے افراسیاب
سے درخواست کی "باغیوں کی سرکوبی کے لیے بھی کسی کو جلد
روانہ کیجیے۔ ان کے حوصلے بڑھتے جا رہے ہیں۔"

افراسیاب نے وعدہ کیا اور بڑی سوچ بچار کے بعد ایک
زبردست جادوگر بادشاہ بہران کو ماہ رُخ کے مقابلے پر جانے کا
حکم دیا۔ وہ روانہ ہو گیا تو افراسیاب نے ایک خط مصوّر جادو
کے نام لکھا۔ مضمون یہ تھا: "آپ نے اس سے پیشتر باغیوں کے
خاتمے کا ارادہ کیا تھا مگر معاملے کو اس درجہ بگڑا ہوا نہ سمجھ کر
میں نے جناب کو روک دیا تھا۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ باغی
طلسمِ ظاہر میں اور عمرو طلسمِ باطن میں حد سے گزرتا جا رہا ہے۔
بہتر یہ ہے کہ اب جناب تشریف لائیں۔ ہم دونوں میں سے
ایک کو طلسمِ باطن اور ایک کو طلسمِ ظاہر میں رہ کر دشمن سے
نپٹنا ہوگا۔ اس کے سوا کوئی دوسری صورت کارگر ہوتی نظر نہیں

آتی۔ لہٰذا جیسا مُناسب سمجھیں فیصلہ کریں۔ میں مُنتظر ہُوں
افراسیاب کا یہ خط ایک طِلسمی پرندے نے مُصوّر جادُو
کے پاس پہنچایا اور اس کا جواب لا کر افراسیاب کو پیش کر دیا۔
مُصوّر جادو نے لکھا تھا "ہر چند کہ خاندان کے اِعتبار سے
میرا درجہ آپ سے بلند ہے مگر آپ شہنشاہِ طِلسم کی حیثیت
رکھتے ہیں، آپ کی مشکل آسان کرنا میرا فرض ہے۔ آپ طلسمِ
باطن ہی میں رہیں اور عمرو کا بندوبست کریں میں چند ہی دِنوں
کے اندر طلسمِ ظاہر کو روانہ ہوتا ہوں اور جا کر باغیوں کی خبر
لیتا ہوں۔"

مُصوّر جادو کے اس خط سے افراسیاب کو اِطمینان حاصِل ہُوا۔
عمرو کے بارے میں سوچتے ہوئے اسے خیال ہوا کہ گو صرصر اس
کی فکر میں جا چکی ہے لیکن کِسی جادوگرنی کو بھی اس کی مدد کے
لیے روانہ کرنا چاہیے تاکہ دونوں مل کر آسانی سے عمرو کو پکڑ لائیں۔
یہ سوچ کر اس نے خمّار جادُو کو بھی صرصر اور عمرو کی تلاش میں
روانہ کر دیا۔

عمرو باغِ سیب سے نکل کر طلسمِ باطن کی حد میں آوارگی
کرنے لگا۔ کبھی وہ چادرِ عیّاری اوڑھ کر سب کی نگاہوں سے
چھُپ جاتا، کبھی سینہ زوری دکھاتا اور جان بوجھ کر جادُوگروں کے
سامنے کھانستا، کھنکھارتا گزر جاتا۔ جو اسے نہ پہچان سکتے وہ محفل

دیکھ کر رہ جاتے اور جو پہچان لیتے، اس کی ہیبت اور شہرت
سے خائف ہو کر اِدھر اُدھر کھسک جاتے۔ کسی کو اسے روکنے
ٹوکنے کا حوصلہ نہ ہوتا۔

پھرتے پھراتے وہ ایک گاؤں میں جا پہنچا۔ وہاں ایک
چوپال پر شادی کی محفل ہو رہی تھی۔ ایک جادوگر ڈھولک بجا رہا
تھا۔ دوسرا دف بجا بجا کر گا رہا تھا۔ شربت کا دور چل رہا تھا
عمرو کے دل میں آئی، اس محفل کو لوٹنا اور جادوگروں کو قتل کرنا
چاہیے۔ جادوگر کے بھیس میں وہ بھی محفل میں جا شریک ہوا۔
وہاں اس نے دیکھا کہ ایک ہی شخص سب کو شربت پلانے پر
مامور ہے۔ چند لمحوں بعد اُس نے شربت پلانے والے کو اشارے
سے بلایا اور کہنے لگا:

"برابر والی گلی کے نکڑ پر کوئی شخص تمھارا انتظار کر رہا ہے
کہو تو وہاں پہنچا دوں، مگر سب کے سامنے میرے ساتھ نہ چلنا۔"
شربت پلانے والا ہکّا بکّا ہو کر عمرو کو دیکھنے لگا۔ عمرو محفل
سے نکل کر ایک جگہ اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ شربت پلانے والا
فوراً محفل کو اس کے حال پر چھوڑ کر اس کے پاس جا پہنچا۔
قریب ہی ایک کھنڈر تھا۔ عمرو دائیں بائیں نگاہ ڈالتا ہُوا سیدھا اس
کے اندر چلا گیا۔ شربت والا اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔
موقع مناسب دیکھ کر عمرو نے ایک مقام پر شربت پلانے

والے کو بے ہوش کر دیا اور اس کا بھیس بنا کر محفل میں
پہنچا۔ وہاں چالاکی سے کام لے کر اس نے شربت کے سا[...]
برتنوں میں بے ہوشی کا سفوف ملا دیا۔ پھر تو جس نے بھی
شربت پیا، تھوڑی ہی دیر میں دنیا سے غافل ہو گیا۔

عمرو نے پہلے تو ان سارے بے ہوش جادوگروں کی جیب[...]
سے نقدی اڑائی، زیورات پر ہاتھ صاف کیا، محفل گاہ کی ہر قیمتی[...]
چیز زنبیل کے حوالے کی۔ اس کے بعد خنجر نکال کر جادوگروں[...]
قتل کرنے لگا۔

اسی موقع پر صرصر اور خمار جادو بھی وہاں آ نکلیں۔ ان [...]
اصل مقصد عمرو کو گرفتار کرنا تھا۔ صرصر پہلی نظر میں عمرو کو پہچ[...]
گئی۔ خمار جادو کو اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا" ملکہ!
جادوگر نظر آنے والا ہی عمرو ہے۔ ابھی تک وہ ہمیں نہیں دیکھ[...]
جلد گرفتار کر لیجیے۔ کہیں وہ چوکنا نہ ہو جائے۔"

خمار جادو بھلا اس موقعے کو کیسے جانے دیتی۔ اکبارگی [...]
بن کر محفل میں گری اور عمرو کو دبوچ کر لے اڑی۔ پھر صرصر کے
قریب پہنچ کر عمرو کو زمین پر ڈالتے ہوئے اس نے کہا" لو اُڑا!
رہا تمہارا شکار۔"

صرصر نے تالی بجا کر عمرو سے کہا" کیوں میاں عیار! کیا
بگڑوایا!" عمرو بے بس تھا مگر اس کی زبان آزاد تھی۔ غصے

ہوا۔ جتنا بھی چاہے خوش ہو لے لیکن ایسا انتقام لوں گا کہ
چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا اور خمار کا چیلے تو صرف سر مونڈا
تھا' اب کی کان نہ کاٹوں تو عمرو نہ کہنا۔" یہ دھمکیاں سن کر صرصر
کو سخت غصہ آیا۔ اس نے ایک غبارہ بے ہوشی کا اس کے منہ
پر کھینچ مارا۔ عمرو اپنے بدن کو نہ ہلا سکتا تھا۔ وار خالی نہ جا سکا۔
غبارہ اس کی ناک پر لگ کر پھٹا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ خمار اور
صرصر اسے لے کر افراسیاب کے پاس جا پہنچیں۔

افراسیاب نے عمرو کو ہوشیار کر کے کہا" کیوں او عیار! تجھے
یہ دن بھی یاد تھا؟" عمرو نے نرم لہجے میں جواب دیا" اے شہنشاہ
میرا کیا قصور ہے؟ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ مجھے خداوند
لقا نے تیرے جادوگروں کے لیے ملک الموت مقرر کیا ہے۔ پھر
اگر طلسم میں قتل و غارت کرتا ہوں تو کیا غلط کرتا ہوں۔"

افراسیاب نے کہا" تو نے بختیارک کے سامنے مجھے بڑا ذلیل
کیا ہے۔ اب میں تیرا اور تیرے ساتھیوں کا سر کاٹ کر خداوند
لقا کے پاس بھیجوں گا۔"

عمرو نے جواب دیا" اے شہنشاہ! ذلت اور بربادی تیری اور
تیرے طلسم کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔ اگر تو عزت چاہتا ہے
تو اس کے لیے ایک ہی راستہ ہے۔ مسلمان ہو جا یا مسلمانوں کی
اطاعت قبول کر لے۔ شہزادہ بدیع الزماں، شہزادہ اسد اور شہزاد[...]

مہ جبیں کو رہا کر دے۔ میں امیر حمزہ اور ملکہ مہ رخ سے بات
صلح کرا دوں گا لیکن اگر تو اپنی ڈھٹائی پر اڑا رہا تو لکھ لے
میرا کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ میرے ساتھیوں کا۔"

افراسیاب نے خمار جادو کو حکم دیا "اس بدزبان کو کی
حیرت کی چھاؤنی میں لے جا۔ میں وہیں آ کر اسے اس کے
ساتھیوں کے سامنے قتل کروں گا۔"

صرصر نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا "حضور! اسے ہرگز دریائے
خونِ رواں کے اس پار نہ بھیجیے۔ ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں
وقت اس کے شاگرد موجود رہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اسے
حضور کے پہنچنے سے پہلے ہی چھڑا لے جائیں۔ پھر مشکل سے
ہاتھ آئے گا۔"

افراسیاب نے کہا "اچھا تو پھر جلاد کو بلاؤ۔ ابھی اور اسی وقت
اس کا سر اڑا دیا جائے۔ جھنجھٹ ہی ختم ہو۔"

ملکہ مخمور وہاں موجود تھی۔ وہ نہ چاہتی تھی کہ عمرو قتل کر
جائے۔ اس نے تجویز پیش کی "حضور کچھ دیر صبر کریں، بہتر
ہے کہ بختیارک کو بلا کر یہیں اس کے سامنے عمرو کو قتل کریں
تاکہ جو سبکی ہو چکی ہے وہ دور ہو اور اس کے دل میں حضور
کی عزت اور شان پھر سے قائم ہو۔"

افراسیاب کو یہ رائے بے حد پسند آئی۔ اس نے اسی

وقت ایک خط لقا کے نام لکھا جس میں اس سے درخواست
کی گئی کہ بختیارک شیطان کو روانہ فرمائیے۔ عمرو پکڑا جا چکا ہے۔
افراسیاب نے چاہا کہ یہ خط ملکہ خمار لے جائے مگر اس
نے معذرت کر لی۔ اس پر ایک دوسری جادوگرنی ملکہ نفیر جادو
اس خدمت پر مامور ہوئی۔ نفیر جادو یہ خط لے کر جادوئی اڑن
تخت پر کوہِ عقیق کی طرف روانہ ہو گئی۔ عمرو کے بارے میں
افراسیاب نے خمار جادو کو حکم دیا "اے ملکہ! عمرو کو تم نے
گرفتار کیا ہے، جب تک بختیارک شیطان تشریف لائیں، اسے
اپنی حفاظت میں رکھو اور جب حکم دیا جائے پیش کرو۔"

خمار عمرو کو اپنی حویلی میں لے گئی۔ چونکہ علاقہ طلسم باطن
کا تھا اور یہاں دشمن کے کسی عیار کے آنے کا کوئی امکان
نہ تھا، اسی لیے عمرو کو کہیں بند کرنے کی بجائے صرف
بے ہوش اور بے حس رکھنا ہی اس نے کافی سمجھا اور اپنی
آرام گاہ کے ایک کونے میں فرش پر لٹا دیا۔ زیادہ احتیاط کی
خاطر اس نے اپنی بہن ملکہ مخمور کو بھی اپنے پاس بلا لیا اور
یہ طے کیا کہ اگر ایک کسی ضرورت سے باہر جائے تو دوسری
وہاں موجود رہے اور عمرو پر نظر رکھے۔

مخمور کو عمرو کا قتل ہونا گوارا نہ تھا۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی نہ
چاہتی تھی کہ عمرو کو اس طرح رہا کر دے کہ خود اس پر الزام

آئے یا اس کی بہن پر آنچ آئے۔ دوسرے لفظوں
اس کی خواہش تھی کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی
ٹوٹے۔ لیکن ایسی کوئی مناسب ترکیب اس کے ذہن میں نہ آ
وہ اسی اُدھیڑ بُن میں تھی کہ خمار کسی کام سے باہر چلی
اس کے اور عمرو کے علاوہ کمرے میں اور کوئی نہ رہا۔ اتنی
پر اچانک اس کے دل میں خیال آیا کہ عمرو دنیا کا سب سے
عیار ہے کیوں نہ اسی سے مشورہ کیا جائے۔ یقیناً وہ کوئی نہ
مناسب ترکیب نکال لے گا۔

یہ خیال آتے ہی اس نے منتر پڑھ کر عمرو کے بدن
بلے جسی دُور کی اور اسے ہوش میں لا کر اپنی پریشانی ع
کیا۔ وہ پہلے بھی عمرو کو چھڑا چکی تھی۔ عمرو نے اس کی خیر
پر کوئی شک نہ کیا اور اسے تسلی دیتے ہوئے بولا:

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں
ترکیب کروں گا کہ آپ پر یا آپ کی بہن پر کوئی الزام نہ
گا۔ میری زنبیل میں ہمیشہ کچھ لوگ قید رہتے ہیں۔ ان میں
ایک کو بالکل اپنا ہم شکل بنا کر اپنی جگہ لٹا دوں گا۔ خود
عیاری اوڑھ کر غائب ہو جاؤں گا۔ مجھے کوئی دیکھ نہ سکے گا۔
ہم شکل ہوش میں آنے کے بعد عمرو ہونے سے انکار کرے
لیکن افراسیاب اسے مکاری ہی سمجھے گا۔ اس طرح سانپ بھی

ے گا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی۔"

لکہ مخمور یہ تجویز سُن کر پھڑک اُٹھی۔ کچھ دیر بعد اصلی عمرو
چادر اوڑھ کر کہیں سے کہیں جا پہنچا اور اس کی جگہ نقلی عمرو
پر پڑا تھا۔ مخمور بڑے سکون کے ساتھ خمار کے آنے تک
کی نگرانی کرتی رہی۔

اُدھر نفیر جادو افراسیاب کا خط لیے ہوئے لقا کے لشکر کے
یب جا پہنچی۔ عمرو کا بیٹا چالاک، اتفاق سے اس وقت عیاری
کر میں اسی جانب منڈلا رہا تھا۔ اس نے جو دُور سے ایک
جادوگرنی کو اُڑن تخت پر آتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ وہ افراسیاب
کی جانب سے لقا کے نام ضرور کوئی خاص پیغام لے کر آئی ہے۔
جلدی جلدی اس نے لقا کے خاص کارندے کا بہروپ
بھرا۔ جھولی میں سے بے ہوشی ملے حلوے کی ایک پلیٹ نکال کر
ہاتھ میں لی اور آہستہ آہستہ اُسی سمت چلنے لگا جدھر سے نفیر جادو
چلی آ رہی تھی۔

نفیر جادو کی جُوں ہی اس پر نظر پڑی، تخت کو زمین پر
اُتار کر اس کے سامنے آئی اور کہنے لگی "میں شہنشاہ افراسیاب
کی جانب سے خداوندِ لقا کے نام ایک اہم خط لائی ہوں۔ کیا آپ
بتا سکتے ہیں کہ وہ اس وقت دربار میں تشریف رکھتے ہیں یا
آرام گاہ میں؟"

چالاک نے جواب دیا "اے خوش نصیب لڑکی! سامنے پہاڑی کے غار میں ایک لقا پرست عبادت گزار رہتا ہے۔ خُدا لقا نے خوش ہو کر اسے یہ حلوا بھیجا ہے۔ یہ حلوا پانچ سو برس کی زندگی عطا کرتا ہے۔ اب تو نے مجھے ٹوک کر یہ اثر کم کر دیا۔ جب تک تو اس میں سے کچھ حلوا نہ کھائے گی' یہ اثر دوبارہ اس میں پیدا نہ ہوگا۔ تیرے سوال کا جواب بھی میں بعد میں دوں گا۔"

حلوے کی تاثیر سُنتے ہی نفیر جادو کے مُنھ میں پانی آ گیا۔ اب جو اُس نے یہ تبرک نصیب ہوتا دیکھا تو بے صبری سے پُوچھ بیٹھی "کیا اس کے کھانے سے میری عُمر بھی بڑھ جائے گی؟" —— چالاک نے جواب دیا "کیوں نہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تو خُداوندِ لقا پر سچے دل سے ایمان رکھتی ہو۔"

یہ کہہ کر چالاک نے حلوے کی پلیٹ اس کی طرف بڑھا دی۔ اس نے ایک نوالہ اُٹھایا اور عقیدت کے ساتھ نگل گئی۔ اکبارگی اس کا سر گھومنے لگا۔ اس نے پوچھا "مجھے چکر سا کیوں آ رہا ہے؟"

چالاک نے مسکراتے ہوئے کہا "فکر مت کرو۔ عُمر بڑھ رہی ہے"

آخر نفیر جادُو بے ہوش ہو کر دھڑام سے زمین پر گر گئی۔ چالاک نے اس کی کمر ٹٹول کر افراسیاب کا خط نکالا، مضمون سے

سیر کو سوا سیر

اگر چالاک چاہتا تو نفیر جادُو کو ہلاک بھی کر سکتا تھا یا اس کا بھیس بدل کر کسی دُوسرے مضمُون کا ایک جعلی خط لقا کو پیش کر سکتا تھا لیکن ایسی حرکت سے عمرو کی رہائی کی کوئی اُمید نہ کی جا سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ افراسیاب کا خط پڑھنے کے بعد نہ تو اس نے نفیر جادُو کا حلیہ بگاڑا نہ زیور لُوٹا۔

عمرو کا بھیس بھر کر لقا کے دربار میں پہنچنے سے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ نفیر جادو کے آ جانے پر وہ اس کے ذہن میں یہ بات بٹھا سکے کہ جس شخص کو افراسیاب نے عمرو سمجھ کر گرفتار کیا ہے، وہ کوئی اور ہے اور اصل عمرو سینکڑوں میل دُور یہاں موجُود ہے۔

چالاک کو یقین تھا کہ یہ بات نفیر جادو واپس جا کر افراسیاب کو ضرور بتائے گی اور اس کی شہادت سے گُم راہ ہو کر افراسیاب اصلی عمرو کو نقلی عمرو سمجھ کر چھوڑ دے گا۔ یہ ترکیب ایک مرتبہ پہلے بھی کارگر ہو چکی تھی چنانچہ چالاک اسے دوبارہ آزمانے

فیصلہ کر چکا تھا۔ اس کے عِلاوہ بے چارہ دُور رہ کر اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

اُدھر کچھ دیر بعد نفیر جادُو ہوش میں آ گئی۔ وہ کپڑے جھاڑتے ہُوئے اٹھی اور لقا کے کارندے کو جس نے اسے حلوا کھلایا تھا، ڈھونڈنے لگی مگر دُور دُور تک کسی انسان کا سایہ تک نظر نہ آیا۔ اُس نے دل میں سوچا "خود کو خداوند کا کارندہ بتانے والا کہیں دُشمن کا کوئی عیّار تو نہ تھا؟" گھبرا کر اپنے زیورات اور افراسیاب کے خط کو ٹٹولا۔ پھر آئینے میں صورت دیکھی۔ ہر چیز ٹھیک ٹھاک تھی۔ فوراً ہی دل سے وہم جاتا رہا۔ اسے یقین ہو گیا کہ حلوا کھلانے والا بے شک خداوند کا خاص کارندہ تھا اور اب اس کی زندگی پانچ سو برس زیادہ ہو گئی ہے۔

وہ خوش خوش لقا کے دربار میں پہنچی تو خداوند نے اس کی مُناسب آؤ بھگت کی۔ اُس نے خط پیش کیا۔ بختیارک نے بُلند آواز سے وہ خط پڑھ کر لقا کو سُنایا۔

لقا کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی لیکن ابھی وہ زبان سے کوئی لفظ ادا نہ کر پایا تھا کہ ایک طرف سے چالاک نے عمرو کی آواز میں نعرہ لگایا "منم عمرو بن اُمیّہ۔ افراسیاب کتّے کی کیا مجال کہ مجھے قید رکھ سکے۔"

دُوسرے ہی لمحے چالاک لقا کے سامنے تھا۔ لقا ہکّا بکّا
ہو کر اسے گھُورنے لگا۔ چالاک اُچھل کر تخت پر آ رہا۔ پلک
جھپکتے میں چپت لقا کے سر پر لگائی اور اس کا تاج لے
کر نیچے آ رہا۔ مُحافظ چونک کر اس کی طرف للکارتے ہُوئے
بڑھے۔ وہ اُچھلتا کُودتا بختیارک کی چوکی پر جا چڑھا اور اپنی
بائیں آنکھ کا تِل اسے دکھا کر بولا" او خبیث تو بھی پہچان لے۔"
بختیارک ہاتھ جوڑ کر پیروں پر گر پڑا اور کہنے لگا" زہے
نصیب! زہے نصیب! سر حاضر ہے۔ دو چار جُوتے ضرور
رسید فرمائیں۔"

مُحافِظ بلا بولتے ہوئے قریب آ چکے تھے۔ جُوتے لگانے
کا وقت نہ تھا۔ ایک زوردار ٹیپ بختیارک کی گنجی چاند پر لگا
کر اس نے ایک لمبی اور اُونچی چھلانگ لگا دی۔ دم کے دم
میں وہ مُحافظوں کے گھیرے کے باہر تھا۔ فوراً ہی اس نے
خنجر نکالا اور جو سامنے آیا اس کی گردن اُڑانے لگا۔ دربار میں
بھگدڑ مچ گئی۔ اِتّفاق سے ایک جادوگر سردار اس ہڑبونگ میں
اس کے ہاتھ سے مارا گیا۔ دربار میں زبردست تاریکی چھا گئی۔ اس
موقع سے فائدہ اُٹھا کر چالاک نے ایک مُحافظ سپاہی کا بھیس اختیار
کیا اور تاریکی ختم ہونے پر دوسروں کی طرح وہ بھی شور مچاتا
ہوا عمرو کو ڈھونڈنے لگا۔

بھرے دربار میں عقیدت مندوں کے سامنے چپت کھانے
اور تاج گنوانے کی ذِلّت سے لقا کا مزاج خراب ہو گیا۔ آرام گاہ
جانے کے خیال سے وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور نفیر جادو کو مُخاطب
کرتے ہوئے بولا" افراسیاب سے جا کر کہہ دے کہ اگر اس نے
عمرو کے گرفتار ہونے کی ایسی ہی جھوٹی خوش خبریاں آئندہ بھیجیں
تو اس پر زبردست عذاب نازل کروں گا۔"
بختیارک نے ٹکڑا لگایا" مجھے تو خیر اس نے باغِ سیب
میں ذلیل کروایا تھا۔ مگر خداوند کا تاج یہاں چھنوا دیا۔ چپت
کی بے عزّتی الگ اُٹھانی پڑی۔ شہنشاہِ طلسم ہوش رُبا بنا پھرتا
ہے۔ عمرو کو نہ پکڑ سکے تو اسے اِتنا غصّہ تو نہ دِلائے کہ وہ ہمارا
دربار میں بیٹھنا دوبھر کر دے۔"
نفیر جادو بے چاری ان باتوں کا تصوّر بھی نہ کر سکتی تھی۔
دھڑکتے ہوئے دل سے اس نے لقا کو سجدہ کیا اور وہاں سے
رُخصت ہو گئی۔ افراسیاب کے پاس پہنچتے ہی اُس نے آنکھوں
دیکھا سارا حال اسے کہہ سُنایا اور لقا اور بختیارک کی کہی ہوئی
باتیں بھی لفظ بہ لفظ دُہرا دیں۔
افراسیاب پر تو جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ خُمار جادُو کو حُکم
دیا" عمرو کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔"
خُمار نے جلد ہی نقلی عمرو کو لا کر افراسیاب کے سامنے

ڈال دیا۔ افراسیاب نے اس کی بے حسی اور بے ہوشی دُور کی
اور ایک ہنٹر رسید کرتے ہوئے بولا "سچ سچ بتا تُو کون ہے
خبردار! جھوٹ بولا تو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

اُس غریب کو کیا خبر کہ اُس کی صورت عمرو جیسی بنی ہوئی
ہے۔ دُہائی دیتے ہوئے بولا "عالی جاہ! میں آپ کا ایک
ادنیٰ سپاہی ہوں۔ مجھے طلسمِ ظاہر میں ایک موقع پر عمرو عیار
نے قید کر لیا تھا۔ جب سے آج کھلی ہوا میں سانس لے رہا
ہوں۔ مجھ سے کیا خطا ہوئی جو حضور عتاب فرما رہے ہیں۔"

افراسیاب نے کتابِ سامری کھول کر دیکھی۔ نقلی عمرو کا
بیان سچ ثابت ہوا۔ افراسیاب نے اُسے آزاد کر دیا اور خمار
اور صرصر پر قہر آلود نگاہ ڈالتے ہوئے بولا "تم لوگ پھر دھوکا
کھا گئیں۔ اصلی کی بجائے نقلی عمرو کو پکڑ لائیں۔" وہ دونوں
سزا کے ڈر سے کانپنے لگیں۔ کچھ کہنا ہی چاہتی تھیں کہ نفیر جادو
پر نگاہ ڈالتے ہوئے افراسیاب نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا کہ
تیزی سے ساتھ خُداوند کے دربار میں عمرو کیسے جا پہنچا۔
بے شک خداوند اور بختیارک نے وہاں عمرو کو دیکھ کر مجھے اور
بھی حقیر جانا ہوگا۔ بہرحال ـــــ" اکبارگی افراسیاب کا چہرہ
سُرخ ہو گیا اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ گرجا "عمرو
جہاں کہیں بھی ہوگا اسے ابھی حاضر کرتا ہوں۔ اب کی اُسے

گرفتار کر کے خداوند ہی کے پاس بھیجتا ہوں۔"

یہ کہہ کر افراسیاب کچھ دیر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا رہا
اور پھر تالی بجا کر اپنے سر کے اوپر ہاتھ سے گھیرا بنانے لگا۔
اچانک دُھندلا سا ایک حلقہ اس کے سر پر نظر آیا اور پھر
دُوسرے ہی لمحے زن سے سنسناتا ہُوا اُوپر جا کر غائب ہو گیا
افراسیاب نے ہاتھ روک لیا اور فخر کے ساتھ لوگوں کو دیکھنے
لگا۔ سب سمجھ گئے کہ اس نے کوئی خاص سحر کیا ہے۔ وہ
ہاتھ باندھے، سر جھکائے ادب سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔

عمرو دریائے خونِ رواں کے پار نکل جانے کی فکر میں اِدھر
اُدھر مارا مارا پھر رہا تھا۔ اِتفاق سے ایک مقام پر اسے
ایک جلوس نظر پڑا۔ شادیانے بج رہے تھے۔ پٹاخے چھوٹ رہے
جا رہے تھے۔ اشرفیاں لُٹائی جا رہی تھیں۔ بہت سے لوگ
زرق برق کپڑے پہنے تختِ رواں پر سوار تھے۔ آگے پیچھے
ملازموں اور خدمت گاروں کا ہجوم تھا۔ کچھ ناچ رہے تھے کچھ
گاتے جا رہے تھے۔ سب سے اگلے تختِ رواں کی شان سب
سے اُونچی تھی۔ اس پر ایک ادھیڑ عمر جادوگر سردار بیٹھا تھا اور
اس کے برابر دُولھا بنا ہوا ایک کم سِن لڑکا تھا۔ ادھیڑ عمر سردار
اسی لڑکے کے اُوپر سے رہ رہ کر اشرفیاں نچھاور کر رہا تھا۔
عمرو نے جلوس کے پیچھے چلنے والے ملازموں میں سے ایک سے

پوچھا "کیا سردار کے لڑکے کی شادی ہے؟"

ملازم نے جواب دیا "تو شاید یہاں اجنبی ہے۔ ارے شادی ہوئی تو ٹھاٹھ باٹھ اور دھوم دھڑکا دیکھ کر تیرا دماغ ہی چکرا جائے گا۔ یہ تو صرف سالگرہ کا جلوس ہے۔ سردار اپنے اس لڑکے پر جان چھڑکتا ہے۔ ہر سال اسے سونے میں تولتا ہے۔ جلوس نکالتا ہے اور لنگر بانٹتا ہے۔ خاص دعوتوں کی دھوم ہفتوں تک رہتی ہے۔ لاکھوں کی اشرفیاں نچھاور ہوتی ہیں۔ آ گیا سمجھ میں؟"

عمرو کچھ دیر سردار کی اس حماقت پر ہنستا رہا پھر اچانک اس کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے سوچا "سردار اپنے بیٹے پر واقعی جان چھڑکتا ہے۔ اگر میں اس کے بیٹے کو چرا لوں اور پھر اس سے کہوں کہ جب تک مجھے دریائے خونِ رواں کے پار نہ پہنچا دے گا تیرا بیٹا واپس نہ ملے گا تو شاید وہ راضی ہو جائے۔"

اس ترکیب کو آزمانے کے خیال سے اس نے ایک اوٹ میں جا کر گانے والے کا بھیس بھرا اور پھر سردار کی محفل گاہ کی طرف چل دیا۔ بس اسی موقع پر افراسیاب کا حلقۂ سحر اس کے سر پر پہنچ گیا اور چکر کھانے لگا۔ اثر اس کا یہ ہوا کہ اپنے خیال میں تو وہ جادوگر سردار کے مکان کی طرف چلتا رہا لیکن

حقیقتاً اس کا رخ باغِ سیب کی طرف تھا۔ وہ گلیاں، سڑکیں اور مکانات اس کی نگاہوں کے سامنے جمے رہے جو اس نے سردار کے مکان کی طرف چلتے ہوئے دیکھے تھے۔ اسے اس بات کا بھی کوئی احساس نہ ہو سکا کہ مسلسل چلتے رہنے کے باوجود سردار کا مکان نظر نہ آیا تھا۔ حالانکہ وہ اتنا دور نہ تھا۔ آخر اسی طرح چلتے چلتے وہ افراسیاب کے سامنے جا پہنچا۔ اب جا کر اچانک شہر کی گلیاں اس کی نگاہوں سے روپوش ہوئیں اور وہ خود کو افراسیاب کے دربار میں محسوس کرنے لگا۔ حلقۂ سحر اس کے سر سے غائب ہو چکا تھا۔ اس کی بجائے افراسیاب مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

عمرو نے گھبرا کر چاہا کہ عیاری کی چادر اوڑھ کر غائب ہو جائے لیکن افراسیاب کی نگاہوں کی تاثیر سے اس کے ہاتھ پاؤں بے حس ہو چکے تھے۔ رحم طلب نگاہوں سے اس نے افراسیاب کی طرف دیکھا۔ افراسیاب کہنے لگا:

"او مکار! تو نے میرے طلسم میں ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ تو نے ماہ رخ کو بھڑکا کر بغاوت کرائی۔ کتنے ہی نامور سرداروں کو ہلاک کیا اور گرفتار ہو ہو کر نکل بھاگا لیکن اب تیرا انجام قریب آ پہنچا ہے۔ کتنا ہی مکر کرے، ہرگز رحم نہ کروں گا۔"

عمرو نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا "اے شہنشاہ! بے شک

میرے گناہ اس سے بھی زیادہ ہیں جتنے آپ نے فرمائے۔ مجھے
حق نہیں کہ معافی کی درخواست کروں لیکن آپ اپنے کرم پر
نظر کیجیے۔ میری خطاؤں کو نہ دیکھیے۔ یقین کیجیے کہ دل سے
شرمندہ ہوں اور آیندہ کے لیے حضور کی وفاداری کا عہد کرتا ہوں۔
اب چاہے ماریے چاہے جلائیے' آج سے آپ کا بندہ ہوں۔
مہ رُخ سے واسطہ رکھوں گا' نہ حمزہ سے۔"

عمرِو کے عیارانہ کارناموں کا افراسیاب کے دل پر گہرا اثر ہوا
تھا۔ وہ سوچنے لگا "اگر واقعی یہ شخص دل سے میرا وفادار ہوجائے
تو مہ رُخ اور امیر حمزہ ایک دن بھی میرے سامنے نہ ٹھہر سکیں
گے۔ دُنیا بھر میں میری بڑائی کا سکہ جم جائے گا۔" اس خیال نے
افراسیاب کے دل میں عمرِو کے لیے رحم کا جذبہ پیدا کر دیا۔ عمرِو
کے چہرے اور اس کے الفاظ سے اسے سچائی جھلکتی ہوئی محسوس
ہونے لگی۔ بے ساختہ اس کے جی میں آیا کہ معاف کر کے اس
کے جسم کی بے حسی دُور کر دے اور اسے اِنعام و اکرام سے
نوازے لیکن کئی بار وہ عمرِو سے دھوکا کھا چکا تھا۔ آخری فیصلہ
کرنے کے لیے اس نے کتاب سامری کھول کر عمرِو کی سچائی معلوم
کی۔ اس میں لکھا "عمرِو مکاری کر رہا ہے۔ ہرگز اس کی باتوں میں
نہ آنا۔"

افراسیاب نے کتاب بند کر کے عمرِو پر ایک قہر کی نگاہ

ڈالی۔ چند لمحے سوچنے کے بعد دو نام ور جادوگر سرداروں کو
حکم دیا "اے انظار جادو اور حصار جادو! ساٹھ ہزار کا لشکر لے
کر اسی وقت خداوند کی خدمت میں کوہِ عقیق روانہ ہو۔ ساتھ ہی
اس مکار عیار کو بھی لیتے جانا — اسے خداوند کے حوالے
کر دینا کہ وہ جس طرح چاہیں ہلاک کریں اور تم امیر حمزہ اور
اس کے لشکر کی خبر لینا۔ دُشمن کا کوئی آدمی بھی زندہ بچ کر نہ
جانے پائے۔"

دونوں سردار عمرِو اور فوج کو ساتھ لے کر تختِ سحر پر
اُڑتے ہوئے کوہِ عقیق کی جانب روانہ ہو گئے۔ ملکہ محمود بھی لقا
کی زیارت کا بہانہ بنا کر افراسیاب کی اجازت سے اس لشکر
کے ساتھ ہو گئی۔ عمرِو کی ہم دردی کے ساتھ ساتھ اب اس کے
دل میں افراسیاب سے نفرت اور اسلام سے رغبت بھی پیدا ہو
چلی تھی لیکن ابھی وہ کوئی بڑا اور فیصلہ کُن قدم اُٹھانے کی
جرأت نہ کر سکتی تھی۔ سب کے ساتھ اس لیے شامل ہو گئی
تھی کہ شاید اسے کہیں عمرِو کی مدد کرنے کا کوئی خفیہ موقع حاصل
ہو جائے۔

سفر طے کرنے کے بعد جب وہ لقا کے لشکر کے قریب
پہنچے تو لقا کی جانب سے کوہِ عقیق کے بادشاہ سُلیمان عنبر-ل
نے بڑھ کر ان کا اِستقبال کیا۔ ان کے لیے ڈیرے خیمے لگوائے

اور کھانے پینے کا بندوبست کیا۔ اُس رات سب نے سفر
تھکان دُور کرنے کے لیے آرام کیا۔ دوسرے دِن انظار جادُو
بھار جادُو نے عمرو کو لے جا کر لقا کے سامنے پیش کیا۔
مخمور بھی ان کے ساتھ تھی۔

عمرو کو اپنے سامنے بندھا ہوا دیکھ کر بختیارک آنکھیں
ل کے اسے دیکھنے لگا اور لقا نے فخر سے تاج کو سر پر تر
جھلاتے ہوئے عمرو سے کہا" کیوں اے بندۂ نافرمان! تجھے اپنی
عیاری پر کتنا ناز تھا۔ اب بول تجھے کس طرح تڑپا تڑپا کر
ہلاک کیا جائے؟"

عمرو نے جواب دیا" یا خداوند! آپ ہی کی بخشی ہوئی تو
سے میں نے آپ کی داڑھی مُونڈی تھی۔ ضرور ایسی ہی تقدیر آپ
نے آج کے لیے بھی مقرر کی ہوگی۔"

بختیارک کو پہلے شک تھا کہ یہ اصلی عمرو نہیں ہے، مگر
یہ جواب سُن کر اسے یقین ہو گیا کہ بے شک وہی ہے۔ وہ
بول پڑا" یا خداوند! میرے پیر و مرشد کا یوں باتوں میں وقت
خراب نہ کیجیے۔ جس کام کا جو وقت مقرر فرمایا ہے، اس پر
عمل کیجیے۔"

بختیارک نے بہ ظاہر بات گھما پھرا کر کہی تھی مگر عمرو سمجھ گیا کہ
اس کا مطلب یہ ہے کہ عمرو کو ہلاک کرنے میں بالکل دیر نہ کیجیے

نے بختیارک کو گھورتے ہوئے کہا" کیوں اے جُوتی خور!
میرے ہی سامنے یہ حرفت! یاد رکھ آج تجھے کچا ہی چبا جاؤں گا۔"
لقا نے عمرو کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا" اچھا تو تجھے ب
امید ہے کہ چھوٹ جائے گا۔ مُنہ کچا چبا جائے گا" پھر
بختیارک کو حکم دیا" بد زبانی کی سزا میں اپنے ہاتھ سے عمرو
کو پچاس ہنٹر لگا۔ اس کے بعد اسے جلادوں کے حوالے کیا جب
بختیارک ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا" یا خداوند! آپ جب تک
جلاد جانیں۔ مجھ سے اپنے پیر و مرشد کی شان میں ایسی
گستاخی نہ ہوگی۔ مجھے مُعاف کیجیے۔"

اس پر لقا نے سپاہیوں سے کہا" عمرو کو اسی وقت قتل گاہ
پہنچا کر جلادوں کے حوالے کیا جائے۔ قتل گاہ کے چاروں
طرف اہلِ دربار کے بیٹھنے کا انتظام کیا جائے اور ساری فوج
کو چوکس رہنے کا حکم دے دیا جائے تاکہ عمرو کا کوئی دوست
اسے چھڑانے کی جرأت نہ کر سکے۔"

اس حکم کے ساتھ ہی ہر طرف زبردست چہل پہل شروع ہو
گئی۔ امیر حمزہ کے چند جاسُوس جو بھیس بدلے دربار میں موجود
تھے، موقع سے فائدہ اُٹھا کر وہاں سے نکلے اور اپنی چھاؤنی
کی جانب تیزی سے دوڑ پڑے۔ اُدھر عمرو کو قتل گاہ میں پہنچا
دیا گیا۔ جلادوں نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر چبوترے پر

بٹھا دیا۔ حفاظت کے طور پر لشکر گاہ کے ایک جانب سے
جادُو اور حصار جادُو کے ساٹھ ہزار جادوگر اور دُوسری جانب
سلیمان عنبریں کے سپاہی حلقہ بنانے لگے۔ قتل گاہ میں نشستوں
کا انتظام کیا جانے لگا۔

اُدھر امیر حمزہ کے جاسُوس بھاگتے ہُوئے سیدھے اُن کے
پاس گئے اور عرض کیا" یا امیر! عمرو قتل کیے جانے والے ہیں
جلد کُچھ کیجیے۔ ورنہ ان کا بچنا مشکل ہے۔"

اپنے بچپن کے وفادار دوست عمرو کے بارے میں یہ اطلاع
خبر سُنتے ہی امیر تڑپ اُٹھے۔ جس حال میں بیٹھے تھے اسی
میں خیمے سے نکل کر اصطبل میں گئے، اپنے مشہور گھوڑے
اشقر دیوزاد کو کھول کر بغیر ساز و لگام لگائے اس پر سوار ہوئے
اور تلوار میان سے نکال کر ہوا سے باتیں کرتے لقا کی چھاؤنی
کی طرف چل دیے۔ ان کی دیکھا دیکھی امیر کے بیٹے، پوتے
یعنی شہزادہ قاسم، شہزادہ نُور الدہر، شہزادہ ایرج اور شہزادہ
شاہ وغیرہ اور سردار مثل لندھور، مالک، فرامرز اور جمہور وغیرہ
بھی ایک ایک کر کے ان کے پیچھے ہو لیے۔ پھر تو سارے
لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ بادشاہِ لشکر سعد بن قباد کو خبر ہُوئی
انھوں نے سارے لشکر کو تیار کر کے لقا کی چھاؤنی کی جانب
ہلّا بول دیا۔

وہ وقت تھا کہ لقا دربار سے اُٹھ کر قتل گاہ میں بیٹھ
[چکا] تھا اور تمام امیر اور سردار اپنی اپنی نشستیں سنبھال چکے
[تھے] جیسے ہی ایک ہرکارے نے اسے آ کر خبر دی کہ امیر حمزہ
عَلَم بڑھتے اور تلوار لہراتے لشکر گاہ کی پہلی صف پر حملہ کر
[رہے] ہیں، لقا نے جلادوں کو حکم دیا، عمرو کی گردن اڑا دو۔
جلاد نے تلوار کے نشانے کے لیے عمرو کی گردن پر کوئلے
[سے] لکیر کھینچی اور دو قدم پیچھے ہٹ کر بھرپور وار کرنے
کے لیے تلوار کو ہوا میں بُلند کیا۔

امیر حمزہ صفیں اُلٹتے ہوئے برابر آگے بڑھ رہے تھے۔
ابھی وہ مقتل سے بہت دُور تھے۔ ہرگز عمرو کو نہ بچا
[سکتے] تھے۔ ملکہ مخمور اپنی کنیزوں کے درمیان بیٹھی یہ سارا منظر
[دیکھ] رہی تھی، اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے کوئی منتر پڑھ
کر خفیہ طور پر جلاد کی طرف پھونک دیا۔ جلاد وار کرنے کے
لیے ہُمکا ہی تھا کہ پہلے جُوں کا تُوں ساکت دکھائی دیا پھر دھم
سے زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس پر اچانک
مرگی کا دَورہ پڑ گیا ہو۔

لقا سمیت وہاں موجود سارے لوگ ہکا بکا ہو کر ایک
دُوسرے کو دیکھنے لگے۔ بختیارک اُلٹی تسبیح پڑھنے لگا اور دوسرے
جلاد اپنے بھائی کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ اتنی دیر میں امیر حمزہ

کچھ اور آگے بڑھ آئے۔ لقا نے چونک کر جلادوں کو للکا
کم بختو! عمرو کو جلد ہلاک کرو۔"

دوسرے جلاد یہ ڈانٹ سن کر اپنے ساتھی کو اٹھا کر
طرف لے گئے۔ ایک ہٹا کٹا جلاد تلوار تولتا ہوا عمرو کی طرف
دو قدم کے فاصلے پر رک کر اس نے وار کرنے کے لیے ہاتھ اٹھا
ہی تھا کہ وہ بھی پہلے جلاد کی طرح فرش پر گر کر تڑپنے لگا
امیر حمزہ اور قریب آ چکے تھے۔ لقا نے جلادوں کو پھر للکارا
"مردودو! گرنے والے پر کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ عمرو کو ختم کر
اب اِدھر سے تیسرا جلاد عمرو کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اُدھر سے
امیر حمزہ آخری صف کو چیر کر قتل گاہ کی طرف لپک رہے تھے
مخمور نے تیسرے جلاد کو بھی منتر پڑھ کر گرا دیا۔ اس وقت
تک امیر حمزہ کے بیٹے، پوتے اور سردار بھی دشمن کی فوج پر
حملہ آور ہو چکے تھے اور بادشاہ سعد بن قباد کی سرکردگی میں
مسلمانوں کی ساری فوج بھی دشمن کے قریب پہنچ چکی تھی۔ جنگی
نقاروں اور نعروں سے زمین آسمان گونج رہے تھے۔ اس ہنگامے
کے سبب کوئی یہ نہ محسوس کر سکا کہ جلاد جادو کے اثر کی
وجہ سے اچانک مرگی کے دورے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور
یہ جادو ملکہ مخمور کر رہی ہے۔

چوتھا جلاد عمرو کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اشقر دیوزاد چھلانگ لگا

تل گاہ میں آ کودا۔ اور اس کی پشت پر سے امیر حمزہ کا
گونجنے لگا۔ امیر حمزہ کے نعرے کی گرج سن کر اور انھیں
میں ڈوبی ہوئی تلوار لیے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر چوتھا جلاد
پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ تماشائیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ لقا
بختیارک وغیرہ محافظوں کے جھرمٹ میں قلعہ عقیق میں پناہ
لینے کے لیے چل کھڑے ہوئے۔

امیر حمزہ نے عمرو کو آزاد کر کے گلے سے لگا لیا۔ دونوں
وست ایک دوسرے سے لپٹ کر خوب خوب روئے۔ جب
ل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا تو عمرو نے الگ ہوتے ہوئے کہا:
یا امیر! ابھی دشمن کو شکست نہیں ہوئی ہے۔ اس کی فوجیں
ر طرف ڈٹ کر لڑ رہی ہیں۔ آپ ذرا ان کی خبر لیجیے۔ میں ذرا
لقا اور بختیارک کی مزاج پرسی کر لوں۔"

اس پر امیر حمزہ دشمن کے ایک دستے کی طرف متوجہ ہوئے
ور عمرو سلیمان عنبریں کے ایک ہرکارے کے بھیس میں قلعہ عقیق
کی سمت چلا۔

کچھ دیر دوڑتے رہنے کے بعد عمرو نے دیکھا کہ باختری بہادروں
کے ایک لشکر کی حفاظت میں لقا تخت رواں پر سوار قلعے کی
طرف بڑھا چلا جا رہا ہے۔ تخت پر لقا کی بائیں جانب بختیارک
کھڑا تھا اور گھبرا گھبرا کر پیچھے دیکھتا جا رہا تھا۔

عمرو چیختا ہوا لقا کے تخت کی طرف دوڑا "یا خداوند ٹھہریے شاہ سلیمان کا ایک خاص پیغام ہے۔"

لقا نے تخت روک کر محافظوں کو اشارہ کیا کہ ہرکارے کو قریب آنے دیں۔ عمرو ایک لفافہ ہاتھ میں اونچا اٹھائے تخت کے قریب جا پہنچا۔ لقا کے اشارے پر بختیارک نے لفافہ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ عمرو اچھل کر تخت پر جا چڑھا اور نعرہ لگایا "منم عمرو بن اُمیہ۔ اے لقا! جاتا کدھر ہے۔ نذرانہ تو دیتا جا۔"

یہ کہہ کر عمرو نے اچھل کر ایک زور دار دھپ لقا کے سر پر جمائی اور اس کا تاج جھپٹ کر زنبیل میں ڈال لیا۔ بختیارک نے فوراً اپنے گلے کا ہار، جڑاؤ بازو بند اور جیب کی نقدی ٹوپی میں رکھ کر عمرو کی طرف بڑھائی اور گنجا سر آگے کو جھکاتا ہوا بولا "یا پیرو مرشد! میرا بھی نذرانہ قبول کیجیے۔ سر بھی حاضر ہے۔ جوتیوں کا تبرک بھی ضرور انعام فرمائیں۔"

عمرو نے لپک کر اس کی ٹوپی بھی جھپٹ لی لیکن وہ جوتا اتار کر بختیارک کی خوش قسمتی میں اضافہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ چاروں طرف سے محافظ بھاگے اور اس کی طرف بڑھے۔ بختیارک کے سر پر صرف ایک چپت کا تبرک عطا کر کے عمرو نے تخت سے چھلانگ لگا دی۔ اب اس کے ہاتھ میں دو دھاری خنجر تھا۔

...انوں کے سروں اور کندھوں پر اُچھلتا چھلانگیں لگاتا وہ ...فاناً ان کے نرغے سے نکل گیا۔ پھر جو بھی اس کی طرف بڑھتا ... خون میں تڑپتا دکھائی دیتا۔ قلابازی کھا کر، چھلانگ مار کر ... انھیں مارتا کاٹتا دُور جا پہنچا۔ مجبُوراً محافظوں نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔

وہاں سے وہ سیدھا دُشمن کی لشکر گاہ میں آیا۔ وہاں ہر طرف زبردست جنگ ہو رہی تھی۔ کہیں امیر حمزہ کی للکار گونج رہی تھی کہیں شہزادہ عِلم شاہ کی۔ کِسی سمت سے شہزادہ نورالدہر کا نعرہ سنائی دے رہا تھا۔ کِسی سمت سے شہزادہ قاسم اور شہزادہ ایرج کا۔ کِسی جانب لندھور اور مالک صفیں اُلٹتے دکھائی دے رہے تھے کِسی جانب فرامرز اور جمہور تہلکہ مچائے ہوئے تھے۔

عمرو نے انھیں تو اسی حال میں چھوڑا اور خود دُشمن کے خیموں اور بارگاہوں میں داخل ہو کر مال لُوٹنے لگا۔

ملکہ مخمور نے خُفیہ طور پر مسلمانوں کی حمایت میں ایسا جادو جگایا اور عمرو اور امیر حمزہ کے بچپن کے ساتھی مُقبل وفادار نے تیروں کا ایسا مینہ برسایا کہ دشمن جادوگروں کی ایک پیش نہ گئی۔ یہاں تک کہ حِصار جادُو ہلاک ہو گیا اور سلیمان عنبریں نے حالت بگڑتی دیکھ کر امان کا طبل بجوایا۔

چونکہ امیر حمزہ امان طلب کرنے والوں پر ہاتھ اُٹھانا بُرا

سمجھتے تھے اس لیے جوں ہی انھوں نے دشمن کے طبل کی آواز
سُنی فوراً اپنا ہاتھ روک لیا اور اپنے جاں نثاروں کو واپس ہونے
کا حکم جاری کیا۔

اس وقت تک عمرو بھی درجنوں خیموں کا صفایا کر چکا تھا۔
واپسی کا حکم سُن کر وہ بھی امیر کے ساتھ آ کر شامل ہو گیا۔
سرداروں اور سپاہیوں نے عمرو کو زندہ سلامت دیکھا تو خوش ہو
کر اس پر اشرفیاں نچھاور کرنے لگے۔

نچھاور کی یہ رقم ضائع ہوتی دیکھ کر عمرو نے چلّا کر کہا:
"یارو! یہ کیا غضب کرتے ہو۔ میں تو مُفلس ہو کر طلسم سے آیا
ہوں اور تم مجھے کچھ دینے کی بجائے دُوسروں کو فائدہ پہنچا رہے
ہو۔ لاؤ جو کچھ لُٹانا چاہتے ہو، مجھے دے دو۔"

امیر حمزہ نے مسکراتے ہوئے کہا "خواجہ! فکر کیوں کرتے
ہو۔ تمھارے لیے بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ لشکر گاہ میں پہنچ کر
لے لینا۔"

عمرو بے صبری سے بولا "یہ بھی مجھے مل جاتا تو کیا بُرا ہوتا۔"
سب لوگ خواجہ عمرو کے اس لالچ پر منھ پھیر پھیر کر مُسکرانے
لگے۔ لشکر گاہ میں پہنچ کر عمرو ایک ایک دوست، سردار اور شہزادے
سے اس کے خیمے میں جا کر گلے ملا اور ہر ایک سے سلامی وصول
کی۔ بعد میں جب وہ اپنی بیوی کے پاس پہنچا تو بیوی نے

ہنس کر کہا "خواجہ جی! آپ تو پورے طلسم کو لُوٹ کر آئے
ہوں گے۔ میرے لیے کیا تحفے لائے ہیں؟"

عمرو نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا "اے خوش بخت!
تجھے کیا معلوم کہ طلسم میں میرے دن کیسے گزرے۔ یقین کر بال
بال قرض میں بندھا ہے۔ مہربانی کر کے اپنے زیور اور جو نقدی
بچا کر رکھی ہو مجھے دے دے کہ لے جاؤں اور بیچ کر قرض
ادا کروں۔ اچھی بیبیاں ایسے ہی موقعوں پر ایثار کرتی ہیں۔"

یہ سُنتے ہی خواجہ کی بیوی سینے پر دو ہتڑ مار کر رونے
چلّانے لگی "اے ہے ہے اِتنا اندھیر! اس سے تو میں بیوہ ہو جاتی
تو اچھا تھا۔ دُنیا جہان کی دولت زنبیل میں دبائے بیٹھے ہیں اور
میرے زیوروں پر دانت لگے ہیں۔ بھاڑ میں جائے تمھارا نام نمود۔
بڑے عیّار مکّار بنے پھرتے ہیں اور بیوی کو روٹی کپڑا نہیں دے
سکتے۔ جانے کون سی منحوس گھڑی تھی کہ اس کنجوس مکھی چوس
کے پلّے پڑی۔ پیدا ہوتے ہی مر جاتی تو یہ دن تو نہ دیکھتی۔"

اب جو خواجہ عمرو نے دیکھا کہ جگ ہنسائی ہوتی ہے، اس
ہنگامے سے عزت دو کوڑی کی ہوتی ہے تو گھبرا کے لگے خوشامد
کرنے۔ بیوی بھی ایک ہی کائیاں تھی۔ انھیں خُوب پہچانتی تھی۔
جتنا وہ چُپ کراتے اُتنا ہی وہ اور زور زور سے روتی جاتی۔ اردگرد
کی عورتیں اپنے خیموں سے نکل کر جھانکنے لگیں۔ بچے بچیاں اند

آکر میاں بیوی کی لڑائی کا مزہ دیکھنے لگے۔ کچھ خیر خواہ دوست دروازے پر آکر عمرو کو پکارنے لگے۔ کوئی کہتا "پردیس سے آنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ آتے ہی بیوی کی پٹائی شروع کر دی جائے" کوئی پکارتا "بھائی بس کرو! دُکھیا کو زیادہ نہ ستاؤ۔ طلسم والوں کا غصّہ اس پر مت اُتارو۔" غرض ہر طرف ایک ہنگامہ سا مچ گیا۔

عمرو تھک ہار کر ایک طرف بیوی کے سامنے کچھ سکّے نکال کر پھینکتا دوسری طرف باہر جمع ہونے والوں کو جواب دیتا: "میاں جاؤ اپنا راستہ لو۔ میاں بیوی کے معاملے میں تم ٹانگ اڑانے والے کون؟" کبھی کہتا "شرم کرو! کسی کے گھر کا بھید کیوں لیتے ہو؟"

بڑی مشکل سے بیوی کو نقدی، زیورات اور کپڑے کے تھان دے دلا کر عمرو نے اسے راضی کر لیا۔

بیوی نے بعد میں ہنستے ہوئے کہا "کیوں؟ مل گیا نا سیر کو سوا سیر؟ دُنیا کے کان کاٹتے ہو۔ بولو میں نے تمھارے کان کاٹے کہ نہیں؟"

عمرو نے جھینپ کر کہا "اِس وقت تو جلدی میں ہوں۔ طلسم میں واپس جانا ہے۔ لوٹ کے آیا تو ساری کسر نکال لوں گا۔"

بیوی نے اسے رخصت کرتے ہوئے کہا "جاؤ۔ خدا کی

امان۔ لوٹ کے خیر سے آؤ۔ پھر دیکھا جائے گا۔"

عمرو نے کہا "اچھا، اس مال میں سے ایک اشرفی تو امام ضامن کر میرے بازو میں باندھ دو۔"

بیوی کا دل بھر آیا۔ جھٹ سے پانچ اشرفیاں رومال میں لپیٹ کر عمرو کے بازو میں باندھ دیں۔

عمرو نے ہنستے ہوئے کہا "اب بولو۔ پانچ اشرفیاں واپس لے لیں نا۔"

عمرو وہاں سے امیر حمزہ کے پاس آیا اور کہنے لگا "یا امیر! شکست خوردہ جادوگر انطار اور مخمور کے ساتھ طلسم واپس جانے والے ہوں گے، مجھے انھیں میں گھل مل کے جانا ہے۔ جو مال یہاں آپ لوگوں نے دیا وہ سب بیوی نے ہتھیا لیا۔ اب بالکل قلاّش ہوں۔ کچھ سفر خرچ جلدی سے دلوائیے۔"

امیر حمزہ عمرو کے لالچ سے واقف تھے۔ ہنستے ہوئے اشرفیوں کی ایک تھیلی منگا کر عمرو کے حوالے کی۔ عمرو وہاں سے ہنسی خوشی دشمن کی چھاؤنی کی طرف چل دیا۔

راستے میں ایک جگہ اسے مخمور جادو کی کنیزیں بیٹھی ہوئی ملیں۔ اس وقت عمرو سلیمان عنبریں کے ایک سپاہی کے بھیس میں تھا۔ اس نے کنیزوں سے پوچھا "یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" ایک کنیز نے جواب دیا "ہماری ملکہ سامنے کی چٹانوں میں کسی دوست سے باتیں

کر رہی ہیں۔ ان کے انتظار میں ہیں۔"

عمرو نے کہا "آپ اور آپ کی ملکہ ہمارے ملک میں مہمان ہیں۔ ایک کنیز میرے ساتھ بھیجیے۔ قریب ہی میرے عزیز رہتے ہیں۔ میں کچھ پھل اور شربت آپ لوگوں کے لیے بھیج دوں گا۔"

کنیزوں میں سے چند ایک کو واقعی پیاس لگ رہی تھی۔ انھوں نے یہ پیش کش قبول کر لی اور ایک کنیز عمرو کے ساتھ ہو لی۔ کچھ دور آگے جا کر عمرو نے اس کنیز کو ترکیب سے بے ہوش کر دیا اور اسی کا بھیس بھر کر چھپتا چھپاتا ان چٹانوں کے پاس جا پہنچا جہاں کا اشارہ کنیزوں نے دیا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی کہ ملکہ مخمور اور شہزادہ نور الدہر گھل مل کر پرانے دوستوں کی طرح آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔

انھیں اسی حال میں چھوڑ کر عمرو زنبیل میں سے پھل اور شربت کی صراحی اور گلاس وغیرہ نکال کر طشت میں رکھ کنیزوں کے پاس آیا۔ سب مل کر پھل کھانے اور شربت پینے لگے۔ عمرو نے ان میں سے کسی چیز میں بھی بے ہوشی کی دوا نہ ملائی تھی اس لیے کہ اسے انھی لوگوں کے ساتھ طلسم کے اندر پہنچنا تھا۔ کچھ دیر بعد ملکہ مخمور بھی واپس آ گئی۔

سب مل کر چھاؤنی میں پہنچے۔ وہاں طلسم باطن سے آئے ہوئے جادوگروں میں کے باقی ماندہ لوگ انظار جادو کی سرکردگی

واپس ہونے کی تیاری کر رہے تھے۔ آخر وہ سب جادوئی
اژدہوں اور پرندوں پر سوار ہو کر اُڑتے ہوئے بارہ سیب
طرف چل دیے۔ عمرو بھی ملکہ مخمور کی کنیز کے بہروپ میں
ری کنیزوں کی طرح ایک مور پر سوار تھا۔

یہ لوگ اُڑتے ہوئے جب طلسمِ ظاہر کے پہاڑوں کے قریب
نے لگے تو عمرو اپنے مور کو روک کر سب سے پیچھے رہ گیا۔
وہ چاہتا تھا کہ طلسمِ باطن کی بجائے یہیں اُتر جائے۔ لیکن
کوششوں کے باوجود مور نہ اُترا۔ مجبوراً سب کے ساتھ اسے
بھی طلسمِ باطن جانا پڑا۔

خُدائی راز

ملکہ مخمور کا قافلہ دریائے خُون رواں کے پار جا پہنچا۔ جب
باغِ سیب قریب آ گیا تو مخمور نے کنیزوں سے کہا "تم سب
یہاں سے حویلی چلی جاؤ۔ میں شہنشاہ کو سلام کر کے آؤں گی۔" اس
جگہ سے مخمور باغِ سیب کی طرف چلی اور کنیزیں جن میں عمرو
بھی شامل تھا' اس کی حویلی کی طرف روانہ ہو گئیں۔

افراسیاب دربار لگائے بیٹھا تھا کہ ایک دروازے سے
انطار جادو اور دوسرے سے ملکہ مخمور نے داخل ہو کر اسے
سلام کیا۔ افراسیاب نے مخمور کی جانب سے مُنہ پھیر لیا اور انطار
کو تکنے لگا لیکن جواب کسی کے سلام کا نہ دیا۔ اس کی بھنویں تنی
ہوئی اور چہرہ سُرخ تھا۔ انطار جادو نے ڈرتے ڈرتے اسے ساری
تفصیل لقا کے دربار' حصار جادو اور فوج کے قتل' عمرو کی
رہائی اور امیر حمزہ کے فتح یاب ہونے کی سُنا دی۔

افراسیاب نے حقارت کے ساتھ اسے جواب دیا "مجھے سب
خبر ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ہنٹر ہاتھ میں سنبھالا اور غصّے سے
پکارا "مخمور! سامنے آ!"

مخمور کانپتی ہوئی اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ افراسیاب
[نے] پوچھا "جنگ کے بعد تُو امیر حمزہ کے لشکر کی جانب کس
[کا]ہش میں گئی تھی؟"

مخمور نے کہا "جہاں پناہ! میں کبھی بھی امیر حمزہ کے لشکر
[میں] نہیں گئی تھی۔"

افراسیاب گرجا "بات گھمانے کی کوشش مت کر۔ میں
[نے] پوچھا ہے امیر حمزہ کے لشکر کی جانب کس سے ملنے گئی تھی؟"
مخمور نے کہا "حضور! میں کسی سے ملنے کے ارادے سے
[نہ]ہیں نکلی تھی۔"

افراسیاب نے کہا "اچھا تو یوں تُو کچھ نہ مانے گی۔" یہ کہہ
کر اس نے نگاہِ سحر سے پریوں کی ان تصویروں کو گھورا جو مخمور
کے بازو بند میں نقش تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے دونوں پریاں
بازو بند میں سے نکل کر مخمور کے دائیں بائیں کھڑی ہو گئیں۔
افراسیاب نے ان سے کہا "تم سچ سچ بیان کرو۔"
پریاں کہنے لگیں "اے شہنشاہِ طلسم! مخمور شہزادہ نورالدہر
سے ملی تھی۔ جنگ کے موقع پر شہزادے نے جس بہادری کا
مظاہرہ کیا تھا اس سے متاثر ہو کر یہ اس کی دوست بن گئی ہے۔"
یہ سُن کر مخمور افراسیاب کے پیروں پر گر گئی اور رو رو کر
معافی طلب کرنے لگی۔ افراسیاب نے کہا "بغیر سزا دیے ہرگز

معاف نہ کروں گا۔" یہ کہہ کر اس نے ایک سیاہ فام غُلام کو
آنے کا اِشارہ کیا۔ غلام آیا تو اس نے ہنٹر اس کی طرف پھینکتے
ہُوئے حکم دیا "اس کے زور زور سے سو کوڑے لگا۔" غلام مخمُور
پر ہنٹر برسانے لگا۔ مشکل سے کوئی دس کوڑے اس کے جسم پر
پڑے ہوں گے کہ لباس تار تار ہو گیا۔ خُون کے فوارے چھوٹنے
لگے، جبڑے جکڑ گئے اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ یہ حالت دیکھ کر
اس کی بڑی بہن خُمار جادُو سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ بولی "اب
میں اپنی بچی پر ظلم برداشت نہیں کروں گی۔" یہ کہہ کر وہ
بے ہوش مخمُور کے اوپر گر گئی کہ اسے اور کوڑے نہ لگنے
پائیں۔ افراسیاب نے غلام کو ہاتھ روکنے کا اِشارہ کیا۔ خُمار مخمُور
کو اٹھا کر اس کی حویلی میں لے گئی۔ جادوئی مرہم اس کے زخموں
پر لگایا اور سحر کا پانی اس کے زخموں پر چھڑکا۔ کچھ ہی دیر میں
اس کے زخم غائب ہو گئے اور ہوش میں آ کر وہ اُٹھ بیٹھی۔
خُمار نے اس سے پوچھا "بہن! سچ سچ بتا دو کیا بات
ہوئی تھی؟" مخمُور نے کہا "کوئی بھی بات نہیں ہوئی۔ ہم کوئی
افراسیاب کی باندی نہیں، جو جی میں آیا کیا۔ وہ ہمارے معاملے
میں دخل دینے والا کون؟ بھرے دربار میں مردُود نے بے عزتی
کی ہے۔ بس آج سے میں کھُل کر عمرو کی حمایت کروں گی۔"
خُمار نے سمجھاتے ہُوئے کہا "لڑکی! اتنا نہ بہک۔ بھلا

...شاہ سے بگاڑ کر ہم کہاں رہیں گے؟"
مخمُور نے کہا "بس باجی! آپ رہنے دیجیے۔ بڑا آیا
...شاہ بن کے۔ مہ رُخ کا اس نے کیا کر لیا؟ بہار کا کیا
... مقابلے پر جو ڈٹ جائے اسے کوئی کچا نہیں چبا سکتا۔
... بھی شاہ زادی ہوں۔ ایسی ویسی نہیں کہ مار کھا کے بھی
...باری کا دم بھروں۔ بس مجھے جو فیصلہ کرنا تھا کر لیا۔"
خمار بولی "اچھا بہن! تم جانو اور تمھارا کام۔ غصّے نے اس
...ت تمھارا دماغ گرم کر رکھا ہے۔ کچھ دیر آرام کرو۔" یہ کہہ کر
وہاں سے چلی گئی۔
عمرو کنیز کے بھیس میں قریب کھڑا ہوا یہ ساری باتیں
سُن رہا تھا۔ خُمار کے جانے کے بعد مخمُور منہ لپیٹ کر
...نے لگی تو نقلی کنیز قریب آ کر کہنے لگی "بی بی! آپ کو کیا
ہو گیا ہے؟ کہیں ایسی باتوں پر بادشاہوں سے غصّہ کیا جاتا
ہے؟ اگر آپ افراسیاب کو چھوڑ کر ملکہ مہ رُخ کے پاس چلی
جائیں تو وہاں آپ کی کیا عزت ہو گی؟ آپ ان پہ کیا حق
جتا سکیں گی؟"
کنیز کی بات نے مخمُور کے دل میں کھٹک پیدا کر دی۔ وہ
آہستہ آہستہ بڑبڑانے لگی "تُو ٹھیک کہتی ہے۔ میری نیکی کو عمرو
کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ امیر حمزہ کے لشکر میں ہو گا۔

کاش وہ یہاں آ جائے پھر تو ایک لمحہ اس موئے افراسیاب کی صورت نہ دیکھوں۔"

نقلی کنیز مسکراتے ہوئے بولی "اچھا ملکہ صاحبہ! اگر میں عمرو کو یہاں بلوا دوں تو کیا انعام دیجیے گا؟"

مخمور نے کنیز کو گھورتے ہوئے کہا "اری خیلا تو اور عمرو کو بلوا دے۔ دماغ تو ٹھیک ہے تیرا؟"

نقلی کنیز خیلا آنکھیں مٹکاتے ہوئے بولی "دماغ ٹھیک ہو ہو یا خراب، انعام بتائیے اور پھر دیکھیے۔"

مخمور نے کہا "اچھا، جو تو کہے وہی انعام۔ چل بلوا دے عمرو کو۔" نقلی خیلا بولی "ہزار اشرفیاں لوں گی۔ مگر نہ جائیے گا۔" یہ کہہ کر اس نے چہرے سے سارا رنگ و روغن مٹا کر سلام کرتے ہوئے کہا "حضور! اب دلوائیے ہزار اشرفیاں۔"

ملکہ مخمور کی حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس کے سامنے خیلا کنیز کی جگہ خواجہ عمرو کھڑے مسکرا رہے تھے۔ مخمور نے ہزار اشرفیوں کی بجائے اپنے لاکھوں کے زیورات اتار کر عمرو کی نذر کیے۔ عمرو نے کہا "میں نے تو مذاق کیا تھا، خیر۔ آپ کی نشانی کے طور پر انھیں قبول کرتا ہوں۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ افراسیاب کا بھیجا ہوا ایک جادوگر دروازے پر آ کر پکارا "اے ملکہ مخمور! شہنشاہ افراسیاب

آپ کو یاد کیا ہے۔"

عمرو یہ سنتے ہی عیاری کی چادر اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ مخمور نے جادوگر کو اندر بلا لیا۔ اس نے آتے ہی کہا "شہنشاہ کو اپنے کیے پر بڑی ندامت ہے۔ انھوں نے آپ سے درخواست کی ہے کہ جو ہوا اسے بھول جائیے۔ جس حال میں ہوں فوراً تشریف لائیے۔"

مخمور کا دل افراسیاب کی نفرت سے لبریز ہو چکا تھا، مگر وہ بڑی ذہین۔ اس نے خیال کیا "اگر نہ جاؤں گی تو افراسیاب کتاب سامری میں میرا حال دریافت کرے گا۔ یوں اس پر میری اور عمرو سے ساز باز کھل جائے گی۔" وہ بغیر چون و چرا کیے ساحر کے ساتھ ہولی اور افراسیاب کے پاس جا پہنچی۔ اس کے پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے طلسم ظاہر سے آنے والے ایک جادوگر نے افراسیاب کو اطلاع دی تھی کہ ببران جادو جسے اس نے ملکہ مہ رخ کے خاتمے کے لیے بھیجا تھا، خود ہی مارا گیا۔ معصور جادو ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں زبردست فوج کے پہنچ چکے ہیں۔ ان کے اشارے پر مشہور جادوگرنی ملکہ قہر نگاہ اور مشہور سردار غدار جادو نے ملکہ مہ رخ اور اس کی فوج کو گرفتار کر لیا ہے۔ قیدیوں سمیت وہ دونوں دریائے خونِ رواں کے کنارے موجود اور حکم کے منتظر ہیں۔

مخمور کے پہنچنے پر افراسیاب اس سے بڑی عزت اور محبت

کے ساتھ پیش آیا اور اس کا حال معلوم کرنے کے لیے اُ
سے سوال کیا " اے ملکہ محمور! مہ رُخ اور اس کے حامی سار
غدار گرفتار ہو چکے ہیں اور دریائے خونِ رواں کے کنارے مو
ہیں۔ کبھی دل میں سوچتا ہوں، انھیں بُلا کر سمجھاؤں اور معا
کر دوں۔ کبھی یہ خیال کرتا ہوں کہ غداری اور بے وفائی کے
میں سب کو ہلاک کر ڈالوں۔ مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔
محمور بات کی تہہ کو پہنچ گئی۔ بولی " اے شہنشاہ! میر
نزدیک غداروں پر رحم یا ان سے وفاداری کی امید رکھنا سرا
نادانی ہے۔ میری رائے میں تو بہتر یہ ہے کہ سب کو قتل
دیا جائے۔"

یہ جواب سُن کر افراسیاب نے کوئی منتر پڑھا اور تالی بجا
ہوئے پکارا " اے جلاد جادو! حاضر ہو۔"

فوراً ہی زمین پھٹی اور ایک سیاہ فام ساحر اس میں سے
نکل کر سامنے آیا۔ افراسیاب نے اُس سے کہا " اے جلاد جادو!
دریائے خونِ رواں کے پار تیری شدید ضرورت ہے۔ اپنی قوم
سمیت وہاں جا پہنچ اور سارے قیدیوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے
لیے فنا کے گھاٹ اُتار دے۔"

جلاد جادو حکم کے مطابق اپنی قوم کی طرف روانہ ہو گیا۔
افراسیاب نے ملکہ محمور کا دل صاف کرنے کے لیے سزا دینے

انوس کا اظہار کیا اور ایک قیمتی ہار اُسے تحفہ دے کر
ت کیا۔

ملکہ محمور عمرو کے پاس واپس آئی اور مہ رُخ وغیرہ کے گرفتا
جانے کی خبر دے کر کہنے لگی " جلد ہی جلاد جادو اپنی قوم کے
ساتھ وہاں جا پہنچے گا۔ اگر اس سے پہلے قیدیوں کو چھڑانے کی
شش نہ کی گئی تو ان کا بچنا مشکل ہو جائے گا۔"

عمرو نے غصے سے مٹھی بھینچتے ہوئے جواب دیا " اگر میں
ظاہر بیں ہوتا تو دشمن کو ہرگز کامیابی نصیب نہ ہوتی۔ اب
بھی اگر کسی ترکیب سے تم مجھے دریائے خونِ رواں کے پار پہنچا
دو تو میں قیدیوں کو بھی چھڑا لوں گا اور ملکہ قہر نگاہ اور غدار
جادو کو بھی جہنم رسید کر دوں گا۔"

محمور بولی " آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی آپ کو وہاں پہنچانے
کا انتظام کرتی ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی جھولی میں سے
ایک کیکڑا جیسا چھوٹا کیڑا نکالا اور منتر پڑھ کر اس پر پھونکنے
لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ کیڑا ایک زبردست پنجے کی شکل میں
تبدیل ہو گیا۔ محمور نے اسے حکم دیا " اے جادوئی پنجے! عمرو
کو دریائے خونِ رواں کے پار قہر نگاہ اور غدار جادو کے لشکر
کے قریب چھوڑ آ۔"

پنجے نے اُچھل کر عمرو کو اپنی گرفت میں لیا اور آسمان کی

طرف تیر کی طرح سیدھا اُٹھتا ہُوا نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ پنجے
کی تیز رفتاری کے سبب عمرو بے ہوش ہو گیا لیکن کچھ ہی دیر
بعد جو اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک اجنبی مقام پر کھڑا
پایا۔ پنجہ اسے چھوڑ کر واپس جا چکا تھا۔ عمرو نے کھڑے ہو
چاروں طرف کی سُن گُن لی۔ قریب ہی ایک جانب سے جگہ جگہ
دُھواں اُٹھتا دکھائی دیا اور زبردست چہل پہل کی آوازیں سُنائی
دیں۔ عمرو ہوشیاری کے ساتھ اسی طرف چل دیا۔

کچھ دُور بعد ایک ٹیلا نظر آیا۔ عمرو اس پر چڑھ کر حالات
کا جائزہ لینے لگا۔ دُور دُور تک ڈیروں خیموں کا ایک سلسلہ نظر
آیا۔ ایک جانب بے شمار لوگ لکڑی کے ستونوں پر اُلٹے سیدھے
بندھے ہوئے لٹک رہے تھے۔ عمرو سمجھ گیا کہ یہ قیدی اسی کے
ساتھی ہیں اور یہ ڈیرے خیمے قہر نگاہ اور غدّار جادُو کے لشکر کے
ہیں۔ اسی اثنا میں لشکر کی جانب سے اسے ایک جادوگر سردار
بہت سے محافظوں کے ساتھ ٹیلے کی طرف آتا دکھائی دیا۔ عمرو
چادر اوڑھ کر ان کے قریب جا پہنچا۔ ان کی باتوں سے اندازہ
ہوا کہ قہر نگاہ اور غدّار جادُو نے جلّاد جادو کی آمد کا پتا چلانے
کے لیے انھیں لشکر کے باہر بھیجا ہے۔ مخمور سے اسے جلّاد
جادُو کا حلیہ پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا۔ ایک گوشے میں جا
کر اس نے جلّاد جادو کا بھیس بھرا اور گھوم کر اچانک اُس

رہ کے سامنے آکر نعرہ زن ہوا "میں جلّاد جادُو! جا کر قہر نگاہ
غدّار جادو کو بتا دو، آکر استقبال کریں۔ میری فوج کچھ دیر
بعد آئے گی۔ اس کے لیے ٹھہرنے کا انتظام کرو۔"

جادوگر سردار نے بھاگم بھاگ جا کر لشکر میں خبر دی۔
قہر نگاہ اور غدّار جادُو نے اپنے سرداروں کے ساتھ آکر نقلی
جلّاد جادو کا استقبال کیا اور اسے بڑی عزت کے ساتھ
چھاؤنی لے گئے۔ وہاں نقلی جلّاد نے ان سے کہا "شہنشاہ
کا ایک خاص تحفہ مجھے آپ لوگوں کو دینا ہے۔ دُوسرے کچھ
خفیہ مشورہ بھی کرنا ہے۔ کسی تنہا خیمے میں چلیے۔"

قہر نگاہ اور غدّار جادُو نے ایک الگ تھلگ خیمے کا
انتخاب کیا اور اپنے آدمیوں سے کہہ دیا کہ وہ خیمے کے قریب نہ
آئیں۔ جب تینوں خیمے کے اندر بیٹھ گئے تو نقلی جلّاد جادُو نے
اپنی جھولی سے دو سیب نکالے اور قہر نگاہ اور غدّار جادُو کی
طرف بڑھاتے ہوئے بولا "شہنشاہ تم دونوں کی کارگزاری سے
بے حد خوش ہوئے ہیں اور تحفے کے طور پر انھوں نے باغِ سامری
کے یہ دو پھل عنایت کیے ہیں۔ انھیں کھا لو۔ پھر بات شروع
کی جائے۔"

قہر نگاہ اور غدّار جادُو کے چہرے پھُول کی طرح کھِل گئے۔
دونوں نے عقیدت کے ساتھ اُٹھ کر وہ سیب لے لیے اور

پھر کھلنے لگے مگر آخری ٹکڑا حلق سے اُتارتے اُتارتے
کی زبان اینٹھنے لگی۔ آنکھوں کے پپوٹے بھاری ہونے لگے ا
سیب میں شامل عرقِ بے ہوشی ان پر اپنا اثر جمانے لگا۔
لیکن ابھی وہ پوری طرح بے ہوش نہ ہو پائے تھے کہ بہت دُو
سے عمرو کو نقاروں اور ڈھول تاشوں کی آوازیں آتی محسوس
ہوئیں۔ وہ سمجھ گیا کہ کوئی دم میں اصلی جلّاد جادو اپنی قوم سمیت
آیا چاہتا ہے۔

عمرو جلدی جلدی اپنا بھیس ملکہ قہر نگاہ جیسا بنانے لگا۔ قہر
اور غدار نے جو دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ جلّاد جادو کوئی عیّار ہے۔
دونوں جادو کرنے کے لیے ہڑبڑا کر اُٹھے مگر اُٹھتے ہی ڈھیر
ہو گئے۔ قہر نگاہ کا بہروپ مکمل کرکے عمرو نے خیمے سے نکل
کر ایک سردار کو اشارے سے بُلایا اور اسے حکم دیا "جلّاد جادو
کا ایک ہم شکل اپنی قوم کو لے کر آ رہا ہے اس کا اِستقبال
کرو اور تنہا اسے اس خیمے میں بھیج دو۔"

کچھ دیر بعد جلّاد جادو کی قوم کو اس کے لیے تیار خیموں میں
اُتار کر قہر نگاہ کے سرداروں نے اسے نقلی قہر نگاہ کے پاس
بھیج دیا۔ وہ حیران تھا کہ میرا ہم شکل مجھ سے پہلے یہاں کیسے
پہنچ گیا! مگر پھر یہ سوچ کر دل کو سمجھا لیا کہ ممکن ہے شہنشا
نے اس میں بھی کوئی راز رکھا ہو۔

جلّاد جادو کو آتا دیکھ کر عمرو نے اصلی قہر نگاہ کو چارپائی
کے نیچے چھپا دیا اور خود باہر جا کر جلّاد جادو کو لیے ہوئے
خیمے کے اندر واپس آیا۔ اُس نے جو غدار جادو کو کرسی پر آنکھیں
بند کیے بیٹھے پایا تو تعجب کے ساتھ نقلی قہر نگاہ کو دیکھنے لگا۔
نقلی قہر نگاہ نے مُسکراتے ہوئے کہا "تم اسی کو دیکھ کر حیران
ہو ذرا دوسری طرف تو دیکھو۔"

جلّاد جادو نے اس پر جیسے ہی دوسری جانب گردن گھمائی
عمرو نے پھُرتی سے غبارۂ بے ہوشی نکال کر اس کے منہ پر
پھونک مارا۔ بس ایک چھینک آئی اور جلّاد جادو بے ہوش ہو
کر فرش پر گر پڑا۔ اب وقت ضائع کرنا بے کار تھا۔ عمرو نے
خنجر نکالا اور اُچھل اُچھل کر ایک ایک کے سینے میں گھونپنے لگا
چند ہی لمحوں بعد زبردست آندھیاں چلنے لگیں۔ گھنگھور تاریکی
ہر سمت چھا گئی اور کچھ وقت گزرنے پر مقتول جادوگروں کے
ہم زاد دردناک آواز میں ان کی موت کا اِعلان کرنے لگے۔

"ہیہات! مجھے دغا سے ہلاک کیا۔ میرا نام ملکہ قہر نگاہ تھا۔"
"افسوس میرا چراغِ حیات گُل کیا۔ میرا نام غدار جادو تھا۔"
"مجھے عمرو نے دھوکے سے قتل کیا۔ میرا نام جلّاد جادو تھا۔"

یہ اعلانات سنتے ہی تینوں کی فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ لوگ
بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ملکہ مہ رُخ اور اس کی فوج پر

سے قہر نگاہ اور غدار جادو کے سحر کا اثر زائل ہو گیا۔ آزاد ہو
کر وہ سب دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ ناریل ترنج چلنے لگے
پتھر اور انگارے برسنے لگے۔ ملکہ بہار نے گل دستے پھینک کر
صد ہا دشمنوں کو دیوانہ بنایا۔ ملکہ مہ رخ کے لوگوں نے صد ہا دشمنوں
کو جلا کر خاک کیا۔ رعد کی چنگھاڑ سے لاتعداد سپاہیوں اور جادوگروں
کے سر پھٹ گئے۔ ناگن بجلی نے ہجوم کو قیمہ بنا کر رکھ دیا۔

بے سردار کی فوج آخر کب تک لڑتی۔ تھوڑی ہی دیر بعد قہر
نگاہ، غدار جادو اور جلاد جادو کے سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے۔
لیکن جاتے کہاں۔ ہر طرف سے موت نے انھیں گھیرے میں لے
رکھا تھا۔ چند ایک کے سوا کسی کو راستہ نہ ملا۔ بھاگتے بھاگتے وہ
بھی جان سے مارے گئے۔ عمرو نے اس ہنگامے میں دل کھول
کر دشمن کا مال لوٹا۔ بعد میں جب سب جمع ہوئے اور اس
فتح کا جشن منانے کا خیال کرنے لگے تو عمرو نے کہا "خبردار!
ایسی غلطی نہ کرنا۔ باغِ سیب یہاں سے بہت زیادہ دور نہیں
افراسیاب کو جلد خبر ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ فوراً یہاں
سے نکل جاؤ اور اپنے اصل ٹھکانے پر پہنچنے کی کوشش کرو۔"
اس ہدایت پر سب نے عمل کیا۔

اُدھر باغِ سیب میں افراسیاب اس اُمید پر جشن منا رہا
تھا کہ باغیوں کے سر اب آیا ہی چاہتے ہیں کہ اچانک دو

...ہانپتے ہوئے آئے اور افراسیاب سے [illegible] چلّا چلّا کے
کہنے لگے:
"...زو نے دریائے خونِ رواں کے پار پہنچ کر مہ نگاہ، غدار
...جلاد کو ہلاک کیا۔ سارے قیدی رہا ہو گئے۔ حضور کے
...شمار جاں نثار مارے گئے۔"

یہ خبر سن کر افراسیاب کا نشہ ہرن ہو گیا۔ وہ بالوں پر ہاتھ
...کر بڑبڑایا "وہ تو کوہِ عقیق پر حمزہ کے پاس تھا۔ اگر انشاء
...دو کے آدمیوں کے ساتھ مل کر طلسم باطن میں واپس آ گیا تھا
...اب دریائے سحر کے پار کیسے جا پہنچا۔ کیا میرا کوئی سردار اس
...سے مل گیا ہے؟ ایسا ہے تو اسے ایسی دردناک سزا دوں گا کہ
زمین اور آسمان بھی اس پہ ماتم کریں گے۔"
پھر وہ اکبارگی جوش میں اوپر اچھلا اور دیکھتے ہی دیکھتے
...ہا محفل کی نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

افراسیاب وہاں سے اڑتا ہوا سیدھا اس مقام پر پہنچا جہاں
...ی قید رکھے گئے تھے۔ وہاں اپنے آدمیوں کی لاشوں کے
علاوہ اسے کچھ نظر نہ آیا۔ سمجھ گیا کہ مہ رخ اور اس کے جادوگر
...کر یا زمین میں ڈوب کر اپنے اڈے کی طرف چلے گئے ہیں
...یقین عمرو اور اس کے عیار شاگرد ضرور اسی علاقے میں ہوں
...گے اور اپنے ٹھکانے پر جانے کے لیے موقعے کی تلاش میں

ہوں گے۔ انھیں یہیں پھانس لینا چاہیے۔

یہ سوچ کر افراسیاب نے جادو کے زور سے اس علاقے
ایک بہت بڑی بھول بھلیاں میں تبدیل کر دیا اور ایک
پر باغ عشرت قائم کر کے وہیں مقیم ہو گیا۔

عمرو اور اس کے شاگرد عیاروں نے اس علاقے سے نکل
جانے کی پوری کوشش کی تھی اور بلاشبہ وہ وہاں سے میلوں
دور نکل گئے تھے لیکن افراسیاب نے آ کر جو بھول بھلیاں تیار
کی وہ اس کی حد سے باہر نہ نکل سکے۔ ان میں سے ہر ایک
آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا مگر سب گھوم پھر کر ایک ہی
دائرے میں آ پہنچتے تھے۔ عمرو بھاگتے بھاگتے ایک ایسی وادی
میں جا پہنچا جہاں دو خوب صورت اور شاندار محل بنے ہوئے
تھے۔ غور کرنے پر اسے محلوں میں مکمل سناٹا سا محسوس ہوا۔ وہ
احتیاط کے ساتھ پہلے ایک محل کے اندر گیا پھر دوسرے میں۔
مگر کسی میں اسے کوئی آدمی نہ ملا البتہ مال و اسباب سے دونوں
محل بھرے ہوئے تھے۔

ایسا موقع خواجہ عمرو کب ہاتھ سے جانے دیتے ہیں۔ جس
قدر مال و اسباب وہ لوٹ سکتے تھے، سب انھوں نے داخل
زنبیل کیا اور جب سوائے کھڑکیوں اور دروازوں کے وہاں کچھ نہ
بچا تو ہاتھ جھاڑتے ہوئے باہر آئے اور ایک طرف کو چل دیے۔

ابھی وہ زیادہ دور نہ پہنچے ہوں گے کہ دائیں جانب
سے آواز آئی "خبردار!" عمرو نے گھبرا کر ادھر دیکھا مگر
آواز دینے والا کہیں نظر نہ آیا۔ فوراً ہی بائیں جانب سے کوئی
پکارا "خبردار!" عمرو نے بائیں جانب پلٹ کر دیکھا۔ ادھر بھی
کوئی دکھائی نہ دیا۔ پھر ایسی ہی آواز پیچھے کی جانب سے آئی۔ وہ
جب پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا تو سامنے سے للکار سنائی دی "خبردار!"
عمرو نے سوچا کہ یہ طلسمی آوازیں ہیں ان سے ڈرنا نہ چاہیے۔
وہ آگے بڑھ گیا مگر چند قدم چلنے پر پھر ویسی ہی آوازیں آئیں۔
آخری آواز کے بعد اسے اپنے پیچھے ایک خوف ناک قہقہہ بھی
سنائی دیا اور تعاقب کرنے کی آہٹ بھی۔ اسے یقین ہو گیا کہ
کوئی مجھے پکڑنے آ پہنچا ہے اور بس چند قدم پیچھے ہے۔ اس
نے چاہا کہ چھلانگ لگا کر اس کی پہنچ سے آگے نکل جائے۔
لیکن جیسے ہی اس نے جست لگانے کی کوشش کی پچھلا قدم
زمین پر چپک کر رہ گیا۔ گھبرا کر اس نے اگلا قدم بھی زمین پر رکھ
دیا تاکہ اس پر زور دے کر پچھلے قدم کو اٹھا سکے مگر وہ بھی
زمین سے چپک کر رہ گیا۔

قہقہے کی آواز اور قریب آ گئی تھی۔ عمرو نے پلٹ کر دیکھا
تو خون خشک ہو گیا۔ ایک بن مانس جیسا بدشکل جادوگر چند
قدم پیچھے کھڑا ہنس رہا تھا۔ اس نے منتر پڑھ کر عمرو کو۔

کر دیا اور کندھے پر لاد کر چل دیا۔
اتفاق سے مہتر قیران بھٹکتا ہوا اس طرف آ نکلا تھا اور
اس نے عمرو کو گرفتار ہوتے دیکھ لیا تھا۔ جس جگہ وہ چھپا ہوا
کھڑا تھا جادوگر عمرو کو لیے ہوئے اسی طرف چلا آ رہا تھا۔
قیران نے جھٹ سے ایک جادوگر کا بھیس بھرا اور جیسے ہی
وہ قریب پہنچا اچانک سامنے آ کر بولا "تو کون ہے اور کندھے
پر کسے لاد رکھا ہے؟"
جادوگر غصے سے گرجا "تو کون ہے؟ اور میرے علاقے
میں کیسے آ گیا؟"
قیران نے بھی ڈپٹ کر جواب دیا "خاموش! یہی پوچھنا ہے
تو اس سے پوچھ جو تیرے پیچھے کھڑا ہے۔"
جادوگر پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا۔ اسی لمحے قیران نے پھرتی
کے ساتھ بغدہ نکال کر زور سے اس کے سر پر مارا۔ اس
کے مرتے ہی عمرو کے جسم پر سے اس کے جادو کا اثر ختم ہو
گیا۔ جیسے ہی آندھی اور تاریکی کے بعد اس کی موت کا اعلان ہوا
عمرو نے لپک کر مہتر قیران کو گلے لگا لیا۔ قیران بولا "استاد! ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ ہم طلسم میں پھنس گئے ہیں۔ عجیب عجیب مقام
دیکھنے میں آتے ہیں۔ اتنا دوڑتے بھاگتے ہیں، نہ اپنی چھاؤنی دکھائی
دیتی ہے نہ اس مقام سے نجات پاتے ہیں۔"

کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مہتر قیران اکبارگی چھلانگ لگا کر
اور ایک قریبی ٹیکری کی اوٹ میں ہو کر غائب ہو گیا۔
قیران ہو کر چاروں طرف نگاہ دوڑانے لگا۔
جلد ہی اسے قہقہے کی آواز سنائی دی۔ پلٹ کر ایک درخت
پر جو اس نے غور کیا تو نچلی شاخ پر ٹانگیں لٹکائے
بھلا جیسا ایک جادوگر بیٹھا نظر آیا۔ نگاہیں ملتے ہی اس
عمرو سے کہا "اے نادان! یہ مقام جادوگروں سے بھرا
ہے۔ تم کتنوں کو ہلاک کرو گے؟ یاد رکھ! تو اور تیرے شاگرد
جلد ہی اپنے انجام کو پہنچنے والے ہیں۔"
یہ کہہ کر وہ جادوگر دھم سے زمین پر کود پڑا۔ لیکن جتنی دیر
وہ شاخ سے زمین پر آیا عمرو چادر اوڑھ کر غائب ہو گیا
ایک جانب بھاگتا چلا گیا یہاں تک کہ ایک ریگستان میں
داخل ہوا۔
وہاں سامنے تھوڑے ہی فاصلے پر سرسبز میدان دکھائی دیا۔
سمجھا اسے طلسم سے باہر نکلنے کا راستہ مل گیا ہے اور اس
ریگستان کو پار کر کے ماہ رخ کے لشکر کے قریب جا پہنچوں گا۔ وہ
قوت سے سبزہ زار کی جانب دوڑنے لگا حتیٰ کہ کئی کوس
آگے نکل گیا اور دوڑتے دوڑتے اس کا دم پھولنے لگا۔ لیکن
سبزہ زار اس سے اب بھی اتنا ہی دور تھا جتنا پہلے نظر آیا تھا۔

پیاس کی شدّت سے اس کے حلق میں کانٹے سے چبھتے محسوس ہو رہے
تھے اور وہاں دُور دُور تک پانی کا نام نشان نہ تھا۔ لاچار
نے زنبیل سے پانی کا مشکیزہ نکال کر حلق تر کیا۔

وہاں سے دائیں جانب کچھ پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں
نے سبزہ زار کو سراب سمجھتے ہوئے پہاڑیوں کی جانب دوڑ
اس بار بھی انجام پہلے جیسا رہا۔ مجبوراً تیسری جانب بھاگا۔
بھی ناکام رہا تو چوتھی جانب دوڑا۔ اس طرف دوڑتے دوڑتے
وہ ایک باغ کے دروازے تک جا پہنچا لیکن جھری میں سے
اندر جھانک کر جو دیکھا تو افراسیاب کو کنیزوں اور خادموں
جھرمٹ میں بڑی شان سے بیٹھا ہوا پایا۔ مجبوراً پھر پلٹ
ریگستان میں آ گیا۔ چاروں طرف کئی دن تک مارا مارا پھرنے
باوجود جب اسے کوئی راستہ نہ ملا تو سمجھ گیا کہ میں طلسم
دائرے میں قید ہوں۔ افراسیاب کی مدد کے بغیر باہر نہ نکل
سکوں گا۔ اس نے ایک جگہ بیٹھ کر خط لکھا۔ لفافے میں بند
کے مُہر لگائی اور زنبیل میں رکھ کر اس باغ کی طرف چل
جہاں اس نے افراسیاب کو عیش کرتے دیکھا تھا۔

باغ کے دروازے پر افراسیاب کی چند کنیزیں کھڑی
کا نظارہ کر رہی تھیں کہ دُور سے اُنھوں نے ایک شخص کو
اپنی طرف آتے دیکھا۔ ایک نے جا کر فوراً افراسیاب کو اطلاع

اس نے مُسکراتے ہوئے کہا۔" وہ عمرو ہے۔ فوراً جا کر
فوراً اندر لے آنا۔"

تھوڑی ہی دیر میں عمرو افراسیاب کے سامنے فرش پر بیٹھا
رہا تھا۔ افراسیاب کے اشارے پر ایک کنیز نے اس
شربت کا گلاس پیش کیا۔ افراسیاب کہنے لگا" اے عمرو! دُنیا
کوئی طاقت تجھے اس طلسم کی قید سے رہائی نہیں دلا سکتی
لیکن اگر تُو ایک بات سچ سچ بتا دے تو میں تجھے ابھی چھوڑ
دوں گا۔ پھر چاہے تو میرا دوست بن جائے یا دشمن رہے۔"

عمرو نے کہا" حضور! میں بھی سچ سچ بتا دوں گا چاہے آپ
مجھے گرفتار رکھیں یا آزاد چھوڑ دیں۔"

افراسیاب بولا" میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ جب میں نے تجھے گرفتار
کر کے خداوندِ لقا کے پاس بھیجا اور وہاں سے تجھے عمرو چھڑا لے
گیا تو پھر کوہِ عقیق سے طلسمِ ظاہر اور طلسمِ باطن سے تجھے تہ خانہ
نمدار جادو کی چھاؤنی میں کس نے پہنچایا کہ تُو نے ان کا
کام تمام کیا؟"

عمرو کہنے لگا" اے شہنشاہ! یہ ایک خُدائی راز ہے لیکن
میں وعدہ کر چکا ہوں اس لیے بیان کرتا ہوں: کوہِ عقیق سے تو میں
خود تیرے آدمیوں میں گُھل مِل کر طلسمِ باطن پہنچا۔ البتّہ جب
خداوند کی مرضی ہوئی کہ میں دریائے سحر کے پار جا کر تیرے

جادوگروں کو ہلاک کروں اور مہ رُخ وغیرہ کو رہائی دلاؤں تو [illegible]
تک پہنچانے کے لیے خداوند نے ایک حُور میرے پاس بھیج دی [illegible]
اسی کے کاندھوں پر سوار ہو کر میں نے دریائے سحر پار کیا۔"

افراسیاب سنے بے چین ہو کر پوچھا "تو کس خُداوند کی بات
کرتا ہے؟"

عمرو سنے کہا "اے افراسیاب! تیرا اور میرا دونوں کا خُداوند
ایک ہی ہے۔ زمرّد شاہ لقا باختری۔ کیا میں تجھ سے پہلے بھی
گنبدِ نور میں نہیں کہہ چکا کہ خداوند نے اپنی مشیّت کے مطابق
مجھے تیرے طلسم کے جادوگروں کے لیے ملکُ الموت بنایا ہے۔
کیا یہ بات تیری سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر اس کی مدد میرے
ساتھ شامل نہ ہو تو میں تجھ جیسے شہنشاہ کا مقابلہ کر سکتا ہوں"

افراسیاب نے پوچھا "مگر میں اور میرے ملک کے سارے
جادوگر تو خداوندِ لقا پر یقین رکھتے ہیں پھر اُس نے ہم پر تجھ
کیوں مُسلّط کیا اور وہ مہ رُخ وغیرہ کی کیوں مدد کرتا ہے؟"

عمرو نے جواب دیا "اے شہنشاہ! خداوند کی باتیں خداوند ہی
جانے لیکن خیر، اصل راز سُن! تیرے طلسم کے لوگ سامری اور
جمشید کو بھی پُوجتے ہیں۔ یہ بات خداوند کو ناگوار ہے۔ ظاہر میں
وہ تم سے خوش ہیں، باطن میں ناراض۔ اسی لیے مجھے تیرے
جادوگروں کو قتل کرنے پر مامور کیا اور اسی سبب سے مہ رُخ

[illegible] کی رعایت کی جاتی ہے۔"

افراسیاب کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا "اے عمرو! میں نے یہ
[illegible] لیا کہ تو خُداوند کا چہیتا ہے اور اس کی مدد سے اس نا[illegible]
[illegible] رہا ہے مگر یہ کیا بات ہے کہ وہ اور اس کا شیطان بختیارک
[illegible] خلاف ہدایتیں دیتے رہتے ہیں۔"

عمرو نے کہا "اے افراسیاب! میں باتوں باتوں میں کئی خداوندی
[illegible] تیرے سامنے ظاہر کر گیا۔ اگر یہ راز کبھی میں نے بتا دیا تو تو
[illegible] یہ بھی پوچھنا چاہے گا کہ گزشتہ رات خداوند نے مجھے کیا
[illegible] ہدایت نامہ بھیجا ہے۔"

افراسیاب کے دل پر عمرو کی باتوں کا ویسے ہی رنگ جم چکا
تھا۔ اس نے جو اپنے بارے میں لقا کے تازہ ہدایت نامے
[illegible] بات سُنی تو بے چین ہو گیا۔ کہنے لگا "اچھا! اس سوال کا
جواب رہنے دے۔ صرف خداوندِ لقا کا ہدایت نامہ دکھا دے۔
[illegible] وعدہ کرتا ہوں کہ یہ بات مرتے دم تک کسی پر نہ ظاہر کروں۔
[illegible]" عمرو نے زنبیل سے نکال کر ایک لفافہ افراسیاب کے سامنے
پیش کر دیا۔ افراسیاب نے خط نکال کر پڑھا۔ تحریر تھا:

"خداوندِ لقا کی جانب سے فرشتۂ قدرت عمرو بن اُمیّہ کے نام۔
اے عمرو! مصلحت ہماری آج سے تبدیل ہوتی ہے۔
[illegible] تو سچے دل سے افراسیاب کی اطاعت کر۔ مکر و فریب سے

درگزر کر۔ یہی نہیں۔ تجھ پر لازم ہے کہ جلد سے جلد مہ رُخ
کے پاس جا اور انھیں بھی سمجھا بجھا کر بغاوت کی آگ
کر۔ سب کو ساتھ لاکر افراسیاب کے سامنے پیش کر۔ طلسم ہوش
کی حدود میں اب کوئی بد امنی نہیں ہونی چاہیے۔ تجھے اور باغیوں
کو سچے دل سے افراسیاب کی اطاعت کرنی چاہیے۔"

یہ خط پڑھ کر افراسیاب نے خط کی تحریر اور لفافے کی
کا معاینہ کیا۔ اسے اطمینان ہو گیا کہ یہ خط جعلی نہیں بلکہ اصلی
ہے۔ خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ لاکھوں کے جواہرات عمرو کو خوش
انعام میں دیے اور طلسم جو عیّاروں کو پھانسنے کے لیے بنایا
سحر پڑھ کر ختم کیا پھر ہنسی خوشی عمرو کو رخصت کیا کہ جا کر خداوند
ہدایت کے مطابق مہ رُخ اور سارے باغیوں کو طلسم ظاہر کے
باغ عیش میں لے آئے۔ پھر خود وہاں سے روانہ ہو کر باغ عیش
میں پہنچا اور خط لکھ کر ملکہ حیرت کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔
ملکہ حیرت کے ساتھ عیّارہ صرصر اور اس کی شاگرد بھی باغ
عیش میں جا پہنچیں۔ افراسیاب نے ان سے خداوند کی ہدایت اور
عمرو کی اطاعت کا ذکر کیا۔ اس پر سب خاموش رہیں مگر صرصر
نے ہنستے ہوئے کہا:

"عالی جاہ! ممکن ہے آپ کا خیال صحیح ہو مگر میرا دل یہی
کہتا ہے کہ وہ مکّار آپ کو جھانسا دے کر اپنی جان بچا گیا ہے۔"

حیرت نے ڈانٹا "صرصر! ہوش میں رہ۔ تو شہنشاہ کو ناسمجھ
ہے؟"
افراسیاب کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ اس نے کہا "عیّارہ
ہر بات میں عیّاری کی جھلک دیکھتی ہے۔ میں ابھی اس
اس کے منہ پر مارتا ہوں۔"
کہہ کر اس نے ایک طلسمی پتلی کو حکم دیا "اسی وقت مہ رُخ
نظر میں جا۔ عمرو سے کہہ کہ شہنشاہ باغ عیش میں آپ کے
رہیں۔ جلد سارے باغیوں کو لے کر پہنچیے۔"
اُدھر عمرو ملکہ مہ رُخ کے دربار میں بیٹھا اپنے کارنامے بیان
تھا کہ افراسیاب کی بھیجی ہوئی پتلی جا پہنچی۔ اس نے بلند
ے کہا "شہنشاہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ
عیش میں منتظر ہوں۔ وعدہ پورا کیجیے اور تشریف لائیے۔" دربا
اس کی بات سے سنّاٹا چھا گیا۔ عمرو کا دل سینے میں اچھلنے لگا
تیران بغدہ تان کر پتلی کے پیچھے لپکا۔ عمرو نے اسے اشارے
منع کر دیا اور پتلی سے بولا "الگ چلیے۔ میں جواب دیتا ہوں۔"
ایک گوشے میں جا کر اس نے پتلی سے کہا "شہنشاہ کو میرا
م کہنا۔ میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ لوگوں کو سمجھا بجھا رہا ہوں۔
تک سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ پھر سب کے ساتھ حاضر
ں گا۔ شہنشاہ سے عرض کرنا کہ اطمینان رکھیں۔"

پُتلی نے واپس جا کر عمرو کی بات سب کے سامنے افرا
سے دُہرائی۔ افراسیاب نے صرصر سے کہا "بول! اب تیرا کیا خیال
کیا پھر یہی کہے گی کہ میں دھوکا کھا گیا۔"

صرصر نے ادب سے کہا "حضور! اب یقین آ گیا۔ واقعی
خیال غلط تھا۔ بھلا حضور کو کون دھوکا دے سکتا ہے۔"

صرصر نے یہ بات کچھ اس طرح کہی کہ افراسیاب کو اس
طنز محسوس ہُوا۔ وہ سمجھ گیا کہ اب بھی اس کو یقین نہیں آیا
نے پُتلی سے کہا "تو پھر اسی وقت عمرو کے پاس واپس جا۔
جیسے کل ویسے آج۔ دیر نہ کیجیے۔"

اُدھر عمرو یہ سمجھ کر خوش ہو رہا تھا کہ ایک دن کے لیے
بلا ٹل گئی۔ کل کی کل دیکھی جائے گی۔ مگر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا
پُتلی پھر آ پہنچی۔ عمرو نے پھر اسے علیحدہ لے جا کر کہا "بات
گئی ہے۔ شہنشاہ سے کہنا کہ دعوت کا انتظام کریں۔ دو گھنٹے
اندر مہمانوں سمیت حاضر ہوتا ہوں۔"

پُتلی نے واپس جا کر یہی بات افراسیاب سے کہہ دی۔ اُس
نے صرصر کو سخت شرمندہ کیا۔

بے سر جادُو

اِدھر باغ عیش میں افراسیاب کے حُکم پر شان دار دعوت
کا اہتمام ہو رہا تھا اور اُدھر عمرو ملکہ مہ رُخ کے دربار میں اپنا منصوبہ
سوچ رہا تھا۔

پُتلی کے واپس جانے کے کچھ دیر بعد وہ ملکہ مہ رُخ کے
پاس آیا اور اس سے آہستہ سے کہا "آپ کچھ دیر بعد میرے خیمے
میں شہزادیوں اور سرداروں کے ساتھ تشریف لایئے۔ ایک اہم
مشورہ کرنا ہے۔"

اپنے خیمے میں پہنچ کر عمرو نے بہت سا شربت تیار کرایا
اور اس میں دوائے بے ہوشی ملانے کے بعد ملازموں کو حکم دیا
ہ ملکہ اور سردار آئیں تو ہر ایک کو فوراً یہ شربت پیش کیا جائے۔

تھوڑی دیر بعد ملکہ مہ رُخ، بہار، فرمانیہ، کاکل کشا، ناگن، بجلی
رعد اور دوسرے سردار وہاں پہنچ گئے۔ عمرو کی کنجوسی سے سب
اچھی طرح واقف تھے لیکن آج جو پہلی بار اچھی قسم کا شربت
اپنی تواضع میں پایا تو سب مزے لے لے کر پینے لگے۔

عمرو نے کہا "میں نے ایک مصلحت کے تحت افراسیاب کی

اطاعت قبول کرلی ہے۔ ساتھ ہی یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ آپ
لوگوں کو بھی اس کے سامنے پیش کروں گا۔ مہربانی کرکے آپ
لوگ میرے ساتھ باغِ عیش میں چلیے اور افراسیاب سے مُعافی
مانگ لیجیے۔"

سب کو یہ بات بہت بُری لگی۔ انھوں نے کہا "آپ جانیں
اور آپ کی مصلحت جانے۔ نہ ہم اس کے پاس جائیں گے نہ
مُعافی مانگیں گے۔"

عمرو زور سے قہقہہ مار کر ہنسا اور کہنے لگا "تم کو میری بات
ماننی پڑے گی۔"

اس پر سب لوگ غُصّے میں آکر اُٹھ کر کھڑے ہوئے۔ لیکن
اسی لمحے بے ہوشی ان کے دماغ پر حاوی ہوگئی اور سب چکرا کر
گر پڑے۔ عمرو نے جلدی جلدی سب کو زنبیل میں ڈال لیا اور اپنے
شاگردوں کو بُلا کر کہنے لگا "جلدی سے لشکر کے دو سو ملازم جادوگر
اور جادوگرنیوں کو بُلا لاؤ۔"

عیّار بھاگ دوڑ کر سب کو اکٹھا کر لائے۔ عمرو نے دو سو کو
منتخب کرکے باقیوں کو جانے کی اجازت دے دی اور موجود لوگوں
کو مُخاطب کرکے کہنے لگا "اس وقت ایک نازک مسئلہ درپیش ہے
جس میں تمھاری مدد کی سخت ضرورت ہے۔ تم میں سے ہر ایک
کے چہرے اور لباس کو تبدیل کرکے کسی کو ملکہ مہ رُخ کسی کو

اور کسی کو دوسرا نامور سردار بنا دیا جائے گا۔ اس
بعد میں سب کو افراسیاب کے پاس باغِ عیش لے جاؤں گا۔
ب اپنے آپ کو وہی ظاہر کرنا جس کے بھیس میں ہو۔
ب سے معافی طلب کرنا اور جیسا میں اشارہ کروں ویسا کرنا۔"

کچھ ہی عرصے بعد وہ سب باغِ عیش میں تھے۔ ان میں سے
ایک آگے بڑھ کر افراسیاب کے قدموں پر گر کر معافی طلب
اور آیندہ کی وفاداری کا اقرار کرتا۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو دعوت
[illegible] نظام شروع ہوا۔

صرصر اور صبا رفتار گھوم پھر کر مہمانوں کا جائزہ لے رہی تھیں
یں شبہ ہو چکا تھا کہ ملکہ مہ رُخ اور بہار وغیرہ سے لے کر ایک
سردار تک سب نقلی ہیں۔ انھیں یہ اندیشہ بھی ہوا کہ کہیں
نے اصلی مہ رُخ اور اس کے سرداروں کو باغِ عیش کے
ں پاس چھپا نہ دیا ہو کہ موقع پا کر وہ سب باغِ عیش پر
انک حملہ کر دیں۔

صرصر نے صبا رفتار سے اس بارے میں مشورہ کیا تو اس نے
ہ میں باغ کے باہر جا کر باغیوں کا پتا چلاتی ہوں۔ آپ شہنشاہ
ر باخبر کیجیے۔"

برق فرنگی باغ کے ایک جھنڈ میں چھپا سب کچھ دیکھ رہا
تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ ان عیاروں نے چوری پکڑ لی ہے اور اب کوئی

ہُنر کھیلنے والی ہیں۔ صبا رفتار جو باغ سے نکل کر سیدھی چلی
برق نے اندازہ لگا لیا کہ وہ جلد واپس نہ ہوگی۔ جلدی جلدی
اس نے صبا رفتار کا بھیس بھرا اور چند لمحوں بعد دروازے سے
اندر داخل ہوا۔ اُس وقت صرصر اپنے منصوبے کے مُطابق شہنشاہ
کو باخبر کرنے کے لیے تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہی تھی
اچانک اس کی نگاہ نقلی صبا رفتار پر پڑی۔ اتنی جلدی اس
پلٹ آنے پر وہ سمجھی کہ شاید کوئی اہم بات ہے۔ اُس نے
نقلی صبا رفتار کو گھُورا۔ اس نے فوراً اُسے اپنے پیچھے آنے کا
اشارہ کیا اور تیزی سے دروازے کی طرف پلٹی۔

صرصر لپک کر اس کے پاس پہنچی تو نقلی صبا رفتار نے اس
کا ہاتھ پکڑا اور بغیر کچھ کہے سُنے اسے گھسیٹتی ہوئی باہر لے
گئی۔ باغ سے باہر نکل کر اُس نے اُنگلی کے اشارے سے
اسے ایک جھاڑی کی طرف مُتوجّہ کیا۔ اس موقع پر نقلی صبا رفتار
یعنی برق فرنگی نے پھُرتی کے ساتھ غبارہ بے ہوشی اس کی ناک
پر مار دیا۔ صرصر بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

برق فرنگی اسے اُٹھا کر دُور لے گیا، ایک درخت کے تنے
سے کس کر باندھ دیا اور آپ پھر باغ کو واپس ہُوا۔

اُدھر دعوت کے بعد محفل رنگ پر آئی۔ عمرو مست ہو کر
گُنگنانے لگا۔ شہنشاہ کو اس کا گُنگنانا بہت پسند آیا۔ اُس نے

عمرو سے بہت اصرار کیا کہ وہ کچھ گائے۔ نخرے کرنے کے بعد
عمرو راضی ہو گیا مگر درخواست کی کہ محفل گاہ کے دروازے اور
کھڑکیاں بند کر دی جائیں تاکہ ناچ گانے کا سماں بندھ سکے۔
افراسیاب نے حُکم دیا تو عمرو کی فرمائش آناً فاناً پُوری کر دی گئی۔
پھر عمرو نے ایک پھڑکتی ہوئی غزل سُنائی اور جب سب مست
ہو کر جھُومنے لگے تو اس نے ناچنا شروع کر دیا۔ کھڑکیاں دروازے
بند ہونے کے سبب بے ہوشی کے عطر کی وہ پیاری پیاری اور
بھینی بھینی خُوشبُو سب کے دماغوں پر بستی جا رہی تھی جو عمرو
نے اپنی پوشاک پر چھڑک رکھا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں انھیں ایک
کے دو، دو کے چار اور چار کے آٹھ عمرو نظر آنے لگے۔ کوئی پاگلوں
کی طرح قہقہے لگانے لگا۔ کوئی فرش پر قلابازیاں کھانے لگا۔ کسی کو
اپنی ناک گزوں لمبی ہوتی دکھائی دینے لگی۔ کوئی خود کو ہوا میں اُڑتا
محسوس کرنے لگا۔

آخرکار سب بے ہوش ہو گئے۔ عمرو اور اس کے شاگردوں
نے چونکہ پہلے ہی اپنی ناک میں رُوئی ٹھونس لی تھی اس لیے وہ
بھلے چنگے رہے۔ جلدی جلدی اُنھوں نے ان جادوگروں اور
جادوگرنیوں کو ہوشیار کر کے اپنی چھاؤنی کی طرف روانہ کیا جنھیں
مہ رُخ وغیرہ کا بھیس بھر کر لائے تھے۔ اس کے بعد وہ افراسیاب
کے بے ہوش سرداروں اور ملازموں کو لُوٹنے لگے۔ سارا مال اپنی

زنبیل میں داخل کر کے عمرو نے اپنے شاگردوں کو بھی رخصت کیا اور خود بے ہوش جادوگروں اور جادوگرنیوں کا حلیہ بگاڑنے لگا۔ کسی کا سر مونڈا۔ کسی کی آدھی داڑھی تو کسی کی ایک طرف کی مونچھ۔ کسی کو بھبھوت مل کر سادھو بنایا تو کسی کے لنگوٹی پگڑی باندھ کر ڈگڈگی تھمائی۔ دوسروں سے نپٹ کے آخر میں ملکہ حیرت اور افراسیاب کی طرف لپکا لیکن تخت کے قریب تک پہنچا ہی کہ اکبارگی پیچھے کو چت گر پڑا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے سامنے سے دھکا دیا ہے مگر کوئی نظر نہ آتا تھا۔ اس نے غصے میں آکر فرش پر لیٹے لیٹے زنبیل سے پتھر نکال کر حیرت اور افراسیاب پر برسانے شروع کر دیے۔ وہ دونوں جوں کے توں بے ہوش پڑے تھے مگر پتھر تخت کے قریب ہی سے پلٹ کر اس طرح پیچھے گر پڑتے تھے جیسے کوئی سخت دیوار بیچ میں ہو اور وہ اس سے ٹکرا کر پلٹ آتے ہوں۔

عمرو کو اور غصہ آیا۔ ٹوٹی پھوٹی میز اور کرسیاں اس نے تخت کے چاروں طرف جمع کیں اور انھیں آگ لگانے لگا۔ اسی موقع پر اچانک آسمان پر ایک زبردست دھماکا ہوا اور اس کے بعد آواز آئی "منم افراسیاب جادو! او مکار! اب تو بچ کر نہ جانے پائے گا۔"

عمرو گھبرایا کہ ایک افراسیاب تو سامنے تخت پر بے ہوش

یہ دوسرا کہاں سے آٹپکا! فوراً ہی اسے جان بچانے کی فکر ہوئی۔ قبل اس کے کہ نعرہ لگانے والا سامنے آتا، وہ چادر اوڑھ کر باغ سے باہر نکل گیا۔

جب تک وہ اپنی چھاؤنی میں خیریت سے نہ پہنچ گیا اس وقت تک اس نے ایک لمحے کے لیے بھی چادر نہ اتاری۔ اپنے خیمے میں داخل ہو کر اس نے زنبیل سے مہ رخ اور دوسرے سرداروں کو نکالا اور ہوش میں لا کر ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ سب عمرو کی دلیری اور عیاری پر عش عش کرنے لگے۔

عمرو نے سوال کیا "آخر افراسیاب اور حیرت بدبخت پر کوئی وار کارگر کیوں نہیں ہوتا! ان کا چراغ کیسے گل کیا جائے؟"

بہار نے جواب دیا "خواجہ! یہ کام بہت مشکل ہے۔ جب تک لوحِ طلسم ہاتھ نہ آئے گی، افراسیاب ہلاک نہ ہوگا۔ دوسرے جو شخص افراسیاب کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے یا دکھائی دیتا ہے وہ محض اس کا عکس یا سایہ ہوتا ہے۔ اصلی افراسیاب جانے کہاں ہوتا ہے۔ ایسا ہی کچھ حال ملکہ حیرت کا ہے۔"

عمرو نے کہا "کوئی بات نہیں۔ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ کبھی نہ کبھی تو چھری کے نیچے آئے گی۔ انشاء اللہ لوحِ طلسم بھی حاصل کر کے چھوڑوں گا۔"

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر باغ عیش میں افراسیاب

کے سحر سے بے ہوش لوگ ہوش میں آ کر ایک دوسرے کو دیکھ
کر ہنس رہے تھے یا شرم سے اُٹھ اُٹھ کر بھاگ رہے تھے۔
افراسیاب ملکہ حیرت کو ہوشیار کر کے ایک کمرے میں جا بیٹھا
اور اس سے کہنے لگا" اے ملکہ! مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ
چاہوں تو ابھی مکار عمرو کو اس کے خیمے سے اُٹھا لاؤں اور کوئی
میرا بال بیکا نہ کر سکے۔ مگر میں یہ سوچتا ہوں کہ آخر کیا معاملہ ہے
کہ میں اسے بار بار گرفتار کرتا ہوں اور وہ مجھے ذلیل کر کے بار بار
نکل جاتا ہے۔ افسوس! میں نے صرصر کا کہنا نہ مانا۔ وہ سچ کہتی
تھی کہ عمرو دھوکا دے رہا ہے۔" صرصر کا نام زبان پر آتے ہی
اسے فکر ہوئی۔ کیوں کہ محفل میں بے ہوش ہونے والوں میں وہ
نہ دکھائی دی تھی۔ اس نے کتاب سامری دیکھی تو پتا چلا کہ دور
جنگل میں ایک درخت سے بندھی پڑی ہے۔ اس نے پنجہ بھیج کر
صرصر کو اُٹھوا منگوایا اور ہوش میں لا کر اسے خلعت عطا کیا۔
پھر چند ثانیے خاموش رہ کر اس نے کوئی منتر پڑھا اور
تالی بجائی۔ زلزلہ سا آیا، زمین پھٹی اور اس میں سے ایک جادوگر
اپنا سر ہاتھ میں لیے باہر آیا۔ افراسیاب نے اسے حکم دیا" اے
بے سر جادو! جہاں بھی عمرو ملے، اسے پکڑ کر لے آ۔"
بے سر جادو حکم کے مطابق چلا گیا تو افراسیاب نے حیرت
سے کہا" مجھے اب تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ عمرو کی موت کس طرح

ہوتی۔ چلو آج چل کے دادی جان سے پوچھیں۔"
دیر بعد دونوں ایک اُڑن تخت پر سوار ہوئے اور
میں سے کسی کو ساتھ لیے بغیر ایک جانب تیزی سے
کرنے لگے۔ کتنے ہی میدانی، پہاڑی، ریگستانی علاقے طے کرتے
اور سبزہ زاروں کے اُوپر سے گزرتے آخر ایک خوب صورت
ڑی کے نیچے جا کر تخت سے اُترے۔ یہ پہاڑی نیچے سے اوپر
سونے کی تھی اور اس کی چوٹی پر سونے ہی کا ایک خوب صورت
بنا ہوا تھا اور محرابوں پر قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے۔
کی پیشانی پر جگمگاتے طلسمی حرفوں میں لکھا ہوا تھا" ملکہ آفات
دست" یہ افراسیاب کی دادی کا نام تھا۔ وہی اس محل میں
تھی اور افراسیاب اور ملکہ حیرت اُس وقت اسی سے ملنے یہاں
ئے تھے۔
محل کے دروازے کے آگے سونے کی چار پُتلیاں زرق
لباس پہنے کھڑی تھیں۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت دونوں نیچے
ے ہو کر اور ہاتھ جوڑ کر ان پُتلیوں کو گھورنے لگے۔ کچھ دیر
وہ پُتلیاں ہنستی ہوئی دروازے کے سامنے سے ہٹ کر اِدھر
ھر کھڑی ہو گئیں۔
چند لمحوں بعد اندر سے خود بخود دروازہ کھلا اور سونے کا
جڑاؤ چھپر کھٹ آہستہ آہستہ آ کر دروازے کے بیچ میں

ٹھہر گیا۔ اس چھپر کھٹ پر ایک سینکڑوں برس کی بڑھیا بیٹھی [illegible] نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ ہڈیوں کا پنجر مگر لباس [illegible] زیور ایسا قیمتی جیسے نوبیاہتا شہزادی۔ بال روئی کے گالے کی طرح سفید تھے۔ بھوؤں تک میں کوئی بال کالا نہ تھا البتہ آنکھیں [illegible] چمک دار تھیں۔

اسے دیکھتے ہی افراسیاب اور ملکہ حیرت نے جھک کر بڑے [illegible] ادب سے سلام کیا۔ بڑھیا نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے۔ افراسیاب نے بڑھ کر اپنا سر اس کے سینے سے لگا دیا۔ آفات چہار دست نے پیار کرنے کے بعد ایک ہلکا سا طمانچہ افراسیاب کے گال [illegible] لگایا اور بولی "کیوں رے لڑکے! آخر طلسم میں فتور اور بکھیڑا [illegible] جائیے۔"

افراسیاب نے جواب دیا "دادی جان! اس میں میرا کیا قصور [illegible] یہ کم بخت عمرو ایسا گلے پڑا کہ کوئی تدبیر ہی کارگر نہیں ہوتی۔"

"چل ہٹ نامعقول!" آفات چہار دست نے اسے جھڑ[illegible] ہوئے کہا "دوسروں پر الزام دیتا ہے۔ اپنوں کی غداری کی خبر [illegible] رکھتا۔ جانتا ہے اُسے تیری چہیتی مخمور نے بچایا تھا اور اسی نے اسے دریائے سحر پار کرایا تھا۔ دیکھ! اگر تُو اپنی سلامتی چاہتا ہے تو چ[illegible] باتیں کبھی نہ بھولنا۔ ایک یہ کہ طلسم کے جو اصول مقرر ہیں ان[illegible] ہرگز نہ بدلنا۔ دوسرے چاہے سارا طلسم برباد ہو جائے، تیرے

جادوگر مارے جائیں، خبردار! حجرۂ ہفت بلا کو نہ کھولنا۔ تیسرے [illegible] کہ آج سے ٹھیک گیارہ مہینے بعد طلسم کشا شہزادہ اسد کو قتل [illegible]۔ اس سے پہلے ہرگز ایسا ارادہ نہ کرنا۔ چوتھی اور آخری نصیحت [illegible] کیسی ہی مصیبت تجھ پر آئے وہ جو اکیس جادوگر سامری کے [illegible]ہد کی یادگار ہیں انھیں ہرگز دشمن کے مقابلے پر لڑنے کو نہ [illegible]۔ اگر ان چاروں میں سے کسی ایک بات کے بھی خلاف ہوا تو [illegible] لے کہ نہ تیری خیر ہوگی نہ تیرے طلسم کی۔ بس اب مجھے [illegible]ادت کرنی ہے۔"

افراسیاب نے کہا "دادی جان! مہربانی کر کے ایک بات [illegible] جائیے۔ عمرو سے کس طرح نپٹا جائے؟"

آفات چہار دست خاموشی سے کچھ دیر افراسیاب کے چہرے [illegible] گھورتی رہی، پھر بولی "جس دن سے عمرو طلسم میں داخل ہوا ہے [illegible] طلسم کی تمام کتابوں اور بزرگوں کی پیش گوئیوں کو کھنگال رہی ہوں [illegible] کی موت کا حال اب تک معلوم نہ ہو سکا۔ بہتر یہ ہے کہ اس سے [illegible]ارہ اور جتنا دامن بچا سکے بچا۔"

یہ کہہ کر آفات چہار دست نے دعا دینے کے انداز سے ہاتھ [illegible] کیا۔ چھپرکھٹ خود بخود پیچھے ہٹا اور دروازہ بند ہو گیا۔ افراسیاب [illegible] ملکہ حیرت پہاڑی سے اُتر کر نیچے آئے۔ افراسیاب نے تخت [illegible] بیٹھتے ہوئے غصے سے کہا "اب چل کر سب سے پہلے اس کمینی

مخمور کی خبر لوں گا۔ آستین کا سانپ۔ ہُنہ! مُنہ پر میری خوشامد
پیٹھ پیچھے عمرو سے ساز باز۔"

ملکہ حیرت پہلے ہی ملکہ مخمور سے جلتی تھی۔ اس کو اندیشہ تھا کہ
کہیں وہ اس کی جگہ ملکہ نہ بن جائے۔ اس نے افراسیاب کے
غصّے کو بھڑکاتے ہوئے جواب دیا" مجھے تو پہلے ہی اس پر شک تھا
شکر ہے کہ دادی جان نے بات صاف کر دی۔ ہمیں باغِ سیب
پہنچنے میں دیر لگے گی۔ کیوں نہ راستے میں باغِ گُل زار ہی میں اُتر جائیں
اور آپ وہیں سے اس چڑیل کی گرفتاری کے لیے کسی کو بھیج دیں۔"

افراسیاب کو ملکہ حیرت کی یہ رائے پسند آئی۔ باغِ گل زار
راستے میں سب سے پہلے پڑتا تھا۔ اس جگہ بھی افراسیاب کا ایک
طلسمی محل موجود تھا۔ جیسے ہی وہ مقام نظر آیا افراسیاب نے
تخت صحنِ باغ میں اُتار دیا اور ملکہ حیرت کا ہاتھ پکڑ کر محل کی
جانب چل دیا۔ دروازے پر پریوں کا ایک ہجوم افراسیاب کی شان
میں گیت گا رہا تھا۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت کو دیکھتے ہی وہ سب
دروازہ چھوڑ کر اِدھر اُدھر ادب سے کھڑی ہو گئیں اور جھک جھک
کر سلام کرنے لگیں۔

دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد ہر راہ داری اور دالان
میں بھی اسی طرح پریوں کے جمگھٹے موجود تھے۔ ان سب کا مُجرا لیتے
ہوئے افراسیاب ایک بڑے کمرے میں جا پہنچا۔ کمرے کے ایک

کونے میں سونے کا ایک اُونچا چبوترا سا بنا ہوا تھا جس میں قیمتی
جواہرات جگ مگ جگ مگ کر رہے تھے اور اس کے اُوپر سُرخ
مخمل کا ایک زرکار بھاری پردہ لٹک رہا تھا۔ چند پریاں یہاں
بھی پردے کے سامنے کھڑی افراسیاب کی عظمت کے گیت گا
رہی تھیں۔ افراسیاب اور ملکہ کو دیکھ کر وہ سجدے میں گر گئیں۔
افراسیاب نے پردے کی جانب دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ لہرایا۔ پردہ
[illegible] سے الگ ہو کر دائیں بائیں سمٹ گیا۔

اب چبوترے کے بیچ میں ایک بھاری جڑاؤ تخت پر پتھر
کا ایک بُت نظر آیا۔ اس کے سر پر ہیروں جڑا ایک قیمتی تاج
تھا اور جسم پر شاہانہ لباس۔ اس کی شکل ہُوبہُو شہنشاہ افراسیاب
سے ملتی تھی۔

افراسیاب کچھ دیر خاموشی سے اس بُت کو تکتا رہا۔ پھر اُسے
ہاتھ سے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اچانک گڑگڑاہٹ ہوئی
زمین و آسمان گھنٹوں اور ناقوسوں کی آواز سے گُونجنے لگے۔ دیکھتے ہی
دیکھتے بُت اپنی جگہ سے اُٹھا اور شاہانہ وقار سے چلتا ہوا افراسیاب
کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

افراسیاب نے اُس سے کہا" اے ہم شکل بُت! جیسے تم دیسے
ہیں۔ اسی وقت جاؤ اور غدار مخمور کو پکڑ لاؤ۔" یہ سُنتے ہی وہ
بُت زمین پر گرا اور دُھواں بن کر غائب ہو گیا۔ افراسیاب ملکہ

حیرت کو ساتھ لیے تخت پر بُت کی جگہ جا بیٹھا۔

اب کچھ حال عمرو کا سُنیے۔ باغِ عیش میں افراسیاب کے جادوگروں کو لوٹ کر اور ان کا حلیہ بگاڑ کر وہ عیاری کی چادر اوڑھے اپنے خیمے میں جا پہنچا تھا اور اصلی مہ رُخ وغیرہ کو جنھیں بے ہوش کرکے اس نے اپنی زنبیل میں رکھ لیا تھا، نکال کر سارا معاملہ ان پر ظاہر کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ سب ملکہ مہ رُخ کے دربار میں جمع ہو کر آیندہ کے لیے صلاح مشورہ کرنے لگے۔

کچھ دیر گزرنے پر اچانک خواجہ عمرو کو بھوک محسوس ہوئی۔ اس بے وقت کی بھوک سے ان کا ماتھا ٹھنک گیا۔ ایسا جبھی ہو سکتا تھا جب ان پر کوئی مصیبت آنے والی ہو یا کوئی خطرناک جادوگر انھیں گرفتار کرنے آ رہا ہو۔ یہ وہی وقت تھا، جب افراسیاب نے بے سر جادو کو بُلا کر عمرو کو پکڑ لانے کا حکم دیا تھا۔ گڑبڑ کے اندیشے سے عمرو اچانک اپنی نشست سے اُٹھا، اور بارگاہ سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد خیمے کی زمین تھرتھرائی اور بے سر جادو زمین سے نکل کر اوپر آیا۔ مہ رُخ اور دوسرے سارے جادوگروں نے حملہ کرنے کے لیے ناریل، ترنج اور فولادی گولے ہاتھ میں سنبھالے۔ بے سر جادو کا کٹا ہوا سر اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے قہقہہ لگا کر کہا "اے نمک حرامو! غدارو! مجھ پر وار کرنے کے لیے آمادہ ہو رہے ہو۔ کیا

مجھ سے لڑ سکتے ہو؟ چاہوں تو دم بھر میں سب کو چیونٹی کی طرح مَسل ڈالوں۔ خبردار! حرکت نہ کرنا۔ میں شہنشاہ کے ایک حکم کی تعمیل کرنے آیا ہوں اور اپنا کام کرکے چلا جاؤں گا۔ کسی سے کچھ نہ کہوں گا۔"

یہ خوف ناک دھمکی سُن کر سب سناٹے میں آ گئے۔ کسی نے اُس پر وار کرنے کی جرأت نہ کی۔ کٹا ہوا سر اطمینان سے دربار میں ہر طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے عمرو کو ڈھونڈنے لگا۔

عمرو خیمے سے نکل کر زیادہ دُور نہ گیا تھا کہ بے سر جادو کی آمد سُن کر سمجھ گیا کہ دشمن آ پہنچا۔ وہ یہ خیال کرکے کہ وہ کون ہے، عیاری کی چادر اوڑھ کر واپس دربار میں آ داخل ہوا۔ مہ رُخ کے دربار میں موجود سارے نامی گرامی جادوگر سردار جس طرح چپ چاپ سادھے بیٹھے تھے اس سے عمرو نے اندازہ لگا لیا کہ یہ کوئی زبردست جادوگر ہے۔ آسانی سے اسے ہلاک نہ کیا جا سکے گا۔

عمرو نے خیال کیا کہ یہ ایسا ہی زبردست ہے تو مجھے اچھی طرح پورے لشکر میں تلاش کیے بغیر واپس نہ جائے گا اور اس میں خاصا وقت لگے گا۔ اس عرصے میں کوئی کارگر ترکیب استعمال کی جا سکتی ہے۔ چادر اوڑھے اوڑھے وہ قریبی پہاڑ کی سمت چل پڑا ہوا۔ اُدھر بے سر جادو نے عمرو کو دربار میں نہ دیکھا تو ڈھونڈھتا عمرو کے خیمے میں جا پہنچا۔ وہاں بھی کچھ نہ ملا تو لشکرگاہ

میں گھوم پھر کر جس جگہ شبہ ہوتا گھس کر بے فکری کے ساتھ
تلاشی لینے لگتا اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر عمرو کا پتا پوچھنے لگتا۔

کچھ دیر بعد عمرو پہاڑ سے واپس لشکر گاہ میں آیا۔ چند محافظوں
نے اس سے بے سر جادو کی سینہ زوری کی شکایت کی۔ عمرو
نے ان سے کہا "تم فکر نہ کرو۔ اس کو جا کر بتا دو کہ عمرو پہاڑ
کی تلہٹی میں چٹانوں کے بیچ ایک غار میں چھپا ہوا ہے۔" یہ سن
کر محافظ بے سر جادو کی تلاش میں چلے اور عمرو بھاگ کر غار
جا پہنچا۔ اس نے غار کے اندر بہت سی بارود بچھا کر اپنی صورت
کا ایک پتلا پہلے ہی رکھ دیا تھا۔ اس نے غار کے دائیں بائیں اور
اوپر کی لٹکی ہوئی چٹانوں میں جگہ جگہ سوراخ کر کے ان میں بارود
ٹھونس دی۔ یہ سب کام کر کے اور ہر سرنگ میں فلیتہ لگا کر
ایک بلندی پر چادر اوڑھ کر بیٹھ گیا۔

ادھر محافظوں کی زبانی بے سر جادو کو عمرو کا ٹھکانا معلوم
چکا تھا اور وہ بڑے غرور کے ساتھ غار کی طرف بڑھا چلا آ رہا
تھا۔ عمرو صبر کے ساتھ انتظار کرتا رہا۔ جوں ہی جادوگر غار کے
دہانے کے قریب پہنچا، عمرو نے فلیتوں کو آگ دکھا دی۔ بے سر
جادو بڑھتا بڑھتا آگ کے دہانے پر جا پہنچا۔ فلیتے میں لگی ہوئی آگ
تیزی سے سرنگوں کی طرف دوڑنے لگی۔ بے سر جادو اس بات سے
بالکل بے خبر تھا۔ اس نے جھانک کر غار کے اندر دیکھا تو عمرو

اسے ایک گوشے میں دبکا ہوا نظر آیا۔ اس نے ایک زور دار نعرہ
لگایا "منم بے سر جادو۔ او عیار! اب تو بچ کر کدھر جائے گا؟"
یہ کہہ کر وہ غڑاپ سے غار کے اندر گھس گیا۔ عین اسی وقت
ہولناک دھماکا ہوا۔ سینکڑوں من وزنی چٹانیں گڑگڑاتی ہوئی اس
کے اوپر آ گریں۔ اس وقت فلیتے کی چنگاری غار کے اندر بچھی
ہوئی بارود تک بھی جا پہنچی تھی۔ غار اتنی قوت سے پھٹا کہ پورا
پہاڑ ہل گیا۔ بے سر جادو کے پرخچے اڑ گئے۔ آہ تک نہ کر سکا۔

مہ رخ اور چھاؤنی میں موجود سارے لوگ پہاڑ پر ہونے والے
ہولناک دھماکے سن کر لرز گئے اور عمرو کی سلامتی کے لیے پریشان
ہونے لگے۔ عمرو فلیتے کو آگ لگاتے ہی وہاں سے بھاگ کر دور
جا کھڑا ہوا تھا۔ کچھ دیر آندھی اور تاریکی چھائی رہی۔ اس کے بعد
آواز آئی "آہ! عمرو نے مجھے بارود سے اڑا کر ہلاک کیا۔ میرا نام
بے سر جادو تھا۔"

یہ آواز سنتے ہی عمرو نے چادر اتاری اور خوشی سے اچھلتا
کودتا چھاؤنی میں جا پہنچا۔ اسے زندہ سلامت دیکھ کر سب کی
پریشانی جاتی رہی۔ چہرے پھول کی طرح کھل گئے۔ ملکہ مہ رخ
اور ملکہ بہار نے کئی سو اشرفیاں عمرو پر نچھاور کیں۔

کلیل حیدرا

طلسم نور افشاں

جس وقت عمرو اور مہ رخ وغیرہ اپنے لشکر میں بے سر جادو کے مارے جانے کی خوشیاں منا رہے تھے، اسی وقت افراسیاب کا بت ملکہ مخمور کے محل میں منڈلا رہا تھا۔ مخمور اسے اصلی افراسیاب سمجھ کر استقبال کے لیے دوڑی۔ بت نے اسے دیکھتے ہی جھپٹا مار کر دبوچ لیا اور کچھ کہے سنے بغیر لے اڑا۔

مخمور بے چاری بہت پھڑپھڑائی، رو رو کر بت کی منت سماجت کی مگر اس نے ایک نہ سنی۔ لے جا کر باغ گل زار میں افراسیاب کے سامنے ڈال دیا۔ اب جو اس نے افراسیاب اور ملکہ حیرت کی نگاہوں سے چنگاریاں اڑتی دیکھیں تو سمجھ گئی کہ اس کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ وہ ان کے قدموں پر گر کر اور قسمیں کھا کھا، آئندہ وفادار رہنے کا یقین دلانے لگی۔

افراسیاب نے اسے ٹھوکر مار کر کہا "پہلے تو میرا ارادہ تھا کہ تجھے تڑپا تڑپا کر ہلاک کروں مگر اب تیرے قسمیں کھانے پر رحم آتا ہے لیکن سزا بھی ضرور دوں گا۔ اس وقت تجھے سو کوڑے

ئے جائیں گے اگر زندہ بچ گئی اور آئندہ وفاداری پر قائم رہی تو
ان کر دوں گا" —— یہ کہہ کر اس نے سحر پڑھ کر تالی
بجائی۔ فوراً زمین سے دو حبشی ہاتھوں میں کوڑے لیے اوپر آئے
ر مخمور پر برسانے لگے —— چند ہی کوڑوں کے بعد مخمور
ہے ہوش ہو گئی۔ سو کوڑے پورے ہو جانے پر افراسیاب نے اُسے
اڑن تخت پر لٹا کر اس کے محل واپس بھیج دیا اور خود ملکہ
حیرت کو ساتھ لے کر باغِ سیب میں آیا۔

وہاں بے سر جادو کے مارے جانے کی خبر پہلے ہی پہنچ
ی تھی۔ افراسیاب کو پتا چلا تو اس نے اپنے وزیر اعلیٰ باغبان
جادو سے کہا "اے باغبان! یہ عمرو بڑا ہی خبیث ہے۔ جو بھی سردار
سے پکڑنے جاتا ہے یا دھوکا کھاتا ہے یا مارا جاتا ہے۔ بہتر ہے
ہ اب تو خود جا اور اسے پکڑ کر لے آ۔"

باغبان نے ادب سے سر جھکایا اور اسی وقت روانہ ہو گیا۔

لیکن عمرو بھی غافل نہ تھا۔ اسے یقین تھا کہ بے سر جادو کی
موت کا علم ہوتے ہی افراسیاب اس سے بھی بڑے کسی جادوگر
و روانہ کرے گا۔ وہ اپنے خیمے میں آیا۔ ایک قیدی کو زنبیل سے
نکال کر اپنی صورت کا بنایا اور بے ہوش کر کے اپنے پلنگ پر لٹا
دیا خود چارپائی کے نیچے چھپ کر لیٹ رہا۔

تھوڑی دیر میں باغبان اڑتا ہوا آ پہنچا اور نقلی عمرو کو اصلی

سمجھ کر چارپائی سے اُٹھا کر لے گیا۔ عمرو جانتا تھا کہ افراسیاب کو جلد ہی نقلی عمرو کی اصلیت معلوم ہو جائے گی اِس لیے باغبان کے جاتے ہی وہ چارپائی کے نیچے سے نکل کر لشکر گاہ سے بھاگتا ہوا دُور نکل گیا اور ایک گاؤں میں پہنچ کر وہاں ایک جادوگر سردار کی بیوی کا بھیس بھرا اور اس کے گھر میں کام کاج کرنے لگا۔

اُدھر افراسیاب نے نقلی عمرو کو ہوشیار کر کے جلاد کو اس کی گردن مار دینے کا حکم دیا۔ نقلی عمرو نے اپنی بے گناہی ثابت کی اور اس پر اصل حقیقت ظاہر کر دی۔ باغبان سخت شرمندہ ہوا۔ افراسیاب نے نقلی عمرو کو کچھ خرچ دے کر رخصت کر دیا اور باغبان کا دل بڑھانے کے لیے بولا "عمرو کے اس دھوکے پر شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں بھی نقلی عمرو کو اصلی عمرو سمجھ بیٹھا تھا۔ وہ مکار بہت دُور اندیش ہے۔ نہ اپنے خیمے میں ہوگا نہ اصلی صورت میں۔ یہ پتا لگائے بغیر اس کا ہاتھ آنا دشوار ہے کہ وہ کہاں اور کس بھیس میں ہے۔"

یہ کہہ کر افراسیاب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ زمین سے ایک اندھی بُڑھیا ایک بڑا سا آئینہ ہاتھوں میں لیے نکل کر آئی۔ افراسیاب نے باغبان کو ہدایت کی "اس آئینے پر نگاہ جما کر دیکھو۔ عمرو جہاں اور جس حال میں ہوگا صاف نظر آئے گا۔"

باغبان نے دیکھا کہ ماہ رخ کے لشکر سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ عمرو اس گاؤں کے سردار کی بیوی بنا ہوا اس کے بچوں سے ہنس بول رہا ہے۔

باغبان افراسیاب سے اجازت لے کر اُڑتا ہوا اس مکان پر جا پہنچا۔ اس عرصے میں گاؤں کا سردار بھی گھر آ چکا تھا اور دونوں میاں بیوی بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ باغبان بغیر آواز دیے سیدھا ان کے سامنے جا پہنچا۔ سردار یوں اچانک اپنے وزیرِ اعظم کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ عمرو نے خطرے کو بھانپ کر بھاگ جانا چاہا۔ باغبان نے فوراً ہی اس کے بدن کو بے حس کر دیا اور پھر اسے اُٹھا کر چل دیا۔ سردار سر پیٹتا پیچھے بھاگا "حضور! میری بیوی کو نہ لے جائیے۔ میرے بچے برباد ہو جائیں گے۔"

باغبان نے اسے ڈانٹ بتائی "کم بخت! خواہ مخواہ شور مچاتا ہے یہ تیری بیوی نہیں، عمرو عیار ہے۔ شکر کر تیری جان بچ گئی۔"

باغبان عمرو کو لے کر اُڑتا ہوا افراسیاب کے پاس آ گیا۔ افراسیاب باغبان کو شاباش دیتے ہوئے بولا "اسے ہوش میں لانے سے پہلے کتاب سامری میں اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہیے اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ اسے کب، کہاں اور کیسے قتل کرنا مناسب رہے گا۔" باغبان نے اس کے خیال کی تائید کی۔ افراسیاب نے کتاب سامری کھول کر دیکھی۔ لکھا تھا "یہی اصلی عمرو ہے۔ اسے ملکہ

حیرت کی جاگیر میں بھیج دیا جائے اور ملکہ حیرت سے کہا جائے کہ
اسے قتل کرائے۔"

افراسیاب نے ملکہ حیرت کی دو خواصوں زمرد جادو اور یاقوت
جادو کو حکم دیا کہ عمرو کو لے جا کر ملکہ کی جاگیر والے محل میں
رکھیں اور چوکسی سے حفاظت کریں۔ خواصیں حکم کے مطابق اڑن
تخت پر عمرو کو لے کر روانہ ہو گئیں۔ اس کے بعد افراسیاب نے
ملکہ حیرت کو لکھ بھیجا کہ کل صبح تک اپنے جاگیر والے محل میں
جا پہنچو اور جاتے ہی عمرو کو قتل کر کے اس کا سر میرے پاس
بھجوا دو۔" اُدھر خواصیں رات گئے مقررہ ٹھکانے پر پہنچ چکی تھیں
انھوں نے محل کی ایک مضبوط کوٹھڑی میں ڈال کر اس کی بے حسی
دور کی پھر دروازہ بند کر کے مضبوط تالا لگایا اور کوٹھڑی کے باہر
چاروں طرف جادو کا حصار پیدا کر دیا۔

تخت پر سفر کرنے کے سبب عمرو پر بے ہوشی طاری ہو
گئی تھی۔ صبح کے قریب جا کر اس کی آنکھ کھلی۔ پہلے تو وہ
بہت گھبرایا کہ قید میں ہوں۔ بچ نکلنا مشکل ہوگا۔ مگر جب اس نے
اپنے ہاتھ پاؤں آزاد پائے تو کچھ امید پیدا ہوئی۔ زنبیل سے خنجر
نکال کر رفوچکر ہو جانے کے ارادے سے دیوار میں نقب لگانے
لگا۔ دیوار فولادی تھی۔ کوشش کے باوجود وہ بال برابر بھی سوراخ
نہ کر سکا۔ جھنجھلا کر فرش میں سرنگ کھودنے لگا لیکن زمین بھی

سخت پتھریلی محسوس ہوئی۔ مایوس ہو کر ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھ رہا
اور قسمت کو برا بھلا کہنے لگا۔

اسی عالم میں اچانک اسے ایک ترکیب سوجھ گئی۔ وہ خوشی سے
اچھل پڑا۔ کچھ ہی دیر بعد ایک قیدی بالکل عمرو بنا فرش پر بے ہوش
پڑا تھا اور اصلی عمرو عیاری کی چادر اوڑھے دروازے کے قریب
چھپا کھڑا تھا۔

سورج طلوع ہو رہا تھا۔ ملکہ حیرت محل میں پہنچ چکی تھی اور
سفر کی تکان دور کرنے کے لیے غسل کر رہی تھی۔ دونوں خواصیں
دوسری کنیزوں کے ساتھ برآمدے میں بیٹھی اس کے حکم کا انتظار
کر رہی تھیں۔

کچھ دیر کے بعد ملکہ برآمدے میں آئی اور خواصوں کو مخاطب کر
کے بولی "عمرو کو کوٹھڑی سے لے آؤ۔"

خواصیں دوڑی ہوئی گئیں اور نقلی عمرو کو اٹھانے لگیں۔ عمرو
اسی موقع کا منتظر تھا، چپ چاپ باہر نکل گیا۔ خواصوں نے ڈنڈا ڈولی
کر کے نقلی عمرو کو اٹھایا اور لے جا کر ملکہ کے سامنے ڈال دیا۔
ملکہ نے حکم دیا "جلادوں کو بلاؤ کہ اسے قتل کریں اور سر لا کر پیش کریں۔"

خواص جا کر جلادوں کو بلا لائی اور کچھ دیر بعد جلادوں نے عمرو کا
کٹا ہوا سر لا کر پیش کر دیا۔ حیرت نے سر کو سونے کے ایک طشت
میں رکھوایا، اس پر جڑاؤ ڈھکن جڑوایا اور ایک خواص کو حکم دیا

ہوئے بولی " اسے ہاتھ میں سنبھال۔ چل شہنشاہ کی خدمت میں
پیش کریں۔"

دونوں اُڑن تخت پر سوار ہوئیں اور تیزی سے اُڑتی ہوئی باغِ
سیب میں افراسیاب کے پاس جا پہنچیں۔ افراسیاب عمرو کا سر دیکھ
کر اتنا خوش ہُوا کہ بھرے دربار میں بے اختیار بچوں کی طرح اُچھلنے
کودنے لگا۔ اس کی دیکھا دیکھی سارے درباری بھی ایسی ہی حرکتیں
کرنے لگے۔ خاصی دیر تک زبردست دھما چوکڑی رہی۔ دربار اچھا خاصا
پاگل خانہ بن گیا۔

پھر جب افراسیاب کے حواس درست ہُوئے تو اس نے جادُو
کے زور سے مُرشد زادے مُصوّر جادُو کو بھی پاس بُلا لیا۔ دونوں
نے مل کر زبردست خوشیاں منائیں۔ طلسمِ ہوش رُبا کے چپّے چپّے
میں یہ خبر مشہور کر دی گئی کہ عمرو بالآخر قتل ہو گیا۔

آخر میں افراسیاب نے مُصوّر جادُو کے مشورے پر نقلی عمرو کا
سر لقا کے پاس بھجوا دیا۔ ساتھ ہی ایک خط میں یہ بھی لکھ بھیجا کہ
عمرو کب اور کس طرح گرفتار ہوا اور کہاں قتل کیا گیا۔ یہ خط اور
نقلی عمرو کا سر دیکھ کر لقا نے خوشی سے بے اختیار ہو کر قہقہہ
لگایا اور بختیارک سے مُخاطب ہو کر بولا " عمرو نے جوتیاں مار مار
کر تیرا سر گنجا کر دیا تھا۔ اب اس کا سر تیرے سامنے ہے۔"
بختیارک نے حیرت سے جواب دیا۔" ارے! کیا واقعی عمرو مارا

گیا؟ تھا تو اسی قابل۔ مردود نے حضور کی داڑھی بھی ایک بار مونڈی
تھی۔ ذرا اس کا سر تو ادھر بھیجیے۔"

لقا کے اشارے پر نقلی عمرو کا سر بختیارک کے حوالے کیا گیا۔
صورت و شکل میں بال برابر بھی فرق نہ تھا پھر بھی پوری تصدیق
کیے بغیر بختیارک دل کی خوشی پوری طرح ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔
اس نے کپکپاتی اُنگلیوں سے نقلی عمرو کے سر کی بائیں آنکھ کھولی اور
ڈھیلے کو غور سے دیکھنے لگا۔ ڈھیلا بالکل عام آدمیوں جیسا صاف
تھا۔ نہ کوئی تل تھا نہ تل جیسا نشان۔ لقا کی خُداوندی کا بھرم رکھنے
اور عمرو کے انتقام سے اپنے آپ کو بچانے کے خیال سے وہ کہنے
لگا "حضور کو یاد نہیں رہا۔ ابھی تک حضور نے عمرو کی موت کا وقت
مقرر نہیں کیا۔ یہ ہرگز عمرو کا سر نہیں۔ وہ تو میرے پیر و مُرشد ہیں
جب تک تین بار خُود اپنی موت کے طالب نہ ہوں کیسے ہلاک
ہو سکتے ہیں۔"

لقا بختیارک کی ان باتوں سے سمجھ گیا کہ یہ سر نقلی عمرو کا ہے
اصلی عمرو کا نہیں۔ جو قاصد یہ سر اور افراسیاب کا خط لایا تھا اُسے
ڈانٹتے ہوئے کہا " اس سر کو افراسیاب کے پاس واپس لے جا، کہہ
دینا کہ دھوکے میں نہ رہے۔ اصلی عمرو اس سے انتقام لینے کے لیے
زندہ ہے۔ اس کا بندوبست کرے، نہیں تو پچھتائے گا۔"
قاصد نے واپس جا کر یہی الفاظ افراسیاب کے سامنے دُہرا

دیے۔ افراسیاب نے کٹے ہوئے سر پر جادوئی پانی چھڑک کر جو د
تو واقعی چہرہ بدلا ہُوا تھا۔ اس نے ملکہ حیرت اور اس کی خواصوں
سخت باز پُرس کی۔ آخر میں کتاب سامری دیکھی۔ لکھا تھا "کس
سے جان بُوجھ کر غلطی نہیں ہُوئی۔ عمرو چادر اوڑھ کر کوٹھڑی سے
نکل گیا ہے لیکن ابھی اسی شہر کی حد میں ہے۔ جلد انتظام نہ کی
تو وہاں سے بھی نکل جائے گا۔"

افراسیاب نے ملکہ حیرت کو بھیجا۔ اس نے جا کر شہر کے گرد جادوئی چار دیواری قائم کر دی۔ جادوگر اُڑ کر اس چار دیواری سے اندر باہر آ جا سکتے تھے لیکن عمرو اس نظر نہ آنے والی چار دیواری میں نہ نقب لگا سکتا تھا نہ اس کو عبُور کر سکتا تھا۔

ملکہ حیرت یہ انتظام کر کے اور چند جادوگر سرداروں کو عمرو کی تلاش پر لگا کے واپس آ گئی۔ عمرو نے پہلے تو اس شہر سے نکل جانے کی بھرپُور کوشش کی لیکن طلسمی دیوار کے سبب اس کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں ـــــ اسے اندازہ ہو گیا کہ اسے محصُور کر کے گرفتار کرنے کا منصُوبہ بنایا گیا ہے۔ اس بات سے اس کے انتقام کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ اگر دشمن مجھے اس شہر میں محصُور رکھنا چاہتا ہے تو میں بھی قیامت برپا کیے بغیر نہ رہوں گا۔

بس اس وقت سے خواجہ عمرو نے بھیس بدل بدل کر جادوگروں

اور شہر کے لوگوں کو لُوٹنے اور ہلاک کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ افراسیاب اس کو گرفتار کرنے کے لیے ایک کے بعد ایک نامی گرامی جادوگروں کو بھیجتا رہا لیکن عمرو طرح طرح کی عیاریوں سے کام لے کر انھیں ہلاک اور شہریوں کی زندگی حرام کرتا رہا۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ بازار بند ہو گئے۔ دکانوں میں تالے پڑ گئے لوگوں نے اپنا مال و متاع زمین میں دفن کر دیا۔ عام زندگی اور چہل پہل ختم ہو گئی۔ گلیوں اور بازاروں میں کُتّے لوٹنے لگے۔ لوگوں کے وفد جا جا کر باغِ سیب میں افراسیاب سے عمرو کے مظالم کی فریاد کرنے لگے۔

آخر تنگ آ کر ایک روز افراسیاب نے فیصلہ کیا کہ اب وہ خُود ملکہ حیرت کی جاگیر میں جا کر قیام کرے گا اور عمرو کے انتقام سے لوگوں کو نجات دلائے گا۔ اس نے ایک بہت ہی خُرّانٹ جادوگر دانا جادو کو طلب کیا اور مُصوّر جادُو کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے ملکہ حیرت کی جاگیر میں جا پہنچا۔

اس کے پہنچنے سے اہلِ شہر کا حوصلہ بُلند ہُوا۔ سب کی جان میں جان آئی۔ بازاروں میں کاروبار اور گلیوں میں چہل پہل شروع ہو گئی۔ عمرو نے بھی چند روز خاموشی اختیار کی۔ اسی عرصے میں اتفاق سے افراسیاب کی نانی ملکہ ماہی زُمرّد رنگ نے اُسے طلسم قلابات میں بُلا بھیجا۔ افراسیاب نے عمرو کی گرفتاری پر دانا جادو کو مُقرر کیا

اور خُود نانی جان سے ملنے طلسمِ ظلمات روانہ ہُوا۔

دانا جادُو عمرو کو گرفتار کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ عمرو اوّل تو زیادہ عرصے کسی ایک بھیس میں نہ رہتا تھا دُوسرے اگر کہیں پہچانا جاتا تھا تو چادر اوڑھ کر فوراً غائب ہو جاتا تھا۔

دانا جادُو کو عمرو کے لالچ کا پُورا حال معلُوم تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ لالچ کا جال بچھا کر ہی عمرو کو پھانسا جائے۔ شہر میں مُنادی کرا دی گئی کہ آج دانا جادُو شہر کے گلی کوچوں کا گشت کریں گے اور اشرفیاں لُٹائیں گے تاکہ جن لوگوں نے عمرو کو لُوٹا ہے وہ اپنا نقصان پُورا کریں۔ اِس اعلان کے کُچھ دیر بعد دانا جادُو سوار ہو کر محافظوں کے معمُولی دستے کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔

شہر کے گلی کُوچوں میں لوگوں کے زبردست ہجُوم اس کے مُنتظر تھے۔ عمرو بھی جادُوگر کے بھیس میں ایک جگہ جال ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ اس نے تہیّہ کر رکھا تھا کہ جو مال بھی دانا جادُو لُٹائے گا جال پھینک کر سب سمیٹ لُوں گا۔

دانا جادُو نے یہ عیّاری کی تھی کہ ایک طلسمی پُتلا اپنے خُون کا چھینٹا دے کر بنایا تھا اور اسے اپنے تخت کے ایک گوشے میں اشرفیوں کے تھیلوں کے مُحافظ کی حیثیت سے بٹھا دیا تھا۔ یہ پُتلا عمرو کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ دانا نے اسے حُکم دے رکھا تھا کہ جیسے ہی عمرو نظر آئے، جھپٹ کر اس کے کاندھوں پر سوار

ہو جائے۔

دانا جادُو نے مُٹھیوں سے اشرفیاں لُٹانے کے بجائے اشرفیوں سے بھری ہُوئی ایک بوری منتر پڑھ کر آسمان کی طرف اُچھال دی۔ بوری بلندی پر پہنچ کر ٹھہر گئی اور برسات کی بوندوں کی طرح اس میں سے کھنا کھن اشرفیاں برسنے لگیں۔ عمرو کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ جال پھینک پھینک کر اشرفیاں لُوٹنے لگا۔

پہلے تو پُتلا ارد گرد کے لوگوں کی اُچھل کُود کے سبب عمرو کو نہ دیکھ پایا تھا مگر پھر وہ اسے تاڑ گیا۔ عمرو کی توجّہ بوری، جال پھینکنے اور گھسیٹنے ہی پر لگی تھی کہ پُتلا اپنی جگہ سے اُچھلا اور اس کے کندھوں پر سوار ہو کر مضبوطی سے اس کے ہاتھوں کو اپنے پیروں میں جکڑ لیا۔

عمرو سمجھا یہ کوئی آدمی ہے جو مجھ کو بے بس کر کے خُود اشرفیاں لُوٹنا چاہتا ہے، چِلّا چِلّا کر دانا جادُو سے فریاد کرنے لگا: "حضُور! عمرو نے مجھے بالکل کنگال بنا دیا تھا۔ اب آپ کے حُکم کے مُطابق اپنا گھاٹا پُورا کرنے لگا تو یہ شخص مجھ پر سوار ہو کر میرا حق چھیننا چاہتا ہے۔"

دانا جادُو نے جو پُتلے کو اس پر سوار دیکھا تو قہقہہ لگا کر بولا "خوب! تو آخر پھنس ہی گئے۔ یہ سارا جال تمھارے ہی لیے تو بچھایا گیا تھا۔"

عمرو دل میں سخت شرمندہ ہُوا۔ پُتلا اسے ہنکاتا ہُوا محل کی

طرف لے چلا جہاں دانا جادو نے اس کو رسیوں سے جکڑ کر طلسمی حصار کے اندر قید کر دیا۔ مصوّر جادو کے مشورے پر دانا جادو نے اعلان کرا دیا کہ کل شاہی میدان میں سارا شہر اکٹھا ہو۔ عمرو کو سب کے سامنے قتل کیا جائے گا۔ تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے یہ خبر افراسیاب اور ملکہ حیرت کو بھیج دی گئی اور چند ہی گھنٹوں کے اندر پورے طلسمِ ہوش رُبا میں عمرو کی گرفتاری اور قتل کیے جانے کی تیاریوں کی خبر پھیل گئی۔

ملکہ مخمور جسے افراسیاب نے کوڑوں سے پٹوا کر اَدھ موا کر دیا تھا دوا علاج سے اس وقت تک بالکل تن درست ہو چکی تھی۔ بہ ظاہر وہ افراسیاب کی وفاداری کا دم بھرتی تھی لیکن دل میں اس نے ٹھان لیا تھا کہ اگر اب کبھی عمرو سے اس کی مُلاقات ہُوئی تو وہ کھُل کر اس سے اپنے دل کا حال بیان کر دے گی اور وہ جیسا مشورہ دے گا ویسا کرے گی۔ لیکن اب جو اس نے عمرو کے بارے میں تشویش ناک خبریں سُنیں تو دُنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر ہو گئی۔ آخر اُس نے فیصلہ کر لیا کہ خواہ جان چلی جائے مجھے عمرو کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دوسرے دن ملکہ حیرت کی جاگیر کے شاہی میدان میں ایک جانب دانا جادو، مصوّر جادو اور ملکہ حیرت سرداروں کے جلو میں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ سامنے فاصلے پر ایک چبوترے پر عمرو بندھا ہُوا بیٹھا تھا۔ اِرد گرد جلّاد ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے اور ان کے عقب میں محافظوں کی فوج صف

تھی۔ میدان کے دائیں بائیں شہر کے مرد عورتوں اور بچّوں کے ہجوم تھے
و کے قتل کا وقت قریب آتا جا رہا تھا۔ بالآخر ملکہ حیرت نے اپنا رُومال
میں لہرا کر جلّادوں کو اِشارہ کیا۔ بس اسی موقع پر آناً فاناً وہ کچھ ہو
جس کی نہ عمرو کو توقع تھی نہ تماشا دیکھنے والوں کو۔ اکبارگی کوئی چیز
سے آکر عمرو پر گری اور جس تیزی کے ساتھ آئی تھی اسی تیزی سے اس کو
کر آسمان میں گُم ہو گئی۔ سب کے مُنہ کھُلے کے کھُلے رہ گئے۔ سب سے پہلے
حیرت کو اس مُعاملے کا اِحساس ہوا۔ وہ تیر کی طرح سیدھی آسمان کو اُٹھی
ناریل اور ترنج مارتی ہُوئی اُس کا تعاقب کرنے لگی۔ جلد ہی اُسے کوئی چیز
سے نیچے گرتی ہوئی دکھائی دی۔ اس نے جھپٹ کر اسے دبوچ لیا
نے والی چیز عمرو تھی۔ حیرت سمجھی کہ اُوپر سے آنے والے نے ڈر کر عمرو کو
ڑ دیا ہے۔ اس کا پیچھا چھوڑ کر وہ فاتحانہ نعرے لگاتی ہُوئی میدان میں
پس اُتری۔ عمرو کو زمین پر پٹختے ہُوئے اس نے ایک سردار کو اِشارہ کیا اور اس
ڑھ کر تلوار کے ایک ہی وار سے عمرو کی گردن جُدا کر دی۔

یہ دیکھ کر جو لوگ دُور تھے خوشی سے تالیاں بجانے، ناچنے اور شور و غل کرنے
لیکن جو قریب تھے ان سب کے چہرے فق ہو گئے۔ عمرو کی گردن سے نہ خون
نہ اس کی لاش تڑپی اور یہ سب ہوتا بھی کیسے جس کی گردن اڑائی گئی
و عمرو کی شکل کا ایک پُتلا تھا۔

ملکہ مخمور جب عمرو کو چھڑانے کا فیصلہ کر کے چلی تھی تو اُس نے تعاقب
والوں کو دھوکا دینے کے لیے عمرو کی شکل کا ماش کے آٹے کا پُتلا

ساتھ لے لیا تھا۔ اس کا یہ منصوبہ کام یاب رہا۔

ملکہ مخمور عمرو کو لیے ہوئے سیدھی اپنے محل پہنچی۔ اسے معلوم تھا کہ جلد ہی افراسیاب کو اصل حقیقت معلوم ہو جائے گی لہٰذا اس کے انتقام سے بچنے کے لیے اس نے فیصلہ کیا کہ فی الحال اپنی خالہ نسترن جادو کے یہاں جا کر پناہ لے۔ اس نے دریائے سحر میں غوطہ لگایا اور خفیہ طلسمی راہ سے اپنی خالہ کے یہاں جا پہنچی۔

اس عرصے میں افراسیاب بھی اپنی نانی ملکہ ماہی زمرد رنگ کے پاس سے واپس آ چکا تھا۔ عمرو کے غائب ہونے کی خبر سن کر وہ باغ سیب میں آیا۔ یہ بات ثابت تھی کہ عمرو کو لے جانے والا طلسم باطن ہی کا کوئی بڑا جادوگر تھا۔ اس نے کتاب سامری کھول کر حال معلوم کیا تو ساری حقیقت اس پر ظاہر ہو گئی۔ یہ بھی پتا چل گیا کہ عمرو اور مخمور ملکہ نسترن جادو کے محل میں ہیں۔

افراسیاب نے ایک کے بعد ایک نامور جادوگر سردار ان تینوں کو پکڑ لانے کے لیے روانہ کیے لیکن جو پہنچا نسترن اور مخمور نے انھیں خاک خون میں ملا دیا۔ لیکن افراسیاب کی سلطنت میں رہتے ہوئے آخر وہ کب تک اس کے جادوگروں سے نپٹتی رہتیں۔ عمرو کے مشورے پر یہی بات انھوں نے بہتر سمجھی کہ یہاں سے نکل کر ملکہ مہ رخ کے پاس جا پہنچیں۔

انھوں نے اپنی شکل کے پتلے محل میں چھوڑے اور چپکے سے اڑن تخت پر بیٹھ کر ملکہ مہ رخ کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گئیں۔

افراسیاب کو یہ خبر ملی تو اس نے صرصر کو حکم دیا کہ تو جا کر غداروں کو اٹھا لا۔ صرصر چلی گئی لیکن افراسیاب کا دل پھر بھی نہ مانا۔ اس نے طلسم باطن کی ان پانچ مشہور کٹنیوں کو طلب کیا جو اپنے مکارانہ کارناموں کے سبب پورے طلسم ہوشربا میں مشہور تھیں۔ ان میں ہوشیار نام کی کٹنی سب کی استاد تھی۔ افراسیاب نے اس کو حکم دیا کہ جس طرح بن پڑے مخمور کو لا کر حاضر کرو۔

اس کے بعد اس نے ملکہ حیرت سے کہا "تم اسے ساتھ لے کر اپنی چھاؤنی میں پہنچو۔ میں مہ رخ وغیرہ کی فکر کرتا ہوں۔"

ملکہ حیرت اپنی چھاؤنی میں جا پہنچی۔ وہاں سے ہوشیار کٹنی فقیرنی کے بھیس میں مہ رخ کے لشکر میں گئی۔ اپنی چرب زبانی سے اس نے ملکہ مہ رخ کا دل جیت لیا اور باورچن کی حیثیت سے اس کی بارگاہ میں رہنے لگی۔ ایک دن وہ مخمور پر قابو پا کر اسے لے بھی اڑی تھی مگر عمرو کے ہاتھ سے ماری گئی۔

افراسیاب نے یہ خبر سنی تو ایک مشہور جادوگر سردار غربال جادو کو بلا کر حکم دیا کہ وہ اپنی فوج کے ساتھ ملکہ حیرت کے پاس جا پہنچے اور مہ رخ سمیت سارے باغیوں کو گرفتار کر لائے۔ غربال جادو زبردست جادوگر تھا۔ اس کے پاس ایک ایسا جادوئی جال تھا کہ جب دشمن پر کوئی جادو کارگر نہ ہوتا تو جال

کو ان پر پھینک دیتا اور سارے دشمن، خواہ وہ کتنے ہی بڑے
جادوگر کیوں نہ ہوں، خود بخود جال میں پھنس کر لٹکنے لگتے تھے۔

غربال جادو اپنی فوج کے ساتھ اسی شام ملکہ حیرت کے پاس
جا پہنچا۔ ملکہ حیرت نے اس کا شایانِ شان استقبال کیا۔ اس
کے لشکر کو اپنی چھاؤنی کے قریب ٹھہرایا البتہ عیّاروں کے ڈر
سے اسے مشورہ دیا کہ وہ قریبی پہاڑوں کے کسی غار میں قیام
کرے اور اردگرد سحر کا گھیرا قائم کر دے۔ غربال نے ایسا ہی
کیا۔ ملکہ حیرت نے اس رات غربال جادو کے نام سے طبلِ جنگ
بجوایا۔ ملکہ مہ رُخ نے یہ آواز سُنی تو اس نے بھی اپنے لشکر
میں جنگی نقارے بجائے جانے کا حکم دیا۔

دُوسرے دن ایک جانب سے غربال اور دُوسری جانب سے
ملکہ مہ رُخ کی فوجیں میدان میں آ کر ڈٹ گئیں۔ کچھ دیر تک
دونوں جانب کے مشہور سردار ایک ایک کرکے آپس میں لڑتے
رہے۔ پھر دونوں فوجیں نعرے لگاتی ایک دُوسرے پر ٹوٹ پڑیں
غربال سب سے الگ تھلگ ایک جگہ اپنا طلسمی جال لیے
کھڑا رہا۔ آخر میں جب ملکہ مہ رُخ کی فوج کا پلّہ بھاری ہونے
لگا تو نعرہ مار کر اس نے اپنا طلسمی جال آسمان پر اُچھال دیا۔
دیکھتے ہی دیکھتے مہ رُخ سمیت اس کے لشکر کے سارے جادُوگر
اور سپاہی بے اختیار اپنی جگہ سے اُچھلے، جال نے اُن کی

دنیں جکڑ لیں اور وہ سب بے بس ہو کر اس میں لٹکنے لگے۔
میں عمرو بھی شامل تھا۔

یہ وہ وقت تھا کہ طلسم ہوش رُبا کے قریب ایک دُوسرے
سم نُور افشاں کا بادشاہ، کوکب روشن ضمیر اپنی شاہزادیوں کی
نوں اُڑان کا مقابلہ دیکھ رہا تھا۔ کوکب اور افراسیاب بچپن میں
جماعت تھے۔ دونوں نے ایک ہی اُستاد سے جادُو سیکھا تھا
ر دونوں اپنی اپنی سلطنت کے خُود مختار بادشاہ تھے۔ ان کے
میان دشمنی تو نہ تھی مگر گہرے دوستانہ تعلقات بھی نہ تھے۔
سیاب مغرُور تھا۔ خُود کو بڑا سمجھتا تھا اور کوکب اس کی پروا
رتا تھا۔

جو شاہزادیاں اُڑان کا مقابلہ کر رہی تھیں ان میں کچھ تو
کوس اُوپر اُڑ کر رہ گئیں، کچھ پانچ کوس کے قریب اُوپر جا
چیں لیکن کوکب کی بیٹی شہزادی بُرّاں شمشیر زن جو اُڑی تو تارہ
گئی۔ دُوسرا کوئی اس کی ہوا کو نہ پا سکا۔

اسی موقع پر اس کی نظر اس میدان پر جا پڑی جہاں مہ رُخ
ربال جادُو کی فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی تھی اور اس وقت
رُخ سمیت اس کی ساری فوج طلسمی جال میں پھنسی لٹک رہی

ایسا تماشا اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ ڈبکی مار کر سیدھی اس

جال کے اُوپر جا پہنچی۔ اتّفاق سے اس کی نظر عمرو پر جا پڑی۔ اس
شکل وصورت کا عجیب سا آدمی اس کے لیے ایک اعجوبہ تھا۔ اس نے
خیال کیا کہ اس اعجوبے کو لے جا کر اپنے والد کو دکھانا چاہیے۔ بس
یہ سوچتے ہی جھپٹا مار کر اس نے عمرو کو دبوچا اور لے اُڑی۔ وہ
ایک خودمختار شہنشاہِ طلسم کی بیٹی تھی۔ عزبال کا طلسمی جال اس
پر کچھ اثر نہ کر سکا۔

بُراّں عمرو کو لے کر اُڑتی ہوئی اپنے باپ کے پاس جا پہنچی۔
عمرو بے ہوش ہو چکا تھا۔ اسے ہشیار کیا اور اپنے باپ سے پوچھنے
لگی: "ابّا حضور! یہ کون سی مخلوق ہے؟"

عمرو بول پڑا "میں ایک پردیسی ہوں۔ افراسیاب مجھ سے خراج
مانگتا تھا۔ نہ دے سکا تو جال میں باندھ کر لٹکا دیا۔ اب یا تو اس
کے نام کوئی سفارشی خط لکھ دو یا اتنا رُوپیہ دے دو کہ لے جا کر اس
کا مُنھ بھر دوں اور جان چھڑاؤں۔"

کوکب نے پوچھا "تجھے کوئی ہُنر بھی آتا ہے؟" عمرو نے جواب دیا "میں
خاندانی گوّیا ہوں۔ ناچنا گانا آتا ہے۔" کوکب نے یہ سن کر کچھ غور کیا اور حکم دیا کہ
طلسمی کتاب لائی جائے کہ حقیقت اس کی معلوم کروں۔ یہ کتاب سامری قسم کی
چیز تھی۔ کتاب میں اس نے دیکھا تو لکھا تھا "یہ عمرو عیّار ہے۔ افراسیاب کا خطرناک
دُشمن ہے۔ طلسمِ ہوش رُبا کے خاتمے کے دن آ پہنچے ہیں۔ طلسمِ نُورافشاں کے
بادشاہ کا مرتبہ بُلند ہوگا۔" آئندہ کے واقعات "عمرو کی پریشانی" میں پڑھیے

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام عبدالسلام پرنٹر اور پبلشر

عمرو کی پریشانی

خطرناک جنگ

داستانِ طلسمِ ہوش رُبا کا ساتواں حصہ "عمرو کا انتقام" اس مقام پر ختم ہُوا تھا۔

عمرو، مہ رُخ اور اس کی ساری فوج غربال جادو کے طلسمی جال میں لٹک کر بے بس ہو جاتی ہے۔ اس اثنا میں طلسمِ نُور افشاں کے بادشاہ کوکب روشن ضمیر کی بیٹی ملکہ بُرّاں شمشیر زن اُڑتی ہوئی وہاں آپہنچتی ہے۔ وہ عمرو کو ایک عجیب مخلوق جان کر جال میں سے نکال لے جاتی ہے اور جا کر اپنے باپ کے سامنے پیش کرتی ہے۔ کوکب طلسمی کتاب دیکھ کر عمرو کی اصل حقیقت سے باخبر ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد حالات اس طرح ہیں:

یکایک کوکب کے دِل میں عمرو سے دوستی پیدا کرنے کا خیال ہوا۔ شہزادیوں سمیت وہ عمرو کو لے کر محل میں آیا اور بیش بہا جواہرات اور قیمتی موتی اسے تحفے کے طور پر دیے اور بولا:

"خواجہ! تمھارا سچّا حال مجھ پر ظاہر ہو چکا ہے۔ اب جھوٹ

بولنے یا ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تمھارا ہمدرد ہوں۔ شکر ہے کہ میری بیٹی تمھیں اُٹھا لاتی۔ ورنہ غربال کے جال سے نکلنا مشکل تھا۔ تمھارے ساتھیوں کی زندگی اب بھی خطرے میں ہے۔ افراسیاب وہاں پہنچے گا تو سب کو ہلاک کر دے گا۔" یہ کہہ کر کوکب کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگیا اور پھر رُک رُک کر کہنے لگا:

"غربال جادُو جس غار میں پناہ لیتا ہے۔ اُس کے دہانے پر چار طلسمی اژدہے پھنکارتے ہیں۔ جب تک غربال نہ مارا جائے گا، تیرے ساتھیوں کی رہائی مشکل ہے۔"

محل کا سازوسامان اور بادشاہ اور شہزادیوں کے جگمگاتے تاج اور زیورات دیکھ کر عمرو لالچ سے بے قرار ہوگیا۔ وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ کیا ترکیب کی جائے جو یہ سارا مال جلدی سے قبضے میں آئے۔ آخرکار اس کا دماغ کام کرگیا۔ اس نے کوکب سے کہا۔ "اے شہنشاہ! شہزادی صاحبہ نے مجھے دشمن سے چھڑا کر حضور کی زیارت کرائی۔ حضور مہربان ہوئے۔ تحفے عنایت کیے غربال کے ٹھکانے سے آگاہ کیا۔ اتنے بھاری احسانات کا بوجھ برداشت کرنا میرے لیے ہرگز ممکن نہیں۔ یا تو میرا دل بیٹھ جائے گا یا پھر کھوپڑی غبارے کی طرح پھٹ جائے گی۔ ہاتھ جوڑ کر صرف اتنی سی درخواست کرتا ہوں کہ فی الحال مجھے ہر شخص کو اپنے ہاتھ سے ایک شربت کا گلاس پیش کرنے کا موقع دیجیے۔"

کوکب نے اس کی یہ درخواست منظور کرلی اور آب دار کو اشارہ کیا جس نے شربت کی صراحی اور پیالے ایک طشت میں لاکر عمرو کے سامنے رکھ دیے۔

خواجہ عمرو تو اپنے فن میں اُستاد تھے ہی۔ بڑی صفائی سے شربت کی صراحی میں سفوفِ بے ہوشی ملا دیا۔ لیکن انھیں بادشاہ طلسمِ نورافشاں کی طاقت کا صحیح اندازہ نہ تھا۔ جیسے ہی ایک گلاس شربت بھر کے اُنھوں نے کوکب کے سامنے پیش کیا۔ گلاس پر نظر ڈالتے ہی اُسے عمرو کی اُستادی کا پتا چل گیا۔ اس کے ابروؤں پر بل پڑ گئے۔ چہرے کا رنگ بدل گیا۔ مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ اس نے کہا:

"عمرو! کیا میری نیکیوں کا یہی بدلہ ہے؟ احسان کا بوجھ بے ہوشی ملے شربت سے اُتارا جاتا ہے؟"

اچانک بھانڈا پھوٹ جانے سے عمرو پہلے تو سٹ پٹا گیا مگر بات بناتے ہوئے بولا۔ "عالی جاہ! میرے دل میں ہرگز کوئی برا ارادہ نہ تھا۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا حضور واقعی روشن ضمیر ہیں۔ براہِ کرم مجھے معاف فرمایئے۔ آیندہ کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اس کے پیروں پر گر کر غلطی معاف کرانے کی نیت سے آگے بڑھا۔ مگر کوکب نے کہا: "خواجہ! تم بہت مکار ہو۔ تمھارا

اعتبار میرے دِل سے اُٹھ گیا ہے۔ تم اسی لائق ہو کہ طلسم ہوش رُبا
میں واپس جاؤ اور افراسیاب کی جوتیاں کھاؤ۔"

عمرو چاہتا تھا کہ اس کے پیروں پر گر کر منّت سماجت کرے
کہ کوکب نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اور کوئی منتر پڑھ کر زور
سے دھکا دیا۔ عمرو دھڑام سے پیچھے جا گرا پھر فرش پر پانے کی
بجائے اِس نے خود کو ہوا میں تیزی سے قلابازیاں کھاتے محسوس
کیا۔ ڈر کے مارے اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اُسے ایسا لگ رہا
تھا کہ میں ایک تنکا یا روئی کا گالا ہوں جسے تیز رفتار آندھی اُڑائے
لیے جا رہی ہے۔

کچھ دیر بعد اچانک اُسے اپنی پیٹھ کے نیچے نرم نرم گھاس کا
احساس ہُوا۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ ایک
پہاڑی علاقے میں گھاس کے ایک گھٹے پر پڑا ہُوا ہے۔ اِرد گرد دُور
دُور تک چٹانوں اور پہاڑوں کا سِلسلہ پھیلا ہُوا ہے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا
اور ایک قریبی چوٹی پر چڑھنے لگا۔ وہ زیادہ اُوپر نہ گیا ہو گا کہ ایک
بڑی ٹول کے پیچھے اُسے ایک غار کا دہانہ دکھائی دیا۔ غار کے اُوپر
نیچے اور دائیں بائیں چار اژدہے بیٹھے پھُنکار رہے تھے۔

یہ دیکھ کر عمرو کو کوکب کی بات یاد آ گئی اُسے یقین ہو گیا کہ
یہ غربال جادو کی پناہ گاہ ہے۔ میدانِ جنگ اور اس کی لشکر گاہ
یہاں سے بہت زیادہ دُور نہیں ہے۔ طلسم نُور افشاں سے آناً فاناً

یہاں پہونچ جانے پر اسے خوشی کے ساتھ حیرت بھی ہو رہی تھی۔
وہ سوچنے لگا:

"کوکب یقیناً میرا حامی اور دوست ہے۔ بظاہر اس نے
ناراض ہو کر مجھے دھکا دیا۔ لیکن اس کا مطلب یہی تھا کہ میں جلد
سے جلد یہاں پہنچ کر غربال جادو کا خاتمہ کر کے اپنے ساتھیوں
کو اس کے جال سے چھڑاؤں۔ ہو سکتا ہے کہ افراسیاب حیرت کی
چھاؤنی میں آ پہونچا ہو یا آنے ہی والا ہو۔ اگر میں کوکب کے دربار
میں ہی رہ جاتا تو میرے ساتھیوں کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔
یقیناً غربال جادو اِس وقت اپنے غار میں موجود ہے۔ اور میرے
ساتھی اب تک اس کے جال میں لٹکے ہوئے ہیں۔"

عمرو کا یہ خیال سو فیصد دُرست تھا۔ جب غربال جادو نے
ملکہ مہ رُخ کی فوج کا جنگ میں غلبہ دیکھ کر اپنا طلسمی جال آسمان
پر پھینکا اور مہ رُخ کی فوج کے لوگ اِس جال میں پھنس کر لٹکنے
لگے تو غربال جادو نے جا کر ملکہ حیرت سے بڑے فخر کے ساتھ کہا
تھا "ملکہ صاحبہ! بارگاہ سے نکل کر دشمنوں کا حال ملاحظہ فرمائیں"
ملکہ حیرت فوراً ہی غربال کے ساتھ بارگاہ سے باہر نکل کر گرفتار
دشمنوں کی حالت کا مُعاینہ کرنے لگی۔ عمرو، مہ رُخ اور ہزاروں باغیوں
کو جال میں لٹکا ہُوا دیکھ کر اس کا دِل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ یہ
منظر اُسے بڑا ہی دلچسپ محسوس ہُوا۔ دشمنوں کا بغور جائزہ لینے پر

اُسے پتا چلا کہ ویسے تو سب ہیں۔ مگر عمرو کے عیار شاگرد نہیں ہیں۔ اس نے غربال جادو سے کہا،

"میں شہنشاہ کو یہ دلچسپ منظر دیکھنے کے لیے دعوت نامہ بھیج رہی ہوں۔ ان کے آنے میں کچھ وقت لگے گا۔ عمرو کے عیار شاگرد جال میں نہیں ہیں۔ ان سے احتیاط برتنا ضروری ہے۔ تم جاکر اپنی پناہ گاہ میں قیام کرو۔ جیسے ہی شہنشاہ تشریف لائیں گے میں تمھیں بلوا بھیجوں گی۔"

ملکہ حیرت کی اس ہدایت کے مطابق غربال جادو اپنی پناہ گاہ میں جاکر آرام کرنے لگا تھا۔ جس وقت عمرو غربال کے غار کے پاس پہنچا۔ افراسیاب باغِ سیب سے روانہ ہو رہا تھا اور ملکہ حیرت اس کے استقبال کی تیاریاں کر رہی تھی۔

عمرو جانتا تھا کہ غربال جادو کی طلسمی پناہ گاہ میں داخل ہونا مشکل ہے۔ اسی طرح اُسے باہر بُلا کر دھوکے سے ہلاک کرنا بھی آسان نہیں۔ یہی باتیں سوچ کر اُس نے ملکہ حیرت کی ایک خواص کا بھیس بھرا۔ زنبیل میں سے سونے کی ایک تھالی اور خوان پوش نکالا۔ طرح طرح کے خوش رنگ پکوان تھالی میں سجا کر اس پر خوان پوش ڈھانپا اور غار کے دہانے سے دُور کھڑا ہو کر غربال جادو کو آوازیں دینے لگا۔

غربال جادو سمجھا شاید شہنشاہ تشریف لے آئے ہیں اور ملکہ حیرت

نے وعدے کے مطابق کسی کو اطلاع دینے بھیجا ہے۔ وہ جلدی سے غار کے باہر آگیا اور نقلی خواص سے سوال کیا۔ "کیا شہنشاہ افراسیاب تشریف لے آئے ہیں؟"

نقلی خواص نے جواب دیا۔ "جی نہیں۔ ابھی ان کے آنے میں دیر ہے۔ آپ نے جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کی خوشی میں ملکہ حیرت نے اپنے ہاتھ سے کچھ پکوان پکائے ہیں جو میں لے کر حاضر ہوئی ہوں۔ ملکہ نے اپنے سر کی قسم دے کر کہا ہے کہ آپ یہ پکوان کھائیں اور جب تک شہنشاہ کی آمد کی اطلاع نہ ملے غار ہی میں آرام کریں۔"

ملکہ کی یہ عنایت دیکھ کر غربال جادو کی باچھیں کھل گئیں۔ فخر سے اس کا سینہ پھول گیا۔ گردن اکڑ گئی۔ اس نے ایک کنیز سے تھالی لے لی اور پکوان کھاتا ہوا اپنی پناہ گاہ کے اندر چلا گیا۔

عمرو کو اندازہ ہو چکا تھا کہ میدانِ جنگ یہاں سے کس طرف اور کتنی دُور ہوگا۔ جب غربال جادو پکوان کھاتا ہوا اپنی پناہ گاہ داخل ہوگیا تو ایک چٹان کی اوٹ میں ہو کر عمرو نے اپنا بہروپ ختم کیا اور قریبی درّے کو پار کر کے ایک سمت تیزی سے دوڑنے لگا۔ وہ جلد سے جلد اس میدان میں پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں اس کے ساتھی غربال جادو کے طلسمی جال میں

لٹک رہے تھے اسے اندیشہ تھا کہ غربال جادو کے مرنے پر جو جال اچانک ٹوٹے گا تو اس کے ساتھی نیچے گر کر زخمی ہو جائیں گے۔

اب آپ سوچیں گے کہ عمرو کو غربال جادو کے مر جانے کا یقین کیسے ہو گیا؟ بات یہ ہے کہ اس نے غربال کو پکوان کھاتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ اور پکوان میں بے ہوشی کی دوا کے بجائے ایسا خطرناک زہر شامل تھا جو پیٹ میں پہنچنے کے چند ہی لمحوں بعد حلق کو بند اور پیٹ کو مشک کی طرح پھلا دیتا تھا اور اس کے بعد جلد ہی جسم کی ساری رگیں پھٹ جاتی تھیں۔

ملکہ حیرت جادو کی جاگیر میں گھر جانے پر عمرو اس خطرناک زہر کا تجربہ کر چکا تھا۔ وہ زبردست جادوگر جن تک طلسمی حفاظت کے سبب عمرو کا ہاتھ نہ پہنچ پاتا تھا، یا جن پر کوئی حربہ کارگر نہ ہوتا تھا اسی زہر سے ہلاک ہوئے تھے۔

اب ایک جانب سے عمرو تیزی کے ساتھ میدان کی طرف بھاگ رہا تھا، دوسری جانب سے افراسیاب اڑا چلا آرہا تھا دونوں اپنی اپنی سوچ کے ساتھ غربال جادو کے جال کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے۔ لیکن دونوں میں سے کوئی آدھے سے زیادہ فاصلہ نہ طے کر پایا تھا کہ زبردست تاریکی نے پہاڑوں کو

ڈھانپ لیا زور دار آندھیاں چلنے لگیں رونے پیٹنے کی طلسمی آوازیں ہر طرف گونجنے لگیں۔ چند لمحے بعد رفتہ رفتہ سناٹا چھا گیا۔ پھر ایک درد انگیز آواز میں کسی کے یہ الفاظ دور دور تک سنائی دیے۔ عمرو عیار نے مجھے زہر دے کر ہلاک کیا۔ میرا نام غربال جادو تھا۔

اس آواز کے ساتھ ہی وہ طلسمی جال جس میں عمرو اور اس کی فوج کے لوگ لٹکے ہوئے تھے دھواں بن کر غائب ہو گئے دیر تک لٹکے رہنے کے سبب تقریباً سبھی بے حال ہو چکے تھے۔ کتنوں کی آنکھیں ابل پڑی تھیں۔ کتنے بے ہوش ہو چکے تھے۔ کتنوں کی زبانیں باہر نکل آتی تھیں۔ جال کے غائب ہوتے ہی سب پکے ہوئے پھلوں کی طرح تیزی سے زمین کی طرف چلے۔

ملکہ ماہ رخ، شکیل، بہار، مخمور، فرمانیہ، کاکل کشا، ناہید اور رعد جیسے لوگوں کی حالت دوسروں سے کچھ بہتر تھی۔ ساری فوج کو ایک ساتھ بے بسی کے عالم میں بلندی سے زمین کی طرف گرتے دیکھ کر انھوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور جلدی جلدی منتر پڑھ کر گرنے والوں کو چوٹ سے بچانے کا انتظام کیا۔ کسی کے منتر سے ایک بہت بڑا حفاظتی جال نیچے تن گیا جس پر گر کر ہزاروں آدمی بچ گئے۔ کسی کے منتر سے زمین پر دور دور تک نرم گھاس پیدا ہو گئی۔ کسی کے منتر سے گرنے والوں کو طلسمی پرندوں نے اپنی پیٹھ پر سنبھال لیا غرض چند ایک کے سوا کسی کو کوئی خاص چوٹ نہیں آئی۔ سب آرام

سے زمین پر پہنچ گئے۔

اب میدانِ جنگ میں اِن پر حملہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔ غربال جادو کی فوج کبھی کی اپنی چھاؤنی میں جا چکی تھی اور بہت دور ملکہ حیرت افراسیاب کے اِستقبال کی تیاریاں کر رہی تھی۔ ملکہ مہ رُخ نے سحر پڑھ کر اپنی فوج کے لوگوں کی کمزوری دُور کی اور فتح کے شادیانے بجاتی اپنی چھاؤنی کی طرف چل دی۔

نقاروں کی آواز سُن کر ملکہ حیرت جب اس طرف مُتوجہ ہوئی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ نہ طلسمی جال کہیں نظر آرہا تھا نہ اِس میں لٹکے ہُوئے قیدی۔ البتہ ملکہ مہ رُخ فتح کے شادیانے بجاتی فوج کے ساتھ اپنی چھاؤنی کی طرف جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ حیرت کے غُصّے کی انتہا نہ رہی۔ اس نے اپنی ساری فوج کو کمربندی کرنے اور ملکہ مہ رُخ کی فوج پر لوٹ پڑنے کا حکم دیا۔

اس موقع پر مُصوّر جادُو ملکہ حیرت کے پاس آپہنچا۔ اُس نے باغیوں کا خاتمہ کرنے کا عہد کر رکھا تھا مگر اپنی کارروائی شروع کرنے سے پہلے وہ اپنی خُفیہ پناہ گاہ سے سارے باغیوں کی تصویریں تیار کرنے میں مصرُوف تھا۔ ملکہ حیرت کو فوج کشی سے منع کرتے ہُوئے اُس نے اُسے شہنشاہ کا انتظار کرنے کی تلقین کی۔

دونوں میں باتیں ہو رہی تھیں کہ افراسیاب بھی آپہنچا۔ ملکہ حیرت نے اس سے کہا۔ "غربال جادُو نے عمرو سمیت سارے باغیوں کو اپنے

جال میں لٹکا دیا تھا۔ چند لمحے پہلے تک وہ سب اسی حالت میں تھے کہ اچانک چھُوٹ گئے۔ یقیناً کسی نے غربال جادُو کو اس کی پناہ گاہ میں پہنچ کر ہلاک کر دیا ہے۔ یہ کام عیاروں کے بس کا نہیں۔ ضرور یہ کسی ہمارے ہی سردار نے غداری کی ہے۔ حضور کتاب سامری دیکھ کر پتا لگائیں۔ دُشمن سے پہلے اب ہمیں غدار کی گردن ناپنی چاہیے۔"

افراسیاب نے خامُوشی کے ساتھ کتاب سامری نکالی اور اس میں لکھی ہُوئی حقیقت مُلاحظہ کرنے لگا۔ عبارت پڑھ کر اس نے کچھ دیر خامُوشی اِختیار کی پھر کہنے لگا۔ "غربال جادُو کو تو عمرو نے ہلاک کیا ہے۔"

ملکہ حیرت سے ضبط نہ ہوسکا۔ وہ بیچ میں بول پڑی۔ "مگر عمرو کو میں نے خُود اپنی آنکھوں سے جال میں لٹکا دیکھا تھا۔ وہ غربال جادُو کی پناہ گاہ تک کیسے پہنچا؟"

افراسیاب نے جواب دیا۔ "تم ٹھیک کہتی ہو ملکہ! بے شک عمرو بھی جال میں گرفتار تھا۔ مگر اُسے ملکہ بُراں اُٹھا کر طلسمِ نور افشاں لے گئی تھی اور کوکب نے اُسے غربال جادُو کی پناہ گاہ کے سامنے پہنچا دیا تھا۔"

ملکہ حیرت نے یہ سُنتے ہی زانوؤں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "ہے ہے! یہ تو غضب ہوگیا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ طلسمِ نور افشاں

کا بادشاہ کوکب بھی ہمارے دُشمنوں سے مِل گیا ہے۔"

مُصوّر جادُو کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ وہ بولا "کوئی پروا نہیں اگر کوکب نے پھر دُشمنوں کی مدد کی تو اِس کی بھی تصویر بناؤں گا۔ اِتنا ذلیل کروں گا کہ طلسمِ ہوش رُبا ہی میں نہیں خود طلسمِ نُورافشاں میں کسی سے نِگاہ نہ مِلا سکے گا۔"

افراسیاب نے تسلّی دیتے ہُوئے کہا "فکر نہ کیجیے میں عنقریب چاہِ زمرّد پر، کہ دنیا بھر کے جادُوگروں کی زیارت گاہ ہے، میلا لگانے کا اِنتظام کرتا ہُوں۔ سامری کی عِنایت سے سارے مُعاملے خواہش کے مُطابق نپٹ جائیں گے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

یہ کہہ کر افراسیاب اِن سے رُخصت ہوکر اِسی وقت اُلٹے پاؤں باغِ سیب واپس ہوگیا۔ مُصوّر جادُو اُس وقت تک بہت سے باغی سرداروں کی تصویریں تیار کرچکا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر میلے سے پہلے ہی میں نے باغیوں کا خاتمہ کر دیا تو میرا بڑا نام ہوگا۔ افراسیاب اور میلے میں اکٹھے ہونے والے دوسرے طلسم کے بادشاہوں پر میرا سِکّہ بیٹھ جائے گا۔

اسی خیال سے اس نے ملکہ حیرت کو جنگ کے نقارے بجوانے پر آمادہ کرلیا۔ نقاروں کی آوازیں گُونج پیدا کرنے لگیں تو وہ وہاں سے اپنی چھاؤنی میں جا پہونچا اور فوج کو جنگ کے لیے تیار کرنے لگا۔

یہ وہ وقت تھا کہ ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی میں عمرو بھی پہنچ چکا تھا اور سب غربال جادُو پر فتح پانے کی خوشیاں منا رہے تھے۔ ملکہ مہ رُخ، ملکہ مخمور، ملکہ بہار تینوں عمرو کی آپ بیتی سُن کر اس بات پر بے حد مسرُور تھیں کہ عمرو طلسمِ نُورافشاں میں جا کر شاہ کوکب سے مل آیا ہے اور کوکب نے ناراض ہونے کے باوجود عمرو سے بدسلوکی نہیں کی۔ خاص طور ملکہ مخمور کا خیال تھا کہ ضرورت پڑنے پر کوکب عمرو کو نہ صرف معاف کرسکتا ہے بلکہ افراسیاب کے خلاف کچھ نہ کچھ مدد بھی دے سکتا ہے۔

وہ سب اِنھی باتوں میں مگن تھے کہ ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں بجتے ہُوئے جنگی نقاروں کی آواز نے انھیں چونکا دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد جاسوسوں نے آکر اِطلاع دی۔ "جنگی نقارے مُصوّر جادو کے نام پر بجائے جا رہے ہیں۔ کل صُبح وہ ہم سے جنگ کرے گا۔"

مُصوّر جادُو کا نام سنتے ہی ملکہ مہ رُخ سمیت سارے سرداروں اور شہزادیوں کے حلق خشک ہوگئے۔ سب جانتے تھے کہ وہ سامری کا پوتا اور زبردست جادُوگر ہے۔ جس کی تصویر بنا کر مُقابلے پر آتا ہے اُسے نیچا دکھا کر ہی چھوڑتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس کی موت کا راز کوئی نہیں جانتا۔ کسی کا کوئی بھی حربہ اُسے ہلاک نہیں کر سکتا۔

سرداروں کو گم سُم دیکھ کر عمرو نے نقارچیوں کو حُکم دیا "خُدا کا

نام لے کر ہمارے لشکر میں بھی طبل بجائے جائیں۔ اگر مُصوّر زبردست ہے تو ہمارا خدا سب سے زیادہ زبردست ہے۔"

عمرو کے ان الفاظ سے شہزادیوں اور سرداروں کے حوصلے بلند ہوگئے اور سب اپنے اپنے خیموں میں جاکر جادُو جگانے لگے۔ جنگی طبل گرج گرج کر لوگوں کے دلوں میں جوش اُبھارنے لگے۔

مہ رُخ کے لشکر کے جنگی طبل کی آوازیں ملکہ حیرت نے بھی سُنیں احتیاطاً اس نے اسی وقت افراسیاب کو بھی یہ اِطلاع بھیج دی کہ مُرشد زادے نے کل صبح غدّاروں سے جنگ کرنے کا اِعلان کیا ہے۔ دُشمن بھی آمادہ و تیار نظر آتا ہے۔ کل ضرور خطرناک جنگ ہوگی۔

دُوسرے دِن صبح ایک جانب سے مہ رُخ کا لشکر میدان میں نِکلا اور دُوسری جانب سے مُصوّر جادُو کا۔ افراسیاب اِطلاع پاکر باغِ سیب سے شہرِ ناپُرساں جا پہنچا اور طِلسمی گنبدِ نُور پر بیٹھ کر، جہاں سے میدانِ جنگ کا منظر صاف دکھائی دیتا ہے، دونوں لشکروں کا مُقابلہ دیکھنے لگا۔

مُصوّر جادُو ایک ایسے گرانڈیل شیر پر سوار تھا جس کے رُوئیں رُوئیں سے شُعلے نِکل رہے تھے۔ دُشمن کو مُقابلے کے لیے صف بستہ دیکھ کر اُسے سخت جوش آیا۔ شیر کو آگے بڑھا کر وہ تنہا دُشمن کے قریب پہنچا اور للکار کر کہنے لگا:

"اے بدبختو! تُمھاری شرارت انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ تُم نے

شہنشاہِ طِلسم ہوش رُبا کو اِس درجہ پریشان کیا کہ مجھے تمھاری نصیحت کے لیے آنا پڑا۔ تُم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں خُداوندِ سامری کا پوتا ہُوں۔ شہنشاہ سے بے وفائی کرکے اور اپنے دین و ایمان سے منھ موڑ کر تم نے اپنی تباہی کو خود دعوت دی ہے۔ پھر بھی میں آخری بار تُمھیں سمجھاتا ہُوں۔ توبہ کا دروازہ اب بھی تُمھارے لیے کُھلا ہے۔ لیکن زیادہ مُہلت نہ ملے گی۔ جو بھی اپنے اوپر رحم کرنا چاہتا ہو، ہتھیار اور جھولی سحر کی پھینک کر سر جُھکائے اور ہاتھ باندھے میرے لشکر میں جا پہنچے۔ جسے اپنی جان پیاری نہ ہو، سرکشی پر مغرور ہو یہیں ٹھہرے۔ چند لمحوں بعد میں ان پر اپنا عذاب نازل کروں گا۔"

مُصوّر جادُو کی ان باتوں سے مہ رُخ کی فوج میں سنّاٹا چھا گیا سپاہیوں اور سرداروں کے چہرے زرد ہو گئے۔ لیکن کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہِلا۔ ملکہ بہار جادُو کو یہ دیکھ کر سخت غیرت آئی دُور سے اشارے کے ذریعے اس نے ملکہ مہ رُخ سے اجازت لی۔ اور اپنے طِلسمی مور کو دوڑاتی ہوئی مُصوّر جادُو کے سامنے جا ڈٹی۔ جھولی سے جادُوئی گلدستہ نکال کر اس نے مُصوّر کو للکارا "سامری کے بدنصیب پوتے! اپنے عذاب کا نمونہ مجھے تو دِکھا۔"

مُصوّر بہار کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر پہلے ہی تیار ہو چکا تھا اُس نے جھولی سے ایک صندوقچی نکالی اور اس میں سے ملکہ بہار کی تصویر نکال کر اس کی طرف پھینک دی۔ عین اسی وقت بہار نے بھی

اپنا گُلدستہ مُصَوّر کی طرف پھینکا۔ تصویر نے لپک کر وہ گلدستہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوا جیسے ہُوبہُو ایک جیسی دو بہار آمنے سامنے کھڑی ہیں۔ تصویر نے مُسکراتے ہوئے اصلی بہار سے کہا۔ "کیوں بہن! کیا ہم سے خفا ہو؟"

یہ کہہ کر اس نے ملکہ بہار کا گُلدستہ قہقہہ لگا کر ہوا میں اُچھال دیا۔ قہقہے کے ساتھ ہی تصویر کے مُنہ سے طلسمی شعلے نکلے اور بہار کے گُلدستے کے پھول ان شعلوں سے جل کر راکھ ہو گئے۔ بہار کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا۔ مگر پھرتی سے اس نے ایک اور گلدستہ نکال کر تصویر کی طرف پھینک دیا۔ تصویر نے اُسے بھی قہقہے کے شعلوں سے جلا دیا اور جلدی سے ایک آئینہ نکال کر ملکہ بہار کے سامنے کر دیا۔ بہار اپنے آئینے کو دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگی اور اس کی گھگھی بندھ گئی۔ حتیٰ کہ بے ہوش ہو کر دھڑام سے گر پڑی۔

تصویر نے لپک کر بہار کو پنجوں میں دبوچا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُسے مُصَوّر جادُو کی چھاؤنی کی طرف لے اُڑی۔

ملکہ مہ رُخ، ملکہ مخمور، شکیل، ناگن، رعد اور دوسرے نامور سردار اپنی فوجوں کو للکارتے ہُوئے چاروں طرف سے مُصَوّر جادُو پر پل پڑے۔ ہر جانب سے صدہا فولادی گولے، ناریل، ترُنج، آتشیں اژدہے، انگارے، اور پتھر مُصَوّر جادُو پر برسنے لگے۔ ان حملوں کو اپنے جادُو سے رد کرتے ہوئے مُصَوّر جادُو نے صندوقچی سے دوسری تصویریں

بھی نکال نکال کر دشمن کی طرف اُچھال دیں۔ اب ایک عجیب معاملہ لشکرِ مہ رُخ کو درپیش تھا۔

ملکہ مہ رُخ جو منتر پڑھ کر وار کرتی وہی منتر اس کے خلاف اس کی تصویر پڑھتی۔ ملکہ مخمور جو جادُو مُصَوّر پر کرنا چاہتی وہی جادُو اس کی تصویر اس کی طرف لوٹا دیتی۔ جس طرح ناگن بجلی تڑپ کر مُصَوّر کی طرف بڑھتی، اسی طرح اس کی تصویر اس پر اور اس کے لشکر پر ٹوٹ پڑتی۔ جس طرح رعد چنگھاڑتا۔ اس کی تصویر بھی اسی طرح چنگھاڑتی۔

تصویروں پر تو کسی کے جادُو کا اثر نہ ہوتا البتہ تصویروں کا پلٹایا ہوا جادُو مہ رُخ کی فوج میں تباہی مچا دیتا۔ صدہا سپاہی آگ کے شعلوں میں جلنے لگے۔ صدہا فولادی گولوں سے ہلاک ہونے لگے سینکڑوں کی کھوپڑیاں چٹخ گئیں۔

عمرو اور اس کے شاگرد عیار یہ منظر دُور سے دیکھ رہے تھے۔ اور افسوس کر رہے تھے کہ بس اب کوئی دم میں ان کے لشکر کو شکستِ فاش ہوا چاہتی ہے۔ تصویروں کے علاوہ مُصَوّر کی ساری فوج بھی ہمارے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑی ہے۔

مہتر قِران سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے عمرو سے کہا "اُستاد! یہ تباہی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ اجازت دیجیے کہ جا کر جان دوں یا لشکر کو اس مصیبت سے بچانے کی تدبیر کروں۔" عمرو کچھ دیر خاموش

سے سوچتا رہا۔ اس کے بعد بولا "تم میرے سب سے لائق شاگرد ہو۔ تمھیں کچھ ہوگیا تو میرا سہارا لُوٹ جائے گا۔ میں خُود ہی جا کر کچھ کرتا ہُوں۔ پکڑا جاؤں تو بے شک چھڑانے کی کوشش کرنا۔" یہ کہہ کر وہ برق فرنگی سے بولا "دوڑتا ہوا جا۔ اپنے لشکر کے کسی جادوگر سردار کو بُلالا۔"

برق یہ اشارہ پاتے ہی میدانِ جنگ کو بھاگا۔ وہاں اُسے ملکہ سُرخ مُو کاکل کُشا مِل گئی۔ جیسے ہی برق نے اُسے عمرو کا حکم سُنایا وہ اپنا طلسمی مور اُڑاتی ہوئی عمرو کے پاس پہنچ گئی۔

عمرو نے اس سے کہا "جلدی سے ایک جادُوئی اُڑن تخت میرے لیے مہیا کرو۔ شرط یہ ہے کہ وہ میرے اشارے کے مطابق اُڑ سکے۔"

سُرخ مُو نے سحر پڑھ کر تالی بجائی۔ ایک چھتری دار تخت سامنے آموجُود ہوا۔ اس کے سامنے کے دونوں پایوں پر دو چھوٹے اور گول آئینے لگے ہُوئے تھے۔ سُرخ مُو نے عمرو سے کہا "ان آئینوں کے سبب یہ تخت آپ کی آنکھ کے اِشارے کے مطابق پرواز کرے گا۔"

عمرو نے سُرخ مُو کو رُخصت کیا اور خُود ایک سیاہ فام جادُوگر کا بھیس بنا کر اس تخت پر ہو بیٹھا۔ گلے میں سامری اور جمشید کی تصویریں لٹکائیں، فاسفورس کا بھبھوت مَلا کر جسم سے شعلے نکلتے دِکھائی دینے لگے۔ یہ سوانگ رچا کر عمرو تخت کو اڑاتا ہوا میدانِ

جنگ میں آیا۔ جادُو کے پانی کی وہ بوتل جو افراسیاب نے ایک موقع پر ہوشیار جادُوگر کو دے کر مہ رُخ کے مقابلے کے لیے بھیجا تھا اور جو بعد میں عمرو نے اس سے چھین لی تھی، اس وقت عمرو کے ہاتھ میں تھی۔ اس بوتل کے پانی کی یہ تاثیر تھی کہ بڑے سے بڑے جادُوگر کو بے حال اور بے ہوش کر دیتی۔

عمرو نے اسی بوتل کا پانی دشمنوں اور مُصوّر جادُو کی بنائی ہوئی تصویروں پر چھڑکنا شرُوع کر دیا۔ جس دُشمن پر اس کا چھینٹا پڑتا وہ بے ہوش ہوجاتا اور جس تصویر پر اس کا قطرہ جا پڑتا بھق سے جل کر راکھ ہوجاتی۔

عمرو کی اس کارگزاری سے جنگ کا نقشہ بدلنے لگا۔ مہ رُخ کی فوج جو دل ہار چکی تھی اس اجنبی جادُوگر کے کارنامے دیکھ کر پیر جمانے لگی۔ بڑھ بڑھ کر دُشمن پر وار کرنے لگی۔ سرداروں کے حوصلے بلند ہوگئے اور مُصوّر کی فوج میں افراتفری مچ گئی۔

مُصوّر نے یہ رنگ دیکھ کر عمرو کو گھیر لینے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی بہت سی نئی تصویریں صندوقچے سے نکال کر عمرو کی طرف پھینکیں۔ عمرو نے فوراً ہی کراماتی چھولداری نکال کر سر پر تان لی۔ تصویریں ہاتھوں میں آئینے لیے عمرو کی طرف بڑھنے لگیں مگر چھولداری کی کرامت سے عمرو پر ان آئینوں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اس پر تصویریں ہاتھوں میں ترسول لے کر عمرو پر ٹوٹ پڑیں۔ عمرو جانتا

تھا کہ یہ تصویریں اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کریں گی۔ اس
لیے اس نے جادو کا پانی ان پر ضائع نہ کیا۔ جو تصویر بھی کرامتی
چھولداری کے سائے میں پہنچ کر عمرو پر وار کرنے کی کوشش
کرتی جل بھن کر راکھ ہو جاتی۔ چند ہی لمحوں میں ساری تصویریں
ختم ہو گئیں۔ سردارانِ لشکر جو ان تصویروں سے پریشان تھے
سنبھل گئے اور جان توڑ کر مصوّر کی فوج پر حملہ کرنے لگے۔ اس
موقع پر عمرو نے مصوّر جادو کو جو اپنی فوج کے بیچ کھڑا اُسے
لڑا رہا تھا، للکارا "او نامراد! تو کیسا سامری کا پوتا ہے۔ اپنی
فوج کو کٹواتا ہے۔ خود سامنے آنے سے گھبراتا ہے۔"

مصوّر یہ سنتے ہی غصّے سے پاگل ہو گیا اور اپنا شیر دوڑاتا ہوا
ہوا بکنے لگا۔ "او خبیث! تو نے میری ساری تصویریں تباہ کر دیں کتنی
محنت سے بنائی تھیں۔ ٹھہر ارہ! ہرگز بچ کر نہ جانے دوں گا۔"

کچھ دور رہ جانے کے بعد اس نے ایک ناریل ہوا میں
اُچھالا چار طلسمی پتلے شمشیر لیے پیدا ہوئے اور ایک ساتھ
عمرو پر جھپٹ پڑے۔ عمرو نے اِن سب پر جادو کے پانی
کے چھینٹے مارے۔ چاروں پتلے دھواں بن کر اُڑ گئے۔ مصوّر
کوئی دوسرا جادو کرنا چاہتا تھا کہ عمرو نے تخت کو اس کی طرف
اُڑایا۔ اور بوتل کا پانی اس پر چھڑکتے ہوئے للکارا "لے!

اپنا حصّہ تو بھی لے۔"

چھینٹا پڑتے ہی مصوّر بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔
لیکن اس کی بیوی صورت نگار فوراً ہی اُسے جھپٹ کر لے
اُڑی۔ مصوّر کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔

مُصوّر کی دُرگت

افراسیاب گنبدِ نُور سے جنگ کا سارا حال دیکھ رہا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ پُراَسرار جادُوگر کون ہے جس نے آناً فاناً جنگ کا پانسا پلٹ دیا، مُصوّر جیسے زبردست جادُوگر کے حربے ناکام بنا دیے اور اس پر غالب آگیا۔؟

تھک ہار کر اس نے کتابِ سامری کھول کر دیکھی لکھا تھا۔ "یہ پُراَسرار جادوگر عمرد ہے۔ اس نے اسی جادُو کے پانی سے مُصوّر جادُو پر غلبہ پایا ہے جو تُو نے اپنے ہیردار ہوشیار جادُوگر کو دے کر باغیوں کے خاتمے کے لیے بھیجا تھا۔ مُصوّر اسی پانی کے چھینٹے سے بے ہوش ہوگیا ہے اور سامری کے کنوئیں کے پانی کے بغیر ہوش میں نہ آئے گا"

یہ حال معلُوم کر کے افراسیاب دِل میں سخت پشیمان ہُوا کہ اسی کا حربہ اِسی کے خیرخواہوں کی مصیبت کا سبب بنا۔ اس نے ایک خط لکھ کر طِلسمی پنجے کے حوالے کیا کہ جا کر ملکہ حیرت کو پہنچائے۔ مضمُون یہ تھا۔ "دُشمن کا غلبہ ہے۔ مُصوّر کا لشکر تباہ ہوا چاہتا ہے۔ خط دیکھتے ہی امان کا طبل بجوا کر لشکر

کو بچاؤ۔ میں سامری کے کنوئیں پر جا رہا ہُوں۔ جلد ہی اس کا پانی بھیجوں گا۔ وہ پانی مُرشدزادے پر چھڑکنا کہ ہوش آئے۔ دو ایک روز میں تم باغِ سیب پہنچو۔ میلے میں ابھی کچھ وقت لگے گا۔ میں چاہتا ہُوں کہ اس سے پہلے تم خُداوندِ جمشید کی طِلسمی انگوٹھی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

پنجے نے آناً فاناً افراسیاب کا خط ملکہ حیرت کو پہونچا دیا اور اس نے امان کے نقّارے بجوانے شرُوع کر دیے۔ یہ وہ وقت تھا کہ عمرِو اور مہرُخ کی فوج مُصوّرِ جادُو کے لشکر کا قتلِ عام کر رہی تھی۔ جُوں ہی اُنھوں نے نقّاروں کی آواز سے معلُوم کیا کہ دُشمن امان چاہتا ہے، سب نے اپنے ہاتھ روک لیے اور پھر فتح کے نقّارے بجاتے ہوئے اپنی چھاؤنی کی طرف چل دیے۔ مُصوّر کا تباہ حال لشکر اپنی چھاؤنی میں جا پہنچا۔

مہرُخ کی چھاؤنی میں ہر زبان پر پُراَسرار جادُوگر کا چرچا تھا۔ بارگاہ میں پہونچ کر مہرُخ اور سارے سردار اس کو تحفے اور نذرانے پیش کرنے لگے۔ وہ اِس سے معلُوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ کون ہے اور کِس طرح اِن کی حمایت میں لڑنے کے لیے آ پہنچا۔ لیکن عمرد سوائے اس کے کہ اپنا نام ملکُ الموت جادُو بیان کرتا کسی کو کوئی جواب نہ دیتا تھا۔ اتفاق سے ملکہ سُرخ مُو کا گل گشتا بھی بارگاہ میں آگئی۔ عمرِو کو اُڑن تخت اسی نے مہیا کیا تھا۔

سُرخ مُو نے آتے ہی عمرو کے ہاتھ چوم لیے اور جوش سے کہنے لگی۔ "واہ وا خواجہ عمرو! وہ کارنامے انجام دیے کہ ہمیشہ یادگار رہیں گے" اب جا کر دوسروں کو پتا چلا کہ یہ ملکُ الموت جادُو صاحب اصل میں خواجہ عمرو ہیں۔ پھر تو خواجہ عمرو زندہ باد کے نعروں سے دیر تک پوری چھاؤنی گونجتی رہی۔ تھوڑی دیر کے لیے سب بھول گئے کہ ملکہ بہار جادُو دشمن کی قید میں ہے۔

اُدھر کچھ دیر بعد افراسیاب کا بھیجا ہوا ایک طلسمی چیلا سامری کے کُنویں کا پانی ایک کوزے میں لیے ہُوئے حیرت کے پاس آ پہنچا حیرت نے مُصوّر کی بیوی صُورت نگار کو طلب کر کے کوزہ اس کے حوالے کیا اور ہدایت کی کہ اپنے شوہر پر چھڑک دے۔ صُورت نگار نے ویسا ہی کیا۔ مُصوّر کو ہوش آ گیا۔ نہا دھو کر اور کپڑے تبدیل کر کے وہ اپنی بارگاہ میں جا بیٹھا۔ اتّفاق سے وہاں صرصر عیّارہ موجُود تھی۔ مُصوّر نے اس سے کہا "عمرو کیسی کیسی عیّاریاں کرتا ہے مگر تم لوگوں سے کچھ نہیں ہوسکتا۔"

یہ سُن کر صرصر کا چہرہ جوش سے تمتما اٹھا۔ اُس نے کہا حضُور ناراض نہ ہوں۔ میں بہت سے کارنامے انجام دے کر حضُور سے انعام حاصل کر چکی ہُوں۔ اسی وقت دُشمن کے لشکر میں جاتی ہُوں۔ وہ ہنر دکھاؤں گی کہ حضُور بھی قائل ہو جائیں گے۔"

یہ کہہ کر صرصر وہاں سے تیر کی طرح نکل گئی۔ مہ رُخ کی بارگاہ

میں جا کر اس نے دیکھا کہ عمرو کرسی پر بیٹھا ہے۔ دربار میں اور سب ہیں صرف ضرغام عیّار نہیں ہے۔ اس نے سوچا عمرو کو کسی ترکیب سے چھاؤنی کے باہر لے چلنا چاہیے پھر اسے پکڑ کر مُصوّر کے پاس لے جاتی ہوں گی اور سُرخروئی حاصل کروں گی۔

یہ سوچ کر ایک گوشے میں ضرغام کا بھیس بنایا۔ اور بارگاہ میں عمرو کے پاس پہنچ کر کہنے لگی "اُستاد! آپ یہاں بے فکر ہو کر بیٹھے ہیں وہاں مُصوّر ملکہ بہار کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔"

عمرو یہ سُن کر چونک پڑا۔ اُٹھ کر نقلی ضرغام کے ساتھ ہو لیا۔ دونوں چھاؤنی سے نکل کر مُصوّر جادُو کی لشکر گاہ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ایک جگہ نقلی ضرغام نے ہوشیاری کے ساتھ اپنی جھولی سے بے ہوشی کا غُبارہ نکال کر عمرو کے مُنہ پر مارنا چاہا۔ عمرو کو اس کی چال ڈھال اور آواز پر پہلے ہی کچھ شُبہ ہو چکا تھا۔ بہ ظاہر وہ اس سے بے پروا تھا مگر ہر حرکت پر نظر رکھتا تھا۔ جیسے ہی صرصر نے غُبارہ عمرو کے مُنہ پر لگایا وہ ڈبکی لگا گیا اور وار خالی گیا۔ دُوسرے ہی لمحے عمرو نے صرصر کو دبوچنے کے لیے چھلانگ لگائی۔ مگر وہ بھی حرفوں کی بنی ہوئی تھی۔ تڑپ کر اس طرح اُچھلی کہ صاف نکل گئی۔ پھر اس کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی اس نے زمین پر پیر نہ ٹکائے چھلانگیں

لگاتی ہوا میں قلابازیاں کھاتی یہ جا وہ جا۔

عمرو صرصر کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا کہ اتفاقاً مہتر قیران، اور برق اُسے مل گئے۔ تینوں نے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ صرصر کو چھوڑ کر ملکہ بہار کو چھڑانے کی فکر کرنی چاہیئے۔ تینوں اس فیصلے کے مطابق الگ الگ مصوّر کی چھاؤنی کی طرف چل دیئے۔

اتفاق سے عمرو کی مڈبھیڑ مصوّر جادو کی بارگاہ کے ایک چوبدار سے ہوگئی۔ بس پھر کیا تھا۔ اُسے ٹھکانے لگا کے اور اس کا بھیس بھر کے وہ بڑے اعتماد کے ساتھ مصوّر کے دروازے پر جا ڈٹا۔ مصوّر خیمے کے اندر بہار جادو کو بلا کر دھمکیاں دے رہا تھا۔ لیکن بہار بھی اُسے ڈرا رہی تھی کہ زیادہ اکڑفوں مت دکھا۔ خواجہ عمرو آتے ہی ہوں گے۔ وہ دُرگت بنائیں گے کہ سارا شیخی بھول جائے گا۔

عمرو یہ باتیں سُن کر دل ہی دل خوش ہو رہا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی سوچتا جا رہا تھا کہ آج تو واقعی مجھے مصوّر کو جی بھر کے ذلیل کرنا چاہیے۔ وہ اسی فکر میں تھا کہ سامنے سے صرصر آتی دکھائی دی۔ عمرو نے پوری احتیاط برتی کہ عیارہ کہیں اُسے پہچان نہ لے لیکن وہ اُسے تاڑ ہی گئی۔ خیمے کے اندر پہنچتے ہی اس نے مصوّر کو چپکے سے بتا دیا کہ عمرو چوب دار کے بہروپ میں دروازے پر موجود ہے۔

اُدھر عمرو کو بھی کچھ شک ہو گیا تھا کہ وہ پہچان گئی ہے۔ اس کے اندر جاتے ہی اوٹ میں ہو کر اس نے چوب دار کی اچکن اور پگڑی اُتار کر زنبیل میں رکھی اور جلدی جلدی ایک جادوگر کا بھیس بنا کر دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ اتنے میں مصوّر بھی صرصر کو ساتھ لیے باہر آگیا۔ وہاں بھلا وہ چوب دار اب کہاں تھا۔ مصوّر نے صرصر کو ڈانٹ بتائی۔ وہ کھسیانی ہو کر اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگی۔ نقلی جادوگر نے یہ دیکھ کر مصوّر سے پوچھا۔ "حضور کسے تلاش کرتے ہیں؟" اس نے جواب دیا "عمرو کو۔ یہ عیارہ کہتی تھی کہ بھیس چوب دار بنا کھڑا تھا۔"

نقلی جادوگر نے کہا "ممکن ہے اس عرصے میں اس نے بھیس بدل لیا ہو۔ آپ کے پاس عمرو کی تصویر ہے۔ دیکھ لیجیے۔ جس بھیس میں ہوگا ظاہر ہو جائے گا۔"

یہ بات مصوّر جادو کو بھلی لگی۔ اس نے تصویر نکال کر دیکھی۔ پتا چلا کہ یہ جادوگر ہی عمرو ہے۔

ابھی مصوّر تصویر سے نگاہ نہ ہٹا پایا تھا کہ عمرو نے اُچک کر مصوّر اور صرصر کے سر پر ایک ایک چپت لگائی اور پھرتی کے ساتھ عیاری کی چادر اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ مصوّر شرمندہ ہو کر بارگاہ میں داخل ہوا۔ صرصر نے مشورہ دیا کہ حضور کسی تنہا خیمے میں جا ٹھہریں۔ دو معتبر خادموں کے علاوہ کسی کو قریب نہ

آنے دیں میں عمرو کو تلاش کرتی ہوں۔

مصوّر نے کہا فی الحال تمھیں اُسے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے ہی ساتھ رہو۔" یہ کہہ کر اس نے ایک خیمہ خالی کرایا۔ دو معتبر ملازمین ساتھ لیے اور بہار اور صرصر سمیت اس خیمے میں جا بیٹھا اور دوسرے خادموں کو منع کر دیا۔ کہ خبردار! جب تک میں نہ بلاؤں کوئی خیمے کے قریب نہ آنے پائے۔

ہڑبڑاہٹ میں سب جا تو بیٹھے لیکن کھانے پینے کا سامان کسی نے ساتھ نہ لیا۔ چند لمحوں بعد مُصوّر کو اس کا احساس ہوا۔ اس نے دونوں خِدمت گاروں کو حُکم دیا کہ جاکر کھانے پینے کا سامان لے آئیں۔ وہ دونوں خیمے سے نکلے اور طعام خانے کی طرف چل دیے۔ عمرو چادر اوڑھے تاک میں کھڑا تھا خدمت گاروں کو دیکھتے ہی اس نے اپنی شکل ان میں سے ایک جیسی بنائی اور غڑاپ سے خیمے کے اندر جا پہونچا۔ مُصوّر یہ سمجھا کہ خادم کوئی خاص فرمائش پوچھنے کے لیے پلٹ آیا ہے۔ لیکن صرصر پہلی ہی نظر میں تاڑ گئی کہ عمرو ہے۔ اس نے مُصوّر کو ہوشیار کر دیا۔ "حضور! یہ خدمت گار نہیں عمرو ہے۔" لیکن اس وقت تک عمرو ان کے سروں پر پہنچ چکا تھا۔ صرصر کی بات پر چونک کر مُصوّر نے نقلی خدمت گار کے چہرے کی طرف نگاہ اٹھائی ہی تھی کہ عمرو نے اُچھل کر پھر دونوں کے سروں پر چپت لگائی اور نعرہ مارا

"منم خواجہ عمرو بن اُمیہ۔"

مُصوّر نے غصے میں آکر چاہا کہ کوئی سحر کرے مگر خواجہ عمرو اس سے پہلے ہی چادر اوڑھ کر غائب ہو گئے۔ اتنے میں دونوں خدمت گار کھانے پینے کی چیزیں لیے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے۔ انھوں نے ساری چیزیں مُصوّر اور صرصر کے سامنے قرینے سے چُن دیں اور دروازے کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ صرصر نے مُصوّر سے کہا "ان کا خیمے کے اندر رہنا مُناسب نہیں۔ کیا پتا کہ دونوں میں سے کون اصلی ہے کون نقلی؟ انھیں حُکم دیجیے کہ آرام کریں۔ البتہ جاکر کسی جانی پہچانی کنیز کو بھیج دیں۔"

مُصوّر نے دونوں خدمت گاروں کو ہدایت دے کر رخصت کر دیا۔ عمرو دروازے ہی پر چادر اوڑھے کھڑا تھا۔ خدمت گاروں کے جانے کے چند ہی لمحے بعد وہ ایک کنیز کے بھیس میں ہاتھ میں مورچھل لیے خیمے کے اندر آگیا اور مُصوّر اور صرصر کے پیچھے کھڑا ہو کر ان کے سروں پر جھلنے لگا۔ اس وقت ملکہ بہار، صرصر اور مُصوّر کو کھری کھری سُنا رہی تھی اور بار بار عمرو کا نام لے رہی تھی۔ مُصوّر نے چڑ کر اسے ڈانٹا۔ "بس اب زبان کو لگام دے جو ہُوا سو ہوا۔ اب اگر کہیں تیرا حمایتی عمرو میرے سامنے آیا تو ہرگز بچ کر نہ جانے پائے گا۔ تیرے ساتھ یہیں فرش پر بندھا پڑا ہوگا۔"

ایسی ہی اس سے اُمید ہے تو بُلا عمرو کو۔ دیکھوں وہ چرکٹا کدھر سے آتا ہے۔"

یہ سُننا تھا کہ عمرو نے مورچھل پھینک کر ایک زوردار چپت مصوّر کے سَر پر لگائی اور بولا "کمبخت! بے ادب! خواجہ عمرو کو چرکٹا کہتا ہے۔" صرصر چھلانگ لگا کر اور خنجر تان کر دروازے کے سامنے کھڑی ہوگئی تاکہ عمرو بھاگ نہ سکے۔ اُدھر مصوّر بھی سمجھ گیا کہ یہ کنیز نہیں عمرو ہے۔ عمرو نے مصوّر کو ایک اور چپت لگا کر چاہا کہ چادر اوڑھ کر غائب ہوجائے مگر اس مرتبہ مصوّر نے بہت زیادہ پھرتی سے کام لیا یا عمرو نے غائب ہونے میں دیر کردی۔ بہرحال، عمرو زنبیل سے چادر نہ نکال پایا تھا کہ مصوّر نے منتر پڑھ کر اس کا بدن سُن کر دیا۔ دُوسرے ہی لمحے عمرو بھی بہار کے برابر فرش پر بندھا پڑا تھا۔ ملکہ بہار کا چہرہ جوش و غصہ سے سُرخ ہورہا تھا اور آنکھوں سے بے بسی اور ندامت کے آنسو جاری تھے۔

یہ وہ وقت تھا کہ منترقیران مصوّر کے ایک معتبر ہرکارے کو بے ہوش کرکے اس کے بہروپ میں ڈیوڑھی پر آڈٹا تھا اور بارگاہ کے اندر جانے کے لیے موقع کی تاک میں تھا۔

مصوّر اور صرصر نے کچھ دیر بہار پر طنز کے نشتر چلا کر اپنا جی خوش کیا اور جب بہار اس صدمے سے بے ہوش ہوگئی تو اُنھوں

نے فیصلہ کیا کہ عمرو کی گرفتاری کی اطلاع ملکہ حیرت کو بھیجا چاہیے اور جیسا وہ کہے ویسا کرنا چاہیے۔ چنانچہ خیمے کے دروازے پر جاکر مصوّر نے پہرے داروں کو حکم دیا کہ ڈیوڑھی پر کوئی ہرکارہ موجود ہو تو اُسے بھیج دو۔

چند لمحوں بعد منترقیران اس کے سامنے حاضر تھا۔ عمرو کے گرفتار ہوجانے کے بعد مصوّر اس کے شاگردوں کو بالکل ہی بھول چکا تھا۔ اگر وہ غور سے دیکھتا تو اصلی اور نقلی ہرکارے کا کچھ نہ کچھ فرق اسے ضرور محسوس ہوجاتا۔ کیوں کہ جلدی میں ایک تو منترقیران اپنی آنکھوں میں بھینگا پن نہ پیدا کرسکا تھا دُوسرے اس نے جس ڈھب سے پگڑی باندھ رکھی تھی وہ اصلی ہرکارے سے خاصا مختلف تھا۔

مصوّر نے اس سے کہا "جاکر ملکہ حیرت کو میری طرف سے سلام دے اور خبر کردے کہ بہار کے علاوہ میں نے عمرو کو بھی گرفتار کرلیا ہے۔"

نقلی ہرکارے نے ہاتھ جوڑ کر سَر جھکایا اور پھر پلٹ کر دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

اس وقت اتفاق سے برق فرنگی بھی مصوّر کی ایک معتبر کنیز کو ٹھکانے لگا کر اس کے بھیس میں بارگاہ میں موجود تھا جن خدمت گاروں سے مصوّر نے کنیز کو بھیجنے کے لیے کہا

تھا۔ اُنھوں نے جاکر اسی سے کہا۔ برق تو خُدا سے یہ موقع
چاہتا تھا۔ لپکتا ہُوا جا پہنچا۔ عمرو کے گرفتار ہونے کے بعد
صرصر بھی بے حد خوش تھی۔ وہ نقلی کنیز پر کوئی توجّہ نہ دے سکی
نقلی کنیز مصوّر اور صرصر کو پنکھا جھلنے لگی۔ دونوں بیٹھ کر بے
فکری سے کھانے پینے میں لگ گئے۔ موقع پاکر برق نے
عمرو کو اشارہ کر دیا اور عمرو اُسے پہچان کر دل میں مطمئن ہو
گیا۔ مگر اُسے یہ خوف بھی پیدا ہوگیا کہ کہیں صرصر برق کو
نہ پہچان لے۔ اس نے سوچا کیوں نہ صرصر اور مصوّر کو اپنی
طرف اتنا متوجّہ کر لوں کہ وہ برق کی طرف دیکھنے ہی نہ
پائیں۔ یہ خیال آتے ہی اس نے صرصر اور مصوّر سے زبردست
نوک جھونک اور تُو تُو مَیں مَیں شروع کر دی۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ملکہ حیرت خیمے میں داخل ہوئی۔
صرصر اور مصوّر نے ہڑبڑا کر اس کا استقبال کیا۔ وہ سوچ بھی
نہ سکتے تھے کہ ملکہ حیرت اس طرح بغیر اطلاع اچانک
آجائے گی۔

ان کی یہ حیرت دور کرنے کے خیال سے ملکہ حیرت
نے ان سے کہا "مبارک ہو! عمرو کی گرفتاری کی خبر سے
مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ بے قابو ہوکر خود چلی آئی۔ سچ
تو یہ ہے کہ یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ جس کا تصوّر بھی نہ کیا۔

جا سکتا تھا۔ اب میں دونوں کو اسی وقت اپنے ساتھ بانسیب
میں شہنشاہ کے پاس لے جاتی ہوں۔ آپ اپنا جادو ان
پر سے اتار لیں۔ میں اپنا جادو کروں گی۔"

ملکہ حیرت کی آواز اور لب و لہجہ پر صرصر کو کچھ شک گزرا۔
بہانہ کر کے وہ باہر گئی اور اوٹ میں ہوکر نقلی کنیز کو اشارے
سے اپنے پاس بلایا۔ نقلی کنیز یعنی برق فرنگی سیدھا اس کے
پاس جا پہنچا۔ ادھر مصوّر ملکہ حیرت کی فرمائش کے مطابق عمرو
اور بہار پر سے اپنا جادو اتارنے کے لیے منتر پڑھنے لگا۔ صرصر
نقلی کنیز کو برابر والے خالی خیمے میں لے گئی اور کہنے لگی "چپکے سے
جا کر مصوّر جادو سے کہہ دے کہ جادو کے ذریعے یہ تصدیق
کر لیجیے کہ ملکہ حیرت اصلی ہے یا نقلی؟"

نقلی کنیز کان پکڑتے ہوئے بولی "جب تم ہمت نہ کر سکیں
تو میں یہ بات کیسے کہہ سکتی ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ ایک کاغذ پر
لکھ دو۔ جا کے چپکے سے دکھا دوں گی۔"

صرصر کو یہ بات پسند آئی۔ جھولی سے کاغذ، قلم، دوات
نکالی، بیٹھ کر لکھنے لگی۔ اسی موقع پر برق نے بے ہوشی کا سفوف
صرصر کے منہ پر مل دیا۔ صرصر چونک کر اٹھی مگر کھڑے ہوتے
ہی بے ہوش ہوکر دھڑام سے گر پڑی۔ برق نے اسے فرش میں
لپیٹ کر ایک کونے میں کھڑا کر دیا۔ اور خود اس کا بھیس بنا

کر باہر نکل گیا۔

اُدھر دُوسرے خیمے میں مُصوّر نے جیسے ہی منتر ختم کر کے اپنا جادُو عمرُو اور بہار پر سے اُتارا، ملکہ حیرت نے بڑھ کر اپنے گلے کی مالا دونوں کی گردنوں میں لپیٹ دی اور کہنے لگی "بس! اب یہ میرے جادُو میں گرفتار ہیں، جو کہیں گی وہی کریں گے۔ میں اسی وقت انھیں لے جاکر شہنشاہ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں مگر یہ صرصر کہاں چلی گئی؟ ذرا اسے بلایئے۔ عیارہ کو بھی احتیاطاً ساتھ لے جانا ضروری ہے۔"

ملکہ بہار، ملکہ حیرت کی سگی بہن تھی۔ اُسے پہلے ہی شک ہو چکا تھا۔ کہ یہ ملکہ حیرت ہرگز اس کی اصلی بہن نہیں۔ چال ڈھال اور بات چیت میں اتنا فرق تھا کہ بچپن سے ساتھ پلنے بڑھنے والی بہن دھوکا نہ کھا سکی۔ البتّہ گلے میں مالا پہناتے ہوئے نقلی حیرت نے اُسے جو اِشارہ کیا تھا اس سے اُسے یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ یہ جو کوئی بھی ہے اس کی اور عمرُو کی دوست ہے۔ البتّہ عمرُو سمجھ گیا تھا کہ یہ نقلی ملکہ حیرت اس کے جان نثار شاگرد مہترقِران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ دونوں نے بالکل یہی ظاہر کیا کہ اب وہ ملکہ حیرت کے جادُو کے اثر میں ہیں۔

مُصوّر جادُو ملکہ حیرت کی فرمائش پر باہر چلا گیا اور صرصر کو آوازیں دینے لگا۔ اس موقع پر نقلی حیرت نے ملکہ بہار سے کہا

"ملکہ صاحبہ! مُصوّر غافل ہے۔ اس کے اور صرصر کے واپس آنے سے پہلے اپنا خاص جادُوئی حربہ استعمال کر ڈالیے اور سارے دُشمنوں کو اپنا دیوانہ بنایئے اور کوئی دُوسری صُورت دُشمن کو سزا دینے یا یہاں سے بچ نکلنے کی ممکن نہیں۔"

یہ سُنتے ہی بہار نے مالا اپنی گردن سے اُتاری اور جھولی میں سے ایک ناریل نکالا اور کچھ پڑھ کر دروازے کے باہر اُچھال دیا۔ تڑاخے کی زبردست آواز کے ساتھ ناریل پھٹا اور اس کے ساتھ ہی میٹھی خُوشبُو والی ٹھنڈی اور لطیف ہوائیں چلنے لگیں۔ آہستہ آہستہ ہر طرف ایک خُوب صُورت اور دل کش طِلسمی باغ اُبھرتا دکھائی دینے لگا۔ پھلواریوں کے پھُولوں کے تختے اور فوّارے نمُودار ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسی فضا قائم ہوگئی کہ ملکہ بہار اور عیّاروں کے سوا لشکرگاہ میں موجُود ہر شخص مست ہو کر جھُومنے لگا۔ اپنے آپ کو بھُولنے لگا۔ اِن میں خُود مُصوّر جادُو اور اس کی بیوی ملکہ صُورت نگار بھی شامل تھے۔

یہ جادُو جگا کر ملکہ بہار، عمرُو اور مہترقِران خیمے سے نِکل کر اپنی چھاؤنی کی طرف چلے۔ برق فرنگی بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ اب جس جس کی نظر ملکہ بہار پر پڑتی دیوانہ ہو کر گریبان چاک کرتا اور خاک دُھول اُڑاتا اس کے پیچھے ہو لیتا۔ لشکرگاہ سے باہر

نکل کر بہار نے پھولوں کا ایک گلدستہ نکال کر ہوا میں پھینک
دیا۔ ان پھولوں کی مہک نے اور بھی لوگوں کے ہوش و حواس
زائل کر دیئے اور جو لوگ کہ ابھی تک چھاؤنی میں تھے بے تحاشا
بھاگتے، چیختے چلاتے، روتے، سینہ پیٹتے ملکہ بہار کی اطاعت کا
دم بھرتے اس کے پاس جا پہنچے۔

بہار ایک بلند مقام پر کھڑی ہو گئی اور کچھ دیر خاموشی کے
ساتھ سارے مجمع پر نگاہیں دوڑاتی رہی۔ اس کے بعد بولی کہ
کیسے دیوانے ہو۔ سب کچھ کرتے ہو۔ پر نہ اپنے گالوں پر
طمانچے مارتے ہو، نہ سر کے بال نوچتے ہو۔

یہ کہنا تھا کہ مصور اور صورت نگار سمیت سب اپنے گالوں
پر زور زور سے طمانچے مارنے اور سروں کے بال اکھاڑنے لگے
عمرو اور دوسرے عیار یہ منظر دیکھ کر بے اختیار ہو کر قہقہے
لگانے لگے۔

ملکہ حیرت کی چھاؤنی یہاں سے کچھ زیادہ دور نہ تھی۔ اس
نے جو یہ ہنگامہ دیکھا تو سر پیٹ لیا۔ بہار کے جادو کا توڑ اس کے
پاس نہ تھا۔ آندھی کی طرح اڑتی ہوئی سیدھی باغِ سیب میں
افراسیاب کے پاس جا پہنچی۔ افراسیاب نے جو یہ ماجرا سنا
تو گھبرایا کہ کہیں ایسا نہ ہو بہار انھیں سب کو آپس میں لڑ مرنے
یا میرے خلاف بغاوت کرنے کا حکم دے بیٹھے۔ حیرت کو وہیں

چھوڑ کر بجلی کی طرح تڑپتا ہوا آنِ واحد میں موقع پر جا پہنچا۔ اس
عرصے میں مصور، صورت نگار اور اس کے سارے لشکری طمانچے
لگا کر اور سر کے بال اکھیڑ اکھیڑ کر اپنے آپ کو ادھ مرا بنا لیا تھا۔
افراسیاب نے پہنچتے ہی نعرہ لگایا۔ "منم افراسیاب جادو"
ملکہ بہار یہ نعرہ سنتے ہی زمین میں ڈوب کر اپنی چھاؤنی کی
طرف چل دی۔ عمرو اور اس کے شاگرد بھی اِدھر اُدھر بھاگ گئے
افراسیاب اس وقت سخت غضب ناک تھا۔ اور وہ لوگ اس کے
مقابلے پر ٹھہر کر خواہ مخواہ کا خطرہ مول لینا مناسب نہیں
سمجھتے تھے۔

مصور اور صورت نگار کے چہرے طمانچوں سے لہولہان
ہو رہے تھے۔ افراسیاب نے ڈبکی لگا کر ان دونوں کو اٹھایا
اور اوپر جا کر اک منتر پڑھا کہ ملکہ بہار کا لگایا ہوا سارا طلسمی
باغ غائب ہو گیا۔ ہوا کے جھونکے ہلکے پڑ گئے۔ مست کر دینے
والی میٹھی خوشبو نابود ہو گئی۔ پہلے جیسا ماحول ابھر آیا۔ بہار کے
طلسم کا اثر دھیما پڑنے لگا۔ لوگ اپنے آپے میں آنے لگے۔
لشکریوں کے سر سے یہ مصیبت دور کر کے افراسیاب، مصور
اور صورت نگار کو لیے ہوئے سیدھا باغ سیب میں پہنچا
سحر پڑھ کر میاں بیوی دونوں کے سروں کے بال اگاتے۔ چہرے
کی سوجن دور کی اور ہوشیار کر کے اپنے قریب بٹھا کر سارا حال ان

پر ظاہر کر دیا۔

مسعود دل میں سخت خفیف ہوا۔ اس کے دل میں ملکہ بہار کے خلاف انتقام کا الاؤ دہک اٹھا۔ اس نے کہا "اس کل کی چھوکری بہار نے مجھے سخت ذلیل کیا ہے۔ ملکہ حیرت کی بہن ہونے کے سبب میں اب تک اس سے دبتا رہا ہوں۔ لیکن اب انتقام لیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ ابھی جا کر غداروں کو قرار واقعی سزا دیتا ہوں۔"

افراسیاب نے اسے مشتعل دیکھ کر روکنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ نہ مانا۔ لاچار اس نے ملکہ حیرت کو بھی اس کے ساتھ رخصت کرتے ہوتے کہا "آپ نہیں مانتے تو جائیے مجھے صرف اس بات کی فکر ہے کہ آپ ہمارے مرشد کی نشانی ہیں۔ کہیں دشمنوں کو کچھ ہو گیا تو یہ نشانی مٹ جائے گی۔"

مسعود نے ڈینگ مارتے ہوتے کہا "تم فکر نہ کرو۔ میں سامری کا پوتا ہوں۔ مجھے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔" یہ کہہ کر وہ صورت نگار اور ملکہ حیرت کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوا۔ چھاؤنی میں پہونچ کر اس نے ملکہ حیرت سے کہا۔ "پھر میرے نام پر طبلِ جنگ بجوائیے۔ کل صبح سارے باغیوں کو نیست و نابود کر دوں گا۔ ہر چند کہ میری بناتی ہوئی ساری تصویریں ضائع ہو چکی ہیں لیکن کل بغیر تصویروں کے دشمن سے لڑوں گا۔

ہوں۔ میرے دوسرے جادوئی حربے بھی معمولی نہیں ہیں۔"

ملکہ حیرت نے مجبور ہو کر نقارچیوں کو اعلانِ جنگ کرنے کا حکم دے دیا۔ آناً فاناً جنگی نقاروں کی گونج دور دور تک پہنچنے لگی۔ ملکہ مہ رخ کے جاسوسوں نے جلد ہی جا کر اسے اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ مہ رخ نے فوراً عمرو اور سارے سرداروں کو طلب کر کے مشورہ کیا۔ اور اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔ "مسعود زبردست جادوگر ہے۔ اس کے جادو کا توڑ حاصل کرنے کے لیے میں اسی وقت باغِ جمشید میں جا کر چلّہ کرتی ہوں میرے آنے تک ملکہ بہار تمہاری سردار ہو گی۔ جنگ نہ ملتوی نہیں بلکہ دشمن کا مقابلہ کرنا۔ ویسے میں جلد سے جلد واپس آنے کی کوشش کروں گی۔"

دوسرے دن صبح عیار حسبِ معمول جنگل کی طرف نکل گئے۔ ملکہ بہار اپنی فوج لے کر میدانِ کارزار میں آئی۔ ادھر سے مسعود بھی اپنی فوج کو لے کر سامنے آ ڈٹا۔ کچھ دیر دونوں جانب کے سردار ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس کے بعد دونوں لشکر نعرے لگاتے، چیختے چنگھاڑتے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ پورے میدان میں ہر طرف خوفناک لڑائی ہونے لگی دونوں جانب کے بہادر ایک دوسرے کے مقابلے میں لوہے کی دیوار بن کر ڈٹ گئے۔ ملکہ بہار نے جان لڑا دی مگر جب دشمن

ہر وار جھیل کر بھی جوں کا توں قائم رہا تو پھر اس نے اپنا انتہائی خطرناک جادوئی حربہ بھی استعمال کر ڈالا۔

نتیجہ خاطر خواہ ہوا۔ دشمن کی فوج کے غول کے غول دیوانے ہوکر خود اپنا ہی گلا کاٹنے لگے۔ بہار کے جادوگر دل نے بڑھ بڑھ کر ناریل، ترنج اور فولادی گولے برسانے شروع کر دیئے۔ تھوڑی ہی دیر میں مصوّر کے لشکر میں [illegible] تباہی پھیل گئی۔

یہ دیکھ کر مصوّر کو سخت جوش آیا۔ کوئی خطرناک منتر پڑھ کر اس نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور بڑبڑانے لگا۔ "شاید سامری کا کوئی پرستار دنیا میں نہیں رہا کہ آکر اس کے پوتے کی مدد کرے۔"

ان الفاظ کا ادا ہونا تھا کہ زمین شق ہوئی۔ بالشت بھر کے ہزاروں پُتلے نکلے اور دیکھتے ہی دیکھتے انسانوں کی طرح لمبے ہو گئے۔ اِن پُتلوں کے ہاتھوں میں آئینے تھے جن پر تصویریں جڑی ہوئی تھیں۔ ان پُتلوں نے دوست دشمن ہر ایک کو آئینہ دکھانا شروع کر دیا۔

بہار کے سحر سے جو لوگ دیوانے ہو رہے تھے آئینے دیکھتے ہی ہوش میں آ گئے۔ اور بہار کے لشکریوں میں جس نے بھی یہ آئینے دیکھے دیوانہ ہو کر اپنے ہی لشکر سے

لڑنے لگا۔ صورتِ حال بالکل اُلٹ ہو گئی۔ بہار کا لشکر گاجر مولی کی طرح کٹنے لگا۔ یہ بگڑتا رنگ دیکھ کر بہار نے ہتھیلی میں شگاف دے کر چُلّو میں اپنا خون جمع کیا اور سحر پڑھ کر خون آسمان کی طرف اُچھال دیا۔ دم کے دم میں بادلوں کی ٹکڑیاں آسمان پر چھا گئیں۔ اور اِن میں سے ننھے ننھے قطرے برسنے لگے۔ یہ قطرے جس پُتلے پر گرتے وہ جل کر راکھ ہو جاتا اور بہار کی فوج کے جس آدمی پر پڑتے اس کی دیوانگی دُور ہو جاتی۔ ہوش میں آکر وہ پھر دشمنوں سے لڑنے لگتا۔

لیکن یہ صورت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ مصوّر نے سحر پڑھ کر ایسی آندھی چلائی کہ وہ بادل دیکھتے ہی دیکھتے کہیں سے کہیں جا پہنچے۔ اس کے ساتھ مصوّر اپنی فوج کو للکارتا ہوا دونوں ہاتھوں میں آتشیں جادوئی تلواریں لے کر بہار کے لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ ان طلسمی تلواروں نے بہار کے لشکر میں زبردست تباہی مچا دی۔ جس جس پر ان کا سایہ پڑ جاتا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ کوئی طلسمی ڈھال یا جادو کام نہ آتا۔ کبھی وہ تلواریں کرنوں کی طرح لمبی ہو کر پھیل جاتیں۔ کبھی سانپ کی طرح بل کھا جاتیں اور کبھی بجلی کی طرح تڑپنے لگتیں

بہار اور اس کے لشکر کی مکمل تباہی میں اب کوئی شبہ
نہ رہا تھا۔ مگر وہ بھی ضد میں آکر اڑ گئی۔ یہ دیکھ کر عیار
جنگل سے بھاگ کر اس کے پاس پہنچے اور کہنے لگے "ملکہ صاحبہ
اب میدان میں ٹھہرنا فضول ہے۔ شکست سے تو بچا نہیں
جا سکتا مگر ہوش سے کام لیا جائے تو لشکر کو ضرور بچایا جا سکتا
ہے۔ خدارا جلدی سے سب کو بھاگنے کا حکم دیجیے۔ خواہ مخواہ
جان دینا عقل مندی کے خلاف ہے۔"

بہار نے یہ سن کر کہا "جس کو بھاگنا ہو بھاگ جائے۔ میں
کسی کو نہیں روکتی۔ لیکن میں یہ ذلت ہرگز برداشت نہیں
کروں گی۔"

عیاروں نے اسے پھر سمجھانا بجھانا شروع کر دیا۔ یہ باتیں
ہو ہی رہی تھیں کہ اچانک آسمان سے نعرے کی آواز آئی
"منم ملکہ مہ رخ۔ او مصوّر ہوشیار! دیکھ تیرے لیے میں باغِ
جمشید سے یہ تحفہ لائی ہوں۔"

یہ کہہ کر مہ رخ نے اوپر ہی سے کچھ پھول مصوّر کے
لشکر کی طرف اچھال دیے۔ میدانِ جنگ میں گھٹا ٹوپ
اندھیرا چھا گیا۔ پھر جو تاریکی چھٹی تو سب نے دیکھا کہ جس جگہ
مہ رخ کے پھینکے ہوئے پھول جا کر گرے تھے وہاں زمین
شق ہوئی اور اس میں سے ایک جادوگر ابھر کر سامنے آیا۔

اس کا سارا جسم آئینے جیسا چمک رہا تھا۔ اِدھر اُدھر نگاہ دوڑا
کر اس نے مہ رخ کے پھینکے ہوئے پھول اٹھا لیے اور انھیں
سونگھنے لگا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس جادوگر کا سارا
بدن غبارے کی طرح پھولنے لگا۔ دوست دشمن سب لڑائی
روک کر اسے دیکھنے لگے۔ جادوگر سخت تکلیف میں مبتلا
دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن صاف پتا چلتا تھا کہ اس تکلیف
سے نجات پانے کے لیے وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں۔

مصوّر بار بار منتر پڑھ کر ماش کے دانے اس کی طرف
پھینک رہا تھا۔ مگر اس کا جسم پھولتا ہی جاتا تھا۔ حتیٰ کہ
ایک زوردار دھماکا ہوا۔ اور اس کا سارا جسم پھٹ کر کچلے
ہوئے شیشے کی طرح چور چور ہو کر بکھر گیا۔ آواز آئی "باغِ
جمشید کے پھولوں سے مہ رخ نے مجھے ہلاک کیا۔ میرا نام
آئینہ دار جادو تھا۔"

اس آواز کے ساتھ ہی وہ لاکھوں پتلے جو مہ رخ کی فوج کو
آئینے دکھا دکھا کر قیامت ڈھا رہے تھے آناً فاناً جل کر راکھ
ہو گئے۔ ملکہ مہ رخ نے باغِ جمشید کے چند اور باقیماندہ پھول
منتر پڑھ کر آسمان کی طرف اچھال دیے۔ آسمان پر زبردست
گرد و غبار چھا گیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس غبار میں سے
بڑے بڑے پتھر مصوّر کے لشکر پر برسنے لگے۔

مصوّر نے اس مصیبت کو ٹالنے کے لیے پے در پے کتنے ہی منتر پڑھے، کتنے ہی جادوئی ناریل اور ترنج [illegible] آسمان پر مارے۔ مگر پتھروں کی اس خوفناک برسات کو نہ روک سکا۔ آخری کوشش کے طور پر اس نے ایک کے اوپر ایک کئی طلسمی سائبان اپنے لشکر کے اوپر تانے مگر برسنے والے طلسمی پتھر ان سائبانوں میں شگاف ڈالتے ہوئے اس کے لشکریوں کے سروں پر گرتے رہے۔ اس ہولناک سنگ باری نے تھوڑی ہی دیر میں مصوّر کی فوج کا کچومر نکال دیا۔ خود مصوّر اور اس کی بیوی صورت نگار کو بھی اپنی زندگی خطرے میں دکھائی دینے لگی۔ دونوں نے دل ہار کر اپنی باقی فوج کو بھاگ کر جان بچانے کا حکم دیا۔ اور خود زمین میں ڈوب کر میدانِ جنگ سے کوسوں دور نکل گئے۔

میدان خالی دیکھ کر ملکہ مہ رخ نے سحر پڑھ کر سنگ باری ختم کی اور اپنے لشکر کو واپسی کا حکم دے کر فتح کے نقارے بجاتی اپنی چھاؤنی کی طرف چل دی۔

محمد وکیل [illegible]

جمشیدی انگوٹھی

ملکہ حیرت دور سے مصوّر اور مہ رخ کی جنگ کا منظر دیکھ رہی تھی۔ مہ رخ کا زبردست غلبہ دیکھ کر اسے بڑا جوش آیا اور ارادہ کیا کہ جا کر مصوّر کی مدد کرے۔ مگر یہ سوچ کے رک گئی کہ جب مرشد زادے کا جادو مہ رخ کے مقابلے پر [illegible] رہا تو پھر میں کیا کر سکوں گی۔

اب وہ صرف مصوّر اور صورت نگار کی سلامتی کی فکر [illegible] پریشان ہو رہی تھی۔ اچانک جو ایک جانب اس کی نگاہ [illegible] اٹھی تو دیکھا میاں بیوی دونوں سخت پریشانی کے عالم میں اس کی طرف چلے آرہے ہیں۔ حیرت نے آگے بڑھ کر خیریت پوچھی تو مصوّر [illegible] جادو نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا:

"بہار اور اس کی فوج کا خاتمہ قریب تھا کہ مہ رخ اچانک آٹپکی۔ وہ کمبخت باغِ جمشید کے پھول لے آئی تھی۔ اس طلسمی تحفے کے مقابلے میں بھلا میری کیا چلتی۔"

حیرت نے جھنجلا کر کہا "یہ مہ رخ آخر باغِ جمشید کے پھول لانے میں کیسے کامیاب ہو گئی۔"

مُصوّر نے کہا "وہ طلسم کی راز دار ہے۔ خداوند جمشید کی پسندیدہ بھینٹ دی ہوگی۔ خیر اب اس کا ذکر فضول ہے۔ آج سے میں یہ صحرا میں پوشیدہ ہو کر دشمنوں کی تصویریں بنانا شروع کرتا ہوں تب تک صُورت نِگار میری چھاؤنی کی دیکھ بھال کرتی رہے گی۔ باغیوں کے مُقابلے کے لیے آپ جو چاہیں طریقہ استعمال کریں۔ تصویریں تیار کرنے سے پہلے اب میں اِن کے سامنے نہ آؤں گا۔"

ملکہ حیرت نے دونوں کو عزّت کے ساتھ رُخصت کیا۔ اور سارا حال افراسیاب کو لکھ بھیجا۔ افراسیاب نے فوراً جواب تحریر کیا "اے ملکہ! تم باغیوں کی فکر نہ کرو۔ مُرشد زادے کو اطمینان سے تصویریں تیار کرنے دو۔ اپنے لشکر کو سرداروں کے حوالے کر کے جلد پہنچو کہ اب جمشیدی انگوٹھی حاصل کرنا تمھارے لیے بہت ضروری ہو گیا ہے۔"

اس حکم کے مُطابق ملکہ حیرت، لشکر کا اِنتظام کر کے، افراسیاب کے پاس باغِ جمشید میں جا پہونچی۔ ملکہ کی مزاج پُرسی کرنے کے بعد افراسیاب نے افسروں کو حکم دیا "طلسمی نقار خانے کے چونسٹھ ہزار نقارے ایک ساتھ بجائے جائیں۔ مُلک کے چپّے چپّے میں مُنادی کرادی جائے کہ آج کے ساتویں دن زمرّد کے کنویں پر میلا ہوگا۔ خداوند جمشید و سامری کا دربار لگے گا۔" حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ طلسمی نقارے کیا بجے کہ طلسم

ہوشربا کے چپّے چپّے پر جیسے بادل گڑگڑانے لگے۔ ہر خاص و عام کو میلے کی خبر ہو گئی۔ افراسیاب کی ہیبت دوست و دشمن ہر شخص کے دِل پر چھا گئی۔

افسروں کو حکم دینے کے بعد افراسیاب نے ملکہ حیرت سے کہا "اے ملکہ! وقت کم ہے اور کام زیادہ۔ اب تم بھی جمشیدی انگوٹھی حاصل کرنے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔"

افراسیاب نے ایک خاص قسم کا تخت ملکہ کے لیے منگوایا۔ اس تخت کے چاروں پایوں میں سونے کے جڑاؤ در بنے تھے اور چاروں جانب چاندی کی جالی کا خوب صورت کٹہرا بنا ہوا تھا۔ تخت پر ملکہ کی نشست کا آرام دہ انتظام ہو گیا تو افراسیاب نے منتر پڑھ کر اس پر دم کیے اور اسے بازو سے پکڑ کر تخت پر بٹھا دیا۔

اُدھر مہرُخ نے جب طلسمی نقاروں کی آواز اور مُنادی سنی تو اُس نے عمرو سے کہا "خواجہ! بس اب کھیل ختم ہے۔ میلے کا دن ہماری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ بچاؤ کی اب کوئی صورت ممکن نہیں۔ جو کہیے وہ کیا جائے۔"

نقاروں کی آواز سے عمرو پہلے ہی لرز چکا تھا۔ مہرُخ نے جو اندیشہ ظاہر کیا تو اس کا دِل اور بھی دہلنے لگا۔ لیکن اپنی اس حالت پر اس نے جلد ہی قابو پا لیا اور جواب میں بولا "جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ جب تک سانس تب تک آس

ہمیں اپنی جیسی کر گزرنے سے غفلت نہ برتنی چاہیے۔"

مہرُخ نے ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالا کہ خواجہ کے دماغ میں کوئی ترکیب ضرور ہے مگر وہ سب کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ وہ تخت سے اُٹھی اور عمرو اور چند معتبر سرداروں اور شہزادیوں کو ساتھ لے کر ایک علیحدہ اور محفوظ خیمے میں جا پہنچی۔ اس عرصے میں عمرو نے واقعی ایک کارروائی سوچ لی تھی۔ خیمے میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ جانے کے بعد مہرُخ نے اس سے پوچھا تو وہ بولا "تین سرداروں کو فوج کے ساتھ میرے حوالے کر دیجیے اور ہدایت کر دیجیے کہ جو کہوں اس پر عمل کریں اور دوسروں پر ظاہر نہ کریں ورنہ آپ لوگ اس بارے میں قیاس آرائی کریں۔ اگر ہدایت کی پابندی کی گئی تو میں دشمن سے اچھی طرح نپٹ لوں گا۔"

ملکہ مہرُخ نے عمرو کی یہ تجویز فوراً قبول کر لی۔ سرداروں کو مخاطب کر کے اُس نے کہا "آپ میں سے جو بھی خواجہ صاحب کی ہدایت کے مطابق دل وجان سے کام کرنے پر آمادہ ہوں اپنا نام پیش کریں۔"

یہ سن کر سب سے پہلے جن تین آدمیوں نے اپنے نام پیش کیے ان میں ایک تھا افتخار جادو، دوسری تھی ملکہ سُرخ مُو کاکل کشا اور تیسری تھی ملکہ فرمانیہ۔

عمرو ان تینوں کو الگ لے گیا اور کہا "ابھی جا کر اپنے اپنے

آدمیوں کو خفیہ طور پر ہدایت کر دو کہ آج اندھیرا ہوتے ہی دس دس بیس بیس کی ٹولیوں میں احتیاط کے ساتھ چھاؤنی سے نکلیں اور جنگل میں ننگے ٹیلوں کے پاس پہنچ جائیں۔ ان سے پہلے تم وہاں پہنچ جانا۔ میں تم سے بھی پہلے وہاں پر موجود ہوں گا۔ بعد میں جو کچھ کرنا ہوگا وہ تمہیں وہیں پر بتاؤں گا۔"

تینوں سرداروں نے اس ہدایت پر عمل کیا۔ شام کے وقت جنگل میں وہ اپنی فوجوں سمیت عمرو کے سامنے حاضر تھے۔ عمرو نے ایک اُڑن تخت طلب کیا۔ تینوں سرداروں کو اپنے ساتھ اس تخت پر بٹھایا اور انھیں حکم دیا کہ اپنی فوجوں کو پیچھے آنے کی ہدایت دیں۔ سرداروں نے حکم کی تعمیل کی اور جس سمت عمرو نے اشارہ کیا، اُڑن تخت کو اسی سمت اُڑاتے لے چلے۔

دس کوس آگے نکل جانے کے بعد کوہِ سیاہ نام کا پہاڑ نظر آیا۔ اِس پہاڑ کے درّے، گھاٹیاں اور کھائیاں سب اس کے پتھروں کی طرح کالے اور تنگ و تاریک تھے۔ عمرو نے اپنا تخت رُکوا کر ملکہ فرمانیہ کو حکم دیا "تم اپنی فوج سمیت اس پہاڑ میں جا چھپو۔ خبردار! جب تک حکم نہ دوں اس سے باہر نہ نکلنا۔"

ملکہ فرمانیہ نے کہا "اطمینان رکھیے ایسا ہی ہوگا۔" یہ کہہ کر وہ تخت سے کود دی، اُڑتی ہوئی اپنی فوج کے پاس پہنچی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کوہِ سیاہ کے دروں میں اُتر کر غائب ہو گئی۔

عمرو باقی دو سرداروں اور ان کی فوج کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہاں سے دس کوس اور آگے نکل جانے پر کوہِ سبز ناز پہاڑ نظر آیا۔ اس جگہ عمرو نے ملکہ سُرخ مُو اور اس کی فوج کو اُتارا۔ اس سے بھی دس کوس آگے جاکر ایک پیچدار پہاڑی کے سلسلے میں افتخار جادُو کو اس کی فوج سمیت چھوڑا۔ پھر ان دونوں کو بھی ملکہ فرمانیہ کی طرح پوشیدہ رہنے اور حکم کا انتظار کرنے کی ہدایت دے کر آپ اپنی چھاؤنی میں واپس آگیا۔ جن لوگوں کو اس معاملے کی کچھ خبر نہ تھی۔ وہ تو ویسے ہی کچھ نہ جانتے تھے۔ لیکن چند لوگوں کو یہ پتا تھا کہ تین سرداروں نے عمرو کے اشارے پر جان لڑا دینے کے لیے اپنے نام پیش کیے تھے۔ عمرو نے انھیں بھی کچھ نہ بتایا کہ وہ تینوں سردار اور ان کی فوجیں کہاں ہیں یا اُس نے کیا منصوبہ بنایا ہے؟

اب ملکہ حیرت کا حال سُنیے۔ آندھی طوفان کی رفتار سے زیادہ تیزی کے ساتھ وہ تختِ طاؤس پر ایک جانب اُڑتی چلی گئی۔ نہ جانے کتنے شہر ویرانے، بستیاں، آبادیاں، جنگل اور پہاڑ اس کی راہ میں آئے۔ مگر وہ آگے ہی بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ ایک بہت بڑا سرسبز میدان قریب آیا۔ اس میدان کے بیچوں بیچ ایک بہت بڑا اور اُونچا احاطہ نظر آیا۔ چار سُو یاقوت کے مینار اس احاطے پر قائم تھے۔ دروازہ چاندی کا تھا۔ مگر بند تھا۔ ملکہ حیرت اسی میدان میں

تختِ طاؤس سے اُتر پڑی۔ اور سحر پڑھتے ہوئے قدم بقدم احاطے کے دروازے کی طرف چلی۔ قریب پہنچ کر اس نے کوئی خاص منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ دروازہ خودبخود کھل گیا۔ وہ اندر داخل ہوگئی۔ کچھ دُور ایک غار کا دہانہ دکھائی دیا۔ حیرت نے رک کر کوئی منتر پڑھا اور پھر دوڑتی ہوئی یا ساری! کہہ کر غار میں کُود گئی۔

کافی دیر تک وہ نیچے گرتی چلی گئی۔ تاریکی اور گہرائی کی دہشت سے اس کی آنکھیں خود بخود بند ہوگئیں۔ بعد ایک عرصے کے اچانک اس نے خُود کو ٹھہرا ہوا محسوس کیا۔ خوشبودار اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چہرے پر لگتے معلوم دیے۔ آنکھ کھول کر کیا دیکھتی ہے کہ سامنے ایک بڑا وسیع اور شاندار طلسمی محل ہے سمجھ گئی کہ ٹھکانے پر آپہنچی ہے۔

اس محل میں سات بڑے حجرے تھے۔ ایک سونے کا ایک چاندی کا، تیسرا زمرد کا، چوتھا یاقوت کا، پانچواں نیلم کا چھٹا موتی کا اور ساتواں الماس کا۔

چھ حجروں میں طلسمی خزانے اور کنجیاں رہا کرتی تھیں اور ساتویں حجرے میں سات تہ خانے تھے ان میں سے ہر ایک تہ خانے میں ایک بلا بند تھی۔ ان بلاؤں میں سے ہر ایک اژدر تھی۔ جس سے مقابلہ کرنا کسی کے بس کی بات نہ تھی (جب افراسیاب ان بلاؤں کو نکال کر مہ رُخ کے مقابلے پر لائے گا تو یہ بڑی قیامت ڈھائیں

ئی۔ اس کا حال آگے اپنی جگہ پر بیان کیا جائے گا۔)

ملکہ حیرت طلسمی محل کے اندر داخل ہوئی۔ سونے کے بُرج کے سامنے کھڑے ہو کر منتر پڑھا اور تالی بجا کر پکاری "اے کُندن جادو حاضر ہو۔" اس آواز کے ساتھ ہی ایک جانب سے سونے کی ایک پری اُڑتی ہوئی آئی۔ اور ملکہ حیرت کے سامنے ادب سے سر جھکاتے ہوئے بولی "حاضر ہوں حکم فرمایئے۔"

حیرت نے کہا "تمھارے پاس سونے کے بُرج کی چابی ہے دروازہ کھول دو۔ شہنشاہ نے جمشیدی انگوٹھی منگوائی ہے۔ بھینٹ دے کر وہ لے جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر حیرت نے جواہرات کا وہ طشت اُسے دکھایا جو وہ بھینٹ دینے کے لیے لائی تھی۔ کُندن نے جواہرات دیکھ کر قہقہہ لگایا اور بولی "ملکہ صاحبہ! یہ بھینٹ کام کی نہیں۔ اس سے انگوٹھی نہیں ملے گی۔ واپس جایئے اور مطلب کی بھینٹ لایئے۔"

حیرت کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کی ساری محنت اکارت گئی۔ مگر کیا کر سکتی تھی۔ طلسم کا قانون ٹالا نہیں جا سکتا۔ لاچار وہاں سے پلٹی۔ غار سے نکل کر تخت طاؤس تک پہنچی اور آخر کار طویل سفر طے کر کے باغِ سیب میں افراسیاب کے پاس آئی۔

ملکہ کی تکلیف اور ناکامی پہ افراسیاب دل میں سخت رنجیدہ

اور شرمندہ ہوا دراصل یہ بات اسے معلوم ہی نہ تھی کہ انگوٹھی کے لیے کیا چیز بھینٹ مقرر ہے۔ اس نے کئی بوڑھے جادوگروں سے پوچھا۔ دوسرے تو کچھ نہ بتا سکے۔ مگر ایک نے کہا "یہ بات سوائے فرتوت جادو کے کوئی نہیں جانتا۔ اسی کو بلا کر پوچھیے۔"

افراسیاب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ جھکڑ چلنے کے چند لمحوں کے بعد ایک تخت اُڑتا ہوا آ کر اس کے سامنے اُترا۔ تخت پر سینکڑوں برس کا ایک بڈھا جادوگر، بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ، گاؤ تکیے کی ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ افراسیاب نے اُٹھ کر اس کی تعظیم کی اور کہنے لگا "آپ کو اس لیے تکلیف دی ہے کہ میں جمشیدی انگوٹھی منگوانا چاہتا ہوں۔ مگر نہیں معلوم کہ بزرگوں نے اس کے لیے کیا بھینٹ مقرر کی ہے۔"

فرتوت جادو نے مُنھ بناتے ہوئے جواب دیا "اے شہنشاہ! صحیح بھینٹ دینے کے لیے تجھے بڑی تکلیف برداشت کرنی ہوگی۔ بہتر ہے یہ خیال ہی دل سے نکال دے۔"

افراسیاب نے بڑا اصرار کیا اور ہر تکلیف بڑی خوشی سے برداشت کرنے کا اظہار کیا۔ لاچار ہو کر فرتوت جادو نے منتر پڑھ کر آسمان کی طرف پھونکا۔ ایک طلسمی پُتلا ایک ہاتھ میں ایک پیالہ اور دوسرے میں چمکتی ہوئی تیز چھری لیے اِس کے پاس آیا۔ فرتوت نے پیالہ اور چھری پتلے سے لے کر اُسے رُخصت کیا اور

دونوں چیزیں افراسیاب کی طرف بڑھاتا ہوا بولا "یہ لیجیے اِس چھری
سے اپنے جسم کی سات بوٹیاں کاٹ کر اس پیالے میں رکھیے
جمشیدی انگوٹھی کے لیے یہی مقررہ بھینٹ ہے۔ دو بوٹیاں دونوں
پیروں کی ہوں، دو دونوں ہاتھوں کی، دو بوٹیاں دونوں کانوں
کی ہوں اور ایک سینے کی۔"

افراسیاب نے پیالہ اور چھری فرتوت جادو کے ہاتھ سے
لی اور ہاتھوں، پیروں، کانوں اور سینے کی بوٹیاں کاٹ کر پیالے
میں ڈال دیں۔ پیالے میں پڑتے ہی وہ بوٹیاں یاقوت بن گئیں
البتہ خون جوں کا توں رہا۔ فرتوت جادو نے کہا "پیالے میں جو
خون ہے وہ اپنے زخموں پر مل لے۔" یہ کہہ کر وہ جس طرح آیا
تھا واپس ہوگیا۔ افراسیاب نے وہ خون زخموں پر ملا۔ دیکھتے ہی
دیکھتے نہ صرف زخم کی تکلیف جاتی رہی۔ بلکہ اس طرح گوشت
بھر آیا کہ زخم کا نام و نشان تک نہ رہا۔

ملکہ حیرت یہ بھینٹ لے کر خوش خوش اُڑتی ہوئی میناروں
والے احاطے میں جا پہنچی۔ وہاں سے غار کے ذریعے طلسمی محل
میں آئی۔ سونے کے حجرے کے سامنے اب کی بار جو اُس نے کُندن
کو بلا کر بھینٹ کا پیالہ دکھایا تو اُس نے بغیر کسی حیل و حجت کے حجرے
کا دروازہ کھول دیا۔

ملکہ حیرت "یا جمشید یا جمشید" کہتی ہوئی حجرے کے اندر داخل ہوئی

حجرے کے بیچ میں ایک تخت بچھا تھا۔ اس کے سامنے سیاہ پردہ
پڑا تھا۔ حیرت ایک ٹانگ سے کھڑی ہو کر جمشید کا بھجن گانے لگی
جیسے ہی بھجن ختم ہوا ہزاروں گھنٹے اور سنکھ بجتے سنائی دینے
لگے۔ پردہ آپ ہی آپ کھسک کر ایک طرف کو ہوگیا۔ تخت پر
جمشید کا بُت بڑی شان کے ساتھ تاج، زیورات اور قیمتی لباس پہنے
بیٹھا تھا۔ حیرت سجدے میں گر گئی۔

پُتلے کے مُنہ سے آواز آئی۔ "اے شہزادی! کیا چاہتی ہے؟"

حیرت نے سجدے سے سر اُٹھایا اور ہاتھ جوڑ کر بولی "انگوٹھی۔"

یہ سُن کر پتلے نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ ملکہ نے بھینٹ کا پیالہ
اُس کے قریب رکھ دیا اور پتلے کی اُنگلی سے انگوٹھی اتارنی چاہی
جیسے ہی اس نے انگوٹھی پر ہاتھ رکھا، انگوٹھی آگ کی طرح دہکتی
محسوس ہوئی۔ اس نے گھبرا کر اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ پتلے نے کہا "بھینٹ
کے جو یاقوت پیالے میں پڑے ہیں اِن کی کنٹھی بنا کر میری کلائی
میں پہنا دے۔ اس کے بعد انگوٹھی اُتار۔"

ملکہ نے جب ایسا کیا تو انگوٹھی آسانی سے اس کے ہاتھ میں
آگئی۔ جمشید کے بُت کو دوبارہ سجدہ کرکے وہ خوشی خوشی افراسیاب
کے پاس واپس آئی۔ انگوٹھی دیکھ کر افراسیاب کا دل بھی باغ باغ
ہوگیا۔ آناً فاناً طلسمِ باطن میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ ملکہ حیرت جمشیدی
انگوٹھی لے آئی ہے۔

اس انگوٹھی کا نگ تارے کی طرح چمکتا تھا اور اس کے گرد
طلسمی نگ بنے ہوتے تھے کہ ہر جادوگر اور بھوت پریت اطاعت کرنے
پر مجبور ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی اور سو طرح کی طلسمی طاقتیں
اس انگوٹھی میں پوشیدہ تھیں جن کا توڑ مشکل تھا۔

انگوٹھی حاصل کرنے کے بعد افراسیاب کو خیال آیا کہ باغیوں
کو بھی خبر دے کر خوف زدہ کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے انگوٹھی
کے طلسمی مور کو طلب کرنے کی نیت سے تالی بجائی۔ انگوٹھی کی
تاثیر سے وہ حاضر، حاضر کہتا ہوا نہ جانے کدھر سے آموجود ہوا۔ وہ
عجیب سا جانور تھا۔ سر اور چہرہ پری زاد جیسا اور باقی سارا جسم
بالکل مور جیسا تھا۔ بہ ظاہر بڑا خوب صورت تھا۔ مگر آواز اور
آنکھوں میں خدا جانے کیا بات تھی کہ جس نے اس کی آواز سنی
یا جس نے اس کی آنکھوں کی طرف نگاہ کی، اس کا دل ہیبت
سے لرزنے لگا۔

افراسیاب نے اس سے کہا "اے طلسمی مور! میں نے تجھے
یہ دیکھنے کے لیے طلب کیا ہے کہ یہ جمشیدی انگوٹھی کام کی
ہے یا نہیں۔"

مور نے جواب دیا "اے شہنشاہ! میں کیا جس کے پاس
یہ انگوٹھی ہوگی سارا طلسم اس کے آگے سر جھکائے گا۔ کوئی
حکم دیجیے۔"

افراسیاب نے کہا "اچھا جاؤ۔ خداوند کے باغی عمرو عیار کو پکڑ لاؤ۔"
طلسمی مور یہ سنتے ہی باغ سیب سے اڑ کر [illegible] کی بارگاہ
میں جا پہنچا۔ وہاں دربار لگا ہوا تھا اور عمرو بھی اپنی کرسی پر
بیٹھا تھا۔ اس عجیب طلسمی جانور کو دیکھتے ہی سارے سردار سنّاٹے
میں آگئے۔ عمرو نے ارادہ کیا کہ اٹھ کر بھاگ جاؤں۔ مگر اس سے
پہلے ہی وہ مور پکار اٹھا "عمرو! چلو تمہیں شہنشاہ افراسیاب نے
طلب کیا ہے۔"

طلسمی مور کے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہی عمرو کے چھکے چھوٹ
گئے۔ بھاگنے کی بجائے وہ مور کے قریب جا پہنچا اور بولا "میں
میں حاضر ہوں۔" مور عمرو کو پنجے میں داب کر اڑا اور لے جاکر
افراسیاب کے سامنے ڈال دیا۔

آج جمشیدی انگوٹھی کے سبب افراسیاب کی شان و شوکت
ہی کچھ اور تھی۔ عمرو کی اس سے جوں ہی آنکھیں چار ہوئیں وہ
عقیدت کے ساتھ جھک جھک کر سلام کرنے لگا۔ افراسیاب
نے مسکرا کر اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عمرو ڈرتا ڈرتا کرسی
پر بیٹھ گیا۔ افراسیاب نے اس سے کہا "اے عمرو! تجھے اس لیے
پکڑوا کر بلوایا ہے کہ تجھے پتا چل جائے کہ اب میں کتنی قدرت
رکھتا ہوں۔ اگر جان کی امان چاہتا ہے تو اپنے ساتھیوں کو
جاکر سمجھا کہ سرکشی سے توبہ کریں اور خداوند سامری و جمشید و لقا

کو سجدہ کریں۔ میں اب بھی سب کو مُعاف کرسکتا ہُوں۔"

عمرو ہاتھ جوڑے اُٹھ کھڑا ہُوا اور کہنے لگا "اے شہنشاہ
سب سے پہلے مجھے اپنے آپ پر اختیار ہے۔ میں اسی وقت
اپنا دین چھوڑ کر آپ کا مذہب قبول کرتا ہُوں۔ رہ گئے دُوسرے
تو پُوری کوشش کروں گا کہ وہ بھی مان جائیں۔"

یہ سُن کر افراسیاب مسکرایا اور طلسمی مور کو حکم دیا "عمرو کو لے
جاکر اس کے لشکر میں چھوڑ آؤ۔"

مور عمرو کو اُٹھائے گیا تو ملکہ حیرت نے افراسیاب سے کہا
"یہ عمرو بڑا مکّار ہے۔ یقین نہیں آتا کہ یہ اپنے وعدے پر قائم
بھی رہے گا۔"

افراسیاب نے جواب دیا "مجھے تو اس وقت صرف انگوٹھی
کی طاقت آزمانی تھی اور عمرو کو دہلانا تھا۔ باغیوں کے جو جی میں
آئے کریں مجھے کوئی فکر نہیں۔ ساتویں دن تو میلا ہے ہی
بچ کر کہاں جائیں گے۔"

اُدھر طلسمی مور جب عمرو کو مہ رُخ کے دربار میں صحیح سلامت
چھوڑ کر پلٹ گیا تو سب کی جان میں جان آئی۔ شاگرد اور سردار
عمرو کو اُٹھ کر گلے لگانے اور حال پوچھنے لگے۔ مگر عمرو کا تو حال
ہی اور تھا۔ افراسیاب، جمشیدی انگوٹھی اور طلسمی مور کی ہیبت
اس کے دِل پر اِس درجہ چھائی ہُوئی تھی کہ مُنہ فق تھا اور

دماغ پریشان تھا۔ زبان سے الفاظ ادا نہ ہوتے تھے۔

یہ حال دیکھ کر کوئی شربت کا گلاس بھر لایا۔ کوئی عطر لیے
ہوئے گل دستے سنگھانے لگا۔ کسی نے سر کی مالش شروع کردی۔
بڑی دیر بعد حضرت کی طبیعت سنبھلی تو انھوں نے کہا "یارو! معاملہ
سخت نازک دکھائی دیتا ہے۔ اِس افراسیاب کو ٹھکانے لگانے کی کوئی
تدبیر کرو۔"

سب نے افسوس کے ساتھ کہا "خواجہ! اب تو یہ کام پہلے
سے بھی زیادہ مشکل ہوگیا ہے۔ اگر دُنیا بھر کے جادوگر مل کر
بھی افراسیاب پر جادُو چلائیں تو بھی جمشیدی انگوٹھی کے سبب
اِس پر کچھ اثر نہ ہوگا۔"

عمرو نے ٹھنڈی سانس لیتے ہُوئے کہا "خیر تو اس کا مطلب
یہ ہے کہ ستارا ہمارا گردش میں ہے۔ بہرحال بھئی میں تو اس کی نوکری
اطاعت ہرگز قبول نہ کرُوں گا۔ لیکن تم لوگ آزاد ہو۔ وہاں
تم نے میری دوستی کا حق ادا کردیا۔ اب اگر تم اُس سے جا ملو
تو کوئی شکایت مجھے تم سے نہ ہوگی۔ البتہ شہزادہ اسد خاندانی
اگر چھوٹ جاتے اور طلسم برباد ہونے کا وقت قریب آجائے
تو اُس وقت پھر ہمارے پاس لوٹ آنا۔"

عمرو کی یہ باتیں سُن کر سارے سردار توبہ توبہ کرنے لگے
سب نے یک زبان ہوکر کہا۔ "خواجہ! جان رہے یا جائے۔

ہرگز افراسیاب کے سامنے سر نہ جھکائیں گے۔ میلے کا دن قریب
ہے۔ بچنا مشکل نظر آتا ہے۔ مگر ہرگز ہمت نہ ہاریں گے۔ اگر
ہی قسمت میں لکھا ہے تو دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان
پہنچا کر ہی دم دیں گے۔"

مثل مشہور ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے
سرداروں کی باتوں سے عمرو کو ڈھارس ہوئی۔ رفتہ رفتہ اس کی
پریشانی دور ہوئی۔ دماغ نے کام کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحے خاموش
رہنے کے بعد اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا:

"شاباش! آفرین ہو! بس محض تمہارا دل دیکھنے کے لیے
مایوسی کی باتیں کر رہا تھا۔ تم سب واقعی سچے دوست اور غیرت مند
بہادر ہو۔ بالکل فکر نہ کرو۔ وہ ہنر دکھاؤں گا کہ تمہارا بال بھی بیکا
نہ ہوگا۔ اور دشمن سخت ذلیل و خوار ہوگا۔"

چاہِ زمرّد کا میلا

شہرِ ناپرساں میں گنبدِ نور کے نیچے افراسیاب کی رہائش
کے لیے ایک شاندار طلسمی بارگاہ بنی ہوئی تھی اس کے سامنے
تین جانب دور دور تک پھیلا ہوا ایک ہموار میدان تھا۔ اس
میدان کے ایک سرے پر باغِ عشرت اور دوسرے پر باغِ جمشید
واقع تھا۔ باغِ جمشید سے ملا ہوا ایک چھوٹا سا تالاب تھا۔ اس
تالاب کو چاہِ زمرّد (زمرّد کا کنواں) کہا جاتا تھا۔ یہیں پر میلا ہوتا تھا
افراسیاب، ملکہ حیرت کے ساتھ بارگاہِ طلسمی میں آکر ٹھہرا اور
میلے کے انتظام کی نگرانی کرنے لگا۔ اس کی ہدایات کے مطابق
بارگاہِ طلسمی، باغِ عشرت اور باغِ جمشید کے درمیان کا سارا علاقہ ایک
خوب صورت، شان دار بستی میں تبدیل کر دیا گیا۔ دور و نزدیک سے
میلے میں شرکت کے لیے آنے والوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ عام
رعایا کے علاوہ افراسیاب کے ماتحت اور دوست بادشاہ بھی اپنے
سرداروں اور فوج کے ساتھ میلے میں آکر شریک ہونے لگے۔
عمرو اور اس کے شاگرد جادوگروں کا بھیس بدل میلے میں
آئے اور سیر کرنے لگے۔ میلے کی سجاوٹ اور عجیب عجیب چیزیں

دیکھ کر ان کی عقل دنگ رہ گئی۔ اتنا بڑا میلا اور ایسا ساز و سامان
انھوں نے کہیں نہ دیکھا تھا۔ گھومتے پھرتے وہ بارگاہ طلسم کے
قریب پہنچے ہی تھے کہ یکایک ہر طرف اعلان ہونے لگا۔ "شہنشاہ
افراسیاب اور ملکہ حیرت کی سواری چاہِ زمرد کو جانے والی ہے
اب وہاں نذر چڑھے گی اور خداوندی دربار لگے گا۔"
عمرو جانتا تھا کہ اس میلے کی یہی اصل تقریبات ہیں۔ اپنے
شاگردوں کو ساتھ لیے وہ تیزی کے ساتھ چلتا ہوا زمرد کے
کنوئیں پر جا پہنچا۔ وہاں تالاب کے کنارے بہت سے بوڑھے
جادوگر ایک ٹانگ پر کھڑے اور آنکھیں بند کیے جاپ کر رہے
تھے۔ اس سے تھوڑے سے فاصلے پر اکیاون زرق برق
اور بلند بارگاہیں تھیں۔ جن میں درجنوں بادشاہ اپنے اپنے
سرداروں کے درمیان بڑی شان کے ساتھ بیٹھے افراسیاب
اور ملکہ حیرت کا انتظار کر رہے تھے۔
جلد ہی شہنشاہ افراسیاب اور ملکہ حیرت کا جلوس بھی وہاں
آ پہنچا۔ چاہِ زمرد کے قریب پہنچ کر افراسیاب نے اپنا تختِ
رواں رکوا دیا۔ بارگاہوں میں موجود بادشاہ، شہزادے، ملکائیں اور
شہزادیاں اور سردار سب اپنی نشستوں سے اُٹھے اور تالاب کے
اِرد گرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو گئے۔
جو بوڑھے ایک ٹانگ پر کھڑے جاپ کر رہے تھے۔ ان میں سے

ایک نے سنکھ اور ایک سونے کی گھنٹی ہاتھ میں لی اور کچھ بڑبڑاتا
ہوا افراسیاب اور ملکہ حیرت کے قریب جا پہنچا۔ ان دونوں نے
ہاتھ جوڑ کر بوڑھے کو سلام کیا۔ بوڑھے نے باری باری ان دونوں
کے ماتھوں پر تلک لگا کر زور سے سنکھ پھونکا۔ ہر طرف جمشید و
سامری کی جے! شہنشاہ افراسیاب کی جے! ملکہ حیرت کی جے!
کے نعرے گونجنے لگے۔ نعرے ختم ہوتے تو افراسیاب نے کھڑے
ہو کر حاضرین سے کہا۔
"دستور کے مطابق ملکہ حیرت چاہِ زمرد کے کنارے کھڑے ہو کر
پوجا کریں گی۔ اور نذر چڑھائی جائے گی۔ اس کے بعد خداوندی دربار
لگے گا۔ خداوند جمشید و سامری کے بھجن گائے جانے کے بعد مانوں
کی مزاج پرسی کی جائے گی۔ اس کے بعد میں سارے باغیوں کو
جمشیدی انگوٹھی کے ذریعے طلب کر کے سب کے سامنے پیش
کروں گا اور ان کی سزائیں طے کروں گا۔"
ملکہ حیرت تخت سے اُتر کر چاہِ زمرد کے کنارے پہنچی اور
ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر جاپ کرنے لگی۔ سارے مجمع میں
سناٹا چھا گیا۔ کچھ دیر بعد جوں ہی اُس نے آنکھیں کھول کر اور ہاتھ
جوڑ کر افراسیاب اور حاضرین کو سلام کیا ہر سمت سے چاہِ زمرد
پر سونے چاندی، روپے، اشرفی اور جواہرات کی بارش ہونے لگی۔
چند ہی لمحوں میں تالاب دولت سے بھر گیا۔ عمرو اور اس کے شاگردوں

نے اتنی دولت کاہے کو دیکھی تھی۔ اِن کے منہ میں پانی بھر آیا۔
نذر چڑھانے کے بعد سب لوگ بارگاہوں کی طرف بڑھے۔ عمرو
نے چونک کر اپنے شاگردوں سے کہا "بس اب جلد سے جلد اپنی
چھاؤنی کی طرف چلو۔ ایسا نہ ہو کہ افراسیاب ہمارے ساتھیوں کو
جمشیدی انگوٹھی کے زور سے یہاں بلوالے۔ ہمیں اِن کو روکنے کی تدبیر
کرنی چاہیے۔"

عیار جلدی جلدی میلے سے باہر نکلے۔ اور جتنی تیز دوڑ سکتے
تھے اپنی لشکر گاہ میں جا پہنچے۔ اور مزے لے لے کر میلے کا حال بیان
کرنے لگے۔

اسی وقت افراسیاب نے جمشیدی انگوٹھی کے غلام طلسمی مور کو
طلب کر کے حکم دیا "ملکہ مہ رخ کو اس کی کل فوج سمیت حاضر کر!"
طلسمی مور یہ حکم سن کر اڑتا ہوا مہ رخ کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوا۔

ادھر خواجہ عمرو اپنی باتوں میں مست تھے کہ اچانک بھوک محسوس
ہونے لگی۔ یہ بے وقت کی بھوک اس بات کی علامت تھی کہ جلد ہی
کوئی خطرہ پیش آنے والا ہے۔ وہ چونک کر اٹھے اور اپنے شاگردوں
کو پیچھے آنے کا اشارہ کر کے جنگل کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ شاگرد
بھی سائے کی طرح ساتھ ہو لیے۔

چھاؤنی سے باہر نکل کر جوں ہی عمرو نے پیچھے مڑ کر دیکھا اس کا
منہ فق ہو گیا۔ طلسمی مور مہ رخ کی بارگاہ کے اوپر منڈلا رہا تھا۔ عمرو

کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر قریبی جھاڑی میں چھپ گیا۔ اس کے
شاگردوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

اتنے میں طلسمی مور ڈبکی لگا کر دربار میں جا پہنچا۔ جس کی نگاہ
اس پر پڑی اس کا خون خشک ہو گیا۔ مور نے سب کو للکارتے ہوئے
کہا "اے بدبختو تمہاری سزا کا وقت آپہنچا ہے۔ فوراً چاہِ زمرد پر
پہنچو۔ شہنشاہِ طلسم نے طلب فرمایا ہے۔"

طلسمی مور کی آواز اتنی ہیبت ناک تھی کہ جس نے سنا دہل گیا
ملکہ مہ رخ کھڑی ہو کر کہنے لگی۔ "افسوس ہم نے عمرو کے بہکاتے میں آ کر
مفت کی بربادی مول لی۔ اب سب چلو۔ شہنشاہ کی خدمت میں نذر
پیش کریں۔ قصور کی معافی طلب کریں۔"

یہ سن کر سارے سردار اٹھ کر اپنے اپنے خیمے میں گئے نذرانے
کے لیے ہر ایک نے اپنا سارا مال و زر ساتھ لیا۔ رومالوں سے اپنے
ہاتھ باندھے اور مہ رخ کے ساتھ جادوئی سواریوں میں اُڑتے
اور الامان الامان پکارتے افراسیاب کی طرف چل دیے۔

یہ دیکھ کر مہتر قِران نے عمرو سے کہا "استاد! یہ تو غضب ہوا
طلسمی مور سب کو لے چلا۔ اب اپنی فکر کیجیے۔ ایسا نہ ہو افراسیاب
ہم سب کو بھی اسی طرح بلوا بھیجے۔"

عمرو نے کہا "فکر نہ کرو۔ ہم خود میلے میں چلتے ہیں۔ آج میں سارا
میلا لوٹ کر دکھاؤں گا۔" اتنا کہہ کر وہ شہرِ ناپرساں کی سمت

طراے بھرنے لگا۔ شاگرد بھی اس کے ساتھ ہو لیے۔
عمرو انھیں ساتھ لیے ہوئے جادوگروں کے بھیس میں
چاہِ زمرّد کے قریب جا پہنچا۔ وہاں افراسیاب دربار جمائے بیٹھا
مہ رُخ، بہار اور ان کے سارے سردار افراسیاب کے قدموں پر
کا مال ڈھیر کر چکنے کے بعد پکار پکار کر اس سے معافی طلب کر رہے
تھے۔ افراسیاب کچھ دیر تک خاموشی سے ان کی چیخ پکار برداشت
کرتا رہا۔ پھر اس نے حکم دیا۔ "جلادوں کو حاضر کیا جائے۔ سارے
باغیوں کی گردنیں ماردی جائیں۔"

دربار میں موجود سارے بادشاہوں اور امیروں کو یہ بات
پسند نہ آئی۔ انھوں نے کہا۔ "اے شہنشاہ! معافی کے طلب گار
لوگوں کو قتل کرنا، ہرگز آپ کے شایانِ شان نہیں، انھیں معاف
کر دیجیے۔"

افراسیاب یہ باتیں سن کر مسکرایا۔ اس نے کہا۔ "میں انھیں
آپ لوگوں سے زیادہ پہچانتا ہوں۔ یہ ایسے نہیں کہ طاقت
کے ڈر سے معافی مانگیں۔ جمشیدی انگوٹھی کے اثر میں ایسا کر رہے
ہیں۔ اچھا لو! انھیں اصلی حالت میں دیکھ لو۔" یہ کہہ کر افراسیاب
نے منتر پڑھ کر جمشیدی انگوٹھی کا اثر ان کے دلوں سے ہٹا دیا وہ
سب اپنے آپے میں آگئے اور خود کو افراسیاب کے دربار میں محسوس
کر کے حیرت سے ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے۔

افراسیاب نے مہ رُخ سے کہا۔ "اے مہ رُخ! تو اور تیرے تمام
سردار میری قید میں ہیں۔ بول اب میری اطاعت کرتی ہے کہ
نہیں؟"

مہ رُخ نے اندازہ کر لیا کہ اس کے ساتھ اور سب ہیں
مگر عمرو اور اس کے شاگرد نہیں ہیں۔ اس کا دل شیر ہو گیا۔ اس
نے بے باکی سے افراسیاب کو جواب دیا۔

"اے شہنشاہ! ہم نے دل سے خواجہ عمرو کی اطاعت کی
ہے۔ اب مرتے دم تک کسی اور کے آگے سر نہ جھکائیں گے۔
ہم تیری قید سے نہیں ڈرتے۔ انشاء اللہ! خواجہ جلد ہی ہماری
مدد کو پہنچیں گے۔ اس بار بھی تجھے ہی نیچا دیکھنا پڑے گا۔"

مہ رُخ کا یہ جواب سن کر افراسیاب اُن درباریوں سے
جنھوں نے سفارش کی تھی، بولا۔ "کیوں خیرخواہو! سن لیا تم
نے؟ اب کہو، یہ سب قتل کے لائق ہیں یا نہیں۔"

سب درباریوں نے کہا۔ "حضور ٹھیک فرماتے تھے۔ بے شک
انھیں قتل ہونا چاہیے۔" افراسیاب نے سرداروں کو حکم دیتے
ہوئے کہا۔ "ان نمک حراموں کو عمرو اور اس کے عیار شاگردوں
پر بڑا ناز ہے۔ اب میں پہلے انھیں کی فکر کرتا ہوں۔ اس وقت
تک سارے باغیوں کو باغِ جمشید میں لے جا کر حفاظت سے
رکھو۔ عیاروں کو گرفتار کر کے سب کو ساتھ ہی قتل کیا جائے گا۔"

عمرو یہ سارا معاملہ دیکھ رہا تھا۔ سمجھ گیا کہ افراسیاب اب جلد ہی طلسمی مور کو اس کی گرفتاری کے لیے بلاتے گا۔ بچاؤ کی تدبیر سوچ کر اس نے اپنے شاگردوں سے اشارہ کیا اور مجمع سے باہر نکل گیا۔

اس نے ایک خالی جگہ پہنچ کر زنبیل سے حضرت دانیال کی کراماتی چھتری نکالی، اسے تان دیا اور شاگردوں سمیت اس کے نیچے بیٹھ گیا۔ میلے کے چپے چپے پر اس طرح نہ جانے کتنے لوگ چھتریاں اور چھولداریاں لگاتے آرام کر رہے تھے کسی نے کچھ خیال نہ کیا۔

اس عرصے میں افراسیاب جمشیدی انگوٹھی کے تابع طلسمی مور کو بلا کر عمرو کی تلاش کا حکم دے چکا تھا۔ طلسمی مور اڑا اور میلے کے اوپر منڈلانے لگا۔ کراماتی چھتری کے نیچے ہونے کے سبب عمرو اسے دکھائی نہ دے سکا۔ میلے کے بعد طلسمی مور نے ارد گرد کا جنگل اور پھر سارا طلسم چھان مارا۔ آخر تھک ہار کر افراسیاب کے پاس پہنچ کر بولا۔ "اے شہنشاہ! عیار مجھے کہیں نظر نہیں آتے۔"

افراسیاب نے جھنجھلا کر طلسمی بلاؤں اور پتلوں کو روانہ کیا وہ بھی ناکام واپس آئے۔ عاجز آ کر اس نے جمشیدی انگوٹھی سے التجا کی تو آواز آئی۔ "اے افراسیاب! عیار بہت دور نہیں ہیں لیکن

بھیس بدلنے کے سبب سے پہچاننے میں نہیں آتے۔ تو خود تلاش کرے تو مل جائیں۔"

یہ اشارہ پا کر افراسیاب خود لاؤ لشکر کے ساتھ رعب داب سے نکلا۔ میلا کوسوں دور تک پھیلا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا اور ہر شخص پر جادوئی نگاہ ڈالتا ہوا وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا پہنچا۔ جب اسے کسی طرح عیاروں کا پتا نہ چلا تو سمجھا کہ شاید وہ واپس جانے والوں میں شامل ہو کر کسی طرف نکل گئے ہیں۔ اس خیال سے وہ شہر ناپرساں سے مرزت چھاؤنی کی طرف جانے والے راستے پر ہو لیا۔

افراسیاب کے دور جانے جانے پر عمرو اپنے شاگردوں سمیت ایک قریبی جنگل میں جا پہنچا۔ وہاں اس نے ہر شاگرد کو عیاری کی زبان میں کچھ خاص ہدایتیں دیں۔ پھر تو ہر عیار جھولی سے عیاری کا سامان نکال بھیس بدلنے لگا۔ تھوڑی ہی بعد عمرو لقا کے بہروپ میں دکھائی دے رہا تھا۔ برق فرنگی ہو بہو بختیارک شیطان نظر آرہا تھا۔ مہتر قیران ایک ہیبت ناک دیو بن چکا تھا۔ ضرغام نورانی فرشتہ بنا تھا۔ اور جان سوز بن قیران ایک انتہائی خوب صورت اور زرق برق پوشاک خدمت گار دکھائی دیتا تھا۔

سب لوگ بھیس بدل کر تیار ہو گئے تو عمرو نے زنبیل سے تخت نکالا جو اس نے باختر میں لوٹا تھا۔ تخت لقا کا وہ طلسمی

عمرو نے جواب "نہیں۔ بس اب میں یہیں سے واپس
ہوں، اس پر سارا مجمع اس کی خوشامد کرنے لگا۔ یہ رنگ
عمرو بولا۔ ایک شرط پر چلوں گا۔ پہلے سب مل کر مجھ پر جادو
حربے چلاؤ۔ جب سب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ
کا کوئی حربہ مجھ پر اثر نہیں کرتا تو مجھے اطمینان ہو جائے گا
واقعی سب دل سے اصلی خداوند سمجھتے ہیں۔"

مجبور ہو کر سارے جادوگروں اور جادوگرنیوں نے ا
پر نارنج، ترنج، ناریل اور فولادی گولے آزمائے۔ لیکن
چھتری کے سبب کسی کا کوئی وار کارگر نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر س
نے پورے جوش و خروش کے ساتھ خداوند لقا کی جے
نعرے لگانے شروع کر دیے۔

ملکہ حیرت نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "حضور اب باغ
میں تشریف لے چلیے۔" نقلی لقا شاندار جلوس کے ساتھ ملکہ
کی ہمراہی میں افراسیاب کی بارگاہ میں جا پہنچا اور اِد
اُدھر نگاہیں دوڑا کر تیوریوں پر بل ڈالتے ہوئے حیرت
بولا کیا سبب ہے؟ افراسیاب نے ہمارا استقبال نہیں کیا
ملکہ ہاتھ جوڑ کر بولی "خداوند! وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ دشمن
عیاروں کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔"

اس پر نقلی لقا نے زور سے "ہوں" کیا اور غراتے ہوئے کہا

"اچھا تو یہ عیار ناہنجار اب تک قابو میں نہیں آئے؟ خیر اب
میں انھیں زیادہ ڈھیل نہ دوں گا۔ افراسیاب ناکام ہوا تو میں
ملک الموت کو ان پر مقرر کر دوں گا۔ دوسرے باغیوں کا
کیا حال ہے"؟

"خداوند کی عنایت سے سارے باغی گرفتار ہو چکے ہیں۔ ملکہ
حیرت نے ادب سے کہا۔ مگر خداوند! وہ ہمارا ہی گوشت اور خون ہیں
اور باپ دادا سے حضور ہی کا کلمہ پڑھتے آئے ہیں۔ شہنشاہ
انھیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ اگر خداوند باغیوں کا دل اپنی قدرت
سے پھر پہلے جیسا کر دیں تو وہ قتل ہونے سے بھی بچ جائیں گے
اور شہنشاہ کے وفاداروں میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔"

نقلی لقا نے جواب دیا "ان کا تو قتل ہونا ہی بہتر تھا۔ کم بخت
باپ دادا کے دین سے پھر کر عمرو کے بہکائے میں آ گئے مگر جب
تو سفارش کرتی ہے تو مجھے ان کے پاس لے چل۔ ان کے دل
بدلے دیتا ہوں۔"

ملکہ حیرت نقلی لقا کو اس باغ میں لے گئی۔ جہاں ملکہ مہ رخ
اور اس کی فوج کے سارے سردار قید تھے۔ نقلی لقا نے ملکہ
حیرت کو ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور خود تخت سے کود کر قیدیوں
کی طرف چلا۔ زبان سے کہتا جاتا تھا "اے گنہگار بندو! اپنی
اصلی حالت پر لوٹ آؤ۔ میں تمھارا خداوند ہوں۔ مجھے سجدہ کرو

افراسیاب کی اطاعت اختیار کرو۔ تم معاف کر دیئے جاؤ گے۔"
اس کے ساتھ ہی وہ اپنی بائیں آنکھ کا تل بھی قیدیوں کو
دکھاتا جاتا اور اشارے سے کہتا جاتا "میں عمرو ہوں۔ جیسا کہوں
ویسا کرو۔"

بس پھر کیا تھا سارے قیدی سردار سجدے میں گر گئے اور
نقلی لقا کے سامنے دوزانو ہو کر اس کی بندگی اور افراسیاب
کی اطاعت کی قسمیں کھانے لگے۔ حیرت نے یہ منظر دیکھا تو
اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ لقا کی خدائی کرامت کا سکہ اس
کے دل پر بیٹھ گیا۔

قیدیوں کو دلاسا دے کر نقلی لقا بڑی شان سے چلتا ہوا
اپنے تخت پر واپس آیا۔ حیرت نے اس کے قدموں کی مٹی
اٹھا کر اپنے چہرے پر ملی اور اس کی حمد و ثنا کرنے لگی۔ نقلی لقا
نے اسے حکم دیا۔ گناہ گار بندوں کے دلوں پر میرا کلام اثر
کر چکا ہے۔ اب ان سے کوئی خطرہ نہیں۔ سب کی ہتھکڑیاں
بیڑیاں کٹوا دے اور بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم دے۔"

ملکہ حیرت نے قیدیوں کے محافظوں کو لقا کے حکم کی
تعمیل کرنے کی ہدایت کی۔ اور لقا کے ساتھ بارگاہ میں واپس
آگئی۔ وہاں طلسم ہوش ربا کے سارے نامی گرامی بادشاہ، ملکائیں
سردار، جادوگر، اور جادوگرنیاں حاضر تھیں۔ ہر ایک باری باری

[illegible] بڑے سے اٹھ کر لقا کے تخت کے سامنے آ کر سجدہ کرتا اور
[illegible] سب سے قیمتی زیور اس کے قدموں پر ڈال کر واپس جا بیٹھتا
[illegible] سلسلہ ختم ہوا ہی تھا کہ ملکہ مہ رخ اور اس کے ساتھی بھی وہاں
پہنچ گئے۔ لقا نے انہیں سجدہ کرنے اور نذرانے پیش کرنے کا
[illegible] دیا۔ وہ لوگ بھی سجدے اور نذرانے پیش کر کے فارغ ہوئے
[illegible] لقا نے اپنے خوب صورت خدمت گار سے ایک جام شربت
طلب کیا۔ یہ خدمت گار دراصل جان سوز عیار تھا اور بھیس
بدلے ہوئے دوسرے ساتھی عیاروں کی طرح نقلی [illegible] کے
سامنے صراحی لیے اشارے کا منتظر بیٹھا تھا
خدمت گار نے جام بھر کر دیا۔ لقا نے اس میں سے دو گھونٹ
پی کر واپس کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔ "یہ جھوٹا شربت میرا
تبرک ہے۔ دوسرے شربت میں اسے ملا کر سب کو پلا دو۔ جو
پیئے گا عمر بڑھے گی اور ایمان مضبوط ہو گا۔"
آن کی آن میں شربت کے پچاسوں بھرے ہوئے مٹکے
خداوند کے خدمت گار کے سامنے لا کر رکھ دیئے گئے۔ نقلی
لقا کا خدمت گار اس کے جھوٹے شربت کو مٹکوں میں
ملا ملا کر آب داروں کی صراحیاں بھرنے لگا۔ آب دار دوڑ دوڑ
کر اہل دربار کو شربت پلانے لگے۔ لقا کے خدمت گار یعنی
جان سوز عیار نے کمال ہوشیاری سے جھوٹا شربت ملاتے

وقت ہر مٹکے میں عرق بے ہوشی شامل کر دیا تھا اور آبدار کو حکم دیا تھا کہ یہ شربت سب سے پہلے ملکہ حیرت اور اس کے پرانے وفاداروں کو پلایا جائے اور اس کے بعد باغیوں کو۔ آب داروں نے اس حکم کی پوری تعمیل کی۔ جب پرانے وفادار سرداروں میں کوئی نہ بچا تو خدمت گار نے آب داروں کو حکم دیا کہ باغیوں کو شربت پلانے سے پہلے اب ایک ایک جام اس میں سے تم بھی پیو کہ پرانے خیر خواہ ہو۔ آب داروں نے اس حکم کی تعمیل کی لیکن پھر انھیں باغیوں کو شربت پلانے کی توفیق نہ ہو سکی۔ دوسروں کی طرح وہ بھی شربت پیتے ہی اٹا غفیل ہو گئے۔

یہ دیکھتے ہی لقلی لقا یعنی عمرو للکارا "ہاں ملکہ مہ رخ! سنبھالو ان موذیوں کو۔" بارگاہ افراسیاب میں اس وقت عمرو اور اس کے عیاروں اور ملکہ مہ رخ اور اس کے سرداروں کے علاوہ دوسرا کوئی بھی ہوش میں نہ تھا ملکہ حیرت اس کے سارے درباری اور خدمت گار اور میلے میں آئے ہوئے سارے بادشاہ پوری طرح بے ہوش تھے۔

عمرو کا اشارہ پاتے ہی ملکہ مہ رخ نے اپنے سرداروں کو للکارا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب بے ہوش دشمنوں پر پل پڑے اور ملکہ حیرت کے سوا سب کو کاٹ کر رکھ دیا۔ ملکہ حیرت کو قتل نہ کر سکے کہ اس کی حفاظت اپنے طلسمی پتلے کر رہے تھے جن پر کسی کا کوئی وار کارگر نہ ہوتا تھا۔ جب [illegible] کے مرنے سے شور بلند ہوا تو میلے میں موجود [illegible] آدمی پریشان ہو کر بارگاہ کی طرف دوڑ پڑے۔ [illegible] منہ سے لگا کر ہیبت ناک آواز سے گرجا۔ [illegible] جان بچاؤ۔ میلے پر قیامت ٹوٹنے والی ہے۔ [illegible] کے کلیجے دہلا دیے۔ بد حواس ہو کر جدھر جس کا منہ [illegible] بھاگنے لگا۔

ملکہ مہ رخ اپنے سرداروں کو لے کر اس [illegible] جہاں اس کی فوج قید تھی۔ عمرو نے چاہا [illegible] حیرت کو پوجا کے وقت نذر کی جانے والی بے شمار دولت کو زنبیل میں بھرنا شروع کیا۔ دوسرے عیار میلے میں [illegible] جوہریوں کی دکانیں لوٹنے میں لگ گئے۔

میلے کی محافظ فوج نے بھاگنے والے لوگوں کو روکنے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن ان کی ایک پیش نہ گئی۔ حالات کی نزاکت کو بھانپ کر ان کے سپہ سالار نے ساری فوج کو ایک جگہ اکٹھا کر کے کچھ ہوشیار جادوگروں کو صحیح معاملے کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے ہر طرف بھیج دیا۔ بڑی دیر کے بعد وہ خبر لائے کہ عمرو نے ملکہ مہ رخ اور سارے باغیوں کو رہا کرا لیا ہے۔ اور

ہمارے سارے مہمان بادشاہوں اور سرداروں کو قتل کر کے میلا لوٹ لیا ہے۔ سپہ سالار محافظ فوج کو باغیوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار کرنے لگا۔ اُدھر اپنی فوج کو قید سے چھڑانے کے بعد ملکہ مہ رُخ نے بھی جادُو کے ذریعے یہ معلوم کر لیا تھا کہ محافظ فوج کا سپہ سالار اِن پر حملہ کرنے کی سوچ رہا ہے۔ چنانچہ قبل اِس کے کہ وہ اُن پر حملہ آور ہوتا۔ ملکہ مہ رُخ خود بجلی بلاتے آسمانی کی طرح اپنی فوج سمیت اُس پر ٹوٹ پڑی۔

پھر کیا تھا جادُو کے نارنج، ترنج اُچھلنے لگے۔ آتشیں اژدہے اُڑ اُڑ کر صفوں کی صفوں کو بھسم کرنے لگے۔ فولادی گولے پھٹ پھٹ کر زمین و آسمان کو لرزانے لگے۔ ملکہ مہ رُخ کے سرداروں میں سے ملکہ کاکل کُشا نے اپنے بال کھول دیے جن میں سے ننھے ننھے ستارے نکلتے اور آگ کا پہاڑ بن بن کر فوج پر قیامت ڈھاتے۔ ملکہ بہار جادُو نے گُل دستے پھینکے۔ دُور دُور تک باغ کِھل گیا۔ مست کر دینے والی خوشبو پھیل گئی۔ محافظ فوج کے جتنے لوگ اس طلسم کے دائرے میں آئے ملکہ بہار جادُو کے دیوانے ہو گئے اور اس کے اشارے اپنی ہی فوج سے لڑنے لگے۔ رعد جادُو زمین میں ڈوب ڈوب کر دشمنوں کی صفوں کے پیچھے جا نکلتا اور اس طرح چنگھاڑتا کہ عام سپاہیوں اور جادُوگروں کی کھوپڑیاں پھٹ جاتیں اور بڑے بڑے

جادُوگر بے ہوش ہو جاتے۔ اس کی ماں ناگن بجلی آسمان سے تڑپ تڑپ کر فوج پر گرتی اور ایک ہی وار میں سینکڑوں کو جلا کر راکھ کر دیتی۔

عمرو اور اس کے شاگرد برابر میلے میں گھوم گھوم کر لوٹ مار کرتے رہے۔ لڑائی میں اُنھوں نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ آخر جب کوئی قیمتی چیز باقی نہ رہی تو وہ بھی سب میدانِ جنگ کی طرف چلے۔ لیکن اِن کے پہنچتے پہنچتے ملکہ مہ رخ دشمنوں کا کام تمام کر چکی تھی۔ میلے کی محافظ فوج کا مع اس کے سپہ سالار کے خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور جو باقی بچے تھے جان بچا کر بڑی حسرت سے اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

یہ حالات دیکھ کر عمرو نے ملکہ مہ رُخ کو مشورہ دیا۔ "افراسیاب بہت دیر کا گیا ہوا ہے۔ یا تو وہ خود ہی واپس آتا ہوگا یا میلے کی خبر پا کر جلد پلٹے گا۔ اب ہمارا یہاں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔" ملکہ مہ رُخ نے اِس سے اتفاق کرتے ہوئے اپنی فوج کو واپسی کا حکم دیا۔ اِس طرح چادِ زمرد کے میلے کا ستیاناس کر کے سب خیریت کے ساتھ اپنی چھاؤنی میں جا پہنچے۔

دھوکے پر دھوکا

اب عیاروں کا حال سُنیئے۔ ملکہ حیرت نے ناراض ہو کر اُنھیں میلے سے باہر نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ وہ ملکہ حیرت کی نادانی کا رونا روتی ہوئی قریب کے ایک جنگل میں چھپ رہیں جب میلے میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوا تو اِن سے نہ رہا گیا۔ وہ بھیس بدل کر بارگاہِ افراسیاب کی طرف دوڑ پڑیں۔

بارگاہ کے اندر سناٹا محسوس کر کے اِن کا دل دھڑک اُٹھا۔ ڈرتے ڈرتے اندر داخل ہوئیں۔ مگر وہاں کا منظر دیکھ کر خوف سے لرز اُٹھیں۔ میلے میں شرکت کرنے والے مُلک کے سارے نامور حکمران اور افسر اور ملکہ حیرت کے سارے سردار اور خدمت گار خاک و خون میں لتھڑے پڑے تھے۔ نہ کسی کے جسم پر کوئی قیمتی زیور یا کپڑا باقی تھا۔ نہ بارگاہ کی کوئی قیمتی چیز۔ سمجھ گئیں کہ خواجہ عمرو اپنا کام کر گئے۔ لاشوں کے انبار میں وہ ملکہ حیرت کو تلاش کرنے لگیں۔ بالآخر صرصر کو ایک جگہ ملکہ حیرت بے ہوشی کی حالت میں مل گئی۔ وہ گھبرا

کر جلدی سے اُسے ہوش میں لائی اور کہنے لگی "حضور [illegible] میری بات نہ مانی۔ اب دیکھیے خداوند لقا کا [illegible] سارا کاروبار چوپٹ کر گیا۔ قیدیوں کو بھی چھڑوا لے گیا اور میلے کی ساری دولت بھی لوٹ لے گیا۔"

"ہائے غضب ہو گیا۔ اب میں شہنشاہ کو کیا منہ دکھاؤں گی" ملکہ حیرت گھبرا کر بولی "چلو ان کا پیچھا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دور نکل جائیں۔"

صرصر نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "اب پیچھا کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں۔ محافظ فوج ماری جا چکی ہے۔ میلہ خالی ہو چکا ہے [illegible] ابھی پہنچ سے دور جا چکے ہیں۔ شہنشاہ کا انتظار کیجیے ان کے آنے کے بعد ہی کچھ کیا جا سکے گا۔"

اُدھر افراسیاب عیاروں کی تلاش میں میلے سے کوسوں دور نکل گیا تھا۔ میلے کے راستوں اور اردگرد کے جنگلوں کا چپا چپا چھان مارا۔ مگر عیار وہاں کہیں ہوتے تو دکھائی دیتے۔ تھک ہار کر اس نے ایک جگہ ڈیرا ڈال دیا۔ اور طلسمی پتلوں اور بلاؤں کو عمرو اور اس کے شاگردوں کی تلاش میں چاروں طرف بھیج کر نتائج کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن عیاروں کی اطلاع ملنے کی بجائے اُسے میلے میں بھگدڑ اور لوٹ مار کی اطلاع ملی۔ یہ خبر ان لوگوں نے دی جو اصل حقیقت سے قطعی بے خبر تھے

اور دوسروں کو بھاگتا دیکھ کر میلے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

افراسیاب نے عیاروں کی خبر کا انتظار کیے بغیر بارگاہِ جمشیدی کی راہ لی اور خون کے گھونٹ پیتا ہوا بارگاہِ خاص میں جا داخل ہوا۔ وہاں ملکہ حیرت اور صرصر نے اُسے سارا واقعہ تفصیل سے بتایا۔ افراسیاب کے غصے کی انتہا نہ رہی۔ اس نے ملکہ حیرت کو دلاسا دیتے ہوئے کہا "اِس عمرو اور مہ رُخ نے آج مجھے پورے طلسم میں رسوا کر دیا ہے۔ فکر نہ کرو۔ میرے ساتھ چلو۔ ابھی ان سب کو خاک میں ملائے دیتا ہوں۔"

افراسیاب کی خاص فوج اس کے ساتھ تھی۔ وہ اس کو لے کر ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گیا۔ سب طلسمی پرندوں پر سوار تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں اُڑتے ہوئے ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی پر جا کر منڈلانے لگے۔

وہاں ہر خیمہ رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجا ہوا تھا۔ جگہ جگہ چراغاں ہو رہا تھا۔ جشن گاہ میں ملکہ مہ رُخ اپنے سرداروں سمیت بیٹھی دکھائی دے رہی تھی۔ خدمت گار اِدھر اُدھر کھانے پینے کی چیزیں لیے دوڑ رہے تھے۔ پریوں کی ایک ٹولی زرق برق لباس پہنے محفل کو گرما رہی تھیں۔ ناچ ہو رہا تھا، گانے گائے جا رہے تھے۔ گویا جشنِ فتح منایا جا رہا تھا۔

منظر دیکھ کر افراسیاب کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اُس نے فوج کو ان پر لوٹ پڑنے کا حکم دے دیا۔ پھر کیا تھا آسمان سے آگ، پتھر، تیروں اور گولوں کی برسات ہونے لگی۔ مہ رُخ کی جانب سے کسی کو بھی جوابی وار کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے چھاؤنی راکھ کا ڈھیر بن گئی۔ تھوڑے سے وہ سپاہی جو چھاؤنی کے گرد پہرا دے رہے تھے بمشکل اپنی جان بچا کر بھاگ سکے۔ چھاؤنی کے اندر کوئی بھی زندہ نہ بچا، سوائے عمرو کے جو چادر اوڑھے ایک محفوظ جگہ چھپا بیٹھا تھا۔

افراسیاب نے فخر کے ساتھ ملکہ حیرت سے کہا "عیاروں کے سوا سارے باغی مارے گئے۔ اب تم فوج سمیت نیچے اتر کر بارگاہیں آراستہ کرو اور فتح کا جشن مناؤ۔ میں باغِ سیب میں جا کر آرام کرتا ہوں۔ کل عیاروں کا بھی کام تمام کر دوں گا۔"

ملکہ حیرت کے دل سے میلے کی بربادی کا سارا غم جاتا رہا۔ افراسیاب کو رخصت کر کے وہ فوج سمیت ملکہ مہ رُخ کی تباہ کردہ چھاؤنی میں اُتری۔ طلسمی بارگاہیں، خیمے اور شامیانے آناً فاناً آراستہ کر دی گئیں۔ جگمگاتا اور راگ و رنگ کی دھوم مچاتا جو خطہ کچھ دیر پہلے راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا تھا پہلے سے بھی زیادہ جگمگانے لگا۔ جشنِ فتح کی پہلے سے زیادہ شاندار محفل سجی اور ملکہ حیرت اپنی فوج کے سرداروں سمیت ناچ گانے کا

لطف اُٹھانے لگی۔

خواجہ عمرو جو عیاری کی چادر اوڑھے یہ سارا معاملہ دیکھ رہے تھے، خاموشی کے ساتھ وہاں سے نکلے اور کوہِ سیاہ کی سمت فراٹے بھرنے لگے۔ ملکہ مہ رُخ کی فوج اور لشکر گاہ کی بربادی کا اِن کے دِل پر کوئی اثر نہ تھا۔ غمگین ہونے کی بجائے اِن کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔ اور آنکھوں میں چمک تھی، جیسے اُنھوں نے دُشمن کو زبردست دھوکا دیا ہو۔

دراصل بات بھی یہی تھی۔ یہ تو آپ کو یاد ہی ہوگا کہ میلے میں جانے سے پہلے عمرو نے ملکہ مہ رُخ کی فوج کے ایک خاصے حصے کو الگ کر کے تین لشکر بناتے تھے اور ان میں سے ایک کو ملکہ فرمانبہ کی سربراہی میں کوہِ سیاہ میں، دُوسرے کو ملکہ سرخ مُو کے حوالے کر کے کوہِ سبز میں اور تیسرے لشکر کو افتخار جادُو کی سرداری میں کوہِ سُرخ میں چھپا دیا تھا۔ یہ تینوں لشکر نہ تو مہ رُخ کے ساتھ میلے میں گئے تھے اور نہ افراسیاب کو اِن کا کچھ پتا تھا۔ اس سے بھی بڑا دھوکا عمرو نے افراسیاب کو یہ دیا کہ میلے سے لوٹ کر آنے کے بعد اس نے ملکہ مہ رُخ اور اس کے سرداروں اور منتخب فوجیوں کو عیاروں کے ساتھ فوراً ہی کوہِ سیاہ روانہ کر دیا تھا۔ جشن گاہ میں فقط اِن کی شکل کے پُتلے اور چھاؤنی میں صرف عام سپاہی اور جادُوگر رہ گئے تھے

میں ہدایت کر دی گئی تھی کہ خطرہ دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوں۔ پنچہ افراسیاب کے حملے سے یا تو وہ پتلے تباہ ہوتے یا وہ عام اور جادُوگر، جو بھاگ نہ سکے۔ مہ رُخ اور اس کے فوجی کوہِ سیاہ میں محفوظ تھے اور افراسیاب اس دھوکے میں آ چکا تھا کہ اس نے مہ رُخ اور اس کے سارے سرداروں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ملکہ حیرت اور اس کی فوج کو جشنِ فتح منانے میں مشغول کر عمرو اب اپنے منصوبے کے باقی حصے کو پورا کرنے کے لیے کوہِ سیاہ کی طرف اُڑا چلا جا رہا تھا۔ جیسے ہی وہ کوہِ سیاہ کے درّے میں داخل ہوا ملکہ مہ رُخ نے سرداروں سمیت بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور خیر و عافیت پوچھی۔ عمرو نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا:

"دُشمن خطرے سے غافل ہو کر ناچ رنگ میں مست ہو رہا ہے۔ منصوبہ کامیاب رہا۔ فوراً جاؤ۔ اسے اسی حالت میں جہنم رسید کر دو۔"

یہ سنتے ہی مہ رُخ نے سرداروں کو اشارہ کیا۔ اُنھوں نے فوج کو للکارا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں جادُوگروں کا لشکر طلسمی پرندوں پر اُڑتا ہوا وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ملکہ حیرت اور اس کی فوج جیت کے نشے میں مست راگ رنگ سے دل بہلا رہی تھی کہ اچانک مہ رُخ اور اس کی فوج نے اُن پر یلغار کر دی اور جس

طرح افراسیاب نے اچانک حملہ کرکے مہ رُخ کی چھاؤنی
کردی تھی، اسی طرح ملکہ حیرت کی کُل فوج اور ساز و سامان
آنِ واحد میں راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔ بمشکل تمام ملکہ حیرت وہاں
سے جان بچاکر نکلی اور افراسیاب کی سمت روتی پیٹتی روانہ
اب ملکہ مہ رُخ نے فتح کے ڈنکے بجاتے ہوئے کوہ سبز
کا رُخ کیا۔ وہاں عمرو نے اس کامیاب حملے کی مبارک باد
کے بعد مہ رُخ سے کہا۔"افراسیاب اس چوٹ سے تلملا کر جلد
حملہ کرے گا۔ اس لیے جیسا انتظام اپنی چھاؤنی میں کیا تھا
ہی انتظام کرکے یہاں سے فوراً کوہِ سبز جا پہنچو اور
انتظار کرو۔"

ملکہ مہ رُخ سمجھ گئی کہ عمرو افراسیاب کو ایک اور دھوکا دینا
چاہتا ہے۔ اُس نے پہلے کی طرح جشن گاہ آراستہ کرائی اور
اس میں اپنی اور اپنے سارے سرداروں کی شکل کے پتلے
دبیے۔ چہل پہل ظاہر کرنے کے لیے خدمت گاروں کو مامور
ڈیرے، خیمے، شامیانے، قناتیں، جوں کی توں رہنے دیں
عام سپاہیوں اور جادوگروں کو پہلے کی طرح خطرہ دیکھ کر بھاگ
جانے کی ہدایت دے کر سرداروں اور سپاہیوں کو ساتھ
کر کوہِ سبز کی طرف روانہ ہو گئی۔ خواجہ عمرو ایک محفوظ جگہ
پہلے کی طرح چادر اوڑھ کر چھپ رہے۔

ادھر ملکہ حیرت نے باغ سیب میں جا کر افراسیاب کو
بپتا کہہ سنائی۔ افراسیاب کے جوش اور غضب کی انتہا
نہ رہی۔ اُس نے طلسمی پرندے باغیوں کے ٹھکانے کا پتہ
لگانے کے لیے اڑائے۔ پرندے سراغ لگاتے ہوئے کوہ
سبز جا پہنچے۔ مہ رُخ وہاں سے ابھی کوہ سبز کی جانب روانہ
ہوئی تھی۔ طلسمی پرندوں نے واپس آکر افراسیاب کو ان کا ٹھکانا
بتایا۔ افراسیاب نے تازہ دم فوج اور ملکہ حیرت کو ساتھ لیا اور
شان و شوکت کے ساتھ اُڑتا ہوا کوہ سیاہ پر جا پہنچا
اس عرصے میں مہ رُخ وہاں سے جا چکی تھی البتہ اس کی اور
اس کے سرداروں کی شکل کے پتلے جشن مناتے دکھائی دے
رہے تھے۔ افراسیاب پھر دھوکا کھا گیا۔ آسمان سے آگ برسا
کر آناً فاناً مہ رُخ کی یہ چھاؤنی بھی جلا کر راکھ کر دی اور پہلے کی
طرح اس کو پھر یقین ہو گیا کہ مہ رُخ اور اس کے سارے سردار
ہلاک ہو گئے۔ ملکہ حیرت کو پہلے کی طرح اسی جگہ جشن منانے
کا حکم دے کر وہ پھر باغِ سیب واپس چلا گیا۔

ملکہ حیرت کی بارگاہیں آراستہ ہو گئیں۔ جشن کی محفل سجنے
لگی۔ اس موقع پر خواجہ عمرو وہاں سے نکل کر کوہِ سبز میں جا پہنچے
اور مہ رُخ نے پہلے کی طرح پھر اچانک حملہ کرکے حیرت کی فوج
کو تہس نہس کر دیا۔ حیرت جان بچا کر روتی پیٹتی افراسیاب کی

طرف چلی اور عمرو ملکہ مہ رخ اور اس کی ساری فوج سمیت کوہ
جا کر خیمہ زن ہوگیا۔

اُدھر حیرت نے جو افراسیاب کو جا کر ماجرا سنایا تو وہ
پہلے سے بھی زیادہ غضب ناک ہوگیا اور باغیوں پر حملہ کرنے
کے ارادے سے اٹھا۔ لیکن اس موقع پر اس کے جو مشیر موجود
تھے۔ انھوں نے اُسے سمجھایا کہ حضور پے در پے دو شب خون
مار چکے ہیں۔ لیکن نتیجے میں دھوکے پر دھوکے کھائے ہیں۔ ا
سے جانی و مالی نقصانات بھی زبردست ہوئے ہیں۔ اور
دشمنوں کو ہنسنے کا موقع بھی ملا ہے۔ پھر یہ بات حضور کی شان
کے خلاف ہے کہ حقیر باغیوں پر رات کو چھپ کر بغیر اعلان کے
چھاپے ماریں اور سُبکی اُٹھائیں۔ جب تک عیار باغیوں کے ساتھ
ہیں، ایسے کسی حربے کے کارگر ہونے کی کوئی اُمید نہیں۔ بہتر
یہ ہے کہ نامور جادوگر سردار اور تجربہ کار فوج ملکہ حیرت کے ساتھ
کریں اور وہ جا کر باغیوں کے سامنے پہلے کی طرح خیمہ زن ہو
اور طبلِ جنگ بجوا کر باقاعدہ جنگ کریں۔

افراسیاب نے اس مشورے پر غور کیا تو اسے ہر طرح سے
معقول پایا۔ ملکہ حیرت نے بھی تائید کی۔ افراسیاب نے غصے کو
تھوک دیا اور لشکر کشی کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ نامی
گرامی جادوگروں، سرداروں اور سپاہیوں کی فہرستیں تیار ہونے

لگیں۔ پورے طلسم میں خبر مشہور ہوگئی کہ ملکہ حیرت ایک زبردست
فوج لے کر باغیوں کی سرکوبی کے لیے جائے گی اور ان سے پہلے
کی طرح کھلی جنگ کرے گی۔

یہ خبر کوہِ سُرخ میں پہنچی تو ملکہ مہ رخ، عمرو اور سارے
سردار آپس میں مشورے کرنے لگے۔ ملکہ مہ رخ نے خیال ظاہر
کیا کہ ہم لوگ اپنے بل بوتے پر جنگ کو طول دے سکتے ہیں
ملکہ حیرت کے لشکر پر وقتی فتح حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن
افراسیاب کو تباہ کرنا یا طلسم ہوشربا کو فتح کرنا بغیر کسی بڑی
طاقت کی مدد کے ہمارے لیے ناممکن ہے۔ طلسم نور افشاں
کا بادشاہ شہنشاہ کوکب روشن ضمیر افراسیاب کو ناپسند کرتا
ہے۔ خواجہ عمرو ایک بار اس تک پہنچ چکے ہیں۔ اور اس کی لڑکی
ملکہ بُراں کو اپنا ہمدرد بنا چکے ہیں۔ اگر کسی طرح وہ افراسیاب
کے خلاف ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو صورتِ حال
بدل سکتی ہے۔ اور ہم افراسیاب پر غالب آنے اور شہزادہ
اسد اور ملکہ مہ جبین کو اس کی قید سے رہائی دلانے کی اُمید
کر سکتے ہیں۔

سارے سرداروں نے مہ رخ کے اِس خیال سے اتفاق کیا
اور خاموش ہو کر خواجہ عمرو کو دیکھنے لگے کہ دیکھیے وہ کیا
جواب دیتے ہیں۔

عمرو کچھ دیر سکون کے ساتھ اس تجویز پر غور کرتا رہا۔ پھر بولا۔ "مجھے بھی اِس خیال سے اتفاق ہے۔ شہنشاہ کوکب روشن ضمیر یقیناً شریف آدمی ہے۔ ہر چند کہ پچھلی ملاقات میں میری ایک حرکت پر ناراض ہوگیا تھا۔ پھر بھی اُمید ہے کہ میں اُسے اپنی حمایت پر راضی کرلوں گا۔ میں طلسمِ نورافشاں جانے کے لیے تیار ہوں مگر راستہ نہیں جانتا۔ اگر آپ لوگوں میں سے کوئی میرے ساتھ چلے تو اِدھر اُدھر بھٹکنے میں وقت خراب نہ ہوگا۔"

شہزادی مخمور فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُس نے کہا۔ "میں طلسمِ نورافشاں کا مختصر راستہ جانتی ہوں۔ اس کے علاوہ سرحد پر میری والدہ اسرار جادو کی بھی ریاست ہے۔ راستے میں کوئی مشکل پیش آئی تو ان کی بھی مدد حاصل کی جا سکے گی۔"

آخرکار طے پایا کہ عمرو اور شہزادی مخمور طلسمِ نورافشاں کے لیے روانہ ہوں۔ ملکہ مہ رُخ ساری فوج کے ساتھ واپس اپنی پُرانی چھاؤنی میں جاکر خیمہ زن ہو۔ اور ملکہ حیرت سے جنگ کرنے کی تیاریاں کرے۔ تھوڑی ہی دیر بعد عمرو اور ملکہ مہ رُخ کوہِ سُرخ سے اپنی اپنی منزل کی سمت روانہ ہو گئے۔

طلسمِ نورافشاں

ملکہ مہ رُخ عمرو سے رخصت ہوکر اپنی پُرانی چھاؤنی پر پہنچی۔ عین اِسی وقت ملکہ حیرت بھی ایک زبردست لشکر کے ساتھ اپنی سابقہ لشکرگاہ میں اُتری۔ ارادہ دونوں کا پہلے کی طرح جم کر لڑنا تھا۔ اور چھاؤنیاں دونوں کی پچھلی لڑائیوں میں تباہ ہوچکی تھیں۔ اس لیے دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے پر حملہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا۔ چند دنوں دونوں تیاری میں لگی رہیں۔ اس کے بعد پہلے کی طرح ایک دوسرے سے قوت آزمائی شروع کردی۔

روزانہ دونوں جانب کے چند نامور جادوگر سردار ایک دوسرے سے صبح تا شام جنگ کرتے اور اندھیرا ہوتے ہی جنگ ختم کرکے اپنی اپنی چھاؤنیوں میں واپس چلے جاتے۔ کبھی ایک کا پلہ بھاری رہتا کبھی دوسرے کا جب کبھی افراسیاب کا بھیجا ہوا کوئی بڑا جادوگر آکر لشکرِ مہ رُخ میں تہلکہ ڈال دیتا تو عمرو کے شاگرد عیار مہتر قران، ضرغام، جان سوز اور برق عیاری کرکے اس کا کام تمام کردیتے۔

یہی حال طلسمِ ہوش رُبا کی سرحد پر کوہِ عقیق کے محاذ کا
تھا، جہاں امیر حمزہ پڑاؤ ڈالے سلیمان عنبریں سے مُسلسل جنگ
کر رہے تھے۔ وہاں عمرو کا بیٹا چالاک جادُوگروں کے مقابلے
پر ایک سے ایک بڑھ کر کارنامے انجام دے رہا تھا۔

افراسیاب دونوں محاذوں پر مسلسل کمک بھیج رہا تھا۔
ایک جادُوگر مارا جاتا تو اس کی جگہ وہ فوراً دُوسرے
جادُوگر کو تازہ دم فوج کے ساتھ روانہ کر دیتا۔ دونوں محاذوں
پر افراسیاب کو زیادہ نقصان اُٹھانا پڑتا لیکن امیر حمزہ اور
مہ رُخ چونکہ اس کے ملک میں پیش قدمی نہ کر پائے تھے
اس لیے وہ ہونے والے نقصانات کو بڑی آسانی سے
پُورا کر لیتا تھا۔

امیر حمزہ، مہ رُخ اور عمرو نے افراسیاب کے چین میں
خلل ضرور ڈال دیا تھا۔ مگر اپنی جان، سلطنت یا مُلک کی
سلامتی کا اُسے کسی سے کوئی ڈر نہ تھا۔ صحیح معنوں میں پہلی
بار وہ صرف اس وقت پریشان ہوا جب اُسے پتا
چلا کہ عمرو شہنشاہ کوکب سے مدد حاصل کرنے کے لیے طلسمِ
نُور افشاں کی طرف بڑھا چلا جا رہا ہے۔

افراسیاب کوکب کو کسی بات میں اپنا ہم پلّہ نہ سمجھتا تھا۔ مگر
اس موقع پر اس کے دل میں یہ کھٹکا پیدا ہو گیا کہ کوکب کہیں

مل کر امیر حمزہ اور عمرو کی مدد کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے۔
وہ خوب جانتا تھا کہ اگر عمرو کوکب کے پاس پہنچنے میں کامیاب
ہو گیا تو وہ اُنھیں آپس میں لڑا کر ہی چھوڑے گا۔ یہی وجہ
تھی کہ اس نے طلسمِ نُور افشاں کے قریب رہنے والے [illegible]
بادشاہوں اور سرحدی مُحافظوں کو سختی سے تاکید کر دی کہ وہ
کسی طرح بھی عمرو کو طلسمِ ہوش رُبا کی حدود سے نہ نکلنے دیں۔
اس کے علاوہ اس نے خود بھی ایک کے بعد ایک زبردست
جادُوگر عمرو اور مخمور کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجے۔ لیکن خواجہ
عمرو بھلا کس کے بس کے تھے۔ کوئی جان سے مارا گیا کسی نے
ناک کان کٹوائے۔ کوئی اپنی زندگی بھر کی کمائی سے ہاتھ دھو
بیٹھا۔ خواجہ ہر طرح اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہی رہے۔ ان
کی عیاری اور ملکہ مخمور کی جادوگری رکاوٹ بننے والی ہر چیز کو
اپنے راستے سے ہٹاتی چلی گئی۔ آخر میں عین طلسمِ ہوش رُبا
اور طلسمِ نُور افشاں کی سرحد پر انھیں جو مُشکلات پیش آئیں
وہ ملکہ مخمور کی ماں ملکہ اسرار جادُو نے دُور کر دیں۔ یہاں تک
کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر وہ اِن دونوں کو دریائے
ہفت رنگ کے پار طلسمِ نُور افشاں کی سرحد کے اندر تک
پہنچا آئی۔

افراسیاب کو جلد ہی یہ محسوس ہو گیا تھا کہ وہ عمرو کو کوکب

کے پاس جانے سے نہ روک سکے گا۔ چنانچہ دُوسری تدبیر
کے طور پر اس نے کوکب کے نام ایک خط لکھا اور ایک
برق رفتار قاصد کے ہاتھ روانہ کر دیا۔

اُدھر جیسے ہی عمرو طلسمِ نُور افشاں کی سرحد میں داخل ہوا
طلسمی جاسوسوں نے شہنشاہ کوکب کو جاکر اس کی خبر دی
اور سرحدی محافظوں نے اِس کے بارے میں حکم دریافت کیا۔
کوکب نے مشیروں سے رائے پُوچھی تو اُنھوں نے ایک رائے
ہوکر کہا۔

"حضُور کا اقبال بلند رہے۔ ہماری رائے اس معاملے میں
کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ کاہن جادُو سے دریافت کیجیے کہ
اس سے بڑا نجُومی اِس طلسم میں نہیں ہے۔ اس کے پاس بزرگوں
کی لکھی ہُوئی پیش گوئیاں بھی موجُود ہیں۔"

مُشیروں کی یہ رائے خُود شہنشاہ کوکب کو بھی بہت پسند
آئی۔ منتر کے زور سے اس نے کاہن جادُو کو طلب کیا۔ وہ
ساری نئی پُرانی کتابیں اور جنم پتریاں لیے حاضر ہوگیا۔ کوکب
نے اُس سے کہا۔ "اے کاہن جادُو! عمرو عیّار طلسمِ نُور افشاں
کی سرحد میں داخل ہوگیا ہے۔ ستاروں کی چال دیکھ کر بتاؤ
ہمیں اُس کے ساتھ کیا سلُوک کرنا چاہیے؟"

کاہن جادُو کچھ دیر حساب لگاتا رہا۔ پھر اس نے بعض کتابیں

کھول کر دیکھیں اور آخر میں کوکب سے بولا۔ "عالی جاہ! عمرو
افراسیاب کے خلاف حضور سے مدد طلب کرنے کے لیے آیا
ہے۔ افراسیاب کا ستارہ نحُوست میں مُبتلا ہے۔ عمرو اور
حضُور کے ستارے اُوپر ہیں۔ عمرو کا ساتھ دینا حضُور کے
لیے ہر طرح مُبارک ہوگا۔"

یہ سُن کر کوکب نے کاہن جادُو کو رخصت کیا اور جاسوسوں
اور سرحد داروں کو حکم دیا کہ عمرو کو آنے دو۔ اس کے ساتھ
ہی کوکب نے اپنی بیٹی ملکہ بُرّاں کو لکھ بھیجا کہ شہنشاہِ عیّاراں
خواجہ عمرو تشریف لائے ہیں تم اپنے وزیر کو بھیج کر ان کا
استقبال کرو اور قلعہ ہفت رنگ میں مہمان کو عزت کے
ساتھ رکھو۔

ملکہ بُرّاں پہلی بار عمرو کو ایک عجُوبہ سمجھ کر طلسمی جال سے
نکال لائی تھی مگر اب اس کے کارنامے سن سن کر وہ
اس کی مرید ہوچکی تھی۔ باپ کے خط سے اُسے عمرو کی اچانک
آمد کی اِطلاع ملی تو خوشی سے اس کا دل باغ باغ ہوگیا اور
دُھوم دھام کے ساتھ اُس نے عمرو کے استقبال کے لیے اپنے
وزیرِ خاص کو روانہ کیا۔

عمرو اور مخمور چلے آرہے تھے کہ ایک جگہ اُنھیں سامنے
سے بہت بڑا جلوس آتا دِکھائی دیا۔ مخمور ایک درخت کی

اوٹ میں چھپ گئی۔ عمرو نے جلدی جلدی مراثیوں جیسے کپڑے
پہنے اور بھیس بدل کر جلوس میں جا شامل ہوا۔ "کیوں میاں! یہ
برات کہاں جا رہی ہے؟" ایک شخص سے اس نے پوچھا۔

"برات؟" اس شخص نے حقارت کے ساتھ نقلی مراثی
کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "ابے احمق! یہ جلوس ہے۔ ہمارے
آگے آگے چلنے والا دولھا نہیں، بُراں کا وزیر ہے۔ شہنشاہ
کوکب کی خواہش کے مطابق ہم جناب خواجہ عمرو کا استقبال
کو جا رہے ہیں۔"

یہ حال معلوم کر کے عمرو واپس ملکہ مخمور کے پاس جا پہنچا۔
اس نے یہ خبر سن کر عمرو سے کہا۔ "خواجہ جی! مبارک ہو کام
بنتا نظر آ رہا ہے۔ بہتر ہے کہ ہم کچھ اپنی بھی شان و شوکت
کا مظاہرہ کریں۔ ورنہ اس حال میں استقبال کرنے والوں کے
سامنے آ گئے تو زبان سے تو کچھ نہ کہہ سکیں گے پر دل میں
ضرور ہمارا مذاق اڑائیں گے۔"

"شاباش!" عمرو نے مخمور کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا۔ "اب
تم بہت سمجھدار ہو گئی ہو۔ اچھا تم جادو کے زور سے ایک
شاندار بارگاہ اور اس کے ارد گرد کچھ خیمے اور شامیانے قائم
کر دو۔ باقی سارا کام میں کر لوں گا۔"

چند ہی لمحوں بعد خیموں کا ایک شاندار محل وہاں موجود تھا۔

ملکہ بُراں کا وزیر اس کے قریب پہنچا ہی تھا کہ قریب سے
کسی نے انتہائی ڈراؤنی آواز میں للکارا۔ "خبردار! یہ دنیا بھر کے
عیاروں کے شہنشاہ خواجہ عمرو کی بارگاہ ہے۔ بغیر اجازت ہرگز
قدم آگے نہ بڑھانا۔"

اس للکار کی دہشت سے وزیر اور اس کے سارے ہمراہی
کانپ اٹھے۔ آخر کار وزیر نے جی کڑا کر کے کہا۔ "بھائی آپ کون
ہیں؟ آواز تو سنائی دیتی ہے پر آپ دکھائی نہیں دیتے۔ مہربانی
کر کے مجھے خواجہ جی کے پاس لے چلیے۔ ملکہ بُراں کے حکم
سے میں ان کے استقبال کو آیا ہوں۔"

جواب میں آواز آئی۔ "میں شاہِ جنات ہوں، اپنی فوج کے
ساتھ خواجہ کی خدمت کے لیے مامور ہوں۔ اگر تم خواجہ کے
دوست ہو تو ساتھیوں کو یہیں چھوڑ دو۔ تنہا میرے ساتھ چلو۔ خواجہ
کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔ وہ جو چاہیں گے فیصلہ کریں گے۔"

وزیر سواری سے اترا۔ نہ نظر آنے والے شاہِ جنات نے
اسے بازو سے پکڑا اور قنات کے اندر لے گیا۔ بارگاہ کے پہلے خیمے
کے اندر جا کر شاہ جنات نے کہا۔ "میں نگرانی کے لیے باہر جاتا ہوں
یہاں سے تمھیں دوسرا جن ساتھ لے کر جائے گا۔"

وزیر کو محسوس ہوا کہ پہلا جن اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ اور دوسرا
جن اس کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے خیمے کی طرف چل رہا ہے۔ دوسرے

خیمے میں پہنچ کر جب اس جن نے کہا کہ اگلے خیمے تک تمہیں تیسرا جن لے جائے گا۔ تو اس کی آواز پہلے جن سے اس قدر مختلف تھی کہ وزیر کو یقین ہوگیا کہ واقعی یہ دوسرا جن تھا۔ اس طرح چھ خیموں تک مختلف جن اس کی رہبری کرتے رہے اور ساتویں خیمے پر ملکہ مخمور نے وزیر کو خوش آمدید کہا۔ اور اپنے ساتھ لے کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی خواجہ عمرو کی بارگاہ میں داخل ہوگئی۔

وہاں خواجہ عمرو بیش قیمت پوشاک اور تاج پہنے ہوئے ایک جڑاؤ اونچی کرسی پر رونق افروز تھے۔ سامنے کہیں تخت کہیں کرسی اور کہیں صوفے بچھے ہوئے تھے۔ ان پر کوئی بھی بیٹھا ہوا نظر نہ آتا تھا۔ مگر خواجہ عمرو ان کی طرف مخاطب ہو کر اس طرح اشارے اور گفتگو ——— کر رہے تھے جیسے سچ مچ ان پر لوگ بیٹھے ہوتے تھے۔

وزیر بے چارہ پہلے ہی سے جنوں کا قائل ہو چکا تھا اسے یقین ہوگیا کہ دربار جن سرداروں سے بھرا ہوا ہے۔ عمرو کا رعب و دبدبہ اس کے دل پر اس حد تک چھا گیا کہ جب تک عمرو نے خود اسے مخاطب نہ کیا وہ گردن نیچے کیے خاموش کھڑا رہا۔ بھلا وہ بے چارہ کیسے سمجھ سکتا تھا کہ جن جنوں سے اس کا واسطہ پڑا تھا وہ صرف ایک خواجہ عمرو ہی تھے۔ اسے کیا پتا

تھا کہ عیاری کی چادر اوڑھنے کے بعد انھیں کوئی نہیں دیکھ سکتا اور آواز میں بدل کر بات کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ عمرو نے اس سے آمد کی غرض پوچھی تو اس نے ہاتھ باندھ کر ادب سے جواب دیا۔

"شہنشاہ کوکب کی ہدایت کے مطابق ملکہ بُرّاں نے قلعہ ہفت رنگ میں حضور کی مہمانی کا انتظام کیا ہے۔ میں حضور کو لینے آیا ہوں۔"

خواجہ عمرو پہلے ہی یہ بات جان چکے تھے۔ انھیں تو محض وزیر پر رنگ جمانا تھا۔ تھوڑے سے نخرے کے بعد وزیر کے ساتھ چلے۔ ملکہ مخمور ان کے پیچھے پیچھے چلی۔ میدان میں پہنچ کر مخمور نے منتر پڑھ کر اپنے بنائے ہوئے سارے جادوئی ڈیرے خیمے غائب کر دیے۔ وزیر نے عمرو اور مخمور کو خاص تخت پر سوار کرایا۔ جلوس شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوگیا۔

قلعہ ہفت رنگ کے دروازے پر ملکہ بُرّاں نے جلوس کا استقبال کیا۔ عمرو اور مخمور کو ایک شاندار محل میں ٹھہرایا گیا۔ رات کو ملکہ بُرّاں نے باغِ عیش میں عمرو کی دعوت کی۔ اس موقع پر شاہی خاندان کی کئی شہزادیاں اور معززینِ شہر وہاں موجود تھے۔ ملکہ بُرّاں نے ایک ننھی منی گڑیا سی شہزادی سے عمرو کا تعارف کرایا تو وہ بولی۔ اچھا! یہی خواجہ عمرو ہیں! افراسیاب کی انھی

سے لڑائی ہے۔"

جواب میں ملکہ بُراں نے ہاں کہا۔ اس پر وہ عمرو سے بولی
"میاں جی سُنا ہے آپ کئی بار طلسمِ باطن میں جا چکے ہیں۔ آپ
کو افراسیاب کے ملک اور دربار کی ہر بات معلوم ہے۔ بتا
کیا آپ نے میری نمک حرام لونڈی جنین کو بھی کہیں دیکھا
وہ میرے جواہرات چُرا کر بھاگ گئی ہے۔ کہیں افراسیاب
نے تو اُسے پناہ نہیں دے رکھی۔؟"

عمرو نے پانچ چھ سال کی نظر آنے والی شہزادی سے یہ
بات سُنی تو حیران رہ گیا۔ اُسے کوئی جواب دینے کی بجائے
اُس نے ملکہ بُراں سے کہا "ذرا ان صاحبزادی کا مکمل تعارف
کرائیے۔ اتنی ننھی مُنّی ہیں مگر باتیں ماشاء اللہ بڑی سمجھداری
کی کرتی ہیں۔"

ملکہ بُراں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "خواجہ جی! یہ
شہنشاہ کوکب کی بھتیجی مجلس جادو ہیں۔ ماشاء اللہ جوان اور
میری ہم عمر ہیں مگر جادو کے زور سے چھ سال کی بچی بنی
رہتی ہیں۔ جادوگری میں اُن کا جواب نہیں۔ ضد پر اڑ جائیں
تو کسی کو بھی خاطر میں نہ لائیں۔ جس سے بگڑ جائیں ناک رگڑوائے
بغیر نہ چھوڑیں۔"

یہ سنتے ہی عمرو کا دماغ کام کر گیا۔ مجلس جادو کو افراسیاب

کے خلاف بھڑکانے کا بھلا اس سے اچھا اور کون سا موقع
مل سکتا تھا۔ اس نے کہا "اچھا تو آپ ہی مجلس جادو ہیں۔ آپ کا نام
میں بہت پہلے سن چکا ہوں۔ شہزادی صاحبہ! مجھے یاد
آتا ہے کہ ایک بار جب صرصر مجھے گرفتار کر کے باغِ سیب
لے گئی تھی تو وہاں دربار میں میں نے آپ کی لونڈی
کو دیکھا تھا۔ وہ مردود آپ کو بہت بُرا بھلا کہہ رہی تھی اور
افراسیاب بھرے دربار میں آپ کا اور شہنشاہ کوکب کا مذاق
اُڑا رہا تھا۔"

"تو کیا افراسیاب نے واقعی اُس چڑیل کو پناہ دے دی
ہے۔" مجلس جادو نے کہا۔

عمرو نے اُسے بھڑکانے کے لیے "کڑا لگایا" پناہ ڈالے
شہزادی صاحبہ! پناہ تو افراسیاب اُسے پہلے ہی دے چکا
تھا۔ میرے سامنے تو اُس نے آپ کی بُرائی کرنے پر اس
کو انعام بھی دیا۔ بلکہ یہ بھی اعلان کر دیا کہ کوکب کی بھتیجی کی
اس لونڈی کو عنقریب میں اپنے کسی ماتحت بادشاہ کی بیگم
بناؤں گا۔"

اتنا سننا تھا کہ مجلس جادو غصّے سے آگ بھبھوکا ہو گئی۔
افراسیاب اور جنین کو طرح طرح کی صلواتیں سُنانے کے بعد
بولی۔ "اچھا! اب میں دیکھتی ہوں جنین کی بچی کس طرح مجھ

سے جان بچاتی ہے۔ طلسمِ ہوشربا کو خاک میں نہ ملا دیا تو
میرا نام مجلس جادُو نہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے جھولی سے ایک گڈّا نکالا اور کچھ پڑھ
کر اس پر پھونکا۔ کپڑے کا بنا ہُوا وہ ننھا سا گڈّا دیکھتے
دیکھتے لمبا تڑنگا دیو بن گیا۔ ایک ہولناک انگڑائی لینے کے
بعد ادب سے سر جھکا کر اُس نے مجلس جادُو سے کہا "ملکہ
فرمایئے غلام تابعدار ہے۔"

ملکہ بُراں اور دُوسری شہزادیوں نے اشارے سے مجلس
کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر وہ بھلا کب ماننے والی تھی۔ اس
نے للکارتے ہُوئے دیو سے کہا۔ یہاں سے سیدھا افراسیاب
کے باغِ سیب میں جا۔ جنین کو جہاں بھی اور جس حالت میں
بھی ہو پکڑ کے لے آ۔"

"ملکہ کا حکم سر آنکھوں پر۔" دیو نے جواب میں کہا اور چنگھاڑتا
ہوا اُڑ کر غائب ہو گیا۔

عمرو کے من میں لڈّو پھوٹنے لگے۔ ملکہ بُراں پریشان ہو کر
مجلس جادُو سے کہنے لگی۔ "بی بی تم نے غضب کر دیا۔ دیو ناکام
رہا یا مارا گیا تو شہنشاہ کوکب کی آن کو ٹھیس لگے گی اور جنین کو
پکڑ لایا تو افراسیاب کی ناک کٹے گی۔ دونوں صورتوں میں خون
کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ طلسمِ ہوش رُبا اور طلسمِ نور افشاں کے

درمیان کھل کر جنگ چھڑ جائے گی۔ ایسا ہی غصّہ آگیا تھا تو جا کر
شہنشاہ کوکب سے شکایت کر دیتیں۔ وہ خود جیسا مناسب
سمجھتے کرتے۔"

دُوسری شہزادیاں بھی مجلس جادُو کو سمجھانے لگیں اور دیو
کو واپس بلانے کے لیے اس پر زور ڈالنے لگیں۔ لیکن اس
نے کہا "آپ خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ میں نے جو
کیا ٹھیک کیا۔ جو ہونا ہے ہو جائے۔ میں تو دیو کو واپس
نہیں بلاؤں گی۔ رہ گئی شہنشاہ کی اجازت کی بات تو آپ خوب
جانتی ہیں کہ اِن کی اجازت کے بغیر نہ کوئی طلسمِ نور افشاں میں
آ سکتا ہے نہ باہر جا سکتا ہے۔ اگر یہ بات شہنشاہ کو
ناپسند ہوئی تو وہ خود ہی میرے دیو کو طلسمِ ہوش رُبا نہ
جانے دیں گے۔"

معقول بات [illegible] شہزادیاں لاجواب ہو کر ایک دوسرے
کو تکنے لگیں۔ موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے عمرو بول اُٹھا
"معزز خواتین! مجھے یہ حق نہیں کہ میں آپ لوگوں کے معاملات
میں دخل دُوں۔ لیکن بُرا نہ مانیں تو عرض کروں کہ مجلس جادُو
نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔ اگر شہنشاہ کوکب کو افراسیاب
کی خاطر منظور ہُوئی تو وہ دیو کو واپس کر دیں گے اور اگر
مجلس جادُو کی آن عزیز ہُوئی تو اسے جانے دیں گے۔ آپ لوگ

اپنے منھ کا مزہ کیوں خراب کریں۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر
نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔"

عمرو کے اس سمجھانے سے شہزادیوں کی فکر دور ہوگئی لیکن
ہونے والی نوک جھونک کے سبب ان کا ہنسنا بولنا کچھ
ٹھنڈا پڑ گیا۔ یہ دیکھ کر ملکہ بُراں نے عمرو سے کہا۔ "خواجہ جی
اب مہربانی کر کے آپ ہی محفل کا رنگ بدلیے۔ سنا ہے
آپ بہت اچھا گاتے ہیں۔ کچھ سنائیے کہ دلوں کا غبار صاف
ہو جائے۔"

مجلس جادو اور دوسری سب شہزادیوں نے بھی اصرار
کیا۔ اس پر عمرو نے تھوڑے سے نخرے کے بعد گانا
شروع کر دیا۔ محفل میں موجود لوگوں نے ایسا گانا پہلے کب
سنا تھا۔ ہر ایک مست ہو کر جھومنے لگا۔ عمرو جوں جوں گاتا
جاتا اس کی آواز میں درد بڑھتا جاتا۔ سننے والوں کے دل
بھی پسیجتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ عمرو ہچکیاں لے
لے کر رونے لگا۔

ملکہ بُراں کے اشارے پر خادمائیں دوڑ پڑیں۔ کوئی عمرو
پر عطر چھڑکنے لگا۔ کوئی اس کا منھ گلاب کے عرق سے
دھونے لگا۔ کسی نے پنکھا سنبھالا۔ کسی نے شربت کا گلاس
پیش کیا۔ کوئی سر پر تیل کی مالش کرنے لگی کوئی پیٹھ سہلانے

لگی۔ بڑی مشکل سے عمرو کی طبیعت سنبھلی۔ ساری شہزادیاں
[ملکہ بُر]اں کے گرد جمع ہوگئیں اور قسمیں دے دے کر رونے
کا سبب پوچھنے لگیں۔

کچھ دیر انھیں اور پریشان کرنے کے بعد خواجہ عمرو
ہچکیاں لے لے کر بڑے دکھ سے کہنے لگے۔ "شہزادیو!
میں دکھی آدمی ہوں۔ میرا شہزادہ اسد اپنی ملکہ مہ جبیں سمیت
افراسیاب کے طلسم میں مدت سے قید ہے۔ میں مدد حاصل
کرنے کے ارادے سے یہاں آیا ہوں۔ خدا جانے اُن غریبوں پر کیا ظلم
ڈھائے جا رہے ہوں گے۔ اچانک اُن کی یاد اور اپنی بے بسی کے
احساس سے دل کو چوٹ لگی اور رونے لگا۔"

یہ کہہ کر عمرو پھر ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ شہزادیاں پہلے
ہی عمرو کی ... ہو چکی تھیں اب اُسے اس بُری طرح روتا
دیکھ کر وہ اور بھی ... ہمدرد ہوگئیں۔ جب ایک ایک کر کے
ساری شہزادیوں نے ... یقین دلادیا کہ وہ شہنشاہ کوکب کو
اس کی مدد کرنے پر مجبور کریں گی تب جا کر اس نے رونا بند
کیا اور ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر ایک ایک شہزادی کو دعائیں دینے
لگا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ چاندی کی ایک طشتری کسی
طرف سے اُڑتی ہوئی آئی اور ملکہ بُراں کے سامنے آکر ٹھہر گئی۔ محفل
میں موجود ہر شخص یہ دیکھ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ طشتری میں

ایک بند لفافہ رکھا ہوا تھا۔ ملکہ بُرّاں نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ اٹھا لیا۔ چاندی کی طشتری جس طرح آئی تھی۔ اسی طرح واپس چلی گئی ملکہ بُرّاں نے لفافہ کھول کر خط نکالا اور پڑھنے لگی۔ ہر شخص کی نگاہیں ملکہ بُرّاں کے چہرے پر جم گئیں۔ جوں جوں وہ خط پڑھتی جاتی خوشی سے اس کا چہرہ دمکتا جاتا۔ خط ختم کرتے ہی وہ بڑے جوش سے پکار اٹھی۔ "مبارک ہو! شہنشاہ کوکب کا عنایت نامہ ہے۔ کچھ دیر ہوئے افراسیاب کا ایک قاصد خط لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ افراسیاب نے خواجہ عمرو کی گرفتاری کا مطالبہ کیا تھا۔ شہنشاہ کوکب کو یہ بات ناگوار گزری انھوں نے سخت جواب دے کر افراسیاب کے قاصد کو واپس کر دیا۔"

عمرو اور مخمور کے من میں لڈو پھوٹ رہے تھے۔ مگر دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ ملکہ بُرّاں سے نہ رہا گیا اس نے کہا۔ "آپ لوگ اتنی اچھی خبر سن کر بھی اداس ہیں۔ کچھ بول نہیں رہے۔"؟

عمرو نے ٹھنڈی سانس لی اور دعائیں دینے کے بعد کہا۔ "ملکہ صاحبہ آپ کی ہمدردی اور شہنشاہ کی عنایت سے مجھے بڑا سہارا ملا ہے مگر یہ فکر کھائے جاتی ہے کہ افراسیاب میرے ساتھیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ جب تک ہم ان کی مدد کو پہنچیں ان کا صفایا ہو جائے۔"

"آپ اس کی بالکل فکر نہ کریں۔" ملکہ بُرّاں نے تسلی دیتے ہوئے

کہا۔ "آپ کے ساتھیوں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے میں ابھی طلسمی پتلے روانہ کرتی ہوں اور کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو ان کی مدد کے لیے فی الفور زبردست لشکر روانہ کر دوں گی۔ بلکہ اگر ضرورت ہوئی تو میں خود اس کے ساتھ جاؤں گی۔"

مجلس جادو اور دوسری شہزادیاں بھی ایک ساتھ بول اٹھیں "ہم بھی خواجہ کی حمایت میں افراسیاب سے لڑنے کے لیے چلیں گے۔"

خواجہ عمرو کی دلی مراد پوری ہو رہی تھی۔ ملکہ بُرّاں، مجلس جادو اور دوسری ساری شہزادیوں کو خوب خوب دعائیں دے کر وہ پھلجھڑیاں چھوڑنے لگا۔ ملکہ بُرّاں نے دو طلسمی پتلوں کو جھولی سے نکال کر عمرو کے لشکر کی خبر لانے کے لیے روانہ کر دیا۔

کھانے پینے کا دور چلنے لگا۔ بعد میں خواجہ عمرو نے مجلس جادو کی فرمائش پر گانے کا کمال دکھا کر ایسا سکہ جمایا کہ سب ان کا دم بھرنے

قرطاس جادو کی موت

مجلس جادو کا دیو اور ملکہ بُراں کے پتلے طلسمِ ہوش رُبا کی جانب اُڑے چلے جا رہے تھے۔ شہنشاہ کوکب کے جاسوسوں اور سرداروں نے انھیں روکنے کی تو کوشش نہ کی البتہ احتیاط کے خیال سے ان کا پیچھا ضرور کرتے رہے۔ چند ایک نے واپس جا کر شہنشاہ کو اس کی اطلاع دیدی۔ شہنشاہ کوکب نے کسی سے کچھ نہ کہا۔ لیکن جب سرحد پر دیو اور پتلوں کو روک کر محافظوں نے شہنشاہ سے ان کے بارے میں حکم دریافت کیا تو اس نے کہہ دیا کہ انھیں جانے دو۔

طلسمِ نور افشاں کی سرحد پار کر کے دیو تو کنیز جنین کی تلاش میں طلسمِ ہوش رُبا کے طلسمِ باطن کی طرف ہولیا اور دونوں پتلے ملکہ مہ رُخ اور اس کے لشکر کی خیر و عافیت معلوم کرنے کے لیے طلسمِ ظاہر کی سمت روانہ ہو گئے۔

مجلس جادو کا دیو جنین کو ڈھونڈتا ہوا دریائے خونِ رواں کے پار جا پہنچا۔ اتفاق سے ایک شاندار محل کے صحن میں اسے جنین دکھائی دے گئی۔ وہ چوکی پر بیٹھی مُنہ دھو رہی تھی اور

کنیز کی بجائے کسی نواب کی بیگم معلوم دے رہی تھی۔ دیو اس کے یہ ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر سخت غصّے میں آگیا اور اُسے للکارتا اور بُرا بھلا کہتا ہُوا اُس پر جھپٹ پڑا۔ جنین کی جُونہی اس پر نظر پڑی بچاؤ بچاؤ پکارتی ہُوئی اِدھر اُدھر بھاگنے لگی۔ اس کی خادماؤں نوکروں اور سپاہیوں نے جو یہ حال دیکھا تو سب دیو پر ٹوٹ پڑے۔ مگر وہ مجلس جادو جیسی زبردست جادوگرنی کا دیو تھا۔ دوسروں کا تو کوئی حربہ اس پر اثر نہ کر سکا۔ البتہ اس نے جس کے تھپیڑ رسید کیا اس کا مُنہ چپٹا ہوگیا۔ جس پر گولا مارا اس کا بھرکس نکل گیا۔ جس کو اُٹھا کر پھینکا اس کی ہڈیاں چکنا چُور ہوگئیں۔ دروازوں اور دیواروں کو توڑتا ہوا روکنے والوں کا صفایا کرتا ہوا وہ جنین کا پیچھا کرتا رہا۔

جنین نے جب دیکھا کہ اس کا بچنا مشکل ہے تو جادو کے زور سے اُڑتی ہوئی سیدھی باغِ سیب کی طرف بھاگی۔ دیو بھی چنگھاڑتا ہوا اس کے پیچھے چلا۔ افراسیاب دربار لگائے بیٹھا تھا کہ جنین دہائی دیتی ہُوئی اس کے قدموں پر گر پڑی۔ "حضور بچائیے مجلس جادو کا دیو مجھے پکڑے لیے جاتا ہے۔"

افراسیاب حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ دیو ابھی تک وہاں نہیں پہنچ پایا تھا۔ افراسیاب نے کہا۔ "جا کر اپنی کرسی پر اطمینان سے بیٹھ۔ کسی کی مجال نہیں جو تجھے میرے دربار سے پکڑ

کر لے جاتے۔"

جنین ڈرتی سہمتی اپنی کرسی کی طرف بڑھی لیکن ابھی بیٹھ
نہ پائی تھی کہ مجلس جادو کا دیو طوفانی بگولے کی طرح آیا۔ اور
اُسے پنجے میں داب کر لے اُڑا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی کے ساتھ
ہو گیا کہ دیکھنے والے ہکا بکا رہ گئے۔ ایک لمحے کے لیے تو خود
افراسیاب بھی معاملے کو نہ سمجھ سکا۔ مگر پھر جنین کی چیخوں کی آواز
نے اُسے چونکا دیا۔

اس نے فوراً ہی ایک فولادی گولا دیو کی طرف اچھالا۔
دیو جنین کو لیے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ آسمان کی طرف
اُڑا چلا جارہا تھا۔ اچانک افراسیاب کا طلسمی گولا اس کے
سر پر جا لگا۔ اس کی کھوپڑی کے پرخچے اُڑ گئے۔ جنین اس
کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ یہ دیکھ کر افراسیاب نے ایک جادوئی
پنجے کو اشارہ کیا۔ پنجہ ہوا میں اُڑا اور گرتی ہوئی جنین کو سنبھال
کر دربار میں اس کی کرسی پر لا بٹھایا۔ سارے درباری افراسیاب
کی تعریف کے گُن گانے لگے۔

اتفاق سے اسی وقت وہ قاصد دربار میں آحاضر ہوا جسے
افراسیاب نے اپنا خط دے کر شہنشاہ کوکب کے پاس بھیجا تھا
قاصد نے جب افراسیاب کو سب کے سامنے یہ بتایا کہ عمرو کو
کوکب نے اپنا مہمان بنا رکھا ہے اور اس کی حمایت کرنے

پر آمادہ ہے تو افراسیاب غصے سے سُرخ ہو گیا۔ اسی حالت
میں اس نے ایک سخت دھمکی آمیز خط کوکب کے نام لکھوایا
اور اپنے ایک زبردست جادوگر سردار قرطاس جادو کو
طلب کر کے اُسے حکم دیا۔ "جادوگروں کی ایک بڑی فوج لے کر
طلسم نُور افشاں میں کوکب کے پاس جا۔ اُسے میرا یہ خط دے
اور اس کا جواب لے کر واپس آ۔ اگر کوکب سختی سے پیش
آئے تو خبردار! اُس سے نہ ڈرنا۔ لڑائی کی نوبت آجائے تو
ہرگز منھ نہ موڑنا۔ ضرورت پڑی تو تیری مدد کے لیے اور بھی
فوج بھیج دُوں گا۔ بلکہ خود بھی پہنچ جاؤں گا۔ اور ہاں دیکھ
وہاں عمرو بھی ہوگا۔ ہو سکے تو پہلے اُسے ٹھکانے لگانے کی کوشش
کرنا۔" قرطاس جادو خود بھی بڑا سرکش آدمی تھا اور شہنشاہ
کوکب سے دل میں سخت بُغض رکھتا تھا۔ افراسیاب کی شہ
پا کر اور بھی شیر ہو گیا اور ایک زبردست لشکر ساتھ لے کر
بڑے طمطراق کے ساتھ باغ سیب سے روانہ ہوا مگر دریائے
خونِ رواں کے پار پہنچ کر طلسم نُور افشاں کی طرف جانے
کی بجائے اس نے ملکہ حیرت کی لشکر گاہ کا رُخ کیا۔

ملکہ حیرت نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور مبارک باد
دیتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ کوکب تمھیں نقصان پہنچانے
کی ہمت نہ کر سکے گا۔ اور اگر کرے بھی تو تمھارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا

البتہ وہاں عمرو موجود ہے ذرا اُس سے ہوشیار رہنا۔"

قرطاس نے ڈینگ مارتے ہوئے جواب دیا۔ "ملکہ آپ اس کا بالکل خیال نہ کریں۔ میں نے طے کرلیا ہے کہ کوکب کے دربار میں اس کے سامنے سب سے پہلے میں بھالا بن کر عمرو کا کام تمام کروں گا۔ اس کے بعد کوکب سے بات کروں گا۔ اس طرح کوکب بھی مرعوب ہو جائے گا۔ اور عمرو کا کھٹکا بھی ہمیشہ کے لیے جاتا رہے گا۔"

ملکہ مہ رُخ کے جاسوس ہمیشہ بھیس بدلے ملکہ حیرت کے دربار میں موجود رہا کرتے تھے۔ قرطاس جادو کا یہ منصوبہ سنتے ہی چند وہاں سے نکلے اور تیر کی طرح ملکہ مہ رُخ کے پاس جاکر اُسے سارا معاملہ بتا دیا۔ مہ رُخ کے دربار میں جس نے بھی قرطاس جادو کے ناپاک منصوبے کا حال سُنا تڑپ اُٹھا۔ ہر شخص کہنے لگا "اگر قرطاس اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گیا تو غضب ہو جائے گا۔ اُسے ناکام بنانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اُسے طلسمِ نُور افشاں جانے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے۔"

ملکہ مہ رُخ خود بھی اس خبر سے بڑی پریشان تھی۔ لیکن دُوسروں کی طرح قرطاس اور ملکہ حیرت پر یلغار کرنا کسی بھی طرح مُفید نہ سمجھتی تھی۔ اس نے عمرو کے شاگرد عیاروں سے رائے پُوچھی تو چاروں عیاروں نے آپس میں مشورہ کرکے اسے اپنے

فیصلے سے آگاہ کر دیا۔ مہ رُخ نے اہلِ دربار کو سمجھاتے ہوئے اعلان کیا۔

"خواجہ کے شاگرد ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم کھُلّم کھُلّا قرطاس سے لڑیں۔ دُشمن کی طاقت ہم سے کئی گُنا زیادہ ہے۔ نقصان کے سوا ہمیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ البتہ قرطاس کا خاتمہ کرنے کے لیے اُنھوں نے طے کیا ہے کہ مہتر قِران اور برق فرنگی بھیس بدل کر اس کے پیچھے لگ جائیں گے اور موقع پاکر اس کا کام تمام کر دیں گے۔ ان کی غیر حاضری میں ضرغام اور جان سوز ہمارے ساتھ رہیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ لوگ اسی فیصلے پر عمل کریں۔ اِس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی۔"

اس خیال کو سب لوگوں نے پسند کیا۔ مہتر قِران اور برق فرنگی ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں گئے اور بھیس بدل کر قرطاس جادو کی فوج میں شامل ہو گئے۔ قرطاس جادو نے وہ رات ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ گزاری اور دُوسرے دن مُنھ اندھیرے طلسمِ نُور افشاں کی طرف روانہ ہو گیا۔

سارا دن سفر کرتے رہنے کے بعد شام کے وقت اس نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ اتفاق سے وہاں اس کی مُڈبھیڑ ملکہ بہار جادو سے ہو گئی۔ وہ بیمار تھی اور ملکہ مہ رُخ کی اجازت سے وہاں آرام کرنے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ دونوں کے درمیان

سخت لڑائی ہوئی۔ لیکن بیمار ہونے کی وجہ سے ملکہ بہار اپنے جوہر نہ دکھا سکی۔ آخرکار قرطاس نے اسے مع اس کی کنیزوں اور خادماؤں کے گرفتار کر لیا۔

قیران اور برق کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بے چین ہو گئے۔ دونوں ساری رات قرطاس جادو کے خیمے کے چکر لگاتے رہے۔ لیکن اس نے اپنے خیمے کے گرد کچھ ایسا طلسمی حصار بنا رکھا تھا کہ انھیں اندر داخل ہونے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

صبح ہوتے ہی لشکر نے پھر کوچ کر دیا۔ دن بھر سفر جاری رہا۔ شام کو پھر ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا۔ اس مرتبہ بھی دونوں عیاروں نے قرطاس کا کام تمام کرنے کے لیے طرح طرح کے جتن کیے مگر اس کے خیمے میں داخل نہ ہو سکے۔ کئی دن اسی طرح سفر اور قیام کرنے کے بعد قرطاس جادو بالآخر طلسمِ نور افشاں کی حد میں داخل ہو گیا۔

برق فرنگی نے مہتر قیران سے کہا: "ہم لوگوں کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ کتنے دن سے قرطاس کے پیچھے لگے ہیں لیکن نہ اسے ختم کر سکے نہ ملکہ بہار جادو کو چھڑا سکے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ ہم عیاری کا خیال چھوڑ کر مردانہ وار قرطاس پر ٹوٹ پڑیں یا اسے ماریں یا خود مارے جائیں۔ ورنہ استاد کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔"

"بس آج آخری دن ہے۔" مہتر قیران نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "ہم خیمے میں داخل ہو کر قرطاس کو دھوکے سے ہلاک نہ کر سکیں گے۔ میں نے ایک دوسری ترکیب سوچی ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو گئی تو ٹھیک ورنہ جو تم نے کہا ہے وہی کریں گے۔"

"کیا ترکیب ہے؟" برق نے سوال کیا۔

"پہلے ملکہ بہار جادو کو قید سے چھڑایا جائے۔ اس کے بعد قرطاس کا کام تمام کیا جائے۔" مہتر قیران نے جواب دیا۔

"لاحول ولا قوۃ۔" برق نے کہا۔ "میں تم سے ترکیب بتانے کو کہہ رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو، یہ کیا جائے وہ کیا جائے۔"

قیران نے برق کا کاندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "تم صرف اتنا کرو کہ کسی طرح قرطاس کے خیمے کے پہرے داروں میں شامل ہو جاؤ۔ اس کے بعد جب دیکھنا کہ میں نے ملکہ بہار کو چھڑا لیا ہے تو چپکے سے میرے پاس پہنچ جانا اور اگر یہ دیکھنا کہ میں پکڑا یا مارا گیا ہوں تو جو تمھاری سمجھ میں آئے کرنا۔"

برق یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد قرطاس جادو نے لشکر کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا تو دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنی اپنی فکر میں لگ گئے۔

اندھیرا ہونے میں کچھ دیر تھی۔ خیمے کھڑے کیے جا چکے تھے۔

سردار کمر کھول کر سفر کی تکان دُور کر رہے تھے۔ ملازم اور خاد
کھانے پینے کے انتظامات میں لگے ہوئے تھے۔ قرطاس جاد
اپنی بارگاہ میں بیٹھا شربت پی رہا تھا کہ کسی جانب سے اچانک
ایک کالا بھجنگ اور ڈراؤنی شکل کا جادوگر شیر پر بیٹھا ہوا ن
میں گھس آیا۔ وہ بھیانک آواز میں چلا رہا تھا۔ "میں شہنشاہ افراسیاب
کا قاصد ہوں۔"

اس کی دہشت سے قرطاس کے کَنّے بھی کانپنے لگے۔ جو
بھی اس کے سامنے ہوتا اِشارے سے قرطاس جادوگر کے
خیمے کا پتا بتا دیتا۔ اس طرح بے روک ٹوک وہ قرطاس جاد
کے سامنے جلد ہی جا پہنچا۔ بارگاہ کے محافظوں نے اُسے
دیکھتے ہی ادب سے سجدہ کیا۔ چوب دار نے جا کر قرطاس کو
خبر دی۔ قرطاس گھبرایا ہوا خود بارگاہ سے باہر آیا اور عزت
کے ساتھ اُسے اپنے ساتھ لے کر اندر جا بیٹھا۔ کالے جادوگر
نے جھولی سے ایک مُہر بند لفافہ نکال کر قرطاس کے حوالے کیا
اور کہا "شہنشاہ نے کتابِ سامری سے حال معلوم کر کے یہ فرمان
بھیجا ہے۔ اس کی فوری تعمیل ہونی چاہیے۔"

قرطاس نے ڈرتے ڈرتے لفافہ کھولا۔ لکھا تھا۔ "تُو نے سخت
غلطی کی جو مجھے ملکہ بہار جادو کے گرفتار کرنے کی اِطلاع
نہ دی۔ خیر اب تو میں مُعاف کرتا ہوں۔ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ سیاہ

بادلو کو بھیج رہا ہوں۔ ملکہ بہار اور اس کی کنیزوں کو
اس کے حوالے کر کہ ایک لمحے سے زیادہ ان کا کوکب کے
میں رہنا اچھا نہیں۔ سیاہ فام جادو انھیں لے کر اُلٹے
میرے پاس پلٹ آئے گا۔ خبردار حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہ
میں تیری پل پل کی خبر لیتا رہوں گا۔ جلد سے جلد کوکب
پاس پہنچنا۔ اس سے ہرگز دب کر بات نہ کرنا۔ عمرو سے ہوشیار رہنا
دکھے تو پہلے اس کا کام تمام کرنا۔"
خط پڑھتے ہی قرطاس کا مُنھ فق ہو گیا۔ فوراً سیاہ فام جادو
ساتھ لے کر قریبی خیمے میں گیا۔ وہاں ملکہ بہار جادو اور اس
ساری کنیزیں اس کے جادو میں گرفتار فرش پر پڑی تھیں۔
طاس نے کہا "یہ بڑی خطرناک جادوگرنیاں ہیں۔ میں ان پر
سے اپنا جادو اُتارتا ہوں۔ آپ انھیں فوراً اپنے جادو کے اثر
میں لے آیئے۔ ورنہ قابو میں نہ آئیں گی۔"
"تم فکر نہ کرو۔ میں اناڑی نہیں۔ سب کچھ جانتا ہوں۔" سیاہ فام
دو نے کہا اور جھولی سے لونگوں کا ایک ہار نکال کر تیار ہو گیا۔
جیسے ہی قرطاس نے ملکہ بہار پر سے اپنا جادو اُتارا سیاہ فام
جادو نے وہ ہار ملکہ بہار کی گردن میں ڈال دیا۔ ملکہ فوراً بے ہوش
ہو گئی۔ سیاہ فام جادو نے ملکہ کو اپنے سامنے شیر کی پیٹھ پر لادتے
ہوئے کہا۔ "کنیزوں کی فکر نہ کرو، وہ خود اس ہار کے اثر سے میرے

پیچھے پیچھے چلی آئیں گی۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔ آپ جا سکتے ہیں۔" قرطاس ادب سے بولا۔

قرطاس کے دل میں اس بات سے سیاہ فام کی [illegible] ہیبت بیٹھ گئی کہ محض ایک ہار ڈال کر اُس نے ملکہ بہار جیسی زبردست ساحرہ کو بے ہوش کردیا تھا اور کنیزوں کے ہجوم کو سہمی ہوئی بھیڑوں کی طرح اپنے پیچھے لیے جا رہا تھا۔ وہ سیاہ فام کو غیر معمولی طاقت کا مالک جادوگر سمجھ رہا تھا۔ اُسے کیا خبر کہ جس ہار کے سبب ملکہ بہار بے ہوش ہوگئی تھی وہ عطر [illegible] میں بسا ہوا تھا۔ سیاہ فام شیر سوار جادوگر نہیں بلکہ خواجہ عمرو کا شاگرد مہتر قیران تھا۔ اور کنیزیں اس وجہ سے چپ چاپ اس کے پیچھے ہولی تھیں کہ اُس نے اشارے سے انھیں بتا دیا تھا کہ کون ہے اور کیوں آیا ہے۔ رہ گئی شیر کی بات تو یہ قیران کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ جنگل میں بن جاکر وہ شیرنی کی کچھ [illegible] طرح کی بولی بولتا کہ دس بیس کوس تک جہاں بھی کوئی شیر چھپا ہوا اس کے پاس چلا آتا۔ جسے وہ خاص ہنر استعمال کر[کے] قابو میں لے آتا۔

قرطاس کے پڑاؤ سے دور نکل جانے کے بعد قیران نے شیر کو بھگا دیا، ملکہ بہار کو لخلخہ سنگھا کر ہوش میں لایا اور اُ[سے]

[ساری] بات بتا دی۔ ملکہ بہار خدا کا شکر بجا لائی۔ دونوں قرطاس [سے] نپٹنے کے لیے منصوبہ بنانے لگے۔ اتنے میں کنیز [نے آ]کر کہا "ہوشیار ہو جائیے۔ قرطاس کا کوئی ملازم ہماری [طرف] دوڑا چلا آرہا ہے۔"

مہتر قیران نے کہا "فکر نہ کرو۔ وہ برق فرنگی ہوگا۔"

جلد ہی برق فرنگی ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ قرطاس کے خاص باورچیوں کے بھروپ میں تھا۔ قیران نے اُس سے پوچھا "قرطاس کے محافظ کی بجائے تم باورچی کیوں بن گئے؟"

"قسمت ساتھ دے گئی۔" برق نے جواب دیا۔

"اچھا اب یہ بتاؤ کہ قرطاس کو کیسے ختم کیا جائے؟" مہتر قیران نے کہا "ملکہ بہار بیماری کے سبب اس پر حاوی نہیں ہو سکتی اور وہ خیمے کے اندر طلسمی حفاظت میں رہتا ہے۔ جہاں ہم داخل نہیں ہو سکتے۔"

"میں نے ایک ترکیب سوچی ہے۔" برق چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔ "قرطاس کے لیے کھانا پکایا جا رہا ہے۔ بے ہوشی کی کوئی دوا اس پر کارگر نہ ہوگی۔ اگر کوئی ایسی طلسمی چیز مل جاتی جو اسے ہلاک یا بے ہوش کر سکے تو میں اس کے کھانے میں ملا سکتا ہوں۔"

"میرے پاس ایک چٹکی جمشید کی قبر کی خاک ہے۔" ملکہ
بہار خوش ہو کر بولی۔" قرطاس زبردست جادوگر ہے۔ وہ
اس کے کھانے سے مرے گا تو نہیں۔ لیکن ایسا بے ہوش ہو
کہ سوائے افراسیاب کے کوئی اُسے ہوش میں نہ لا سکے گا۔"
"باقی کام میں کر لوں گا۔" قیران نے کہا۔" میں سیاہ فام جادوگر
بن کر وہاں پہنچوں گا اور اس کا کام تمام کر دوں گا۔"
ملکہ بہار نے جمشید کی قبر کی مٹی والی ڈبیا نکال کر برق
کے حوالے کی۔ برق وہاں سے تیر کی طرح بھاگا اور باورچی
خانے میں جا کر وہ خاک ایک پکتی ہوئی ہانڈی میں ملا دی۔
قرطاس نے اس ہانڈی کا سالن کھایا تو چند ہی لمحوں بعد
بے ہوش ہو گیا۔ اس کے جو نائب اور جادوگر سردار وہاں موجود
تھے کھانا پینا چھوڑ کر اُسے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کرنے
لگے۔ دوا دارو سے لے کر جادو منتر تک جو کچھ جس کے بس
میں تھا وہ سب کر گزرا مگر قرطاس کو ہوش نہ آیا۔ آخر سب
پریشان ہو کر باہر آئے اور ایک بڑے شامیانے میں لشکر
کو جمع کر کے مشورہ کرنے لگے۔
اسی موقع پر قرطاس کے نائب کو ایک چوب دار
نے آ کر اطلاع دی۔" شبر سوار سیاہ فام جادوگر واپس آ گیا ہے
اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

قرطاس کا نائب بھی قرطاس کی طرح سیاہ فام جادوگر کے
کمال کا قائل ہو چکا تھا۔ فوراً اُٹھ کر باہر آیا اور سیاہ فام
کی تعظیم بجا لایا۔ سیاہ فام نے کہا۔" اچانک مجھے پتا چلا کہ
قرطاس جادوگر پر کوئی آفت آئی ہے۔ چونکہ زیادہ دور نہیں
تھا۔ اس لیے قیدیوں کو محفوظ کر کے پلٹ آیا۔ کچھ پتا
چلا کہ قرطاس کی بے ہوشی کا اصل سبب کیا ہے؟"
"آپ کے آنے سے میرا دل بہت بڑھ گیا ہے۔" نائب
نے کہا۔" بڑی کوشش کے باوجود ہم پتا نہیں چلا سکے کہ وہ
کس طرح بے ہوش ہوئے۔ آپ چل کر دیکھیے۔ شاید کچھ
سمجھ میں آ جائے۔"
"تو میرے جانے کی ضرورت نہیں۔" سیاہ فام ایک ڈبیا
نائب کو دیتے ہوئے بولا۔" یہ سفوف قرطاس کو سنگھا دو
ہوش میں نہ آئے تو سمجھ لو وہ جمشید کی قبر کی خاک کے اثر
میں ہے۔ ایسی صورت میں تمہیں اُسے باہر لانا پڑے گا۔
خیمہ خالی کرا دو۔ میں اُس پر تنہائی میں دم کروں گا۔"
نائب نے سیاہ فام کا دیا ہوا سفوف قرطاس کو سنگھایا
لیکن وہ ہوش میں نہ آیا۔ مجبوراً وہ اُسے لے کر باہر کے
ایک خالی خیمے میں آیا اور سیاہ فام کو بلا کر کہنے لگا۔" اب
آپ اپنا عمل کیجیے۔ آپ کی اجازت کے بغیر کوئی یہاں

نہ آئے گا۔ کسی خاص چیز کی ضرورت ہو تو حکم دیجیے۔"
"مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" سیاہ فام نے جواب دیا۔ "اب
تم بھی جاؤ۔ عمل ختم کرکے میں تمھیں خود آواز دوں گا۔"
نائب جانے لگا تو سیاہ فام نے اُسے آواز دے کر کہا "سنو
سارے لشکر کو حکم دو کہ جب تک میں عمل میں مصروف
رہوں، سب آنکھوں پر پٹی باندھ کر ایک طرف سے دھیان
ہٹا کر ایک ٹانگ پر کھڑے ہوں اور ہاتھ جوڑ کر جمشید اور
سامری کا جاپ کریں۔"

نائب نے باہر جا کر سارے لشکر کو اس ہدایت پر
عمل کرنے کا سختی سے حکم دیا۔ ہر شخص پر آنکھوں پر پٹی
باندھ کر اور ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر یک سوئی کے
ساتھ جمشید اور سامری کے نام کا وظیفہ پڑھنے لگا۔

چند لمحوں بعد جب نقلی سیاہ فام یعنی مہتر قیران نے
یقین کر لیا کہ پورے پڑاؤ میں ایک شخص بھی ہوشیار
اور چوکس نہیں رہا تو اُس نے جھولی سے اپنا مشہور بُغدہ
نکالا۔ اور ایک ہی وار میں قرطاس جادو کا سر تن سے
الگ کر دیا۔

آناً فاناً آندھیاں چلنے لگیں۔ گھنگھور اندھیرا چھا گیا۔ رونے
پیٹنے کا زبردست طلسمی شور بلند ہوا۔ کچھ دیر کے بعد یہ

سلسلہ تھما تو دردناک آواز میں کسی کے یہ الفاظ ہر طرف
گونجنے لگے "مجھے عیار مہتر قیران نے ہلاک کیا۔ میرا نام
قرطاس جادو تھا۔"

یہ آواز سنتے ہی قرطاس کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی اور
آنکھوں سے پٹیاں نوچ نوچ کر سب ایک دوسرے سے
پوچھنے لگے "یہ کیا ہو گیا! عیار قیران یہاں کیسے آپہنچا
قرطاس کو اس نے کس طرح ہلاک کیا؟"

قرطاس کا نائب غصے سے پاگل ہو کر قیران کے خیمے
کی طرف لپکا۔ لیکن اسی لمحے پڑاؤ پر آگ اور پتھروں کی
ایک بارش ہونے لگی۔ ملکہ بہار جادو اپنی کنیزوں کے ساتھ
قرطاس کی فوج پر حملہ آور ہو گئی تھی۔ اس دوسری ناگہانی مصیبت
سے قرطاس کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ دم کے دم میں تمام پڑاؤ
خالی ہو گیا اور بہار نے آکر اس پر قبضہ جما لیا۔ اس نے کہا:
"دشمن کی چوتھائی فوج سے زیادہ ہلاک نہیں ہوئی اور وہ
آگے جا کر ضرور اکٹھے ہوں گے۔ ہمیں ان کا پیچھا کر کے مکمل
صفایا کر دینا چاہیے۔"

برق اور قیران نے اس کی تائید کی۔ بہار سب کو ساتھ
لے کر دشمنوں کے پیچھے چلی۔ اس کا خیال درست نکلا۔ کچھ
فاصلے پر قرطاس کے نائب نے بھاگنے والے سارے لشکر

کو جمع کر لیا تھا۔ اور وہ جوابی حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ملکہ بہار ان کے قریب پہنچی۔ تو سب پاگلوں کی طرح اس پر حملہ کرنے دوڑ پڑے۔ اب بہار نے اپنا مشہور جادو کی حربہ استعمال کیا۔ جھولی سے پھولوں کا ایک خوب صورت گلدستہ نکالا اور کچھ پڑھ کر دشمنوں کی طرف پھینک دیا۔ ایک بارگی چاروں طرف دور دور تک چمن کھل گیا۔ ہوش اڑا دینے والی بھینی بھینی خوشبو مہکنے لگی۔ ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے اس مہک کو ہر جانب پھیلانے لگے۔ دشمنوں میں سے جو بھی یہ خوش بو محسوس کرتا مست ہو کر بہار کے گن گانے لگتا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں جب سارا لشکر اس خوش بو کے اثر میں آگیا تو ملکہ بہار نے ان سے کہا۔ "کیسے دیوانے ہو۔ ہتھیار رکھتے ہو پر استعمال نہیں کرتے۔ شاباش! ذرا ایک دوسرے کے سر کاٹ کے تو دکھاؤ۔"

بہار جادو کے ان لفظوں میں خدا جانے کیا اثر تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے سارے دشمن ایک دوسرے کا سر کاٹنے لگے اور آندھیوں اور مرنے والے جادوگروں کے ناموں کے اعلانات کا زبردست سلسلہ شروع ہو گیا۔ دشمنوں کے اس انجام کے بعد دونوں عیار ملکہ بہار کے ساتھ قرطاس کے پڑاؤ میں واپس آگئے۔ عیش و آرام کی ہر چیز وہاں ان کے لیے موجود تھی۔ اس رات انھوں نے فتح کی خوشی میں جنگل میں خوب منگل منایا۔

بچھڑے ساتھی

قلعہ ہفت رنگ میں عمرو کے دن بڑے آرام سے گزر رہے تھے۔ ملکہ بُرّاں اس کا ہر طرح خیال رکھتی تھی۔ شہنشاہ کوکب سے ابھی تک اس کی ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ اور کسی بات کی اسے زیادہ فکر نہ تھی۔ البتہ جب بھی اسے اپنے ساتھیوں کا خیال آتا تو وہ ان کے لیے پریشان ہو جاتا۔

ایک دن وہ ملکہ بُرّاں کی محفل میں بیٹھے بیٹھے اپنے ساتھیوں کی فکر میں ڈوب گیا۔ اسے اداس دیکھ کر ملکہ بُرّاں اس کی خیریت پوچھنے لگی۔ عمرو نے جواب دیا۔ "ملکہ صاحبہ! میرا دل اپنے دوستوں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے پریشان ہے۔ عرصہ ہوا آپ نے دو پتلے بھیجے تھے۔ وہ آج تک لوٹ کے نہ آئے۔ خدا جانے میرے لشکر پر کیا بیت رہی ہے۔ کیا آپ اور کسی کو نہیں بھیج سکتیں؟"

"معاف کیجیے خواجہ جی!" ملکہ بُرّاں افسوس کے ساتھ بولی میں پتلوں کو بھول ہی گئی تھی۔ ضرور انھیں کسی دشمن نے قید کر لیا ہے۔ ورنہ وہ اب تک آچکتے۔ خیر آپ فکر نہ کریں

اب میں دو ایسے ہوشیار جادوگروں کو روانہ کروں گی جو جلد ہی
جا کر پلٹ آئیں گے اور کسی دُشمن کے ہتّھے نہ چڑھیں گے۔"

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ شہنشاہ کوکب کے ایک قاصد
نے آکر ملکہ بُرّاں کو ایک خط دیا۔اس نے لکھا تھا۔ جاسُوسوں کی
اطّلاع کے مطابق افراسیاب نے قرطاس جادُو کی سرداری میں
ایک لشکر میرے خلاف بھیجا تھا۔ یہ لشکر راستے میں ملکہ بہار
اور اس کی کنیزوں کو گرفتار کر کے طِلسم نُور افشاں کی سرحد میں
داخل ہو چکا تھا۔ لیکن عمرو کے دو شاگرد عیّاروں نے نہ صرف
ملکہ بہار وغیرہ کو چھڑا لیا بلکہ قرطاس اور اس کے سارے لشکر کا بھی
صفایا کر دیا۔ اب وہ لوگ واپس جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔
ان کی مہمانداری ہمارا فرض ہے۔ بہتر ہو کہ اعلیٰ تحفوں اور
دعوت کے ہر طرح کے سامان کے ساتھ خواجہ عمرو کو ان کے
پاس بھیج دیا جائے۔ اس طرح وہ اپنے ساتھیوں سے بھی
مل لیں گے اور ہماری طرف سے ان کی خاطر و مدارت بھی
کر دیں گے۔"

ملکہ بُرّاں نے یہ خط پڑھ کر عمرو کو سُنایا۔ عمرو کا دل
خوشی سے جھُوم اُٹھا۔ لیکن اس کی عقل یہ نہ مانتی تھی کہ ملکہ
بہار اور اس کے دو شاگرد واقعی طلسمِ نُور افشاں میں آئے
ہُوتے ہیں۔ کبھی خیال کرتا ملکہ بُرّاں نے محض اس کا دِل

خوش کرنے کے لیے یہ خبر گڑھی ہے۔ کبھی سوچتا خدا کی قدرت
سے کوئی چیز بعید نہیں ہوسکتا ہے یہ بات ٹھیک ہو۔ شک رفع
کرنے کے خیال سے اُس نے ملکہ بُرّاں سے سوال کیا۔

"جب وہ لوگ آپ کے طِلسم میں داخل ہو چکے ہیں تو
پھر انھیں یہاں کیوں نہ بُلوا لیا جائے۔؟"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ شہنشاہ کوکب نے اس کی اجازت
نہیں دی ہے۔ دُوسری بات یہ کہ وہ لوگ یہاں سے سینکڑوں
میل دُور ہیں۔ ان کو یہاں بُلوانے اور پھر واپس پہنچانے
سے بہتر یہ ہے کہ آپ اُن سے مل لیں اور خاطر تواضع کر کے
رخصت کر دیں۔"

عمرو جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ ملکہ بُرّاں نے طِلسم کے نادر
تحفوں اور شاندار دعوت کے سازو سامان کے ساتھ خادموں
اور کنیزوں کی ایک جماعت عمرو کے ساتھ کر دی۔ اس کے علاوہ
حفاظت اور شان و شوکت کے مظاہرے کے خیال سے ایک
فوج جادُوگروں کی بھی اس کے ہمراہ کر دی۔ اُڑن تخت اور
جادُوئی پرندوں پر سوار، سب قرطاس جادُو کے پڑاؤ کی
طرف چل دیئے۔

اُدھر قرطاس جادُو کے پڑاؤ میں دو راتیں آرام کرنے کے
بعد ملکہ بہار اور عمرو کے دونوں شاگرد واپس ہونے کا ارادہ کر

ہی رہے تھے کہ وہ کنیز جو ہوا پر چوکسی کرنے کے لیے مقرر تھی، اُڑتی ہوئی آئی اور ملکہ بہار سے گھبرائے ہوتے لہجے میں کہنے لگی۔

"حضور! غضب ہوگیا! شہنشاہ کوکب کی ایک فوج سر پر آ پہنچی ہے۔ جلد تیار ہو جائیے۔"

ملکہ بہار اور دونوں عیار یہ سنتے ہی ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوتے۔ بہار نے اپنی ساری کنیزوں کو تیار ہو جانے کا حکم دیا اور دونوں عیاروں سے کہنے لگی۔

"ہم لوگوں کو کسی قیمت پر بھی خود کو اس فوج کے حوالے نہیں کرنا چاہیے۔ خواجہ عمرو پہلے ہی یہاں ہیں۔ ہم لوگ بھی پھنس کر رہ گئے تو بُرا ہوگا۔ ملکہ مہرُخ کو ہماری شدید ضرورت ہوگی۔ ہمیں جلد سے جلد ان کے پاس پہنچنا چاہیے۔ میں اس فوج کو سمجھانے کی کوشش کروں گی۔ لیکن اگر اس نے ہمیں اپنے ساتھ لے جانے کی ضد کی تو میں سر دھڑ کی بازی لگا دوں گی۔"

مہتر قیران اور برق فرنگی نے اس کی تائید کی۔ ملکہ بہار جوش میں آکر آسمان کی طرف اُڑتی چلی گئی۔ اس کی کنیزیں جادوئی ہتھیار سنبھال کر جنگ کے لیے تیار ہو بیٹھیں۔ دونوں عیار بھی ہر طرح مستعد ہو کر کوکب کی فوج کے زمین پر اُترنے کا انتظار کرنے لگے۔

بلندی پر پہنچ کر ملکہ بہار نے اپنا مشہور طلسمی ہتھیار، پھولوں

کا دستہ نکالا اور آنے والی فوج کو کڑکتی ہوئی آواز میں للکارتے ہوئے بولی۔ "بس خبردار! اب آگے نہ بڑھنا۔ میرا نام بہار جادو ہے۔ طلسم ہوش رُبا کی باسی ہوں۔ افراسیاب کی دشمن اور شہنشاہ کوکب کی دوست ہوں۔ قسمت سے ادھر آ نکلی تھی۔ لیکن اب یہاں جانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ اپنی راہ لو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ دوسری کوئی بات کی تو ابھی لڑ مروں گی۔ مان گئے تو زندگی بھر شہنشاہ کوکب کا دم بھروں گی۔"

اگلی صفوں میں جو جادوگر اُڑے چلے آ رہے تھے، اکبارگی ٹھہر گئے۔ سبھوں نے آناً فاناً فولادی گولے جھولیوں سے نکالے اور ملکہ بہار پر وار کرنے کے لیے پینترے بدلنے لگے۔ بہار نے بھی گل دستے پر منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ قریب تھا کہ دونوں جانب سے ایک ساتھ وار کر دیے جاتے کہ ایک اُڑن تخت جادوگروں کے پیچھے آکر رکا۔ اس پر کھڑے ہوئے ایک شخص نے ملکہ بہار سے چلا کر کہا۔ "ملکہ بہار! خبردار گل دستہ نہ چلانا۔ میں عمرو ہوں۔ یہ فوج میری ماتحت ہے۔ میں تم سے ملنے آیا ہوں۔"

ملکہ بہار نے چونک کر اُڑن تخت کی طرف دیکھا اور پھر گل دستے کو جھولی میں ڈال کر خواجہ جی، خواجہ جی! چیختی ہوئی اُڑن تخت پر جا پہنچی۔ عمرو نے میری بیٹی، میری بیٹی! کہتے ہوتے اُسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ دونوں چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ ایک دوسرے

کو دیکھ دیکھ کر اور گلے لگا لگا کر وہ کچھ اس طرح رو رہے تھے
کہ جو دیکھتا اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔

مہتر قیران اور برق فرنگی یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے
جیسے ہی عمرو کا تخت زمین پر آکر رُکا وہ اُستاد! اُستاد! چلاتے
ہُوئے عمرو کے پیروں سے لپٹ گئے۔ عمرو نے ایک ایک
کرکے دونوں کو گلے سے لگایا اور خوب خوب شاباش دی
اس کے بعد دو دن تک سب نے مل جل کر زبردست جشن
منایا۔ تیسرے دن عمرو نے اُنھیں ملکہ بُرّاں کے دیئے ہُوئے
نادر اور بیش بہا تحفے دے کر رخصت کیا۔ اور تسلّی دی کہ میں
بھی جلد ہی شہنشاہ کوکب کی فوج لے کر پہنچ جاؤں گا۔
وہ لوگ چلدیے تو عمرو نے مہتر قیران اور برق فرنگی کو بلایا
اور اُن سے کہا۔

"سینے پر پتھر رکھ کر میں نے لاکھوں رُوپے کے تحفے
تمھارے حوالے کر دیئے ہیں۔ مگر یہ میری امانت ہیں۔ آکر
ایک ایک چیز وصول کرلوں گا۔"

یہ سُنتے ہی دونوں شاگردوں کا اُوپر کا سانس اُوپر اور نیچے کا
سانس نیچے رہ گیا۔ ملکہ بُرّاں نے ان کے لیے تحفے بھیجے تھے اور اُستاد
اپنا حق جتا رہے تھے مگر بے چارے کیا کرتے اُستاد کو اطمینان دلا کر
اپنی قسمت کو کوستے ہُوئے چلدیے۔

۹

عمرو کا پُتلا

اب افراسیاب کی سنیے۔ جب تک قرطاس جادو اپنی فوج
کے ساتھ طلسم نورافشاں کی سرحد کی طرف بڑھتا رہا وہ پل پل
کی خبر معلوم کرتا رہا۔ اور جب اُسے پتا چلا کہ قرطاس کوکب
کے ملک میں داخل ہوچکا ہے تو آیندہ کے اقدامات کے بارے
میں مشورہ کرنے کی غرض سے پردہ ظلمات میں اپنے بزرگوں
کے پاس چلا گیا۔ غیر حاضری کے زمانے میں دربار اور ملکی کاروبار
جاری رکھنے کے لیے اس نے اپنی مشہور وزیر اور بے نظیر
جادوگرنی ملکہ صنعت سحرساز کو بلوالیا تھا۔ جاتے جاتے وہ
ملکہ صفت کو اس بات کا بھی حق دے گیا تھا کہ امیر حمزہ اور ملکہ
مہرُخ کے خلاف ضرورت کے مُطابق وہ جیسی چاہے کارروائی
کرے۔ مگر اس بات کی سختی سے تاکید کر گیا تھا کہ کوکب کے
ملک میں ہونے والے کسی بھی معاملے کے بارے میں کوئی
قدم نہ اُٹھائے بلکہ میرا انتظار کرے۔

یہی وجہ ہے کہ جب قرطاس مارا گیا اور اس کے ہمزاد
اس کی لاش لیے ہُوئے باغِ سیب میں پہنچے تو اس کی

میت کو دُھوم دھام کے ساتھ چِتا دکھانے اور سوگ منانے
کے علاوہ ملکہ صنعت اور کچھ نہ کر سکی۔

ایک عرصے کے بعد افراسیاب پردۂ ظلمات سے باغِ
سیب میں واپس آیا۔ صنعت نے اسے سب سے پہلے
قرطاس اور اس کے لشکر کے انجام کی خبر سُنائی۔ افراسیاب کے
دل کو سخت دھکّا لگا اس نے صنعت سے کہا۔

"کوئی بات نہیں قرطاس وہاں مارا گیا ہے۔ یہاں میں
اس کے قاتلوں کے ساتھیوں کو تڑپا تڑپا کر ہلاک کروں گا
آج کے دن سے میں تجھے، ملکہ حیرت کو اور مرشد زادے مُعتمد
جادُو کو ایک ہفتے کی مہلت دیتا ہُوں۔ تینوں مل کر ملکہ
مہ رُخ اور اس کی فوج کو نیست و نابُود کر دو۔ تم لوگ ناکام
رہے تو آٹھویں دن میں خود باغیوں سے قرطاس کا انتقام
لُوں گا۔"

یہ کہہ کر افراسیاب نے اپنے ہاتھ سے مُصوّر جادُو کو
ایک خط لکھا اور طلسمی پنجے کے ذریعے روانہ کر دیا پھر ملکہ
صنعت سحر ساز کو بھی کو ملکہ حیرت کے پاس پہنچ جانے کا
حکم دیا۔ اسی دن شام ہوتے ہوتے ایک طرف سے ملکہ
صنعت سحر ساز اور دُوسری طرف سے مُصوّر جادُو زبردست
فوجوں کے ساتھ ملکہ حیرت کی چھاوّنی میں جا دھمکے۔ اس رات

ملکہ حیرت کی چھاوّنی میں زبردست جشن منایا گیا۔ صنعت
اور مصوّر نے قسم کھا کر بھری محفل میں ملکہ حیرت کو یقین دلایا
کہ شہنشاہ کے آنے سے پہلے ہم باغیوں کا صفایا کر دیں گے۔

ملکہ مہ رُخ کے لشکر میں نہ عمرو تھا، نہ مہتر قِران، نہ برق فرنگی، نہ
ملکہ بہار۔ اس کے علاوہ روز روز کی جنگ کے سبب
فوج کی تعداد میں بھی کمی ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن جب انھوں نے
سُنا کہ صنعت اور مُصوّر زبردست فوجوں کے ساتھ آتے ہیں اور
انھوں نے انھیں نیست و نابُود کر دینے کا بیڑا اُٹھایا ہے اور
خود افراسیاب بھی اُنھیں تباہ کرنے کے لیے آنے والا ہے
تو بددل ہونے کی بجائے ہر شخص آن پر مر مٹنے کی قسمیں
کھانے لگا۔

مہ رُخ نے سارے چھوٹے بڑے سرداروں کو دربار
میں طلب کیا۔ ایک ایک کے دِل کو ٹٹولنے کی کوشش
کی۔ ہر ایک یہی کہتا تھا "موت ہمارے سامنے ہے مگر ہمیں
اس کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ دُشمن
تعداد اور طاقت میں ہم سے دس گُنا زیادہ ہے۔ دل کا حوصلہ
نہ نکال سکیں گے۔ اگر کوئی ایسی تدبیر ہو جائے کہ ایک ہفتہ دن
رات لڑتے رہنے کے باوجود ہمارے ہاتھ پاؤں شل نہ ہوں
تو مرتے دم دل میں کوئی حسرت نہ رہے۔"

یہ باتیں سن کر ملکہ مہ رخ کو کچھ یاد آیا۔ اس نے اپنی بو
ماں ملکہ ماہ جادو کو بلایا۔ سرداروں کی خواہش اور دشمن کے ارادو
سے اُسے باخبر کیا اور مدد کی درخواست کی۔ اس پر ماہ جادو
اچانک چونک اٹھی۔ اور کچھ دیر کڑی نگاہوں سے مہ رخ
گھورتی رہی۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی تیوریوں کے بل غائب ہو گ
چہرے پر رحم اور ہمدردی کے جذبات جھلکنے لگے۔ سرداروں کو
مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا "میں سمجھ گئی، مہ رخ مجھ سے کیا
چاہتی ہے۔ میں نے اسے کبھی بتایا تھا کہ میرے پاس سامری کا
ایک خاص تحفہ ہے، عرقِ حیات۔ میں نے اسے بڑی مصیبتیں
اُٹھا کے حاصل کیا تھا۔ اس کی شیشی کو گلے میں تعویذ کی طرح
پہننے سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور زندگی بھر کوئی بیماری
پاس نہیں پھٹکتی اور اگر کوئی اس کے ایک قطرے کا لاکھواں
حصہ بھی پی لے تو اس کی جسمانی اور دماغی طاقت چھ سے لے کر
دس گنا تک بڑھ جاتی ہے۔ لیکن جتنے گنا طاقت بڑھتی ہے
اتنے ہی سال زندگی کے کم ہو جاتے ہیں۔ میں اپنی طرف سے
ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار ہوں۔ اگر تم لوگ بھی آمادہ ہو
تو میں تمہیں خوشی کے ساتھ وہ عرق پیش کیے دیتی ہوں۔"
یہ کہہ کر ماہ جادو نے گلے سے ایک تعویذ اتار کر کھولا اور ایک
ننھی سی شیشی نکال کر مہ رخ کی طرف بڑھادی۔ مہ رخ نے وہ

شی ہاتھ میں لے لی اور اہل دربار پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولی
بدن کی زندگی اور صحت کا دارومدار اسی شیشی پر ہے۔ اگر مہ
تنا بُرا وقت نہ آتا تو میں کبھی ان سے اس کا تذکرہ نہ کرتی
پ لوگوں کو وہ اس کی تاثیر بتا چکی ہیں۔ کیا دشمن کا [illegible]
ب میں ملانے کے لیے آپ یہ عرق پینا پسند کریں گے؟
اس پر سب نے ہامی بھرلی۔ ملکہ مہ رخ نے پانی کا ایک
ت بڑا کڑھاؤ پانی سے بھروا کر عرقِ حیات کی شیشی اس میں
ڈیل دی اور سرداروں کو حکم دیا "ایک ایک شیشی کڑھاؤ کا
نے جاکر اپنی اپنی پلٹنوں کے پینے کے پانی میں ملا دو۔"
سرداروں نے اس حکم کی پوری پوری تعمیل کی۔ اس عمل سے
رخ کے لشکر کا ہر شخص پہلے کے مقابلے میں خود کو کئی گنا
یادہ طاقت ور محسوس کرنے لگا۔ جو شخص تین من کے وزن کو
ھانے میں بوجھ محسوس کرتا تھا۔ وہ بیس بیس تیس تیس من
ن اٹھا کر ہنستے کھیلتے دوڑنے لگتا۔ جو دس منتر پڑھنے پر یا
ں جادوئی حربے لگاتار چلانے پر تھک جاتا تھا، وہ چالیس
میں پچاس پچاس مسلسل حربے چلانے یا منتر پڑھنے کے باوجود
کو تازہ دم محسوس کرتا۔ اس تبدیلی سے کیا افسر کیا سپاہی
ب کے حوصلے بلند ہو گئے۔ سب نے آخر دم تک لڑنے کا
عہد کیا اور جوش و خروش کے ساتھ لڑنے کی تیاریاں

کرنے لگے۔

اسی رات طلسمِ نورافشاں کے دو جاسوس جادوگر اِد[ھر]
آنکلے۔ اُنھیں ملکہ بُرّاں نے حیرت اور مہ رُخ کے لشکر [کا]
حال معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ دونوں جانب [کی]
زبردست جنگی تیاریاں دیکھ کر اور ساری خبریں حاصل کر[کے]
دونوں جاسوس اُلٹے پیروں واپس بھاگے۔ ملکہ بُرّاں کے
پاس پہنچ کر اُنھوں نے جو کچھ دیکھا اور سُنا عمرؔو کے سا[منے]
صاف صاف بیان کر دیا۔

عمرؔو سارے حالات سن کر زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑا[نے]
لگا۔ اُس نے ملکہ بُرّاں سے التجا کرتے ہُوئے کہا "ملکہ صاح[بہ!]
امداد کا یہی وقت ہے۔ اگر آپ کو یا شہنشاہ کوکب کو ہم سے
کوئی ہمدردی ہے تو اِسی وقت میرے ساتھ اپنی ایک
فوج روانہ کر دیجیے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو تنہا مجھے ہی
وہاں جلد سے جلد پہنچا دیجیے۔"

بُرّاں نے عمرؔو کو تسلی دینے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن ا[س]
کا کوئی دم دلاسا کام نہ آیا۔ مجبوراً اُس نے سارا حال کوکب
کو لکھ بھیجا۔ تھوڑی ہی دیر میں کوکب کا جواب آگیا۔ لکھا [تھا]
"عمرؔو کو ابھی نہیں جانا چاہیے۔ میں اپنے مشہور سردار بِلّور جہا[ر]
دست کو مُناسب فوج کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ عمرؔو کو اِس[کے]

[کے] ساتھ جاکر اپنے دوستوں کی ضرور مدد کرنی چاہیے۔"
ملکہ بُرّاں اس تحریر کو پڑھ کر مُسکرائی اور بولی: "خواجہ!
[م]بارک ہو۔ شہنشاہ نے فوج بھی روانہ کر دی ہے۔ اور آپ
[ک]و اس کے ساتھ جانے کی بھی اجازت دے دی ہے۔"
عمرؔو جانے کے لیے بے قرار تھا۔ کوکب کے خط کے پچھ[لے]
[ج]ملے کو اپنی شدید خواہش کے سبب نظر انداز کر گیا۔ کیوں کہ
[دو]سرے جملے میں کھٹکنے والی کوئی بات نہ تھی۔
ملکہ بُرّاں اُسے لے کر ایک کمرے میں گئی۔ ایک الماری
[س]ے کچھ نکالنے کے بہانے چپکے چپکے اس نے کوئی منتر
[پڑ]ھا اور پلٹ کر چھو کر دیا۔ عمرؔو آناً فاناً بے ہوش ہو گیا۔
بُرّاں نے تالی بجا کر اپنی خاص کنیز کو بلایا اور حکم دیا "خواجہ
کو اُٹھا کر باغِ عیش میں لے جاؤ۔ وہاں ان کی خاطر و مدارت
کرتی رہو۔ خبردار! کوئی تکلیف نہ ہونے پاتے۔"
ملکہ وہاں سے دربار ہال میں آئی۔ چوب داروں نے عرض
کیا۔ "بِلّور جہار دست چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ قلعۂ ہفت
رنگ کے دروازے پر آچکا ہے۔ حاضر ہونے کی اجازت
چاہتا ہے۔"
بُرّاں نے اپنے سرداروں کو حکم دیا۔ "جاکر بِلّور جہار دست
کا استقبال کرو اور عزت کے ساتھ لے آؤ۔"

ملکہ مخمور جو عمرو کے ساتھ طلسمِ نورافشاں آئی تھی دربار میں موجود تھی۔ اُسے پتا چلا کہ عمرو چہار دست کے ساتھ واپس جانے والا ہے تو اس نے ملکہ بُرّاں سے درخواست کی "حضور نے میرے لیے کچھ نہیں فرمایا؟ مہربانی کر کے مجھے بھی اجازت دیجیے کہ خواجہ کے ساتھ واپس چلی جاؤں"

ملکہ بُرّاں نے کہا۔ "مخمور! شہنشاہ نے تمھیں واپسی کی اجازت نہیں دی۔ تم ابھی کچھ دنوں یہاں اور رہو گی۔"

ملکہ مخمور کا دل دھک سے رہ گیا۔ لیکن مجبوراً سر جھکا کر خاموش ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں بلور چہار دست نے دربار میں حاضر ہو کر ملکہ بُرّاں کو سلام کیا۔ اِس شخص کا بدن شیشے کی طرح شفاف تھا اور دو کی بجائے چار ہاتھ تھے۔ اس کا سلام لے کر ملکہ بُرّاں دربار ہال سے اُٹھ کر اندر گئی اور تھوڑی ہی دیر میں عمرو کو ساتھ لیے ہوتے واپس آئی۔ اُس نے بلور سے پُراسرار لہجے میں کہا "یہ خواجہ عمرو ہیں انھی کے ساتھ جانے کا تمھیں شہنشاہ نے حکم دیا ہے۔ جاؤ اور جا کر دشمنوں پر بجلی بن کر ٹوٹ پڑو۔ خواجہ کے لیے زیادہ فکر مند ہونا"

بلور نے ادب سے سر جھکایا۔ عمرو نے ملکہ کو سلام کیا دونوں دربار ہال سے باہر نکل گئے۔ ملکہ مخمور عمرو کو جاتا دیکھ کر سسک سسک کر رونے لگی۔ ملکہ بُرّاں نے اس کے قریب آ کر کہا

"مخمور! تمھیں یہاں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔" یہ کہہ کر بُرّاں نے خاص کنیز کو اشارہ کیا۔ "مخمور کو باغِ عیش میں لے جاؤ اس کا دل بہلاؤ۔"

کنیز مخمور کو ساتھ لے کر تھوڑی ہی دیر میں باغِ عیش میں پہنچی۔ مخمور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ باغ کے چبوترے پر ناچ رنگ کی ایک شاندار محفل برپا تھی اور بیچ میں ایک تخت پر خواجہ عمرو شاہانہ لباس پہنے براجمان تھے۔ یہ بڑی عجیب بات تھی۔ ایک عمرو ابھی ابھی اس کے سامنے بلور چہار دست کے ساتھ طلسمِ ہوش رُبا کی جانب روانہ ہوا تھا اور دوسرا اس کے سامنے بیٹھا ناچ دیکھ رہا تھا۔ وہ اسی سوچ میں تھی کہ عمرو کی نگاہ اس پر جا پڑی۔ وہ خود تخت سے اُٹھ کر آیا اور ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ مخمور نے یہ سوچ کر کہ اس معاملے میں بھی شہنشاہ کوکب کا کوئی بھید ہے عمرو سے کچھ نہ کہا۔

اُدھر طلسمِ ہوش رُبا کے طلسم ظاہر میں ایک رات کی تیاریوں کے بعد روزانہ صبح سے شام تک گھمسان کی لڑائیاں ہونے لگیں۔ کسی دن ملکہ حیرت، کسی دن ملکہ صنعت سحر ساز اور کسی دن مصور جادو اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ ملکہ مہ رُخ کی فوجوں پر یورش کرتے۔ مگر ایڑی چوٹی کا زور لگا دینے کے باوجود زبردست نقصان اُٹھا کر اپنی چھاؤنی میں واپس آ جاتے۔

چھ دن تک کوشش کر کے ان میں سے کوئی بھی فتح کا
سہرا اپنے سر نہ باندھ سکا تو ساتویں دن تینوں نے مل کر
مہ رُخ کے لشکر پر یلغار کر دی۔ اسی دن افراسیاب نے بھی
آنے کا وعدہ کیا تھا۔ تینوں چاہتے تھے کہ افراسیاب کے
آنے سے پہلے پہلے وہ باغیوں کو ختم کر دیں۔ تینوں کی فوج
کی تعداد ملکہ مہ رُخ کے لشکر سے بیس گُنا زیادہ تھی۔ اُنھوں
نے اتنا خوف ناک حملہ کیا کہ دُور سے دیکھنے والا میدان جنگ
کی ہلکی سی جھلک دیکھ کر بھی کانپ کانپ اُٹھتا۔

مہ رُخ اور اس کی فوج کا ہر سپاہی اور سردار دُشمنوں سے
اس طرح جان توڑ کر لڑ رہا تھا کہ دُشمن بھی واہ واہ کر رہا تھا۔
حیرت، صنعت اور مُصوّر تڑپ تڑپ کر خود بھی ان پر وار کر
رہے تھے۔ اور اپنی فوج کو بھی بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے کے
لیے للکار رہے تھے۔ مگر کسی کے بنائے کچھ نہ بنتا تھا۔ یہاں
تک کہ دوپہر کا وقت ہو گیا اور دریائے خونِ رواں کی جانب
سے افراسیاب کی آمد آمد کا غلغلہ بلند ہُوا۔

چند ہی لمحوں بعد افراسیاب میدانِ جنگ میں تھا۔ اس نے
دُشمن کی جنگی قوت کا اندازہ کر کے حیرت، صنعت اور مُصوّر کو حکم
دیا کہ اپنی فوجوں کو لے کر پیچھے ہٹ جائیں۔ ملکہ مہ رُخ نے بھی
افراسیاب کو مُقابلے پر دیکھ کر اپنے لشکر کو نئے سِرے سے

صف بندی کرنے کا حکم دیا۔ دونوں فوجیں ایک دُوسرے
سے الگ ہو کر اپنی صفیں دُرست کرنے لگیں۔ اس موقع پر
افراسیاب نے اپنی جھولی سے ایک نارنج نکالا۔ کچھ پڑھ کر
اس پر پھونکا اور نعرہ لگا کر لشکرِ مہ رُخ کی سمت پھینک دیا۔

دوست اور دُشمن سب یہ خیال کرتے تھے کہ یہ نارنج
خوف ناک دھماکے کے ساتھ پھٹے گا اور مہ رُخ کی فوج پر
آگ اور پتھر برسا کر قیامت ڈھا دے گا۔ لیکن اس نے جو کام
کیا اس پر سب دانتوں میں اُنگلیاں داب کر رہ گئے۔

ہُوا یہ کہ جس جگہ جا کر وہ نارنج زمین پر گرا وہاں ایک
بگولا پیدا ہُوا اور تیزی سے چکر کھاتے ہُوئے سیدھا آسمان
کی جانب اُٹھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد جب گرد و غبار صاف ہوا
تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک بڑا سا مینار وہاں کھڑا ہے۔ مینار
کے سِرے پر چھتری کی طرح گول ایک عمارت ہے۔ اس عمارت
میں صدہا کھڑکیاں اور دروازے ہیں۔ ہر کھڑکی اور دروازے
پر ایک پری کھڑی ہے اور بے اختیار قہقہے لگا رہی ہے۔

لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا کہ دُشمنوں کو قتل کرنے کی بجائے افراسیاب
یہ تماشا کیوں دکھا رہا ہے۔ لیکن پھر جونہی انھوں نے مینار سے
نگاہ ہٹا کر مہ رُخ کی فوج کی طرف دیکھا ان کے بدن میں سنسنی
دوڑ گئی لڑنا بھڑنا بھول کر سب پیٹ پکڑے دیوانہ وار ہنستے

لگا رہے تھے۔

افراسیاب نے اپنے حامیوں سے کہا "اب تم لوگ بے فکر ہو کر جشن مناؤ اور باغیوں کا انجام دیکھو۔ وہ ہنستے ہنستے تھک کر بے ہوش ہو جائیں گے۔ ہوش میں آئیں گے تو پھر ہنسیں گے۔ اسی طرح آخر کار ہلاک ہو جائیں گے۔ ان کے ہلاک ہونے تک تم یہیں ٹھہرنا۔ میں باغ سیب میں جا کر آرام کرتا ہوں۔"

افراسیاب یہ ہدایت دینے کے بعد ملکہ صنعت سحر ساز اور مصور جادو سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ اس رات ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں ایسا جشن منایا گیا کہ کیا سپاہی کیا افسر کوئی ایک پل کے لیے بھی نہ سو سکا۔ صبح ہوتے ہوتے وہ سب تھک کر اس قدر چور ہو چکے تھے کہ بستر پر پہنچنے کے بعد کوئی ہوش میں نہ رہا۔ اُدھر مہرخ کا لشکر قہقہوں کے عذاب میں مبتلا تھا۔ جو کمزور تھے، ہنستے ہنستے مر رہے تھے، جو جاندار تھے، ہنستے ہنستے بے ہوش ہو رہے تھے۔ صرف دو آدمی اس مصیبت سے بچے ہوئے تھے، اس لیے کہ ہمیشہ کے مطابق وہ جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی چھاؤنی سے باہر نکل گئے تھے۔ وہ تھے عمرو کے دو شاگرد عیار جاں سوز اور ضرغام۔

دونوں دور جنگل میں چھپے ہوئے، اپنے ساتھیوں کا

حال دیکھ دیکھ کر کڑھ رہے تھے۔ انھیں بار بار خواجہ عمرو یاد آ رہے تھے۔ کبھی سوچتے کہ جا کر پہاڑوں میں چھپ جائیں اور استاد کا انتظار کریں۔ کبھی فیصلہ کرتے کہ طلسم نور افشاں کی راہ لیں اور جا کر اُستاد کو اس حادثے کی خبر دیں۔ دونوں اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ اچانک آسمان پر گڑگڑ محسوس ہوئی۔ دونوں چونک کر اُوپر دیکھنے لگے۔ ان کا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ جادوگروں کی ایک زبردست فوج خاموشی کے ساتھ آسمان سے نیچے اُتر رہی تھی۔ ضرغام نے جاں سوز سے کہا:

"افراسیاب کی فوج معلوم ہوتی ہے۔ بھاگ نکلو۔"

جاں سوز نے کہا "بھاگنے سے بہتر ہے کہ ہم بھیس بدل کر اس لشکر میں شامل ہو جائیں۔ ممکن ہے اس طرح ہم اپنے ساتھیوں کو چھڑا سکیں۔"

دونوں موقع کا انتظار کرنے لگے۔ اُدھر لشکر نے اُتر کر جلدی جلدی اپنی صف بندی کی اور ایک ہاتھی سوار کی قیادت میں تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ اس کا رُخ اسی میدان کی طرف تھا۔ جہاں کل دوپہر تک خوف ناک جنگ ہوتی رہی تھی اور جہاں اب طلسمی مینار کے گرد مہرخ کی فوج قہقہے لگاتے لگاتے بیدم ہو رہی تھی۔ ضرغام اور جان سوز کا دل یہ دیکھ کر دہل گیا۔ یہ تو کسی کو تلاش یا گرفتار کرنے کی بجائے جنگ پر

کمر بستہ دکھائی دے رہے ہیں۔" ضرغام نے کہا۔
لیکن جاں سوز نے سوچتے ہوئے کہا۔"ہمارے ساتھی
ویسے ہی افراسیاب کے جادو کے اثر میں بے سُدھ ہیں انھیں
ان پر حملہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"
"یہ بات میری بھی سمجھ میں نہیں آرہی" ضرغام بولا۔"کہیں
ایسا نہ ہو کہ یہ فوج ہماری حمایت میں دُشمن پر حملہ کرنا چاہتی ہو۔"
یہ دونوں اسی قسم کی باتوں میں اُلجھے ہوئے تھے کہ ہاتھی
سوار کی فوج بڑھتے بڑھتے اُن کے قریب آ پہنچی۔
دونوں جھاڑیوں میں دبک کر آنے والوں کو غور سے دیکھنے
لگے۔سب سے پہلے جس شخص کو دیکھ کر ان کے بدن میں سنسنی
دوڑ گئی وہ ایک عجیب الخلقت آدمی تھا جو ایک گھوڑے پر
سوار تھا۔اس کے جسم کا ہر حصہ شیشے کا سا چمکدار اور شفاف
تھا۔اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ کہ اس کے چار ہاتھ تھے
دو ہاتھوں کی مُٹھیاں بند تھیں۔ایک ہاتھ میں تلوار اور دُوسرے
میں چمکتا ہوا ترسول تھا۔ ہاتھی سوار اس کے پیچھے تھا۔ لیکن
جیسے ہی ہاتھی سوار سردار قریب آیا، دونوں عیار خوشی سے
اُستاد! اُستاد! چیختے ہوئے اس کے سامنے جا پہنچے۔
یہ خواجہ عمرو تھے جو بلور چہار دست کے ساتھ طلسم نور
افشاں سے اپنے دوستوں کی مدد کے لیے روانہ ہوتے تھے۔

ساتھی گردوں کو سامنے دیکھ کر عمرو ہاتھی سے نیچے اُتر آیا اور انھیں
گلے سے لگا کر ساتھیوں کی خیریت پوچھی۔ضرغام اور جاں سوز
نے آنکھوں میں آنسو بھر کر سارا حال بیان کر دیا۔
مُعاملے کی نزاکت کا احساس کرتے ہی عمرو تڑپ کر ہاتھی
پر جا بیٹھا اور بلور چہار دست کو مخاطب کرتے ہوئے للکارا۔
"دشمن غفلت کی نیند میں ہے۔تیزی سے آگے بڑھ کر اس پر
ٹوٹ پڑو۔"
یہ سُنتے ہی بلور نے لشکر کو حملے کا اِشارہ کر کے اپنے گھوڑے
کو ایڑ لگائی۔دیکھتے ہی دیکھتے سارا لشکر بھوکے شیروں کی طرح
دشمن پر جھپٹا اور اُسے کھیرے ککڑی کی طرح کاٹنے لگا۔بلور
نے تو قیامت ہی برپا کر دی۔دُشمن پر تلوار اور ترسول کی برسات
کرنے کے ساتھ ہی بار بار وہ اپنے باقی دو ہاتھوں کی بند مُٹھیاں
کھول دیتا۔ہر مرتبہ دونوں مٹھیوں سے درجنوں بھنگے نکلتے اور
آناً فاناً فولادی پتلے بن کر دُشمن کے لشکر میں تباہی مچانے لگتے۔
اُدھر عمرو اپنا ہاتھی دوڑاتا ہوا طلسمی مینار کے قریب جا پہنچا
مینار کی اُوپری عمارت پر بدستور پریاں قہقہے لگا رہی تھیں نیچے
مینار کے اِرد گرد ملکہ مہ رُخ کی آدھی فوج بے ہوش پڑی تھی اور
آدھی فوج پیٹ پکڑے ٹھٹھے مار رہی تھی۔عمرو نے ملکہ بُراں کی
دی ہوئی خاص طلسم شکن تلوار نکالی اور پوری قوت سے

مینار پر لگائی زوردار دھماکے کی آواز آئی اور مینار کی اُوپری
عمارت دھماکے کے ساتھ الگ ہوکر آسمان کی طرف اُٹھتی چلی
گئی۔ پھر مینار کے اِرد گرد اس قدر دھول اُڑی کہ وہ اس میں
چھُپ گیا۔ اِس کے بعد جو غبار صاف ہوا تو مینار کا نام و نشان
بھی غائب تھا۔ اس کے ساتھ ہی مہ رُخ کی فوج کے جو لوگ
بے ہوش ہوگئے تھے یا ہنسی کے دَورے میں مبتلا تھے وہ بھی
ہوش میں آگئے۔ ملکہ مہ رُخ اور اس کے سرداروں کی اس پر
نظر پڑی تو دیوانہ وار دوڑ کر اس کے گرد جمع ہوگئے۔ عمرو نے کہا یہ
وقت باتوں کا نہیں۔ شہنشاہ کوکب کا ایک جنرل بلّور چہار دست
دُشمن سے جنگ کر رہا ہے۔ تم بھی اپنا حق ادا کرو۔

یہ اِشارہ پاتے ہی مہ رُخ نے اپنی فوج کو للکارا اور نعرہ
مارتی ہُوئی ملکہ حیرت کی چھاؤنی پر چڑھ دوڑی۔ بلّور نے وہاں
پہلے ہی قیامت برپا کر رکھی تھی۔ مہ رُخ کی فوج نے جو یلغار کی تو
دُشمن کے پاؤں ہی اُکھڑ گئے۔ ملکہ حیرت، صنعت اور مُصوّر
نے اپنی فوجوں کا دل بڑھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا
مگر موت کو سر پر منڈلاتا دیکھ کر سب دِل ہار بیٹھے۔ جس کا
جدھر مُنھ اُٹھا بھاگنے لگا۔ لیکن بھاگ کر جاتے کہاں۔ جدھر کا
رُخ کرتے مہ رُخ یا بلّور کی فوج کو اپنے سامنے پاتے۔ دیکھتے ہی
دیکھتے آدھے سے زیادہ دُشمن جان سے مارے گئے۔ حیرت نے

کوئی اور صورت نہ دیکھ کر ماش کے دانوں پر منتر پڑھا۔ اور
انھیں دریائے خونِ رواں کی طرف اُچھال دیا۔ پھر دونوں
ہاتھ زمین پر مار کر چلّائی۔ "اے دریا! ہمیں حفاظت میں لے لے۔"

یہ الفاظ اس کے مُنھ سے نکلے ہی تھے کہ دریائے خونِ
رواں میں ایک موج بلند ہُوئی اور آناً فاناً پھیل کر بلّور اور
حیرت کی فوجوں کے درمیان حائل ہوگئی۔ جو لوگ بلّور کی
فوج اور اس کے پتلوں کے نرغے میں آچکے تھے یا جنھیں مہ رُخ
کی فوج نے گھیر لیا تھا، وہ تو مارے گئے۔ اور جو ملکہ حیرت،
صنعت اور مُصوّر کے ساتھ طلسمی دریا کی حفاظت میں آگئے تھے
وہ بچ گئے۔ بلّور چہار دست نے جوش میں آکر چاہا کہ دریا میں
کود پڑے۔ مگر مہ رُخ چلّائی "خبردار اِس دریا میں قدم نہ رکھنا
باہر نکلنا نصیب نہ ہوگا۔"

بلّور نے اس آواز پر چونک کر پیچھے دیکھا تو مہ رُخ بولی
"آیئے، اب اپنی چھاؤنی میں چلیں۔ یہ دریائے طلسم ہے۔
افراسیاب کی مرضی کے بغیر اس میں داخل ہوکر کوئی باہر نہیں
نکل سکتا۔"

بلّور چہار دست نے اپنے جوش پر قابو پا لیا اور دونوں
اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ واپس پلٹے۔ خواجہ عمرو نے بلّور چہار
دست کا ملکہ مہ رُخ کے خاص خاص سرداروں سے تعارف کرایا۔

ملکہ نے بلّور، ملکہ برّاں اور شہنشاہ کوکب کا خوب خوب شکریہ ادا کیا۔ رات کو فتح کی خوشی میں مہمانوں کے اعزاز میں چھاؤنی میں شاندار جشن منایا گیا۔

اُدھر دریائے خونِ رواں کی حفاظت میں آتے ہی ملکہ حیرت نے ایک خط میں عمرو اور بلّور کی اچانک آمد اور مہ رُخ کی فوج کی رہائی کا سارا احوال افراسیاب کو لکھ بھیجا اور فوج کے سرداروں کا حوصلہ بڑھا کر اسی جگہ ڈیرے خیمے لگانے کا حکم دیا۔ پھر عیّارہ صرصر کو بلا کر غصّے سے کہنے لگی "خوب مرے۔ عمرو کارنامے پر کارنامے دکھا رہا ہے اور تو بیٹھی حرام کی کھا رہی ہے۔ یاد رکھ! آج رات تو عمرو یا بلّور کو باندھ کر نہ لائی تو کل تیرا منھ کالا کر کے سارے لشکر میں پھراؤں گی۔"

یہ جلی کٹی سن کر صرصر کو بھی غیرت آ گئی۔ ہاتھ جوڑ کر بولی بس حضور! اب کچھ نہ کہیے۔ آج میں نہیں یا وہ نہیں۔ ناکام رہی تو زندگی بھر حضور کو منھ نہ دکھاؤں گی۔ دریا سے راہ دلوایئے ابھی اسی وقت جاؤں گی۔"

ملکہ حیرت نے صرصر کو دریا کے پار پہنچوا دیا۔ وہاں سے اس نے ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی کی راہ لی جہاں جشن کی محفل برپا تھی۔ صرصر ایک خدمت گار کے بھیس میں جشن گاہ کے اندر جا پہنچی۔ ملکہ مہ رُخ اپنے تخت پر بیٹھی تھی۔ اس کے

دائیں طرف ایک کرسی پر خواجہ عمرو اور بائیں جانب بلّور جادو میزبان کے ساتھ براجمان تھے۔ ان کے نیچے دائیں بائیں نیم دائرے کی شکل میں سردارانِ لشکر کی کرسیاں تھیں۔

صرصر نے بھیس بدل رکھا تھا۔ پھر بھی احتیاطاً عمرو کی نگاہوں سے بچ کر اس پر نظر جمائے رہی۔ وہ کسی اچھے موقع کی تاڑ میں تھی۔ اتفاقاً عمرو کو باہر جانے کی حاجت ہوئی۔ وہ اٹھا تو صرصر پیچھے ہو لی۔ جلد ہی اسے معلوم ہو گیا کہ عمرو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ گھوم کر اس سے پہلے اس خیمے کی قنات کے اندر جا کر چھپ رہی۔ جیسے ہی عمرو نے اندر قدم رکھا اس نے بے ہوشی کا غبارہ اس کے منھ پر دے مارا۔ عمرو نے ایک چھینک لی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ صرصر نے گٹھری بنا کر اسے پیٹھ پر باندھا اور چھپتی چھپاتی مہ رُخ کی چھاؤنی سے صاف نکل گئی۔

رات ابھی آدھی سے زیادہ گزری تھی کہ صرصر عمرو کو لادے ہوئے دریائے خونِ رواں کے سیلاب کے کنارے جا پہنچی جو جادوئی پتلے اسے ملکہ حیرت کے حکم پر اس پار چھوڑ گیا تھا وہ پہلے ہی اس کا منتظر تھا۔ اس نے صرصر کو آناً فاناً ملکہ حیرت کے پاس پہنچا دیا۔ حیرت اس وقت اپنی بارگاہ خاص میں تھی اور سونے کی تیاری کر رہی تھی۔ اسے اس قدر

جلد صرصر کی واپسی کی اُمید نہ تھی۔ صرصر کی پیٹھ پر گٹھڑی بندھی دیکھ کر اُس نے بے صبری سے پوچھا "کسے لائی ہو؟"

"حضور! عمرو کو۔" صرصر نے کہا اور گٹھڑی کھول کر عمرو کو حیرت کے سامنے ڈال دیا۔ عمرو کو اپنے سامنے پڑا دیکھ کر ملکہ حیرت کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ دل کھول کر اس نے صرصر کو شاباش دی اور اُسی وقت یہ خوش خبری افراسیاب کے پاس روانہ کر دی۔ افراسیاب نے فوراً جواب دیا۔ "عمرو کو حفاظت سے رکھو۔ صبح میں آکر با نفسِ نفیس سامنے اُسے سولی پر چڑھاؤں گا۔"

ملکہ حیرت نے اپنے فوجیوں کا دل بڑھانے کے لیے سارے چھاؤنی میں ڈھنڈورا پٹوا دیا۔ دوسرے دن وعدے کے مطابق افراسیاب آپہنچا۔ حیرت کی چھاؤنی میں شادیانے بجنے لگے۔ دریائے خونِ رواں کے کنارے ایک اُونچی سولی نصب کی گئی۔ سولی کے نیچے عمرو کو ایک کھمبے سے کس کر باندھ دیا گیا۔ اس کے قریب ہی تختِ شاہی بچھا دیا گیا۔ اس کے پیچھے سردارانِ لشکر کی کرسیاں تھیں۔ افراسیاب ملکہ حیرت اور تمام سرداروں کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ عمرو نے اُسے حقارت کے ساتھ دیکھ کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اُس کے چہرے پر خوف یا مایوسی کی ہلکی سی جھلک بھی دکھائی نہ دیتی تھی۔ افراسیاب نے اپنی

[...]ان رکھنے کے لیے، ہنستے ہوئے اس سے کہا۔ "اوہو! خواجہ عمرو ہیں! طلسم نورافشاں سے کب آئے؟"

عمرو نے تیوریوں پر بل ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "جب [...]ہا آئے۔ تم پوچھنے والے کون؟"

"اچھا! رسی جل گئی بل نہیں نکلا۔" افراسیاب نے غراتے ہوئے کہا۔ "عمرو! اگر تو ادب سے بات کرتا تو شاید اس وقت ایک مرتبہ میں تجھے اور معاف کر دیتا۔ مگر اب نہیں چھوڑوں گا۔"

"ایں! یہ بار بار تو مجھے عمرو کیوں کہہ رہا ہے"؟ عمرو نے کہا۔ "طلسم ہوش ربا کا شہنشاہ بنا ہوا ہے پر کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں رکھتا۔"

"ارے! تو کیا تو عمرو نہیں ہے"؟ افراسیاب نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یاد رکھ! اب تیرا یہ چکما کام نہ آئے گا۔ چند ہی لمحوں بعد سولی پر لٹکتا نظر آئے گا۔"

"ہاں چاہے لٹکا لیں۔" عمرو نے جواب دیا۔ "پر سن لے۔ میں تو شاہِ کوکب کا غلام ہوں۔ دیکھنے میں عمرو نظر آتا ہوں۔ مجھے سولی پر چڑھانا تیرے بس میں نہیں ہے۔"

"تو مجھے کئی بار دھوکا دے چکا ہے۔" افراسیاب نے گرم ہو کر کہا۔ "اب کی بار دھوکا نہ کھاؤں گا۔ اور یہ تجھے ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ میرے بس میں کیا ہے کیا نہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے جلّادوں کو اشارہ کیا کہ اسے سُولی پر چڑھا دو۔ جلّاد اس کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگے۔

عمرو کے چہرے کا رنگ سُرخ ہوگیا۔ نگاہوں سے شُعلے برسنے لگے۔ وہ للکارا "میں ہرگز تیرے بس میں نہیں۔ اپنے مالک کے پاس جاتا ہُوں روک سکے تو روک لے۔"

یہ سُن کر افراسیاب قہقہہ لگانے لگا۔ لیکن عمرو نے جوش میں آکر جو زور کیا تو زنجیروں کے بند چٹ چٹ ٹوٹ گئے۔ آزاد ہوتے ہی وہ آسمان کی طرف اُڑا اور قبل اس کے کہ افراسیاب کچھ کر سکتا، اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

افراسیاب دل میں سخت شرمندہ ہُوا۔ لیکن اپنی شان رکھنے کے لیے کہنے لگا "بلاشبہ یہ عمرو نہیں تھا۔ نہ عمرو میں اتنی طاقت ہے کہ وہ زنجیریں توڑ سکتا۔ نہ یہ کمال کہ ہوا میں اتنا تیز اُڑ ہی سکے۔"

"پھر یہ کون تھا؟" ملکہ حیرت نے سوال کیا۔ "ذرا کتابِ سامری میں حال دیکھیے۔"

افراسیاب نے چونک کر کتابِ سامری نکال کر دیکھی۔ لکھا تھا "یہ عمرو کے بھروپ میں شہنشاہ کوکب کا ایک پُتلا تھا۔ کوکب کے حکم کے مُطابق اسے ملکہ بُہاراں نے تجھے شرمندہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔"

افراسیاب نے دِل میں سوچا "اگر میں نے سچّی بات لوگوں پر ظاہر کر دی تو وہ دل میں کہیں گے کہ میں ایک معمُولی پُتلے کو قابُو میں نہ لا سکا۔ اِن کے دِلوں سے میرا رُعب جاتا رہے گا۔" اس نے بات بناتے ہُوتے کہا "میرا خیال درست نِکلا۔ عمرو کے بھیس میں یہ خُود شہنشاہ کوکب تھا۔ اور کوئی ہوتا تو مُجھ سے اس طرح بچ کر کیسے جا سکتا تھا۔"

بعد کے حالات جاننے کے لیے "طلسم ہوش رُبا" کا نواں حِصّہ "عمرو کے کارنامے" پڑھیے۔

ختم شد

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام عبدالسلام پرنٹر اور پبلشر

عمرو کے کارنامے

طلسم ہوش رُبا

نواں حصّہ

عمرو کے کارنامے

اختر رضوی

فیروز سنز لمیٹڈ
لاہور - راولپنڈی - کراچی

غیر مجلد: 969 0 00476 X

ترمیم شدہ ---------- ۲۰۱۱ء

فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ

ہیڈ آفس و شوروم: 60۔ شاہراہ قائداعظم، لاہور۔

راولپنڈی آفس: 277۔ پشاور روڈ، راولپنڈی۔

کراچی آفس: فرسٹ فلور، مہران ہائٹس، مین کلفٹن روڈ، کراچی۔

عمرو کے کارنامے | Umro Kay Karnamay

اختر رضوی | Akhtar Rizvi

مطبوعہ فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام ظہیر سلام پرنٹر و پبلشر

email:support@ferozsons.com.pk

www.ferozsons.com.pk

لے گیا

آٹھویں حصے میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ عمرو ملکہ مخمور کے ساتھ طلسم نور افشاں پہنچ جاتا ہے۔ وہاں کے شہنشاہ کوکب روشن ضمیر کی ہدایت پر اس کی بیٹی ملکہ بُرّاں شمشیر زن انھیں اپنی پناہ میں لے لیتی ہے۔ عمرو ملکہ بُرّاں اور دوسری شہزادیوں کو اپنا حامی بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ افراسیاب اور کوکب میں ٹھن جاتی ہے۔ افراسیاب اپنا غصہ مہ رُخ کے لشکر پر اُتارتا ہے۔ ایسا جادو کرتا ہے کہ سب ہنستے ہنستے بے حال ہو جاتے ہیں۔ کوکب کو خبر ملتی ہے تو وہ اپنے ایک نامور سردار بلّور چہار دست کو ان کی مدد کے لیے روانہ کر دیتا ہے۔ عمرو بھی اس کے ساتھ واپس جانے کے لیے اصرار کرتا ہے۔ ملکہ بُرّاں جادو کر کے جانے کا خیال اس کے دل سے بھلا دیتی ہے اور اس کی جگہ ہو بہو اس جیسا ایک طلسمی پُتلا روانہ کر دیتی ہے۔ وہ پتلا اور بلّور جا کر مہ رُخ کے لشکر کو افراسیاب کے جادو سے نجات دلاتے

ہیں۔ صرصر عیارہ موقع پا کر عمرو کے پتلے کو گرفتار کر کے لے جاتی ہے۔ افراسیاب اسے اصلی عمرو سمجھتے ہوئے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ عین اسی موقع پر وہ پتلا افراسیاب کو للکارتا ہوا رسیاں توڑ کر اڑ جاتا ہے۔

اب اس کے بعد کے حالات پڑھیے:

عمرو قلعۂ ہفت رنگ کے ایک باغ میں تفریح کر رہا تھا۔ ملکہ بُرّاں اور مخمور بھی اس کے ساتھ تھیں۔ سیر کرتے کرتے ایک بار اتفاقاً عمرو کی نگاہ آسمان کی طرف اُٹھ گئی۔ اسی لمحے اسے کوئی چیز بڑی تیزی کے ساتھ آتی محسوس ہوئی۔ اُس نے اپنی نگاہیں اس چیز پر جما دیں۔ کیا دیکھتا ہے کہ ہو بہو اس جیسا ایک دوسرا عمرو چلا آ رہا ہے۔ گھبرایا کہ کہیں افراسیاب کا بھیجا ہوا کوئی زقتنہ نہ ہو۔ بُرّاں اور مخمور نے بھی پُتلے کو دیکھ لیا تھا مگر ان دونوں کو اس کی حقیقت معلوم تھی، وہ مطلق نہ ڈریں۔ پُتلے کے قریب پہنچتے ہی عمرو نے چھلانگ لگا کر جھاڑیوں میں چھپنا چاہا تو بُرّاں پکار اُٹھی:

"خواجہ عمرو! ڈرو نہیں۔ میرا ہی بنایا ہوا پُتلا ہے۔ تمھاری جگہ مہ رُخ کی مدد کو بھیجا تھا، وہیں سے آ رہا ہے۔"

اب جا کر عمرو کو یاد آیا کہ جب بطور چہار دست کو مہ رُخ کی مدد کے لیے بھیجا جا رہا تھا تو اس نے بھی

ساتھ جانے کی ضد کی تھی۔ ملکہ بُرّاں اسے تیار کرانے کے لیے ایک کمرے میں لے گئی تھی۔ اس کے بعد سے اب تک وہ یہیں تھا مگر جانے کا خیال اس کے دل سے جاتا رہا تھا۔

یہ باتیں یاد آتے ہی وہ اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو گیا۔ بُرّاں نے اس کی بے چینی محسوس کرتے ہوئے پتلے کو اشارہ کیا۔ اُس نے شروع سے لے کر آخر تک سارا حال بیان کر دیا۔ ساتھیوں کی کامیابی اور دشمنوں کی ذلّت اور شرمندگی کی خبریں سن کر عمرو دل ہی دل میں بہت خوش ہوا مگر بُرّاں کو اور زیادہ اپنا ہمدرد بنانے کے خیال سے اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا:

"ملکہ صاحبہ! بروقت مدد بھیج کر آپ نے میرے دوستوں کو مُصیبت سے نجات دلائی۔ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں لیکن مقابلہ افراسیاب سے ہے۔ وہ جب چاہے گا، انھیں پہلے سے بڑی مصیبت میں مُبتلا کر دے گا۔ میں یہاں آپ کے ابا جان سے مدد حاصل کرنے آیا تھا لیکن اتنے دن گزر گئے، نہ وہ ملاقات فرماتے ہیں، نہ واپس جانے کی اجازت دیتے ہیں۔"

تیر نشانے پر لگا۔ عمرو کی یہ باتیں سُن کر ملکہ مُہراں کا دل اور بھی اس کی ہم دردی سے بھر گیا۔ وہ بولی "خواجہ جی! آپ دل چھوٹا نہ کریں۔ ابا حضور ہر طرح آپ کی مدد کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ مناسب وقت پر وہ آپ سے ملاقات بھی کریں گے اور واپسی کی اجازت بھی دے دیں گے۔ آپ یہاں بے فکری اور اطمینان کے ساتھ وقت گزاریں۔ بطور چہار دست اپنی فوج کے ساتھ آپ کے دوستوں کے پاس موجود ہے۔ ابا حضور وہاں کے حالات پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ضرورت پڑی تو وہاں اور بھی فوج بھیج دی جائے گی۔"

"مجھے آپ لوگوں سے ایسی ہی اُمید ہے۔" عمرو نے مُہراں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "فکر صرف یوں ہو جاتی ہے کہ افراسیاب بڑا خبیث آدمی ہے۔ میری غیر حاضری سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرے گا۔"

ملکہ مُہراں نے جوش میں آ کر کہا۔ "آپ بالکل فکر نہ کریں۔ افراسیاب سے اس طرح نپٹا جائے گا کہ کسی کو مُنھ دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔" عمرو مطمئن ہو گیا اور سب لوگ ہنسی خوشی وقت گزارنے لگے۔

کچھ دنوں بعد کا ذکر ہے، ملکہ مُہراں دربار میں بیٹھی تھی کہ ایک خوب صورت چڑیا اُڑتی ہوئی آئی اور ایک لفافہ اس کی

گود میں ڈال کر چلی گئی۔ مُہراں نے ادب کے ساتھ کھڑے ہو کر لفافہ چاک کیا اور بوسہ دے کر خط کو پڑھنے لگی۔ نہ جانے اس میں کیا لکھا تھا کہ اس کا چہرہ جوش سے تمتما اُٹھا۔ خط ختم کر کے اس نے اپنی بہن ملکہ اختر کی طرف دیکھا۔ وہ فوراً اُٹھ کر مُہراں کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ مُہراں نے آہستہ سے اس سے کچھ کہا۔ اس پر ملکہ اختر کا چہرہ بھی جوش سے سُرخ ہو گیا۔ اُس نے ادب سے سر جھکایا اور مُہراں کو سلام کر کے کڑے تیوروں کے ساتھ دربار سے نکل گئی۔

عمرو خاموشی سے یہ ساری باتیں دیکھ رہا تھا۔ سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ دربار ختم ہوتے ہی اس نے مُہراں سے پوچھا "ملکہ صاحبہ! خیر تو ہے؟ کس کا خط تھا؟ ملکہ اختر کو کہاں بھیجا ہے؟"

مُہراں بولی "یہ کوئی خاص بات نہیں۔ میری ایک سہیلی کا خط تھا۔ کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہے ملکہ اختر کو اسی کے پاس بھیجا ہے۔"

عمرو اس جواب سے مطمئن نہ ہوا۔ شہنشاہ کوکب کے خط کے علاوہ مُہراں کسی اور کے خط کو بوسہ دے کر تعظیم سے نہ پڑھ سکتی تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بات کو چھپا رہی ہے مگر وہ کیا بات ہو سکتی ہے؟ عمرو اس کا

صیحح اندازہ نہ لگا سکا۔ کچھ سوچ کر اُس نے بُرا سا مُنہ بناتے ہوئے کہا: "معاف کیجیے ملکہ صاحبہ! آپ مجھ سے اصلی بات چھُپا رہی ہیں۔ لیکن بھلا مجھے آپ کا کوئی راز پوچھنے کا کیا حق ہے؟ خدا حافظ!"

یہ کہہ کر جواب کا انتظار کیے بغیر وہ مخمُور کو ساتھ لے کر اپنے ٹھکانے کو چل دیا۔ مُبّراں سمجھ گئی کہ عمرِو بُرا مان گیا ہے مگر مصلحتاً اس نے اسے نہ روکا۔

دوسرے دن مُبّراں خود مخمور کے پاس گئی۔ اس وقت تک مخمور اور عمرِو کو یقین ہو چکا تھا کہ ان کے ساتھیوں کو افراسیاب نے پھر کسی بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے اور شہنشاہ کوکب نے خط کے ذریعے یہی بات ملکہ مُبّراں کو بتائی ہے مگر مُبّراں ان سے حقیقت کو چھُپا رہی ہے۔ دونوں اپنے ساتھیوں کی خیروعافیت جاننے کے لیے بے چین تھے۔ مُبّراں نے طرح طرح کی باتوں سے ان کا دل بہلانا چاہا مگر وہ رہ رہ کر اصرار کرتے کہ یا ہمیں اپنے ساتھیوں کے پاس بھیج دو یا ان کی صیحح خبر منگوا دو۔"

مُبّراں کو ہار ماننے ہی بنی۔ بولی: "اچھا چلو۔ خود اپنی آنکھوں سے اپنے ساتھیوں کا حال دیکھ لو۔"

عمرِو اور مخمور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مُبّراں دونوں کو ساتھ لیے

قلعۂ ہفت رنگ سے باہر نکلی۔ ایک جگہ رُک کر تالی بجائی۔ ایک تخت اُڑتا ہوا آکر اس کے سامنے ٹھہر گیا۔ تینوں اس پر سوار ہو گئے۔ مُبّراں کے اشارے پر تخت ان سب کو لیے ہوئے پہلے سیدھا آسمان کی طرف بلند ہوتا گیا اور پھر ایک سمت کو فرّاٹے بھرنے لگا۔ رفتار اتنی تیز تھی کہ بڑے بڑے پہاڑ، دریا، جنگل اور ریگستان پلک جھپکتے میں نگاہوں سے غائب ہو جاتے۔ نیچے کی کسی چیز پر بھی نظر نہ ٹھہر پاتی تھی۔ ہلکے یا گہرے دھبوں کے لہریوں کے سوا تخت سے زمین پر کچھ بھی نہ دکھائی دیتا تھا۔ عمرِو اور مخمُور یہ تیز رفتاری برداشت نہ کر سکے۔ دونوں چکرا کر بے ہوش ہو گئے۔

یہ سفر کتنی دیر تک جاری رہا؟ اس کا انھیں کوئی اندازہ نہ ہو سکا۔ البتہ ہوش میں آنے کے بعد انھوں نے آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک بہت بڑے گنبد کے اندر پایا۔ اس کے فرش پر دبیز قیمتی قالین بچھے تھے۔ جڑاؤ میزوں پر سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی طرح طرح کی چیزیں سلیقے سے رکھی تھیں۔ دیواروں پر زری کے رنگ برنگے بھاری پردے لٹک رہے تھے۔ دروازوں کی بجائے دروازوں جتنے آئینے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لگے ہوئے تھے مگر دلچسپ بات یہ تھی کہ ان آئینوں میں کسی چیز کا عکس بالکل نہ دکھائی دیتا

تھا۔ عمرو اور مخمور کو ہوش میں آتا دیکھ کر ملکۂ مُبرّاں نے شربت
کے دو گلاس بھرے اور ان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی "آپ
لوگ بہت تھک گئے ہیں۔ یہ پی لیجیے۔ تازہ دم ہو جائیں گے۔"
دونوں غٹاغٹ شربت چڑھا گئے۔ آناً فاناً بے ہوشی اور
تھکاوٹ کے اثرات غائب ہو گئے اور وہ پھر پہلے جیسے
چاق و چوبند ہو گئے۔ عمرو نے گنبد کے سازوسامان پر للچائی
ہوئی نگاہیں ڈالتے ہوئے مُبرّاں سے پوچھا "ملکہ صاحبہ! یہ
کون سی جگہ ہے؟ یہاں کب تک ٹھہرنا ہے؟"
"یہ گنبدِ نظارۂ جہاں ہے۔" ملکہ مُبرّاں نے جواب میں کہا
"یہ میرے والد شہنشاہِ کوکب کا طلسمِ خاص ہے۔ یہی ہماری
منزل تھی۔ آگے ہمیں کہیں نہیں جانا ہے۔"
"تو کیا ہمیں یہاں قید رکھا جائے گا؟" عمرو نے
شکایت کے لہجے میں کہا۔ "آپ نے تو کہا تھا ہمارے ساتھیوں
کو دکھائیں گی۔"
مُبرّاں نے ہنستے ہوئے جواب دیا "خواجہ جی! قید ہی کرنا
ہوتا تو اتنا لمبا سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اطمینان رکھیے
اسی جگہ بیٹھے بیٹھے آپ اپنے ساتھیوں کو دیکھ لیں گے۔"
"گویا آپ اُن سب کو اسی گنبد کے اندر بُلا لیں گی؟"
"نہیں خواجہ جی!" مُبرّاں نے کہا "یہ بات نہیں۔ گنبد کے

اندر یہ جتنے آئینے ہیں، انھیں طلسمی کھڑکیاں سمجھیے۔ ان میں سے
ہر ایک کھڑکی دنیا کے کسی نہ کسی حصّے کا سارا منظر دکھاتی
ہے۔ دائیں سے چوتھے نمبر کے آئینے سے آپ طلسمِ ہوش رُبا
کا وہ حصّہ صاف دیکھ سکتے ہیں جہاں آپ کے ساتھی موجود ہیں۔"
"مگر مجھے تو اس آئینے میں کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا۔" عمرو
نے چوتھے نمبر کے آئینے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس
میں تو گنبد کے اندر کی بھی کسی چیز کا عکس نہیں ہے۔"
"ذرا قریب چل کر دیکھیے" مُبرّاں نے ہنستے ہوئے کہا اور
اُٹھ کر آئینے کی طرف چل دی۔ عمرو اور مخمور بھی اس کے ساتھ
ہو لیے۔ آئینے سے چند قدم کے فاصلے پر رُک کر مُبرّاں نے
عمرو سے سوال کیا "کہیے! اب کچھ دکھائی دے رہا ہے؟"
عمرو نے آنکھ مل مل کر کئی دفعہ آئینے پر نظر دوڑائی لیکن
نہیں کچھ نہ تھا۔ اس نے جل کر کہا "بالکل دکھائی دے رہا
ہے ایک بھینس فاختہ پر بیٹھی بین بجا رہی ہے۔"
ملکہ مُبرّاں قہقہہ لگاتے ہوئے بولی "ارے! آپ تو بُرا مان گئے۔"
یہ کہہ کر اس نے آئینے پر ایک پھول کھینچ مارا اور کہنے لگی:
"اچھا، اب دیکھیے!"
پھول کے آئینے پر پڑتے ہی ایک تڑاخا ہوا۔ آئینے کے
اندر دھوئیں کے مرغولے چکّر کھانے لگے۔ پھر چند لمحوں بعد آہستہ

آہستہ سارا دھواں غائب ہو گیا اور آئینہ ایک بڑی سی کھڑکی معلوم ہونے لگا۔ اس کے بعد طلسمِ باطن اور طلسمِ ظاہر کی سرحد کا وہ سارا علاقہ اس کھڑکی سے نظر آنے لگا جہاں عمروؔ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر آیا تھا۔

اس وقت وہاں ہولناک جنگ ہو رہی تھی۔ مخمور اور عمرو بیٹھے غور سے یہ منظر دیکھنے لگے۔ دونوں طرف سے لاکھوں آدمی اس جنگ میں حصّہ لے رہے تھے لیکن عجیب بات یہ تھی کہ مخمور یا عمرو جس نقطے پر بھی نگاہیں جما کر دیکھتے وہاں کی ہر چیز اتنی قریب دکھائی دینے لگتی کہ وہ اس جگہ موجود لوگوں کو اچھی طرح پہچان سکتے تھے۔

یہ جنگ ملکہ مہ رُخ اور ملکہ حیرت کی فوجوں کے درمیان ہو رہی تھی۔ دونوں طرف کے سارے سردار، سپاہی اور جادوگر ایک دوسرے پر اندھا دھند حملے کر رہے تھے۔ ملکہ مہ رُخ طرح طرح کے جادو کر کے دشمنوں پر آگ اور پتھر برسا رہی تھی۔ ملکہ بہار طلسمی گُل دستے پھینک پھینک کر دشمنوں کو دیوانہ بنا رہی تھی۔ ناگن بجلی آسمان پر تڑپ تڑپ کر گرتی اور مقابلے پر آنے والوں کو جلا کر راکھ کر دیتی۔ رعد جادو زمین میں ڈوب ڈوب کر دشمنوں کی صفوں کے پیچھے جا نکلتا اور چنگھاڑ چنگھاڑ کر بہتوں کی کھوپڑیاں چٹخا دیتا۔ مہ رُخ کی حمایت میں

بلور چہار دست بھی دشمنوں پر قیامت ڈھا رہا تھا۔ بار بار مٹھیاں بند کرتا اور کھولتا۔ ہر دفعہ مٹھی کھولنے پر صدہا شیشے کے طلسمی پتلے پیدا ہوتے اور دشمنوں پر حملہ کر کے انھیں خاک و خون میں ملا دیتے۔

اس کے باوجود ملکہ حیرت کے حامیوں کا پلّہ تیزی سے بھاری ہوتا جا رہا تھا۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی اور انھیں لڑانے والے سپہ سالار اتنے زبردست جادوگر اور لڑاکا تھے کہ ہزاروں کی تعداد میں مرتے کٹتے ہوئے بھی مہ رُخ کے لشکر کو گھیرے میں لیتے جا رہے تھے البتہ بلور چہار دست پر ان کا زیادہ زور نہ چل پاتا تھا۔

دشمن کا غلبہ دیکھ کر عمرو کو سخت جوش آ رہا تھا لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حالات اور بھی بدتر ہو گئے۔ ملکہ حیرت نے کچھ پڑھ کر ایک نارنج مہ رُخ کے لشکر کی طرف پھینکا۔ جس جگہ جا کر وہ نارنج گرا وہاں دیکھتے ہی دیکھتے ایک مینار بن گیا۔ اس کے اوپر سے مہ رُخ کے لشکر پر آگ کی خوف ناک بارش ہونے لگی۔ مہ رُخ اور اس کے ساتھی جادوگر سرداروں نے طرح طرح کے منتر پڑھ کر آگ کو بجھانا چاہا مگر کسی کا اس پر کوئی بس نہ چلا۔ لشکریوں میں بھگدڑ پڑ گئی دوسری طرف سولہ ہزار جادوگروں نے جو اب تک دور کھڑے

لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے، ملکہ حیرت کے اشارے پر بلور
چہار دست پر یلغار کر دی۔ بلور مٹھی کھول کر شیشے کے طلسمی
پتلے ان کی طرف چھوڑتا تو وہ جادوگر ایسا کوئی منتر پڑھ کر پھونکتے
کہ وہ پتلے دھواں بن کر غائب ہو جاتے اور جو جادوگر ان
پتلوں کے وار سے ہلاک ہوتے، لوٹ پوٹ کر پھر زندہ
ہو جاتے۔ ایک طرف مہ رخ کا لشکر مینار کی آگ اور دشمنوں
کے حملوں سے بری طرح تباہ ہو رہا تھا، دوسری طرف بلور
چہار دست کی فوج پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

اب عمرو سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے کھڑکی کی
طرف بڑھتے ہوئے کہا " ملکہ تراں! میرے ساتھیوں کو بچایئے
ورنہ میں کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دوں گا۔"

ملکہ تراں نے عمرو کا دامن پکڑ کر کھینچ لیا اور تسلی دیتے
ہوئے بولی " صبر اور ہمت سے کام لیجیے۔ ملکہ اختر کو میں
آپ کے سامنے بھیج چکی ہوں۔ وہ پہنچا ہی چاہتی ہے۔"

یہ سن کر عمرو کو کچھ تسلی ہوئی اور وہ پھر جنگ کا منظر
دیکھنے لگا۔ جلد ہی مہ رخ کے لشکر کے پیچھے آسمان پر
جادوگروں کی ایک زبردست فوج منڈلاتی دکھائی دی۔ وہ
سب اڑن تختوں پر سوار تھے۔ عمرو نے دھڑکتے ہوئے دل
سے سب سے اگلے اڑن تخت پر نگاہیں جما دیں۔ جس پہ

ملکہ اختر بڑے جاہ و جلال کے ساتھ بیٹھی تھی۔ عمرو کے
چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ ملکہ اختر نے ایک تخت
پر بیٹھے بیٹھے ایک ڈبیا کھول کر پانچ موتی نکالے۔ پھر ایک
موتی آگ برسانے والے مینار کی طرف اور چار موتی بلور چہار
دست پر حملہ کرنے والے چار جادوگر سرداروں کی طرف
پھینک دیے۔ مینار دھواں بن کر غائب ہو گیا۔ چاروں
جادوگر سردار جل کر راکھ ہو گئے۔ ان کے مرتے ہی بلور
پر حملہ کرنے والے سولہ ہزار جادوگر بھاپ بن کر غائب
ہو گئے۔ مہ رخ کی فوج سنبھلنے لگی۔ دشمنوں میں کھلبلی مچ گئی
ملکہ اختر اپنی فوج سمیت زمین پر اتری اور دیکھتے ہی دیکھتے
جنگ کا نقشہ پلٹ گیا۔ ایک طرف سے مہ رخ اور اس
کے سردار، دوسری طرف سے بلور چہار دست اور اس کی فوج
اور تیسری طرف سے ملکہ اختر اور اس کے لشکر نے ملکہ حیرت
کے لشکر پر جوابی حملہ کر دیا ـــــ حیرت اور اس کے مددگار
سرداروں نے جانیں لڑا دیں مگر ان کی فوج اس یلغار کی
تاب نہ لا سکی۔ اس میں بھگدڑ پڑ گئی۔ یہ دیکھ کر مہ رخ
بلور اور ملکہ اختر نے اپنے حملے اور تیز کر دیے۔ ہر طرف
ملکہ حیرت کے ساتھیوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔

حیرت کا کوئی بس نہ چل سکا تو اپنے آدمیوں کو امان کا

طبل بجانے کا حکم دے کر چھاؤنی کو چل دی۔ اس عرصے میں اس کی تین چوتھائی فوج ماری جا چکی تھی۔ مہ رُخ نے دُشمن کے لشکر میں امان کا طبل بجتے سُنا تو اس نے اپنے حامیوں کو قتلِ عام کرنے سے روک دیا۔ دُشمن کے بچے کھچے لشکری اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی چھاؤنی کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

مہ رُخ اپنے ممتاز سرداروں اور بلور چہار دست کو ساتھ لے کر ملکہ اختر کے پاس پہنچی۔ اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور اپنی چھاؤنی میں چلنے کی دعوت دی۔

ملکہ اختر نے جواب میں کہا: ”شکریے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے بھیجا ہی اسی لیے گیا تھا۔ میں آپ کی دعوت ضرور قبول کرتی مگر ملکہ بُرّاں نے مجھے حکم دیا تھا کہ دُشمن کو نیچا دکھانے کے بعد میدانِ جنگ ہی سے واپس چلی آؤں۔“ مجبوراً مہ رُخ نے اسے عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دیا۔

اُدھر مہ رُخ اپنی فوج کے ساتھ فتح کے نقارے بجاتی ہوئی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوئی اِدھر ملکہ بُرّاں نے ایک اور پھول طِلسمی آئینے پر پھینک مارا۔ ایک لمحے کے لیے آئینے میں دُھوئیں کے مرغولے ناچتے دکھائی دیے۔ اس کے بعد وہ پھر پہلے کی طرح صاف ہو گیا۔ اب میدانِ جنگ کا سارا منظر غائب ہو

چکا تھا۔

”کہیے خواجہ جی!“ ملکہ بُرّاں عمرو سے مُخاطب ہوئی ”اب تو آپ کو اپنے ساتھیوں کی خیریت کے بارے میں اِطمینان ہو گیا۔“

”نہیں ملکہ صاحبہ!“ عمرو نے چونکتے ہوئے کہا ”معاف کیجیے، ایسا لگتا ہے جیسے مجھے دلاسا دینے کے لیے آپ نے ایک طِلسمی کھیل دکھایا ہے۔ مہربانی کر کے میرا یہ شک دُور کیجیے، اس کے بغیر مجھے قرار نہ آئے گا۔“

”اچھا تو لو!“ ملکہ بُرّاں نے کہا ”میں ملکہ اختر کو یہیں بُلوا لیتی ہوں۔ وہ تمھارا شک دور کر دے گی۔“

گنبد کی ایک دیوار پر سات رنگ کی سات پریوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ جس رنگ کی پری تھی اس کے اُوپر اسی رنگ کا ایک ایک چاند بھی بنا ہُوا تھا۔ ملکہ بُرّاں ان میں سے ایک پری کی جانب اُنگلی اٹھاتے ہوئے بولی: ”سُنہری پری! ابھی جا! ملکہ اختر کو جہاں اور جس حال میں ہو ساتھ لے آ۔“

یہ جُملہ پورا ہی ہوا تھا کہ سبز رنگ کی تصویر جیتی جاگتی پری بن کر اُوپر اُچھلی اور سبز رنگ کے چاند میں سما گئی۔ دوسرے ہی لمحے چاند دیوار سے الگ ہو کر اس آئینے کی طرف بڑھا جس میں عمرو نے مہ رُخ اور حیرت کی جنگ کا

منظر دیکھا تھا۔ پلک جھپکتے تو چاند آئینے کی سطح پر اٹکتا نظر آیا مگر پھر ایک زور دار زنّاٹے کے عِلاوہ اور کچھ نہ سُنائی دیا۔

چاند باہر نکلتے ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ آئینے کی سطح پھر پہلے جیسی ہموار اور بے عکس دکھائی دینے لگی۔ عمّرو یہ سارے شعبدے دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ دیکھ رہا ہے اس پر اعتبار کرے یا نظروں کا دھوکا سمجھے۔ وہ مہ رُخ کے لشکر سے ہزاروں میل دُور بیٹھا تھا مگر آئینے کی کھڑکی سے اُس نے سب کو اس طرح دیکھا تھا جیسے کسی مکان کی چھت سے نیچے کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ وہ اسی چکّر میں تھا کہ ملکہ مُبرّاں عمّرو کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی "خواجہ جی! بھوک لگ رہی ہے آئیے، جب تک ملکہ اختر آئے، ہم کچھ کھا پی لیں۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" عمّرو نے جواب دیا۔ تینوں جا کر کھانے کی میز کے گرد بیٹھ گئے۔ میز پر جتنے بھی برتن تھے سب سونے کے تھے اور ان میں ہیرے، لال، زمرّد اور نیلم جڑے ہوئے تھے۔ ایک ایک گلاس ہزاروں کا اور ایک ایک پلیٹ لاکھوں کی تھی۔ عمّرو کے مُنہ میں پانی بھر آیا لیکن اس کے ایک طرف محمُودہ بیٹھی تھی اور سامنے ملکہ مُبرّاں۔ ہاتھ کی

صفائی دکھانے کا موقع نہ تھا۔ کھانے کے دوران وہ صرف یہ سوچتا رہا کہ ان گلاسوں اور پلیٹوں کو کس طرح زنبیل میں ڈالا جائے۔ کھانے کے دوران عمّرو کو خاموش محسوس کر کے اور اس کے بعد اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ کر ملکہ مُبرّاں نے اس سے پوچھا "خواجہ صاحب! خیر تو ہے؟"

"ملکہ صاحبہ!" عمّرو نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا "پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔"

ملکہ مُبرّاں نے پوچھا "کیا کھانے میں کچھ گڑبڑ تھی؟"

"نہیں ملکہ صاحبہ!" عمّرو نے کہا "ان گلاسوں اور پلیٹوں نے طبیعت خراب کر دی ہے۔"

ملکہ مُبرّاں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ وہ خاموشی کے ساتھ عمّرو کو گھورتی رہی۔ عمّرو نے موقع غنیمت جانتے ہوئے کہا "ملکہ صاحبہ! زندگی میں کبھی میں نے ایسا عجیب طلسمی گنبد نہیں دیکھا۔ واپس جا کر دوستوں سے اس کا ذکر کروں گا تو کوئی یقین نہ کرے گا۔ اس کے علاوہ کیا پتا دوبارہ یہ گنبد دیکھ سکوں گا یا نہیں۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ یہاں کی کچھ نشانیاں یادگار کے طور پر اپنے ساتھ لے جاؤں۔ یہ گلاس اور طشتریاں اچھی نشانیاں ہیں مگر ہمت نہیں پڑتی کہ طلب کروں۔ نہ جانے آپ کیا سمجھیں، اسی فکر میں پیٹ میں درد ہونے لگا ہے۔"

"ارے! بس اتنی سی بات!" ملکہ بُرّاں قہقہہ لگاتے ہوئے
بولی "خواجہ جی! یہاں کی ہر چیز آپ کا مال ہے۔ جو چاہے رکھ
لیجیے۔ اس کے لیے پیٹ میں درد پیدا کرنے کی کوئی ضرورت
نہیں۔"

"بہت بہت شکریہ ملکہ صاحبہ!" عمرو نے کہا اور جڑاؤ گلاس
اور پلیٹیں اور طشت زنبیل میں ڈالتے ہوئے کہنے لگا "سمجھیے
درد دُور ہو گیا۔ بس ابھی منٹوں میں ٹھیک ٹھاک ہوا جاتا ہوں
آپ کے لیے تو جان بھی قربان کر دُوں۔ اپنے پیٹ کا درد
دُور کرنا کیا بڑی بات ہے۔"

جب سب چیزیں زنبیل میں ڈال لیں تو دانت نکالتے
ہوئے بولا "دیکھیے۔ اب ٹھیک ہو گیا نہ، ہی ہی ہی!"

مخمور اور بُرّاں بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسنے لگیں۔ عمرو
وقفے وقفے سے ہی ہی ہی، ہی ہی ہی کر کے انھیں ہنساتا رہا
حتیٰ کہ ہنستے ہنستے ان دونوں کے پیٹ میں درد ہو گیا۔

ممکن ہے ہنسی کے یہ دورے کچھ دیر اور جاری رہتے
مگر تڑاخے کی آواز پر سب سنبھل کر بیٹھ گئے اور ان کی نگاہیں
چوتھے نمبر کے طلسمی آئینے پر جم گئیں۔ ایک پل کے لیے سبز
چاند اس پر بھڑکتا نظر آیا۔ دوسرے لمحے وہ گنبد کے اندر تھا۔
بُرّاں سے تھوڑے فاصلے پر چاند میں سے سبز پری نکلی۔

وہ دونوں ہاتھوں پر ملکہ اختر کو اٹھائے ہوئے تھی۔ ملکہ اختر
بے ہوش نظر آ رہی تھی مگر اس حالت میں بھی وہ ایک کٹے
ہوئے سر کو مضبوطی کے ساتھ مٹھی میں جکڑے ہوئے تھی۔

ملکہ اختر کو ایک خالی صوفے پر لٹا کر سبز پری اپنی جگہ پر
جا کر پھر سے تصویر بن گئی۔ اسی طرح سبز چاند بھی اپنی جگہ پر
جا کر دیوار سے چپک گیا۔

بُرّاں ملکہ اختر کو ہوش میں لائی۔ خود کو طلسمی گنبد میں ملکہ
بُرّاں، عمرو اور مخمور کے سامنے پا کر ملکہ اختر نے بُرّاں سے
کہا "حضور! خدمت میں پہنچنے کے لیے میں تو خود روانہ ہو چکی
تھی۔ چاند پری کے ذریعے بلوانے کی کیا ضرورت تھی۔ تیز رفتاری
کی وجہ سے جوڑ جوڑ درد کر رہا ہے اور کانوں میں سیٹیاں سی
بج رہی ہیں۔"

"مجھے تمھاری تکلیف کا افسوس ہے۔" ملکہ بُرّاں نے کہا:
"جلدی یوں پیش آئی کہ خواجہ عمرو ساتھیوں کی خیر و عافیت کے
لیے بے قرار تھے۔ جو کچھ تم نے وہاں دیکھا یا کیا ہے ذرا تفصیل
سے ان کے سامنے بیان کر دو۔"

ملکہ اختر نے کٹے ہوئے سر کو دکھاتے ہوئے کہا: "خواجہ جی
اس مردود نے میرے پہنچنے سے پہلے آپ کے دوستوں پر
غضب ڈھا رکھا تھا۔ اس کا نام نحوست جادو ہے یہ طلسم ہوش ربا

کے ایک علاقے کا بادشاہ، افراسیاب کا وفادار اور زبردست جادوگر
ہے۔ اس کے چار ماتحت سرداروں نے سولہ ہزار طلسمی جادوگر
بنائے تھے جنھوں نے بطور چہار دست اور اس کے پتلوں کو
سخت نقصان پہنچایا تھا' بہرحال میں نے اس مردود اور اس
کی فوج کو ہلاک کر دیا۔ مہ رُخ کو آگ کے مینار سے نجات
دلائی۔ ملکہ حیرت ذلیل ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ ملکہ مہ رُخ فتح
کے شادیانے بجا رہی ہے۔ آپ کے دوست خیریت سے ہیں۔
اب فی الحال انھیں کوئی اندیشہ نہیں۔"

جو باتیں ملکہ اختر نے بیان کیں، عمرو انھیں اپنی آنکھوں سے
دیکھ چکا تھا۔ نحوست جادو کا سر ان باتوں کی مزید تصدیق کرتا
تھا مگر پھر بھی عمرو کا شک دور نہ ہوا۔ وہ یہی سمجھتا رہا کہ یہ
سب ملکہ مہراں کا طلسمی ڈراما ہے جو وہ اسے تسلی دینے کے
لیے کر رہی ہے تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جانے کی
ضد چھوڑ دے۔ یہ بات اس کے دل کو نہ لگتی تھی کہ ہزاروں
میل دور کے حالات اتنے قریب سے دکھائی دے سکتے ہیں
یا چاند پری چند لمحوں کے اندر اتنی دور جا کر ملکہ اختر کو لے
کر واپس آ سکتی ہے۔

عمرو کا شک کسی طرح دور نہ ہوا تو ملکہ مہراں نے کہا :
"اچھا خواجہ جی! اب آپ کا شک دور کرنے کے لیے میں ملکہ

مہ رُخ ہی کو بلوائے لیتی ہوں۔"

"بہتر ہے۔" عمرو نے خوش ہوتے ہوئے کہا "مگر وہ نقلی
مہ رُخ نہ ہو۔"

"نقلی اصلی کا فیصلہ آپ خود کر لیجیے گا۔" مہراں جواب میں
بولی اور دیوار کی طرف مڑ کر سُرخ پری کی تصویر کو حکم دیا :
"سُرخ پری! جا، ملکہ مہ رُخ کو لے کر دم کے دم میں واپس
آ۔" یہ کہنا تھا کہ سُرخ پری کی تصویر اچھل کر اپنے اوپر
کے سُرخ چاند میں جا بیٹھی اور چاند دیوار سے الگ ہو کر چوتھے
منبر کے آئینے سے سنسناتا ہوا باہر نکل گیا۔

میدانِ جنگ سے پلٹ کر ملکہ مہ رُخ اپنی بارگاہ میں پہنچی
ہی تھی کہ سُرخ چاند بھی وہاں پہنچ گیا۔ سُرخ پری چاند میں سے
نکل کر مہ رُخ کے سامنے آئی اور کہنے لگی "ملکہ مہراں نے آپ
کو بلایا ہے۔ میں لینے آئی ہوں۔"

مہ رُخ اور اس کی بارگاہ میں موجود سبھی لوگوں کو شک ہوا
کہ کہیں وہ افراسیاب کی بھیجی ہوئی نہ ہو۔ سب نے آنکھوں کے
اشارے سے مہ رُخ کو جانے سے منع کیا۔ مہ رُخ نے ٹالنے
کے خیال سے سُرخ پری سے کہا :

"بہن! میں تمھارے ساتھ ضرور چلتی۔ شہنشاہ کوکب کی بیٹی
کے پاس جانا میرے لیے فخر کی بات ہے مگر یہاں خواجہ عمرو بھی

نہیں ہیں۔ افراسیاب سے ٹھنی ہوئی ہے۔ میں لشکر کو اکیلا چھوڑ کر
چلی گئی تو افسر اور سپاہی سب کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے۔"

مہ رُخ کی بات ختم نہ ہوئی تھی کہ برق فرنگی چپکے سے کھسکتا
ہوا سُرخ پری کے پیچھے جا پہنچا اور اچانک اسے کمند میں جکڑ
لیا۔ بارگاہ میں موجود لوگوں نے خوشی سے نعرہ بلند کیا لیکن پری
نے جو اپنے بدن کو جھٹکا دیا تو کمند ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے
گر پڑی۔ اس کے ساتھ ہی وہ مہ رُخ کو دونوں ہاتھوں میں
دبوچ کر سُرخ چاند کی طرف اُڑی اور چیخنے لگی "بدبختو! مہمانوں
سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے؟ اگر ملکہ مُبّراں نے لڑنے کی اجازت
دی ہوتی تو ابھی سب کو جلا کر راکھ کر دیتی۔ اب مہ رُخ کو
لیے جاتی ہوں۔ جو بن پڑے کر لو۔"

اب تو سب کو یقین ہو گیا کہ یہ افراسیاب کی بھیجی ہوئی
پری ہے۔ دھوکا دینے کو ملکہ مُبّراں کا نام لیتی ہے۔ مہ رُخ
نے چاہا کہ منتر پڑھ کر پری سے نجات حاصل کرے مگر اس
نے پہلے ہی مہ رُخ کو بے ہوش کر دیا۔ بارگاہ میں موجود سارے
جادوگر غُل مچاتے ہوئے سُرخ پری پر حملہ آور ہوئے مگر وہ
ان سب سے بچتی ہوئی سُرخ چاند میں جا داخل ہوئی۔ ملکہ بہار
فرمانیہ، کاکُل کشا، ناگن بجلی اور مہ رُخ کے دوسرے جاں نثار
جادوگر اُڑ کر سُرخ چاند کو روکنے کی کوشش کرنے لگے مگر

اس پر ان کا کوئی جادو اثر نہ کر سکا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان
کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

کچھ دیر بعد مہ رُخ کی آنکھ کُھلی تو خود کو ایک آرام دہ
صوفے پر پڑا پایا۔ چونک کر اُٹھی تو خواجہ عمرو، مخمورؔ، ملکہ اختر اور
ملکہ مُبّراں کو اپنی طرف مُسکراتے دیکھا۔ حیران ہوئی کہ مجھے پری
افراسیاب کی لے کر اُڑی تھی، یہ عمرو، مخمورؔ، اختر اور مبّراں کہاں
سے آگئے! شاید انھیں بھی افراسیاب نے اس گنبد میں قید کر
دیا ہے۔ یہ بھی شک گزرا کہ کہیں یہ سب لوگ نقلی نہ ہوں۔ یہ
خیال آتے ہی چمک کر کھڑی ہو گئی۔ منتر پڑھ کر انگلی سے
اپنے گرد حفاظت کا حِصار بنایا اور جھولی سے جادو کا ایک گولا
نکال کر چاروں طرف تانتی ہوئی کڑک کر بولی :

"خبردار! جیسے بیٹھے ہو ایسے ہی چپ چاپ بیٹھے رہو۔
ہلنے جُلنے یا منتر پڑھنے کی کوشش کی تو یہ گولا سر پر پڑے
گا۔ سچ سچ بتاؤ۔ تم لوگ کون ہو؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ مجھے یہاں
کس کے حکم سے لایا گیا ہے؟"

"ملکہ مہ رُخ! خُدا کے لیے گولے کو جھولی میں رکھ لو۔ میں
عمرو ہوں۔ یہ ملکہ مُبّراں ہیں شہنشاہ کوکب کی صاحب زادی۔ وہ
ملکہ اختر ہیں اور وہ تمھاری اپنی مخمور ہے۔ اطمینان کر لو۔ میں اصلی
عمرو ہوں۔"

یہ کہہ کر عمرو ملکہ مہ رُخ کے قریب گیا اور اپنی بائیں آنکھ کا تل اسے دکھایا۔ مہ رُخ کا شک دُور ہو گیا۔ مُدّت کی جُدائی کے بعد اچانک خواجہ عمرو کو دیکھ کر دیوانہ وار اس سے چمٹ گئی اور سِسک سِسک کر رونے لگی۔ مخمور، اختر اور ملکہ مُرّاں کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ باری باری وہ بھی مہ رُخ سے بغل گیر ہوئے۔

ملکہ اختر سے بغل گیر ہو کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے مہ رُخ نے پوچھا: "بہن! آپ تھوڑی دیر پہلے میدان جنگ سے اپنی فوج کے ساتھ مجھ سے رُخصت ہوئی تھیں۔ اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

"مجھے بھی آپ کی طرح ایک چاند پری لے کر آ گئی:" ملکہ اختر نے جواب دیا۔ "ملکہ مُرّاں خواجہ عمرو کا اطمینان کرنا چاہتی ہیں میری تصدیق سے ان کا شک دُور نہیں ہوا۔ اب آپ ہی انھیں مُطمئن کیجیے:"

"کیا معاملہ ہے؟" مہ رُخ نے عمرو سے سوال کیا۔ جواب میں عمرو نے سارا قصّہ اس گنبد میں پہنچنے سے لے کر ملکہ اختر کے آنے تک کا تفصیل سے بیان کیا۔ ملکہ مہ رُخ نے حرف بہ حرف ہر بات کی تصدیق کی۔ اب جا کر کہیں خواجہ عمرو کو یقین ہوا کہ انھوں نے جو کچھ طلسمی آئینے کے اندر دیکھا وہ

سب صحیح تھا۔ پہلے خُدا کا شُکر بجا لائے اور پھر بروقت مدد کرنے پر ملکہ مُرّاں اور ملکہ اختر کا شکریہ ادا کیا اور شک ظاہر کرنے کی معافی چاہی۔

کچھ دیر بعد مہ رُخ نے ساتھیوں کی پریشانی دُور کرنے کے خیال سے واپسی کی اجازت چاہی۔ ملکہ مُرّاں نے خواجہ عمرو کی طرف دیکھا۔ انھوں نے کہا: "پیچھے کی فکر نہ کیجیے۔ شہنشاہِ کوکب اور ملکہ مُرّاں حالات پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ آج کی رات آپ ملکہ مُرّاں کی مہمان رہیں۔ مجھے تفصیل کے ساتھ اب تک کی کُل رُوداد کہنی سُننی ہے۔ کل صُبح چلی جائیے۔ واپس پہنچ جائیں گی تو ساتھیوں کی پریشانی خود بخود دُور ہو جائے گی۔"

مہ رُخ راضی ہو گئی۔ ملکہ مُرّاں نے سب کو اپنے خاص اُڑن تخت پر بٹھایا اور جس طرح آئی تھی اسی طرح گنبد سے نکل کر قلعۂ ہفت رنگ میں اپنے محل میں جا پہنچی۔

اتّفاق کی بات، جس وقت سُرخ پری مہ رُخ کو لے کر اس کی چھاؤنی سے روانہ ہوئی تھی، عین اسی وقت افراسیاب کو خیال آیا کہ کچھ حال مہ رُخ اور نحوست جادو کی جنگ کا معلوم کرنا چاہیے۔ یہ نیّت کر کے اس نے کتاب سامری کھول کر دیکھی۔ مہ رُخ اور بلور کی مصیبت، ملکہ اختر کی آمد، نحوست جادو کی ہلاکت اور سُرخ چاند پری کی کارگزاری، ہر بات اسے

معلوم ہو گئی۔

شہنشاہِ کوکب کی مُداخلت کے سبب اسے کئی بار شرمندگی ہو چکی تھی۔ وہ اکثر کوکب کو نیچا دکھانے کی ترکیبیں سوچا کرتا تھا۔ اب ملکہ اختر کی تازہ کارروائی نے اس کے جذبۂ اِنتقام کو اور بھی بھڑکا دیا۔ اسی حالت میں اس نے خیال کیا کہ مہ رُخ کو بَرّاں نے اُٹھوا منگوایا ہے، اگر میں اسے طِلسمِ نور افشاں سے لے اُڑوں تو شہنشاہِ کوکب کی ناک کٹ جائے گی۔ دوست دُشمن سب کہیں گے کہ اپنے مہمان کی حفاظت نہ کر سکا۔ میری دھاک الگ جم جائے گی کہ تن تنہا جا کر کوکب جیسے بادشاہ کو اس کے گھر میں ذلیل کر آیا۔

بس یہ سوچتے ہی اس نے منتر پڑھ کر اُچھال لگائی اور آسمان کی جانب اتنا تیز اُڑا کہ دیکھتے ہی دیکھتے تارا ہو گیا۔

ملکہ بَرّاں طِلسمی گنبد سے اُڑن تخت پر بیٹھ کر جو چلی تو مہ رُخ اور دوسرے ساتھیوں کو لیے ہوئے سیدھی شاہی مہمان خانے میں جا کر اُتری۔ یہاں عمرو اور مخمور سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد اُس نے مہ رُخ سے کہا "آپ دن بھر کی جنگ اور سفر سے خاصی تھک گئی ہیں۔ گھڑی دو گھڑی آرام کریں۔ رات کو آپ کے آنے کی خوشی میں جشن ہو گا۔ شام کو میں خود آ کر آپ کو لے جاؤں گی۔"

مہ رُخ واقعی تھکی ہوئی تھی۔ ملکہ بَرّاں اختر کے ساتھ اپنے محل چلی گئی تو وہ خواب گاہ میں جا کر سو گئی۔ عمرو اور مخمور بھی اپنے اپنے کمروں میں جا کر آرام کرنے لگے۔

دن ڈھلے مہ رُخ کی آنکھ کھُلی۔ نہا دھو کر کپڑے تبدیل کر کے وہ مہمان خانے کے بڑے کمرے میں آ کر بیٹھ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ دعوت میں جانے سے پہلے کچھ دیر عمرو سے بات چیت رہے۔ مگر خادماؤں نے بتایا کہ وہ ابھی تک سو رہے ہیں۔ وقت گزارنے کے لیے وہ مہمان خانے کے باغ کی سیر کو نکل گئی۔ ایک کُنج کی اوٹ میں افراسیاب گھات لگائے بیٹھا تھا، جیسے ہی مہ رُخ اس کے قریب پہنچی، افراسیاب اسے دبوچ کر لے اُڑا۔

مہ رُخ موت کے مُنہ میں

قلعۂ ہفت رنگ کے شاہی مہمان خانے میں جگہ جگہ چاق و چوبند مُحافظ پہرے دار رہا کرتے تھے۔ ان سب کی نگاہ بچا کر افراسیاب نے مہ رُخ پر جھپٹا مارا تھا۔ مہ رُخ اپنا بچاؤ تو نہ کر سکی البتہ جُونہی افراسیاب اسے لے کر اُڑا' وہ پُوری قوت سے چیخ پڑی "بچاؤ! بچاؤ! بچاؤ!"

باغ کے اندر اور اِرد گِرد موجود پہرے داروں نے یہ آواز سُنی تو ہر سَمت سے اس طرف کو دوڑ پڑے۔ ہر ایک جوش میں چلاّ رہا تھا "خبردار! پکڑو! جانے نہ پائے!"

لیکن ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی افراسیاب آسمان کی طرف بلند ہو چکا تھا۔ پہرے دار دونوں میں سے کسی کو نہ پہچان سکے۔ بے بسی کے ساتھ کھڑے ہو کر چیخنے لگے:

"وہ رہا! لیے جاتا ہے! لے گیا! لے گیا!"

یہ چیخ پکار سُن کر پہرے داروں کا افسر بھاگا ہوا آیا۔ اور پوچھنے لگا "کون لے گیا؟ کسے لے گیا؟" کسی پہرے دار

کے پاس ان سوالوں کا جواب نہ تھا۔

عمرِو اور مخمور جاگنے کے بعد مہمان خانے کے بڑے کمرے میں اکٹھے ہوئے۔ ایک دوسرے کی مزاج پُرسی کے بعد اُنھوں نے طے کیا کہ چل کر ملکہ مہ رُخ کا حال معلوم کریں۔ اتنے میں ایک خادمہ نے آ کر اِطلاع دی "ملکہ مہ رُخ کچھ دیر آپ لوگوں کا انتظار کرتی رہیں پھر باغ کی سیر کو چلی گئیں۔ ابھی تک واپس نہیں آئیں۔"

"چلیے، ہم بھی باغ کی سیر کر لیں۔" مخمورؔ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ عمرِو بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ عین اسی موقع پر ملکہ مرّاں بھی آ گئی۔ تینوں ہنستے بولتے باغ میں داخل ہو گئے لیکن چند ہی قدم چلے تھے کہ باغ کے اندر سے ہنگامے کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ وہ بے تحاشا آوازوں کی سمت دوڑ پڑے۔ پہرے داروں نے ملکہ مرّاں کو اپنے سامنے پایا تو سب کے چہرے زرد ہو گئے۔ کپکپاتے ہاتھوں سے ادب کے ساتھ اس کو سلام کیا۔ ملکہ مرّاں نے کڑے تیوروں سے پہرے داروں کے بڑے افسر کو گھورا تو اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا "حضور یہاں سے کسی عورت کی چیخ سُنائی دی۔ پہرے دار بھاگ کر اُدھر پہنچ گئے لیکن یہاں کچھ نہ تھا۔ ایک جادوگر کسی کو لیے ہوئے آسمان کی طرف اُڑتا ضرور دکھائی دیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کون چیخا

تھا، اُڑنے والا جادُوگر کون تھا اور وہ کیسے لے گیا!"

عمرؔو اور مخمور کا کلیجا دھک سے ہو گیا۔ بُرّاں کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ تینوں سمجھ گئے کہ کوئی مخمورؔ کو پکڑ کر لے گیا ہے۔ مخمور بولی "ہو نہ ہو یہ افراسیاب کی حرکت ہے۔"

عمرؔو نے بُرّاں سے کہا "خدا کے لیے جلد کچھ کیجیے۔ مہ رُخ کی جان خطرے میں ہے۔"

بُرّاں تسلی دیتے ہوئے بولی "مہ رُخ میری مہمان تھی۔ خُود کو قربان کر دوں گی، اس کا بال بیکا نہ ہونے دُوں گی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ بس ذرا آبا حضور کو خبر کر دُوں۔"

یہ کہہ کر اس نے جلدی جلدی ایک خط میں سارا واقعہ لکھ کر شہنشاہ کوکب کے پاس روانہ کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں طِلسمی پرندے کے ذریعے جواب آ گیا۔ لکھا تھا۔ "مہ رُخ کو بے شک افراسیاب لے گیا ہے۔ تمھیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ میری آن اور آبرو کا مُعاملہ ہے۔ ابھی جا کر مہ رُخ کو چُھڑاتا ہوں۔ عمرؔو اور مخمورؔ سے کہو وہ بالکل پریشان نہ ہوں۔"

"یہ اور اچھا ہوا۔" ملکہ بُرّاں نے خط کا مضمون عمرؔو اور مخمورؔ کو سُنا کر کہا "میں جاتی تو شاید ناکام رہتی۔ آبا حضور افراسیاب سے کسی طرح کم نہیں۔ وہ مہ رُخ کو چُھڑا کر ہی دم لیں گے۔"

ادھر افراسیاب مہ رُخ کو لے کر اُڑا تو دم لیے بغیر سیدھا ا[...] حیرت کی چھاؤنی میں جا کر اُترا۔ رات آدھی سے زیادہ نہ [...]ری تھی۔ ملکہ حیرت نے فی الفور جشن کا اہتمام کیا۔ پُوری چھاؤنی [...]ں منادی کرا دی گئی کہ شہنشاہ افراسیاب کوکب کے گھر سے [...] رُخ کو پکڑ لائے ہیں۔ کل صبح سُورج نکلتے ہی اُسے پھانسی [...] لٹکا دیا جائے گا۔ یہ تماشا دیکھنے کے لیے سب لوگ سُورج [...]لنے سے پہلے ہی چھاؤنی کے سامنے والے میدان میں جمع ہو جائیں۔

یہ خوش خبری سُن کر سپاہیوں اور چھوٹے درجے کے افسروں نے اپنی اپنی جگہ رت جگا منانے کا پروگرام بنایا اور بڑے سردار زرق برق پوشاک پہن کر شاہی جشن گاہ میں پہنچنے لگے۔ جشن گاہ میں ملکہ مہ رُخ کو ایک اُونچے چبوترے پر بے ہوش کر کے اس طرح بٹھا دیا گیا تھا کہ ہر شخص اسے دیکھ سکے۔ افراسیاب ملکہ حیرت کے ساتھ بڑی سج دھج کے ساتھ تختِ شاہی پر بیٹھا تھا۔ جشن گاہ میں آنے والا ہر شخص تخت کا پایہ چُوم کر انھیں فرشی سلام کرتا اور ان کی تعریف اور ملکہ مہ رُخ کی بُرائی کرتا ہُوا اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاتا۔

نشستیں بھر جانے کے بعد ملکہ حیرت نے ایک مختصر تقریر میں افراسیاب کی بڑائی اور کارنامے بیان کیے جس کے خاتمے پر سب

نے "شہنشاہ افراسیاب کی جے! ملکہ حیرت کی جے!" کے نعرے بلند کیے۔ اس کے ساتھ ہی ناچ گانے کا دور شروع ہو گیا۔ پریوں کی ٹولیاں چھما چھم کرنے لگیں۔ راگ رنگ کا جادو ہر طرف پھیلنے لگا۔

مہ رُخ کی فوج کے جو جاسوس حیرت کی چھاؤنی میں رہا کرتے تھے وہاں سے بھاگ کر ملکہ بہار کے پاس پہنچے اور اسے اِطلاع دی۔ بہار نے فوراً لشکر کے سارے سرداروں اور عیاروں کو طلب کر کے مشورہ کیا۔ وہ پہلے ہی مہ رُخ کے لیے فکر مند تھے یہ معلوم ہونے پر کہ ملکہ افراسیاب کی قید میں ہے اور کل صبح اسے سُولی پر لٹکایا جائے گا، سب مرنے مارنے پر تل گئے۔

فیصلہ ہوا کہ صبح سُورج نکلنے سے پہلے ہی حیرت کے لشکر پر یلغار کر دی جائے اور مہ رُخ کو لڑ بھڑ کر چھڑا لیا جائے۔ اس پر سارے سردار تو جنگی تیاریوں میں لگ گئے مگر برق فرنگی، مہتر قِران، جانسوز اور ضرغام عیار لشکر سے نکل کھڑے ہوئے کہ جا کر عیاری کریں اور رات ہی کو کسی ترکیب سے مہ رُخ کو چھڑا لائیں۔

اُدھر ناچ رنگ کی محفل میں اچانک ملکہ حیرت کو عیاروں کا خیال آیا۔ اس نے چپکے سے افراسیاب سے کہا "دشمنوں کو خبر ملے گی تو ان کے عیار ضرور آئیں گے۔ ہمیں ان سے غافل نہیں

ہونا چاہیے۔"

افراسیاب چونکا اور پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا "فکر نہ کرو ملکہ! ابھی ان کا اِنتظام کیے دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے چپکے چپکے کوئی منتر پڑھا اور دریائے خون رواں کی سمت اُنگلی اُٹھا کر اسے بڑھنے کا حکم دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دریا میں جوش پیدا ہوا۔ بڑی تیزی کے ساتھ اس کا پانی بڑھ کر مہ رُخ اور حیرت کی چھاؤنیوں کے درمیان پھیل گیا۔ کوئی بھی اپنا پرایا اس پانی کو پار نہ کر سکتا تھا۔ اِس انتظام کے بعد دونوں مطمئن ہو کر راگ رنگ کے مزے لینے لگے۔

کامیابی کی خوشی اور ناچ رنگ کی مستی میں افراسیاب کوکب کو بالکل بھول گیا۔ اسے اس بات کا بالکل خیال نہ رہا کہ جس کے گھر سے اس کے مہمان کو اُٹھا لایا ہوں، وہ بھی آخر ایک شہنشاہ ہے۔ اپنی عزت و آبرو برقرار رکھنے کے لیے وہ بھی کوئی جوابی کارروائی کر سکتا ہے۔

آخر یہی ہُوا۔ محفل شباب پر تھی کہ کوکب بھی اُڑتا ہُوا جشن گاہ کے اوپر آسمان پر آ کر ٹھہر گیا۔ وہ اتنی بلندی پر تھا کہ کوئی اسے نہ دیکھ سکتا تھا۔ اُوپر ہی اُوپر اس نے ماش کے آٹے کی مہ رُخ جیسی ایک پُتلی بنائی اور ایک جادوئی رُوح کو اُس کے اندر داخل کرنے کا حکم دیا:

"جیسے ہی اندھیرا ہو، مہ رُخ کی جگہ جا کر بیٹھ جانا اور صبح جب سُولی دی جانے تو پُتلی کے پیٹ سے نکل کر واپس میرے پاس پہنچ جانا۔"

اس کے بعد کوکب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے نیچے زنگا رنگ ابر کا ایک ٹکڑا پیدا ہو گیا اور دھیرے دھیرے جشن گاہ کی طرف بڑھنے لگا۔ ایسا کر کے وہ خود اس ابر سے دُور دُوسری طرف جا کر ٹھہر گیا۔

اچانک ملکہ حیرت کی نگاہ اس ابر پر پڑی۔ اس نے افراسیاب سے کہا "وہ دیکھیے۔ کوئی جادوگر اس ابر میں مہ رُخ کو چھڑانے آیا ہے۔"

افراسیاب نے آنکھ مل کر دیکھا تو واقعی ابر آہستہ آہستہ آسمان سے نیچے آ رہا تھا۔ جوش میں اٹھ کر وہ اتنی زور سے دہاڑا کہ محفل میں سناٹا چھا گیا۔ سب حیرت اور خوف کے ساتھ دیکھنے لگے کہ شہنشاہ کو اچانک کس بات پر غصّہ آ گیا۔ دُوسرے ہی لمحے افراسیاب اُڑ کر ابر کی طرف لپکا۔ ابر تیزی سے اُوپر اُٹھنے لگا۔ جشن گاہ میں موجود ہر شخص ٹکٹکی باندھے آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ اسی لمحے کوکب نے کچھ پڑھ کر جشن گاہ کی طرف پھونکا آناً فاناً ساری مشعلیں بجھ گئیں۔ بجلی کی سی پھرتی کے ساتھ کوکب نے چبوترے پر جھپٹ کر مہ رُخ کو اٹھایا اور چلتا بنا۔ مہ رُخ

کی جگہ چبوترے پر اس کی پُتلی آن موجود ہوئی۔ مشعلیں پھر پہلے کی طرح جلنے لگیں۔ اندھیرا ہونے اور روشنی ہونے میں اتنا مختصر وقفہ تھا کہ بہت سے لوگ محسوس ہی نہ کر سکے اور جن لوگوں نے محسوس کیا وہ اسے اپنی نظر کا دھوکا سمجھے۔

سب پُوری توجّہ سے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

افراسیاب کوکب کے پیدا کردہ طلسمی ابر کو فنا کر کے زور زور سے للکار رہا تھا "میں افراسیاب ہوں، طلسمِ ہوش رُبا کا شہنشاہ۔ جس میں ہمّت ہو سامنے آئے۔ میں تنہا مقابلہ کروں گا۔"

کافی دیر تک وہ اسی طرح للکارتا رہا اور جب کوئی دکھائی نہ دیا تو شان کے ساتھ نیچے واپس آ گیا۔ تخت پر بیٹھتے ہوئے بلند آواز سے اس نے ملکہ حیرت سے کہا "دیکھا ملکہ! آنے والا میری دہشت ہی سے بھاگ گیا۔"

حیرت بولی "حضور سچ فرماتے ہیں۔ کوئی ایسا کلیجا کہاں سے لائے جو حضور کا مقابلہ کرے۔" محفل میں موجود لوگوں نے یہ سُن کر ایک بار پھر پرجوش جے کارے بلند کیے۔ اس کے بعد ناچ گانا شروع ہو گیا۔

صبح ایک طرف مہ رُخ کو پھانسی پر لٹکانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں، افراسیاب اور ملکہ حیرت کے گرد لاکھوں تماشائی خوشی کے نعرے بلند کر رہے تھے اور دوسری طرف مہ رُخ کی

فوج کے سردار اور عیار بے بسی سے اپنے ہاتھ مل رہے تھے۔ دریائے خونِ رواں ان کے بیچ میں حائل تھا وہ مہ رُخ کی کوئی مدد نہ کر سکتے تھے۔

آخر مُقررہ وقت آ گیا۔ دو جلاد مہ رُخ کو پکڑ کر پھانسی کے تختے پر لے گئے۔ وہاں موجود ایک دوسرے جلاد نے پھانسی کا پھندا مہ رُخ کے گلے میں ڈال دیا۔ ایک نقیب پُکارا

"لوگو! دیکھو اور عبرت حاصل کرو! جو شہنشاہ افراسیاب سے غداری کرے گا، ایک نہ ایک دن اس حال کو ضرور پہنچے گا۔"

ایک افسر نے پھانسی کے تختے پر جا کر مہ رُخ سے اس کی آخری خواہش پوچھی۔ وہ خاموش رہی۔ افسر نے افراسیاب کی طرف دیکھا۔ افراسیاب نے اشارہ کیا۔ جلادوں نے رسّی کھینچ لی دیکھتے ہی دیکھتے مہ رُخ پھندے میں لٹک کر تڑپنے لگی۔ کچھ دیر بعد اس کی لاش ٹھنڈی پڑ گئی۔ اس موقع پر جیسا کہ ہر جادوگر کے مرنے پر اس کا بیر پُکارتا ہے، طِلسمی رُوح لاش کے پیٹ سے نکل کر پُکاری:

"ہیہات! مجھے ہلاک کیا۔ میرا نام مہ رُخ سحر چشم تھا۔"

یہ کہہ کر طِلسمی رُوح شہنشاہ کوکب کی طرف چل دی اور افراسیاب کے حامیوں نے زور دار جے کارے بُلند کیے۔ دوست اور دشمن کو یقین ہو گیا کہ ملکہ مہ رُخ کا زندگی کا چراغ گُل

ہو گیا۔ افراسیاب بڑے فخر و غرور کے ساتھ ملکہ حیرت سمیت رُخصت ہو کر باغِ سیب کو چل دیا۔ حیرت کی چھاؤنی میں شادیانے بجنے لگے۔ مہ رُخ کے لشکر میں ماتم کی صدائیں گونجنے لگیں۔

اُدھر شہنشاہ کوکب جیسے ہی اپنے ملک کی سرحد میں داخل ہوا، آسمان سے زمین پر آ گیا۔ مہ رُخ بے ہوش تھی۔ اسے ایک چٹان پر لِٹا کر کوکب نے ایک جادوگر سردار کا بھیس بدلا اور مہ رُخ کو ہوش میں لا کر کہنے لگا:

"ملکہ صاحبہ! افراسیاب آپ کو قلعۂ ہفت رنگ سے اُٹھا لے گیا تھا۔ شہنشاہِ کوکب کے حکم پر میں آپ کو چھڑا لایا ہوں اب آپ آزاد ہیں۔ شہنشاہِ کوکب نے آپ کو رُخصت کی اِجازت بھی دے دی ہے اور بارہ ہزار فولادی پُتلوں کی فوج بھی آپ کے حوالے کی ہے۔ آپ ان کے ساتھ اپنی چھاؤنی کو روانہ ہو جائیں خواجہ عمرو بھی ایک بڑی فوج کے ساتھ جلد آپ سے آ ملیں گے بلکہ ضرورت پڑی تو ملکہ بُرّاں اور شہنشاہ کوکب آ کر آپ کی مدد کریں گے۔"

مہ رُخ نے شہنشاہ کوکب کا بہت بہت شکریہ ادا کیا مگر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے حیرت کے ساتھ کہنے لگی "وہ بارہ ہزار فولادی پُتلے کہاں ہیں؟"

جادوگر سردار نے کچھ پڑھ کر قریبی ٹیلے کی طرف پھونکا۔ ایک

بگولا ٹیلے کے سر پر بلند ہو کر ناچنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد بگولا
غائب ہو گیا۔ ٹیلے کی چوٹی پر سے بالشت بالشت بھر کے فولادی
پتلے چیونٹوں کی طرح نکل پڑے لیکن جو بھی ٹیلے سے نیچے آتا
لمبا تڑنگا جوان بن جاتا۔ ان کے چوہے جتنے دکھائی دینے والے
فولادی گھوڑے بھی اونچے قد کے گھوڑوں جتنے بڑے ہو جاتے
تھوڑی ہی دیر میں بارہ ہزار فولادی پتلوں کا لشکر مہ رخ کے
سامنے تھا۔ جادوگر سردار نے پھر کوئی منتر پڑھ کر ایک جانب
ہاتھ بلند کیا۔ فوراً ہی ایک عقاب اس طرف سے اڑتا ہوا آیا
اور مہ رخ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس کی پیٹھ پر نرم ریشمی
گدوں والا ایک جڑاؤ تخت بندھا ہوا تھا۔ جادوگر سردار نے
مہ رخ سے کہا "اس پر سوار ہو جائیے یہ آپ کو آپ کی چھاؤنی
میں پہنچا دے گا۔"

مہ رخ سردار کا شکریہ ادا کر کے عقاب پر سوار ہو گئی
اور عقاب اڑ کر چل دیا۔ فولادی پتلوں کی فوج بھی اپنے گھوڑوں
سمیت اڑتی ہوئی اس کے پیچھے ہو لی۔

شہنشاہ کوکب نے واپس پہنچ کر مہ رخ کا سارا حال
ملکہ بُراں کو لکھ بھیجا۔ عمرو اور ممنور نے مہ رخ کی رہائی پر
خدا کا شکر ادا کیا اور بے فکری کے ساتھ وقت گزارنے لگے۔

اُدھر ملکہ مہ رخ بارہ ہزار فولادی پتلوں کے ساتھ اپنی

چھاؤنی کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی کہ راستے میں ملکہ حیرت
کی چھاؤنی دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ حیرت کی
چھاؤنی میں شادیانے بج رہے تھے۔ مہ رخ کی موت پر خوشیاں
منائی جا رہی تھیں۔ اس نے نیچے اتر کر حیرت کی چھاؤنی پر ہلا
بول دیا۔ بارہ ہزار فولادی پتلوں نے اس کا اشارہ پاتے ہی
حیرت کی فوج میں قیامت مچا دی۔ ملکہ مہ رخ عقاب پر سوار
ہر طرف جھپٹ جھپٹ کر چھاؤنی کے خیموں اور ڈیروں پر
اندھا دھند آگ کے گولے برسا رہی تھی۔ دشمن کا جو بھی سپاہی
اور سردار مہ رخ کو دیکھتا "بھوت بھوت" چلاتا خوف سے بھاگ
کھڑا ہوتا۔ ان کی نگاہوں کے سامنے کچھ دیر پہلے مہ رخ کو
پھانسی دی گئی تھی۔ بیر کی آواز اس کی موت کی تصدیق کر
چکی تھی۔ بے چارے مہ رخ کو بھوت نہ سمجھتے تو اور کیا سمجھتے۔

ملکہ حیرت خیمے میں آرام کر رہی تھی۔ اس اچانک ہڑبونگ
پر گھبرا کر باہر نکلی تو ہر طرف میدانِ کارزار گرم دیکھا۔ بارہ ہزار
فولادی پتلے اس کی فوج کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ رہے
تھے۔ خیموں اور شامیانوں میں ہر طرف آگ لگ رہی تھی۔ اس
کے سپاہی بھیڑ بکریوں کی طرح اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ میدان
میں ملکہ مہ رخ کے فاتحانہ نعرے گونج رہے تھے۔

حیرت چکرا گئی کہ ایک مہ رخ تھوڑی دیر پہلے پھانسی پا

چکی ہے۔ یہ دوسری مہ رُخ کہاں سے آ گئی؟ وہ گھبرا کر باہر
نکلی تو مہ رُخ کو عُقاب پر بیٹھے گولوں کی برسات کرتے دیکھا۔

وہ بے تحاشا بھاگتی ہوئی پھانسی کے تختے پر پہنچی۔ وہاں
مہ رُخ کی لاش لٹکی ہوئی تھی۔ اپنے بدن میں چُٹکی لے کر دیکھنے
لگی کہ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی۔ آخر اس نے پھانسی
کے تختے پر چڑھ کر مہ رُخ کی لاش کو چھُو کر دیکھا۔ اس کی
ساری اُلجھن دُور ہو گئی۔ ماش کے آٹے کی پُتلی پھانسی پر لٹکی
ہوئی تھی۔ سمجھ گئی کہ اصلی مہ رُخ وہی ہے جو عقاب پر سوار
اس کے لشکر کو تباہ کر رہی ہے۔ جوش میں آ کر اس نے بھی
مہ رُخ اور فولادی پُتلوں پر جادُو کے وار کرنے شرُوع کر دیے
ساتھ ہی اپنے سپاہیوں کو بھی للکار کر مقابلے کے لیے
اُبھارنے لگی۔ فولادی پُتلوں پر اس کا کوئی وار کارگر نہ ہوتا تھا اور
مہ رُخ فوراً اس کے حملے کا توڑ کر کے اس پر جوابی وار کر
دیتی تھی۔

خاصی دیر تک حیرت مہ رُخ اور اس کے پُتلوں کا
مقابلہ کرتی رہی مگر جب اس نے دیکھا کہ اس کے سارے
سردار اور فوجی بھاگ چکے ہیں تو لاچار وہ بھی بھاگ کھڑی
ہُوئی۔ مہ رُخ نے جی بھر کر اس کی چھاؤنی کو تباہ و برباد
کر کے اپنی چھاؤنی کا رُخ کیا۔

اس کے دوست اس کی موت کے غم میں ماتم کر رہے
تھے کہ وہ مع فولادی پُتلوں کی فوج کے ان کے پاس جا پہنچی
سُوکھی کھیتی ہری ہو گئی۔ بہتے آنسُو تھم گئے۔ ٹُوٹے ہُوئے
دل جُڑ گئے۔ مہ رُخ کو زندہ و سلامت پا کر سب نے خُدا کا
شُکر ادا کیا۔

ملکہ صنعت سحر ساز

اس واقعے کے بعد افراسیاب ایک سے ایک نام ور جادُوگر کو زبردست فوج کے ساتھ مہ رُخ کے مقابلے پر بھیجتا رہا۔ لیکن ان میں سے کوئی عیاروں کا شکار بنتا، کوئی بلور چہار دست کے ہاتھوں مارا جاتا، کسی کو ملکہ بہار دیوانہ بناتی اور کسی کو خود مہ رُخ موت کے گھاٹ اُتارتی۔ گھمسان کی لڑائی میں بلور چہار دست کے شیشے کے پُتلے اور مہ رُخ کے ساتھ آنے والے فولادی پُتلے زبردست کارنامے انجام دیتے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیتے۔

کئی ہفتے مُسلسل ایسا ہی ہوتا رہا۔ آخر کار ایک دن غُصّے میں آ کر افراسیاب نے ملکہ صنعت سحر ساز کو مہ رُخ کے مقابلے پہ جانے کا حُکم دیا۔ صنعت زبردست جادُوگرنی اور ایک بڑے مُلک کی حکم ران تھی۔ حُکم پاتے ہی وہ اپنے ملک گئی اور چند ہی دنوں میں چھ لاکھ کا لشکر ساتھ لے کر بڑی آن بان کے

ساتھ ملکہ حیرت کے پاس جا پہنچی۔ جس نے بھی اس لشکر کی شان اور سازو سامان کو دیکھا، اس کے دل میں ملکہ صنعت کا رُعب بیٹھ گیا۔ ملکہ حیرت بے حد خوش ہوئی، صنعت کی بڑی آؤ بھگت کی اور اس کی فوج کے پڑاؤ اور اس کے کھانے پینے کا ایسا شاندار اِنتظام کیا کہ اس سے پہلے کسی کے لیے نہ کیا گیا تھا۔

مہ رُخ ملکہ صنعت کی طاقت سے اچھی طرح واقف تھی۔ جاسُوسوں نے اسے اس کی آمد کی خبر دی تو زبان سے تو اس نے بڑے حوصلے کی باتیں کیں لیکن دل میں فکر مند ہو گئی۔ اُدھر ایک رات آرام کرنے کے بعد دُوسرے دن صُبح صنعت اپنی فوج لے کر میدان میں نکلی۔ دوسری طرف سے مہ رُخ نے بھی اس کے مقابلے پر اپنی فوج لا کھڑی کی۔ کسی لحاظ سے بھی دونوں فوجوں میں کوئی نسبت نہ تھی۔ صنعت کی فوج سمندر لگتی تھی اور مہ رُخ کی فوج جزیرہ۔ صنعت کا لشکر کوہستان نظر آتا تھا اور مہ رُخ کا لشکر ٹیلا۔

دونوں لشکروں کی صفیں دُرست ہو چکیں تو ملکہ صنعت اپنی فوج سے نکل کر میدان میں آئی اور بُلند آواز سے پکاری:

"اے مہ رُخ! تم سب کی زندگی کے دن پُورے ہو چکے ہیں لیکن اس سے پہلے کہ تم میری فوج کا شکار بنو، میں

تمھیں دل کی حسرت نکالنے کا موقع دینا چاہتی ہوں۔ جس میں حوصلہ ہو، آ کر مجھ سے دو دو ہاتھ کر لے۔"

یہ الفاظ صنعت نے کچھ ایسے غرور سے ادا کیے کہ مہ رُخ جوش و غیرت سے سُرخ ہو گئی۔ اُس نے اپنے عُقاب کو آگے بڑھایا۔ اسی لمحے سُرخ مُو لپک کر اس کے سامنے آ گئی اور اسے روکتے ہوئے بولی "آج ہم میں سے کسی کا بھی زندہ بچنا مشکل ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ پہلے میں ہی جا کر اس ڈائن سے نپٹ لوں۔ ویسے بھی ہمارے ہوتے آپ کا مقابلے پر جانا اچھی بات نہیں۔ آپ بعد میں اپنا حوصلہ نکال لیجیے۔"

بات معقول تھی۔ مہ رُخ کو ارادہ مُلتوی کرنا پڑا۔ سُرخ مُو اپنی فوج سے تیر کی طرح نکل کر صنعت کے سامنے جا پہنچی اور بولی "میرا نام سُرخ مُو ہے۔ لے۔ میرا وار سنبھال!" یہ کہہ کر اس نے ایک نارنج نکال کر پھُرتی کے ساتھ صنعت پر مارا۔ یہ نارنج ایک خوف ناک جادُوئی طاقت رکھتا تھا۔

صنعت ایک طلسمی شیر پر سوار تھی، پہلے تو اپنی جگہ ڈٹی رہی مگر جُونہی اسے نارنج کی طاقت کا اندازہ ہوا، شیر چھوڑ کر ہوا میں اُڑ گئی۔ نارنج طلسمی شیر پر پڑا۔ وہ آناً فاناً جل کر راکھ ہو گیا۔

صنعت نے ہوا پر اُڑتے ہوئے ایک گولا جادُو کا

سُرخ مُو پر کھینچ مارا۔ سُرخ مُو ایک طلسمی مور پر سوار تھی۔ گولے کو اپنی طرف آتا دیکھ کر مور سے اُچھلی اور زمین میں غوطہ لگا گئی۔ گولا مور پر پڑا۔ مور دُھواں بن کر تباہ ہو گیا۔ گولا اتنا طاقت ور تھا کہ وہاں سے ٹپّا کھا کر مہ رُخ کی فوج میں گھُستا چلا گیا، اگلی صفوں میں کھڑے ہوئے صدہا جنگی ہاتھیوں کا صفایا کر دیا اور ہاتھیوں کے بعد جادُوگروں کے جو دستے صف بستہ تھے، انھیں خاک و خون میں ملا دیا۔

صنعت سمجھی کہ سُرخ مُو ماری گئی۔ اس نے بڑے غرور کے ساتھ فتح کا نعرہ بُلند کیا۔ اسی لمحے سُرخ مُو زمین سے اُوپر آ گئی۔ اسے زندہ دیکھ کر صنعت کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ فوراً ایک تنکا زمین سے اُٹھا کر ایک منتر پڑھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تنکا چالیس گز لمبی لپلپاتی تلوار بن گیا۔ صنعت نے اس تلوار سے سُرخ مُو کے سر پر ایک زور دار وار کیا۔ سُرخ مُو نے بچاؤ کا منتر پڑھا۔ اس کے کئی سو غُلام بھُوت تلوار سے چمٹ گئے۔ تلے اُوپر ساٹھ ڈھالیں اس کے سر پر چھا گئیں مگر صنعت کی طلسمی تلوار بھُوتوں کے ٹکڑے اُڑاتی اور ساری ڈھالوں کو کاٹتی سُرخ مُو کے سر میں اُتر گئی۔ سُرخ مُو بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

صنعت آگے بڑھی کہ سُرخ مُو کا سر تن سے جُدا کر

دے مگر سُرخ مُو کی بہن سُرخ چشم یہ منظر دیکھ رہی تھی اس نے طلسمی پنجہ بھیج کر سُرخ مُو کو اُٹھوا لیا اور خود للکارتی ہوئی صنعت کے مقابلے پر آ گئی۔ ابھی صنعت اور سُرخ چشم کے درمیان کچھ فاصلہ باقی تھا کہ ایک زور کا دھماکا ہُوا اور سُرخ چشم پیچھے کی جانب جا گری۔ یہ دھماکا صنعت کی فوج کے ایک بڑے سردار کے گولا پھینکنے پر ہُوا۔ یہ دیکھ کر ملکہ مہ رُخ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ فوراً اپنا عقاب اُڑاتے ہوئے صنعت کے سامنے جا ڈٹی۔ صنعت اسے دیکھ کر کہنے لگی "بہت اچھا کیا جو خود آ گئی۔"

"بہت اچھا کیا جو تُو خود آ گئی۔ میں تو تیری ہی منتظر تھی۔"

یہ کہہ کر اُس نے زمین پر زور سے دونوں ہاتھ مارے۔ زمین پھٹ گئی اور دو طلسمی بیڑیاں نکل کر خود بخود مہ رُخ کے پیروں میں جا پڑیں۔ مہ رُخ نے بیڑیوں کو دفع کرنے کے لیے کتنے ہی منتر پڑھے، کتنے ہی ہاتھ پاؤں مارے مگر ٹس سے مس نہ ہو سکی۔

صنعت فاتحانہ قہقہے لگاتی ہُوئی مہ رُخ کا سر کاٹنے کے لیے آگے بڑھی۔ ملکہ بہار سے یہ دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا۔ اپنا مور اُڑا کر صنعت کے سامنے آئی اور جادُو بھرے لہجے میں

پکاری "اے صنعت! یہ تیرے ہاتھ میں تلوار ہے یا پھُولوں کی چھڑی!"

ان لفظوں کی جادوئی تاثیر سے دیکھتے ہی دیکھتے صنعت کی طلسمی تلوار پھُولوں کی چھڑی بن گئی۔

صنعت پہلے تو کچھ سٹ پٹائی۔ پھر بڑے اعتماد کے ساتھ بولی "ملکہ بہار! اگر تو شہنشاہ افراسیاب کی خاص عزیز نہ ہوتی تو تیرا جادُو ہرگز مجھ پر اثر نہ کرتا۔ بہرحال اب مہ رُخ کو چھوڑ کر تجھ سے نپٹ لیتی ہوں۔ دیکھ! تیری پھُولوں کی چھڑی میرے واسطے اور میری تلوار تیرے واسطے۔ تُو ہی اس تلوار سے میرا مقصد پُورا کر۔"

یہ آخری جملے صنعت نے ایسے جادُو بھرے لہجے میں ادا کیے کہ کام کر گئے۔ مہ رُخ کی پیر کی بیڑیاں کٹ گئیں۔ بہار کے ہاتھ میں ملکہ صنعت والی چالیس گزی تلوار آ گئی اور صنعت کے اثر میں آ کر وہ اس تلوار سے اپنی ہی فوج کے لوگوں کو قتل کرنے لگی۔ برق عیّار نے یہ کیفیت دیکھی تو گھات لگا کر بے ہوشی کا غُبارہ بہار کے مُنھ پہ کھینچ مارا۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ برق اسے گٹھڑی میں باندھ کر یہ جا وہ جا۔

کچھ دیر بعد صنعت نے جو غور کیا تو بہار غائب تھی۔ غصے میں آ کر اُس نے ایک منتر پڑھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان

پر کالی گھٹائیں چھا گئیں۔ بادل گرجے، بجلی چمکی۔ مگر آسمان پر سے پانی کے بجائے پتھّر برسنے لگے۔ جس کسی پر یہ پتھّر پڑتے، پس کر سُرمہ ہو جاتا۔

اُوپر سے یہ قیامت تھی اور نیچے صنعت کی طلسمی تلوار تباہی مچا رہی تھی لیکن مہ رُخ کی فوج نے بھی سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ ایک جانب سے بلور چہار دست کے شیشے کے پُتلے دوسری طرف سے مہ رُخ کے فولادی پتلے یلغار کرتے ہُوئے صنعت کی طرف بڑھنے لگے۔ غصّے میں آ کر صنعت نے اپنی ساری فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ بس پھر کیا تھا، جنگ جُو سپاہیوں اور جادوگروں کا ایک زبردست سیلاب اُمڈ اُمڈ کر مہ رُخ کی فوج کی طرف بڑھنے لگا۔ جو لوگ پتھروں کی برسات اور صنعت کی تلوار سے پہلے ہی تلملا رہے تھے اس خوف ناک تباہی کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر لرز اُٹھے۔

دشمن کی اتنی بڑی فوج سے ٹکر لینا موت کو جان بوجھ کر گلے لگانے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ بُزدل تو بُزدل بڑے بڑے سُورما بھی جان بچانے کے لیے بھاگنے لگے۔ صنعت نے یہ دیکھ کر اپنی فوج کو حکم دیا:

"تیزی سے پھیل کر دشمن کو گھیرے میں لے لو۔ خبردار! کوئی بھاگ کر نہ جانے پائے۔"

صنعت کی فوج دائیں بائیں پھیل گئی اور میلوں کا چکّر اٹتے ہُوئے چاروں طرف سے مہ رُخ کی فوج کو اپنے نرغے ں لے لیا۔ گھیرا مکمّل کرنے کے بعد صنعت کے حکم پر سب آہستہ آہستہ چاروں طرف سے مہ رُخ کی فوج کی طرف بڑھنے لگے۔ بھاگنے والوں نے جب دیکھا کہ جو بھاگتا ہے دشمن کے ہتھے چڑھ کر کُتّے کی موت مارا جاتا ہے تو مجبوراً دشمنوں سے لڑنے لگے۔

لیکن یہ لڑائی ایسی ہی تھی جیسی پاؤں تلے دب جانے والی چیونٹی کاٹنے کی کوشش کرتی ہے۔ موت تیزی سے ان کی طرف لپک رہی تھی اور انھیں یقین تھا کہ وہ ہرگز زندہ سلامت نہ بچ سکیں گے۔ مہ رُخ، بہار اور دوسرے نام ور سردار زخمی ہو چکے تھے۔ فوجیوں کے حوصلے پست تھے۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق سب اپنے بچاؤ میں اُلٹے سیدھے ہاتھ پیر چلا رہے تھے۔

خیر، انھیں تو اب ان کی قسمت کے حوالے کیجیے اور ذرا عمرو کا حال سُنیے۔ قلعہ ہفت رنگ میں ملکۂ بُرّاں کے مہمان کی حیثیت سے وہ بڑے اطمینان کے دن گزار رہے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ شہنشاہ کوکب نے جو فولادی پُتلے ملکہ مہ رُخ کے ساتھ کیے ہیں وہ دشمنوں سے اچھی طرح نپٹ رہے ہوں گے

اور اگر کوئی بڑی آفت نازل ہوئی تو شہنشاہ کوکب ضرور ان کی مدد کرے گا۔

ایک دن وہ ملکہ بُرّاں کے دربار میں بیٹھے اپنے لطیفوں سے حاضرین کو خوش کر رہے تھے کہ اچانک شیر پر سوار، سونے کا ایک طلسمی پتلا اُڑتا ہوا آ کر ادب سے بُرّاں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بُرّاں نے سوالیہ نگاہوں سے پتلے کو گھورا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک لفافہ اس کے سامنے کر دیا لفافے پر شہنشاہ کوکب کی مُہر تھی۔ بُرّاں نے جلدی سے لفافہ چاک کر کے خط نکالا اور پڑھنے لگی۔ لکھا تھا:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ صنعت سحر ساز ملکہ مہ رُخ سے لڑنے کے لیے روانہ ہو چکی ہے۔ وہ زبردست جادوگرنی ہے اور بے شمار فوج کی مالک ہے۔ مہ رُخ اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ تم فوراً خواجہ عمرو کو لے کر باغِ عیش میں پہنچو۔ وہاں سے ایک دن میں میدانِ جنگ میں پہنچا جا سکتا ہے۔ میں وہاں آ کر خواجہ عمرو کو رُخصت کر دوں گا کہ جا کر اپنے دوستوں کی مدد کریں۔"

بُرّاں نے خط کے مضمون سے عمرو کو آگاہ کیا تو مخمور نے بے صبری کے ساتھ پوچھا "شہنشاہ کوکب نے میرے لیے کیا حکم فرمایا ہے؟"

بُرّاں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا "تم خواجہ کے ساتھ

آئی تھیں، جب انھیں رُخصت ملے گی تو تم کو بھی مل جائے گی۔"

یہ سُن کر مجلس جادو، عمران جادو اور ملکہ اختر جادو رونے لگیں کہ اب نہ جانے کب مخمور اور خواجہ کی شکل دیکھیں۔ بُرّاں نے ان کو بھی تسلی دیتے ہوئے کہا "جس راہ خواجہ کو بھیجا جائے گا وہ ان سب کے لیے ہمیشہ کھُلی رہے گی۔ خواجہ برابر آتے جاتے رہیں گے۔"

غرض سب کو تسلی دے کر مخمور اور عمرو کو ساتھ لیے ملکہ بُرّاں باغِ عیش پہنچی۔ کچھ دیر بعد شہنشاہ کوکب بھی وہاں آ گیا۔ بُرّاں اور عمرو نے اسے جھک کر سلام کیا۔ بُرّاں کو دُعائیں دے کر کوکب نے عمرو کی مزاج پُرسی کی اور پھر کہنے لگا "خواجہ میں آپ کو رُخصت نہیں کر رہا بلکہ صنعت کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیج رہا ہوں۔ یہاں کے طلسمی دروازے آپ کے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ آپ ایک دن میں میدانِ جنگ میں جا سکتے ہیں اور اسی طرح وہاں سے واپس آ سکتے ہیں۔ ملکہ بُرّاں ہمیشہ آپ کی مدد کے لیے مستعد رہے گی بلکہ اگر ضرورت پڑی تو میں خود بھی پہنچ کر افراسیاب سے جنگ کروں گا۔ اگر آپ کو کچھ مہلت ملے تو شہزادہ اسد کو قید سے چھڑانے کی فکر کیجیے کہ وہی طلسم کشا ہے۔ اس کے بغیر طلسمِ ہوش رُبا کا تسخیر ہونا مشکل ہے۔ بہر حال میں ہر طرح آپ کے ساتھ

ہوں۔" کوکب کی زبان سے اتنی ہمت افزا باتیں سن کر عمرو کا
دل باغ باغ ہوگیا اس نے کوکب کی تعریف میں
زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔ کوکب نے ملکہ مُبّراں کو
اِشارہ کیا۔ وہ اُٹھ کر باغ کی بارہ دری میں گئی۔ وہاں کئی سو
کنیزیں زر و جواہر اور اعلیٰ تحفوں کے طشت لیے تیار کھڑی
تھیں۔ ملکہ مُبّراں انھیں لیے ہوئے واپس آئی۔ کوکب نے یہ ساری
چیزیں خواجہ عمرو کو نذر دیں۔ کروڑوں کا مال تھا۔ طِلسمی ہتھیار
اور نادر تحفے اس کے علاوہ۔ کوکب کا بہت بہت شکریہ ادا
کرکے عمرو نے سارے طشت لے لے کر زنبیل میں ڈال لیے۔

کوکب نے عمرو کو رُخصت کرتے ہوئے ملکہ مُبّراں سے کہا
"خواجہ کو طِلسمی دروازوں کے باہر تک چھوڑ آؤ اور ماہی پریزاد
اور سیلان جادو کو لشکر دے کر ان کے ساتھ کر دو۔" یہ کہہ کر
شہنشاہِ کوکب تخت سمیت غائب ہو گیا۔ مُبّراں عمرو کو لے کر
ایک عجیب سی عمارت کے سامنے پہنچی اور دروازے کی طرف
مُنھ کر کے چلّا کر بولی "اے باران جادو! اور سیلان جادو!
شہنشاہ کوکب نے حکم دیا ہے کہ اپنی فوجوں کو لے کر خواجہ عمرو
کے ساتھ طِلسمِ ہوش رُبا جاؤ اور صنعتِ سحر ساز سے جنگ کرو۔"
یہ سُنتے ہی اس عمارت کی چھت اُڑ گئی۔ "حاضر حاضر!"
کی صدائیں چاروں طرف سے آنے لگیں۔ سیلان جادو اور باران

...طلسمی مچھلیوں پر سوار ملکہ مُبّراں کے سامنے آ کر ٹھہرے۔
...کے پیچھے سینکڑوں طِلسمی ہاتھی عمارت کے اندر سے اُڑ اُڑ
آئے اور قطاروں میں کھڑے ہو گئے۔ ہر ہاتھی پر دس دس
...ناک جادوگر سوار تھے اور ہاتھوں میں بجلیوں کے ہنٹر لیے
...ئے تھے۔ سانس چھوڑنے پر ہر ایک کے مُنھ اور ناک سے
...کے شعلے نکلتے تھے۔

ملکہ مُبّراں نے باران جادو اور سیلان جادو کو روانہ ہونے کا
...لم دیا۔ ایک خاص طِلسمی گھوڑا خواجہ عمرو کو ملا۔ دونوں سرداروں
...منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ ایک زبردست ابر جادو کا آسمان پر
...ھا گیا۔ عمرو سمیت سب اُڑ اُڑ کر اس ابر پر سوار ہوئے۔ ابر
...ن کے ساتھ اُڑتا ہوا طلسمِ ہوش رُبا کی طرف چل دیا۔

اُدھر مہ رُخ کی فوج صنعت کے لشکر کا گھیرا توڑ کر نکل
...انے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔ لیکن راستہ پیدا
...نے کے لیے وہ جس طرف بھی یلغار کرتی، صنعت کی فوج
...ا زور اسی طرف بڑھا دیتی۔ آخر ہر طرف سے گھیرا تنگ
...لے کرتے صنعت کی فوج مہ رُخ کے لشکر سے ایک تیر
...ہ فاصلے پر آ کر ٹھہر گئی۔ دونوں طرف کے سردار آخری حملے
...لیے اپنی صفوں کو دُرست کرنے لگے۔ مہ رُخ کی فوج میں
...اپنا بچاؤ کرنے کی بھی سکت باقی نہ رہی تھی لیکن موت

کو قریب پاکر اور پناہ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر وہ بھی آخری وار کے لیے حوصلہ پیدا کر رہی تھی۔ سردار اور سپاہی سب ایک دوسرے کا دل بڑھا رہے تھے۔

اچانک صنعت نے اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ مہ رُخ کی فوج کے چاروں طرف رُک جانے والا دُشمن سپاہیوں کا سمندر اکبارگی ہر طرف سے آگے کو دوڑ پڑا۔ طوفانی لہروں نے چھوٹے سے جزیرے کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ دونوں کی اگلی صفیں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو گئیں۔ خوف ناک دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ مہ رُخ کی فوج کی اگلی صفیں تیزی کے ساتھ خاک و خون میں تڑپتی نظر آنے لگیں

صنعت کے لشکر کا اگر ایک سپاہی یا جادوگر مرتا تو فوراً دس آدمی اس کی جگہ آ موجود ہوتے مگر مہ رُخ کی فوج کا جو آدمی مرتا تو اس کی جگہ ایک آدمی بھی نہ لے سکتا۔

صنعت کی فوج ہر طرف سے پیش قدمی کرتی آندھی اور طوفان کی طرح آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ مہ رُخ کی فوج کا صفایا ہوتا جا رہا تھا، جنگ کی بجائے یک طرفہ قتلِ عام کا منظر دکھائی دینے لگا تھا۔

عین اسی موقع پر ایک گھنگھور گھٹا میدانِ جنگ کے اوپر آکر ٹھہر گئی۔ سب سمجھ گئے کہ جادوگروں کی کوئی فوج

آئی ہے۔ صنعت اور اس کے حامیوں نے خیال کیا کہ شاید خدا اسباب نے ہمارے لیے بھیجی ہے۔ مہ رُخ اور اس کے ساتھی سمجھے کہ شاید خدا نے ہماری دُعا سُن لی ہے اور شہنشاہِ کوکب کا کوئی سردار آ پہنچا ہے۔ سارے لڑنے والے ہاتھ روک کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔

بلاشُبہ یہ وہی طلسماتی گھٹا تھی جس پر سوار ہو کر خواجہ اذ طلسمِ نُور افشاں سے چلے تھے۔ اُوپر سے انھوں نے اپنے دوستوں کا حالِ زار دیکھا تو ان کا خُون کھول اُٹھا۔ کوکب کا دیا ہوا ایک طلسمی تحفہ اُنھوں نے زنبیل سے نکال کر اس ابر کی طرف پھینکا جو مہ رُخ کی فوج پر پتھر برسا رہا تھا۔ اس تحفے کے اثر سے وہ ابر فی الفور اپنی جگہ سے ہٹ کر صنعت کی فوج پر پتھر برسانے لگا۔

صنعت نے یہ دیکھ کر ایک پھول ابر کی طرف اُچھال دیا۔ ابر دُھواں بن کر غائب ہو گیا۔ عمرو کو سخت غصہ آیا "للکارا" میرا نام عمرو ہے۔ صنعت، ہوشیار ہو جا۔ ہرگز تجھے نہ چھوڑوں گا۔"

صنعت چوکنا ہو کر بادل کی طرف دیکھنے لگی۔ عمرو نے کوکب کا دیا ہوا ایک طلسمی تحفہ صنعت پر کھینچ مارا۔ صنعت زمین پر گرنے لگی کہ غائب ہو گئی۔ وہ تحفہ جس جگہ پڑا وہاں آگ

کا ایک ستون چکر لگانے لگا۔ صنعت دُور جا کر زمین سے
اُوپر نکلی۔ عمرو نے مہ رُخ سے کہا "ملکہ! لینا اس کو۔"
عمرو کی آواز سُن کر مہ رُخ اور اس کی فوج کے حوصلے
بلند ہو چکے تھے۔ صنعت کے طلسمی ابر سے نجات پا کر وہ
اپنی صفیں بھی درُست کر چکے تھے۔ عمرو نے جو یہ حکم دیا
تو سب بھوکے شیروں کی طرح صنعت پر ٹوٹ پڑے۔
صنعت نے جوش میں آ کر عمرو اور مہ رُخ پر طلسمی
گولے برسانے شروع کر دیے۔ جو لوگ صنعت پر حملہ کرنے
کے لیے لپک رہے تھے، ان کی پیش قدمی رُک گئی۔
عمرو نے یہ رنگ دیکھ کر شہنشاہ کوکب کا دیا ہوا
ایک طلسمی جام زنبیل سے نکالا اور صنعت کی طرف کر دیا۔
اب صنعت جو بھی گولے پھینکتی، جام میں بنی ہوئی تصویر اُن
کرتی اور وہ گولا وہیں ٹھنڈا ہو کر گر جاتا۔ اس موقع سے فائدہ
اٹھاتے ہوئے مہ رُخ کی فوج پھر صنعت کی طرف بڑھنے لگی
صنعت کی فوج کے ایک حصّے نے یہ دیکھا تو وہ بھی
اپنی مالکہ کو بچانے کے لیے دوڑ پڑی۔ عمرو اپنے ہمراہیوں سمیت
طلسمی گھٹا سے اُتر کر نیچے آیا اور مہ رُخ کے ساتھ دشمن
سے جنگ کرنے لگا۔ صنعت کی فوج گھیرا ختم کر کے ایک
طرف ہونے پر مجبور ہو گئی۔

اُدھر جب مہ رُخ کی فوج کے کچھ دستوں نے جا کر
صنعت پر حملے شروع کر دیے تو اس جادوگرنی نے غضب ناک
کر زمین پر دوہتڑ مارا۔ زمین پھٹ گئی اور اندر سے ایک
بت ناک شکل کا جانور منہ میں گھاس کا پُولا (گٹھا) دبائے
ہر نکلا۔ اسے دیکھ کر صنعت نے اپنے دونوں ہاتھ ہوا میں
کیے۔ وہ جانور زور سے پھنکارا۔ ایسا کرنے میں اس کی ناک
جو شعلے نکلے ان سے گھاس کا پُولا جل اُٹھا۔ جانور نے وہ
ہوا پُولا عمرو اور مہ رُخ کی فوج کی طرف پھینک دیا۔
ہی دیکھتے اس پُولے کی آگ ان کے چاروں طرف پھیل
گی۔ شعلے اس آگ کے زمین سے آسمان تک جاتے تھے۔ مہ رُخ
عمرو اپنے سارے ساتھیوں اور ہمدردوں سمیت آگ کے
خوف ناک گھیرے میں پھنس کر ہلکان ہونے لگے۔ آگ کی
ت بڑھتی چلی گئی تو عمرو نے باران جادو اور سیلان جادو
طلب کیا۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں شیشے کا ایک
ان تھا جس کے اندر ایک مچھلی تیر رہی تھی۔ دُوسرے کے
میں ایک سونٹا تھا۔ عمرو نے ان دونوں سرداروں سے کہا
طرح بن پڑے آگ کے اس گھیرے کو ختم کرو۔"
حکم پا کر دونوں جادوگروں نے ادب سے سر جھکایا۔ پھر
میں سے ایک نے سونٹا مار کر مرتبان توڑ ڈالا۔ اس میں

جو مچھلی تھی وہ زمین پر گری اور مُنہ سے بُلبلے چھوڑنے لگی۔
ہر بُلبلے کے پھُوٹنے سے پانی کی ایک زبردست لہر پیدا ہوتی
اور آگ کے گھیرے کی طرف بڑھنے لگتی۔ تھوڑی ہی دیر میں
یہ لہریں ایک پُرجوش سمُندر بن کر صنعت کی پیدا کی ہُوئی
آگ کو بجھانے لگیں۔

زمین پر یہ اِنتظام ہو گیا تو باران جادُو نے مچھلی کو پکڑ کر
آسمان کی طرف اُچھال دیا۔ آناً فاناً بادل چھا گئے۔ موسلا دھار
برسات شروع ہو گئی۔ صنعت کی پیدا کی ہُوئی آگ تیزی سے
بجھنے لگی۔ وہ غُصّے میں آکر بار بار منتر پڑھتی۔ اپنی آگ کو
بھڑکانے اور سیلان و باران کے پانی کو دفع کرنے کی کوشش
کرتی مگر پانی بڑھتا چلا جاتا۔ آگ ٹھنڈی ہوتی چلی جاتی۔

آخرکار آگ بجھ گئی۔ پانی سیلاب کی شکل اِختیار کر کے
صنعت کی فوج کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی موقع پر عمرو نے اپنے
ساتھ آئے ہوُئے طِلسمی ہاتھی بانوں کو حملے کا حکم دیا۔ اشارہ پاتے
ہی وہ سب اپنے اپنے ہاتھی اُڑاتے ہوُئے صنعت کے لشکر
پر ٹوٹ پڑے۔ صدہا دُشمنوں کو ہاتھیوں نے پیروں تلے روند
ڈالا۔ ہزارہا کو ہاتھی سواروں نے اپنے بجلی کے ہنٹروں سے
جلا کر راکھ کیا اور جو ان دونوں سے بچے انھیں بڑھتا ہُوا
طِلسمی سیلاب غرق کرنے لگا۔

کوئی دو گھنٹے کی لڑائی میں صنعت کی تقریباً آدھی فوج
ماری گئی۔ وہ دانت کٹکٹا کٹکٹا کر عمرو کی فوج پر ایک سے
ایک جادُو کرتی مگر کوکب کے دیے ہوُئے طِلسمی تحفوں کی مدد
سے عمرو ان کا توڑ کر کے خود صنعت کو مُصیبت میں مُبتلا کر
دیتا۔ آخر جب صنعت نے دیکھا کہ اس کا کوئی بس نہیں چل
پاتا، فوج خواہ مخواہ قتل ہوئی جا رہی ہے تو ذلّت اور شرم ساری
کے ساتھ میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس کے بھاگتے ہی
اس کی فوج نے بھی پیٹھ دکھائی۔ تھوڑی دیر میں میدانِ جنگ
دُشمنوں سے پاک ہو گیا۔ عمرو کے اشارے پر باران جادُو اور سیلان
جادُو نے بارش اور سیلاب کو ختم کیا اور عمرو اور مہ رُخ کی فوج
فتح کے نقارے بجاتی ہوئی اپنی چھاؤنی کی طرف چل دی۔

اس رات عمرو کی واپسی اور صنعت کی شکست کی خوشی میں
مہ رُخ کی چھاؤنی کے اندر ایسا شاندار جشن منایا گیا کہ اس سے
پہلے کسی نے ایسا جشن نہ دیکھا تھا۔

بُرّاں کا حملہ

عمرو کی واپسی کی خبر جلد ہی سارے طِلسمِ ہوش ربا میں مشہور ہو گئی۔ چپّے چپّے میں یہی چرچا تھا کہ اب افراسیاب کو باغیوں سے نپٹنے کے لیے طِلسمِ ظُلمات کی بلاؤں کی مدد لینی پڑے گی یا خود مقابلے پر جانا ہو گا۔ عمرو طلسمِ نورُ افشاں سے صرف فوج ہی ساتھ نہیں لایا بلکہ ایسے طِلسمی تحفے بھی لے کر آیا ہے جن کے سامنے بڑے سے بڑا جادُوگر بھی زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔

افراسیاب یہ باتیں دُوسروں سے زیادہ جانتا تھا۔ اُسے نہ ان طِلسمی تحفوں کی پروا تھی جو عمرو کوکب سے لے کر آیا تھا، نہ اس کی اِمدادی فوج کی۔ نہ وہ کوکب سے ڈرتا تھا نہ کسی اور طاقت سے۔ اِس لیے کہ جب تک طِلسم کُشا شہزادہ اسد اس کی قید میں تھا، اس کی جان یا طِلسم ہوش رُبا کو کسی سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ اگر ساری دنیا کے جادُوگر اور پہلوان اکٹھے ہو کر بھی اس

لے مقابلے پر آ جاتے تو وہ خود اور طِلسمِ ظلمات میں رہنے والی اس کی مددگار بلائیں ان سب سے نپٹنے کی صلاحیت ِاتی تھیں۔

افراسیاب کو صحیح معنوں میں اگر فکر تھی تو صرف عمرو ل۔ عمرو نے بار بار اُسے زک پہنچائی تھی۔ کئی بار اس لے ہتھے چڑھنے کے بعد بچ کر نکل گیا تھا۔ ایک ایک ر کے اس کے کتنے ہی خیرخواہوں کو اس سے بغاوت پر اَمادہ کر چکا تھا۔ کوکب سے اس کا بگاڑ پیدا کرنے میں میاب ہو گیا تھا اور ان سب باتوں کے سبب طِلسمِ ہوش رُبا کے باشندوں کے دِل سے روز بروز افراسیاب ا رُعب کم ہوتا جا رہا تھا۔ اب افراسیاب عمرو کو زیادہ امیل دینے پر آمادہ نہ تھا۔

عمرو کی واپسی کی خبر سُن کر افراسیاب نے پہلے تو اپنی مشہور عیاروں صرصر وغیرہ کو عمرو کے گرفتار کرنے پر امور کیا۔ لیکن آخر کار جب وہ ناکام رہیں تو ایک دِن اس نے اپنے مشہور وزیر باغبان کو حکم دیا کہ جس طرح ن پڑے عمرو کو پکڑ لا۔

باغبان زبردست جادُوگر تھا۔ وہ ایک بار پہلے بھی مرو کو گرفتار کر لایا تھا۔ حکم ملتے ہی روانہ ہو گیا۔ اُدھر

خواجہ عمرِو اپنی کامیابیوں اور طِلسمی تحفوں کے سبب اِتنے مغرور ہو چکے تھے کہ انھوں نے اِحتیاط کرنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔

ایک دِن دوپہر کے وقت خواجہ عمرِو اپنے خیمے میں آرام کر رہے تھے کہ باغبان اُڑتا ہُوا وہاں جا پہنچا۔ چند مُحافِظ سپاہیوں اور جادُوگروں کی اس پر نظر پڑ گئی۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کرتے، باغبان غڑاپ سے ڈبکی لگا کر عمرِو کے خیمے میں جا داخِل ہُوا۔ آہٹ سے عمرِو کی بھی آنکھ کُھل گئی۔ باغبان نے فوراً منتر پڑھ کر عمرِو کے بدن کو سُن کر دیا اور دُوسرے ہی لمحے اُسے پنجے میں داب کر لے اُڑا۔

کِتنے ہی مُحافِظ سپاہیوں نے باغبان پر تیر برسائے، کِتنے ہی جادُوگروں نے اُڑ کر اُسے روکنا چاہا لیکن باغبان اُن سب کے حملوں سے بچتا بچاتا صاف نِکل گیا۔ آناً فاناً یہ خبر مشہُور ہو گئی کہ افراسیاب کا کوئی جادُوگر عمرِو کو پکڑ لے گیا۔ ماہ رُخ کی چھاؤنی میں اس خبر سے کُہرام مچ گیا۔

دُوسری طرف جب باغبان نے عمرِو کو لے جا کر افراسیاب کے سامنے پیش کر دیا تو باغِ سیب میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ افراسیاب نے پورے طلسمِ ہوش رُبا میں منادی کرا دی کہ عمرِو عیار گرفتار ہو گیا ہے۔ آج کے چوتھے دِن اُسے باغیوں کے سامنے ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد

اغیوں کا بھی صفایا کر دیا جائے گا۔

ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں جس نے بھی یہ خبر سُنی خُوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ خوشی ملکہ حیرت کو بھی ہُوئی مگر اُسے یہ یقین نہ آتا تھا کہ عمرِو واقعی ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس سے پیشتر بھی کئی بار عمرِو گرفتار ہو چکا تھا مگر عین سزا کے موقع پر صاف بچ کر نِکل گیا تھا۔ افراسیاب جب عمرِو کو لے کر ملکہ حیرت کے پاس پہنچا تو اس کی تعریف کرنے کے بعد وہ بولی:

"حضُور نے تصدیق کر لی ہے کہ یہی اصلی عمرِو ہے؟"

افراسیاب نے مُونچھوں پر تاؤ دیتے ہُوئے جواب دیا:

"ہاں! میں نے کتابِ سامری سے تصدیق کر لی ہے۔ یہی عمرِو ہے۔"

"مگر حضُور!" ملکہ حیرت نے کہا "کتابِ سامری میں کیا آپ نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ یہ اس مرتبہ بچ کر نہ جا سکے گا۔"

افراسیاب کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس نے غصّے بھری نگاہوں سے ملکہ حیرت کو گھُورتے ہُوئے کہا۔"یہ دیکھنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں عمرِو کو سزا دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔"

حیرت سٹپٹا گئی بولی "حضور کے آگے بھلا اس عیار کی
کیا حقیقت ہے ۔ مجھے صرف یہ فکر تھی کہ کہیں اُس کے
شاگرد دھوکا دے کر اُسے نہ چُھڑا لے جائیں ۔ سزا کی تاریخ
حضور نے تین دِن بعد مقرّر کی ہے ۔ تب تک ہمیں اُس
کی چوکسی کرنی ہوگی ۔

"تم فِکر نہ کرو ملکہ" افراسیاب نے کہا "سزا دینے تک
میں خُود اس کی حفاظت کروں گا "

یہ کہہ کر افراسیاب نے کوئی منتر پڑھ کر تالی بجائی ۔ فوراً
زمین پھٹی ۔ ایک طلسمی پُتلا زمین سے نکلا ۔ ایک بڑا شیشے کا
گولا اس کے ہاتھوں میں تھا ۔ وہ گولا افراسیاب کے سامنے
رکھ کر طِلسمی پتلا اُلٹے پیروں زمین میں سما گیا ۔ زمین پھر
پہلی جیسی ہو گئی ۔

افراسیاب نے دوبارہ منتر پڑھ کر تالی بجائی ۔ شیشے کے
گولے میں دھماکے کی آواز کے ساتھ ایک بڑا سا سوراخ
بن گیا ۔ افراسیات نے عمرو کو اس سوراخ میں سے گولے
کے اندر ڈالا ۔ سوراخ خُود بخُود بند ہو گیا ۔

افراسیاب نے پھر کوئی منتر پڑھ کر گولے پر پھُونکا
گولا اپنی جگہ سے خُود اُٹھا اور آہستہ آہستہ اُوپر کو اُٹھتا
ہُوا آسمان میں ایک جگہ پہنچ کر ٹھہر گیا ۔ اب افراسیاب

ملکہ حیرت کی طرف مُتوجہ ہُوا اور اس سے کہنے لگا :

"سزا کا وقت آنے تک عمرو اسی شیشے کے گولے
میں قید رہے گا ۔ میں خُود اس گولے کی حفاظت کروں گا
دیکھوں کون اُسے چُھڑاتا ہے "

مہرخ کو بھی افراسیاب کے ارادوں کی اطلاع ہو چُکی
تھی ۔ وہ عمرو کے بارے میں بڑی فکر مند تھی ۔ عمرو کے
شاگرد عیاروں کو بُلا کر وہ ان سے عمرو کو چھڑانے کے
بارے میں مشورہ کر ہی رہی تھی کہ ایک سردار نے آکر
اطلاع دی :

" افراسیاب نے خواجہ عمرو کو ایک طِلسمی شیشے کے
گولے میں قید کر دیا ہے ۔ وہ گولا آسمان پر ٹھہرا ہُوا ہے
اور دُور سے ہر ایک کو نظر آ سکتا ہے "

یہ سُنتے ہی عیاروں کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے ۔
مہتر قِیراں نے مہرخ سے کہا "اب خواجہ کو چھڑانا ہمارے
بس کی بات نہیں ۔ آسمان پر ہماری کوئی عیاری کام نہیں
آسکتی ۔ آپ ہی کچھ کیجیے "

مہرخ نے اپنی فوج کے جادُوگروں کو حکم دیا "یا تو گولا
توڑ کر عمرو کو چھڑا لاؤ یا گولے کو یہاں لے آؤ "

فوراً سینکڑوں جادُوگر اُڑتے ہُوئے گولے کی طرف چل

دیے۔ ملکہ حیرت نے دیکھا تو افراسیاب کو خبر دی۔ افراسیاب نے کہا "فکر نہ کرو۔ ایسے لاکھوں کروڑوں جادوگر بھی عمرو کو نہیں چھڑا سکتے۔ انھیں کوشش کر لینے دو۔"

افراسیاب نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ مہ رخ کے جادوگر پہلے تو گولے کو توڑنے کی سرتوڑ کوشش کرتے رہے لیکن جب اس میں معمولی خراش بھی نہ پیدا کر سکے تو انھوں نے چاہا کہ گولے کو لے کر واپس چلے جائیں۔ سب نے بل جل کر کتنے ہی وار کیے، جادو کے سارے ہی منتر پڑھ ڈالے مگر گولا ٹس سے مس نہ ہو سکا۔ تھک ہار کے جیسے آئے تھے، ویسے ہی خالی ہاتھ مہ رخ کے پاس واپس چلے گئے۔ اب مہ رخ نے نام ور سرداروں کو حکم دیا کہ وہ اپنی طاقت کام میں لائیں۔

ملکہ بہار نے اپنے طلسمی گل دستے گولے پر پھینکے۔ فرانیہ نے پھول اچھالے۔ مخمور نے نارنج مارے۔ ناگن بجلی تڑپ تڑپ کر گولے پر گری۔ غرض ہر سردار نے اپنا ہر ہنر استعمال کر لیا۔ مگر کسی کے کیے کچھ نہ ہو سکا۔ آخر میں خود ملکہ مہ رخ نے بھی اپنا سارا زور استعمال کر ڈالا لیکن وہ بھی نہ تو گولے کو توڑ سکی نہ اسے اٹھا کر لا سکی۔ مایوس ہو کر کچھ آہ وزاری کرنے لگے اور کچھ دعائیں مانگنے لگے۔

دوسرے دن ملکہ مہ رخ کا دماغ ٹھکانے آیا تو اس نے بلور چہار دست کو بلا کر کہا "اب خواجہ کو شہنشاہ کوکب کے علاوہ کوئی اس گولے سے نہیں نکال سکتا۔ جس قدر جلد ہو سکے قلعۂ ہفت رنگ میں جا کر ملکہ براں کو اس حال کی خبر کر دو۔ تین دن کے اندر خواجہ کو نہ چھڑایا گیا تو اس مرتبہ افراسیاب انھیں ضرور ہلاک کر دے گا۔"

بلور نے کچھ سوچ کر جواب دیا "یہاں سے قلعۂ ہفت رنگ کا کم سے کم سفر ایک دن کا ہے مگر وہ راستہ خواجہ کے سوا دوسرے کے لیے نہیں ہے۔ دوسرا کم سے کم سفر چار دن کا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ پورا زور لگا کر اس راستے سے دو دن میں وہاں جا پہنچوں۔ مجھے یقین ہے کہ ملکہ براں کو اطلاع مل گئی تو چاہے وقت کتنا ہی کم کیوں نہ ہو وہ یا شہنشاہ کوکب یہاں پلک جھپکتے میں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ بہر حال آپ اطمینان رکھیں، میں انھیں وقت سے پہلے ہی جا کر خبر کر دوں گا۔"

مہ رخ نے دعائیں دے کر بلور کو رخصت کیا۔ بلور نے بڑا زور لگایا مگر وہ اس رات سے پہلے ملکہ براں کے پاس نہ پہنچ سکا جس کی صبح عمرو کو قتل ہونا تھا۔ براں نہیں چاہتی تھی کہ اس واقعے کی خبر شہنشاہ کوکب کو ہو۔ اسے ڈر تھا کہ

کوکب اُسے روک کر خود عمرو کو چھڑانے جا پہنچے گا اور وہ
چاہتی تھی کہ یہ سہرا اس کے سر بندھے۔ چنانچہ بتور کو اس
نے وہیں سے مہ رُخ کے پاس واپس کر دیا اور ملکہ اخترِ
مجلس جادُو وغیرہ کو راز داری کی تاکید کر کے خُود تن تنہا
عمرو کو چھڑانے کے لیے چل دی۔

وقت بہُت کم تھا مگر وہ اتنی تیز اُڑی کہ سُورج نکلتے
نکلتے مہ رُخ کی چھاؤنی کے قریب جا پہنچی۔ شیشے کا وہ طِلسمی
گولا جو دونوں لشکروں کے درمیان ہوا میں لٹکا ہوا تھا اور
جس میں عمرو قید تھا، اُسے صاف دکھائی دے رہا تھا۔
پہلے اس کے جی میں آئی کہ جا کر مہ رُخ وغیرہ کو تسلّی
دے مگر پھر یہ سوچ کر کہ افراسیاب خبر پا کر ہوشیار ہو
جائے گا اس نے یہ ارادہ مُلتوی کر دیا۔ ہوا میں اُڑتے
اُڑتے منتر پڑھ کر اس نے اپنی جادُوئی طاقت بڑھائی اور
پھر تیر کی طرح سیدھی طِلسمی گولے سے جا ٹکرائی۔ آخر کو
شہنشاہ کوکب کی بیٹی تھی۔ گولے میں سوراخ ہو گیا اور وہ اُس
کے اندر جا پہنچی۔ چار دن کی مُسلسل بھُوک پیاس سے عمرو
نڈھال ہو رہا تھا۔ آنکھوں کے اِشارے سے اس نے ملکہ
بُرّاں کا شکریہ ادا کیا۔

اِتّفاق سے افراسیاب اس وقت طِلسمی گولے پر نظر جمائے

ہُوئے تھا۔ ایک جادُوگرنی کو اس کے اندر جاتا دیکھ کر زور
سے للکارا اور اُڑتا ہُوا گولے کی طرف لپکا۔ ملکہ بُرّاں
اس کی للکار سُن کر ہڑبڑا گئی۔ عمرو کو پنجے میں داب کر
پُوری قوّت سے اُوپر کو اُڑی۔ گولے کی چھت میں شگاف
تو ہو گیا اور وہ اس میں سے اُوپر بھی نکل گئی لیکن چھت
سے ٹکرانے کی وجہ سے اس کا سر زخمی ہو گیا اور چوٹ کی
دھمک کے سبب عمرو اس کے پنجے سے چھُوٹ کر طِلسمی گولے
کے فرش پر گر پڑا۔

افراسیاب اُڑتا ہوا اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ بُرّاں
عمرو کو اُٹھانے کے لیے دوبارہ گولے کے اندر جاتی تو نکلنا
ناممکن ہو جاتا۔ مجبورًا جان بچانے کے لیے اپنے طِلسم کی
طرف اُڑتی چلی گئی۔ اس کے سر سے خُون کے فوارے چھُوٹ
رہے تھے۔ اگر افراسیاب مسلسل اس کا پیچھا کرتا تو کمزوری
کے سبب بُرّاں بچ کر نہ جا سکتی تھی۔ لیکن افراسیاب نے
قریب پہنچ کر گولے میں سُوراخ دیکھے اور عمرو کو موجُود پایا
تو اسے وہم ہُوا کہ بُرّاں اسے دھوکا نہ دے رہی ہو۔ ہو
سکتا ہے میں بُرّاں کے پیچھے جاؤں اور کوئی دُوسرا آ کر عمرو
کو لے اُڑے۔ یہ سوچ کر وہ طِلسمی گولے کی طرف متوجّہ
ہوا۔ منتر پڑھ کر اس میں پڑے ہُوئے شگافوں کو بند کیا

اس کے بعد عُبّران کے پیچھے چلا۔ عُبّران کو خاصا موقع مل چکا
تھا۔ زخمی ہونے کے باوجود وہ اپنے ملک کی حدود میں جا پہنچی
افراسیاب نے اس کا زیادہ پیچھا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ سرحد
پر کھڑے ہو کر عُبّراں کو للکارتے ہوئے بولا "تجھ میں میرے
سامنے ٹھہرنے کی ہمت نہیں تھی تو اپنے باپ کو بھیجا ہوتا
اب میں آج کی بجائے عمرو کو ایک ہفتے کے بعد قتل کروں
گا۔ تجھ سے یا تیرے باپ سے کچھ ہو سکے تو عمرو کو چھڑانے
کے لیے آ جانا۔ میں تمھارا انتظار کروں گا۔"

افراسیاب کے یہ الفاظ عُبّراں کے کلیجے کو چھلنی کر گئے۔
مگر زخموں نے اسے اتنا بے حال کر دیا تھا کہ جواب نہ دے
سکی۔ افراسیاب بڑے غرور کے ساتھ اُڑتا ہُوا حیرت کے
پاس واپس آیا۔

عُبّراں کی ناکامی کی خبر آناً فاناً ہر طرف پھیل گئی۔ افراسیاب
کے حکم پر پُورے طلسم ہوش ربا میں منادی کر دی گئی کہ
ایک ہفتے بعد عمرو کو سولی پر چڑھایا جائے گا۔ مُلک کے
سارے ماتحت بادشاہوں، نوابوں اور سرداروں کو لاؤ لشکر
کے ساتھ آ کر یہ تماشا دیکھنا چاہیے اور عمرو کے قتل کے
جشن میں شریک ہونا چاہیے۔

مہ رُخ نے یہ منادی سُنی تو اس کی رہی سہی اُمید بھی

خاک میں مل گئی۔ عُبّراں کی ناکامی نے اُسے بالکل مایوس کر دیا
اُس نے فیصلہ کیا کہ جس دن عمرو کو سولی پر چڑھایا جائے گا
وہ افراسیاب کے لشکر پر حملہ کرے گی اور لڑتے بھڑتے اپنی
جان بھی قربان کر دے گی۔ چند ایک بُزدلوں کے سوا فوج
کے سارے سرداروں اور سپاہیوں نے بھی قسمیں کھا کھا کر
مہ رُخ کو ساتھ دینے کا یقین دِلایا۔

افراسیاب حیرت کی چھاؤنی ہی میں ٹھہر گیا تھا۔ منادی
کی گونج ختم ہوتے ہی نزدیک و دُور سے اس کے پاس آنے
والے بادشاہوں نوابوں کا ایک نہ ٹوٹنے والا سلسلہ شروع ہو
گیا تھا۔ دن رات فوجوں پہ فوجیں آتی چلی جا رہی تھیں اور
ان آنے والوں کے رہائشی خیموں سے ملکہ حیرت کی چھاؤنی کے
علاقے میں دن دُگنا رات چوگنا اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں
تک کہ جو دن عمرو کو سُولی دینے کا مقرر تھا اس دِن ملکہ
حیرت کی چھاؤنی ساٹھ میل تک پھیل چکی تھی۔

اُدھر شہنشاہ کوکب بھی خاموش نہ تھا۔ ملکہ عُبّراں کی ناکامی
اور افراسیاب کی ڈینگ پر مشتعِل ہو کر اس نے بھی لاکھوں
کی زبردست فوج تیّار کی۔ اُس نے ملکہ عُبّراں کو ایک طِلسمی
ہتھیار، جمشیدی آئینہ، دیا اور روانگی کا حُکم دے کر بولا:
"میں چاہتا تو تنہا جا کر عمرو کو چُھڑا لاتا مگر افراسیاب

نے جو ڈینگ ماری ہے اس کا جواب یہی ہے کہ تم فوج لے
کر جاؤ اور ڈنکے کی چوٹ لڑ بھڑ کر عمرو کو چھڑا لاؤ۔ یہ
جمشیدی آئینہ افراسیاب کے ہر جادُو کا توڑ کرے گا۔ ویسے
فکر نہ کرنا۔ اگر بات بڑھی تو میں اور بھی فوج اور طلسمی تحفے
بھیج دُوں گا۔ چاہے کچھ ہو جائے عمرو کو چھڑا کر ہی پلٹنا۔"
ملکہ بُراں نے فوج کو کئی حصّوں میں تقسیم کیا اور ہر
حصّے پر نامور شہزادیوں کو سردار مقرر کرکے کوچ کا حُکم
دیا۔ جادُوگروں کا ٹڈّی دَل ہَوا میں اُڑتا ہُوا طلسمِ ہوش رُبا
کی سَمت روانہ ہو گیا۔
ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں عمرو کے لیے سُولی تیار کی جا
رہی تھی۔ طلسمِ ہوش رُبا کے سارے بادشاہ اپنی اپنی فوجوں
کے ساتھ عمرو کی موت کا تماشا دیکھنے کے لیے میدان میں
کھڑے تھے۔ افراسیاب ملکہ حیرت کے ساتھ ایک اُونچے ٹیلے
پر بیٹھا فخر سے مُونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔
دوسری طرف ملکہ مہ رُخ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ
افراسیاب کے حامیوں پر حملہ کرنے اور لڑ کر جان دینے کے
لیے کمر کس رہی تھی۔
یکایک ملکہ حیرت کی نگاہ آسمان کی طرف اُٹھ گئی۔ طلسم
نُور افشاں کی سمت سے اُسے بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑے

اُڑ کر آتے دِکھائی دیے۔ حیرت نے چونک کر افراسیاب سے
کہا۔ "حضُور! وہ دیکھیے۔ طِلسمی بادل معلُوم ہوتے ہیں۔
شاید کوکب کی فوج آ پہنچی۔"
افراسیاب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ آناً فاناً وہ بادل
غائب ہو گئے اور دو لاکھ جادُوگر اژدہوں پر سوار آتے دِکھائی
دیے۔ حیرت انھیں دیکھتے ہی چیخ کر بولی "حضُور! جلدی
سے عمرو کو مار ڈالیے۔ ایسا نہ ہو حضُور اس لشکر سے لڑنے
پر متوجّہ ہوں اور کوئی اس ہنگامے میں عمرو کو نکال لے
جائے۔"
"تم فِکر نہ کرو ملکہ!" افراسیاب نے کہا "اس فوج سے
میں ابھی نپٹے لیتا ہُوں۔" یہ کہہ کر افراسیاب نے ایک نارنج
آسمان پر اُچھالا۔ اُوپر جا کر وہ نارنج پھٹا۔ اس میں سے
دُھواں اِتنا نکلا کہ بادل کی طرح آنے والی فوج کے سروں
پر چھا گیا۔ پھر فوراً ہی اس میں سے ننھّی ننھّی بوندیں برسنے
لگیں۔
آنے والی فوج کے جادُوگروں نے اس بادل کو ٹالنے
کے لیے بڑے منتر کیے اور اس کی بُوندوں سے بچنے کے
لیے سروں پر فولادی ڈھالوں کا سایہ کر لیا۔ مگر نہ وہ ابر ان
سے ٹلا نہ وہ اس کی بُوندوں سے بچ سکے۔ بُوندیں

ڈھالوں کو چیرتی ہوئی ان کے سروں میں پیوست ہو گئیں اور
اندر ہی اندر اُترتے ہُوئے اژدہوں کو چیرتی ہُوئی نِکل گئیں۔
دیکھتے ہی دیکھتے دو لاکھ جادُوگروں کی فوج اژدہوں سمیت
پگھل کر زمین سے چپک گئی۔

ان کے گرتے ہی افراسیاب نے کہا "وہ مارا!" اور
پھر حیرت کی چھاؤنی میں ایک سرے سے لے کر دُوسرے
سرے تک افراسیاب کی جے کے نعرے گونجنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد آسمان سے طِلسمی ڈنکے بجتے سنائی دیے
سب نے نگاہیں اُوپر جما دیں۔ چند ہی لمحوں میں دو لاکھ
جادُوگروں کی ایک اور فوج آتی دِکھائی دی۔ اس فوج کے
لوگ پہلی فوج کے لوگوں سے زیادہ سجیلے اور لڑاکُو دِکھائی
دیتے تھے۔ ملکہ حیرت نے افراسیاب کی طرف دیکھا۔ افراسیاب
مسکرایا اور منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ دو شمشیر زن شہسوار،
طِلسمی گھوڑوں پر سوار، زمین سے نِکل کر افراسیاب کے
سامنے آئے۔ افراسیاب نے اُن سے کہا۔

"طِلسمی سوارو! ذرا دِکھاؤ تو دُشمن کی آنے والی
فوج آپس میں کِس طرح لڑتی ہے۔"

یہ اِشارہ پاتے ہی طِلسمی شہ سوار تلواریں کھینچ کر آپس
میں ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ فوراً ہی آنے والی فوج

دو حِصّوں میں بٹ گئی اور نعرے لگا لگا کر زور شور سے
آپس میں جنگ کرنے لگی۔ صدہا جنگجُو جوان کٹ کٹ کر
زمین پر گرنے لگے۔ خُون کا مینہ آسمان سے برسنے لگا۔ ملکہ
مُبرّاں کی جانب سے ملکہ نرگس اس فوج کی افسر تھی۔ اس نے
سپاہیوں کو آپس میں لڑنے سے بہت روکا مگر اُن پر تو
افراسیاب کے جادُو کا اثر تھا۔ کسی نے اس کی بات نہ سُنی۔
وہ بے چاری گھبرائی ہوئی ملکہ مُبرّاں کے پاس پہنچی اور کہنے
لگی "حضُور! غضب ہو گیا۔ دو لاکھ اژدر سوار فوج افراسیاب
نے پگھلا دی۔ باقی کے دو لاکھ جوان بھی آپس میں کٹے مرے
جا رہے ہیں۔ جلدی کچھ کیجیے ورنہ میری فوج مکمل تباہ ہو
جائے گی۔"

ملکہ مُبرّاں نے فوراً جمشیدی آئینہ نِکالا اور اسے افراسیاب
کی سمت چمکاتے ہُوئے بولی "جہاں کہیں افراسیاب کا طِلسم
کام کر رہا ہے جل جائے۔"

مُبرّاں کے مُنہ سے ان الفاظ کے نکلتے ہی آئینے میں
سے ایک شُعاع نِکلی اور غائب ہو گئی۔ چند لمحوں بعد اس شعاع
نے زمین پر پہنچ کر افراسیاب کے ان طِلسمی شہ سواروں
کو جلا کر راکھ کر دیا کہ جن کے لڑنے سے ملکہ نرگس کی فوج
آپس میں لڑنے لگی تھی۔

طلسمی شہ سواروں کے بھسم ہوتے ہی ملکہ نرگس کے
سپاہیوں نے آپس میں لڑنا بند کر دیا ۔ نرگس نے انھیں
افراسیاب پر حملہ کرنے کا حکم دیا ۔ آناً فاناً ان شمشیر زن
شہ سواروں نے افراسیاب کے لشکر پر یلغار کر دی ۔ افراسیاب
نے بھی للکار کر اپنی فوجوں کو دشمن پر ٹوٹ پڑنے کا حکم
دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دونوں جانب کے ہزارہا جنگجو ایک
دوسرے سے بھڑ گئے ۔ کھچا کھچ تلواریں چلنے لگیں ۔

ملکہ مہ رُخ ایک سمت اپنی فوجیں تیار کیے موقع کی
منتظر تھی ۔ ملکہ بہار کی فوجوں کو دیکھ کر اس کا دل شیر ہو
گیا ۔ اس نے بھی اپنی فوجوں کے ساتھ ملکہ حیرت پر یلغار
کر دی ۔ جادو کے نارنج (سنگترہ) ترنج (لیموں) ناریل اور
گولے ایک دوسرے کی طرف اُچھلنے لگے ۔ گھمسان کی جنگ
شروع ہو گئی ۔ تھوڑی ہی دیر میں ملکہ بُہار بھی اپنی خاص
فوج کے ساتھ آ پہنچی ۔ اس نے بھی اپنے بہادروں کو
دھاوا کرنے کا حکم دے دیا ۔ مگر یہ حکم دے کر خود غائب
ہو گئی ۔ اس کی فوج یلغار کرتی ہوئی افراسیاب کی فوج
سے جا ٹکرائی ۔

میدانِ جنگ میدانِ حشر بن گیا ۔ ڈھول ڈنکے ، چیخ
پکار ، نعرے اور للکار ۔ شور اتنا تھا کہ کان پڑی آواز نہ

سنائی دیتی تھی ۔ زمین خون سے لالہ زار ہو رہی تھی ۔ آسمان
سے آگ اور پتھر برس رہے تھے ۔ دونوں طرف کے بہادر
پورے جوش و خروش کے ساتھ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے
تھے ۔ دونوں لشکروں کی صفیں ایک دوسرے میں گڈ مڈ
ہو کر رہ گئی تھیں ۔ دوست دُشمن کی کسی کو تمیز نہ رہی تھی
جو شخص جس کو اپنے سامنے ہتھیار لیے پاتا ، اُس پر
پل پڑتا ۔

افراسیاب کی موجودگی کے سبب اس کی فوج کے حوصلے
بلند تھے اور ملکہ بُہار کی موجودگی کے خیال سے اس کی
اور مہ رُخ کی فوجوں کے دل بڑھے ہوئے تھے ۔ کوئی بھی
اپنی بات نیچی نہ ہونے دینا چاہتا تھا ۔ سب اپنی آن پر
مر مٹنے کے لیے تُلے ہوئے تھے ۔ ایک ایک انچ زمین پر
خوف ناک جنگ ہو رہی تھی ۔ کوئی فریق پیچھے ہٹنے کے
لیے آمادہ نہ تھا ۔ اگر ایک آدمی مر جاتا تو دوسرا دیوانہ وار
بڑھ کر اس کی جگہ ڈٹ جاتا ۔

افراسیاب بار بار ہوا میں بُلند ہو کر اپنے لشکر کا دِل
بڑھا رہا تھا ۔ بُہار جو اپنے لشکر سے غائب ہوئی تو جا کر
افراسیاب کے پیچھے زمین سے نکلی ۔ افراسیاب ایک بار اُوپر
اُچھلنے کے بعد اپنی جگہ پر کھڑا ہوا ہی تھا کہ بُہار نے

پیچھے سے آواز دی:

"اے افراسیاب! اگر جمشیدی آئینہ تیرے سامنے آجائے تو کیا کرے گا؟"

یہ سنتے ہی افراسیاب نے چمک کر پیچھے دیکھا۔ بُرّاں نے آئینہ جمشیدی اس کے سامنے کر دیا۔ آئینے کی چمک سے افراسیاب کا جسم کپکپانے لگا۔ دماغ چکر کھانے لگا۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پا کر ایک منتر پڑھا۔ گہرا دھواں آئینے اور افراسیاب کے درمیان چھا گیا۔ اس دھوئیں میں چھپ کر وہ بے ہوش ہونے سے بچ گیا۔ ملکہ بُرّاں نے موقع غنیمت جان کر شیشے کے طلسمی گولے کی سمت اڑان لی مگر ملکہ حیرت نے اسے دیکھ لیا اور جلدی سے ایک نارنج نکال کر اس کی طرف کھینچ مارا۔ بُرّاں پیچھے سے بے خبر تھی۔ نارنج جا کر اس کی پیٹھ پر لگا۔ کوئی اور ہوتا تو دھواں بن کر ہلاک ہو جاتا مگر وہ بھی شہنشاہ کوکب کی بیٹی تھی۔ ہلاک تو نہ ہوئی مگر بے ہوش ہو کر اپنے لشکر میں جا گری۔

ملکہ بُرّاں کے جاں نثار اسے جلدی سے ہوش میں لائے۔ آنکھ کھولتے ہی اس نے پوچھا "میرے نارنج کس نے مارا تھا؟" جاں نثاروں نے جواب دیا "ملکہ حیرت نے۔" یہ سن

کر ملکہ بُرّاں تڑپ کر اڑی۔ بلندی پر سے حیرت اسے دکھائی دے گئی۔ بُرّاں نے ایک نارنج حیرت کی طرف پھینکا۔ وہ حیرت کے قریب پہنچتے ہی پنجہ بنا اور حیرت کو دبوچ کر لے اڑا۔ حیرت منتر پڑھ کر چلائی۔

"او بُرّاں! تیرا پنجہ مجھے نہ لے جائے اور تو زمین میں دھنس جائے۔"

حیرت کے ان لفظوں کے اثر سے بُرّاں زمین پر گری اور اندر دھنسنے لگی۔ وہ بلند آواز سے چیخ پڑی "اے حیرت! میں تجھ کو چھڑاتی ہوں تو مجھے چھڑا دے۔"

اس آواز پر جو پنجہ حیرت کو لیے جاتا تھا دھواں بن کر غائب ہو گیا۔ حیرت زمین پر اپنی جگہ آ رہی۔ اسی وقت زمین جو بُرّاں کو نگلی جا رہی تھی، ساکت ہو گئی۔ بُرّاں نکل کر باہر آئی۔

اس عرصے میں افراسیاب جمشیدی آئینے کی چمک کے اثر سے آزاد ہو کر دھوئیں سے باہر آیا۔ لڑائی کا زور دیکھ کر اس نے سوچا کہ جب یہ لڑائی عمرو کے لیے لڑی جا رہی ہے تو کیوں نہ اسے قتل ہی کر ڈالا جائے۔ یہ خیال کر کے وہ تیغ طلسمی لے کر شیشے کے گولے کی طرف اڑا۔ ملکہ بُرّاں کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ وہ بھی اوپر اڑی۔

افراسیاب اس سے اُوپر تھا۔ بُرّاں نے ہوا میں ٹھہرے ہوئے جمشیدی آئینہ نکال کر شیشے کے گولے کی طرف چمکایا۔ ابھی افراسیاب اُس کے قریب پہنچا ہی تھا کہ جمشیدی آئینے کی چمک سے شیشے کا طِلسمی گولا دُھواں بن کر غائب ہوگیا۔ عمرِو تیزی کے ساتھ نیچے گرنے لگا۔ افراسیاب حیران ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے بُرّاں نے عمرِو کو جھپٹ لیا اور اسے لے کر تیزی کے ساتھ اُڑتی ہُوئی طِلسم نورِ افشاں کی طرف چل دی۔

بُرّاں کی یہ چابک دستی دوست دُشمن سبھی نے دیکھی تھی۔ سب چلّانے لگے "لے گئی! لے گئی! عمرِو کو بُرّاں لے گئی!" افراسیاب نے چونک کر آسمان پر نگاہیں دوڑائیں بُرّاں طِلسم نورِ افشاں کی جانب تیزی سے اُڑ کر جاتی دِکھائی دی۔ افراسیاب باز کی طرح اس پر جھپٹ پڑا۔ وہ غصّے میں چیختا جاتا تھا "آج تو میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتی۔ آج ہرگز نہ چھوڑوں گا!"

اُوپر کا یہ حال دیکھ کر نیچے جنگ کرنے والے دونوں طرف کے بہادُر اور زیادہ جوش میں آگئے اور سر ہتھیلیوں پر رکھ کر بھُوکے شیروں کی طرح نئے ولولے کے ساتھ ایک

دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے سے زیادہ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ سُورج ڈوبنے تک موت کا بازار گرم رہا جادُوگروں نے اپنے سارے کرتب دِکھا ڈالے۔ شمشیر زن بہادُروں نے اپنا سارا زور لگا دیا۔ لیکن دونوں میں سے کسی کو نہ شکست ہوئی نہ فتح۔ مجبوراً اندھیرا ہونے پر ملکہ حیرت اور ملکہ مہ رُخ نے جنگ بند کرنے کا طبل بجوایا۔ دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنی اپنی چھاؤنیوں کی طرف چل دیں۔

اُدھر ملکہ بُرّاں دِن ڈھلے تک برابر آگے بڑھتی رہی مگر سُورج ڈوبتے ڈوبتے افراسیاب اس کے قریب پہنچ ہی گیا۔ نیچے ایک پہاڑی علاقہ تھا۔ بُرّاں افراسیاب کو چکّر دے کر اس میں اُتر گئی۔ عمرِو کچھ تو بھُوک پیاس کی تکلیف سے اور کچھ شیشے کے گولے سے گرنے کے سبب بے ہوش ہوگیا تھا۔ ایک غار میں پہنچ کر بُرّاں عمرِو کو ہوش میں لائی۔ عمرِو نے آنکھ کھُلتے ہی پُوچھا "ملکہ صاحبہ! آپ کچھ پریشان ہیں۔ یہاں غار میں چھپنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ تو میدانِ جنگ میں افراسیاب سے لڑ رہی تھیں۔ میں طِلسمی گولے میں قید تھا۔ ہم یہاں کیسے پہنچے؟"

ملکہ بُرّاں نے اُسے مختصر لفظوں میں ساری بات بتا دی

اور کہا " افراسیاب میرے پیچھے لگا ہُوا ہے ۔ میں اِس سے
زیادہ تیز اُڑ کر اپنے طِلسم میں نہیں جا سکتی ۔ اُسے چکما
دے کر یہاں آ اُتری ہُوں ۔ مگر جلد ہی وہ ہمیں ڈھونڈھ
نکالے گا ۔ کوئی ترکیب کیجیے کہ جادُو کے زور سے وہ یہ نہ
جان سکے کہ ہم کہاں چُھپے ہیں۔"

عمرو نے زنبیل میں سے کرامتی چادر نکالتے ہُوئے کہا:
" یہ کیا بڑی بات ہے ۔ لو ، یہ چادر اوڑھ لو ۔ افراسیاب کا
باپ بھی معلُوم نہ کر سکے گا کہ ہم کہاں ہیں ۔"

دونوں نے کرامتی چادر اوڑھ لی ۔ اس عرصے میں افراسیاب
بھی آسمان سے نیچے اُتر چُکا تھا ۔ بُراں کی تلاش میں اس
نے چپّے چپّے میں طِلسمی پرند اور پُتلے دوڑائے ۔ مگر جو
پلٹ کر آتا یہی جواب دیتا " عمرو اور بُراں کا کوئی پتا
نہیں چلتا ۔" تھک ہار کر اس نے کتابِ سامری دیکھی ۔
کرامتی چادر کے سبب اُس سے بھی کوئی حال معلُوم نہ ہو
سکا ۔ غصّے میں آ کر وہ خُود ایک ایک غار اور کھائی کھنگالنے
لگا اور اُس غار میں بھی جا پہنچا جہاں عمرو اور بُراں موجُود
تھے مگر کرامتی چادر کے سبب اسے کچھ نہ دِکھائی دیا ۔

بُراں کے اِس طرح غائب ہو جانے پر افراسیاب کو سخت
شرمندگی ہُوئی ۔ وہاں سے میدانِ جنگ جانے کی بجائے

ہ سیدھا باغِ سیب میں چلا گیا ۔ مگر پھر یہ سوچ کر کہ
ہاں بھی سردارِ عمرو اور بُراں کے بارے میں پُوچھ گچھ کر
مندہ کریں گے ، باغِ سیب چھوڑ کر طلسمِ ظُلمات جا کر
یک حُجرے میں مُنہ لپیٹ کر پڑ رہا ۔ کبھی اپنے آپ سے کہتا
ڈُوب مرنے کی بات ہے ۔ کوکب کی چھوکری ڈنکے کی
ہوٹ عمرو کو چُھڑا کر لے گئی ۔ میں کچھ نہ کر سکا ۔ رعایا کی
ظر میں میری کیا شان رہ گئی ۔"

کبھی اپنے آپ کو تسلی دیتا کہ " عمرو کے چُھوٹ جانے
سے میرے تخت و تاج کو بھلا کیا خطرہ ہے ۔ طِلسمِ ہوش رُبا
صرف شہزادہ اسد فتح کر سکتا ہے ۔ وہ بھی اس وقت جب
اُسے طِلسم کی لوح (تختی) حاصِل ہو جائے ۔ سو شہزادہ اسد
میری قید میں ہے اور طِلسم کی لوح ایسی جگہ محفُوظ ہے کہ
میرے رازداروں کو بھی اس کا پتا نہیں ۔ پھر مجھے پریشان
ہونے کی کیا ضرورت ہے ۔"

بوڑھا جادوگر

عمرو اور مخمور کافی دیر تک کراماتی چادر میں چھپے رہے۔ لیکن جب غار کے باہر کافی عرصے تک سناٹا رہا تو ملکہ براں نے چادر الگ کر کے جادو کے ذریعے افراسیاب کے بارے میں خبر معلوم کی۔ پتا چلا کہ وہ واپس چلا گیا ہے۔ اس پر براں نے عمرو سے کہا:

"خواجہ صاحب! اب یہاں سے آپ اپنے لشکر کی راہ لیں۔ میں قلعہ ہفت رنگ کو جاتی ہوں۔ افراسیاب اس وقت سخت غضب ناک ہے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلی اور اسے معلوم ہو گیا تو بڑی قیامت ڈھائے گا۔ ویسے آپ بالکل فکرمند نہ ہوں۔ میری فوج وہاں آپ کی مدد کے لیے موجود ہے۔ افراسیاب آسانی سے اس فوج کو ختم نہیں کر سکتا۔ میں خبر لیتی رہوں گی۔ ضرورت پڑی تو اور فوج بھی بھیج دوں گی بلکہ خود بھی آ جاؤں گی۔ اچھا خدا حافظ!"

جواب میں عمرو نے بھی خدا حافظ کہا اور اپنے لشکر کی طرف روانہ ہو گیا۔ براں اڑ کر طلسم نور افشاں کو چل دی۔ چھاؤنی کے قریب پہنچ کر عمرو نے سوچا "میں اسی طرح سب پر ظاہر ہو گیا تو میرے آنے کی خبر مشہور ہو جائے گی۔ افراسیاب سخت مشتعل ہے۔ کیوں نہ بھیس بدل کر کچھ دن خاموشی سے گزاروں۔ دوست دشمن یہی سمجھیں گے کہ ملکہ براں مجھے طلسم نور افشاں میں لے گئی ہے۔ پھر جب ضرورت ہو گی خود کو ظاہر کر دوں گا۔"

یہ خیال کر کے اس نے ملکہ مہ رخ کے ایک خادم کا بھیس بھرا اور چھاؤنی میں داخل ہو گیا۔ مہ رخ کے سوا اس نے یہ راز کسی کو بھی نہ بتایا۔ عمرو کی موجودگی کے احساس سے ملکہ مہ رخ کا حوصلہ بہت بلند ہو گیا۔ دوسرے دن مہمان راجوں کو ساتھ لے کر اس نے ملکہ حیرت سے پہلے دن سے بھی زیادہ سخت جنگ کی۔ لیکن حیرت بھی زخمی شیرنی کی طرح خطرناک بن چکی تھی۔ اس نے اپنی فوج کو اس بے جگری سے لڑایا کہ مہ رخ کی فتح کی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔ صبح سے شام تک گھمسان کی جنگ رہی۔ اندھیرا ہونے پر ہار جیت کے بغیر دونوں فوجیں پھر اپنی اپنی چھاؤنی کو واپس ہو گئیں۔ اس کے بعد یہ بات روز مرہ کا معمول بن گئی۔

چوتھے دن افراسیاب طلسم ظلمات سے باغِ سیب میں واپس
آیا۔ آتے ہی اُس نے اپنے خاص کاہنوں کو طلب کر کے اُن
سے راستے طلب کی کہ باغیوں کے حوصلے بہت بڑھ چکے ہیں۔
ان کی طاقت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ شہنشاہ
کوکب بھی کھُل کر ان کی مدد کرنے لگا ہے۔ بتاؤ ایسی حالت
میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

کچھ دیر سوچنے کے بعد ایک کاہن نے کہا "حضور! زیادہ
فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر ساری دُنیا کے بادشاہ اور
جادوگر مل کر بھی حضور پر فوج کشی کریں تو کچھ نہ حاصل ہو
گا۔ لیکن حالات چونکہ روز بروز بگڑتے جا رہے ہیں اور خیر
خواہوں کو پریشانی لاحق ہونے لگی ہے اس لیے میری رائے
میں آپ طلسم کُشا شہزادہ اسد کو جلد سے جلد قتل کر دیں۔
نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ پھر کسی سے حضور کے
تخت و تاج کو کبھی کوئی خطرہ نہ ہو سکے گا۔"

دُوسرا کاہن بول اُٹھا "حضور! مجھے اِس رائے کی ہر
بات سے اِتّفاق ہے مگر اس سے اِتّفاق نہیں کہ طلسم کُشا کو
جلد سے جلد قتل کر دیا جائے۔ میں نے لکھا دیکھا ہے کہ
طلسم کُشا کو اس کی قید کی میعاد ختم ہونے سے پہلے قتل کرنا
مُصیبتوں کا باعث بنے گا۔ پہلے اُس کی قید کی میعاد معلوم

کیجیے۔ اس کے بعد ہی اس کے قتل کا فیصلہ کیجیے۔"

دوسرے کاہنوں نے بھی اس کاہن کی بات کی تائید کی۔
افراسیاب سوچ میں پڑ گیا۔ آخر اس نے کتاب سامری کھول کر
طلسم کُشا کی قید کی میعاد معلوم کی۔ پتا چلا کہ ابھی ایک ماہ
کی مدّت باقی ہے۔ افراسیاب نے کہا "بس تو فیصلہ ہُوا کہ
آج سے ایک ماہ کے بعد طلسم کُشا شہزادہ اسد کو قتل کر دیا
جائے۔"

اب افراسیاب نے مہ رُخ اور حیرت کی لڑائیوں کی رپورٹیں
طلب کیں۔ پتا چلا کہ روزانہ صُبح سے شام تک جنگ ہوتی
ہے۔ دونوں طرف کے ہزاروں افراد مارے جاتے ہیں مگر نتیجہ
کچھ برآمد نہیں ہوتا۔ یہ معلوم کر کے افراسیاب نے اپنے ہاتھ
سے ملکہ حیرت کے نام ایک خط لکھا اور ایک طلسمی پُتلے کے
ہاتھ روانہ کر دیا۔

ملکہ حیرت کئی دنوں سے افراسیاب کے بارے میں بے خبر
تھی۔ اس کا خط پاتے ہی وہ اسے بے صبری کے ساتھ کھول
کر پڑھنے لگی۔ لکھا تھا "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک ماہ
بعد شہزادہ اسد کو قتل کر دُوں گا۔ اس کے سوا مجھے کسی سے
اندیشہ نہیں۔ تب تک خواہ مخواہ جنگ کر کے لاکھوں آدمیوں
کو کٹوانا غیر ضروری ہے۔ کل سے جنگ بند کر دو۔ ملک کے

جو ماتحت بادشاہ ، نواب اور سردار وہاں عمرو کا تماشا دیکھنے آئے
تھے ، سب کو رخصت کر دو ۔ طلسم کشا کا کام تمام کرنے کے
بعد اطمینان کے ساتھ باغیوں سے نپٹ لیا جائے گا ۔"

یہ خط پڑھ کر ملکہ حیرت نے پوری چھاؤنی میں منادی کرا
دی کہ کل صبح سے جنگ بند کی جاتی ہے ۔ پہلے سے یہاں
رہنے والی فوج کے علاوہ سب کو حکم دیا جاتا ہے کہ سورج
نکلنے سے پہلے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جائیں ۔"

جاسوسوں کے ذریعے تھوڑی دیر میں یہ خبر مہ رخ کو بھی
ہو گئی ۔ اس نے خواجہ عمرو کو بلا کر مشورہ کیا کہ اب ہمیں
کیا کرنا چاہیے ؟ عمرو نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا
" اگر دشمن جنگ بند کرنا چاہتا ہے تو ہمیں کیا اعتراض ہو
سکتا ہے ۔ آپ بھی کل سے میدانِ جنگ میں نہ جائیں لیکن
سمجھ میں نہیں آیا کہ افراسیاب نے جنگ بندی کا حکم کیوں
دیا ہے ! ضرور دال میں کچھ کالا ہے ۔"

مہ رخ نے کہا " ہاں ! مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے ۔ ہمیں
اس کا پتا کرنا چاہیے ۔"

" میں ابھی جا کر معلوم کرتا ہوں ۔" عمرو نے کہا اور
مہ رخ سے رخصت ہو کر حیرت کی چھاؤنی کی طرف چل دیا ۔
قریب پہنچ کر اس نے ملکہ حیرت کے خادموں کا سا بھیس

بھرا اور چھاؤنی میں گھوم پھر کر حالات معلوم کرنے لگا ۔ اصل
بات معلوم کرنے میں اسے زیادہ دیر نہ لگی ۔ حیرت کی چھاؤنی
سے نکل کر سیدھا ملکہ مہ رخ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا :

" افراسیاب نے آج سے ایک ماہ بعد شہزادہ اسد کو
قتل کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ اسی وجہ سے اس نے فی الحال
ہم سے جنگ کرنا ملتوی کر دیا ہے ۔ صبح طلسم ہوش ربا کے
چپے چپے سے آئے ہوئے سارے بادشاہ ، ملکائیں اور سردار
اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ یہاں سے رخصت ہو جائیں گے ۔
اب ہمیں شہزادہ اسد کو قید سے نکال لانے کی ترکیب کرنی
چاہیے ۔ اگر افراسیاب نے اسے قتل کر دیا تو پھر ہم زندگی بھر
طلسم ہوش ربا فتح نہ کر سکیں گے ۔"

ملکہ مہ رخ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں ۔ وہ بولی
" خواجہ صاحب ! شہزادہ اسد کو چھڑانا ہمارے بس کی بات
نہیں ۔ وہ ایسے طلسم میں قید ہے جس پر افراسیاب کے علاوہ
دنیا میں کسی کا بس نہیں چل سکتا ۔ اس طلسم کی راز دار
صرف ملکہ ماراں اور ملکہ اسرار جادو ہیں ۔ مگر ایک تو وہ
افراسیاب کے وفادار ہیں دوسرے ان تک پہنچنا مشکل ہے ۔
کیونکہ وہ طلسم باطن کی زمین کی تہوں کے اندر رہتی ہیں ۔"

ملکہ مہ رخ کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی " ملکہ گلگوں

نام کی ایک شہزادی اس علاقے کی حاکم ہے جس کے
نیچے سے ملکہ اسرار جادو کے ٹھکانے کو راستہ جاتا ہے۔
ملکہ گلگوں ہی اس راستے کی محافظ ہے۔ ممکن ہے افراسیاب
کے بلاوے پر وہ بھی یہاں آپ کے قتل کا تماشا دیکھنے
آئی ہو اور حیرت کی چھاؤنی میں موجود ہو۔"

عمرو ملکہ مہ رُخ کے ایک ایک لفظ کو توجّہ سے سنتا
رہا۔ بات پوری ہوئی تو وہ ہاتھ جھاڑ کر اٹھتے ہوئے بولا
"میں اسی وقت جا کر ملکہ گلگوں کو تلاش کرتا ہوں۔ مل گئی
تو ٹھیک ورنہ جانے والوں میں سے کسی کے ساتھ ہو کر طلسم باطن
جا پہنچوں گا۔ شہزادہ اسد ہی ہماری آخری امّید ہے۔ اُسے
چھڑانے میں اگر جان بھی کام آئے گی تو دریغ نہ کروں گا۔
آپ صبر سے میری واپسی کا انتظار کریں۔ اگر مارا جاؤں یا
افراسیاب شہزادہ اسد کو قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے
تو طلسم ہوش رُبا سے نکل کر کوہ عقیق میں امیر حمزہ کے پاس
چلی جائیے۔ بس جو کہنا تھا کہہ چکا۔ خدا حافظ۔"

ملکہ مہ رُخ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر جُوں تُوں کر
کے اس نے عمرو کو رخصت کیا۔ عمرو پھر پہلے کی طرح ملکہ
حیرت کی چھاؤنی میں پہنچا۔ اب کی بار وہ ایک گویّے کے
بھروپ میں تھا۔ خاصی دیر تک وہ ملکہ گلگوں کی تلاش میں

اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہا لیکن لاکھوں کا لشکر تھا اور
میلوں تک پھیلا ہوا۔ اس کے علاوہ سب کوچ کی تیاریوں
میں بھی لگے ہوئے تھے۔ کوئی سامان باندھ رہا تھا۔ کوئی
دوستوں سے رخصت ہو رہا تھا۔ عمرو کو کسی سے گلگوں کا
پتا معلوم نہ ہو سکا۔

اچانک اُسے خیال آیا کہ رخصت ہونے والے سارے
سردار یقیناً ملکہ حیرت کو سلام کرنے ضرور جائیں گے۔ یہ خیال
آتے ہی اس نے ملکہ حیرت کی بارگاہ کا رُخ کیا۔ وہاں ملکاؤں
نوابوں اور سرداروں کا ازدحام تھا۔ کچھ آ رہے تھے، کچھ
رخصت ہو کر جا رہے تھے۔ ملکہ حیرت تخت پر بیٹھی تھی۔
اس کے قریب ایک سردار کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں ایک
لمبی فہرست تھی۔ وہ فہرست میں سے پکار کر جس کا نام پڑھتا
وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ملکہ کے پاس جاتا اور اس سے اجازت
لے کر سلام کرتا ہوا نکل جاتا۔

اسے اتفاق کہیے کہ عمرو کو وہاں پہنچے زیادہ دیر نہ ہوئی
تھی کہ فہرست والے نے ملکہ گلگوں نازک چشم کا نام پکارا۔
اونچی کرسی پر بیٹھی ہوئی ایک نوجوان شہزادی اُٹھی اور ملکہ
حیرت کی طرف چل دی۔ عمرو نے اس پر نگاہیں جما دیں۔
جیسے ہی وہ ملکہ حیرت سے رخصت ہو کر دربار سے نکلی عمرو

اس کے پیچھے ہو لیا۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ گلگوں اپنے پڑاؤ پر پہنچی تو عمرو نے دیکھا کہ اس کی ساری فوج اپنے ڈیرے خیمے سمیٹ چکی ہے اور سارا مال و اسباب طلسمی سواریوں پر بار کیا جا چکا ہے۔ سفر کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں اور لوگ صرف پَو پھٹنے کے اِنتظار میں اِدھر اُدھر بیٹھے وقت گزاری کر رہے ہیں۔ ملکہ گلگوں کے لیے اس کی کنیزوں نے فقط ایک قالین بچھا رکھا تھا۔ گلگوں اس پر جا کر بیٹھی ہی تھی کہ عمرو نے درد انگیز دُھن میں بانسری کی تان چھیڑ دی۔ گلگوں تڑپ اُٹھی۔ کنیزوں کو حکم دیا:

"بانسری بجانے والے کو یہاں لے آؤ۔"

عمرو کچھ زیادہ دُور نہ تھا۔ کنیزیں اُسے بُلا لائیں۔ عمرو نے ایسی بانسری بجائی کہ گلگوں سمیت سب دیوانے ہو گئے۔ بانسری کا رنگ جما کر عمرو نے ایک غزل چھیڑ دی۔ پھر تو وہ سماں بندھا کہ سُننے والا ہر شخص سر دُھننے لگا۔

غزل ختم ہُوئی تو ہر طرف سے عمرو پر اشرفیاں، انگوٹھیاں اور ہار نچھاور ہونے لگے۔ پَو پھٹنے میں اب تھوڑی ہی دیر باقی تھی۔ پُوری چھاؤنی میں روانگی کے نقارے بجنے لگے تھے۔ گلگوں نے عمرو سے کہا:

"میاں میراثی! تمھارا کیا نام ہے؟ ہمارے ساتھ چلو گے۔؟"

عمرو نے ادب سے جواب دیا "حضور! میرا نام خورد بُرد ہے۔ قدر دانی کا وعدہ فرمائیں تو چلنے میں مجھے کیا عُذر ہے۔ اپنا تو پیشہ ہی یہی ہے۔"

ملکہ اور اس کی کنیزیں عمرو کا یہ نام سُن کر بہت ہنسیں۔ عمرو کو ایک طلسمی سواری پر سوار کرا دیا گیا اور وہ ملکہ گلگوں کی فوج کے ساتھ طلسمِ باطن میں اس کے علاقے میں داخل ہو گیا۔ ایک دِن آرام کرنے کے بعد ملکہ گلگوں نے رات کو محفل جمائی اور عمرو کو بُلا کر گانا سُنانے کی فرمائش کی۔

اس مرتبہ عمرو نے بڑا ہی غضب ڈھایا۔ ایسا لہک لہک کر گایا کہ ہر سُننے والا مست ہو کر رقص کرنے لگا۔ گانا ختم ہونے پر ملکہ گلگوں بڑے جوش سے بولی:

"اے خورد بُرد! تُو نے دل خوش کر دیا۔ مانگ کیا مانگتا ہے؟"

عمرو نے عرض کی "حضور! دھن دولت کی خواہش نہیں بس ایک حسرت ہے۔ اگر پوری کرنے کا وعدہ کریں تو کہوں"

گلگوں نے کہا "جو تُو کہے گا وہی ہو گا۔ بول کیا حسرت ہے؟"

عمرو نے ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور! برسوں سے تمنّا ہے کہ کبھی ملکہ اسرار جادو اور ملکہ ماراں سے اپنے فن کی داد طلب کروں۔ اگر حضور مجھے وہاں تک پہنچا دیں تو بڑا کرم ہو گا۔ بس یہی حسرت ہے۔"

یہ سنتے ہی ملکہ گلگوں کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اُسے شک ہوا کہ گویّے کے روپ میں یہ دشمن کا کوئی جاسوس یا عیّار ہے۔ فوراً منتر پڑھ کر عمرو کی طرف پھونکا۔ سارا بہروپ غائب ہو گیا۔ عمرو اپنی اصل شکل میں اُس کے سامنے موجود تھا۔ گلگوں چیخ پڑی۔

"اسے پکڑو۔ یہ موا عمرو عیّار ہے۔ غضب ہو گیا کہ ہم اسے طلسم باطن میں اپنے ساتھ لے آئے۔ گرفتار کر لو ورنہ افراسیاب سنے گا تو غضب ڈھائے گا۔"

کنیزیں جو عمرو کے گانے سے مست ہو رہی تھیں، خود کو سنبھالتے ہوئے چاروں طرف سے جھپٹ پڑیں۔ عمرو بھی ہوشیار ہو چکا تھا۔ خنجر نکال کر اس نے قریب پہنچنے والی ایک کنیز کا کام تمام کیا اور ڈبکی لگا کر دوسری کنیزوں کے جھرمٹ سے باہر نکل گیا۔ چونکہ مرنے والی کنیز جادوگرنی تھی لہٰذا اندھیرا چھا گیا اور عمرو اس اندھیرے سے فائدہ اُٹھا کر گلگوں کی حویلی میں جا گھسا۔ خادماؤں کی نگاہ سے بچنے

لے لیے اُس نے کرامتی چادر اوڑھ لی اور ایک کوٹھری میں پہنچ کر اندر سے زنجیر لگا کر چُپکا ہو بیٹھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ جب کنیزیں عمرو کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئیں اور گلگوں نے جادُو کے ذریعے عمرو کا پتا لگانا چاہا تو کچھ نہ معلُوم ہو سکا۔ آخر یہ سمجھ کر کہ عمرو اس کے علاقے سے باہر نکل گیا ہے اس نے اطمینان کی سانس لی۔

عمرو جس کوٹھری میں چُھپا تھا اس میں بلا کا اندھیرا تھا کافی دیر بعد اس نے اندازہ لگا لیا کہ گلگوں اس کی تلاش سے مایُوس ہو چکی ہو گی تو اس نے کرامتی چادر الگ کر کے زنبیل میں رکھی اور موم بتّی جلا کر کوٹھری کا جائزہ لینے لگا۔ یہ دیکھ کر اُسے بڑا اچنبھا ہُوا کہ کوٹھری میں سوائے ایک اعلیٰ قالین کے دُوسرا کوئی بھی سامان نہیں۔

"یہ کوٹھری کس کام آتی ہے! نہ مال خانہ ہے، نہ خواب گاہ، نہ بیٹھک۔ یہ آخر کیا ہے؟" عمرو بار بار یہ سوچتا رہا۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے دل میں کہا "چلو فی الحال اس قالین ہی کو مالِ غنیمت بناؤ۔"

اس نے قالین لپیٹ کر زنبیل میں ڈالی ہی تھی کہ ایک کونے میں نگاہ پڑتے ہی وہ چونک پڑا "ارے یہ تو تہ خانے کا دروازہ لگتا ہے۔"

ایک لٹو جیسا کونے کے فرش پر جڑا ہوا تھا۔ اس
نے سوچا، ممکن ہے اس تہ خانے میں خزانہ ہو چل کر دیکھنا
چاہیے۔ اس نے لٹو کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اوپر کو
زور کیا تو دروازہ جیسا ایک تختہ اوپر کو اٹھ گیا۔ نیچے
سیڑھیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ عمرو دھڑکتے ہوئے دل
کے ساتھ نیچے اترا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک بڑے تہ خانے میں تھا۔
اس تہ خانے کے فرش پر بھی ایک جگہ لٹو جڑا ہوا تھا۔
اسے اٹھانے پر پھر سیڑھیاں ظاہر ہوئیں۔ ایک کے بعد
ایک اسی طرح سات تہ خانے ملے۔ آخری تہ خانے میں پہنچ
کر دیوار میں ایک دروازہ نظر آیا۔ اسے کھول کر آگے
بڑھا تو ایک سرنگ نظر آئی۔ اس میں چلتے چلتے وہ بالآخر
ایک باغ میں پہنچ گیا۔

اس سفر میں ساری رات گزر گئی۔ جب وہ باغ میں
داخل ہوا تو پرندے چہچہا رہے تھے۔ نسیم صبح اٹھلا اٹھلا
کر چل رہی تھی۔ کچھ کنیزیں کیاریوں میں سے پھول چن
رہی تھیں۔ عمرو نے اندازہ کیا کہ یہ باغ کسی ملکہ یا
شہزادی کا ہے جس کے گہنے اور گلدستے بنانے کے لیے
کنیزیں پھول توڑ رہی ہیں۔ جس کنج کے پیچھے چھپا ہوا وہ

یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اس کے پیچھے سفید گلابوں کا ایک
تختہ تھا۔ کچھ دیر بعد ایک شوخ کنیز دوسروں سے الگ
ہو کر اس کی طرف آنے لگی تو دوسری کنیز بولی "اری شمشاد!
کدھر چلی؟"

اس نے جواب دیا "ذرا سفید گلاب توڑ لاؤں۔"

عمرو تیار ہو بیٹھا۔ جیسے ہی شمشاد کنج کی اوٹ میں آئی
عمرو نے بے ہوشی کا غبارہ مار کر اسے بے سدھ کیا پھر جلدی
جلدی اس کا بہروپ بنایا اور اسے کنج کے اندر چھپا کر
سفید گلاب توڑے اور جا کر دوسری کنیزوں میں گھل مل گیا۔

عمرو نے سفید گلاب کے جو پھول توڑے تھے وہ بڑے
خوب صورت تھے۔ ایک کنیز نے اس کے چٹکی لیتے ہوئے
کہا "اری شمشاد! بڑا اچھا پھول لائی ہے۔ ملکہ ماراں اسے
ضرور اپنے جوڑے میں لگائے گی۔"

اس جملے سے عمرو سمجھ گیا کہ قسمت اسے جس جگہ لے
آئی ہے وہ وہی ہے جہاں پہنچنے کی آرزو وہ لے کر چلا تھا۔
کچھ دیر بعد ساری کنیزیں محل کو چل دیں۔

محل کے ایک اندرونی برآمدے میں ایک دوسرے سے
ملے ہوئے کئی کمرے تھے۔ ہر کمرے کے دروازے سونے
کے تھے اور ان پر موتیوں جڑے مخملیں پردے پڑے ہوئے

تھے۔ کنیزیں اس برآمدے میں پہنچ کر رُک گئیں اور پھولوں کے
ہار اور گل دستے اور زیور بنانے لگیں۔ ایک کنیز دو کمروں
کے اندر جھانک کر آئی اور بولی "ملکہ اسرار ابھی تک تو
خراٹے لے رہی ہیں البتہ ملکہ ماراں کی آنکھ کھل گئی ہے۔"

"اچھا تو تم ہار اور زیور بناؤ۔ میں اور شمشاد اُن کے
ہاتھ مُنھ دُھلانے کا کام سنبھالتے ہیں۔" دُوسری کنیز نے
کہا اور عمرو کو اُٹھنے کا اِشارہ کیا۔

عمرو اُٹھ کر اس کے پیچھے چلا۔ برآمدے کے ایک
کونے میں چلمچیاں اور لوٹے رکھے تھے۔ کنیز نے عمرو کو
چلمچی اُٹھانے کا اِشارہ کیا اور خود لوٹے میں پانی بھر کر
اور عطر ڈال کر ایک چوکی کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔
عمرو بھی اس کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔ چوکی میں ایک
طرف مخمل کے تولیے تہ کیے رکھے تھے۔ ایک کمرے کا
دروازہ اِس چوکی کے قریب ہی تھا۔ عمرو سمجھ گیا کہ یہ ملکہ
ماراں کا کمرہ ہے۔

چند لمحوں بعد ایک خوب صورت اور نوجوان لڑکی کمرے
سے نکل کر باہر آئی۔ برآمدے میں موجود ساری کنیزیں اُسے
دیکھتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ جھک جھک کر سلام کرنے
کے ساتھ سب ایک ساتھ پکار اٹھیں "حضور! صبح مبارک

عمرو بھی آداب بجا لایا۔ ماراں کی سادگی، خوب صورتی اور
کم سنی پر بے اِختیار اس کو رحم آ گیا۔ دِل ہی دِل میں
کہنے لگا "کاش یہ لڑکی ایمان لے آئے۔ کاش مجھے اسے
ہلاک نہ کرنا پڑے۔"

ماراں سلام لے کر مُسکراتی ہوئی چوکی پر بیٹھ گئی۔ عمرو
اور اس کے ساتھ کی کنیز نے اس کا مُنھ دُھلوایا۔ دُوسری
کنیزوں نے آ کر گل دستے، ہار اور پھولوں کے زیور پیش
کیے۔ ماراں کنیزوں سے ہنسنے بولنے لگی۔ اِتنے میں برابر
والے کمرے سے آواز آئی "اے شمشاد! ماراں رانی اُٹھ
گئی کہ نہیں؟"

اِس سے پہلے کہ نقلی شمشاد کچھ کہتی ماراں چہک اٹھی
"جی اُٹھ گئی نانی جان! حاضر ہوتی ہوں۔"

عمرو سمجھ گیا کہ دُوسرے کمرے سے آنے والی آواز
ماراں کی نانی ملکہ اسرار جادو کے علاوہ اور کسی کی نہیں۔
سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اِتنے میں ماراں
چوکی سے اٹھی اور عمرو یعنی نقلی شمشاد کو پیچھے آنے کا
اِشارہ کرتی ہوئی دُوسرے کمرے کی طرف چلی۔ عمرو پیچھے ہو
لیا۔ مگر اس کے دِل کو دھڑکا لگ گیا کہ اسرار جادو نے
بھی شمشاد کو پکارا اور ماراں بھی اُسے اندر لیے جاتی ہے۔

اِس میں کہیں کوئی گڑ بڑ نہ ہو!

کمرے کے اندر بیچ میں ایک اور بھاری پردہ لٹک رہا تھا۔ ماراں کے اِشارے پر عمرِو نے پردہ سرکایا۔ سامنے مسہری پر ایک دُبلی پتلی سفید بالوں والی بُڑھیا بیٹھی ہُوئی تھی۔ اس کے چہرے پر بے انداز جُھرّیاں پڑی تھیں مگر لباس اور زیور بڑے اعلیٰ تھے۔ بڑھیا کسی فکر میں پریشان دِکھائی دے رہی تھی۔

عمرِو ایک طرف کو کھڑا ہو گیا۔ ماراں "نانی جان آداب" کہتی ہُوئی آگے بڑھی اور بُڑھیا سے لپٹ گئی۔ ملکہ اسرار نے ماراں کی پیشانی پر بوسہ دیا اور جھٹ چٹ بلائیں لے کر کہنے لگی "لڑکی! زمانہ بڑا نازک آ گیا ہے۔ طِلسم کُشا کے قتل کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ملک میں اِنقلاب کے اندیشے ہیں۔ بس آج سے کھیل کُود بالکل بند۔ اپنے علاقے کی سرحدوں کی دیکھ بھال کی فکر کر۔"

ماراں بولی "نانی جان! آپ کو تو بیٹھے بٹھائے وہم ہو گیا ہے۔ کچُھ بھی زمانہ خراب نہیں۔ آج تو میں ناٹک کے ایک کھیل کی تیاری کروں گی۔ میری سہیلیاں آنے والی ہیں۔"

"بیٹیا! تُو سمجھتی کیوں نہیں۔" ملکہ اسرار بولی "بھلا رات

تک میں نے کوئی ایسی بات کی تھی؟"

"پھر رات ہی رات میں کون سی تبدیلی آ گئی؟" ملکہ ماراں نے پُوچھا۔

"بیٹیا بات یہ ہے کہ جب سے سو کر اُٹھی ہُوں دِل سخت پریشان ہے۔ مجھے پتا چلا ہے کہ طِلسم کا دشمن عمرِو عیّار تمھارے باغ میں آ پہنچا ہے۔ وہ آفت کا پرکالہ ہے جس طرح بَن پڑے اُسے ڈھونڈ نکالو۔ ورنہ نہ میری خیر ہے نہ تمھاری۔"

"اچھی بات ہے نانی جان!" ماراں اُٹھتے ہُوئے بولی "جا کر ڈھونڈتی ہُوں۔" پھر باہر آ کر کنیزوں سے کہنے لگی "معلُوم ہوتا ہے رات نانی جان کو بھیانک خواب دِکھائی دیتے رہے ہیں۔ کہتی ہیں، عمرِو یہاں آ گیا ہے۔ اُسے ڈھونڈو۔ بھلا عمرِو یہاں کیسے آ سکتا ہے۔ ملکہ گلگوں ہماری سرحدوں کی مُحافِظ ہے۔ وہ عمرِو کو کیسے آنے دے سکتی ہے۔"

کنیزیں ہاں میں ہاں ملانے لگیں۔ عمرِو چوکنّا ہو گیا۔ زیادہ دیر نہ گُزری تھی کہ ملکہ اَسرار جادُو کی پھر آواز آئی "ماراں بیٹی! عمرِو کی تلاش شروع کرائی کہ نہیں؟"

ماراں نے جھُوٹ مُوٹ کہہ دیا "نانی جان! محل میں تو دیکھ لیا۔ کہیں نہیں ہے۔ کنیزوں کو باغ میں بھیجا ہے۔"

اب خود بھی جا کر ڈھونڈھتی ہوں۔"

"اے لڑکی کیوں مجھے بناتی ہے۔" اسرار پکاری "تو ڈھونڈھ چکی۔ آدمی دِل لگائے تو کام ہو۔ اچھا چھوڑ۔ کالی کتاب کسی سے بھجوا دے۔ میں خود پتا کرتی ہوں۔ وہ عیّار کس کے بھروپ میں ہے۔"

ماراں اپنے کمرے میں آ گئی اور ایک کالی جلد والی کتاب لا کر عمرو کو دیتے ہوئے بولی "شمشاد! دے آ اِسے نانی جان کو۔"

عمرو کے دِل میں ایک منصوبہ تیار تھا۔ وہ کتاب لے کر اسرار جادو کے پاس جا پہنچا۔ اسرار جادو نے عمرو پر نگاہ ڈالے بغیر کتاب لے کر دیکھنی شروع کر دی۔ عمرو نے کمند کا پھندا اسرار جادو کی طرف پھینکا اور جب اس کی گردن پھندے میں آ گئی تو اِنتہائی پھرتی کے ساتھ کمند کو جھٹکا دیا مگر پھر ایک دم اس کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ جھٹکے کے ساتھ ہی ملکہ اسرار کا سَر فرش پر جا گِرا۔ دھڑ مسہری پر تڑپنے لگا مگر دھڑ سے اور گردن سے خون کا ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا تھا۔ اِس عجیب واقعے پر عمرو حیران ہی ہو رہا تھا کہ پہلو کی دیوار شق ہوئی اور ملکہ اسرار باہر آتے ہوئے للکاری "خبردار! تو مجھ سے

بچ کر نہیں جا سکتا۔ میرا نام اسرار جادو ہے۔ تو مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔"

عمرو نے پھرتی سے خنجر نکالا اور چاہتا تھا کہ جھپٹ کر اسرار پر وار کرے کہ اس نے کوئی منتر پڑھ کر تالی بجائی ہوا کا ایک تھپیڑا عمرو کو لگا اور وہ اپنی اصل شکل میں آ گیا۔ زمین نے اس کے پاؤں جکڑ لیے۔

اسرار نے آواز دے کر ماراں کو بُلایا۔ وہ کمرے میں آئی تو اسرار نے طنز کرتے ہوئے کہا "لو رانی جی! دیکھ لو عمرو کو۔ شمشاد کے بھروپ میں تھا۔ تمھیں تو میری بات کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ اب بولو کیا کہتی ہو؟"

ماراں عمرو کو دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گئی۔ بولی "نانی جان! آپ ٹھیک فرماتی تھیں۔ غلطی کی جو یقین نہیں کیا۔ مگر نانی جان! آپ تو کہتی تھیں عمرو بہت خطرناک ہے۔ مجھے تو یہ سینک سلائی سا آدمی بالکل خطرناک نہیں معلوم ہوتا۔ دیکھیے نا بے چارہ کتنا سہما ہوا ہے۔ برسوں کا بھوکا پیاسا بھی لگتا ہے۔"

"اری گھامڑ!" ملکہ اسرار نے کہا "اس کی ظاہری حالت پر نہ جا۔ بِس کی گانٹھ ہے۔ شہنشاہ افراسیاب کو اس نے ننگی کا ناچ نچا رکھا ہے۔ سینکڑوں نامی گرامی جادوگروں

کو ہلاک کر چکا ہے۔ اگر میں ہوشیار نہ ہوتی تو مجھے بھی
قتل کر چکا ہوتا۔ اب میں اسے نہ اپنے پاس قید رکھوں
گی نہ افراسیاب کے پاس بھیجوں گی۔ ابھی باغ میں لے جا
کر قتل کروں گی۔ ورنہ یہ نکل بھاگے گا۔ کتنی ہی بار
ملکہ حیرت اور افراسیاب تک کو دھوکا دے چکا ہے۔"
یہ کہہ کر ملکہ اسرار نے کنیزوں کو اشارہ کیا۔ انھوں
نے عمرو کے ہاتھ پیر باندھ دیے اور اٹھا کر باغ کو
لے چلیں۔ باغ میں پہنچ کر ملکہ اسرار چاہتی تھی کہ عمرو
کو قتل کرے کہ اچانک قریب کی زمین پھٹی اور ایک
سفید داڑھی والا آدمی باہر نکلا۔
"ٹھہر جاؤ!" آنے والے نے ملکہ اسرار سے کہا۔ اسرار
کی جونہی اس پر نظر پڑی "استاد! استاد!" کہتی ہوئی
ہاتھ جوڑے اس کی طرف بڑھی اور قریب پہنچ کر بوڑھے
جادوگر کے پاؤں چھوئے۔ ماراں نے بھی آگے بڑھ کر
اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اس نے باری باری دونوں
کے سروں پر ہاتھ پھیرا، دعائیں دیں اور پھر ایک طرف
لے جا کر کہنے لگا:
"بڑی خیریت ہوئی میں وقت پر پہنچ گیا۔ عمرو ہلاک
ہو جاتا تو ہم سب عذاب میں مبتلا ہو جاتے۔ اب بہتر یہ

ہے کہ عمرو کو تم لوگ نہ صرف چھوڑ دو بلکہ اس کا ساتھ دو۔"
"استاد! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" ملکہ اسرار حیران
ہوتے ہوئے بولی "یہ تو طلسم اور شہنشاہ افراسیاب کا دشمن
ہے۔ اسے چھوڑ دینے یا اس کا ساتھ دینے کا مطلب ہے
کہ ہم شہنشاہ سے غداری کریں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس
کے بدلے میں وہ ہمیں سزا دینے کی بجائے انعام دے
گا؟"
"بیٹی اسرار!" بوڑھے جادوگر نے اسے سمجھاتے ہوئے
کہا "پرانی کتابوں سے اس کی تصدیق ہو گئی ہے کہ یہ
طلسم شہزادہ اسد کے ہاتھوں فتح ہو گا اور افراسیاب کا
اقتدار باقی نہ رہے گا اس لیے تقدیر سے لڑنا عقل مندی
نہیں۔ افراسیاب تمھارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا، جبکہ شہزادہ
اسد تمھیں نیکی کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ عمرو شہزادہ اسد
کو چھڑانے کی نیت سے یہاں آیا ہے، اس کی مدد کرو تاکہ
وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ بس اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔"
ملکہ اسرار اور بوڑھے جادوگر میں بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں
آخر کار وہ عمرو کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئی۔ عمرو کو رہا کر دیا
گیا۔ اس نے بوڑھے جادوگر کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور پھر سب مل
کر شہزادہ اسد کو رہا کرانے کے منصوبوں پر غور کرنے لگے۔

شہزادہ اسد کی رہائی

عمرو کو اپنی مہم پر روانہ ہوئے دو ہفتے گزر چکے تھے۔ اس مدّت میں مہ رُخ اور حیرت کے درمیان مکمل امن رہا۔ دونوں کی فوجیں اپنی اپنی چھاؤنیوں میں رہیں۔ البتّہ دونوں طرف کے عیّار چھوٹی بڑی وارداتیں کرتے رہتے تھے۔

ملکہ مہ رُخ کو عمرو کی بڑی فکر تھی۔ جاسوسوں سے اُسے اس بات کی تصدیق تو ہو چکی تھی کہ عمرو بھیس بدل کر ملکہ گلگوں کے ساتھ جا چکا ہے لیکن پھر کہیں سے کوئی بھنک نہ پڑی کہ آگے کیا ہُوا؟

ایک رات مہ رُخ کے کہنے پر مہتر قِران اور برق فرنگی حیرت کی چھاؤنی میں خواجہ کی سُن گُن لینے کے لیے گئے۔ خواجہ کے بارے میں تو انھیں کوئی خبر نہ معلوم ہو سکی البتّہ افراسیاب کا وزیر باغبان مع بیوی کے ان کے ہتّھے چڑھ گیا۔ وہ دونوں کو باندھ کر اپنی چھاؤنی میں لے آئے اور

ملکہ مہ رُخ کے سامنے پیش کر دیا۔

باغبان بُہت بڑا جادُوگر تھا۔ وہ دو مرتبہ ڈنکے کی چوٹ خواجہ عمرو کو پکڑ کر افراسیاب کے پاس لے گیا تھا اُسے یقین تھا کہ اب عمرو کے شاگرد اسے قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ اس سے زیادہ اس کی بیوی کو خوف تھا۔ مہ رُخ کے سامنے پیش ہوتے ہی وہ اس سے باغبان کی جاں بخشی کے لیے رو رو کر منّت سماجت کرنے لگی۔ کبھی زمانے میں وہ مہ رُخ کی سہیلی بھی رہ چکی تھی۔ مہ رُخ کا دل اس کی آہ و زاری سے پسیج گیا۔ اُس نے باغبان کو بُہت کچھ سمجھایا بُجھایا اور وعدہ کر لیا کہ اگر وہ افراسیاب کو چھوڑ کر سچّے دِل سے میرے ساتھ شامل ہو جائے تو نہ صرف اس کی جان بخش دی جائے گی بلکہ اعلیٰ مرتبے پر بھی فائز کر دیا جائے گا۔

باغبان نے اس بات کا تو وعدہ کیا کہ رہا ہونے کے بعد میں افراسیاب کا ساتھ چھوڑ کر طلسمِ ہوش رُبا سے دُور کہیں اور چلا جاؤں گا مگر اس بات پر وہ آمادہ نہ ہُوا کہ مہ رُخ کا شریک ہو کر افراسیاب سے لڑے۔ اس پر اس کی بیوی اُسے راضی کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

یہ باتیں جاری تھیں کہ ایک بُوڑھا جادُوگر اُڑتا ہُوا

اور مہ رُخ کے تخت کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ دُوسرے لوگ
اُسے دیکھ کر ہڑبڑا گئے مگر مہ رُخ، بہار، مخمُورہ، باغبان
اور اس کی بیوی کا چہرہ کِھل اُٹھا۔ سب کے مُنھ سے
بے اِختیار نکل گیا "ارے! اِنصاف جادُو! آپ!"
آنے والے نے کہا "ہاں میری بچّیو! میں۔ کہو تم
لوگ خیریت سے تو ہو؟"
"کہیے، آپ کی شاگرد ملکہ اَسرارِ جادُو اور اُس کی نواسی
اراں کا کیا حال ہے؟" مہ رُخ نے آگے آکر اور اُسے
تخت پر اپنے برابر لے جا کر بٹھلاتے ہُوئے پُوچھا۔
بُوڑھا جادُوگر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ باغبان اور اس
ی بیوی پر نگاہ ڈال کر خاموش ہو گیا۔ باغبان کی بیوی
ہائیاں دے دے کر اِنصاف جادُو کو باغبان کی سفارش
ے لیے مجبُور کرنے لگی۔ مہ رُخ نے بُوڑھے جادُوگر کو
ی شرط بتا دی۔ بُوڑھے نے باغبان کو سمجھایا۔ آخر کار
غبان کے دِل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ مہ رُخ اور عمرُو
ق پر ہیں اور افراسیاب اور لقا باختری تاریکی میں بھٹک
ہے ہیں۔ مہ رُخ کا ستارہ اوج پر ہے اور افراسیاب کا
ارہ گردش میں ہے۔ مہ رُخ سُرخ رُو رہے گی افراسیاب
مُنھ کالا ہو گا۔

نتیجہ یہ ہُوا کہ تھوڑی ہی دیر میں باغبان نے سچّے
دِل سے عمرُو اور مہ رُخ کی اِطاعت قبول کی اور قسم
کھائی کہ جان رہے یا جائے، اپنی پُوری قوّت سے
افراسیاب کا مُقابلہ کروں گا۔ اس کے بعد مہ رُخ نے
اُسے آزاد کر دیا۔ سارے سردار اُٹھ اُٹھ کر اس سے گلے
ملے۔ سب نے اُسے راہِ راست پر آنے کی مبارک باد
دی۔ چھاؤنی میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔
باغبان نے سب کا اور خاص طور پر اِنصاف جادُو کا
بہت بہت شکریہ ادا کیا اور مہ رُخ سے کہنے لگا:
"افراسیاب آج سے ٹھیک دو ہفتے بعد شہزادہ اسد کو
قتل کرنے کا اِرادہ رکھتا ہے۔ خواجہ عمرُو شہزادہ اسد کی
رہائی کی فکر میں گئے ہُوئے ہیں لیکن دو ہفتوں سے ان
کی کوئی خبر نہیں ملی۔ بہرحال وہ کامیاب ہوں یا ناکامیاب
ہمیں اپنے طور پر بھی اِس سلسلے میں کچھ کرنا چاہیے۔ اُن
کی کامیابی کی اُمید پر محض اِنتظار کرتے رہنا کسی صُورت
مُناسب نہیں۔"
مہ رُخ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اِنصاف جادُو بیچ میں
بول اُٹھا "میں بھی یہاں اسی کام سے آیا تھا۔"
اِنصاف جادُو ایک شریف آدمی تھا اور ملکہ اَسرار

جادُو کے اُستاد کی حیثیت سے وہ طلسم ہوش رُبا میں بڑا مرتبہ رکھتا تھا۔ اس کے اچانک آنے اور باغبان کو سمجھانے سے یہ بات تو ثابت ہو چکی تھی کہ وہ مہ رُخ کا خیر خواہ ہو چکا ہے۔ مگر اس بات کی کسی کو اُمید نہ تھی کہ وہ شہزادہ اسد کی رسائی کے سِلسلے میں بھی مدد دینے پر آمادہ ہے۔ سب لوگ اُسے حیرت کے ساتھ دیکھنے لگے۔ ایک لمحہ خاموش رہ کر اس نے کہنا شرُوع کیا۔

"قدرت تمھارا کام آسان کر رہی ہے۔ خواجہ عمرو خیریت سے ہیں اور آج کل ملکہ اسرار کے مہمان ہیں۔"

یہ سُنتے ہی ہر شخص نے اِطمینان کا ٹھنڈا سانس لیا۔

اِلصاف جادُو نے پھر کہا "اور تمھیں یہ سُن کر بے حد خوشی ہو گی کہ ملکہ اَسرار اور ملکہ ماراں عمرو کے دوست ہو چکے ہیں۔ انھوں نے عمرو کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" یہ خبر سُن کر ہر شخص کا چہرہ خوشی سے کِھل اُٹھا۔

بُوڑھے نے بات جاری رکھتے ہُوئے کہا "جس رات کی صُبح عمرو کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے، اُس رات ملکہ اَسرار افراسیاب کو غافِل رکھنے کی کوشش کرے گی۔ ماراں عمرو کو اس قید خانے تک پہنچا دے گی

جہاں شہزادہ اسد اور ملکہ مہ جبین قید ہیں۔ خواجہ انھیں قید سے چھڑا کر سیدھے اِدھر آئیں گے۔ لیکن شہرِ ناپُرساں سے یہاں تک بے کھٹکے ان کا پہنچنا مشکل ہو گا۔ سب سے بڑا خطرہ اس وقت ہے جب خواجہ قیدیوں کو چھڑا کر نکل رہے ہوں گے۔ افراسیاب اور اس کے ماتحت بادشاہوں کے لاکھوں جادُوگر شہرِ ناپُرساں کے چپّے چپّے پر تعیُنات اور چوکنّے ہوں گے۔ اس موقع پر اگر آپ لوگ وہاں موجُود ہوں اور افراسیاب اور اس کے آدمیوں کو اپنی طرف متوجّہ کر لیں تو خواجہ کو وہاں سے نکل کر یہاں پہنچنے کا موقع مل جائے گا دو ہفتے باقی ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو خاصی تیاری کر سکتے ہیں۔"

ملکہ بہار نے پُوچھا "آپ چاہتے ہیں کہ ہم شہرِ ناپُرساں پر فوج کشی کر دیں؟"

باغبان نے جواب دیا "نہیں۔ فوج لے کر چڑھائی کی گئی تو افراسیاب کو بہت پہلے خبر ہو جائے گی اور اس سے خواجہ کا کام خطرے میں پڑ جائے گا۔"

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" ملکہ مخمُور نے سوال کیا۔

باغبان نے سوچتے ہُوئے جواب دیا "میری رائے میں چند سردار اور چند عیّار وہاں دُشمن کو اُلجھانے کے لیے

کافی ہوں گے۔ بشرطیکہ وہ خُفیہ طور پر وہاں پہنچیں اور صحیح
وقت پر کارروائی کر کے واپس آنے کی صلاحیت رکھتے
ہوں۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔" مہ رُخ بولی "مگر یہ کیسے
معلوم ہوگا کہ کارروائی کے لیے صحیح وقت کون سا ہے؟"

"میں اس کا جواب جانتا ہُوں۔" الصاف جادُو نے
کہا "خواجہ نے کہا ہے کہ جیسے ہی وہ شہزادہ اسد اور
ملکہ مہ جبین کو چھڑا کر قید خانے سے باہر نکلیں گے زور
دار نعرہ بلند کریں گے۔ جیسے ہی یہ نعرہ سنائی دے،
افراسیاب اور اس کے حامیوں پر حملہ کر دینا چاہیے۔"

سب نے اس خیال سے اِتفاق کیا۔ یہ بات طے ہو
گئی تو عیّار اور چیدہ چیدہ سردار آپس میں مشورہ کرنے
لگے کہ مُقررہ دن شہرِ ناپُرساں پہنچنے اور افراسیاب سے
لڑتے ہُوئے نکل بھاگنے کے لیے کیا ترکیبیں اور کیا
تیّاریاں کی جائیں۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد آخر کار
وہ ایک ایسے منصوبے پر مُتفق ہو گئے۔

وقت گزرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی دوست دُشمن سب
زور شور سے مُقررہ دن کے معرکے کی تیّاریاں کرنے لگے۔
حتیٰ کہ وہ رات شروع ہو گئی جس کی صُبح شہزادہ اسد کو

قتل کیا جانا تھا۔

افراسیاب باغِ سیب میں تھا۔ ملکہ حیرت اپنی چھاؤنی
میں تھی اور مُصوّر جادُو اور دیگر نام ور وزیروں اور سرداروں
کے ساتھ شہرِ ناپُرساں پہنچنے کی تیاری کر رہی تھی۔ شہر
ناپُرساں میں افراسیاب کے بُلائے ہُوئے ماتحت بادشاہ اپنی
فوجوں کے ساتھ پہنچ چکے تھے۔ زمین کے نیچے، زمین کی
سطح پر اور اُوپر آسمان میں جگہ جگہ مُحافظ چوکسی کر رہے
تھے۔ مُحافظوں کو حکم تھا کہ صبح سے پہلے اور تو اور اگر
افراسیاب بھی آئے تو اُسے گُنبدِ نُور کے اِرد گِرد نہ آنے
دیا جائے۔ یہ اِحتیاط اس لیے کی گئی تھی کہ عمرو یا کوئی
دُوسرا عیّار بھیس بدل کر محافظوں کو دھوکا نہ دے سکے
اِتنے سخت اِنتظامات تھے کہ آدمی تو آدمی چیونٹی یا پرندہ
بھی گُنبدِ نُور کے قریب نہ پہنچ سکتا تھا۔ اسی گنبد کے کسی
طِلسمی تہ خانے میں شہزادہ اسد اپنی بیوی ملکہ مہ جبین کے
ساتھ قید تھا۔

رات کی تاریکی گہری ہونی شروع ہُوئی تو ملکہ آسرار
جادُو اپنا شاہی لباس پہن کر تیّار ہو گئی۔ اُس کی
آنکھوں سے بے پناہ عزم جھلکتا تھا۔ عمرو اور ماراں
پہلے ہی اس کے مُنتظر تھے۔ جیسے ہی اُس نے انھیں

آواز دی دونوں اس کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ ملکہ اَسرار
نے کہا:

"ہماری زِندگی کا سب سے نازک مرحلہ آ پہنچا ہے۔
ذرا سی بے اِحتیاطی نہ صرف سارے کیے دھرے پر پانی
پھیر دے گی بلکہ جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ بہر حال
حوصلہ ہارنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں افراسیاب کے پاس
باغِ سیب جاتی ہوں۔ آج رات وہ ایک لمحے کے لیے بھی
پلک نہ جھپکائے گا۔ میں کوشش کروں گی کہ صبح تک
اُسے باتوں میں لگائے رکھوں اور تم لوگوں کا حال جاننے
کے لیے کتابِ سامری نہ دیکھنے دُوں۔ آگے جیسی قِسمت
بس اب تم بھی روانہ ہو جاؤ۔ زندہ رہے تو پھر ملیں گے۔"

ماراں نے چاہا کہ بڑھ کر ملکہ اَسرار سے چمٹ جائے
مگر اُس نے اُسے الگ کرتے ہُوئے کہا "یہ گلے ملنے اور
رونے دھونے کا وقت نہیں۔ دِل کو پتھر بنا لو۔ کام کے
موقع پر دِل میں جُدائی کا دُکھ یا ملال نہیں رکھنا چاہیے
شاباش! حوصلے سے کام لو۔ اچھا میں چلتی ہُوں۔"

یہ کہہ کر ملکہ اَسرارِ جادُو دونوں کی طرف دیکھے بغیر
تیزی سے محل کے باہر نِکل گئی۔ ایک لمحے کے لیے ماراں
کی آنکھوں میں آنسو تھرائے مگر پھر اس نے بھی سر جھٹک

کر دِل کو مضبُوط کر لیا۔

"آؤ خواجہ، ہم اپنی منزل کو چلیں۔" اس نے عمرُو
سے کہا اور محل کے ایک کونے کی طرف چل دی۔ انھوں
نے ایک کے بعد ایک سات تہ خانے طے کیے۔ آخری
تہ خانے میں ایک سُرنگ تھی۔ یہاں ایک لمحہ رُک کر
ماراں نے عمرُو سے کہا "اب میں اژدہا بن کر چلوں گی۔
آپ ملکہ اسرار جادُو بن کر میری پیٹھ پر سوار ہو جائیے
راستے میں دو منزلیں کٹھن ہیں۔ ہمیں دو مُحافِظوں سے نمٹنا
پڑے گا۔ دونوں زبردست جادُوگر ہیں۔ ہم انھیں دھوکا
دے کر آگے نکلنے میں کام یاب ہو گئے تو پھر کوئی خطرہ
نہیں ہے۔"

"کوئی پروا نہیں۔" عمرُو نے کہا "اوکھلی میں سر دیا
تو مُوسلوں سے ڈر کیا۔ اگر خُدا کو منظور ہے تو سارے
مرحلے آسان ہو جائیں گے۔"

ماراں نے لوٹ پوٹ کر اژدہے کا رُوپ دھارا۔ عمرُو
نے اَسرارِ جادُو کا بھیس بنایا۔ دونوں سُرنگ میں داخِل ہو
گئے۔ یہ سُرنگ زمین کے نیچے سے شہزادہ اسد کے قید
خانے تک جانے کا واحد راستہ تھی۔ اس کی حفاظت ملکہ
ماراں اور ملکہ اَسرار جادُو کے سپُرد تھی۔ دونوں اسی طرح

سُرنگ کا دورہ کرکے مُحافظوں کی نگرانی کیا کرتی تھیں۔

آدھی رات تک دونوں کا سفر جاری رہا۔ اس کے بعد راستے میں ایک جگہ ایک حجرہ سا دِکھائی دیا۔ اُس کے دروازے پر ایک خوف ناک شکل کا جادُوگر کھڑا تھا۔ قریب پہنچنے پر اس جادُوگر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر نقلی ملکہ اسرار کو سلام کیا۔ اس نے اِشارے سے سلام کا جواب دیا۔ ماراں چاہتی تھی کہ آگے بڑھ جائے مگر وہ جادُوگر راستہ روک کر کھڑا ہوگیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا:

"نہیں حضُور! میں شربت پلائے بغیر آگے نہ جانے دُوں گا۔ آپ میری افسر ہیں۔ خدمت کا موقع دیجیے۔"

عمرُو نے ضد کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اژدہے سے نیچے اُتر گیا۔ ماراں لوٹ پوٹ کر اصلی شکل میں آ گئی۔ حُجرے میں لے جا کر جادُوگر نے دونوں کو مسہری پر بٹھایا اور خُود شربت تیار کرنے لگا۔ عمرُو چاہتا تھا کہ اُسے بے ہوش کر کے زنبیل میں ڈال لے مگر موقع نہ ملا۔ جادُوگر نے دو گلاس شربت تیار کرکے ان کے سامنے پیش کر دیے۔ عمرُو نے آنکھ بچا کر عرقِ بے ہوشی کی شیشی نکال کر اپنے گلاس میں اُلٹ دی اور جادُوگر کی طرف بڑھا کر کہنے لگا:

"لو، میں نے ایک گھونٹ پی لیا ہے۔ اب یہ تم پی جاؤ۔"

تھوڑی سی حُجت کے بعد جادُوگر نے گلاس لے لیا۔ چاہتا تھا کہ مُنھ سے لگائے کہ دفعتاً وہ شربت شعلہ بن کر اُڑ گیا۔ جادُوگر نے گلاس پھینک کر قہر کی نگاہوں سے نقلی اَسرار جادُو کی طرف دیکھا۔ سارا بہرُوپ اُتر گیا۔ عمرُو اصلی شکل میں اُس کے سامنے تھا۔ اب اس نے ماراں کی طرف دیکھا۔ وہ ویسی ہی رہی۔ وہ غصّے میں سُرخ ہو کر بولا:

"ملکہ ماراں! یہ تُو نے کیا کیا کہ نمک حرامی پر اُتر آئی۔ دُشمن کو دوست اور دوست کو دُشمن بنایا۔ تجھے تو خیر افراسیاب کے سامنے پیش کروں گا پر اس عیّار کو ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا:"

یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ کوئی منتر پڑھ کر عمرُو پر پھُونکے مگر عمرُو پہلے ہی خنجر نکال چکا تھا۔ چھلانگ لگا کر اس کے کندھوں پر جا بیٹھا اور پھر خنجر کے وار کر کے اُسے ڈھیر کر دیا۔ اس جادُوگر کے مرنے سے ایسا شور ہُوا کہ سُرنگ کپکپانے لگی۔

ماراں نے کہا "خُدا کرے یہ آواز اگلے مُحافظ نے نہ سُنی ہو۔ اب جلدی چلو۔ یہاں ٹھہرنا خطرناک ہے۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔"

عمرو نے جلدی جلدی پھر ملکہ اسرار جادو کا بہروپ بھرا اور ماراں لوٹ پوٹ کر اژدہا بنی۔ عمرو اس کی پیٹھ پر سوار ہوا۔ ماراں پوری قوت کے ساتھ سرنگ میں دوڑنے لگی۔

لات کے آخری پہر کے بعد وہ دوسرے جادوگر کی چوکی پر پہنچ گئے۔ ماراں نے عمرو کو تاکید کر دی کہ خواہ کچھ ہو۔ اس جادوگر کو ہلاک یا بے ہوش نہ کرنا۔ دھوکا دے کر نکلنے کی کوشش کرنا۔ لیکن اس جادوگر نے عمرو کو اتنی بھی مہلت نہ دی کہ وہ اس سے کوئی بات کر سکتا۔ یہ راز کسی کو نہ معلوم تھا کہ اس جادوگر نے اپنے حجرے کے آس پاس ایسا جادو کر رکھا تھا کہ اس کی حد میں آنے والے نے خواہ کیسا ہی بہروپ بھر رکھا ہو، اپنی اصلی صورت پر آ جاتا تھا۔

عمرو اس حد میں داخل ہو چکا تھا اور اس کا بہروپ غائب ہو چکا تھا مگر اسے اس کی خبر نہ تھی۔ وہ سمجھا کہ محافظ جادوگر اسے اصلی ملکہ اسرار جادو سمجھ کر اس کے پیر چومنے کے لیے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس لیے جب محافظ جادوگر نے جھک کر اس کے پیر پکڑے تو اسے کوئی اندیشہ نہ ہوا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس کا سر نیچے لٹک رہا تھا

اور محافظ جادوگر اسے ٹانگوں سے پکڑے ہوئے زور زور سے چکر دے رہا تھا۔

ماراں سمجھ گئی کہ بھید کھل چکا ہے۔ محافظ جادوگر چکر دے کر عمرو کا سر سرنگ کی دیوار پر مارنا چاہتا ہے۔ اس نے منتر پڑھ کر محافظ جادوگر پر پھونکا۔ زمین نے اس کے پیر پکڑ لیے۔ عمرو اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ اس کے سر پر سخت چوٹ آئی۔ غصے سے پاگل ہو کر اس نے خنجر نکالا اور محافظ پر جھپٹ کر اس کے جسم کو چھلنی کر دیا۔ ماراں چیختی رہ گئی کہ خواجہ خبردار! اسے ہلاک نہ کرنا۔

محافظ جادوگر کے مرنے کا اندھیرا اور شور کچھ دیر میں ختم ہو گیا تو عمرو نے ماراں سے پوچھا "تم مجھے اس موذی کو مارنے سے کیوں روک رہی تھیں؟"

ماراں نے کہا "خواجہ! آپ نے اسے ہلاک کر کے اچھا نہیں کیا۔ افراسیاب اس وقت باغ سیب میں ہو گا۔ وہاں ایک درخت ہے۔ مرنے والے جادوگر کا اس درخت سے خاص تعلق ہے۔ افراسیاب نے کچھ ایسا کر رکھا ہے کہ اگر کوئی اس جادوگر کو بے ہوش کرے تو وہ درخت سوکھ جائے اور اگر کوئی اسے ہلاک کر دے تو اس میں سے شعلے

شعلے نکلنے لگیں۔ اب ضرور اس میں سے شعلے نکل رہے ہوں
گے اور افراسیاب کو پتا چل گیا ہوگا کہ اس کا کوئی دشمن
شہزادہ اسد کے قید خانے تک پہنچا چاہتا ہے۔

عمرو کے بھی ہوش اُڑ گئے۔ مگر جلد ہی خود کو سنبھالتے
ہوئے بولا "یہاں سے جس قدر جلد ممکن ہو مجھے قید خانے
تک پہنچا دو۔ اب میں افراسیاب کا بہروپ بھر کر چلوں گا۔"

ماراں لوٹ پوٹ کر پھر اژدہا بن گئی۔ عمرو اُس کی
پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ ماراں پوری قوّت سے سُرنگ میں دوڑنے
لگی۔ عمرو اس کی پیٹھ پر بیٹھا بیٹھا افراسیاب کا بہروپ بھرتا
رہا۔ پَو پھٹنے کے وقت تک ماراں نے عمرو کو قید خانے
کے دروازے پر پہنچا دیا۔ عمرو نے ماراں کو شاباش دیتے
ہوئے کہا "بس اب تم یہیں سے واپس چلی جاؤ۔ گھر
جا کر مہ رُخ کی چھاؤنی میں پہنچنے کی کوشش کرنا۔ مجھے
صرف چند لمحے درکار ہیں۔ افراسیاب ضرور آ رہا ہوگا مگر
میں اس سے پہلے ہی قیدیوں کو لے اُڑوں گا۔"

ماراں سُرنگ کے راستے اپنے محل کو جانے کے لیے
پلٹی اور عمرو نے قید خانے کے دروازے پر جا کر نعرہ لگایا
"منم شہنشاہ افراسیاب! دروازہ کھولو۔" پابندی کا وقت
ختم ہو چکا تھا۔ قید خانے کے محافظ بھاگے ہوئے آئے

اور دروازہ کھول کر نقلی افراسیاب کو سجدہ کرنے لگے۔

نقلی افراسیاب نے انھیں شاباش دینے کے ساتھ ساتھ
مُٹھیاں بھر بھر کر موتی دیے اور کہا "دوسری کوٹھری میں
جا کر آپس میں بانٹ لو۔ میں ذرا قیدیوں سے بات
کرتا ہوں۔" سارے محافظ موتی لے کر دوسری کوٹھری میں
چلے گئے۔

عمرو قیدیوں کی طرف متوجّہ ہوا۔ شہزادہ اسد اور مہ جبین
نے اُسے افراسیاب سمجھتے ہوئے غصّے کی نظروں سے گھورا
عمرو نے انھیں اپنی آنکھ کا تِل دِکھا کر مطمئن کیا، جلدی
جلدی ان کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کاٹیں اور دونوں کو
بحفاظت کراماتی زنبیل کے اندر رکھ لیا۔ اسی لمحے قید خانے
کے باہر زبردست گڑبڑ محسوس ہوئی۔ اصلی افراسیاب چیختا
چنگھاڑتا چلا آ رہا تھا۔ عمرو نے جلدی سے کراماتی چادر
اوڑھی اور قید خانے سے نکل گیا۔

افراسیاب شام ہی سے بڑا چوکس تھا۔ شہرِ ناپُرساں
کی ناکا بندی اور قید خانے کے اِرد گرد
تک پہنچنے والے سارے راستوں کی حفاظت کی نگرانی
اس نے اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی۔ لاتعداد جادوگر سرار
اُس نے محافظوں کی جاسوسی کرنے کے لیے مقرّر کر دیے

تھے جو اسے دم دم کی خبریں پہنچا رہے تھے۔

اپنے سارے مُصاحبوں، مشیروں اور وزیروں کو اس نے کام پر لگا رکھا تھا جس کی وجہ سے آج پہلی بار وہ باغِ سیب میں تنہا بیٹھا تھا۔ لوگ آتے، رپورٹ دیتے اور ہدایت لے کر چلے جاتے۔ خالی وقت میں اس سے بات کرنے والا کوئی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ملکہ اَسرار جادو اس کے پاس پہنچی تو واقعی وہ بہت خوش ہوا۔ "آؤ ملکہ اَسرار!" افراسیاب نے کہا "اپنی نواسی کو نہیں لائیں؟"

"عالی جاہ!" ملکہ اسرار نے کہا "اُسے بھی لے آتی تو سُرنگ کی نگرانی کون کرتا؟"

افراسیاب نے جواب دیا "مجھے سُرنگ کی طرف سے کوئی فکر نہیں۔ اوّل تو اس تک پہنچنا کسی کے لیے ممکن نہیں اور اگر پہنچ بھی جائے تو ماراں اور سُرنگ کے مُحافظ اس سے اچھی طرح نپٹ لیں گے۔ تمہارے لیے میرا حکم یہی ہے کہ بیٹھ کر باتیں کرو۔ ساری رات جاگ کر گزارنی ہے۔"

ملکہ اَسرار اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی۔ پھر باتوں میں باتیں جوڑنے کا اس نے ایسا دلچسپ سلسلہ شروع کیا کہ افراسیاب کسی اور بات کی طرف دھیان ہی نہ دے

سکا۔ البتہ کبھی کبھار اس درخت پر ضرور نگاہ ڈال لیتا جو سُرنگ کے مُحافظ کی حالت ظاہر کرتا تھا۔

رات کا آخری پہر شروع ہونے تک سب چیزیں ٹھیک ٹھاک دکھائی دے رہی تھیں۔ ملکہ اَسرار دل میں یہ سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ عمرو دُوسرے مُحافظ کو دھوکا دے کر آگے نکل چُکا ہوگا۔ افراسیاب سمجھ رہا تھا کہ کسی کو شہزادہ اسد کو چھُڑانے کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی۔

دفعتاً ایک دھماکے کی آواز آئی۔ سُرنگ کے مُحافظ کی حالت ظاہر کرنے والے درخت میں شُعلے بھڑکے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے جل کر راکھ ہو گیا۔ افراسیاب کے جیسے بچھّو نے ڈنک مار دیا۔ ملکہ اَسرار جادُو کو ایک زور دار تھپّڑ مارتے ہُوئے وہ گرجا "نمک حرام! مُحافظ کو عمرو کے سوا کوئی ہلاک نہیں کر سکتا اور عمرو تیری سازش کے بغیر سُرنگ میں نہیں داخل ہو سکتا۔ اب تجھے ایسی عبرت ناک سزا دُوں گا کہ زمین آسمان بھی رونے لگیں گے۔"

ملکہ نے جب دیکھا کہ بھید کھُل چُکا ہے اور افراسیاب عمرو سے پہلے قید خانے پہنچ کر سارا منصوبہ ناکام بنا دے گا تو اس نے فیصلہ کیا کہ جتنی دیر ہو سکے افراسیاب کو اُلجھائے رکھا جائے۔ یہ سوچ کر وہ افراسیاب سے مقابلے

پر اُتر آئی ۔ دونوں کے درمیاں جادُو منتر کی خوف ناک جنگ ہونے لگی ۔ آخر کافی جدّوجہد کے بعد افراسیاب اس پر غالب آ گیا ۔ ملکہ اَسرار بے ہوش ہو گئی افراسیاب اُسے پنجے میں داب کر شہرِ ناپُرساں کی طرف اُڑ کر چلا ۔

یہ وہ وقت تھا کہ دوسری طرف سے عمرؔو کے شاگرد عیّار اور جادُوگر سردار اُڑن تختوں پر سوار شہرِ ناپُرساں کی طرف چلے آ رہے تھے ۔ عیّار ملکہ حیرت ، مُصوّرہ اور افراسیاب کے دُوسرے حمایتیوں کو بے ہوش کر کے اُن کا بہرُوپ بھر کر چلے تھے اور ملکہ مہ رُخ ، بہار ، باغبان اور چند دُوسرے سرداروں نے ملکہ حیرت اور مُصوّر کے خادموں کا بہرُوپ بنا رکھا تھا ۔

افراسیاب کے شہرِ ناپُرساں کے قریب پہنچتے پہنچتے یہ لوگ بھی وہاں پہنچ گئے ۔ افراسیاب نے ملکہ حیرت کا اُڑن تخت دیکھا تو ملکہ اَسرار کو اس کی طرف اُچھالتے ہوئے چیخا " ملکہ حیرت ! لینا اس نمک حرام کو ۔ قید خانے سے پلٹ کر اس کی خبر لُوں گا ۔" ملکہ اَسرار نقلی ملکہ حیرت کے تخت پر جا گری ۔ افراسیاب قید خانے کی طرف چلا تو نقلی ملکہ حیرت نے ہمراہیوں کی مدد سے اس کی بے ہوشی دُور کر دی ۔

اُدھر عمرؔو کرامتی چادر اوڑھے ہوئے گنبدِ نُور کی بھُول بھُلیّوں سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور افراسیاب گُنبد سے باہر نکلنے کے راستوں کو جادُو سے بند کرتا ہُوا چپّے چپّے میں اُسے تلاش کر رہا تھا ۔ عمرؔو باہر نکلنے کے جس دروازے پر پہنچتا اُسے سختی سے بند پاتا ۔ تھک ہار کر وہ خاموشی سے افراسیاب کے پیچھے لگ گیا ۔

افراسیاب نے گُنبد کے اندر عمرؔو کا کوئی نشان نہ پایا تو گھبرا کر باہر نکلا اور مُحافظوں کو عمرؔو کو ڈھونڈنے کی ہدایات دینے لگا ۔ شہرِ ناپُرساں کے گلی کُوچوں اور چاروں طرف کی ناکا بندی پہلے ہی سے تھی ۔ اب سختی سے ہر شخص کی تلاشی لی جانے لگی ۔ مُنہ دُھلوایا جانے لگا کہ اگر بہرُوپ میں ہو تو راز کُھل جائے ۔

عمرؔو افراسیاب کے پیچھے ہی گنبدِ نُور سے باہر نکل چکا تھا ۔ وہ جانتا تھا کہ افراسیاب اس کی کرامتی چادر کے کرشمے سے واقف ہے ۔ اس نے سوچا اب مجھے ضرُور ظاہر ہو جانا چاہیے ورنہ اگر افراسیاب نے شہرِ ناپُرساں کے گرد کوئی طلسمی حِصار قائم کر دیا تو باہر نکلنا ناممکن ہو جائے گا ۔ یہ خیال کر کے مُحافظوں کے ایک غول کے پیچھے پہنچ کر اس نے کرامتی چادر زنبیل میں رکھی ، خنجر ہاتھ

میں سنبھالا اور نعرہ لگایا "منم خواجہ عمرِو۔ جو روک سکے روک لے۔" مُحافِظ جادُوگر اس آواز پر چونکے ہی تھے کہ عمرِو چھلانگ لگا کر اُن پر جھپٹ پڑا۔ آناً فاناً دو جادُوگر خاک و خون میں تڑپنے لگے۔

عمرِو نے شہرِ ناپُرساں سے باہر جانے والے راستے پر دوڑ لگا دی۔ عین اسی موقعے پر دُوسری جانب سے نقلی حیرت اور مُصوّر وغیرہ کے ساتھیوں نے شہرِ ناپُرساں اور افراسیاب کے مُحافِظوں پر آگ پتھر کی خوف ناک جادوئی برسات شرُوع کر دی۔ افراسیاب اور اس کے مُحافِظ سمجھے یہی لوگ عمرِو کو لیے جاتے ہیں۔ سب اُن کی طرف متوجّہ ہو گئے۔ عمرِو اس موقع سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھاتے ہُوئے شہرِ ناپُرساں کی حد سے باہر نِکل گیا۔

عمرِو کے حامی جادوگر اسرار اور عمرِو کے شاگرد عیّار خاصی دیر تک افراسیاب سے لڑتے رہے۔ جب اُنھیں اندازہ ہو گیا کہ عمرِو یہاں سے نِکل گیا ہو گا تو اندھیرے کے بادل ہر طرف پھیلا کر وہ بھی اپنی چھاؤنی کو چل دیے۔

دُھوئیں کے بادل غائب ہونے کے بعد افراسیاب نے آسمان کا جائزہ لیا۔ دُور دُور تک عمرِو کے دوستوں کا پتا نہ تھا۔ وہ سمجھا کہ سب زمین پہ اُتر کر شہرِ ناپُرساں میں

کسی جگہ چھپ گئے ہیں۔ شہر کی نئے سرے سے ناکا بندی کر کے اس نے گھر گھر کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ جتنے عرصے وہ اس کام میں اُلجھا، عمرو اور اس کے سارے ساتھی بحفاظت اپنی چھاؤنی میں پہنچ گئے۔ شہرِ ناپرساں میں عمرو اور اس کے ساتھیوں کا کوئی پتا نہ چلا تو افراسیاب کے چند ماتحت بادشاہ اس کی ناکامی پر طنز کرنے لگے۔ اسی عرصے میں اصلی حیرت اور مُصوّر وغیرہ بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ افراسیاب نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں اس سارے معاملے کو کھیل سمجھتا رہا ہوں مگر اب کچھ لوگ میرا مذاق اُڑانے لگے ہیں۔ شاید وہ مجھے باغیوں اور عیّاروں کے مقابلے میں کمزور سمجھتے ہیں۔ یہ میری توہین ہے۔ ابھی دکھائے دیتا ہوں کہ میں کتنی طاقت رکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ فرّاٹے بھرتا ہوا مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف چل دیا۔ ملکہ حیرت اور ماتحت بادشاہ بھی اس کے پیچھے ہو لیے۔ مہ رُخ کی بارگاہ میں عمرو اور باغبان سمیت سارے عیّار اور نامور سردار اکٹھے تھے۔ ابھی عمرو نے شہزادہ اسد اور ملکہ مہ جبین کو زنبیل سے نہ نکالا تھا کہ افراسیاب ان کے سر پہ آ پہنچا۔ اس نے زور دار نعرہ

لگانے کے ساتھ کچھ ایسا جادو کیا کہ بارگاہ کے اندر موجود ہر شخص مرگی کے دورے میں مبتلا ہو کر فرش پر تڑپنے لگا اور بارگاہ کے اِرد گرد پڑی ہوئی فوج بے ہوش ہو گئی۔ یہ کام کر کے افراسیاب نے نعرہ لگایا اور ڈبکی لگا کر زمین کے اندر اُترتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد مہ رُخ کی بارگاہ کے اِرد گرد کی زمین سے دھواں نکلنے لگا۔ دیکھنے والے حیران کہ افراسیاب نے زمین میں ڈبکی کیوں لگائی اور یہ بارگاہ کے چاروں طرف دھواں کیوں اُٹھ رہا ہے۔

ابھی وہ اسی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ ایک زور دار تڑاخے کی آواز کے ساتھ زمین کا وہ ٹکڑا جس پر مہ رُخ کی بارگاہ قائم تھی، آہستہ آہستہ اُوپر کو اُٹھنے لگا۔ پھر چند لمحوں بعد وہ گیند کی طرح آسمان کی سمت اُچھلا اور کوئی دو سو گز آگے زمین سے کوئی آٹھ فٹ اُوپر ٹھہر گیا۔ جس جگہ سے یہ ٹکڑا اُچھلا تھا وہاں ایک زبردست غار بن گیا تھا لیکن دیکھنے والوں کے بدن میں جس بات سے جھرجھری پیدا ہو گئی وہ یہ تھی کہ زمین کا یہ الگ ہونے والا پہاڑ جتنا ٹکڑا افراسیاب اپنے دونوں ہاتھوں میں اُٹھائے ہوئے تھا۔

"میں اِس بوجھ کو شہر ناپُرسان تک اسی طرح لے جاؤں گا۔" افراسیاب نے غرور میں آ کر کہا "کیا سامری اور جمشید نے بھی کبھی ایسا کارنامہ کیا تھا؟"

ملکہ حیرت کا کلیجا پھٹا جا رہا تھا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ جوش کے سبب افراسیاب یہ بوجھ اُٹھائے تو ہوئے ہے مگر زیادہ دیر تک اُسے سنبھالے نہ رہ سکے گا اور اس کی ہڈیاں سُرمہ بن جائیں گی۔ وہ تڑپ کر بولی "بس حضور! یہ بوجھ پھینک دیجیے۔ سب آپ کی طاقت کے قائل ہو چکے ہیں۔"

افراسیاب خود بھی اس بوجھ سے عاجز آ گیا تھا۔ اس نے کوئی منتر پڑھا اور للکارا "اے سامری اور جمشید کے غلامو! حاضر ہو۔"

آناً فاناً آٹھ آٹھ فٹ کے چار طلسمی پُتلے زمین سے نکل کر اس کے سامنے آئے۔ افراسیاب نے اُن سے کہا "یہ بوجھ سنبھالو!" چاروں پُتلے چاروں کونوں پر جا کھڑے ہوئے۔ زمین کا ٹکڑا ان کے سروں پر اٹک گیا اور افراسیاب نے اپنے ہاتھ نیچے کر لیے پھر پُتلوں سے بولا:

"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ یہاں سے شہر ناپُرسان تک ہم پیدل چلیں گے کہ خلقت بھی یہ تماشا دیکھ لے۔"

اِتّفاق سے اِسی موقع پر شہنشاہ کوکب کے بھیجے ہُوئے طِلسمی جاسُوس بھی اِدھر آ نِکلے ۔ یہ منظر دیکھ کر وہ اُلٹے پیروں واپس ہُوئے اور جو کُچھ دیکھا تھا ۔ کوکب کے سامنے بیان کر دیا ۔

کوکب تڑپ اُٹھا ۔ بے ساختہ اس کے مُنہ سے نِکلا:

"میں ابھی جا کر افراسیاب کا غرُور ٹھکانے لگاتا ہُوں"

چند ضرُوری اِنتظامات کے بعد کوکب روانگی کے لیے تیار ہو گیا ۔ لیکن عین موقع پر اس کے اُستاد برہمن رُوئیں تن کا ایک خط اُسے مِلا ۔ لکھا تھا "خبردار! اپنے طِلسم سے قدم باہر نہ نکالنا یہ وقت تیرے لیے اچھا نہیں ہے ۔

اپنے اُستاد کے حکم کی خلاف ورزی اس کے بس کی بات نہیں تھی ۔ وہ سوچنے لگا کہ آخر عمرو کی مدد کے لیے کِسے بھیجا جائے ۔ اِتنے میں اس کا ایک بھائی اطلس جادُو اس کے پاس آیا ۔ کوکب نے اپنی پریشانی اس سے بیان کی ۔ اس نے کہا "میرے ہوتے آپ کو فِکر کرنے کی ضرُورت نہیں ۔ میں تنہا جا کر افراسیاب سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن عمرو اور اس کے ساتھیوں کو بغیر لڑے بھڑے بچا ضرُور سکتا ہُوں ۔"

کوکب نے اسے مُہم پر جانے کی اِجازت دے دی۔

اطلس جادُو نے رُخصت ہو کر منتر پڑھا ۔ ایک ناند اُڑتی ہُوئی آ کر اس کے سامنے ٹھہری ۔ اطلس اس ناند میں بیٹھ گیا۔ ناند پھُر سے اُڑی اور تیزی سے چکّر کھاتے ہُوئے ایک طرف کو جا کر غائب ہو گئی ۔

افراسیاب کے جلُوس نے شہر ناپُرساں کا آدھا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ اطلس جادُو کی ناند اُڑتی ہُوئی ملکہ مہ رُخ کی بارگاہ کے اندر جا پہنچی ۔ وہاں سب لوگ مرگی کے طِلسمی دوروں میں مُبتلا تھے ۔ اطلس جادُو نے افراسیاب کا منتر اُتارنے کی کئی کوششیں کیں لیکن کام یاب نہ ہو سکا ۔ مجبُوراً اس نے سب لوگوں کو اسی حالت میں اُڑن تختوں پر سوار کِیا، ان کی جگہ بارگاہ میں انھی جیسے پُتلے بنا کر رکھ دیے اور اِحتیاط کے ساتھ سب کو لے کر اُڑتا ہُوا دُور ایک پہاڑی درّے میں جا اُترا ۔ افراسیاب اور اس کے ساتھیوں کی اس طرف پیٹھ تھی ۔ اطلس جادُو کی کارروائی کو کوئی نہ دیکھ سکا ۔

کچھ دُور اور آگے چلنے کے بعد اچانک افراسیاب کے دل کو کھٹکا ہُوا ۔ ساتھیوں کو چلتے رہنے کی ہدایت کر کے وہ خُود اُڑ کر بارگاہ میں آیا ۔ پہلی نظر میں اُسے سب کچھ پہلا جیسا نظر آیا ۔ سارے سردار اور عیّار مرگی کے

دورے میں ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ یہاں سے وہ پلٹا۔ اسی
حالت میں ایک سردار کے پُتلے پر اس کا پیر پڑ گیا۔
پُتلا اس جگہ سے جہاں اس کا پاؤں پڑا تھا ٹوٹ گیا۔
افراسیاب نے فوراً کتابِ سامری کھول کر دیکھی۔ ساری حقیقت
اس پر ظاہر ہو گئی۔ وہ جوش میں بھرا ہُوا اطلس جادُو
کی پناہ گاہ کی جانب اُڑ چلا۔

اطلس عمرو اور اس کے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کر کے
ان پر سے افراسیاب کا جادُو اُتارنے کی کوشش کر رہا
تھا کہ افراسیاب اس کے سر پر جا پہنچا۔ دونوں کے
درمیان زبردست لڑائی شروع ہو گئی۔ آخر میں افراسیاب کا
پلّا بھاری رہا اور اطلس جادُو اس کے ہاتھوں مارا گیا۔

اطلس کے مرنے سے تاریکی پھیلی تو افراسیاب ایک
جگہ کھڑا ہو کر روشنی کا اِنتظار کرنے لگا۔ اندھیرا چھٹ
گیا تو وہ اس درّے کی طرف لپکا جہاں عمرو اور اس
کے ساتھی جادُو کے اثر میں پڑے ہُوئے تھے۔ اس درّے
کے علاوہ اس نے پہاڑ کا چپّا چپّا چھان مارا مگر عمرو اور
اس کے ساتھی اُسے کہیں بھی نہ دِکھائی دِیے۔ حیران تھا
کہ چند لمحے پہلے سب یہاں موجود تھے۔ اچانک غائب
کیسے ہو گئے! اس نے پھر کتابِ سامری کھولی۔ پتا چلا

کہ جس وقت وہ اطلس جادُو سے لڑ رہا تھا ملکہ بُرّاں اُس کے
قیدیوں کو اُٹھا کر لے گئی اور اب اپنے باغ میں ان کا جادُو
اُتارنے کی کوشش کر رہی ہے ـــــ افراسیاب تھوڑی ہی دیر
میں ملکہ بُرّاں کے سر پر جا پہنچا۔ ملکہ کے منتر سے قیدیوں
کو تھوڑا تھوڑا ہوش آ چلا تھا۔ افراسیاب کو سامنے دیکھ کر ملکہ
اس پر شیرنی کی طرح جھپٹ پڑی۔ دونوں میں سخت مقابلہ ہُوا
ملکہ بُرّاں افراسیاب کے ایک وار سے بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ افراسیاب
چاہتا تھا کہ قیدیوں کو لے کر واپس پلٹے کہ شہنشاہ کوکب للکارتا
ہُوا اس کے سامنے آ گیا۔ دونوں ایک دُوسرے کے ہم پلّہ
تھے۔ ایسی لڑائی ہُوئی کہ زمین آسمان تھرّانے لگے۔ آخر
میں دونوں زخمی ہو کر لڑکھڑانے لگے۔

اسی لمحے افراسیاب کی نانی ملکہ ماہیان زمین سے نِکلی اور افراسیاب
کو لے کر زمین کے اندر غائب ہو گئی۔ کوکب نے موقع پا کر جادو
سے اپنے زخم ٹھیک کیے اور عمرو اور مہ رُخ وغیرہ پر سے
افراسیاب کا جادُو دُور کیا ـــــ عمرو نے شہزادہ اسد اور مہ جبین کو
زنبیل میں سے باہر نکالا۔ انھیں دیکھ کر سب نے خوشی کے نعرے
بلند کیے۔ کوکب نے کہا "اب طِلِسمِ ہوش رُبا کی تختی کی فِکر کرنی چاہیے۔"

کوکب سے رخصت ہو کر سب لوگ اپنی چھاؤنی
میں واپس پہنچے۔ کئی دِن تک زبردست جشن منایا گیا۔

طِلِسم کی تختی

ملکہ ماہیان افراسیاب کو لے کر سیدھی طِلسمِ ظُلمات پہنچی۔ اس کے زخموں کو جادُو سے ٹھیک کیا اور سمجھاتے ہوئے کہنے لگی: "تجھے تنِ تنہا دُشمن کے مُلک میں جا کر جنگ نہیں کرنی چاہیے تھی۔ بُرا کیا کہ کوکب سے بگاڑ پیدا کیا۔ اس سے بھی زیادہ بُرا یہ ہوا کہ طِلسم کُشا چھوٹ گیا۔ مگر زیادہ فِکر کی بات نہیں، وہ لَوح (تختی) کے بغیر تیرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اب لَوح کو کسی ایسی جگہ چھُپا دے کہ دُشمن کی رُوح بھی اس تک نہ پہنچ سکے۔"

افراسیاب سلام کر کے اس سے رُخصت ہوا۔ باغِ سیب میں پہنچ کر اس نے طِلسمی تہ خانے سے لَوح نکالی۔ اس جیسی چند دُوسری تختیاں جادُو سے بنائیں۔ اس کے بعد نقلی تختیاں تو اس نے اپنے مُشیروں کے ذریعے مختلف علاقوں میں بھجوا کر محفوظ کرا دیں اور خود اصلی تختی کو خُفیہ طور پر لے جا کر باغِ سیماب میں طِلسمی گُلدستوں کے نیچے چھُپا دیا۔ پھر ایک زبردست جادُوگر کو اس باغ کی حفاظت پر مامُور کر کے حکم دیا کہ میرے

سوا جو بھی اس باغ میں داخل ہونا چاہے، اُسے گرفتار کر لیا جائے۔

یہ اِنتظام کر کے وہ باغِ سیب میں واپس آ گیا اور امیر حمزہ اور شہزادہ اسد کو جنگ میں مشغول رکھنے کے لیے فوجیں بھیجنے لگا۔

اُدھر ملکہ مہ رُخ، باغبان، عمرو اور شہزادہ اسد دُشمنوں سے جنگ کرنے کے ساتھ ساتھ طِلسم کی لَوح کا پتا چلانے کی بھی کوشش کرتے رہے۔ انھوں نے ایک ایک کر کے طِلسم کی ساری نقلی لوحیں حاصل کر لیں لیکن اصلی لَوح کا پتا نہ چلا سکے۔ آخر میں انھوں نے شہنشاہ کوکب سے مدد چاہی اور اس نے بڑی ترکیبوں سے آخر کار پتا چلا ہی لیا کہ اصلی لَوح باغِ سیماب میں چھپائی گئی ہے۔

یہ راز معلوم ہونے پر سب نے آپس میں مشورہ کیا۔ طے پایا کہ ملکہ مہ رُخ دُشمنوں سے جنگ کرتی رہے اور عمرو، اسد، باغبان، بہار اور مخمور باغِ سیماب پہنچ کر لَوح کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

وقتِ مُقررہ پر یہ لوگ ایک ایک کر کے اپنی چھاؤنی سے نِکلے اور بھیس بدل کر باغِ سیماب کی طرف چل دیے۔ ہر ایک کے نقلی پُتلے بدستور چھاؤنی میں رہے۔ ملکہ مہ رُخ کے سوا کسی کو بھی یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ یہ لوگ کب، کہاں اور کس ارادے سے گئے ہیں!

طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھاتے اور دیس دیس کا پانی پیتے آخر وہ باغ سیماب جا پہنچے۔ مُحافظ جادُوگر کو انھوں نے دھوکا دینے کی بڑی کوششیں کیں لیکن کوئی ترکیب کام یاب نہ ہو سکی۔ آخر ایک دن سب نے مل کر اس پر حملہ کر دیا۔ باغ کا مُحافظ جادُوگر ان سے برتر تھا۔ شدید مقابلے کے بعد اس نے ان سب کو گرفتار کر لیا مگر عین موقع پر شہنشاہ کوکب نے پہنچ کر اس جادوگر کو ہلاک کر کے انھیں رہائی دلائی۔ لیکن قبل اس کے کہ شہزادہ اسد طِلسمی گل دستے کے نیچے سے اصلی لَوح نکالتا افراسیاب وہاں جا پہنچا اور جان کی بازی لگا کر لَوح نکال لے گیا۔

اس واقعے کے بعد افراسیاب نے اپنے خیر خواہوں کو طلب کر کے مشورہ کیا۔ سب نے ایک رائے ہو کر کہا کہ سامری کے پوتے شہنشاہ داؤد سے زیادہ لَوح کی حفاظت اور کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ داؤد اتنا بڑا جادُوگر تھا کہ افراسیاب جیسے کتنے ہی دوسرے بڑے بڑے شہنشاہ اس کے آگے سر جُھکاتے تھے اور وہ طاقت کے بل بُوتے پر اپنے ملک میں خُدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔

افراسیاب نے قاصد کے ذریعے داؤد سے طِلسم کی لَوح قبول کرنے کی درخواست کی۔ اُس نے ہامی بھر لی تو افراسیاب عیاروں اور مشیروں کے ساتھ لَوح لے کر اس کے پاس روانہ ہو گیا۔ شہنشاہ کوکب کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ اُس نے شہزادہ اسد کو

خبر کر دی۔

اس مرتبہ خواجہ عمرو نے بیڑا اُٹھایا کہ میں لوح حاصل کر لُوں گا۔ وہ بھی عیاروں کو لے کر اس مُہم پر روانہ ہو گئے۔ راستے میں ان کی افراسیاب کے قافلے سے مُڈ بھیڑ ہو گئی۔ انھوں نے افراسیاب کو دھوکا دینے کی کئی کوششیں کیں، لیکن صرصر اور صبا رفتار عیارنوں نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔

تھک ہار کر عمرو نے اپنے شاگردوں سے کہا: "یہ کم بخت عیارنیں ہماری دال نہیں گلنے دیتیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم قافلے کو چھوڑ کر اس سے پہلے شہنشاہ داؤد کے پاس پہنچ جائیں۔ وہیں کوئی عیاری کام دے سکتی ہے۔"

شاگردوں نے کہا: "اُستاد! ہم ان عیارنوں کو نیچا دکھائے بغیر افراسیاب کے قافلے کو نہ چھوڑیں گے۔ آخر بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، ایک نہ ایک دن ضرور چھُری کے نیچے آئے گی۔"

اس بات چیت کے بعد اُستاد شاگرد ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ عمرو داؤد کے شہر چلا گیا۔ اس کے شاگرد بھیس بدل کر افراسیاب کے ساتھ لگے رہے۔

افراسیاب لوح کو لیے ہوئے داؤد کے شہر جا پہنچا۔ شہنشاہ داؤد نے اسے ایک ہفتے کے بعد دربار میں پیش ہونے کی

اجازت دے دی۔ عمرو اور اس کے شاگردوں کو معلوم ہو چکا
تھا کہ شہنشاہ داوَد کو لوح مل گئی تو وہ اُسے کسی ایسے ہتالے
میں محفوظ کرا دے گا جب تک کسی انسان کی پہنچ نہ ہو سکے
گی۔ اُنھوں نے سرتوڑ کوششیں کر ڈالیں مگر وہ افراسیاب کے
قبضے سے لوح حاصل نہ کر سکے حتیٰ کہ مُقررہ دن افراسیاب مع
مُشیروں اور عیاروں کے شہنشاہ داوَد کے دربار میں پیش ہو گیا۔

شہنشاہ داوَد بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنے تخت پر
بیٹھا تھا۔ بڑے بڑے بادشاہ اور سردار دربار میں موجود تھے
مگر داوَد کا رُعب اِتنا تھا کہ کسی کو آنکھ اُٹھا کر اس کا چہرہ
دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ البتہ افراسیاب کی عیارنیں صرصر
اور صبا رفتار، بار بار نگاہیں بچا کر شہنشاہ کو دیکھتیں اور اِسی
طرح شہنشاہ بھی چوری چوری عیارنوں پر نگاہ ڈالتا رہتا۔ ایسا لگتا
تھا کہ داوَد اور عیارنیں دونوں ہی ایک دُوسرے سے نگاہیں چُرا
رہے ہیں اور شاید کچھ پریشانی بھی محسُوس کر رہے ہیں۔

آخر داوَد نے افراسیاب کو اشارہ کیا۔ وہ اُٹھ کر تخت کے
قریب گیا اور نذرانے پیش کرنے کے بعد ہاتھ جوڑ کر عرض کیا:

" زمین اور آسمان پر حضوُر کا حُکم ہمیشہ جاری رہے۔ دُشمن
مجھے اور میرے طلسم کو مٹانے پر تُلا ہُوا ہے تاکہ حضوُر کے
بزرگوں کا نام میرے طِلسم سے مٹا دیا جائے۔ اب یہ لوح

لے کر حاضر ہُوا ہُوں۔ دُشمن اس کے بغیر میرا کچھ نہ بگاڑ سکے
گا۔ طِلسم کُشا اور اس کے عیار اسے حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی
کا زور لگا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ یہاں بھی موجود ہوں۔ مہربانی
فرما کر یہ لوح مجھ سے لے لیجیے اور ایسی جگہ محفوظ کر دیجیے
کہ عیاروں کو اس کی بھنک بھی نہ پڑ سکے۔ ورنہ حضوُر....!"

داوَد غضب ناک ہو کر بولا" افراسیاب! کیا تُو مابدولت کو
دُشمن کے عیاروں سے مرعُوب کرنا چاہتا ہے؟"

افراسیاب کانپ اُٹھا۔ بولا" نہیں عالیجاہ! میں صرف احتیاط
کی غرض سے ان کا ذکر کر رہا تھا۔"

اس گفت گُو کے دوران بھی داوَد عیارنوں سے اور عیارنیں
داوَد سے گھبراہٹ محسُوس کرتی رہیں۔ ایک بار ایسا ہوا کہ داوَد
کی نگاہ صرصر اور صبا رفتار کی نگاہوں سے ٹکرا گئی۔ آنکھیں لڑ
جانے کے بعد دونوں ایک دُوسرے کو غور سے دیکھنے لگے۔
پہلے پہل دونوں کے چہروں پر گھبراہٹ کے آثار دِکھائی دیئے
مگر پھر اِطمینان اور خُوشی کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں جیسے تینوں
کو کسی اندیشے سے نجات مل گئی ہو۔

عیارنوں سے مطمئن ہو کر داوَد نے افراسیاب سے طِلسم کی
لوح لے لی۔ افراسیاب سلام کر کے اپنی جگہ پر بیٹھنے کے
لیے پیچھے ہٹا تو داوَد بولا" ٹھہرو! کتاب سامری بھی مجھے دے دو۔"

یہ سُنتے ہی افراسیاب کا دل دھڑک اُٹھا۔ اُس نے سوالیہ نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا تو سب نے اشارہ کیا کہ کتابِ سامری دینے میں کوئی ہرج نہیں۔ ناچار افراسیاب نے کتاب جیب سے نکال کر داؤد کو پیش کردی۔

داؤد نے کہا "تیری بدنصیبی اس درجے تک پہنچ چکی ہے کہ تو مابدولت پر بھی شک کرتا ہے۔ خیر تو مُصیبت میں ہے اور مُصیبت آدمی کا خانہ خراب کر دیتی ہے۔ کتاب میں نے اس لیے لی ہے کہ اس پر ایسا عمل کروں گا جس سے تجھے آنے والے واقعات اور خطرات کا بھی پتا چل سکے۔ اپنی جگہ جاکر بیٹھ۔ ابھی عمل کرکے کتاب تجھے واپس کیے دیتا ہوں۔"

افراسیاب اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اُدھر داؤد تخت سے اُٹھ کر شاہی حُجرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہاں سے ایسی حالت میں واپس آیا کہ دم پھُولا ہُوا تھا اور چہرہ پسینے سے تر تھا۔ کچھ دیر وہ اپنی حالت سنبھالتا رہا پھر افراسیاب کو قریب بُلاکر کہنے لگا۔ "میں نے کتاب پر عمل کر دیا ہے مگر تین دن تک اسے ہوا نہ لگنی چاہیے۔ میں نے اسے موی لفافے میں بند کر دیا ہے۔ تین دن سے پہلے لفافہ نہ چاک کرنا۔"

افراسیاب نے موی لفافہ لے کر رکھ لیا اور ملک واپس جانے کی اجازت چاہی۔ داؤد نے کہا "بے شک تو اپنے ملک کو

واپس جا۔ فکر سے آزاد ہو جا۔ دُشمن اب تیرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔"

اِتنا کہہ کر وہ اس کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہُوا۔ "تم میں سے اگر کوئی کچھ دنوں یہاں رہ کر برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو افراسیاب سے اجازت لے کر یہاں ٹھہر جائے۔"

صرصر اور صبا رفتار آگے بڑھ کر افراسیاب سے کہنے لگیں "حضور اجازت دیں تو چند دِنوں ہم یہاں رہ جائیں۔ برکت حاصل کر کے فوراً خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔"

افراسیاب انھیں اجازت دے کر اور داؤد سے رُخصت ہو کر طلسمِ ہوش رُبا کی طرف روانہ ہو گیا۔ باہر سے وہ ہر طرح مُطمئن دکھائی دیتا تھا مگر اندر سے رہ رہ کر اس کا دل ہول کھا رہا تھا۔ کئی باتیں اس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی تھیں۔ ایک یہ کہ اُسے تین دن تک کتابِ سامری نہ دیکھنے کی تاکید کی گئی تھی۔ دُوسری بات یہ کہ عیاروں کو روک لیا گیا تھا اور تیسری پریشان کرنے والی بات یہ تھی کہ عمرو اور اس کے شاگرد آتے وقت آدھے راستے سے جو غائب ہُوئے تو پھر کہیں نہ دکھائی دیے۔

ان سب باتوں کا صحیح جواب جاننے کے لیے سوائے کتابِ سامری کے اس کے پاس اور کوئی ذریعہ نہ تھا لیکن جب

بھی وہ داؤد کا دیا ہُوا مومی لفافہ کھولنے کا ارادہ کرتا، اس کے ساتھی اسے روک دیتے، اسی کش مکش میں دو دن گزر گئے اور وہ سفر کرتے ہُوئے کوہِ بلور تک جا پہنچا۔ وہاں اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ داؤد کی ہدایت کے مُطابق ایک رات اور ایک دن ابھی اور باقی تھا، مگر مُشیروں کے منع کرنے کے باوجُود اُس نے مومی لفافہ چاک کر کے کتابِ سامری کھول لی۔ عام طور پر کھُلنے والے صفحے پر اس کے سوال کا جواب لکھا ملتا تھا مگر اس مرتبہ سادہ ورق اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس نے دُوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا ورق اُلٹا۔ ہر ورق سادہ تھا۔ مُشیروں پر اس نے یہ بات ظاہر کی تو سب کہنے لگے "شہنشاہ داؤد کی ہدایت کی خلاف ورزی کرنے سے کتاب اپنی تاثیر کھو بیٹھی ہے۔"

افراسیاب نے یہ سُن کر چند ورق اور اُلٹے اور پھر ایک صفحے پر اس کی نگاہیں اٹک کر رہ گئیں۔ اس پر جو عبارت لکھی ہوئی تھی، اسے پڑھ کر اس نے اپنا سر پیٹ لیا۔ مُشیروں نے سبب پُوچھا تو وہ تڑپ کر بولا "غضب ہو گیا۔ شہنشاہ داؤد کا بھیس بھر کر عمرو نے میری آنکھوں میں دُھول جھونک دی۔ لَوح بھی لے لی اور کتابِ سامری بھی تباہ کر دی۔ اب جلد کوئی میری نانی ملکہ ماہیان کے پاس جائے اور اوراقِ جمشید لے کر آئے تاکہ اصل حقیقت معلوم کروں۔"

ایک مُشیر اُڑتا ہوا گیا اور اوراقِ جمشید لے کر واپس ہُوا۔ افراسیاب نے جلدی سے کوئی منتر پڑھ کر ایک ورق پر پھُونکا۔ فی الفور اس پر یہ عبارت ظاہر ہُوئی "تیری عیّارنیں قریبی جنگل میں ایک درخت سے بندھی ہُوئی ہیں۔ داؤد کے پاس جاتے وقت عمرو کے شاگرد عیّاروں نے انھیں غائب کر دیا تھا اور ان کا بھیس بھر کر تیرے ساتھ ہو لیے تھے۔ عمرو نے داؤد کا بھیس بنا کر تجھ سے لَوح اور کتابِ سامری لے لی۔ اصلی کتاب جلا دی اور نقلی تجھے دے دی۔ عمرو اور اس کے شاگرد اپنی چھاؤنی میں پہنچ چکے ہیں اور لَوح طلسم کُشا کے حوالے کی جا چکی ہے لیکن مُہرے کے بغیر لَوح اس کے کام نہ آئے گی اور مُہرہ دریائے نیل میں ہے۔ یا تو لوح طِلسم کُشا سے واپس لے یا اسے دریائے نیل تک نہ پہنچنے دے۔"

اب افراسیاب کی سمجھ میں آیا کہ نقلی عیّارنیں شرُوع میں داؤد سے اس لیے گھبرا رہی تھیں کہ کہیں وہ ان کی اصلیّت نہ جان لے اور بعد میں وہ اس لیے بے فکر ہو گئی تھیں کہ انھوں نے نقلی داؤد کی اصلیّت جان لی تھی۔

افراسیاب نے مشیروں کو حُکم دیا کہ وہ جنگل میں جا کر عیّاروں کو ڈھونڈھ لائیں۔ جادوگر مُشیروں نے تھوڑی ہی دیر میں انھیں ڈھونڈھ نکالا اور افراسیاب سب کو ساتھ لے کر اپنی نانی ملکہ

ماہیان کے پاس جا پہنچا۔

ماہیان نے جو افراسیاب سے سارا حال سُنا تو اپنا سر پیٹ لیا اور کہا "یہ طلسم کُشا کو دریائے نیل تک پہنچنے سے زیادہ عرصے تک روکنا تیرے لیے مُشکل ہوگا کیونکہ لوح کی وجہ سے تیرا جادو طلسم کُشا پر اثر نہ کر سکے گا۔ بہتر یہ ہے کہ جس طرح بن پڑے، لوح کو حاصل کرنے کی کوشش کر۔ میری رائے میں یہ کام تیری عیارنیں بہتر طور پر کر سکیں گی۔"

اس پر صرصر اور صبا رفتار اُٹھ کھڑی ہوئیں اور انھوں نے ہاتھ باندھ کر ماہیان اور افراسیاب سے کہا "ہم لوح کو ہر قیمت پر حاصل کر کے دکھا دیں گے۔ صرف اتنا کرم کیجیے کہ ہمیں جلد سے جلد دُشمن کی چھاؤنی کے قریب پہنچوا دیجیے۔ کہ اپنے پیروں وہاں تک جانے میں ہمیں خاصی مُدت لگے گی۔ اور ہم جادو نہیں جانتیں کہ اُڑ کر وہاں پہنچیں۔"

کچھ دیر بات چیت کرنے کے بعد افراسیاب ملکہ ماہیان سے رُخصت ہُوا اور عیارنوں اور مشیروں کو ساتھ لے کر اُڑتا ہُوا ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی کے قریب ایک پہاڑ پر جا پہنچا۔ وہاں سے صرصر مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف چل دی۔ افراسیاب اور اُس کے ہمراہی وہیں رُک کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔

یہ وہ رات تھی جس کی صبح شہزادہ اسد کو لوح کے مُہرے

کی تلاش میں دریائے نیل کو روانہ ہونا تھا۔ مہ رُخ کی چھاؤنی میں کُوچ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ خواجہ عمرو کو اندیشہ تھا کہ افراسیاب لوح واپس لینے کی ضرور کوشش کرے گا۔ احتیاط کے طور پر خواجہ نے ہر طرف سخت پہرا لگا دیا تھا اور اپنے شاگردوں سمیت خود بھی بڑی ہوشیاری سے چپّے چپّے کی نگرانی کر رہے تھے۔

صرصر نے قریب پہنچ کر ان انتظامات کا جائزہ لیا تو پہرے داروں اور عیاروں سے بچ کر اندر پہنچنا اسے سخت مُشکل محسُوس ہُوا مگر اس نے بھی آج اپنے سارے ہُنر آزمانے اور جان پر کھیل جانے کا عزم کر رکھا تھا۔ وہ شہزادہ اسد کے خدمت گار کا بہرُوپ بھر کر عیاروں سے بچتی ہُوئی چھاؤنی میں داخل ہو گئی اور پہرے داروں کو بے وقوف بنا کر ملکہ مہ جبیں کی بارگاہ میں جا پہنچی۔ وہاں اس نے بڑی ترکیب سے ملکہ مہ جبیں کی ایک خواص کو غائب کر کے اس کا بہرُوپ بنایا اور اس کے بعد موقع پا کر ملکہ مہ جبیں کو بے ہوش کر کے خود ملکہ مہ جبیں بن بیٹھی۔

کچھ دیر بعد شہزادہ اسد وہاں آ پہنچا اور دونوں میاں بیوی کھا پی کر آرام کرنے کے لیے جلد ہی اپنی خوابگاہ میں چلے گئے وہاں نقلی مہ جبیں نے شہزادہ اسد کو بے ہوش کر کے اس

کے گلے میں پڑی ہوئی طِلسم کی لوح نکال لی۔

یہ محض اتفاق تھا کہ صرصر چھاؤنی سے باہر نکل کر افراسیاب کی سمت دوڑی تو اس کی آہٹ پا کر خواجہ عمرو بھی اس کے پیچھے ہو لیے۔ انھیں وہم بھی نہ تھا کہ یہ بھاگنے والی صرصر ہے اور لوح لے کر بھاگی جا رہی ہے۔ چونکہ وہ دوڑ میں بہت تیز تھے اس لیے جلد ہی صرصر کے پیچھے جا پہنچے اور صرصر کو پہچان لینے کے بعد بولے "بی صرصر! اتنی بدحواسی کی کیا ضرورت ہے۔ مُنہ تو دکھاتی جاؤ۔"

صرصر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اور تیزی سے دوڑنے لگی۔

آخر خاصی دیر بعد عمرو صرصر کے قریب پہنچنے میں کام یاب ہو گیا۔ لیکن وہ مقام بالکل نزدیک آ چکا تھا جہاں افراسیاب اپنے مُشیروں کے ساتھ بیٹھا صرصر کا انتظار کر رہا تھا۔ خود کو عمرو کے پنجے میں آتا دیکھ کر صرصر چلائی: "شہنشاہ بچائیے! عمرو مجھے پکڑ رہا ہے۔" افراسیاب پہلے ہی چوکنا تھا۔ صرصر کی آواز سُنتے ہی اُڑا اور اسے بچا لے گیا۔ اب جا کر عمرو کا ماتھا ٹھنکا کہ صرصر چھاؤنی میں کوئی نہ کوئی حرکت کر کے آئی ہے۔

وہ ایک ایسی چٹان کے پیچھے جا چھپا جہاں سے افراسیاب اور اس کے مُشیر نظر بھی آتے تھے اور ان کی باتیں بھی سُنی جا سکتی تھیں۔

افراسیاب نے اپنی نشست کے قریب پہنچ کر صرصر کو آہستہ سے فرش پر چھوڑ دیا۔ صرصر کا سانس پھُولا ہُوا تھا۔ کچھ دیر وہ اپنا سانس درست کرتی رہی اور جب ذرا حالت کچھ سنبھلی تو رُک رُک کر کہا "حضور کے اقبال سے میں کام یاب واپس آئی ہوں۔" یہ کہہ کر اُس نے لوح نکال کر افراسیاب کے سامنے رکھ دی۔ عمرو کا کلیجا دھک سے ہو گیا۔ اس کے جی میں آئی کہ عیاری کی چادر اوڑھ کر جھپٹا ماروں مگر یہ سوچ کر رُک گیا کہ ضروری نہیں کہ جھپٹنے سے افراسیاب کی مُٹھی کھُل جائے۔

خواجہ عمرو اسی شش و پنج میں تھے کہ افراسیاب نے کوئی منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ تڑاخ کی آواز کے ساتھ زمین پھٹی اور ایک بہت بڑا بیل مُنہ کھولے افراسیاب کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ افراسیاب نے بیل سے کوئی بات کہی۔ بیل نے گردن ہلا کر جواب دیا۔ افراسیاب نے لوح اُٹھا کر بیل کے مُنہ میں ڈال دی۔ بیل لوح کو نگل گیا اور اُچھلتا کودتا زمین میں گھُس کر غائب ہو گیا۔

افراسیاب نے اپنے مُشیروں سے کہا "اب میں نے لوح کو ایسی جگہ محفوظ کر دیا ہے کہ طِلسم کُشا یا عمرو اس کی بُو بھی نہیں پا سکتے۔ چلو اب باغِ سیب میں جا کر جشن منائیں۔"

یہ کہہ کر افراسیاب مشیروں اور عیاروں کو اُڑن تخت پر
بٹھا کر باغِ سیب کی طرف روانہ ہو گیا۔ عمرو کے بدن کا سارا
خون خشک ہو گیا۔ اُداس چہرے اور دھڑکتے ہوئے دل کے
ساتھ وہ اپنی چھاؤنی میں واپس آیا۔ اس کی زبانی جس جس کو
یہ حال معلوم ہوا اپنی جگہ حیران و پریشان ہو کر رہ گیا۔

اسد، مہ جبیں، مہ رُخ، بہار، مخمور، عمرو اور دوسرے سرداروں
نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ خاصی بحث کے بعد ہر
ایک نے یہی رائے دی کہ ملکہ بُرّاں اور شہنشاہ کوکب کو خبر
کی جائے اور ان سے یہ معلوم کیا جائے کہ وہ بیل جو لوح
نگل کر غائب ہو گیا، کون تھا؟ اور لوح کو کس طرح واپس حاصل
کیا جا سکتا ہے؟ چنانچہ فوراً ہی ایک طلسمی قاصد شہنشاہ کوکب
کے پاس بھیج دیا گیا۔ کوکب نے بڑا زور مارا، ہر طرح کے
جتن کیے مگر معلوم نہ کر سکا کہ لوح کہاں ہے اور کس طرح حاصل
حاصل کی جا سکتی ہے۔

عمرو اور اسد کا دل ٹوٹ گیا مگر مہ جبیں نے اسد سے
کہا کہ "آپ کسی غار میں جا کر خدا کی عبادت کیجیے۔ اگر ہم حق
پر ہیں تو خدا کسی نہ کسی بہانے ہماری مدد کرے گا۔"

شہزادہ اسد روزانہ ایک قریبی غار میں جا کر عبادت کرتا۔
صبح سے شام تک وہیں رہتا اور سورج غروب ہونے پر واپس

چھاؤنی میں آ جاتا۔

ایک دن عبادت کرتے کرتے اس کی آنکھ لگ گئی۔
اسی لمحے کہیں سے آواز آئی "اے اسد! لوح جس بیل کے
پیٹ میں محفوظ ہے وہ روزانہ صبح کے وقت بیابانِ زعفران
کے تالاب میں پانی پینے آتا ہے۔ مگر دو طلسم فتح کیے بغیر اس
مقام تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ ان طلسموں تک پہنچنے کا راستہ
کوہِ بلّور کی بڑی چٹان کے نیچے ملے گا۔" یہ سن کر شہزادہ اسد
نے آنکھیں کھول دیں۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ کہیں کوئی نظر نہ آیا۔
سمجھا غیبی آواز تھی۔ وہاں سے اٹھ کر چھاؤنی آیا۔ راز داروں کو
جمع کر کے جو کچھ سنا تھا، بیان کیا۔ سب نے ایک رائے ہو کر کہا
"غیبی آواز برحق ہے۔ بیابانِ زعفران پہنچنے کی فکر کرنی چاہیے۔"

عمرو اور اس کے شاگرد، شہزادہ اسد، باغبان، بہار اور مخمور
خفیہ طور پر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ انھوں نے مہ رُخ اور اپنی شکل
کے پتلوں کو وہیں رہنے دیا کہ دشمنوں کو خبر نہ ہو لیکن اتنا ضرور کیا
کہ کوکب اور بُرّاں کو خط کے ذریعے سارے حال سے آگاہ کر دیا۔

ہفتوں کا سفر دنوں میں طے کرتے، راہ کی تکلیفیں برداشت
کرتے اور افراسیاب کے آدمیوں کو دھوکا دیتے وہ کوہِ بلّور جا پہنچے۔
وہاں انھیں بڑی چٹان کو ڈھونڈ کر سرنگ میں داخل ہونے میں
دیر نہ لگی۔ اس کے بعد قدم قدم پر انھیں زبردست حادثے

پیش آئے لیکن کہیں عمرو کی عیاری نے کام بنایا کہیں شہزادہ اسد
کی بہادری نے مشکل آسان کی اور کہیں ملکہ بہار، مخمور اور باغبان
کی جادوگری نے کھیل دکھایا۔ اور جہاں یہ سب ناکام ہوتے وہاں
کوکب اور ملکہ بُرّاں ان کی مدد کو آ پہنچتی۔ اس طرح صدہا خطرناک
اور نازک مرحلوں سے گزر کر وہ افراسیاب کے دونوں طلسم برباد
کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

آخری طلسم کی تباہی سے جو قیامت برپا ہوئی اس نے ان
سب کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ اسی حالت میں شہزادہ اسد
بیابانِ زعفران میں جا نکلا۔ غیبی آواز کے مطابق اسے ایک مقام بے حد
موزوں نظر آیا۔ وہیں درختوں کی اوٹ میں چھپ کر وہ طلسمی بیل کا
انتظار کرنے لگا۔ رات گزر گئی۔ صبح کو نور کا تڑکا ہوا تو ایک جانب
سے اسے بھد بھد کی آواز سنائی دی۔ وہ تیر کو کمان میں جوڑ کر
تیار ہو بیٹھا۔ چند لمحوں بعد ایک اونچی جھاڑی کی اوٹ سے
ایک بہت بڑا بیل منھ کھولے آگے بڑھا اور تالاب کی طرف
بڑھنے لگا۔ جیسے ہی وہ نشانے پر آیا شہزادہ اسد نے کمان
کھینچ کر تیر چھوڑ دیا۔ دوسرے ہی لمحے بیل خوف ناک آواز میں
ڈکرایا اور بری طرح اچھل کود کرنے لگا۔ تیر اس کے حلق میں
سے ہو کر گردن کے پار نکل گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ تڑپ
تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ شہزادہ اسد خنجر لے کر اس پر جھپٹا،

پیٹ چاک کر کے لوح نکالی اور خدا کا شکر ادا کرنے
لگا۔ اس کا دل خوشی سے پھولا نہ سما رہا تھا۔ لوح کو
جیب میں رکھ کر ساتھیوں کو ڈھونڈنے کے لیے چل
چل کھڑا ہوا۔

ابھی تھوڑی ہی دور گیا ہوگا کہ ایک جانب سے آواز
آئی "بیٹا اسد! کامیابی مبارک ہو!"

اسد کے بدن میں یہ سنتے ہی سنسنی دوڑ گئی۔ بالکل
ویسی ہی آواز تھی جیسی اُس نے غار میں سُنی تھی۔ وہ
آواز کی طرف لپکا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک تناور
درخت تھا، آواز اسی جانب سے آئی تھی۔ بیچ کی جھاڑی
پار کر کے جونہی وہاں پہنچا، نورانی شکل کے ایک
سفید ریش بزرگ ہاتھ میں لمبی سی تسبیح لیے مصلے پر
بیٹھے نظر آئے۔ بزرگ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ
تھی اور وہ بڑی پیار بھری نظروں سے اسد کو دیکھ رہے
تھے۔ اسد کی نگاہیں ان سے چار ہوئیں تو وہ بولے "آؤ
بیٹا! میں تمھارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

اسد نے آگے بڑھ کر بڑی عقیدت کے ساتھ ان کے

ہاتھوں کو بوسہ دیا اور سامنے زمین پر دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

بزرگ نے کہا:

"طلسمی بیل کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے لوح ناپاک ہو گئی ہے۔ مجھے دو کہ پاک کر دوں۔ بس اس کے بعد یہاں سے روانہ ہو جانا۔ سامنے والی بڑی ٹیکری کے پیچھے تمھارے ساتھی بھی مل جائیں گے۔"

ایک دفعہ تو شہزادہ اسد کے دل میں آئی کہ لوح نہ دے مگر پھر بے دریغ اُس نے لوح نکال کر بزرگ کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جس بزرگ کی غیبی آواز نے اُسے لوح کا پتا بتایا تھا وہ یہی ہیں۔ ان سے اندیشہ کرنا مناسب نہیں۔

اُس شخص نے لوح کو اسد سے لیتے ہی اپنی جھولی میں ڈال لیا۔ پھر کچھ پڑھ کر اپنے چہرے کے سامنے اُوپر نیچے ہاتھ ہلایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا حلیہ اور لباس بالکل تبدیل ہو گیا اور نورانی سفید پوش بزرگ کی بجائے ایک شیطان صورت جادوگر شہزادے کی

نگاہوں کے سامنے تھا۔ وہ شخص قہقہہ مار کر بولا:

"نادان لڑکے! اب لوح کبھی تجھے نہ مل سکے گی۔ میرا نام مکار جادو ہے۔ افراسیاب کی جانب سے طلسمی بیل کی حفاظت میرے ذمے تھی۔ میں بیل کو تو نہ بچا سکا لیکن لوح تجھ سے لے لی۔"

یہ کہتے ہی مکار جادو تڑپ کر اُوپر اُڑا۔ شہزادہ اسد نے ترکش اور کمان سنبھال کر تیروں کی بارش کر دی۔ کئی تیر اس کے پیروں اور بازوؤں میں ترازو ہو گئے۔ وہ غصے میں ڈبکی لگاتے ہوئے چنگھاڑا:

"اب تجھے بھی پکڑ کر افراسیاب کے پاس لے جاؤں گا۔ یاد رکھ! تیرے تیر مجھے زخمی کر سکتے ہیں، ہلاک نہیں کر سکتے۔"

شہزادہ اسد نے چاہا کہ تلوار کھینچ کر مکار جادو کا کام تمام کر دے مگر اس کا ہاتھ تلوار کے قبضے پر پہنچا تھا کہ مکار اسے دبوچ کر لے اُڑا۔ اتفاق سے تھوڑے ہی فاصلے پر باغبان شہزادے کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ مکار جادو شہزادے کو لیے ہوئے آسمان

پر بُلند ہُوا تو اس کی نگاہ پڑ گئی۔

وہ بھی مکّار جادُو کے تعاقب میں بُلند ہُوا۔ مکّار نے اسے دیکھا تو تیزی کے ساتھ آسمان پر اُٹھتا چلا گیا۔ کئی میل اُوپر جانے کے بعد جب اُس نے دیکھا کہ باغبان پیچھا نہ چھوڑے گا اور ایسا نہ ہو کہ اسد کے ساتھ لَوح بھی ہاتھ سے جاتی رہے تو اُس نے شہزادے کو چھوڑ دیا۔ شہزادہ تیزی سے زمین کی طرف گرنے لگا۔ باغبان ڈرا کہ کہیں زمین پر گر کر وہ ہلاک نہ ہو جائے۔ مکّار جادُو کا پیچھا چھوڑ کر وہ شہزادے کی طرف لپکا اور زمین پر گرنے سے پہلے اسے تھام لیا۔ شہزادہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ باغبان اسے آہستہ سے زمین پر اُتار کر ہوش میں لانے لگا۔ کچھ دیر میں شہزادے نے آنکھیں کھول دیں۔ باغبان کو سامنے پا کر وہ چیخ پڑا:

"میری پروا نہ کرو۔ مکّار جادُو کو پکڑو، وہ مجھ سے لَوح لے گیا ہے۔"

باغبان کے پیروں کے نیچے سے جیسے زمین نکل

گئی۔ جس لَوح کے لیے اُنھوں نے اِتنی مصیبتیں اور تکلیفیں سہی تھیں، وہ ہاتھ میں آ کر پھر چھن چکی تھی۔ غصّے سے پاگل ہو کر وہ سیدھا آسمان کی طرف اُڑتا چلا گیا —— مگر اب وہاں کیا رکھا تھا۔ باغبان دیوانوں کی طرح آسمان میں اِدھر اُدھر اُڑتا پھرا مگر مکّار کی کہیں جھلک بھی نہ دکھائی دی۔ تھک ہار کر نیچے آیا۔ اتنی دیر میں دُوسرے ساتھی بھی شہزادہ اسد کے پاس جمع ہو چکے تھے۔ سب لوگ اپنی بدنصیبی پر افسوس کرتے وہاں سے اپنی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گئے۔

اُدھر افراسیاب باغِ سیب میں ناچ گانے سے دل بہلا رہا تھا کہ مکّار جادُو زخمی حالت میں اُڑتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ افراسیاب کا کلیجا دھک سے ہو گیا۔ اُس نے مکّار جادُو سے پوچھا: "خیر تو ہے؟ لَوح کہاں ہے؟"

مکّار جادُو نے لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھ کر لَوح افراسیاب کو پیش کر دی اور مختصر لفظوں میں

ساری رُوداد کہہ سُنائی۔

لَوح پانے کی خُوشی میں افراسیاب نے شہزادہ اسد کے ہاتھ سے نِکل جانے کا کوئی دُکھ نہ کیا۔ مکّار جادُو کو خُوب خُوب شاباش دی اور اِنعام و اِکرام دے کر رُخصت کر دیا۔ سارے راز دار خیرخواہ وہاں حاضر تھے انھیں ساتھ لے کر افراسیاب ایک خاص کمرے میں آیا اور مشورہ کرنے لگا کہ اب لَوح کو کہاں محفوظ کیا جائے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی سمجھ کے مُطابق رائے دی۔ افراسیاب کو کسی کی بات پسند نہ آئی۔ اُس نے کہا:

"اب میں خُود ہی لَوح کو محفُوظ رکھنے کی تدبیر کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ خاموشی سے کُچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اکبارگی اس کی آنکھیں چمک اُٹھیں جیسے کوئی بہت اچھی ترکیب دماغ میں آ گئی۔ کہنے لگا: "تم میں سے کوئی جا کر شہنشاہ برفاب جادُو کو بُلا لاؤ۔ مگر خبردار! لَوح کا ذکر اس سے نہ کرنا۔ میری جانب سے بس اِتنا کہنا کہ مُدّت سے ملاقات نہیں ہُوئی۔ تشریف لائیے۔ دو ایک دن شطرنج

سے دل بہلائیں گے۔"

اس کے تیسرے دِن شہنشاہ برفاب جادُو بڑی آن بان اور لاؤ لشکر کے ساتھ باغِ سیب میں داخل ہُوا۔ افراسیاب نے اس کا شایانِ شان اِستقبال کیا اور ہمیشہ سے زیادہ محبّت اور خاطر داری دکھا کر اس کا دِل جیت لیا۔

رات کو تھوڑی سی محفل آرائی کے بعد افراسیاب اُسے ایک علیٰحدہ کمرے میں شطرنج کھیلنے کے لیے لے گیا اور ملازمین کو ہدایت کر دی کہ جب تک ہم خود کسی کو آواز نہ دیں یا باہر نہ آئیں کوئی بھی کمرے کے قریب نہ پھٹکے۔

وہ رات، اس کے بعد دوسرے دن اور پھر ساری رات دونوں اس کمرے میں بند رہے۔ دوسرے دن وہ باہر نکلے تو کُچھ دیر بعد افراسیاب نے شہنشاہ برفاب کو رُخصت کر دیا۔ مگر اب برفاب کی حالت بڑی عجیب تھی۔ وہ بدن میں پہلے سے ہزار گُنا زیادہ طاقت اور جوش و خروش محسُوس کرتا تھا۔ جس جادُوگر پر اس کا سایہ پڑتا یا جو جادُوگر اس کے بدن کے قریب آتا، جادُو منتر بھُول

جاتا۔ جنگ کرنے اور تنہا ہزاروں پر ٹوٹ پڑنے کے لیے طبیعت بے چین رہتی۔ اپنے وزیروں سے یہ حقیقت اُس نے بیان کی تو وہ سمجھ گئے۔ کہنے لگے" افراسیاب نے شاید لَوح آپ کے جسم کے اندر چھُپا دی ہے۔ خیر اس میں ہے کہ مُلک واپس جانے کی بجائے دریائے نیل کے نیچے والے محل میں چھُپ کر وقت گزار لیے ورنہ شہزادہ اسد سے بچنا اور لَوح کی گرمی کو برداشت کرنا مُشکل ہو جائے گا۔"

برفاب جادُو کو خیر خواہوں کی یہ رائے پسند آئی۔ وہ نیل کے محل میں چھُپ کر بیٹھ رہا۔

اس کے بعد کے حالات جاننے کے لیے "طلسمِ ہوش رُبا" کا دسواں اور آخری حِصّہ "عمرو کا انجام" پڑھیے۔

طلسم ہوش رُبا

دسواں حصہ

عمرو کا انجام

اختر رضوی

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی

صنعت کا خاتمہ

داستان کا نواں حصہ اس مقام پر ختم ہوا تھا:

صرصر طلسم کی لوح شہزادہ اسد کے پاس سے چرا لی ہے۔ افراسیاب لوح کو خفیہ طور پر برقاب جادو کے پیٹ میں چھپا دیتا ہے۔ برقاب کے جسم میں لوح کے اثرات پیدا ہوتے ہیں تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اس کے مشیر سمجھ جاتے ہیں کہ لوح اس کے جسم میں چھپا دی گئی ہے۔ وہ اُسے مشورہ دیتے ہیں کہ اب افراسیاب اور باغیوں کی لڑائی کا سارا دارومدار اسی لوح پر ہے۔ باغیوں کو پتا چل گیا کہ لوح تیرے جسم میں پوشیدہ ہے تو اُن کے عیار کسی نہ کسی بہانے تجھے مار ڈالیں گے۔ خیریت اسی میں ہے کہ قصرِ نیل میں چھپ کر بیٹھ جا۔ برقاب جادو اس مشورے کے مطابق دریائے نیل کے نیچے بنے ہوئے طلسمی محل میں جا کر چھپ جاتا ہے۔

اس کے بعد کے حالات یوں ہیں:

افراسیاب کو فوج کی حفاظت کے بارے میں اطمینان ہو گیا تو وہ باغیوں کے خاتمے کی طرف متوجہ ہوا۔ ملکہ حیرت باغیوں کے سامنے پڑاؤ ڈالے پڑی تھی۔ فوج کے محفوظ ہو جانے کی خبر پا کر اس نے افراسیاب کو لکھا "اب دوستوں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے اور دشمنوں کے پست۔ کسی ایسے سردار کو جنگ کے لیے بھیجیے کہ دشمنوں کو سنبھلنے کی مہلت نہ ملے۔"

یہ خط پا کر افراسیاب دربار میں وزیروں سے صلاح کر رہا تھا کہ جنگ کے لیے کسے بھیجا جائے کہ اتنے میں خبر ملی کہ ملکہ صنعت سحر ساز زبردست فوج کے ساتھ آ پہنچی ہے اور حاضر ہونے کی اجازت چاہتی ہے۔ افراسیاب نے اس کو عزت و احترام سے بلا بھیجا۔ یہ صنعت وہی ہے جسے طلسم نور افشاں سے آ کر طلسمی تحفوں کی مدد سے عمرو نے شکست دے دی تھی۔ اس وقت تو وہ میدانِ جنگ سے اپنی بچی کھچی فوج کے ساتھ اپنے ملک چلی گئی تھی مگر شکست کا بدلہ لینے کے لیے دن رات تیاریاں کرتی رہی تھی۔ اب اس نے نہ صرف پہلے سے زیادہ بڑی فوج تیار کر لی تھی بلکہ ایسے طلسمی

ہتھیار اور منتر بھی تیار کر لیے تھے جن کا توڑ اس کے خیال میں کوئی نہ کر سکتا تھا۔

افراسیاب کو اپنی فوج اور طلسمی تحفے دکھا کر اس نے ضد کی کہ اسے باغیوں کے مقابلے کے لیے جانے کی اجازت دی جائے۔ افراسیاب کو اطمینان ہو گیا کہ اب کی واقعی صنعت دشمنوں پر قیامت ڈھائے گی۔ اس نے اجازت دے دی۔

صنعت اپنی فوج کے ساتھ اڑتی ہوئی ملکہ حیرت کے پاس جا پہنچی۔ ہر طرف خبر پھیل گئی کہ صنعت بڑی تیاریوں سے جنگ کے لیے آئی ہے۔ شہزادہ اسد نے اپنی فوج کا دل بڑھانے کے لیے زور دار تقریر کی۔ اس سے لشکر کے سرداروں میں جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ وہ سب آن پر مرمٹنے کے لیے تیار ہو گئے۔

دوسرے دن صنعت میدانِ جنگ میں اپنا طلسمی مور اڑاتے ہوئے آئی اور مہ رخ کے لشکر کو للکارتے ہوئے بولی "اے بدبختو! تمھاری تباہی کی گھڑی آ پہنچی ہے۔ چاہوں تو ایک ہلے میں تم سب کو موت کی گود میں سلا دوں لیکن اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے ایک ایک کو تڑپا تڑپا کر ہلاک کروں گی۔ جس میں حوصلہ ہو، سامنے آ کر

مقابلہ کرے۔"

کچھ دیر ماہ رخ کے لشکر میں سناٹا چھایا رہا، پھر ملکہ فرانیہ اس کے مقابلے پر آئی۔ صنعت کے ایک ہاتھ میں خالی پنجرا تھا۔ فرانیہ نے سامنے آکر کہا "بی صنعت! آج بڑی دُور کی لے رہی ہو۔ کیا خالی پنجرے پر دماغ خراب ہو رہا ہے؟"

صنعت نے جواب دیا "پنجرے کے اندر پہنچو گی تو سب حال کھل جائے گا۔ جادوگری میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ ذرا اپنے منتر مجھ پر تو چلا کر دیکھو۔"

ملکہ فرانیہ نے غصے میں آکر پے در پے سات جادوئی لیموں صنعت پر کھینچ مارے۔ ہر لیموں پہاڑ کو سُرمہ بنا دینے کی طاقت رکھتا تھا لیکن صنعت نے کوئی ایسا منتر پڑھا کہ اس کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی سب جل کر راکھ ہو گئے۔

فرانیہ نے آگ بگولا ہو کر اپنا سب سے خطرناک حربہ، طلسمی پھلجڑی، نکالا اور اُسے آگ لگا کر شعلے برساتی ہوئی صنعت کی طرف لپکی۔ صنعت کے ایک ہاتھ میں طلسمی چھڑی تھی۔ جیسے ہی فرانیہ پھلجڑی لیے ہوئے اس کے قریب پہنچی، صنعت نے آہستہ سے پھلجڑی پر چھڑی ماری۔ پھلجڑی

بجھ کر زمین پر گر پڑی۔

فرانیہ نے کوئی اور جادوئی ہتھیار نکالنے کے لیے جھولی میں ہاتھ ڈالا۔ اسی وقت صنعت نے پھرتی کے ساتھ طلسمی چھڑی اس کے سر پر لگائی۔ فرانیہ چوٹ کھاتے ہی زمین پر گری اور بُری طرح تڑپنے لگی۔ ماہ رخ کی فوج میں سے کچھ نے فرانیہ کو زخمی سمجھ کر اس کی مدد کرنے کا ارادہ کیا۔ کچھ یہ سمجھے کہ وہ دھوکا دے رہی ہے۔ اچانک اُٹھ کر صنعت پر کوئی خوف ناک وار کرے گی۔ لیکن چند ہی لمحوں بعد دیکھنے والوں نے جو کچھ دیکھا اس سے ان کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ فرانیہ زمین پر تڑپتے تڑپتے کبوتر بن چکی تھی اور صنعت اسے پکڑ کر پنجرے میں بند کر رہی تھی۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے چالیس نامور سردار ماہ رُخ کی فوج سے نکل کر صنعت کے مقابلے پر آئے اور صنعت نے ان سب کو پرندہ بنا کر پنجرے میں بند کر دیا۔

اندھیرا ہُوا تو لڑائی کو دُوسرے دن کے لیے مُلتوی کر کے صنعت اپنی چھاؤنی میں واپس چلی گئی۔ ماہ رُخ کی فوج پر اس کی ہیبت طاری ہو گئی تھی۔ کوئی بھی سردار اس کے جادُو کا توڑ نہ جانتا تھا۔ مہتر قِران، برق فرنگی،

ضرغام اور جاں سوز سے اپنے ساتھیوں کی یہ پریشانی نہ دیکھی گئی۔ چاروں عیار یہ کہہ کر نکلے کہ ہم ابھی جا کر صنعت کا کام تمام کرتے ہیں۔

آدھی رات گزرنے کے بعد وہ صنعت کے سپاہیوں کا بہروپ بھر کر اس کی چھاؤنی کے قریب جا پہنچے۔ یہ دیکھ کر ان کے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ چھاؤنی کے اندر جگہ جگہ روشنی تو ہو رہی ہے مگر کسی جگہ پہرے چوکی کا نام تک نہیں ہے۔ سپاہی اور افسر سب نیند کے مزے لے رہے ہیں۔ خیموں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک سپاہی بھی کہیں گشت کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔

چھاؤنی کی حفاظت سے دشمن کی اتنی لاپروائی دیکھ کر عیار بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے خیال کیا کہ صنعت اپنی جادوئی طاقت پر حد سے زیادہ مغرور ہو چکی ہے۔ وہ بڑے جوش کے ساتھ چھاؤنی کی طرف لپکے۔ لیکن چند ہی قدم آگے بڑھنے کے بعد مہتر قیران اچانک رک گیا۔ اُسے رکتا دیکھ کر دوسرے بھی ٹھہر گئے۔ مہتر قیران نے ان سے کہا "مجھے دال میں کچھ کالا معلوم ہو رہا ہے۔ تم میں سے ایک اپنے لشکر میں جائے اور فوراً چند جاسوسوں کو لے کر واپس آئے۔"

برق فرنگی بھاگتا ہوا گیا اور چار جاسوسوں کو لے کر واپس آگیا۔ مہتر قیران نے جاسوسوں کو حکم دیا "دشمن کے خیموں میں جا کر دیکھو، وہ سو رہے ہیں یا غائب ہیں۔"

چاروں جاسوس ہوشیاری کے ساتھ آگے بڑھے۔ عیار چھپ کر انھیں دیکھنے لگے۔ دشمن کی چھاؤنی کی حد چند ہی قدم کے فاصلے پر تھی۔ حد کا نشان چند انچ ابھرے ہوئے لکڑی کے کھونٹے تھے۔ جو جاسوس بھی ان کھونٹوں کے قریب پہنچتا آناً فاناً بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتا۔ یہ دیکھ کر مہتر قیران نے اپنے ساتھیوں سے کہا "صنعت نے اپنی چھاؤنی کے گرد طلسمی حصار کھینچ دیا ہے۔ ہم جانے کی کوشش کریں گے تو جاسوسوں کی طرح ہم بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ فی الحال واپس چلو۔ ممکن ہے ہمارا کوئی جادوگر اس طلسمی حصار کا کوئی توڑ نکال لے۔"

عیاروں نے بے ہوش جاسوسوں کو اپنی پیٹھوں پر لادا اور لشکر میں واپس آئے۔ اس کے بعد ہر روز دن کو صنعت میدانِ جنگ میں آتی اور چالیس پچاس سرداروں کو چڑیا بنا کر پنجرے میں بند کر کے لے جاتی۔ ہر رات عیار نامور جادوگروں کو ساتھ لے کر طلسمی حصار کو توڑنے کی کوشش کرتے مگر جیسے جاتے، ویسے ہی لوٹ آتے۔ ان باتوں

نے مہ رُخ کی فوج میں بد دِلی پیدا کر دی۔

ساتویں دن صنعت نے تھوڑی سی جنگ کے بعد مہ رُخ، بہار، مخمور سمیت بچے کھچے سارے جادوگر سرداروں کو بھی چڑیا بنا کر پنجرے میں بند کر دیا۔ واپس جاتے وقت اس نے باغیوں کی حاکم ملکہ مہ جبین سے کہا "تم ہمارے شہنشاہ کی بیٹی ہو۔ اب بھی وقت ہے کہ طِلسم کُشا کا ساتھ چھوڑ کر واپس آ جاؤ۔ میں تمھیں شہنشاہ سے معافی دِلوا دُوں گی۔ بس ایک ہفتے کا وقت دیتی ہُوں۔ عقل آ جائے تو ٹھیک ورنہ دردناک عذاب کے لیے تیار رہنا۔"

ملکہ مہ جبین نے صنعت کی اس تقریر کا کوئی جواب نہیں دیا۔ شہزادہ اسد بار بار جوش میں آ کر صنعت کے مقابلے کے لیے بڑھتا مگر مہ جبین اُسے روک دیتی۔ رات کو مہ جبین نے مشورے کی خاطر چند خاص لوگوں کا اجلاس بُلایا۔ خواجہ عمرِو، شہزادہ اسد اور دوسرے عیار بھی اس میں شریک ہُوئے۔

خواجہ عمرِو نے اب تک کچھ نہ کیا تھا۔ اس بار جب سے صنعت آئی تھی، یا تو وہ اپنے خیمے میں گھُسے رہتے یا دربار میں آ جایا کرتے۔ یہ بات سب کو بہت کھٹکتی تھی اور اب تو پانی سر سے اُونچا ہو چکا تھا۔ سب جانتے تھے کہ خواجہ کے آتے ہی صنعت کو نمود نے خفیہ [illegible] ان کے کرتب دیکھ کر کسی کو ہمت نہ ہوتی کہ ان سے کچھ کہہ سکتا۔

اِجلاس کے دوران شہزادہ اسد نے عمرِو کے شاگردوں پر خُوب خُوب لعن طعن کی اور کہا "بس پتا چل گیا آپ لوگ کتنے پانی میں ہیں۔ اِتنے دِن گزر گئے، پر صنعت کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ اب میں آپ کا ہرگز آسرا نہ کروں گا۔ جان جائے یا رہے، اب کی صنعت آئی تو تلوار سے اس کا مقابلہ کروں گا۔"

مہتر قِران سے یہ جلی کٹی نہ سُنی گئی۔ تڑپ کر بولا: "شہزادے صاحب! خُدا کی قسم ہم صرف طِلسمی حصار سے مجبُور ہیں۔ آپ ہمیں کسی طرح حِصار کے اندر پہنچا دیجیے۔ پھر دیکھیے ہم کیا کرتے ہیں۔"

"بس بس رہنے دو۔" عمرِو نے مُنھ چڑھاتے ہُوئے کہا "زیادہ شیخی مت بگھارو۔ جب حِصار میں داخل نہیں ہو سکتے تو اندر جا کر کیا تیر مار لو گے۔"

مہتر قِران کے تن بدن میں آگ لگ گئی، بولا "حضُور! آپ بے شک عیاری میں اُستادِ زمانہ اور لاکھوں کروڑوں میں یگانہ ہیں مگر بُرا نہ مانیے گا۔ حِصار آپ بھی نہ توڑ سکیں گے۔"

"ابے نالائق! مجھے طعنہ دیتا ہے۔" عمرو نے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا "صنعت کے جیسے لاکھوں حصار میری چٹکی میں ہیں، اگر میں اپنی جیسی پر آیا تو مجھے حصار توڑنے کی بھی ضرورت نہ پیش آئے گی۔ صنعت خود حصار ختم کر کے مجھے آنے کا راستہ دے دے گی۔ زمین پر ناک رگڑنے کا وعدہ کرو تو کل ہی تمھیں یہ کھیل دکھا دوں۔"

عمرو کی اس بات سے تھوڑی دیر کے لیے اجلاس میں سناٹا چھا گیا۔ پھر مہتر قیران نے اٹھتے ہوئے کہا "اچھا اُستاد! ہم بھی آپ کو کل صبح تک طلسمی حصار میں داخل ہو کر دکھا دیں گے اور ناک رگڑنے کی بجائے آپ سے انعام لیں گے۔" یہ کہہ کر وہ عیاروں کے ساتھ باہر جانے لگا۔

خواجہ عمرو نے تاڑ لیا کہ ان کی بات سے وہ لوگ حصار میں داخل ہونے کی ترکیب سمجھ گئے ہیں، ملکہ مہ جبین سے بولے "ان نالائقوں کو روکیے۔ میری ساری ترکیب چوپٹ کر کے رکھ دیں گے۔ صنعت کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اُلٹے مصیبت میں پڑ جائیں گے۔"

شہزادہ اسد بیچ میں بول پڑا "نانا جان! ہماری جان پر بنی ہوئی ہے مگر نہ خود آپ کچھ کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ اب انھیں جانے بھی دیجیے۔ ناکام

رہے اور مصیبت میں پڑ گئے تو اطمینان رکھیے ہم آپ کو زحمت نہ دیں گے۔"

یہ سن کر عمرو غصّے میں بڑبڑاتا ہوا اپنے خیمے میں چلا گیا۔ مہ جبین نے اجلاس برخاست کیا اور عیاروں نے اپنی راہ لی۔

دوسرے دن سورج نکلنے کے تھوڑی دیر بعد تین برہمن صنعت کی چھاؤنی کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ان میں سے دو ایک ارتھی (جنازہ) اٹھائے ہوئے تھے۔ تیسرے کے ہاتھ میں گھی کی ہانڈی اور آگ تھی۔ جو برہمن ارتھی اٹھائے ہوئے تھے وہ زور زور سے کہہ رہے تھے "رام رام ست ہے۔ ست نام ست ہے۔" تیسرا برہمن، "ہائے بھائی! ہائے بھائی!" کہتا ہوا روتا جاتا تھا۔ تینوں کا رُخ اس مرگھٹ کی طرف تھا جو صنعت کی چھاؤنی کے حصار کے اندر تھا۔

تینوں برہمن چھاؤنی کے قریب گئے تو دوسری طرف سے صنعت کے سپاہیوں نے للکارا "خبردار! وہیں رک جاؤ۔ چھاؤنی کے گرد طلسمی حصار ہے۔ آگے بڑھے تو بے ہوش ہو جاؤ گے۔" برہمن گھبرا کر رک گئے۔ ارتھی کو زمین پر رکھ دیا اور رو رو کر چلّانے لگے "سات پیڑھیوں

سے ہمارے جنازے اسی مرگھٹ میں جلائے جاتے ہیں۔ ہمیں راستہ دو۔ برہمن کی میّت کو روکو گے تو بھگوان کا کرودھ (قہر) تم پر ٹوٹ پڑے گا۔"

سپاہیوں نے کہا "یہاں ملکہ صنعت کا ڈیرا ہے۔ مُردے جلانے کی اجازت نہ ملے گی۔ واپس چلے جاؤ یا حِصار کے باہر کِریا کرم کرو۔"

اس پر برہمن بگڑ گئے۔ کہنے لگے "کس کی مجال جو ہمیں مرگھٹ میں مُردہ جلانے سے روکے۔ جلدی سے جا کر ملکہ صنعت سے کہو کہ راستہ دے۔ ورنہ ہم اپنے جنیو توڑ ڈالیں گے۔"

جنیو توڑنے کی دھمکی سے سارے جادوگر سپاہی ڈر گئے۔ ان میں سے کچھ بھاگے ہُوئے صنعت کے پاس گئے اور اُسے سارا قصّہ کہہ سُنایا۔

صنعت کچھ دیر خاموشی سے سوچتی رہی، پھر بولی "برہمن ہمارے دیوتا ہیں۔ ان کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں۔ فکر بس یہ ہے کہ ان کے بھیس میں کہیں دشمنوں کے عیّار نہ ہوں۔ بہرحال، جاؤ اور برہمنوں سے کہو، میں لاش کو خُود دیکھوں گی، یہ بات وہ مان جائیں تو حِصار توڑ دُوں گی۔"

برہمن لاش دِکھانے پر راضی ہو گئے۔ صنعت نے حِصار توڑ کر انھیں حکم دیا کہ ارتھی کو مرگھٹ کے درخت کے نیچے لے جا کر رکھیں۔ برہمن صنعت کو دُعائیں دیتے ہُوئے بولے "حضور، اب ہمیں مُردہ جلانے کے لیے لکڑیاں بھی سرکار سے ملیں۔"

صنعت نے برہمنوں کی یہ بات مان لی۔ ایک طرف لکڑیاں چُن کر چِتا بنائی جانے لگی، دوسری طرف ارتھی درخت کے نیچے پہنچا دی گئی۔ صنعت اپنی جادوگر کنیزوں کے ساتھ درخت کے نیچے پہنچی اور برہمنوں سے بولی:

"لاش کا کفن ہٹاؤ۔"

برہمن کان پکڑ کر رام رام کرنے لگے، بولے "لاش کی یہ بے حُرمتی ہم سے نہ ہو گی۔ آپ خود کفن کو ہاتھ لگائیں۔"

صنعت کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ مگر پھر برہمنوں سے تکرار کو مناسب نہ جانتے ہُوئے لاش پر جُھک کر کفن کے بند کھولنے لگی۔ کمر کا بند کھولا، سر کا بند کھولا پیر کا بند کھولا۔ اس کے بعد اس نے میّت کے مُنھ سے کفن ہٹایا ہی تھا کہ لاش کی دونوں ٹانگوں نے اس کی گردن کو جکڑ لیا۔ پھر فوراً ہی لاش کا ایک ہاتھ

ہوا میں بلند ہوا جس میں تیز دھار والا خوف ناک خنجر چمک رہا تھا۔ فوراً ہی اس ہاتھ نے صنعت پر خنجر کا بھرپور وار کیا۔ لیکن اس سے پہلے ہی صنعت بجلی کی طرح تڑپ کر اوپر کو اُڑ چکی تھی۔ وار خالی گیا۔ عمرو نے کھڑے ہو کر نعرہ بلند کیا "منم مہتر قیران۔" دوسرے برہمن بھی نعرہ لگانے لگے "منم برق فرنگی۔ منم ضرغام شیر دل۔ منم جان سوز بن قیران۔"

نعروں کے ساتھ ہی سارے عیاروں نے کمند کے گچھے بنا کر صنعت پر پھینکے۔ صنعت ان پھندوں میں پھنس کر نیچے گری۔ عیار خنجر نکال کر چاروں طرف سے اس پر جھپٹ پڑے۔ صنعت پھر زور لگا کر ہوا میں اُڑ گئی۔ کمند کے حلقے ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے بدن سے الگ ہو گئے۔ عیاروں نے جلد ہی اندازہ لگا لیا کہ صنعت پر ان کا زور نہ چل سکے گا۔ یہ خیال کر کے وہ صنعت کی کنیزوں پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے ہی وار میں چار جادوگرنیاں ماری گئیں۔ ان کے مرنے سے اندھیرا پھیل گیا۔ عیار اس اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے وہ سمجھتے تھے کہ طلسمی حصار تو صنعت توڑ ہی چکی ہے، باہر نکل جائیں گے۔ مگر یہ ان کی بھول تھی۔ انھیں راستہ

دینے کے بعد صنعت نے طلسمی حصار پھر تیار کر دیا تھا۔ جیسے ہی وہ بھاگتے ہوئے اس سے ٹکرائے، بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ صنعت نے انھیں بھی پکڑ لیا اور پنجرے میں بند کر دیا اور ایک طلسمی پتلے کے ذریعے یہ خبر مہ جبین کے پاس بھی بھیج دی۔

مہ جبین اور شہزادہ اسد کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ عیاروں سے انھیں بڑی امیدیں تھیں۔ مگر اب وہ بھی گرفتار ہو چکے تھے۔ مشورے کے لیے انھوں نے بچے کھچے خاص سرداروں کی میٹنگ بلائی۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا "خواجہ عمرو کے سوا اس بلا سے اور کوئی دوسرا ہمیں نجات نہیں دلا سکتا۔"

آخر شہزادہ اسد نے عمرو کو بلایا اور ان سے کہنے لگا: "نانا جان! مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ گستاخی کی تھی۔ اب معاف فرمائیے اور صنعت کا کچھ انتظام کیجیے۔"

خواجہ عمرو بپھر کر بولے "تم لوگوں کو اپنے علاوہ اور کسی کی ذرا بھی فکر نہیں۔ قرض دار ہر وقت میری پگڑی اچھالتے رہتے ہیں۔ کبھی ان سے میری جان چھڑانے کی بھی سوچی ہے؟" اس جواب سے سب سمجھ گئے کہ خواجہ رقم

لیے وہ راضی نہ ہوں گے۔

"میں بیس ہزار روپے پیش کرتا ہوں۔" شہزادہ اسد نے کہا۔

"تیس ہزار روپے میں بھی نذر کرتی ہوں۔" ملکہ مرجبین نے کہا۔ مزید پچاس ہزار روپے سرداروں نے مل جل کر ادا کیے۔ عمرو نے ایک لاکھ روپے کی رقم زنبیل میں ڈالی اور شہزادہ اسد سے بولا "اب پچاس ہزار جادوگروں کی فوج میرے حوالے کی جائے۔" شہزادہ اسد نے یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا۔ فوج کی کمان ملتے ہی عمرو نے ماتحت افسروں کو حکم دیا "دو گھنٹے کے اندر کوچ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" افسر حکم کی تعمیل میں لگ گئے۔

ملکہ مرجبین نے پوچھا "خواجہ! یہ رات کے وقت آپ کہاں کوچ کر رہے ہیں؟"

عمرو نے جواب دیا "امیر حمزہ کے پاس کوہِ عقیق جاؤں گا۔"

مرجبین تڑپ کر بولی "مگر آپ تو صنعت سے نمٹنے کی بات کر رہے تھے۔ ہمیں اس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر امیر حمزہ کے پاس کیوں جا رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ اب صنعت سے امیر حمزہ کے سوا کوئی نہیں

جیت سکتا۔ میں انھیں لینے جا رہا ہوں۔"

تھوڑی ہی دیر بعد خواجہ عمرو [illegible] پچاس ہزار کا لشکر لے کر کوچ کا نقارہ بجاتے ہوئے کوہِ عقیق کی طرف چل دیے۔ صنعت اور ملکہ حیرت کے جو جاسوس [illegible] مرجبین کی چھاؤنی میں موجود رہا کرتے تھے انھوں نے یہ خبر دشمن کو پہنچائی۔ چند سرداروں نے چاہا کہ [illegible] میں عمرو کی فوج پر حملہ کر دیں مگر حیرت و صنعت نے انھیں یہ کہہ کر روک دیا کہ اس فتنے کو ٹلنے دو۔ اب سارے باغی آسانی سے ہماری اطاعت قبول کر لیں گے۔

صنعت کی دی ہوئی مہلت میں ایک دن باقی تھا کہ دوپہر کے وقت جادوگروں کا ایک زبردست لشکر آتا دکھائی دیا۔ وہ سب بڑے زور شور سے شہنشاہ افراسیاب کی جے، ملکہ حیرت کی جے اور ملکہ صنعت زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ یہ نعرے سن کر مرجبین کے لشکر کا دل ڈوب گیا۔ صنعت اور حیرت کی فوج ہی ان کے لیے موت کا پہاڑ بنی ہوئی تھی کہ ایک دشمن فوج اور مقابلے پر آ گئی تھی۔ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ وہ اس لشکر کی آن بان دیکھتے رہے۔ ملکہ صنعت کی چھاؤنی کے قریب پہنچ کر یہ لشکر رک گیا۔ سب سے آگے ایک خوب صورت جوان ہاتھی پر سوار

تھا۔ اس کے دائیں بائیں کئی وزیر زرق برق لباس پہنے
کھڑے تھے۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی بہت بڑا
شہزادہ ہے۔ صنعت کے سپاہی طلسمی حصار کی دوسری جانب
سے اس کے سامنے آ کر ٹھہر گئے تو شہزادے نے اُن
سے بڑے رُعب کے ساتھ کہا "خالہ صنعت سے جا کر کہو،
شہزادہ سرفروش جادو آئے ہیں۔"

معلوم رہے کہ سرفروش صنعت کی بہن کا بیٹا تھا اور
صنعت اُسے بہت چاہتی تھی۔ جیسے ہی اس کو خبر ملی کہ
سرفروش آیا ہے اس نے اپنے سرداروں کو اس کے اِستقبال
کے لیے روانہ کیا، طلسمی حِصار کو ختم کر دیا اور دربار میں
آ کر شان سے بیٹھ گئی۔ سرفروش اِستقبال کرنے والوں کے
ساتھ مع اپنی فوج کے صنعت کی بارگاہ کے سامنے آ کر
ٹھہر گیا۔ خود بھی ہاتھی سے نیچے اُترا اور اپنے خاص
سرداروں کو بھی اُترنے کا حکم دیا۔ اب جا کر لوگوں نے
دیکھا کہ سرفروش اور اس کے ہمراہیوں میں سے ہر ایک
کے ہاتھ میں ایک ایک کٹا ہُوا سر ہے۔ سرفروش بارگاہ
کی طرف چلا۔ تو دروازے پر صنعت اس کے اِستقبال کے
لیے کھڑی تھی۔ قریب پہنچے تو سرفروش نے وہ کٹا ہُوا
سر جو اس کے ہاتھ میں تھا صنعت کو دِکھلاتے ہُوئے

شوخی سے کہا "خالہ جان! پہچانیے۔ یہ کس کا سر ہے؟"
صنعت بھونچکی رہ گئی۔ بولی "ارے! یہ تو حمزہ کا سر ہے۔
تُو نے اُسے کہاں قتل کیا؟"

"خالہ جان! وہ ایک فوج کے ساتھ کہیں جا رہا تھا
کہ میرے سامنے پڑ گیا۔ بس میں نے اُسے اور اس کے
سارے سرداروں کو وہیں کا وہیں قتل کر دیا۔ اس کی فوج
کے صرف چند آدمی جان بچا کر بھاگ سکے۔ اس کے سرداروں
کے سر میرے آدمی پیچھے لیے آ رہے ہیں۔"

صنعت بازو پھیلا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی،
"بیٹا! تو نے بڑا کام کیا۔ مگر تجھے ایسے فتنے سے اُلجھنا
نہیں چاہیے تھا۔ سامری نے بڑا کرم کیا۔" سرفروش بھی محبت
سے بانہیں پھیلا کر صنعت کی طرف بڑھا۔ خالہ بھانجے ایک
دوسرے سے بغل گیر ہو گئے۔ صنعت نے اس کی پیشانی
اور گالوں کا بوسہ لے کر چاہا کہ الگ ہو مگر سرفروش اپنی
گرفت مضبوط کرتا چلا جا رہا تھا۔ ایک طرف مُنہ پھیر کر
خود کو الگ کرنے کی کوشش کرتے ہُوئے وہ بڑبڑائی
"ارے لڑکے! چھوڑ۔ میری پسلیاں ٹوٹی جا رہی ہیں۔"
جیسے ہی اس نے مُنہ پھیرا۔ سرفروش نے ایک غبارہ
اس کے سامنے کر دیا۔ غبارے کے اندر سے باریک سفوف

تھا۔ اس کے دائیں بائیں کئی وزیر زرق برق لباس پہنے
کھڑے تھے۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی بہت بڑا
شہزادہ ہے۔ صنعت کے سپاہی طلسمی حصار کی دوسری جانب
سے اس کے سامنے آ کر ٹھہر گئے تو شہزادے نے بڑے
ہی بڑے رُعب کے ساتھ کہا "خالہ صنعت سے جا کر کہو،
شہزادہ سرفروش جادو آئے ہیں۔"

معلوم رہے کہ سرفروش صنعت کی بہن کا بیٹا تھا اور
صنعت اُسے بہت چاہتی تھی۔ جیسے ہی اس کو خبر ملی کہ
سرفروش آیا ہے اس نے اپنے سرداروں کو اس کے استقبال
کے لیے روانہ کیا۔ طلسمی حصار کو ختم کر دیا اور دربار میں
آ کر شان سے بیٹھ گئی۔ سرفروش استقبال کرنے والوں کے
ساتھ مع اپنی فوج کے صنعت کی بارگاہ کے سامنے آ کر
ٹھہر گیا۔ خود بھی ہاتھی سے نیچے اُترا اور اپنے خاص
سرداروں کو بھی اُترنے کا حکم دیا۔ اب جا کر لوگوں نے
دیکھا کہ سرفروش اور اس کے ہمراہیوں میں سے ہر ایک
کے ہاتھ میں ایک ایک کٹا ہوا سر ہے۔ سرفروش بارگاہ
کی طرف چلا۔ تو دروازے پر صنعت اس کے استقبال کے
لیے کھڑی تھی۔ قریب پہنچے تو سرفروش نے وہ کٹا ہوا
سر جو اس کے ہاتھ میں تھا صنعت کو دکھاتے ہوئے

شوخی سے کہا "خالہ جان! پہچانیے یہ کس کا سر ہے؟"
صنعت بھونچکی رہ گئی۔ بولی "ارے! یہ تو غمزہ کا سر ہے۔
تُو نے اُسے کہاں قتل کیا؟"

"خالہ جان! وہ ایک فوج کے ساتھ کہیں جا رہا تھا
کہ میرے سامنے پڑ گیا۔ بس میں نے اُسے اور اس کے
سارے سرداروں کو وہیں کا وہیں قتل کر دیا۔ اس کی فوج
کے صرف چند آدمی جان بچا کر بھاگ سکے۔ اس کے سرداروں
کے سر میرے آدمی پیچھے لیے آ رہے ہیں۔"

صنعت بازو پھیلا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی:
"بیٹا! تو نے بڑا کام کیا۔ مگر تجھے ایسے فتنے سے اُلجھنا
نہیں چاہیے تھا۔ سامری نے بڑا کرم کیا۔" سرفروش بھی محبت
سے بانہیں پھیلا کر صنعت کی طرف بڑھا۔ خالہ بھانجے ایک
دوسرے سے بغل گیر ہو گئے۔ صنعت نے اس کی پیشانی
اور گالوں کا بوسہ لے کر چاہا کہ الگ ہو مگر سرفروش اپنی
گرفت مضبوط کرتا چلا جا رہا تھا۔ ایک طرف منہ پھیر کر
خود کو الگ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ بڑبڑائی
"ارے لڑکے! چھوڑ۔ میری پسلیاں ٹوٹی جا رہی ہیں۔"
جیسے ہی اس نے منہ پھیرا، سرفروش نے ایک غبارہ
اس کے سامنے کر دیا۔ غبارے کے اندر سے باریک سفوف

نکل کر صنعت کی ناک اور منھ پر پڑا۔ اب جا کر وہ چونکی
سمجھ گئی کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ زور لگا کر تڑپی تو سرفروش
کی گرفت سے صاف نکل گئی۔ اسی لمحے سرفروش ہاتھ میں
خنجر لے کر اس کی طرف لپکا اور نعرہ لگایا "میں خواجہ عمرو!
ہوں صنعت، آج تو مجھ سے بچ کر نہ جائے گی!"

صنعت نے چاہا کوئی منتر پڑھ کر عمرو پر وار کرے مگر
اسے ایک چھینک آئی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ بے ہوشی
کا سفوف اپنا کام کر چکا تھا۔ صنعت کے فرشتہ اسے بچانے
کے لیے بڑھے۔ مگر اس سے پہلے ہی خواجہ عمرو نے چھلانگ
لگا کر خنجر کے پے در پے وار سے اس چڑیل کا کام تمام کر
دیا۔ یک دم زبردست آندھیاں چلنے لگیں، گھور اندھیرا چھا
گیا، رونے پیٹنے کی صدائیں ہر طرف گونجنے لگیں اور اس
کے بعد ایک دردناک صدا دور دور تک پھیل گئی "مجھے
دھوکے سے عمرو نے ہلاک کیا۔ میرا نام صنعت سحر ساز تھا۔"

اس آواز کا سنائی دینا تھا کہ نقلی سرفروش جادو کے
ساتھ آئی ہوئی پچاس ہزار جادوگروں کی فوج نے صنعت کے
لشکر پر آگ، پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیے۔ صنعت
کی موت کے اعلان سے اس کے آدمیوں کے دل ویسے ہی
چھوٹے ہو چکے تھے، یہ اچانک اور بھرپور حملے شروع ہوئے

تو ان کے حواس جاتے رہے۔ عمرو کے ساتھیوں نے
ان کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ چند گھنٹوں کے اندر میدان صاف
تھا۔ صنعت کی آدھی سے زیادہ فوج ماری گئی، باقی بے سروسامانی
کے عالم میں جان بچا کر نکل گئی۔ مرُخ سمیت عمرو کے
جن سرداروں اور شاگردوں کو صنعت نے چڑیا بنا کر پنجرے
میں قید کر دیا تھا، صنعت کے مرتے ہی وہ سب اپنی اصلی
حالت میں آ گئے۔ خواجہ عمرو انھیں ساتھ لے کر بڑی شان
اور شوکت کے ساتھ اپنی چھاؤنی کی طرف چل دیے۔

اس سے پہلے جاسوس شہزادہ اسد کو یہ خبر دے چکے تھے
کہ صنعت کی چھاؤنی میں زبردست جنگ ہو رہی ہے۔ جیسی
حصار کے ڈر سے ان میں سے کوئی صنعت کی چھاؤنی کے
اندر جا کر صحیح بات معلوم کرنے کا حوصلہ نہ کر سکا تھا اس
لیے وہ یہ نہ جان سکے کہ کون کس سے لڑ رہا ہے۔ صنعت
کی مہلت میں ایک دن باقی تھا۔ مگر اس اچانک جنگ کی
خبر سن کر شہزادہ اسد نے احتیاطاً اپنی فوج کو تیار رہنے
کا حکم دے دیا تھا۔ جیسے ہی اسے پتا چلا کہ ایک لشکر
بڑی دھوم دھام سے اس کی چھاؤنی کی طرف آ رہا ہے،
اپنی فوج کو تیار کر کے وہ انتظار کرنے لگا۔
ہر ایک دل میں ٹھانے ہوئے تھا کہ مرتے مرتے بھی

ایسی جنگ کی جائے کہ دشمن ہمیشہ یاد رکھے ۔ لیکن آنے والا
لشکر جیسے ہی قریب آیا، ہر ایک کے چہرے پھول کی
طرح کِھل گئے ۔ جن لوگوں کو صنعت نے قید کر لیا تھا
وہ آنے والوں میں سب سے آگے آگے تھے ۔

مشعل جادو

صنعت کی موت معمولی واقعہ نہ تھا ۔ ماہ رُخ کی چھاؤنی
میں دھوم دھام سے خوشی کا جشن منایا گیا ۔ ملکہ حیرت کی
چھاؤنی میں کہرام برپا تھا ۔ افراسیاب باغِ سیب میں
تھا ۔ اس نے جو یہ خبر سُنی تو غصّے سے سُرخ ہو گیا ۔ درباریوں
سے بولا " بس اب پانی سر سے اُونچا ہو چکا ہے ۔ باغیوں
کو اور مُہلت نہ دُوں گا ۔ ملکہ حیرت کو کہلا بھیجو ، جلد ہی
کسی طِلسمی بلا کو لے کر آؤں گا ۔"

طِلسمی بلا کا نام سُنتے ہی دربار میں موجود لوگوں کو جُھرجُھری
آ گئی ۔ وہ جانتے تھے کہ ان بلاؤں کا مقابلہ دُنیا میں کوئی
نہ کر سکے گا ۔ لیکن انھیں ڈر تھا کہ باغیوں کو ختم کرنے کے
بعد وہ دوبارہ اپنے حُجروں میں واپس نہ بھیجی جا سکیں گی
اور مُلک کے لیے مصیبت بن جائیں گی ۔ وہ چاہتے تھے کہ
افراسیاب کو ایسا کرنے سے روکیں مگر اس کو مُشتعل دیکھ کر

کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ افراسیاب اپنی بات کہہ کر
اسی وقت اُڑان تخت پر بیٹھ کر طلسم ظلمات کی طرف چل دیا۔
درباریوں نے یہ خبر ملکہ حیرت کو بھیج دی۔ وہاں یہ بات
مشہور ہونے پر دشمنوں کے حوصلے پھر بحال ہو گئے۔ مہ رُخ
کے جاسوسوں نے یہ خبر ملکہ مہ جبین کو پہنچا دی۔ مہ جبین طلسم
بلاؤں کی طاقت سے واقف تھی۔ اس کا دل ڈوب گیا۔ مشورے
کے لیے اس نے سارے سرداروں کو اکٹھا کیا۔ جس نے یہ
بات سُنی اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے۔

اُدھر افراسیاب تخت اُڑاتا ہوا طلسم ظلمات کے ایک بیابان
میں جا اُترا۔ وہاں پیپل کا ایک بڑا درخت تھا، جس کے
نیچے پتھر کی سِل پر ایک بوڑھا جادوگر آسن جمائے بیٹھا تھا۔
افراسیاب خاموشی کے ساتھ اس جادوگر کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔
کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد اس نے جادوگر کو مخاطب کر کے
کہا "اے زال جادو! طلسم ہوشربا کا شہنشاہ افراسیاب تیرے
سامنے حاضر ہے۔ وقتِ ضرورت سے آیا ہے۔" افراسیاب نے یہ
گفتگو دہرائی۔ زال جادو نے ایک آہ کے ساتھ آنکھیں کھول
دیں اور رُک رُک کر کہا "بُرا کیا میرے مراقبے میں خلل ڈال
دیا۔ بہرحال، شہنشاہ طلسم ہونے کے سبب تیری بات ضرور
سُنوں گا۔ بول! کیا چاہتا ہے؟"

"مجھے ظلمات کی بلا مشعل جادو کی مدد کی ضرورت ہے۔"
افراسیاب نے کہا "اس کے حجرے تک لے چل اور یہ بھی
بتا کہ وہ میری مدد پر کس طرح راضی ہو گا؟"
زال جادو بولا "یہ سودا تجھے مہنگا پڑے گا۔ کیا کوئی
ایسا لڑکا ہے جسے تو سب سے زیادہ چاہتا ہو؟"
"ہاں!" افراسیاب نے جواب دیا "میرا مُنھ بولا بیٹا
خورشید۔ پندرہ سولہ سال کی عُمر ہو گی۔"
"ٹھیک۔" زال جادو نے کہا "جا کر پہلے اسے لے آ۔
تجھے اپنے ہاتھوں اس کے گلے پر چھری پھیرنی ہو گی۔ اس
کا خون مشعل جادو کو پلانا ہو گا۔ اس کے بعد وہ جو بھی
مُطالبہ کرے تجھے پُورا کرنا ہو گا۔ یہ بات تو اچھی طرح
جانتا ہے کہ ایک بار حجرے سے باہر نکلنے کے بعد وہ دوبارہ
حجرے میں واپس جانا پسند نہیں کرتی۔"

افراسیاب خورشید کو بالکل اپنے بیٹے کی طرح چاہتا تھا۔
زال جادو کی شرط سُنتے ہی اس کا کلیجہ کانپ اُٹھا۔ بھلا
اپنے چہیتے کا گلا کاٹنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ لیکن
افراسیاب پر اس وقت غرض کا بھوت سوار تھا۔ سینے پر
پتھر رکھ کر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہنے لگا:
"میں آپ کی ہر شرط تسلیم کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہاں سے

اُٹھا اور اڑن تخت پر بیٹھ کر قلعۂ خورشیدیہ کی طرف چل دیا۔
اِتفاق سے اس وقت خورشید قلعے کے باہر پرندوں کا شکار
کھیل رہا تھا۔ محافظوں کا ایک ہجوم اس کے ساتھ تھا۔
افراسیاب تخت اُڑائے چلا جا رہا تھا کہ مجمع دیکھ کر اُتر
پڑا۔ خورشید کی نظر جونہی افراسیاب پر پڑی تیر کمان پھینک
کر بھاگتا ہُوا آیا اور افراسیاب سے لپٹ گیا۔ خورشید کا
بھولا بھالا چہرہ دیکھ کر افراسیاب چند لمحوں کے لیے کش مکش
میں پڑ گیا مگر پھر دل پر جبر کر کے بولا "مجھے ایک ضروری
مُہم درپیش ہے۔ میرے ساتھ چلو"۔

تخت پہلے کی طرح پھر فراٹے بھرنے لگا۔ آخر دونوں
زال جادُو کے پاس جا پہنچے۔ زال جادو انھیں ساتھ لے کر
ایک ٹیلے پر آیا۔ وہاں کوئی منتر پڑھ کر اس نے زمین پر
پیر مارا۔ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ٹیلے میں ایک بڑا
سا شگاف پیدا ہوگیا۔ زال جادُو نے افراسیاب کو پیچھے آنے
کا اِشارہ کر کے شگاف میں چھلانگ لگا دی۔ افراسیاب بھی
خورشید کو گود میں اُٹھا کر شگاف میں کُود پڑا۔ کچھ دیر بعد
تینوں شگاف کی تہ میں تھے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک
دروازہ تھا جس میں ایک بڑا سا طِلسمی تالا لٹک رہا تھا۔
زال جادُو نے دروازے کے قریب پہنچ کر افراسیاب سے کہا

"میرے عِلاوہ یہ تالا دُنیا میں اور کوئی نہیں کھول سکتا"۔
یہ کہہ کر اس نے خنجر سے ایک ہاتھ کی رگ کاٹی اور
طِلسمی تالے پر اپنا خون ٹپکانے لگا۔ تالا ہر طرف سے
خون میں تربتر ہو کر کھٹاک کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔
زال جادو نے تالا دروازے سے دُور پھینک کر پٹ کھول
دِیے۔ دروازہ کُھلتے ہی ایک عجیب سی بُو کا بھبکا آیا۔
ساتھ ہی نیچے جاتی ہُوئی پتھروں کی سیڑھی دِکھائی دی۔
خورشید پہلے ہی سہما ہُوا تھا۔ یہ پُر اسرار تہ خانہ دیکھ
کر بُری طرح ڈر گیا۔ افراسیاب نے اُسے پھر گود میں
اُٹھا لیا اور زال جادو کے پیچھے تہ خانے میں اُترتا چلا
گیا۔ نیچے ایک کمرہ تھا جس کے بیچوں بیچ پتھر کی بڑی
میز پر ایک لاش پڑی تھی۔

"طِلسمی بلا، مشعل جادُو یہی ہے"۔ زال جادُو نے آہستہ
سے کہا۔ افراسیاب نے کنکھیوں سے لاش کا جائزہ لیا۔
لاش کی بھویں، مونچھیں اور داڑھی اِتنی بڑی ہُوئی تھی کہ
اس کا چہرہ تقریباً بالکل چھپ گیا تھا۔ باقی جسم کا حِصّہ
ہڈیوں کے ڈھانچے کے سوا اور کچھ نہ معلوم دیتا تھا۔ ہاتھوں
پیروں کے ناخن اُنگلیوں جتنے بڑھے ہُوئے تھے۔ سر سے پیر
تک جگہ جگہ مکڑیوں نے جالا بنا رکھا تھا۔ صاف پتا چلتا

تمہارے زندان سے یہ تیرہ ایک جیسی موت میں پیس پڑی ہے۔

زال جادو نے لاش پر سے گرد و غبار صد کرسی کے نیچے کو صاف کیا اور اس کے بعد ایک خنجر اور بڑا سا پیالہ قریب کر دے کر کہا "اب تم اپنا کام کرو۔"

اِدھر کانپتے ہاتھوں سے افراسیاب نے خنجر اور پیالہ لیا اُدھر خورشید کی ڈر کے مارے چیخ نکل گئی۔ چند لمحے افراسیاب زبردست کش مکش میں مبتلا رہا مگر پھر جی کڑا کر کے اس نے خورشید کے حلق پر خنجر پھیر ہی دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں خورشید کی لاش تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی — افراسیاب اس کے خون سے بھرا ہوا پیالہ لے کر لڑکھڑاتا ہوا زال جادو کے قریب پہنچا۔

"جیسے ہی مشعل جادو اُٹھ کر بیٹھے، یہ پیالہ اس کے مُنھ سے لگا دینا" زال جادو نے کہا اور انگلیاں ڈبو کر چند قطرے خون کے مشعل جادو کی ناک میں ٹپکا دیے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے جھرجھری لی اور ہاتھوں کے سہارے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ افراسیاب نے فوراً خون کا بھرا ہوا پیالہ اس کے مُنھ سے لگا دیا۔ چند گھونٹ پینے کے بعد اس نے پیالہ خود اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیا اور مُنھ سے

اس وقت ہٹایا جب آخری قطرہ ختم ہو گیا۔ تب قوت پا کر مشعل تر و تازہ ہو گیا۔ "تم نے مجھے زندگی عطا کی ہے۔ جیتے رہو۔"

زال جادو نے افراسیاب کو اشارہ کیا۔ افراسیاب نے آگے بڑھ کر ادب سے کہا "میں جسم پوش رہ کر تماشا دیکھ رہا ہوں۔ باغیوں نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ میرے ساتھ چل کر ان کو مزہ چکھائیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو ہمیشہ ایسا ہی لذیذ، گرم اور تازہ خون پیش کرتا رہوں گا۔"

مشعل جادو نے خوش ہو کر کہا "شاباش افراسیاب! میں ضرور تمھاری مدد کروں گا۔" اپنی نکلی ہوئی ہڈیوں اور لٹکتی ہوئی کھال کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا "لیکن اس سڑے اور بوسیدہ جسم کے ساتھ چلنا کچھ اچھا نہیں لگتا۔ کیا کسی تازہ لاش کا بندوبست ہو سکتا ہے؟"

زال جادو نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا "حضور، ایک نوعمر لڑکے کی لاش حاضر ہے۔"

مشعل جادو نے خورشید کی لاش کو غور سے دیکھا۔ "بہت مناسب" اس نے کہا "ایسا کرو اس کے [illegible]

ٹلنکے لگا دو اور لاش کو میرے قریب لے آؤ۔"

زال جادو نے حلق کا زخم سیا اور افراسیاب نے لاش اٹھا کر مشعل جادو کے قریب رکھ دی۔ مشعل جادو لاش سے چمٹ گیا اور مُردہ خورشید کے مُنھ سے مُنھ لگا کر اپنی روح اس نے اس کے جسم میں داخل کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے مشعل جادو کا پُرانا جسم اکڑ کر ٹھنڈا ہو گیا اور خورشید کے جسم میں زندگی کی حرارت دوڑنے لگی۔ اس نے کھڑے ہو کر نعرہ بُلند کیا "مَنم مشعل جادو۔"

افراسیاب مشعل جادو کو لے کر ملکہ حیرت کی چھاؤنی پر پہنچا۔ عیش و عشرت کے دُوسرے سامان کے علاوہ چار خُوب صُورت اور نو عُمر لڑکوں کا خُون مشعل جادو کی روزانہ خوراک مُقرر ہوئی۔ ہر طرف منادی کرا دی گئی کہ "مشعل جادو حُجرۂ بلا سے نکل کر افراسیاب کی مدد کو آئے ہیں۔"

مہرُخ کے لشکر میں اس خبر نے تہلکہ مچا دیا۔ عمرو نے سب کو تسلّیاں دیں اور شہنشاہ کوکب کو اطلاع بھجوا کر مشورہ طلب کیا۔ کوکب نے جواب دیا "مشعل جادو ایک خوف ناک بلا ہے۔ کئی سو سال سے حجرے میں بند تھا۔ جسم بدلنے اور دوسروں کی رُوح میں قبضہ کرنے میں کمال رکھتا ہے۔ اگر اس سے نگاہیں ملائے بغیر مقابلہ کیا جائے تو

اس کے وار سے بچا جا سکتا ہے۔ مگر اسے ہلاک نہیں کیا جا سکتا۔ میں تدبیر کر رہا ہوں۔ کوئی عمل کارگر ہو گیا تو ٹھیک، ورنہ ملکہ مُبرّاں اور دیگر شہزادیوں کو مدد کے لیے جلد روانہ کروں گا۔" کوکب کے اس خط سے عمرو کی بڑی ڈھارس بندھی۔

آخر کار ملکہ حیرت کی چھاؤنی سے ایک رات اعلانِ جنگ کے نقارے گونجنے لگے۔ پتا چلا کہ کل دن کو مشعل جادو جنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جواب میں عمرو نے بھی اپنے لشکر میں طبلِ جنگ بجانے کا حکم دے دیا۔

صُبح ہونے سے کچھ پہلے چند جاسُوس بھاگے ہُوئے عمرو کے پاس آئے اور خبر دی کہ میدانِ جنگ کے قریبی درّے میں زبردست الاؤ [illegible] کیا جا رہا ہے۔ مشعل جادو نے ہدایت کی ہے کہ [illegible] جو سردار میرے ہاتھوں مارا جائے اس کی لاش کو فوراً جلا دیا جائے۔ اس خبر سے عمرو کے کان کھڑے ہو گئے۔ شاگرد عیّاروں کو بلا کر اس نے کہا: "کوکب نے مجھے لکھا ہے کہ مشعل جادو دشمن کی رُوح قبض کر لیتا ہے۔ دُوسری طرف مشعل جادو نے حکم دیا ہے کہ جو بھی حریف اس کے ہاتھ سے مارا جائے اس کی لاش فوراً جلا دی جائے۔ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ مشعل جادو رُوح قبض

کرکے کسی دوسرے جان دار کے جسم میں محفوظ کر دیتا ہے۔ جس
طرح بن پڑے تم لوگ جا کر الاؤ پر قبضہ کر لو اور ہمارا جو بھی
سردار مشعل جادو کے مقابلے میں ہلاک ہو اس کی لاش بحفاظت
اپنی چھاؤنی میں پہنچا دینے کا اِنتظام کرو۔"

شاگرد عیاروں نے عمرو کے خیال سے اِتفاق کیا اور بھیس
بدل کر الاؤ کی طرف روانہ ہو گئے۔ سُورج نکلنے پر دونوں
جانب کی فوجیں ایک دُوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئیں
افراسیاب اور مشعل بڑی شان کے ساتھ بارگاہ سے نکل کر
میدانِ جنگ کی طرف بڑھے۔ ان کے لشکر کی اگلی صفوں
کے درمیان ایک جگہ ایک پُراسرار خیمہ لگا ہُوا تھا۔ نہ جانے
اس کے اندر کیا تھا کہ افراسیاب اور مشعل جادُو کے علاوہ
کسی کو بھی اس کے اندر جانے کی اِجازت نہ تھی۔ افراسیاب
اور مشعل جادُو اس خیمے کے اندر چلے گئے اور چند لمحوں
بعد ہی باہر آ گئے۔ دونوں نے آپس میں کچھ باتیں کیں
جس کے بعد افراسیاب تو خیمے کے سامنے بیٹھ گیا اور
مشعل جادُو اکڑتا ہُوا میدانِ جنگ میں جا پہنچا۔ باغیوں
کی فوج پر حقارت کے ساتھ نظر دوڑانے کے بعد اس نے
نعرہ لگایا "منم مشعل جادُو۔ اے باغیو! ہمت ہو تو کسی
کو میرے مقابلے پر بھیجو۔"

مشعل جادُو کی مہ رُخ کی فوج پر ہیبت چھائی ہُوئی تھی
مگر اب جو سب نے غور سے دیکھا تو پندرہ سولہ برس کا
خُوب صُورت سا لڑکا انھیں للکار رہا تھا۔ انھوں نے خیال
کیا کہ مشعل جادُو کا نام محض ڈرانے کے لیے اِستعمال کیا جا
رہا ہے۔ مقابلے میں آنے والا کوئی اور ہی ہے۔ اِس بات
سے مہ رُخ کی فوج کے ٹوٹے ہوئے حوصلے پھر بلند ہو گئے۔
ملکہ فرمانیہ ملکہ مہ جبین سے اِجازت لے کر میدان میں آئی۔
مشعل جادُو اس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا۔ وہ سمجھی شاید
بھاگنے کا اِرادہ رکھتا ہے۔ ہاتھ میں ناریل لے کر اُس کے
پیچھے بھاگی۔ قریب پہنچ کر اس نے ہاتھ بڑھایا کہ لڑکے کو
گردن سے پکڑ لے کہ اسی لمحے وہ پلٹ پڑا۔ دونوں کی نگاہیں
مل گئیں۔ نگاہیں ملتے ہی فرمانیہ کا بدن سُن ہو گیا۔ جادُو
منتر سب بھُول گئی۔ مشعل جادو نے ایک زور دار طمانچہ رسید
کیا۔ فرمانیہ کی گردن ٹوٹ گئی۔ زمین پر گر کر دم توڑنے لگی۔
یہ دیکھتے ہی افراسیاب خیمے میں گیا۔ ایک پرندہ ہاتھ میں
لے کر باہر نکلا اور اُڑتا ہُوا فرمانیہ کے قریب آ پہنچا پھر دیکھتے
ہی دیکھتے اس پرندے کی گردن مروڑ دی۔ پرندہ مر گیا تو
اس کی چونچ اُس نے فرمانیہ کے مُنھ سے لگا دی۔ پرندہ پھر
زندہ ہو گیا۔ فرمانیہ کی لاش تڑپ کر ٹھنڈی پڑ گئی۔ افراسیاب

نے ایک جانب اشارہ کیا۔ چند جلاد بھاگتے ہوئے آئے
اور فرمانیہ کی لاش اٹھا کر اس درے کی طرف چل دیے
جہاں الاؤ جل رہا تھا۔

فرمانیہ کے بعد ملکہ سرخ مو مقابلے کے لیے آئی۔ اس
نے کچھ دیر تک بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن اس
کی بھی نگاہ مشعل جادو سے مل گئی اور اس کا حشر بھی
فرمانیہ جیسا ہوا۔

ایک کمسن لڑکے کے ہاتھ سے دو نامور جادوگر شہزادیوں
کے مارے جانے سے ملکہ کاکل کشا کو سخت غصہ آیا۔
مرجبین سے اجازت لے کر وہ میدان میں آئی اور مشعل جادو
پر نارنج، ترنج، ناریل اور گولوں کی برسات کر دی۔ کچھ دیر
تک وہ اپنا بچاؤ ہی کرتا رہا مگر جب اس نے دیکھا کہ
یہ تابڑ توڑ حملے ختم نہیں ہوتے تو اس نے بھی کاکل کشا
پر گولے برسانے شروع کر دیے۔ مشعل جادو کے گولے
زبردست جادوئی طاقت رکھتے تھے۔ ان کا توڑ مشکل جان
کر وہ زمین میں ڈبکی لگا گئی۔ چند لمحوں بعد وہ مشعل
جادو کی پشت پر تھی۔ پہلے کی طرح اس نے پھر مشعل
پر گولے برسانے شروع کر دیے۔ اب کی مرتبہ مشعل نے
زمین میں ڈبکی لگائی۔ کاکل کشا سمجھی وہ جل کر راکھ ہو

گیا لیکن اچانک مشعل اس کے پیچھے زمین سے نکلا اور نعرہ
مارا "منم مشعل جادو"۔

کاکل کشا گھبرا کر جو پلٹی تو اس کی نگاہ مشعل سے مل گئی۔
بس پھر کیا تھا۔ اس کا بھی وہی حشر ہوا جو دوسروں کا ہو
چکا تھا۔ اس کی روح بھی ایک مردہ پرندے کے اندر داخل
کر دی گئی۔ لاش کو جلاد جلانے کے لیے لے گئے۔

کاکل کشا کے بعد ناگن بجلی اور رند جادو مشعل کے
مقابلے پر آئے۔ دونوں نے بڑی دیر تک جنگ کی لیکن
آخر میں مشعل کے ہاتھوں وہ بھی مارے گئے۔ ان کی روحیں
بھی مردہ پرندوں میں منتقل کر دی گئیں اور لاشیں جلانے
کے لیے بھیج دی گئیں۔

اس اثنا میں دوپہر ہو گئی اور دونوں جانب کی فوجیں
اپنی اپنی چھاؤنیوں کو لوٹ گئیں۔ شام کے وقت افراسیاب
اور مشعل جادو لاشوں کو دیکھنے کے لیے درے میں گئے۔
وہاں جلادوں نے انھیں پانچ مردوں کی بچی کھچی ہڈیاں اور
کھوپڑیاں دکھائیں۔ دونوں مطمئن ہو کر اپنی بارگاہ میں واپس
آ گئے۔ اس بات کا انھیں شبہ بھی نہ ہو سکا کہ جو جلی ہوئی
ہڈیاں اور کھوپڑیاں انھوں نے دیکھی ہیں وہ خود ان کے
اپنے جلادوں کی ہیں اور اصل لاشیں مرجبین کی چھاؤنی

میں پہنچائی جا چکی ہیں۔

دراصل عمرو کے شاگرد عیاروں نے جلّادوں کے بھیس میں درّے کا سارا کاروبار اتنی خوب صورتی سے سنبھال رکھا تھا کہ اصلی لاشیں عمرو کے پاس پہنچا دی جاتی ہیں اور ان کی جگہ جلّادوں کی لاشیں جلا دی جاتی تھیں۔ پہاڑ سے لکڑیاں کاٹ کر لانے اور الاؤ جلانے کے لیے جلّادوں کی جو ٹولیاں افراسیاب کی جانب سے مقرر کی گئی تھیں، عمرو کے شاگردوں نے ان کے سرداروں کی جگہ سنبھال رکھی تھی اور کسی بھی جلّاد کو خفیہ طور پر ہلاک کر کے اس کی لاش کو اصلی لاش کی جگہ جلا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

دُوسرے دن مشعل جادُو پھر میدان میں آیا۔ اس مرتبہ ملکہ مخمور، ملکہ ماراں اور ملکہ اسرار جادُو نے اس سے جنگ کی۔ دوپہر تک زبردست مقابلہ ہوتا رہا۔ آخر میں ایک بار ملکہ اسرار جادُو کے وار سے مشعل زخمی بھی ہو گیا تھا مگر انجام وہی ہُوا۔ تینوں شہزادیوں کی لاشیں درّے میں بھجوا کر مشعل جادُو نے جنگ ملتوی کر دی۔

اگلے دن ملکہ بہار اور ملکہ مہ رخ نے باری باری مشعل جادُو سے مقابلہ کیا۔ ان دونوں کی جنگ دُوسروں سے زیادہ

سخت اور طویل رہی۔ مگر آخر کار دونوں ناموَر شہزادیاں کام آئیں اور افراسیاب نے ان کی رُوحوں کو بھی پرندوں کے مُردہ جسموں میں بند کر دیا اور لاشیں جلانے کے لیے بھجوا دیں۔

چوتھے دن شہزادہ اسد اور ملکہ مہ جبین مشعل جادُو کے مقابلے پر جانا چاہتے تھے مگر جب شہزادہ اسد بڑھتا، مہ جبین اُسے روک دیتی اور جب مہ جبین جانا چاہتی، شہزادہ اسد روک لیتا۔ اس تکرار میں خاصا وقت گزر گیا۔ مشعل میدان میں للکارتا رہا اور کوئی بھی اس کے سامنے نہ جا سکا۔ تنگ آ کر مشعل للکارا:

"اے باغیو! اگر اب تم میں سے کسی میں لڑنے کا حوصلہ نہیں تو ہتھیار پھینک کر افراسیاب کے سامنے حاضر ہو اور معافی مانگو۔ بس آدھ گھنٹے کی مُہلت ہے۔ اس کے بعد جو بھی اسد کے جھنڈے کے نیچے ہو گا یلغار کر کے اس کے ٹکڑے اُڑا دوں گا۔"

اس دھمکی سے مہ جبین کی فوج کے چھکّے چُھوٹ گئے۔ کُچھ بھاگنے کی سوچنے لگے کچھ افراسیاب سے معافی مانگنے کی۔ لیکن ابھی وہ کسی ایک بات پر عمل نہ کرنے پائے تھے کہ ملکہ مجلس جادُو، ملکہ اختر اور ملکہ بُرّاں تخت اُڑاتی ہوئی طلسم نور افشاں سے وہاں آ پہنچیں۔ مہ جبین تینوں

سے لپٹ لپٹ کر خوب روئی اور ان کو سارا حال کہہ سنایا۔

ملکہ براں نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا "ہمیں شہنشاہ کوکب نے آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ مقابلہ طلسمی بلا یعنی اصلی مشعل جادو سے ہے۔ مگر ہم بھی جانیں لڑا دیں گے۔ جو قسمت میں لکھا ہے پورا ہو گا۔"

مجلس جادو بولی "سب سے پہلے میں جا کر اس بلا سے نپٹتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اُڑتی ہوئی مشعل جادو کے سامنے جا پہنچی۔ دیکھنے میں مجلس جادو قد اور عمر کے لحاظ سے چھ سات سال کی بچّی لگتی تھی، اس لیے مشعل بولا "کیا باغیوں کی اتنی بڑی فوج میں دوسرا کوئی نہیں تھا جو مرنے کے لیے تجھ کمسن لڑکی کو بھیج دیا؟"

مجلس جادو نے جواب دیا "تو کہاں کا جواں مرد ہے۔ ابھی دودھ کے دانت بھی تو نہیں ٹوٹے ہوں گے۔ افراسیاب سے کہہ کہ خود آ کر میرا مقابلہ کرے۔ جان لے، میرا نام مجلس جادو ہے۔ شہنشاہ کوکب کی بھتیجی ہوں۔"

اس جملے کے ختم ہونے کے ساتھ ہی دونوں میں خوفناک لڑائی شروع ہو گئی۔ نارنجیوں، گولوں اور جادو منتروں کے تابڑ توڑ حملے ہونے لگے۔ مشعل کا وار بچانے کے لیے کبھی

مجلس ہوا میں اُڑ جاتی کبھی زمین میں ڈبکی لگا جاتی، کبھی اپنے طلسمی پتلوں سے مدد لیتی اور کبھی بزرگوں کے تحفوں سے۔ سب کچھ کرتی مگر کسی بھی طرح مشعل جادو سے آنکھ نہ ملاتی۔ اس احتیاط کی وجہ سے مشعل کا کوئی وار اس پر کارگر نہ ہو سکا۔

ایک گھنٹے کی لڑائی کے بعد مشعل نے غصّے میں آ کر تلوار کھینچ لی۔ مجلس جادو نے بھی تیغ نکال لی۔ پھر تو دونوں کے درمیان ایسی زبردست تلوار چلی کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں چکا چوند ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد لڑتے لڑتے مجلس جادو نے ایک ہاتھ سے مٹھی بھر کر مٹی اُٹھائی اور مشعل کی آنکھوں میں جھونک دی۔ مشعل پیچھے ہٹ کر اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ اسی لمحے مجلس نے اُڑ کر اس کے سر پر تیغ کا ایسا بھرپور وار کیا کہ گردن تک سر دو ٹکڑے ہو گیا۔ مشعل زمین پر گرا اور دم توڑنے لگا۔

مجلس نے فخر سے نعرہ بلند کیا "منم مجلس جادو۔"

افراسیاب یہ منظر دیکھتے ہی اُڑتا ہوا آیا اور مشعل کی لاش اُٹھا کر پُراسرار خیمے میں لے گیا۔ چند ہی لمحوں بعد ایک گرانڈیل نوجوان خیمے سے نکل کر دوڑتا ہوا مجلس جادو کے قریب جا پہنچا۔ اس وقت مجلس جادو مرجبین کے

لشکر کی طرف منہ کیے دوستوں کے نعروں کا ہاتھ ہلا ہلا کر
جواب دے رہی تھی۔ نوجوان نے آتے ہی نعرہ مارا "منم
مشعل جادو۔ اے مجلس دیکھ، کیا تو نے واقعی مجھے ہلاک
کر دیا؟"

مجلس چونک کر پلٹی اور ایک گرانڈیل نوجوان کو سامنے
پا کر حیرت سے اُسے دیکھنے لگی۔ ایسا کرنے میں اس کی
نگاہیں اس کی نگاہوں سے ٹکرا گئیں۔ اس کے بعد مجلس
جادو کو ہوش نہ رہا۔ آنے والے گرانڈیل نوجوان یا مشعل
جادو نے تلوار مجلس جادو کے سینے میں بھونک دی۔ وہ
بے چاری اپنے بچاؤ کے لیے زبان تک نہ ہلا سکی۔ زمین پر
گر کر تڑپنے لگی۔ افراسیاب نے آ کر مُردہ پرندہ اس کے
منہ سے لگا دیا۔ پرندہ زندہ ہو گیا اور مجلس کا جسم تڑپ
تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ جلاد اس کی لاش اُٹھا کر درے کی
طرف لے گئے۔

ملکہ اختر یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اُسے اتنا جوش آیا
کہ اجازت لیے بغیر اُڑ کر مشعل جادو کے سامنے جا پہنچی۔
زبردست جنگ کر کے اس نے دو مرتبہ مشعل جادو کو قتل
کیا، لیکن تیسری مرتبہ جونہی اس نے ایک لمبے پتلے جوان
جادوگر کی شکل میں آ کر نعرہ کیا "منم مشعل جادو" اُسی

وقت اچانک ملکہ اختر کی نگاہیں اس سے مل گئیں اور اُسے
بھی دوسری شہزادیوں جیسا انجام دیکھنا پڑا۔

خواجہ عمرو بڑے غور سے اس معاملے کو دیکھ رہے تھے کہ
جیسے ہی مشعل جادو مرتا ہے، افراسیاب اس کی لاش اُٹھا
کر خیمے میں لے جاتا ہے۔ وہاں سے دوسرا شخص منم مشعل
جادو کا نعرہ لگاتا ہوا آ جاتا ہے۔ سوچتے سوچتے یہ
بات ان کے دماغ میں بیٹھ گئی کہ مشعل جادو کی رُوح
ایک سے دوسرے جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور اس عمل
کے لیے غالباً دو تازہ لاشوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک
مشعل جادو کی اور دوسری کسی اور کی۔

ملکہ اختر کے بعد جیسے ہی ملکہ بُراں مشعل جادو سے
لڑنے کے لیے میدان میں پہنچی، خواجہ عمرو بھی چادر اوڑھ کر
اس کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ ملکہ بُراں نے تین بار
جمشیدی آئینے کی شعاعوں سے مشعل جادو کو قتل کیا۔ ہر
بار افراسیاب شہباز کی طرح جھپٹ کر اس کی لاش خیمے میں
اُٹھا کر لے جاتا اور عمرو منہ دیکھتا رہ جاتا۔

اتفاق سے چوتھی مرتبہ عجیب معاملہ ہوا۔ بُراں اور مشعل
طلسمی تلواروں سے سخت جنگ کرتے ہوئے کبھی زمین میں
ڈوب جاتے اور کبھی آسمان پر اُڑنے لگتے۔ یہ لڑائی کچھ

اتنی عجیب، دل چسپ اور چکا چوند پیدا کر دینے والی تھی
کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے اور خاصی دیر تک یہ نہ
دیکھ پاتے کہ مشعل کدھر ہے اور بُراں کدھر ہے۔

ایک بار دونوں ایک دوسرے پر تابڑ توڑ وار کرتے
خاصی بلندی تک اُوپر چلے گئے۔ آسمان پر لڑتے لڑتے
اچانک بُراں کی نگاہ مشعل سے مل گئی۔ مشعل نے ایک
بھرپور وار بُراں کے سر پر لگایا۔ عین اسی موقع پر بیہوش
ہونے سے پہلے بُراں کا بھی ایک زور دار وار مشعل کے
سر پر پڑ چکا تھا۔ دونوں تڑپ کر ایک دُوسرے سے
الگ ہوئے اور قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے زمین پر گرے
پہلے ملکہ بُراں نیچے گری۔ افراسیاب نے بڑھ کر مُردہ پرندہ
اس کے مُنھ سے لگا دیا۔ بُراں کی رُوح پرندے کے جسم
میں منتقل ہو گئی۔ اس کی لاش جلاد جلانے کے لیے لے
گئے۔

اِتنے میں مشعل جادُو سخت زخمی حالت میں زمین پر
گرا۔ افراسیاب سمجھا وہ ٹھیک ٹھاک ہے۔ مگر جب وہ بھد
سے زمین پر گرا اور تڑپنے لگا تو افراسیاب کو فکر ہُوئی
چوکنا ہو کر مشعل کی طرف جھپٹا۔ عمرِو مشعل کی
لاش سے زیادہ قریب تھا۔ اس نے الیاس جال مار کر مشعل

کی لاش گھسیٹ لی اور افراسیاب کے پہنچنے سے قبل زنبیل
میں ڈال، چادر اوڑھ اپنی فوج کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ چادر
کی وجہ سے افراسیاب عمرو کو نہ دیکھ سکا۔

خواجہ عمرِو نے ملکہ مہ جبیں اور شہزادہ اسد کے پاس
پہنچ کر چادر اُتاری اور مشعل جادُو کی لاش نکال کر اُن کے
سامنے ڈال دی۔ لاش میں اب بھی جان باقی تھی۔ ملکہ بُراں
اور دُوسری شہزادیوں کی موت سے مہ جبیں اور اسد بہت
مشتعل تھے۔ انھوں نے حکم دیا کہ تیل کا ایک کڑھاؤ گرم
کیا جائے۔ جب تیل کڑکڑانے لگا تو اسد نے مشعل جادُو
کی لاش اُٹھا کر اس میں ڈال دی۔ جلتے ہُوئے تیل نے
آنِ واحد میں مشعل جادُو کی لاش کو کوئلہ بنا دیا۔ اچانک
پورے میدانِ جنگ میں گھُپ اندھیرا چھا گیا۔ بھُوتوں پریتوں
کے رونے چنگھاڑنے سے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔
خوف ناک آندھیاں چلنے لگیں۔ خاصی دیر بعد شور ہلکا
ہُوا اور ایک ہیبت ناک آواز ہر طرف گونجنے لگی " مجھے
تیل میں جلا کر ہلاک کیا۔ میرا نام مشعل جادُو تھا۔ صرف
ملت سو تیس سال زندہ رہا۔ دل کی حسرت دِل ہی میں
رہی "

اس آواز کے بعد اندھیرا غائب ہو گیا۔ آندھیاں تھم گئیں

افراسیاب نے سر پیٹ لیا۔ مہ جبین کی فوج نے فتح کے
نعرے بلند کیے۔

خواجہ عمرو، اسد اور مہ جبین بھاگے ہوئے اس خیمے
میں گئے جہاں اُن کے حامی سرداروں اور شہزادیوں کی
لاشیں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر ان کی خوشی دوبالا ہو
گئی کہ ہر لاش میں زندگی پیدا ہو گئی ہے۔ مشعل جادو
کے ہاتھ سے انھیں جو زخم لگے تھے ان میں سے تازہ
خون بہہ رہا تھا۔ جادوگروں، طبیبوں اور جرّاحوں نے ان
کی مرہم پٹی شروع کر دی۔ دو چار دنوں کے اندر سب
کے زخم ٹھیک ہو گئے۔

عمرو کو اس بات پر سخت تعجب تھا کہ مشعل جادو
نے ان سب کو زخمی کیا اور افراسیاب نے اُن کی رُوحیں
پرندوں کے جسم میں قید کر دیں۔ اس کے باوجود وہ سب
کس طرح زندہ ہو گئے! اس نے یہی بات ملکہ بُرّاں سے
پوچھی۔ بُرّاں نے ہنستے ہوئے کہا "بات کچھ پیچیدہ نہیں
ہماری رُوحوں کو افراسیاب نے اپنے جادو سے نہیں بلکہ
مشعل کے جادو سے قتل کیا تھا۔ مشعل مارا گیا تو ہماری
روحیں آزاد ہو گئیں۔"

ملکہ تاریک شکل

ایک رات اور ایک دن فتح کا جشن منانے کے بعد
ملکہ بُرّاں اور طلسم نور افشاں کی دوسری شہزادیاں رخصت
ہوئیں۔ چلتے وقت بُرّاں نے عمرو سے کہا "خواجہ جی! ہم
اب جانے کی اجازت چاہتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر فوراً
حاضر ہو جائیں گے۔ افراسیاب حیرت کی چھاؤنی ہی میں ٹھہرا
ہوا ہے۔ اس پر کڑی نگاہ رکھیے۔ وہ خاموش نہیں بیٹھے
گا۔"

عمرو نے اُسے ہر طرح اطمینان دلا کر رخصت کیا۔ اُسے
خود بھی افراسیاب سے کھٹکا تھا۔ بُرّاں کے کہنے سے اور بھی
احساس ہوا۔ چنانچہ اُدھر بُرّاں وغیرہ طلسم نور افشاں کو
روانہ ہوئیں اِدھر عمرو بھیس بدل کر افراسیاب کے دربار
میں جا پہنچا۔

دربار میں اُداسی چھائی ہوئی تھی۔ مشعل جادو کی موت

نے سب کا دل توڑ کر رکھ دیا تھا۔ افراسیاب کے دل کو
بھی سخت صدمہ تھا مگر چہرے سے ایسا ظاہر کرتا تھا جیسے
اُسے کوئی پرواہ نہ ہو۔ اس نے تاج کو سر پر پہلے سے
کچھ زیادہ ترچھا کیا اور درباریوں کو مخاطب کر کے کہنے
لگا:

"میں دیکھ رہا ہوں کہ مشعل جادو کے مارے جانے
پر تم لوگ ضرورت سے زیادہ اُداس ہو۔ شاید تم میں سے
کچھ یہ سمجھتے ہیں کہ اب باغیوں کو سزا دینا مشکل ہے۔
لیکن سب لوگ اچھی طرح سُن لیں، مشعل جادو طلسمی
بلاؤں میں سے حقیر ترین بلا تھی۔ مجھ سے تھوڑی سی دیر
نہ ہو جاتی اور میں بر وقت اس کی لاش قبضے میں کر لیتا
تو ہرگز وہ ہلاک نہ ہوتا۔ بہرحال، اب میں اپنی دائی
اماں ملکہ تاریک شکل کو بُلاؤں گا۔ وہ باغیوں کا سارا حساب
بے باق کر دیں گی۔"

ملکہ تاریک شکل کا نام سُن کر سارے درباریوں کو
جُھرجُھری سی آ گئی۔ عمرو نے بھی اندازہ کر لیا کہ تاریک
شکل ضرور مشعل جادو سے زیادہ طاقت ور بلا ہو گی لیکن
وہ کہاں ہے؟ افراسیاب اسے کس طرح بُلائے گا؟ ان
سوالات کا جواب معلوم کرنے کے لیے اس کا دل بے چین

ہو گیا۔

اس عرصے میں افراسیاب نے اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھ
کر لفافے میں بند کیا، مُہر لگائی اور آواز دی "طاؤس جادوگر
حاضر ہو۔"

دربار میں پہلی صف میں بیٹھا ہُوا ایک جادوگر اُٹھ کر
افراسیاب کے تخت کے پاس پہنچا اور ادب سے بولا "حکم
فرمائیے! غلام حاضر ہے۔"

عمرو نے ان کی طرف کان لگا دیے۔ افراسیاب نے لفافہ
طاؤس جادو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ لے جاکر دائی اماں
کو پہنچاؤ۔ یہ بھی کہہ دینا کہ آپ کا فرزند مُصیبت میں
ہے۔ مدد کو نہ پہنچیں تو شکل دیکھنا نصیب نہ ہو گی۔
آپ کی خوراک کا پُورا پُورا بندوبست کر لیا گیا ہے۔"

طاؤس نے لفافہ تو لے لیا لیکن چہرے پر سخت پریشانی
کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے کہا "مگر عالی جاہ! وہ
کہاں ملیں گی؟"

افراسیاب کے دائیں بازو پر سونے کا ایک چھوٹا سا
عقاب بازو بند کی طرح بندھا ہُوا تھا۔ اس نے وہ عقاب
طاؤس کو دیتے ہُوئے کہا "وہ طلسمِ ظلمات کے بیابان
تاریک میں ملیں گی۔ چھاؤنی سے باہر نکل کر سونے کے

نے سب کا دل توڑ کر رکھ دیا تھا۔ افراسیاب کے دل
بھی سخت صدمہ تھا مگر چہرے سے ایسا ظاہر کرتا تھا جیسے
اُسے کوئی پروا نہ ہو۔ اس نے تاج کو سر پر پہلے سے
کچھ زیادہ ترچھا کیا اور درباریوں کو مخاطب کر کے کہنے
لگا:

"میں دیکھ رہا ہوں کہ مشعل جادو کے مارے جانے
پر تم لوگ ضرورت سے زیادہ اُداس ہو۔ شاید تم میں سے
کچھ یہ سمجھتے ہیں کہ اب باغیوں کو سزا دینا مشکل ہے۔
لیکن سب لوگ اچھی طرح سُن لیں، مشعل جادو طلسمی
بلاؤں میں سے حقیر ترین بلا تھی۔ مجھ سے تھوڑی سی دیر
نہ ہو جاتی اور میں بر وقت اس کی لاش قبضے میں کر لیتا
تو ہرگز وہ ہلاک نہ ہوتا۔ بہر حال، اب میں اپنی دائی
اماں ملکہ تاریک شکل کو بُلاؤں گا۔ وہ باغیوں کا سارا حساب
بے باق کر دیں گی۔"

ملکہ تاریک شکل کا نام سُن کر سارے درباریوں کو
جُھرجُھری سی آ گئی۔ عمرو نے بھی اندازہ کر لیا کہ تاریک
شکل ضرور مشعل جادو سے زیادہ طاقت ور بلا ہو گی لیکن
وہ کہاں ہے؟ افراسیاب اسے کس طرح بُلائے گا؟ ان
سوالات کا جواب معلوم کرنے کے لیے اس کا دل بے چین
ہو گیا۔

اس عرصے میں افراسیاب نے اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھ
کر لفافے میں بند کیا، مُہر لگائی اور آواز دی "طاؤس جادوگر
حاضر ہو!"

دربار میں پہلی صف میں بیٹھا ہُوا ایک جادوگر اُٹھ کر
افراسیاب کے تخت کے پاس پہنچا اور ادب سے بولا "حکم
فرمایئے! غُلام حاضر ہے۔"

عمرو نے ان کی طرف کان لگا دیے۔ افراسیاب نے لفافہ
طاؤس جادو کی طرف بڑھاتے ہُوئے کہا "یہ لے جا کر دائی اماں
کو پہنچاؤ۔ یہ بھی کہہ دینا کہ آپ کا فرزند مُصیبت میں
ہے۔ مدد کو نہ پہنچیں تو شکل دیکھنا نصیب نہ ہو گی۔
آپ کی خوراک کا پُورا پُورا بندوبست کر لیا گیا ہے۔"

طاؤس نے لفافہ تو لے لیا لیکن چہرے پر سخت پریشانی
کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے کہا "مگر عالی جاہ! وہ
کہاں ملیں گی؟"

افراسیاب کے دائیں بازو پر سونے کا ایک چھوٹا سا
عُقاب بازو بند کی طرح بندھا ہُوا تھا۔ اس نے وہ عُقاب
طاؤس کو دیتے ہُوئے کہا "وہ طلسم ظُلمات کے بیابانِ
تاریک میں ملیں گی۔ چھاؤنی سے باہر نکل کر سونے کے

اس عقاب کو زور سے ہوا میں اچھال دینا۔ فوراً ایک بہت
بڑا عقاب جس پر زین کسی ہو گی، تمھارے سامنے آ جائے گا۔
اس پر سوار ہو جانا۔ وہ تمھیں بیابانِ تاریک کی سرحد تک
پہنچا دے گا۔ آگے دھوئیں کا ایک پہاڑ ملے گا۔ اس
کے بعد آگ کا جنگل۔ آگ کے جنگل کے بیچوں بیچ ایک
گنبد نظر آئے گا۔ دائی اماں وہیں ملیں گی۔"

"عالم پناہ!" طاؤس نے سوال کیا "کیا میں دھوئیں کے پہاڑ
اور آگ کے جنگل سے خیریت کے ساتھ گزر سکوں گا؟"

افراسیاب نے اپنی ایک انگوٹھی اس کی طرف اچھالتے ہوئے
کہا "اسے پہن کر وہ منزلیں تم آسانی سے سر کر لو گے۔"

خواجہ عمرو کی دلی مراد بر آئی۔ طاؤس افراسیاب سے
رخصت ہو کر چلا تو وہ فوراً اس کے پیچھے ہو لیے۔ طاؤس
کے دوستوں اور ماتحت افسروں کا ایک ہجوم اس کے ساتھ
تھا۔ وہ سب اسے چھاؤنی کے باہر تک چھوڑنے جا رہے
تھے۔ خواجہ عمرو سوچ رہے تھے "اتنے مجمع میں طاؤس کو
کس طرح قابو میں کیا جا سکتا ہے؟"

آخر کار ایک ترکیب ان کی سمجھ میں آ ہی گئی۔ وہ ایک
گوشے میں گئے اور سامانِ عیاری نکال کر بھیس بدلنے لگے۔
پھر جو باہر آئے تو بالکل افراسیاب کے ہرکاروں کے حلیے

میں تھے۔ اتنی دیر میں طاؤس اور اس کے دوست چھاؤنی
کے سرے پر پہنچ چکے تھے۔ عمرو ان کی طرف دوڑنے
لگا۔ ہرکاروں کے گلے میں گھنٹیوں کی مالائیں پڑی ہوتی
تھیں۔ دوڑنے پر گھنٹیاں بجنے لگتی تھیں اور لوگ ان
کی طرف متوجہ ہو کر راستہ دے دیا کرتے تھے۔ عمرو کے
گلے میں پڑی ہوئی گھنٹیاں بھی بج رہی تھیں۔ چھاؤنی
سے باہر نکل کر طاؤس جادو دوستوں سے رخصت ہو رہا
تھا کہ گھنٹیوں کی آوازیں سن کر سب چونک پڑے۔
"شاید شہنشاہ نے کوئی خاص ہدایت دینی ہے۔"
طاؤس نے پیچھے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

عمرو بھیڑ کو چیرتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ "کچھ ضروری
باتیں کرنی ہیں۔ الگ چلیے۔" اس نے طاؤس سے کہا۔
ساتھیوں کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کرکے طاؤس عمرو
کے ساتھ ہو لیا۔ کچھ فاصلے پر گھنی جھاڑیوں کا ایک
بڑا جھنگاڑ تھا۔ عمرو طاؤس کو اس کی اوٹ میں لے گیا۔
تھوڑی دیر بعد طاؤس وہاں سے نکل کر تیزی کے ساتھ
چلتا ہوا ساتھیوں کے قریب آیا اور بولا "آپ لوگوں سے
ہاتھ ملانے یا نصیحت وصیت کرنے کی مہلت نہیں۔ اب
میں رخصت ہوتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے افراسیاب کا دیا

ہوا سونے کا عقاب ہوا میں اچھال دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے ایک بہت بڑا عقاب پر پھیلائے اُس کے سامنے آ موجود ہوا۔ ایک آرام دہ چوکی اس کی پیٹھ پر بندھی ہوئی تھی۔ طاؤس اچھل کر اس چوکی پر سوار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے عقاب آسمان کی طرف اُڑتا ہوا نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ دیکھنے والے یہی سمجھے کہ طاؤس جانب روانہ ہوا ہے۔ انھیں کیا پتا کہ طاؤس کے بہروپ میں خواجہ عمرو تھے اور طاؤس ان کی زنبیل کے عجائب خانے میں بند پڑا تھا۔

ایک دن اور ایک رات مسلسل اُڑتے رہنے کے بعد طلسمی عقاب ایک جگہ اُتر کر کھڑا ہو گیا۔ عمرو نے سامنے نگاہ کی۔ زمین سے آسمان تک گہرے دھوئیں کی دیوار دکھائی دی۔ سمجھ گیا کہ منزل آ پہنچی۔ عقاب پر سے کُود کر زمین پر آیا اور افراسیاب کی انگوٹھی انگلی میں پہن لی۔ اِتنے میں وہ بڑا عقاب جو اُسے لے کر یہاں تک آیا تھا پہلے جیسا سونے کا زیور بن گیا۔ عمرو نے اُسے اُٹھا کر بازو میں باندھ لیا اور بے جھجک دھوئیں کے حصار میں داخل ہو گیا۔

دھوئیں کا یہ حصار طے کرنے کے بعد ایک آگ کا خوف ناک حصار سامنے نظر آیا۔ عمرو پہلے تو گھبرایا مگر پھر بڑے اعتماد کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اس حصار سے بھی خیریت کے ساتھ گزر گیا۔

اب عمرو کے سامنے ایک لق و دق میدان تھا جس میں قدرت کا بیابان آ گیا۔ اس جگہ آسمان کالا تھا۔ زمین بھی کالی تھی۔ جہاں کہیں پودے یا درخت تھے، وہ سب بھی کوئلے کی طرح کالے تھے اور ان کے بیچ میں بڑا کالا گنبد دکھائی دے رہا تھا۔ عمرو طاؤس کے بہروپ میں بڑے اطمینان کے ساتھ اس گنبد کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گنبد کے دربانوں نے اُسے آتے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ قریب پہنچنے پر ایک نے، جو سردار تھا، پوچھا "اے شخص! تو کون ہے؟ دھوئیں اور آگ کے حصار سے بچ کر یہاں کس طرح پہنچ گیا؟"

"مجھے شہنشاہ افراسیاب نے بھیجا ہے۔ میرا نام طاؤس جادو ہے۔ جا کر ملکہ حضور کو اطلاع کر دو۔ ایک ضروری پیغام لایا ہوں۔"

دربانوں کا سردار گنبد کے اندر گیا اور کچھ دیر بعد واپس

آکر بولا "چلیے" عمرو پیچھے ہو لیا۔ سردار اُسے ایک بڑے
اور کشادہ ہال میں چھوڑ کر پلٹ آیا۔ ہال کے اندر بڑا
اندھیرا تھا۔ کچھ دیر تک عمرو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہر طرف
دیکھتا رہا۔ کہیں کچھ نہ نظر آیا۔ مگر جب اس کی نگاہیں
اندھیرے سے مانوس ہو گئیں تو جو کچھ اس نے دیکھا، دیکھ
کر کانپ اُٹھا۔

ہتھنی جتنی ایک کالی بھجنگ دیونی ایک بڑی سی چوکی
پر ہاتھ ٹیکے سر جھکائے جھوم رہی تھی۔ سامنے بہت سے
مٹکے رکھے تھے۔ ایک طرف آٹھ نوجوان بندھے پڑے تھے۔
سانس کے ساتھ دیونی کے مُنھ اور ناک سے شعلے نکل رہے
تھے۔ عمرو سمجھ گیا کہ یہی طلسمی بلا ملکہ تاریک شکل ہے۔
افراسیاب کا دیا ہُوا لفافہ ہاتھ میں لے کر چُپ چاپ کھڑا
ہو گیا۔

کچھ دیر بعد تاریک شکل نے سامنے رکھا ہُوا ایک مٹکا
اُٹھایا اور غٹاغٹ پی گئی۔ پھر ایک بندھے ہُوئے نوجوان
کو اُٹھایا اور مُنھ میں رکھ کر ہڈیوں سمیت چبانے لگی۔ چار
مٹکے پینے اور چار جوانوں کو کھا جانے کے بعد اس نے
نگاہ اُٹھا کر عمرو کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں انگارے
کی طرح دہک رہی تھیں۔ جیسے ہی عمرو نے اس سے

نگاہیں چار کیں، اس کا سارا بہروپ خود بخود اڑ گیا۔ اب
وہ طاؤس جادو کی بجائے عمرو نظر آ رہا تھا۔ لیکن اُسے
اس بات کی خبر نہ ہوئی۔ اُس نے بڑھ کر افراسیاب کا خط
تاریک کے ہاتھ میں تھما دیا۔ خط لیتے ہی تاریک نے
پنجے میں دبا کر عمرو کو اُٹھا لیا اور ہنستے ہُوئے کہنے لگی
"کیوں رے عیّار! میرے بیٹے افراسیاب کا دُشمن ہو کر خود
ہی اس کا خط لے کر آیا ہے۔ بول چبا جاؤں؟"

اب جا کر عمرو سمجھا کہ بھید کھُل گیا ہے۔ بولا "ملکۂ عالم!
آپ کی تعریفیں سُن سُن کر دیوانہ ہو چکا تھا۔ خُدا کی قسم،
جیسا سُنا تھا اس سے زیادہ پایا۔ قُربان جاؤں کیا ناک نقشہ
ہے۔ کیسا رنگ ہے۔ کیا آواز ہے۔ بس آج سے افراسیاب
کی دُشمنی ختم۔ جیسے آپ کا بیٹا ویسا میرا۔"

"باتیں خوب بناتا ہے۔" تاریک خوش ہوتے ہُوئے بولی
"مُوئے، اگر تجھ میں نری ہڈیاں نہ ہوتیں تو ابھی چٹ کر
جاتی۔" یہ کہہ کر تاریک نے عمرو کو چھوڑ دیا۔ عمرو دُعائیں
دینے لگا۔ تاریک نے ایک مٹکا پی کر ایک جوان کو مُنھ میں
دبایا اور اُسے چباتے ہُوئے افراسیاب کا خط پڑھنے لگی۔
عمرو نے موقع غنیمت جانتے ہُوئے ایک مٹکے میں اِتنا
بے ہوشی کا سفوف ملا دیا جس سے ایک ہزار آدمی بے ہوش

ہو سکتے تھے۔

خط پڑھ کر تاریک بڑبڑائی "میں ضرور اپنے بیٹے کی مدد کو جاؤں گی۔ ایک دشمن کو بھی جیتا نہ چھوڑوں گی"

یہ کہتے ہوئے اس نے وہ مٹکا اٹھایا جس میں عمرو نے بے ہوشی کا سفوف ملا دیا تھا۔ عمرو کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ تاریک ایک ہی سانس میں پورا مٹکا خالی کر گئی۔ پھر بولی "شاباش عمرو شاباش! مٹکوں پر مٹکے پی جایا کرتی تھی۔ آنکھ تک گرم نہ ہوتی تھی۔ اب تو نے جو کچھ ملا دیا ہے اس سے کچھ سرور سا آگیا ہے۔ ذرا چار پانچ مٹکوں میں وہی چیز اور ملا دے"۔

عمرو کے پیروں تلے سے جیسے زمین نکل گئی "میں نے تو کچھ نہیں ملایا" وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔

"جھوٹا کہیں کا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے" تاریک شعلے نے جھڑکتے ہوئے کہا "بس چار پانچ مٹکوں میں اور ملا دے وہی چیز۔ فکر نہ کر۔ قیمت سے زیادہ انعام دوں گی"۔

پہلے تو عمرو کو ڈر ہوا تھا کہ کہیں تاریک اسے بیہوشی کی دوا ملانے کی سزا نہ دے۔ مگر اب یقین ہو گیا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے وہی اس کے دل میں ہے۔ اس نے

دوگنی مقدار کا سفوفِ بیہوشی مٹکوں میں ملا دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں تاریک نے سامنے رکھے ہوئے سارے مٹکے خالی کر دیے اور جھومتے ہوئے کہنے لگی "آج تو نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ افراسیاب کے ایک ایک دشمن کو کچا چبا جاؤں گی، پر تجھے ہاتھ نہ لگاؤں گی۔ پر شرط یہ ہے کہ تیرے پاس جتنا بچا کھچا سفوف ہو مجھے دے دے اور جاتے ہی میرے لیے اور بھی تیار کرا کے رکھ لے۔ دو چار دن میں وہاں پہنچ کر تجھ سے لے لوں گی۔ روپے کی بالکل فکر نہ کرنا۔ دوگنی تگنی قیمت ملے گی"۔

عمرو نے کوئی سیر بھر کے قریب سفوف تاریک کے حوالے کر دیا اور بولا "ملکہ صاحبہ! فی الحال میرے پاس اتنا ہی بچا ہے۔ روپے مل گئے تو وعدہ کرتا ہوں آپ کے پہنچتے پہنچتے اور بھی تیار کرا لوں گا"۔

"بس تو پھر تو اسی وقت واپس جا" تاریک نے کہا۔ "روپے تجھے افراسیاب سے مل جائیں گے"۔

"نہیں حضور" عمرو ہاتھ جوڑ کر بولا "افراسیاب میرا جانی دشمن ہے۔ اس کے پاس نہ جاؤں گا"۔

"ہوش کی باتیں کر" تاریک گرج اٹھی "تجھے افراسیاب

کے پاس جانا ہو گا اور میرا قاصد بن کر جانا ہو گا۔ تیرے ساتھ بدی کرنے کا مطلب میرے ساتھ بدی ہو گا اور افراسیاب ہرگز ایسی بات نہ کرے گا۔"

یہ کہہ کر تاریک نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر ایک خط عمرو کو دیا اور کہنے لگی "مجھے وہاں پہنچنے میں زیادہ دیر نہ لگے گی۔ اگر افراسیاب نے میری تحریر کے مطابق تجھ سے سلوک نہ کیا تو تو خود دیکھے گا کہ میں اس کے ساتھ کیا کرتی ہوں۔"

خواجہ عمرو اُسے ہر طرح اطمینان دلا کر رخصت ہوئے انھیں اس بات کا بڑا افسوس تھا کہ تاریک کے قریب پہنچ کر بھی وہ اُسے ہلاک نہ کر سکے۔ پھر انھیں یہ فکر بھی کھائے جاتی تھی کہ یہ بلا آکر میرے ساتھیوں پر قہر ڈھائے گی۔ ان کا دل بالکل نہ چاہتا تھا کہ وہ افراسیاب کے پاس جائیں مگر راستے میں انھوں نے تاریک کا دیا ہوا خط کھول کر پڑھا تو منہ میں پانی آ گیا۔ لکھا تھا "عمرو نے مجھے بہت خوش کیا ہے۔ فوراً ایک لاکھ روپے اور خلعت دے کر عزت کے ساتھ اسے جانے دینا۔ میں جلد پہنچ رہی ہوں۔ تیرے سارے دشمنوں کو یا تو تیرے قدموں پر جھکا دوں گی یا نیست و نابود کر دوں گی۔"

افراسیاب نے جو عمرو کو بغیر کسی بہروپ کے بے تعجب آتے دیکھا تو اس کا ماتھا ٹھنک گیا۔

عمرو نے تخت کے قریب پہنچ کر ادب سے افراسیاب اور حیرت کو سلام کیا اور ملکہ تاریک شکل کا خط افراسیاب کے ہاتھ میں دے دیا۔

"میں نے تو طاؤس جادو کو دائی اماں کے پاس بھیجا تھا۔ تو ان کا خط لے کر کیسے آ گیا؟" افراسیاب نے عمرو سے پوچھا۔

"حضور گستاخی معاف۔" عمرو نے زنبیل میں سے طاؤس جادو کو نکال کر فرش پر لڑھکاتے ہوئے جواب دیا "طاؤس کو سنبھالیے۔ اپنی دائی اماں کا خط پڑھیے۔ بندہ زیادہ سوال جواب کی طاقت نہیں رکھتا۔ مجھے دائی اماں کی فرمائش پوری کرنی ہے۔ جلدی رخصت کیجیے۔"

اب جو افراسیاب نے خط پڑھا تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔ جی میں تو آئی کہ ایک منتر پڑھ کر دم کے دم میں عمرو کو بھسم کر دے۔ مگر تاریک شکل کی ہدایت اڑے آئی۔ ایک لاکھ روپیہ بھی دیا، خلعت بھی دی اور عزت کے ساتھ اُسے رخصت کر دیا۔

ماہ رُخ کی چھاؤنی میں ہر شخص عمرو کے لیے پریشان

تھا۔ یہ بات تو اس کے دوستوں کو معلوم ہو چکی تھی ک
بُراں کی ہدایت کے مطابق وہ سُن گُن لینے افراسیاب کے
میں گئے تھے۔ مگر پھر کیا ہُوا؟ یہ کسی کو معلوم نہ تھ
ان کی گرفتاری کی بھی کوئی خبر کہیں سے نہیں آئی تھ
تاہم ان کی پُراسرار غیر حاضری دوستوں کے دلوں میں
طرح کے وہم پیدا کر رہی تھی۔ اس حالت میں وہ
میں پہنچے تو ہر ایک نے خُدا کا شکر ادا کیا۔
تاریک شکل جیسی خوف ناک بلا کے گھر تک جا پہنچ
اس سے مل کر بھی زندہ سلامت واپس آ جانا اور افراسیا
جیسے دُشمن سے انعام وصول کرنا، یہ سب عمرو کے ایسے
کارنامے تھے کہ جس نے بھی سُنے دانتوں میں اُنگلی داب
لی۔

شہزادہ اسد، ملکہ جبین، ملکہ بہار وغیرہ کو جب عمرو
نے یہ بتایا کہ ڈھیروں سفوفِ بے ہوشی پی جانے کے
باوجود تاریک کا کچھ نہ بگڑا تو وہ سب فکرمند ہو گئے
کہ اس بلا سے آخر کس طرح نپٹا جائے گا۔ اس مسئلے
پر کافی دیر تک بحث کرنے کے بعد سب اسی نتیجے
پر پہنچے کہ شہنشاہ کوکب سے مدد طلب کی جائے۔
عمرو نے خط لکھ کر بلور چہاردست کے حوالے کیا۔

چوتھے دن وہ جواب لایا کہ تاریک شکل بلائے بے درماں
ہے۔ نہ اس پر کسی کا جادو چل سکتا ہے نہ ہتھیار۔ نہ
عیاری سے زیر کیا جا سکتا ہے نہ مکاری سے۔ میرے
پاس اس کے خلاف کوئی تدبیر نہیں۔ پھر بھی اپنے بزرگ
نور افشاں اور اُستاد برہمن نوری تن کے پاس جاتا ہوں۔
وہ ضرور کوئی نہ کوئی ترکیب نکالیں گے۔ اس درمیان میں
اگر وہ بلا آ پہنچے تو لڑائی کو جتنا ٹال سکیں ٹالیں۔ میں
جلد سے جلد آپ تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"
اچانک ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں خوشی کے نقارے
بجنے لگے۔ عمرو سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ بھیس
بدل کر وہ بھی وہاں جا پہنچا۔ پتا چلا کہ ملکہ تاریک شکل
آ گئی ہے۔ بارگاہِ خاص میں افراسیاب اس کی آؤ بھگت کر
رہا ہے۔

عمرو بارگاہ میں داخل ہُوا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک
بڑے تخت پر تاریک بیٹھی جھوم رہی ہے۔ قریب کے
دُوسرے تخت پر افراسیاب اور ملکہ حیرت بیٹھے ہیں۔ تخت
کے سامنے کرسیوں پر افراسیاب کے خاص خاص مشیر، سردار
اور افسر بیٹھے ہیں۔ خادموں کا ایک گروہ شربت کی
صراحیاں لا کر تاریک کے سامنے رکھتا ہے۔ دُوسرا گروہ

تھا۔ یہ بات تو اس کے دوستوں کو معلوم ہو چکی تھی
بزاں کی ہدایت کے مطابق وہ سُن گُن لینے افراسیاب کے
میں گئے تھے۔ مگر پھر کیا ہوا؟ یہ کسی کو معلوم نہ تھا
ان کی گرفتاری کی بھی کوئی خبر کہیں سے نہیں آئی
تاہم ان کی پُراسرار غیر حاضری دوستوں کے دلوں میں طرح
طرح کے وہم پیدا کر رہی تھی۔ اس حالت میں وہ پ
میں پہنچے تو ہر ایک نے خدا کا شکر ادا کیا۔

تاریک شکل جیسی خوف ناک بلا کے گھر تک جا پہنچنا
اس سے مل کر بھی زندہ سلامت واپس آ جانا اور افراسیاب
جیسے دشمن سے انعام وصول کرنا، یہ سب عمرو کے ایسے
کارنامے تھے کہ جس نے بھی سنے دانتوں میں انگلی داب
لی۔

شہزادہ اسد، ملکہ جبین، ملکہ بہار وغیرہ کو جب عمرو
نے یہ بتایا کہ ڈھیروں سفوف بے ہوشی پی جانے کے
باوجود تاریک کا کچھ نہ بگڑا تو وہ سب فکرمند ہو گئے
کہ اس بلا سے آخر کس طرح نپٹا جائے گا۔ اس مسئلے
پر کافی دیر تک بحث کرنے کے بعد سب اسی نتیجے
پر پہنچے کہ شہنشاہ کوکب سے مدد طلب کی جائے۔
عمرو نے خط لکھ کر بور چہادست کے حوالے کیا۔

چوتھے دن وہ جواب لایا کہ تاریک شعلہ بدن [illegible]
ہے۔ نہ اس پر کسی کا جادو چل سکتا ہے نہ ہتھیار۔ نہ
عیاری سے زیر کیا جا سکتا ہے نہ مکاری سے۔ میرے
پاس اس کے خلاف کوئی تدبیر نہیں۔ پھر بھی اپنے بزرگ
نور افشاں اور معتمد برہمن نوئیں تن کے پاس جاتا ہوں۔
وہ ضرور کوئی نہ کوئی ترکیب نکالیں گے۔ اس درمیان میں
اگر وہ بلا آ پہنچے تو لڑائی کو جتنا ٹال سکیں ٹالیں۔ میں
جلد سے جلد آپ تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

اچانک ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں خوشی کے نقارے
بجنے لگے۔ عمرو سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ بھیس
بدل کر وہ بھی وہاں جا پہنچا۔ پتا چلا کہ ملکہ تاریک شکل
آ گئی ہے۔ بارگاہِ خاص میں افراسیاب اس کی آؤ بھگت کر
رہا ہے۔

عمرو بارگاہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک
بڑے تخت پر تاریک بیٹھی جھوم رہی ہے۔ قریب کے
دوسرے تخت پر افراسیاب اور ملکہ حیرت بیٹھے ہیں۔ تخت
کے سامنے کرسیوں پر افراسیاب کے خاص خاص مشیر، سردار
اور افسر بیٹھے ہیں۔ خادموں کا ایک گروہ شربت کی
صراحیاں لا کر تاریک کے سامنے رکھتا ہے۔ دوسرا گروہ

جانوروں اور پرندوں کا بھنا ہوا گوشت ۔ کر ...
رکھا رہا ہے ۔ تاریک کچھ دیر تخت پر ہاتھ ٹیک کر ...
ہے پھر ایک صراحی منہ میں لگا کر غٹاغٹ پی جاتی ...
گوشت سے بھری ہوئی بڑی بڑی قابیں ایک نوالہ بنا ...
ہے اور جھومنے لگتی ہے ۔

آخر کار آدھی سے زیادہ صراحیاں اور گوشت کی قابیں
صاف کرنے کے بعد تاریک نے ایک زور دار ڈکار لے
کر گاؤ تکیے سے ٹیک لگائی اور افراسیاب کو مخاطب کر
کے کہنے لگی "میں نے پتا کر لیا ہے ۔ تیرے دشمنوں کی
چھاؤنی میں ایک بھی ایسا نہیں جو مجھ سے آنکھ ملا سکے ۔
سب وہی ہیں جو کبھی تیرے غلام تھے ۔ مجھے حیرت ہے
کہ تو ان کے مقابلے میں اتنا عاجز آیا کہ مدد کے لیے
مجھے تکلیف دی ۔"

افراسیاب نے جواب دیا "دائی اماں ، معاملہ اس سے
زیادہ نازک ہے جیسا آپ نے سمجھا ہے ۔ باغیوں کی میری
نظر میں کوئی وقعت نہیں مگر مصیبت یہ ہے کہ شہنشاہ
کوکب اور اس کا استاد برہمن رُوئیں تن بھی میرے دشمن
ہو گئے ہیں ۔ جب بھی میں باغیوں پر غلبہ پاتا ہوں وہ
ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیج دیتے ہیں یا خود آن موجود
ہوتے ہیں :

"اچھا ! تو کوکب اور برہمن کے بھی اتنے حوصلے بڑھ
گئے کہ تیرے منہ آنے لگے ۔" تاریک گرجتے ہوئے بولی ۔
"اب میں پہلے ان دونوں کی خبر لیتی ہوں ۔"

یہ کہہ کر تاریک نے اپنی جھولی سے نقشِ جمشیدی نکالا
اور ہتھیلی کے نیچے دبا کر اس پر اپنا زور ڈالنے لگی ۔ اس
کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہکنے لگیں ۔ ناک اور منہ سے
شعلے نکلنے لگے ۔

ملکہ تاریک میدانِ عمل میں

اس وقت اس جگہ سے سینکڑوں میل دور شہنشاہ کوکب اپنے طِلسم میں اپنے اُستاد برہمن رُوئیں تن سے عمرو کی مدد کے لیے صلاح مشورہ کر رہا تھا۔ جیسے ہی تاریک شکل نے نقشِ جمشیدی پر دباؤ ڈالنا شروع کیا، ان دونوں کی حالت غیر ہو گئی۔ یا تو وہ تاریک شکل کو ختم کرنے کی تجویزیں سوچ رہے تھے یا خوف سے پیلے پڑ گئے۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ جلد سے جلد ملکہ تاریک شکل سے معافی مانگ کر افراسیاب کی حمایت کرنی چاہیے آخرکار اُستاد شاگرد جس حالت میں بیٹھے تھے اسی حالت میں اُٹھے اور تیزی کے ساتھ اُڑتے ہُوئے طِلسم ہوش رُبا کی طرف چل دیے۔

ان دونوں کا پیر نورِ افشاں جادُو اس وقت اپنے محل کی چھت پر ٹہل رہا تھا۔ کوکب اور برہمن اُڑتے

ہُوئے چلے جا رہے تھے کہ اس کی نگاہ ان پر پڑ گئی۔ جادُو کی طاقت سے دونوں کو اپنی چھت پر اُتار کر اس نے پُوچھا "خیر تو ہے؟ تم لوگ کہاں اُڑے چلے جا رہے تھے؟"

"اُستاد! عمرو کو دوست اور افراسیاب کو دُشمن بنا کر ہم نے اپنے حق میں بہت بُرا کیا ہے۔" برہمن رُوئیں تن نے کہا "اب ہم اس غلطی کی معافی مانگنے افراسیاب کے پاس جا رہے ہیں۔"

نورِ افشاں سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ ان پر ضرور کسی کا جادُو چل گیا ہے۔ دونوں اپنے آپ میں نہیں۔ یہ سوچ کر اس نے کہا "اگر تم لوگ کچھ دیر ٹھہر جاؤ تو میں بھی تمھارے ساتھ چلنے کو تیار ہُوں۔"

وہ دونوں راضی ہو گئے۔ نورِ افشاں نے انھیں ایک ایک گلاس شربت کا بھر کے دیا اور کہنے لگا "لو۔ تم شربت پیو۔ میں تیار ہو کر آتا ہُوں۔"

نورِ افشاں ایک کمرے میں چلا گیا اور کوکب و برہمن شربت پینے لگے۔ شربت ختم کرتے ہی دونوں پر گہری بے ہوشی طاری ہو گئی۔ نورِ افشاں نے ان کی جگہ اپنے دو غلام ان کے بھروپ میں فوراً طِلسم ہوش رُبا کی طرف

روانہ کر دیے۔

اِدھر تاریک شکل نقشِ جمشیدی پر دباؤ ڈالتے ہوئے رو رو کر کہہ رہی تھی "کوکب اور برہمن حاضر ہوں!"

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ کوکب اور برہمن گھبرائے ہوئے بارگاہ میں آ پہنچے۔ انھیں دیکھتے ہی تاریک نے قہقہہ لگایا اور بولی "کیوں رے نالائقو! دماغ درست ہوا یا نہیں؟"

برہمن رُوئیں تن نے جواب دیا "اے ملکہ! اپنی طاقت کی بجائے تو ہم پر نقشِ جمشیدی کا اثر ڈال رہی ہے۔ بے جا کر بات کر تو شاید ہم بھی کچھ کہہ سکیں۔"

تاریک شکل نے شیخی میں آ کر اسی وقت نقشِ جمشیدی کو اٹھا کر آتش دان میں ڈال دیا اور بولی "لو نقشِ جمشیدی جلا دیا۔ اب کیا کہتے ہو؟ افراسیاب سے معافی مانگتے ہو کہ نہیں؟"

دونوں نے کڑک کر جواب دیا "اے ملکہ! تیرے سوال کا جواب شہنشاہ کوکب اور برہمن رُوئیں تن خود دیں گے۔ ہم تو اُستاد نورِ افشاں کے معمولی غلام ہیں۔" یہ کہہ کر دونوں نے جو اپنے چہروں پر ہاتھ پھیرا تو سارا بہروپ غائب تھا۔

"کوئی بات نہیں۔" تاریک غصّے سے بولی "کوکب اور

برہمن سے بھی نپٹ لوں گی۔ فی الحال تو تمہیں سے اپنا کلا گرم کرلوں گی۔" یہ کہہ کر وہ ان کی طرف لپکی کہ پکڑ کر کچا چبا جائے مگر دونوں غلام پھرتی سے پیچھے ہٹے اور زمین میں ڈبکی لگا کر غائب ہو گئے۔

تاریک شکل افراسیاب کی طرف پلٹ کر گرجی "تم نے میرے معاملے میں دخل دے کر اپنے حق میں کانٹے بو لیے ہیں۔ اُسے بھی نہ چھوڑوں گی۔" یہ کہہ کر تنتناتی ہوئی بارگاہ سے نکل کر چلی گئی۔

عمرو کے دل کو بڑی ڈھارس ہو گئی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ نورِ افشاں اگر نقشِ جمشیدی کا توڑ کر سکتا ہے تو اس بلا سے نجات دلانے کی بھی کوئی ترکیب کر سکتا ہے۔ جن لفظوں میں تاریک نے نورِ افشاں کا ذکر کیا تھا، اس سے عمرو نے یہ بھی اندازہ کر لیا کہ تاریک نورِ افشاں کو حقیر نہیں جانتی بلکہ اس کا کچھ نہ کچھ لحاظ بھی کرتی ہے۔

تاریک بارگاہ سے نکل کر میدانِ جنگ میں آئی اور مہ رُخ کی چھاؤنی کے قریب پہنچ کر منہ سے دھواں چھوڑنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دھوئیں کا ایک مکان وہاں قائم ہو گیا۔ تاریک اس کے اندر جا کر بیٹھ رہی اور دو طلسمی پُتلے باہر پہرے کے لیے بٹھا دیے۔ یہ دیکھ کر افراسیاب

نے اپنے ہمراہیوں کو واپس چلنے کا اِشارہ کیا۔

دُوسرے دِن سُورج نکلتے نکلتے دونوں طرف کی فوجیں
ایک دوسرے کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔
مگر لڑنے کے لیے کسی طرف سے کوئی بھی میدان میں نہ
آیا۔

اسی وقت تاریک بھی نیند سے بیدار ہُوئی اور دھوئیں
میں سے سر نکال کر پہرا دینے والے طلسمی پُتلوں میں سے
ایک کو مخاطب کرتے ہُوئے بولی " کل رات سے مُنھ کا
مزہ خراب ہے۔ ایک آدمی بھی نہیں کھایا۔ دُشمن کے لشکر
سے ذرا نہاری کا تو بندوبست کر۔"

اپنے طور پر تاریک نے یہ بات بڑے آہستہ سے کہی
تھی مگر یہ اتنی تند و تیز آواز تھی کہ دونوں طرف کے لاکھوں
آدمیوں نے ایک ایک لفظ صاف طور پر سُن لیا۔ پُتلا
عمرِو کے حامیوں کی طرف بڑھا تو افراسیاب کے چہرے پر
بے چینی کے آثار دِکھائی دینے لگے۔ پُتلے نے قریب پہنچ
کر عمرِو کے حامیوں کو للکار کر کہا " ملکہ تاریک شکل تم
میں سے کچھ کو تمہاری کے طور پر کھانا چاہتی ہیں۔ جس
کو اپنی جان پیاری نہ ہو آ کر مجھ سے مقابلہ کرے۔"
عمرِو کے لشکر سے ملکہ فرانیہ سامنے آئی۔ دونوں میں

جادُو کے ہتھیار چلے جس کے بعد پُتلا فرانیہ پر غالب آیا
اور اُسے باندھ کر دھوئیں کے مکان کی طرف چلا۔ وہاں تاریک
سر نکالے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ پُتلے نے فرانیہ کو اس
کے حوالے کیا تو اس نے فرانیہ کے جسم کو ٹٹول کر دیکھنے
کے بعد کہا " اس ایک سے کام نہ چلے گا۔ ایسے کم سے
کم پچاس آدمی ہوں۔"

یہ سُن کر پُتلا پلٹ کر میدانِ جنگ کی طرف چلا اور
تاریک نے نوچ نوچ کر فرانیہ کو کھانا شروع کر دیا۔

دو گھنٹے کی لڑائی میں پُتلے نے ایک ایک کر کے عمرِو
کے چالیس سرداروں کو گرفتار کر کے تاریک کے سامنے پیش
کیا اور تاریک ان سب کو مزے لے لے کر کھا گئی۔ پھر
تو یہ تاریک کا روز مرہ کا معمول بن گیا۔ صُبح دوپہر شام
جب اس کا جی چاہتا، پُتلوں کو لڑائی کا حکم دیتی۔ وہ
تیس چالیس آدمی گرفتار کر کے لاتے اور تاریک انھیں کھا
کر اپنی بھوک مٹاتی۔ اس بات سے عمرِو کے حامیوں میں
زبردست خوف و ہراس پیدا ہو گیا۔ آخر کار ملکہ مہ جبین
شہزادہ اسد، ملکہ مہ رُخ اور ملکہ بہار اور مخمور وغیرہ نے
عمرِو سے کہا کہ جا کر افراسیاب کو سمجھائیے کہ یہ جنگ کا طریقہ
نہیں کہ جو قابو میں آئے اُسے کھا لیا جائے۔

عمرو نے جواب دیا "حضور ملکہ صاحبہ! میں آپ کے
لیے سفوف تیار کرانے ہی میں لگا ہوا تھا۔" پھر زنبیل
ایک بنڈل نکال کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا:
"فی الحال اتنا سفوف تیار ہو چکا ہے۔ باقی دو چار دن بعد
پہنچا دوں گا۔"

تاریک تشکل نے بنڈل کھول کر مٹھی بھر سفوف لے
ایک مٹکے میں ملایا اور غٹاغٹ پی کر افراسیاب سے مخاطب
ہوئی "اور تو اس عیار کے ساتھ کیسے آیا؟ کیا باغی اطاعت
قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں؟"

"نہیں تائی اماں!" افراسیاب نے کہا "یہ عمرو میرے
پاس ایک درخواست لے کر آیا تھا اور نور افشاں کا ایک
سفارشی خط بھی لایا ہے۔"

اِتنے میں عمرو نے بڑھ کر نور افشاں کا خط تاریک کو دے
دیا۔ تاریک خاموشی سے خط پڑھنے لگی۔ "اچھا تو یہ بات
ہے!" خط ختم کرکے وہ بولی "لیکن کان کھول کر سن
مدتوں بعد میں بیابانِ تاریک سے نکل کر یہاں آئی ہوں
دال دلیے پر گزر نہیں کروں گی۔ آدمی ضرور کھاؤں گی۔
اگر تم چاہتے ہو کہ گرفتار ہونے والوں کو نہ کھاؤں تو میری
خوراک کے لیے تیس چالیس تندرست اور جوان آدمیوں کا

بندوبست کرو۔ بولو، کیا کہتے ہو؟"

"مجھے منظور ہے۔" عمرو بول اُٹھا "میں وعدہ کرتا
ہوں کہ روزانہ تیس چالیس آدمی آپ کے پاس پہنچا دیا
کروں گا۔"

"اچھا تو جاؤ۔ میں بھی وعدہ کرتی ہوں کہ لڑائی میں
گرفتار ہونے والوں کو نہ کھاؤں گی۔"

شہزادہ اسد، مہ جبین اور ماہ رُخ وغیرہ کو یہ بات
معلوم ہوئی تو انھوں نے عمرو سے کہا "خواجہ، آپ بڑی
مشکل شرط مان کے آتے ہیں۔ اس بلا کی خوراک کے
لیے تیس چالیس آدمی روزانہ ہم کہاں سے دیں گے؟"

"آپ لوگ بالکل پریشان نہ ہوں۔ یہ معاملہ مجھ پر
چھوڑ دیں۔" یہ کہہ کر عمرو نے اپنے شاگرد عیاروں مہتر
قرین، برق فرنگی، جان سوز اور ضرغام کو بلا کر رازداری
کے ساتھ ان سے کچھ کہا۔ عمرو کی بات سن کر وہ سب
دوڑتے ہوئے چھاؤنی سے باہر نکل گئے۔

اس دن کے بعد روزانہ سورج نکلنے سے پہلے تیس
چالیس آدمی تاریک کی خوراک کے لیے پہنچا دیے جاتے
اور تاریک کے پُتلے دن بھر کی جنگ کے بعد عمرو کے
حامی جتنے سرداروں کو گرفتار کرتے تاریک انھیں اپنے

دھوئیں کے مکان میں قید کر دیتی ۔

افراسیاب کی فوج روزانہ صف بستہ ہو کر اس لڑائی
تماشا دیکھا کرتی ۔ خود جنگ میں کوئی حصہ نہ لیتی ۔ لیکن
کے باوجود اندر ہی اندر اس میں بے چینی پیدا ہو رہی
اور ایک دن جیسے ہی اسے حسب معمول صف بستہ ہو
کا حکم دیا گیا ، ہر طرف ہُلڑ ہونے لگا ۔ سپہ سالار
سرداروں کو بلا کر ڈانٹا تو وہ کہنے لگے :

" جب سے ملکہ تاریک آئی ہیں ، روزانہ کسی کا ب
گم ہو رہا ہے ، کسی کا بھتیجا اور کسی کا بیٹا ۔ شہنشاہ
سمجھیے ۔ یہ آدمی غائب ہونے کا سلسلہ ختم نہ ہوا تو ایک
بھی آدمی لشکر میں نہ رہے گا ۔ سب بھاگ جائیں گے

سپہ سالار نے جا کر افراسیاب کو خبر دی ۔ افراسیاب
گھبرایا ہوا ملکہ تاریک کے پاس پہنچا ۔ اس صبح عمرو نے
کے پاس پچاس آدمی پہنچائے تھے ۔ اس نے چند ایک ہی
کو کھایا تھا باقی اس کے سامنے رسیوں سے بندھے
میں کر رہے تھے ۔ افراسیاب نے جاتے ہی کہا " دائی امان
آپ نے تو غضب کر دیا ۔ میرے سینکڑوں سپاہی غائب
ہیں ۔ فوج میں بغاوت پھیل رہی ہے ۔ انہیں کھانے
سے بہتر تو یہی تھا کہ آپ مجھے کھا جائیں ۔"

" یہ تُو کیا کہہ رہا ہے ؟" تاریک تنتنا کر بولی " مجھ
تم لے لو جو میں نے تیرے آدمیوں کو ہاتھ بھی
ہو ۔ عمرو خود روزانہ اتنے آدمی بھیج دیتا ہے کہ مجھے
ضرورت ہی نہیں رہتی ۔"

غریب بوڑھے " ایسا معلوم ہوتا ہے عمرو نے مجھے اور
دونوں کو سخت دھوکے میں رکھا ہے ۔"

تاریک نے ایک اور آدمی کو کھانے کے لیے اس کی
ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ رک کر بولی " کیا عجب
وہ تیرے آدمیوں کو پکڑ کر میرے پاس بھیج دیتا ہے "

" میں یہی سمجھتا ہوں ۔" افراسیاب نے جواب میں کہا
ر سے بندھے ہوئے آدمیوں کی طرف دیکھنے لگا ۔
ب بولی " مگر تیرے آدمیوں کی شکل و صورت اور لباس
ن سے مختلف ہوتا ہے ۔"

" شکل و صورت اور لباس بدلنا تو عمرو کے بائیں ہاتھ کا
ہے ۔" افراسیاب نے جواب دیا اور بندھے ہوئے
آدمی کے قریب پہنچ کر پانی کا چھینٹا اس کے منہ
مارا تو اس کے چہرے کا رنگ و روغن اُڑ گیا ۔ سپہ سالار
ے دیکھتے ہی پکارا " ارے ! یہ تو فلاں دستے کے سردار
بھائی ہے ۔"

تاریک غصّے سے آگ ہو گئی۔ وہ کھڑے ہوتے ہوئے
گرجی "عمرو کو اس دھوکے بازی کی ایسی سزا دوں گی کہ
زندگی بھر یاد کرے گا۔"

یہ کہہ کر چیختی چنگھاڑتی عمرو کے لشکر پر ٹوٹ پڑی۔
افراسیاب کے لشکر میں ہونے والے ہُلڑ سے وہ سب چوکنّے
ہو چکے تھے۔ تاریک کو غصّے سے اپنی جانب لپکتے دیکھ
کر ان کے ہوش اُڑ گئے۔ جس کا جدھر مُنھ اُٹھا بھاگنے
لگا۔ مہ رُخ، بہار اور اسد نے آگے بڑھ کر مقابلہ
کرنا چاہا تو عمرو نے انھیں بڑی سختی سے منع کرتے ہوئے
جان بچانے کی ہدایت کی۔ اپنے عیّار شاگرد ضرغام کو
اس نے خاص طور پر شہزادہ اسد کی حفاظت کرنے کا حکم
دیا۔ ضرغام اسد کو ساتھ لے کر کچھ جاں نثاروں سمیت
ایک درّے میں جا چھپا۔ دُوسرے لوگ بھی بھاگ بھاگ
کر محفوظ مقامات میں پناہ لینے لگے۔ تاریک ہر طرف
جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہی تھی جو سامنے پڑ جاتا بچ
کر نہ جانے پاتا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نے سینکڑوں
آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔

یہ رنگ دیکھ کر ملکہ حیرت جادو کو ڈر ہوا کہ کہیں
اس کی بہن بہار بھی اس ہڑبونگ میں جان سے نہ جائے

اس نے افراسیاب سے کہا "فساد کی جڑ طلسم کُشا شہزادہ اسد
ہے۔ سب کے عوض اگر دائی اماں صرف اُسے کھا جائیں
تو جھگڑا ختم ہو جائے۔ باقی لوگ خود راہِ راست پر آ
جائیں گے۔"

افراسیاب کو یہ بات پسند آئی۔ اس نے فوراً ایک کاغذ
نکال کر لکھا تاریک کو اس مطلب کی عرضی بھیجی اور پھونک
مار کر کاغذ کو اُڑا دیا۔ تاریک عمرو کے لشکر میں تباہی
مچا رہی تھی کہ وہ کاغذ اُڑتا ہوا اس کی نگاہوں کے
سامنے جا کر ٹھہر گیا۔ تاریک نے افراسیاب کی عرضی پڑھ
کر سپاہیوں کو چیرنا پھاڑنا بند کر دیا اور ہر طرف نگاہیں
دوڑا کر شہزادہ اسد کو ڈھونڈھنے لگی۔ جادو کی طاقت
سے اُسے جلد معلوم ہو گیا کہ اسد کس درّے میں پوشیدہ
ہے۔ وہ اس کی طرف لپکی۔

شہزادہ اسد درّے میں اپنے جاں نثاروں کے درمیان
بیٹھا سستا رہا تھا۔ ضرغام جسے عمرو نے اسد کی حفاظت
کرنے کی ہدایت کی تھی، پتا نہیں کہاں غائب ہو گیا تھا
کہ اچانک درّے کے اُوپر سے آوازیں آنے لگیں "شہزادے
صاحب بھاگیے۔ تاریک پہنچا چاہتی ہے۔" یہ ان لوگوں کی
آوازیں تھیں جو چوکسی کرنے کے لیے بلندی پر تعینات

تھے۔ اسد نے تلوار کھینچ لی اور بولا "جسے بھاگنا ہو
بھاگ جائے۔ میں اس ڈائن کا مقابلہ کروں گا۔"
کچھ جاں نثار گھوڑے لانے کے لیے دوڑے۔ کچھ
اسد کو سمجھانے لگے۔ جو لوگ گھوڑے لینے گئے تھے وہ جلد
واپس آ گئے۔ سب کے سمجھانے بجھانے پر آخر کار اسد
بھاگ چلنے پر راضی ہو گیا۔ لیکن وہ ابھی گھوڑے پر نہ
سوار ہو پایا تھا کہ تاریک آ پہنچی۔

"خبردار! تو مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔" تاریک
چنگھاڑتی ہوئی اسد کی طرف لپکی۔ وہ بھاگنے کی بجائے
تلوار کھینچ کر تاریک کی طرف بڑھا۔ اب اس کے جاں نثاروں
کے لیے بھی بھاگنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ تلواریں اور
بھالے لے کر وہ بھی تاریک پر پل پڑے۔ تاریک نے
ہلکے سے اس طرح ہاتھ ہلایا جیسے مچھروں یا مکھیوں کو اڑاتے
ہیں۔ حملہ کرنے والے مع گھوڑوں کے اس طرح الٹ
پلٹ گئے جیسے کھلونے۔ کسی کا ہاتھ ٹوٹا کسی کا پیر۔ کوئی
گھوڑے کے نیچے دب کر کچلا گیا۔ کوئی قلابازیاں کھاتا
دور جا گرا۔

شہزادہ اسد کو اپنی مٹھی میں پکڑ کر تاریک نے اوپر
اٹھا کر ایک زور دار قہقہہ لگایا۔ کچھ دیر بعد وہ اس

گھورتی رہی پھر بڑبڑائی "تو نے میرے بیٹے کی
زندگی اجیرن کر دی ہے۔ طلسم کی نسل کو ہمیشہ کے
لیے ختم کر دینا چاہتا ہے۔ تجھے ہرگز زندہ نہ چھوڑوں
گی۔" یہ کہہ کر اس نے اسد کو دیکھتے ہی دیکھتے بیچ
کھینچ کر چیر ڈالا اور ویسے ہی منھ میں رکھ کر ہڈیوں
سمیت چبا چبا کر کھانے لگی۔ اسد کے دوست یہ دیکھ
کر لڑنا بھڑنا بھول گئے اور شہزادے کا ماتم کرنے لگے۔
آناً فاناً یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔
عمرو، مہ جبین، بہار، مہ رخ اور ان کی فوج کے
وہ سارے لوگ جو جان بچانے کے لیے بھاگ رہے
تھے یا کہیں چھپ گئے تھے روتے پیٹتے اپنی چھاؤنی کی
طرف پلٹ پڑے۔

افراسیاب کو جو خبر ہوئی کہ دائی اماں طلسم کشا کو
کھا گئیں تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ فوراً اس
نے ایک دوسرا خط لکھ کر تاریک کی طرف اڑا دیا۔ لکھا
تھا "دائی اماں! طلسم کشا کا خاتمہ کر کے آپ نے میری
بڑی مشکل حل کر دی ہے۔ اب باقی باغیوں سے مجھے
کوئی خطرہ نہیں۔ انھیں ایک ہفتہ اسد کا سوگ منانے کی
مہلت دیجیے۔ اگر انھوں نے اطاعت قبول کر لی تو ٹھیک

ورنہ جیسا مناسب سمجھیں سلوک کیجیے۔" تاریک نے یہ خط پڑھا تو جھومتی، قہقہے لگاتی اپنے دھوئیں کے مکان میں چلی گئی۔

اُدھر عمزد کو ضرغام کے خلاف سخت غصہ تھا۔ وہ ہر ایک سے ضرغام کو پوچھتا تھا اور کہتا تھا "میں نے اس نامعقول کو خاص طور پر اسد کے ساتھ کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ اس کی حفاظت کرے۔ مگر وہ خود بھاگ گیا اور اسد کو تاریک کھا گئی۔ اب میں ضرغام کو ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

کافی دیر کے بعد ضرغام چھاؤنی میں آیا تو لوگ اُسے پکڑ کر عمزد کے پاس لے گئے۔ عمزد اُسے دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ دو چار زور دار تھپڑ لگانے کے بعد خنجر نکال کر بولا "تو اسد کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اُسے تاریک کھا گئی۔ اب تیرا دل نکال کر میں کھاؤں گا۔"

"میں بے قصور ہوں اُستاد! پہلے میری بات سُن لو۔ پھر جو جی میں آئے کرنا۔" ضرغام نے فریاد کی۔

"اچھا بول! کیا کہنا چاہتا ہے؟"

"سب کے سامنے نہیں۔ ذرا الگ چلو۔" ضرغام نے آہستہ سے کہا۔

عمزد ضرغام کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کو لے گیا۔ وہاں خدا جانے ضرغام نے اُسے کیا بات بتائی کہ عمزد نے خنجر میان میں رکھ کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور واپس آکر دوسروں سے کہنے لگا "ضرغام بے قصور ہے۔ خدا کو یہی منظور تھا۔ ایک ہفتہ سوگ منانے کے بعد ہم شہزادہ اسد کا اِنتقام لیں گے۔ یا دُشمنوں کو ختم کریں گے یا خود مارے جائیں گے۔"

اتنا کہہ کر اس نے سارا حال ایک خط میں لکھا۔ بوم چہار دست کے حوالے کیا اور شہنشاہ کوکب کے پاس روانہ کر دیا۔ ملکہ مہ جبین کو شہزادہ اسد کے مارے جانے پر سب سے زیادہ غم و غصہ تھا۔ اس نے قسم کھا کر اعلان کیا کہ سوگ منانے کے بعد اپنے باپ افراسیاب سے اپنے شوہر اسد کے خون کا بدلہ لوں گی یا خود جان دے دوں گی۔

تاریک شکل کا انجام

آٹھویں دِن تاریک شکل نے دُھوئیں کے مکان سے
سر نکالا اور مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف منہ کر کے للکاری
"اے باغیو! تمہاری مُہلت کی مدت ختم ہو چکی۔ تمہارا
سردارِ طلسم گُشا مارا جا چکا ہے۔ اگر دماغ درست ہو گئے
ہوں تو افراسیاب کے سامنے گھٹنے ٹیک کر معافی مانگو اور
اگر اب بھی کسی میں کچھ کس بل ہوں تو میدان میں بھیجو کر
میں اپنی نہاری کی کسر پوری کروں۔"

ملکہ بہار سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے مہ رُخ اور مہ جبین
سے کہا "شہزادہ اسد کے بعد زندگی بے کار ہے۔ جا کر یا
تو اس کالی بلا کو مزہ چکھاتی ہوں یا اس کی نہاری بنتی
ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنا طلسمی مور اُڑاتی میدانِ جنگ کی طرف

تاریک نے کچھ پڑھ کر تالی بجائی۔ ایک خوف ناک کالا
دیو زمین سے نکل کر اس کے سامنے آیا۔ اس نے دیو سے
کہا "اس لڑکی کو پکڑ لا۔ مزے لے لے کر کھاؤں گی۔"
ملکہ حیرت نے جو یہ منظر دیکھا کہ ایک طرف سے بہار
اُڑتی چلی آ رہی ہے اور دوسری طرف سے تاریک کا خوف ناک
دیو بڑھ رہا ہے تو اس کا دِل دھک سے ہو گیا۔ افراسیاب
سے کہنے لگی "غضب ہو گیا یہ کالا دیو بہار کو پکڑ کر
تاریک کی نانی اماں اُسے ضرور کھا جائیں گی۔ بہار میری سگی بہن
ہے۔ جس طرح ہو سکے اِسے بچاؤ۔ ورنہ میں کسی کو منہ دکھانے
کے قابل نہ رہوں گی۔"

افراسیاب خود بھی بہار سے لگاؤ رکھتا تھا۔ حیرت کو تسلی
دیتے ہوئے بولا "فکر نہ کرو۔ اوّل تو بہار اس دیو کے قابو
میں نہ آئے گی اور اگر ایسا ہو گیا تو اس کے بدلے سو
دیو دے کر اُسے بچا لوں گا۔"

کچھ دیر تک بہار اور کالے دیو میں زبردست جنگ ہوتی
رہی۔ نہ دیو بہار کے قابو میں آتا تھا اور نہ بہار پر دیو کا
بس چلنے پاتا تھا۔ تھک ہار کر بہار نے اپنا مشہور حربہ
استعمال کیا۔ یعنی طلسمی گُل دستہ اس پر کھینچ مارا۔ گل دستے
کے پھول کیا بکھرے، ہر طرف باغ کھِل گئے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی

ہُوا چلنے لگی۔ پُراسرار خوشبو کی لپٹیں ایسی پھیلیں کہ دیو مست ہو کر ملکہ بہار کی تعریف کے گیت گانے لگا۔ بہار نے جب دیکھا کہ وار کارگر ہو چکا ہے تو دیو کو حکم دیا: "خالی خولی تعریف کیا کرتا ہے۔ تاریک شکل کا سر لا کر پیش کر۔"
دیو نے کہا "یہ کیا بڑی بات ہے۔ ابھی حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر اپنا بھاری تیغہ ہَوا میں لہراتا ہُوا دھوئیں کے مکان کی طرف دوڑا۔ ملکہ حیرت اور افراسیاب نے اطمینان کا سانس لیا۔ مہ جبین اور مہ رُخ نے آواز دے کر بہار کو واپس بلا لیا کہ تم نے مقابلے کا حق ادا کر دیا۔ اب وہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔

بہار واپس چلی گئی۔ ادھر دیو نے جا کر تاریک کو للکارا "میں ملکہ بہار کا غلام ہوں۔ تیرا سر لے جا کر اُسے پیش کروں گا۔"

وہ سمجھتی تھی کہ دیو بہار کو پکڑ کر لایا ہے۔ یہ بات سُنی تو حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے دیو نے دونوں ہاتھوں سے تیغہ کا بھرپور وار اس کی گردن پر کیا۔ تاریک پُھرتی سے پیچھے کو ہٹ گئی اور ایک لات دیو کے سینے پر ماری۔ دیو دُور جا کر چاروں شانے چت گرا۔ تاریک نے جل[illegible] اُٹھ کر اُس کی

دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیے۔ اُس وقت اس کے غصّے کا عجب عالم تھا۔ دیو کی بوٹیاں منہ سے نوچ نوچ کر تھوکتی ہُوئی مکان کے دھوئیں سے باہر نکلی اور مہ رُخ کے لشکر کی طرف بڑھتے ہُوئی چلائی "بہار نے میرے دیو پر جادُو چلا کر میری توہین کی ہے۔ جلدی سے اُسے میرے سامنے بھیجو۔ دیر کی تو ابھی تم پر ٹوٹ پڑوں گی۔"
بہار جوش میں آ کر اس بلا کے سامنے جانا چاہتی تھی مگر مہ رُخ اور مہ جبین اُسے روک لیتی تھیں۔ لشکر میں ہر ایک پر گھبراہٹ طاری تھی کہ کہیں تاریک ان پر نہ آ پڑے۔ عمرو کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ لشکر کو حملے کا حکم دے یا بھاگ جانے کا۔
کچھ دیر تک یہی حالت رہی تو تاریک جھومتی گرجتی مہ رُخ کے لشکر کی طرف بڑھنے لگی۔ عین اسی وقت سب کی نگاہیں آسمان پر اُٹھ گئیں۔ جادُوگروں کی ایک زبردست فوج اژدہوں پر سوار اُڑی چلی آ رہی تھی۔ آگے آگے ایک اُڑن تخت تھا جس پر ایک طرف بطور چہار دست اور بیچ میں شہنشاہ سرکب کا اُستاد برہمن رُوئیں تن بیٹھا تھا۔ برہمن نے اسی فوج کو مہ رُخ کی چھاؤنی میں اُترنے کا

اِشارہ دے کر اپنا تخت تاریک کی طرف بڑھایا اور للکارا:
"خبردار! اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھنا۔ تیرا غرور ٹھکانے
لگانے کے لیے میں آ پہنچا ہوں۔"
"اچھی بات ہے!" تاریک قہقہہ لگاتے ہوئے بولی "تُو
بھی اپنی حسرت نکال لے۔"

اس کے بعد تاریک اور برہمن کے درمیان جادوئی ہتھیاروں
کی خوف ناک لڑائی شروع ہو گئی۔ دونوں لشکروں کے لوگ
دانتوں میں انگلیاں دے کر خاموشی سے یہ لڑائی دیکھنے لگے
کافی دیر تک دونوں برابر کی جوڑ معلوم دیتے رہے مگر پھر
رفتہ رفتہ برہمن کمزور پڑتا گیا۔ تاریک اس کو جادوئی ہنٹر
کے پے در پے وار کرتی ہوئی پیچھے دھکیلنے لگی۔ برہمن
منتر پڑھ پڑھ کر اس پر آگ اور پتھر برسا رہا تھا مگر
کوئی چیز تاریک پر کارگر نہ ہوتی تھی۔ اچانک برہمن
نے جھولی میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکالی۔ وہ چیز دیکھتے
ہی دیکھتے کالے رنگ کی چمچماتی ہوئی پتلی سی تلوار بن
گئی۔ اسی وقت ابر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تاریک اور
برہمن کے اوپر آ کر ٹھہر گیا۔ ایسے ہی کئی ٹکڑے فاصلے
فاصلے پر آسمان پر اور بھی چھائے ہوئے تھے۔ کسی کو
کوئی شک نہ گزرا۔

برہمن نے سنبھل کر جادوئی تلوار سے تڑا تڑ تاریک پہ وار
کرنے شروع کر دیے۔ تاریک کا ہنٹر جس جگہ سے بھی اس
تلوار سے ٹکراتا وہیں سے کٹ کر نیچے گر جاتا۔ یہاں تک
کہ آخر میں صرف اس کا دستہ تاریک کی مٹھی میں سلامت
بچا۔ تاریک نے غصے میں وہ دستہ بھی برہمن پہ کھینچ مارا
برہمن نے جھکائی دے کر خود کو بچایا اور پینترا بدل کر
ایک زوردار وار تلوار کا تاریک کے سر پہ کیا۔ تاریک
گھبرا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ دیکھنے والے سمجھے کہ اب
تاریک کا وقت آ پہنچا ہے۔ برہمن کا دل بڑھ گیا۔ اس
نے آگے اچھل کر پوری قوت سے ایک اور تلوار لگائی۔
یہ وار خاصا کارگر رہا۔ کالی جادوئی تلوار اپنی چوڑائی تک
تاریک کے سر میں دھنس گئی۔ لیکن اسی لمحے تاریک نے
ایک بھرپور لات برہمن کے سینے پر ماری۔ برہمن دور
جا گرا۔ تلوار تاریک کے سر میں دھنسی رہ گئی۔
برہمن کے گرتے ہی تاریک نے سر میں پھنسی ہوئی تلوار
نکالی اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے برہمن کی طرف پھینک دی۔
برہمن نے اُٹھ کر پھر جھولی میں ہاتھ ڈالا۔ مگر اس سے پہلے
کہ وہ اس میں سے کچھ نکالتا تاریک نے اُچھل کر ایک
زوردار دو ہتڑ اس کے سر پہ مارا۔ برہمن درد میں تڑپ

کو آج تک کوئی نیچے نہ گرا سکا تھا ، یہ دو ہتّڑ کھا کر کٹی ہوئی شاخ کی طرح گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ تاریک نے فتح کا نعرہ بلند کیا اور قہقہے لگاتی ہوئی برہمن کو اٹھا اٹھا کر اچھالنے لگی ۔ آخری بار اس نے برہمن کو اس زور سے اچھالا کہ وہ ابر کے اس ٹکڑے میں چھپ گیا جو کافی دیر سے آسمان پر موجود تھا۔ لیکن اس بار جب وہ نیچے گرا تو تاریک نے اسے ہاتھوں پر روک لیا اور دونوں طرف کے لشکروں کو مخاطب کر کے کہنے لگی :

"شہنشاہ کوکب اپنے اس استاد پر بڑا ناز کرتا تھا۔ سب گواہ رہنا کہ میں نے اسے اس طرح مارا جیسے بلی چوہے کو مارتی ہے۔ اور جس طرح بلی مارے ہوئے چوہے کو کھا جاتی ہے اسی طرح میں بھی اسے کھا جاؤں گی ۔"

افراسیاب اور ملکہ حیرت تخت اڑا کر اس کی طرف چلے ۔ انھیں کچھ شک ہو گیا تھا ۔ وہ تاریک کو روکنا چاہتے تھے لیکن ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی تاریک نے بے صبری کے ساتھ برہمن کے سر پر منہ مارا ۔ مقابلہ کرنے والے دشمن کو وہ سر کی طرف سے ہی کھایا کرتی تھی ۔ برہمن کے سر کو دانتوں میں دبا کر جو اس نے زور کیا تو سر تو نہ ٹوٹا پر تاریک کے دو دانت ٹوٹ گئے ۔

تکلیف سے بوکھلا کر اس نے برہمن کو جھٹکا دے کر نیچے پھینکا تو دیکھنے والے حیران رہ گئے ۔ برہمن کا جسم کئی ٹکڑوں میں ہو کر بکھر گیا ۔ اب جا کر تاریک کو پتا چلا کہ جو سر اس نے چبایا وہ پتھر کا تھا اور برہمن کے بکھرنے والے اعضا گتے کے تھے ۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اصل برہمن کی بجائے اس کا پتلا تاریک کے ہاتھ آیا تھا ۔ حیرت اور افراسیاب نے قریب پہنچ کر یہ معاملہ دیکھا تو اوپر ابر کے ٹکڑے کو گھورنے لگے ۔

اسی لمحے برہمن روئیں تن کا استاد نور افشاں اس ابر میں سے ظاہر ہوا اور للکار کر کہنے لگا "ملکہ تاریک شکل! برہمن کا گوشت کھانا تجھے کبھی نصیب نہ ہوگا ۔ میں اسے لیے جاتا ہوں ۔ ابھی تجھ سے لڑنے کا ارادہ نہیں ۔ ورنہ پلک جھپکتے میں سارا غرور خاک میں ملا دیتا ۔"

"اچھا تو یہ تیری حرکت تھی !" تاریک شکل نے زہر بھرے لہجے میں کہا "بڈھے ! جب تیرے جی میں آئے آ کر حسرت نکال لینا ۔"

تاریک کی یہ بکواس سن کر نور افشاں بادلوں میں غائب ہو گیا اور تاریک اپنے دھوئیں کے مکان میں چلی گئی۔ ادھر نور افشاں برہمن کو لیے ہوئے ایک قریبی درے

میں جا اُترا اور اس کا علاج کرنے لگا۔ سورج ڈوبنے
کے وقت اس کے مقرر کردہ جاسوس پرندوں نے آکر
خبر دی کہ درّے کے دونوں جانب سے دو آدمی اندر آ
رہے ہیں۔ برہمن کو اب تک ہوش نہ آیا تھا۔ نورافشاں
نے اُسے ایک جھاڑی کی اوٹ میں چھپا دیا اور خود بھی
قریبی چٹان کے پیچھے ہو کر آنے والوں کا انتظار کرنے
لگا۔ تھوڑی دیر میں دونوں آدمی اس چٹان کے قریب
ٹھہر کر باتیں کرنے لگے۔ ان میں ایک جاں سوز اور دوسرا
مہتر قیران تھا۔ دونوں عمرو کے شاگرد اور آپس میں باپ
بیٹے تھے۔ نورافشاں توجہ سے اُن کی باتیں سننے لگا۔
قیران نے جاں سوز سے کہا "بیٹا تم جانتے ہو کہ خواجہ
نے مجھے اپنا جانشین بنایا ہے۔ عیاری میں اُن کے
بعد میرا ہی نمبر ہے۔ مگر تاریک کے مقابلے میں ہماری
ساری عیاریاں ناکام ہو چکی ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے
کہ مردانہ وار تاریک کے مکان میں گھس جاؤں۔ یا اس
کا کام تمام کروں یا خود جان دے دوں۔ خواجہ اس کی
بالکل اجازت نہ دیتے۔ اسی لیے تم کو الگ بلایا ہے۔
بولو میرا ساتھ دو گے؟"
"ابا جان!" جاں سوز نے جوش میں کہا "میری سو

جانیں بھی ہوں تو بھی آپ کے حکم پر قربان کر دوں گا۔"
"اچھا تو چلو" قیران نے کہا "ہم اسی وقت تاریک
کے مکان میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔"
وہ دونوں چند ہی قدم چلے تھے کہ نورافشاں نے
باہر نکل کر آواز دی "ٹھہرو!"
دونوں نورافشاں کو سامنے دیکھ کر حیران رہ گئے۔
نورافشاں نے کہا "مہتر قیران، عیاری کے علاوہ میں
تمہاری بہادری اور طاقت سے بھی واقف ہوں۔ میں
تمہیں خوش خبری سناتا ہوں کہ تاریک تمہارے ہی ہاتھوں
قتل ہو گی۔ لیکن جمشیدی تلوار کے بغیر اس پر دُنیا کا
کوئی ہتھیار اثر نہیں کر سکتا۔"
قیران نے کہا "خوش خبری کا شکریہ! مگر یہ جمشیدی
تلوار کہاں ملے گی؟"
"وہ میرے پاس ہے" نورافشاں نے جواب دیا۔
"جان کی بازی لگا کر میں اُسے جمشید کے مقبرے سے
نکال لایا ہوں" یہ کہہ کر اس نے جھولی میں ہاتھ ڈال کر
ایک چھوٹا سا کالی لکڑی کا ڈبا نکالا اور اس کا ڈھکنا
کھول کر قیران کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "یہ رہی
جمشیدی تلوار۔ جب تک یہ تمہارے پاس رہے گی کسی

کا کوئی جادو تم پر اثر نہ کرے گا۔"

"مگر یہ تو ننھے بچوں کا کھلونا لگتی ہے۔" قیران نے
ڈبے میں رکھی ہوئی ننھی سی تلوار کو، جو مخمل کے نیام
میں رکھی تھی، دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاتھ میں اٹھا کر تو دیکھو۔" نور افشاں نے مسکراتے
ہوئے کہا۔ قیران نے دو انگلیوں سے پکڑ کر وہ تلوار اٹھا
لی۔ ڈبے سے باہر ہوتے ہی وہ اس تیزی کے ساتھ
بڑھی کہ قیران کی انگلیوں سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔
اب وہ عام تلواروں جتنی لمبی تھی۔ قیران نے اسے اٹھا
کر پیٹی میں باندھ لیا اور نور افشاں سے رخصت ہو کر
چل دیا۔

دوسرے دن افراسیاب حیرت کو ساتھ لے کر صبح ہی صبح
تاریک کے پاس مزاج پرسی کے لیے جا پہنچا۔ گزشتہ روز
افراسیاب نے اس کے پاس سو آدمی بھیجے تھے۔ تاریک
رات تک ان میں سے اسی آدمی چٹ کر چکی تھی۔ اس
وقت وہ بچے ہوئے بیس آدمیوں کی نہاری کھا رہی تھی
افراسیاب اور حیرت اس کے سامنے خاموشی سے بیٹھے ہوئے
تھے۔ اتنے میں افراسیاب کے ایک دربان نے آکر کہا "حضور
کی بھانجی شہزادی ارمان جادو مع اپنے ایک محافظ کے

ب دی ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتی ہیں۔"
اب نے یہ سن کر تاریک سے کہا "دادی اماں! وہ
آپ کی زیارت کے لیے آئی ہے۔ اجازت دیجیے تو
لوں۔" تاریک کھانے پینے میں جٹی ہوئی تھی مگر
ظ کا ذکر سن کر چونک پڑی۔ بولی "یہ تیری بھانجی
فظ کیوں ساتھ لائی ہے؟"

"ماں باپ نے ساتھ کر دیا ہوگا۔ فکر کی کوئی بات
نہیں۔" افراسیاب نے جواب دیا۔

"اچھا، بلوا لو۔" تاریک نے اجازت دے دی۔ تھوڑی
ہی دیر بعد ایک نوجوان خوب صورت لڑکی اعلیٰ قسم کا
باس پہنے اندر آئی۔ ایک جنگجو سپاہی تلوار اور ڈھال
لگائے سائے کی طرح اس کے ساتھ تھا۔ اس سپاہی کی
آن بان دیکھ کر افراسیاب کو بھی کچھ اندیشہ ہوا۔ نوجوان
لڑکی نے افراسیاب، حیرت اور ملکہ تاریک کو جھک کر آداب
کیا۔

افراسیاب نے اس سے پوچھا "یہ سپاہی کون ہے؟ میں
نے اسے پہلے کبھی تمھارے ساتھ نہیں دیکھا۔"

قبل اس کے کہ وہ کچھ جواب دے، تاریک زور سے
دو ہنٹر مار کر چلائی "پکڑ لو۔ یہ لڑکی ارمان جادو نہیں

[illegible] سوز [illegible] ہے [illegible] سپاہی [illegible] کو [illegible]
[illegible] ٹوٹ پڑے تو قیران نے جمشید [illegible] دیکھ [illegible]
[illegible] ٹوٹ [illegible] تم میرے ہاتھ سے زندہ بچ کر نہیں [illegible]
سکتے [illegible] وہ [illegible] اور تاریک کی طرف بڑھنے لگا۔ تاریک
نے جادو کیا کہ قیران کا بدن سُن ہو جائے مگر اس پر
اثر نہ ہوا۔ کئی منتر اور اس نے پڑھ کر پھونکے مگر قیران
آگے بڑھتا ہی رہا۔ تاریک بھی اُسے اور اس کی تلوار
کو گھور رہی تھی۔ اچانک وہ چیخی "افراسیاب، ہوشیار
اس کے ہاتھ میں جمشیدی تلوار ہے۔" اِتنے میں قیران
نے اچھل کر تاریک کے سر پہ وار کیا۔ تاریک نے کتنی
ہی جادوئی ڈھالیں سر پر لیں اور قیران کی کلائی پر ہاتھ
مارا جس سے تلوار اُوپر ہو گئی مگر اتنے عرصے میں وہ ساری
جادوئی ڈھالیں کاٹ کر تاریک کے سر پر زخم لگا چکی تھی۔
دوسرا وار کرنے کے لیے قیران پیچھے کو جست لگا گیا
اسی لمحے افراسیاب تلوار کھینچ کر اس کے سامنے آ گیا۔
تھوڑی ہی دیر میں تلوار نے افراسیاب کے سر کو بھی زخمی کر
دیا۔ ملکہ حیرت نے محافظوں کو پکارا۔ وہ اندر آ کر قیران
سے لڑنے لگے۔ تاریک، افراسیاب اور حیرت تیزی سے
اپنے لشکر کو چلے۔ ان کے اور قیران کے درمیان سینکڑوں

[illegible] ٹوٹ پڑے تھے۔ [illegible] جمشید [illegible]
[illegible] ہو گیا وہ [illegible]
[illegible] بھاگتی ہوئی [illegible] افراسیاب [illegible] جمشید [illegible]
[illegible] سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ قیران کو گھیرے میں لے
[illegible] سے دور رکھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں جنگجو
[illegible] نے قیران کو آ کر چاروں طرف سے گھیر لیا۔
[illegible] ماہ رخ میدان میں کھڑی یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی
[illegible] کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ یہ کیا بڑبونگ ہے
[illegible] کس سے لڑ رہا ہے! خواجہ عمرو بھی حیران تھے۔
[illegible] میں جان سوز بھاگا ہوا آیا اور سارا حال بیان کر دیا۔
[illegible] نے ماہ رخ سے کہا "ہمیں فی الفور قیران کی مدد
[illegible] چاہیے۔ سارے لشکر کو حکم دو کہ افراسیاب کی فوج
[illegible] ٹوٹ پڑے۔"
ادھر افراسیاب اور تاریک محفوظ مقام پر کھڑے ہوئے
[illegible] طرف نگاہیں دوڑا رہے تھے۔ ماہ رخ کی فوج کو آگے
[illegible] دیکھ کر انھوں نے بھی اپنی فوج کے ایک حصے
[illegible] کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دونوں لشکر
[illegible] بڑی موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔
[illegible] کو موقع مل گیا۔ وہ سامنے آنے والوں کو مارتا کاٹتا

تاریک تک جا پہنچا۔ وہ کچھ دیر قیران سے روتی رہی اور پھر تنگ آ کر اُوپر بادلوں میں اُڑ گئی۔

نیچے افراسیاب کے سپاہیوں نے پھر قیران کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ برہمن رُوئیں تن اس وقت تک تندرست ہو چکا تھا۔ نور افشاں اور وہ دونوں بادلوں میں چھپے نیچے ہونے والی لڑائی دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی تاریک بادلوں میں پہنچی۔ ایک طرف سے نُور افشاں اور دُوسری طرف سے برہمن اس پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے تو تاریک کچھ گھبرائی مگر پھر خاص جادوئی ہنٹر نکال کر دونوں سے لڑنے لگی۔

اِتنے میں شہنشاہ کوکب بھی زبردست فوج کے ساتھ وہاں آ پہنچا۔ ملکہ بُہران، ملکہ اختر، ملکہ مجلس جادُو اور نامور سردار اس کے ساتھ تھے۔ نُور افشاں اور برہمن کو تاریک سے لڑتا دیکھ کر اس نے شہزادیوں اور اپنی فوج کو نیچے جا کر افراسیاب سے جنگ کرنے کا حکم دیا اور خود ان کی مدد کو جا پہنچا۔ تاریک نے اُسے دیکھ کر ہنستے ہُوئے کہا "اچھا ہُوا کہ تو بھی آ گیا۔ آج تم تینوں کا قصّہ پاک کر دوں گی"

کوکب نے ایک ناریل تاریک کی طرف پھینکا۔ تاریک نے

... کر دیا۔ وہ ناریل اس کے قریب پہنچ کر پھٹا اور کوکب ... کے گرد چکّر کھانے لگا۔ کوکب کا دماغ چکرانے لگا۔ ... فشاں نے یہ دیکھ کر اس کے توڑ کا منتر پڑھا۔ ناریل پھٹ کر نیچے جا گرا۔ کوکب کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ اِسی ... نُور افشاں نے چیخ کر اس سے کہا "تم نیچے جا کر ... یاب سے لڑو۔ ہم تاریک سے نمٹ لیں گے"

نُور افشاں کی اس ہدایت پر کوکب نیچے جا کر افراسیاب ... فوج پر آگ برسانے لگا۔ اُدھر تاریک نے غصّے سے ... کر نُور افشاں پر اپنے جادُوئی ہنٹر کی برسات شروع کر ... ۔ برہمن تاریک پر جادُوئی کمندیں پھینکنے لگا۔ تاریک ... کی طرف پلٹی۔ نُور افشاں نے سنبھل کر سامری کا طلسمی ... تاریک پر مارا۔ برہمن کی کمند کے حلقے وہ بڑی آسانی ... سے توڑ دیتی تھی مگر یہ جال کچھ اس طرح اس پر پڑا کہ بچا ... سکی۔ اُلجھ کر نیچے گرنے لگی۔ نُور افشاں نے خوش ہو کر ... ن کو پکار کر کہا "ہاں لینا۔ تاریک نیچے گر رہی ہے"

... تاریک قیران سے کافی فاصلے پر گری۔ بیچ میں دشمن ... سینکڑوں سپاہی حائل تھے۔ پھر بھی وہ جوش میں آ کر ... سے تاریک کی طرف بڑھنے لگا۔ تاریک پھڑپھڑاتی ہُوئی ... کو توڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آخر کار وہ اس میں

کامیاب ہو گئی۔ قیران کے پہنچتے پہنچتے وہ آزاد ہو چکی تھی۔
جیسے ہی قیران تلوار بلند کر کے اس کی طرف جھپٹا، تاریک نے
دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر اس کی آنکھوں میں جھونک
دی۔ قیران نے فوراً آنکھ بند کر لی۔ مٹی تو اس کی آنکھوں
میں نہ گئی البتہ موقع پا کر تاریک اڑ کر بادلوں میں چلی
گئی۔

تین دن رات مسلسل جنگ جاری رہی۔ مہتر قیران تاریک
کی تلاش میں افراسیاب کی فوج کی صفیں الٹتا پھر رہا تھا
نیچے وہ اس کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا اور اوپر بادلوں
میں برہمن اور نورافشاں اسے چین نہ لینے دیتے تھے۔
نور افشاں کے پاس سامری کے آٹھ طلسمی جال تھے۔ جب
وہ تاریک پر ایک جال مارتا تو تاریک اس میں الجھ کر
نیچے زمین پر جا گرتی۔ اسی وقت مہتر قیران جمشیدی
تلوار لہراتا اس کی طرف دوڑ پڑتا۔ تاریک بڑی مصیبت
سے وہ جال توڑ پاتی۔ افراسیاب کے سپاہی اسے بچانے
کے لیے دوڑ پڑتے اور جب تک قیران انھیں ٹھکانے
لگاتا وہ پھر بادلوں میں اڑ جاتی۔

چوتھا دن شروع ہوا تو سب لڑتے لڑتے نڈھال ہو
چکے تھے۔ نور افشاں کے پاس صرف آٹھواں اور آخری طلسمی

باقی بچا تھا۔ اس نے سوچا، تاریک نے یہ جال بھی توڑ
تو اس کے پاس اسے زیر کرنے کا کوئی حربہ باقی
ہے گا۔ کیوں نہ اسے اتنا زخمی کر دیا جائے کہ وہ یہ
توڑ ہی نہ سکے۔ یہ سوچ کر اس نے تاریک سے
"جادو منتر کی لڑائی سے ہم میں سے کوئی کسی کو نہ ہرا
کا۔ اب آؤ ہاتھ پیر کی طاقت آزمائیں۔" تاریک فوراً راضی
گئی۔ اسے یقین تھا کہ اس صورت میں وہ دونوں
بھاری پڑے گی۔

بس پھر تو تینوں کے درمیان لات گھونسے کی لڑائی
نے لگی۔ کوکب اچھل اچھل کر تاریک کے پیٹ اور سینے
دولتیاں جھاڑتا۔ برہمن ٹکریں لگاتا اور تاریک ان دونوں
تھپڑ اور گھونسے برساتی۔ تھوڑی ہی دیر میں تینوں لہولہان
ہو گئے۔ اسی موقع پر نورافشاں نے تاریک پر اپنا آخری
جال پھینک دیا۔ تاریک اس میں بری طرح الجھ گئی اور
پھڑکتی ہوئی نیچے گری۔ مہتر قیران اس کی طرف دوڑا۔
افراسیاب کے سپاہی تاریک کو بچانے دوڑے۔ تاریک نے
جال توڑنے میں جان لگا دی۔ سخت جدوجہد کے بعد وہ
میں کامیاب بھی ہو گئی لیکن ابھی وہ بادلوں میں جانے
یے اڑی ہی تھی کہ قیران اس کے قریب پہنچ گیا

اور تاریک کو اوپر اُٹھتا دیکھ کر اس نے زبردست اچھال
لگا کر اس پر تلوار چلا دی۔ تاریک کی پنڈلی کٹ گئی۔
کسی اور تلوار کا زخم ہوتا تو شاید اس پر مچھر کے ڈنک
جتنا بھی اثر نہ ہوتا مگر وہ تو جمشیدی تلوار تھی۔ سارے
بدن میں چنگاریاں سی سُلگنے لگیں وہ افراسیاب کو مدد کے
لیے پکارتی ہوئی نیچے گر پڑی۔ قیران نے تول کر دُوسرا
وار اس کے سر پر کیا۔ تاریک کے محافظ سینکڑوں بھوت
جمشیدی تلوار سے چمٹ گئے مگر وہ ان سب کو صابن کی
طرح کاٹتی ہوئی تاریک کے سر میں گھسی اور گردن تک
کاٹتی چلی گئی۔ اس نے ایک ہولناک چیخ ماری اور
تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی پڑ گئی۔

پھر تو ایسی زبردست آندھیاں چلیں اور اتنی تاریکی
چھائی کہ سارا میدانِ جنگ کالا ہو گیا۔ رونے پیٹنے کی
لرزہ خیز صداؤں سے زمین و آسمان گونجنے لگے۔ آخر میں
ایک ہولناک آواز آئی: "مجھے قیران نے جمشیدی تلوار سے
ہلاک کیا۔ میرا نام ملکہ تاریک تمسکل تھا۔"

لیکن اچانک افراسیاب کی دادی آفات چہاردست وہاں
آ پہنچی۔ شاید اُسے طلسم ظلمات میں تاریک کے مارے
جانے کی خبر مل چکی تھی۔ اس نے دیکھا کہ نُورافشاں

کسی منتر سے افراسیاب اور حیرت بے ہوش ہو چکے ہیں
ان کی فوج پر ہر طرف سے موت کی برسات ہو
رہی ہے۔ اس نے افراسیاب اور حیرت کو پنجے میں دبوچا
اور اُوپر اُڑتے ہوئے للکاری "او بڈھے نورافشاں!
تو نے افراسیاب کے معاملے میں دخل دے کر اچھا نہیں
کیا۔ تاریک کا خُون بھی تیری گردن پر ہے۔ اس وقت
میں افراسیاب کو لیے جاتی ہوں مگر ہوشیار رہنا۔ جلد بدلہ
چکاؤں گی۔"

افراسیاب کی فوج پہلے ہی عذاب میں مُبتلا تھی۔ اب
جو اس نے دیکھا کہ آفات شہنشاہ اور ملکہ کو بھی لے گئی
ہے تو اس کے پیر اُکھڑ گئے۔ جس کا جدھر مُنھ اُٹھا،
گھبراہٹ میں بھاگ نکلا۔

کئی دن کی اس جنگ میں افراسیاب کے آدھے سے
زیادہ آدمی جان سے مارے گئے۔ جو بچ کر نکل گئے وہ
اپنا سب کچھ چھوڑ گئے۔ عمرو اور اس کے شاگردوں نے
اس روز صرف میدانِ جنگ سے لاکھوں روپے کی نقدی
اور زیور ہتھیائے۔ مہ رُخ کی فوج کو حیرت کی چھاؤنی
کا بے شمار مال و اسباب حاصل ہوا۔

شہنشاہ لاچین

اپنی چھاؤنی میں پہنچ کر عمرو نے نور افشاں، برہمن رُوئیں تن اور کوکب کی بروقت مدد کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ مہ رُخ نے ان سے کہا "آج تک نہ اس سے زیادہ خوف ناک لڑائی ہم نے افراسیاب سے لڑی ہے اور نہ ہمیں کبھی اتنی بڑی فتح حاصل ہُوئی ہے۔ ہم پر لازم تھا کہ ہم فتح کا جشن بھی اسی نسبت سے زیادہ شان دار طور پر مناتے۔ لیکن افسوس! ہم ایسا نہ کر سکیں گے۔ شہزادہ اسد کی ہلاکت نے ہمارے دِلوں کو مُرجھا دیا ہے۔"

شہزادہ اسد کا نام آتے ہی وہاں موجود سارے لوگوں کے چہرے اُداس ہو گئے۔ مگر خواجہ عمرو مُسکراتے ہُوئے بولے "نہیں ملکہ مہ رُخ۔ جشن ضرور ہوگا۔"

"کیا شہزادہ اسد کی موت کا آپ کو بالکل دُکھ نہیں؟"
بہار نے کہا۔

"شہزادہ اسد بھی آج کے جشن میں شریک ہوں گے۔"
رو نے ہنستے ہُوئے کہا "سُننے والے سنّاٹے میں آ گئے۔
ہ زندہ ہیں اور خاص پناہ گاہ میں محفوظ ہیں۔" عمرو
راز فاش کرتے ہُوئے کہا "ضرغام نے انھیں چھپا کر
ے ایک جاں نثار کو ان جیسا بنا دیا تھا۔ تاریک
ی کو اصل شہزادہ اسد سمجھ کر کھا گئی تھی۔ اگر یہ بات
چھپائی جاتی تو تاریک شہزادہ اسد کو ضرور ڈھونڈ نکالتی۔"

عمرو کی یہ باتیں سن کر ہر شخص کا چہرہ خوشی سے
ل اُٹھا۔ ملکہ مہ جبیں مہ رُخ سے چمٹ کر خوشی کے
نسو بہانے لگی۔ اس رات میزبان اور مہمان سب نے
ل جُل کر جشن کا اہتمام کیا۔ خاص محفل میں شہزادہ اسد،
جبین، بہار، مخمور اور ممتاز سردار میزبانوں کی جانب
ے اور نور افشاں، برہمن، کوکب، مرجان، اختر، مجلس،
نور وغیرہ مہمانوں کی جانب سے شریک ہُوئے۔ اس محفل
یں عمرو نے ناچ گانے کا وہ کمال دِکھایا کہ سب عش
ش کر اُٹھے۔

آدھی رات کے بعد محفل خاتمے پر آئی تو کوکب نے

عمرو کی تعریف کرنے کے بعد کہا "خواجہ! اب ہمارے یہاں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صبح ہم روانہ ہو جائیں گے۔ آپ جس قدر جلد ممکن ہو طِلسم کی لوح کا پتا چلائیں اور اُسے حاصل کر لیں۔ لڑائیوں میں ہم کبھی کبھار افراسیاب کو شکست دے سکتے ہیں لیکن لوح کے بغیر نہ وہ مارا جائے گا نہ اس کا ملک فتح ہو گا۔"

کوکب کی اس تقریر کا ایک ایک لفظ عمرو نے بڑی توجّہ سے سُنا اور دوسرے دن جب مہمان چلے گئے تو طِلسم کی لوح کا پتا چلانے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔

لیکن افراسیاب بھلا کیسے مہلت دیتا! جلد ہی وہ بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ ایک اور طِلسمی بلا کو لے کر آ دھمکا۔ اس بلا نے بھی عمرو کے حامیوں پر بڑی قیامت ڈھائی۔ مگر آخر کو ماری گئی۔ اس کے بعد افراسیاب ایک کے بعد ایک چار اور بلاؤں کو عمرو کے لشکر کے خاتمے کے لیے لایا۔ ان میں سے ہر بلا نے پہلی سے زیادہ تباہی مچائی لیکن وہ یا تو عمرو کی عیّاری سے یا اپنی غلطی سے یا کوکب اور نوُر افشاں کی مدد سے ہلاک ہوئی۔

افراسیاب کو اپنی ان سات بلاؤں پر بڑا ناز تھا۔ جب وہ ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئیں تو بڑا پریشان ہُوا۔

... ڈر ہُوا کہ کہیں دشمنوں کو لوح کا پتا نہ چل جائے۔ ... منوں میں اُسے خطرہ صرف دو آدمیوں سے تھا۔ ایک ... دوسرا شہزادہ اسد سے۔ یہ دونوں کئی بار اس کے ... میں آ چکے تھے لیکن کسی نہ کسی ترکیب سے چھوٹ گئے ... سوچتے سوچتے وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر ان دونوں ... گرفتار کرنے کے بعد طِلسم ہوش رُبا کے باہر کہیں دور ... ید کر دیا جائے تو یا تو وہ کبھی رہائی نہ حاصل کر سکیں ... یا پھر طِلسم ہوش رُبا واپس نہ پہنچ سکیں گے۔

یہ خیال کر کے اس نے اپنے دوست شہنشاہ نیلم کو ... دعوت دے کر بلایا۔ اس کا ملک طِلسم ہوش رُبا سے بہت ... دُور تھا۔ افراسیاب کے بہت سے دشمن ایک مدّت سے ... اس کے پاس قید تھے۔

شہنشاہ نیلم آیا تو افراسیاب نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ دو دن بعد وہ واپس جانے کے لیے تیار ہُوا تو افراسیاب نے اس سے کہا "عمرو اور اسد نے مجھے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ اگر آپ انھیں پکڑ کر لے جائیں اور اپنے طِلسمی قید خانے میں قید کر دیں تو پھر مجھے کسی سے کوئی خطرہ نہ رہے گا۔"

"ارے! یہ بات تھی تو آپ نے پہلے کیوں نہ فرمایا؟"

شہنشاہ نیلم نے کہا "اطمینان رکھیے۔ آج رات کے بعد
یہ دونوں پھر کبھی طلسمِ ہوش رُبا میں نظر نہ آئیں گے۔"
اس دن سورج چھپتے ہی شہنشاہ نیلم افراسیاب کے پاس
سے اٹھ کر اپنے سیمرود خیمے میں چلا گیا۔ ملازموں اور
محافظوں کو باہر رہنے کا حکم دے کر اس نے اپنے چاقو
سے زمین میں ایک چھوٹا سا گڑھا کھودا۔ پھر اس میں لکڑیاں
اور گھی ڈال کر آگ لگا دی۔ تھوڑی دیر میں وہ گڑھا
شعلوں سے بھر گیا۔ کچھ دیر وہ اس میں طرح طرح کی
خوشبوئیں جلاتا رہا۔ اس کے بعد اس نے جھولی سے ایک
ڈبیا نکالی۔ پھر اپنی چھنگلی سے خون نکال کر اس پر ٹپکایا اور
کچھ منتر پڑھنے لگا۔ جلد ہی ڈبیا کا ڈھکن خود بخود کھل
گیا۔ اس کے اندر لوبان کا بنا ہوا ایک ننھا سا بھوت تھا
چند قطرے چھنگلی کے خون کے اس پر ٹپکانے کے بعد نیلم
نے منتر پڑھتے ہوئے وہ ننھا سا بھوت آگ میں ڈال دیا۔
دیکھتے ہی دیکھتے دھوئیں کا ایک خوف ناک مجسمہ الاؤ میں
سے بلند ہو کر لہرانے لگا اور آواز آئی "شاہ نیلم! میں
تیرا غلام ہوں۔"

شاہ نیلم نے حکم دیا "افراسیاب کے دشمنوں کے لشکر میں
جا۔ عمرو عیار اور طلسم کشا اسد کو اٹھا کر لے آ۔"

"بہت بہتر آقا" دھوئیں میں سے آواز آئی "میں ابھی آپ کے
حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔" دیکھتے ہی دیکھتے وہ دھواں ہوا
میں پھیل کر غائب ہو گیا۔

ملکہ مہ جبین کی بارگاہ میں رقص کی محفل برپا ہو رہی تھی۔
برق، بہار، مخمور اور دوسرے سرداروں کی طرح اسد
اور خواجہ عمرو بھی اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے گانے ناچ کے
مزے لے رہے تھے۔ اچانک شہزادے کی نگاہوں کے
سامنے ایک ہلکا سا دھواں لہرایا۔ خدا جانے اس دھوئیں
نے کیا کیا کہ شہزادہ اسد یکبارگی اپنی کرسی سے
اٹھا اور ملکہ مہ جبین سے بولا "مجھے نیند آ رہی ہے۔
چاہتا ہوں کہ صبح سے پہلے مجھے کوئی نہ اٹھائے۔" یہ کہہ
کر وہ چلا گیا۔ اپنے خیمے میں جا کر اس نے خدمت
گاروں سے بھی یہی کچھ کہا اور خواب گاہ میں جا کر سو رہا۔
شہزادہ اسد کے خواب گاہ میں جانے کے بعد عمرو اپنی
کرسی سے اٹھا اور کہنے لگا "میں افراسیاب کی چھاؤنی میں
جا کر دیکھتا ہوں کہ وہ کیا منصوبے بنا رہا ہے۔ میرے
پیچھے کوئی نہ آئے۔"

یہ کہہ کر وہ بھی وہاں سے چل دیا۔ یہ خیال اس
کے دماغ میں بالکل اچانک آیا تھا اور اس سے پہلے اس

کی نگاہوں کے سامنے بھی ایک ہلکا سا دُھواں لہرایا تھا۔
برق فرنگی اور ضرغام اُستاد کے اس اچانک پروگرام پر
حیران تھے۔ انھوں نے چاہا کہ وہ بھی عمرو کے پیچھے لگ
لیں۔ مگر مہتر قِران نے انھیں یہ کہہ کر روک دیا کہ:
"خواجہ منع کر گئے ہیں۔"

آدھی رات نہ گزرنے پائی تھی کہ شاہ نیلم کے خیمے
میں ہلکا ہلکا سا دُھواں داخل ہُوا۔ وہ ابھی تک آگ کے
الاؤ کے گرد بیٹھا منتر پڑھ پڑھ کر اس میں خوش بوئیں
جلا رہا تھا۔ دُھوئیں کو دیکھتے ہی اس نے اپنی چھنگلی سے
تازہ خون نکال کر اس پر چھڑکا۔ پھیلا ہُوا دُھواں سمٹ
کر الاؤ میں آ گیا۔ ایک بار پھر پہلے کی طرح دُھوئیں کا
ایک خوف ناک مجسّمہ لہراتا دکھائی دینے لگا۔

شاہ نیلم نے اُس سے سوال کیا "قیدی لے آئے؟"

"ہاں حضور!" دُھوئیں میں سے آواز آئی "یہ سنبھالیے
صُبح سے پہلے ان کے غائب ہونے کی کسی کو بھی خبر نہ
ہو گی۔" اس کے ساتھ ہی دُھوئیں میں سے لڑھکتے ہوئے
دو بے ہوش آدمی الاؤ کے کنارے شاہ نیلم کے سامنے
آ گرے۔ شاہ نیلم کی آنکھیں چمکنے لگیں "شاباش! میں
تجھ سے خوش ہُوا۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی پنڈلی کی

بوٹی کاٹ کر دُھوئیں کی طرف پھینکی "یہ رہا تیرا
؛" اس نے کہا۔

کچھ دیر تک ایسا معلوم ہوا جیسے وہ دُھواں خوشی
ناچ رہا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ الاؤ میں جذب ہوتا
۔ اس کے ساتھ ہی الاؤ کے شعلے بھی ماند پڑتے
یہاں تک کہ ساری آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اوپر لوبان
جلے جیسا ننّھا سا بھوت دکھائی دینے لگا۔ شاہ نیلم
اسے اُٹھا کر ڈبیا میں رکھا اور بے ہوش قیدیوں
اُٹھا کر افراسیاب کے پاس چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ افراسیاب کے ساتھ اپنے خیمے میں
اور بے ہوش قیدیوں کے مُنھ پر سے چادر ہٹاتے
ئے بولا "پہچانیے۔ انھی لوگوں کے بارے میں آپ
مجھ سے کہا تھا نا؟"

افراسیاب نے غور سے دیکھتے ہُوئے کہا "بالکل بادشاہ
میں ایک عمرو اور دُوسرا اسد ہے۔ تم نے کمال کر دیا
اتنی جلد انھیں اُڑا لائے!"

"یہ سب آپ ہی کی کرامت کا صدقہ ہے۔" شاہ نیلم
ے کہا "خاص بات یہ ہے کہ صُبح سے پہلے ان کے غائب
ونے کا کسی کو پتا نہ چل سکے گا۔"

"بس تو پھر اسی وقت روانہ ہو جاؤ اور سپیدۂ سحر
کے نمودار ہونے سے پہلے پہلے طلسم ہوش رُبا کی حدود
سے نکل جاؤ۔ ایسا نہ ہو کوکب یا نورافشاں کو کبھی وہ
پتا چل جائے۔"

شاہ نیلم صبح ہوتے ہوتے طلسم ہوش رُبا کی سرحد سے
سیکڑوں میل دور نکل گیا اور صبح کو جس وقت ماہ رُخ کی
چھاؤنی میں عمرو اور اسد کے غائب ہو جانے پر طرح طرح
کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں، وہ اپنے محل میں پہنچ چکا
تھا۔ وہاں اس نے اپنے ایک معتبر ماتحت راجا توسن کو
بلا کر قیدیوں کو اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا "انھیں
اسی وقت اپنے علاقے میں لے جاؤ اور طلسمی قید خانے
میں بند کر دو۔" عمرو اور اسد اس وقت تک بدستور
بے ہوش تھے۔ راجا توسن انھیں لے کر اڑتا ہوا اپنے
محل میں پہنچا۔ وہ جو شہنشاہ نیلم کے ملک سے کچھ
سیکڑوں میل دور تھی۔

توسن کی لڑکی ناہید جتنی نیک اور خدا ترس لڑکی تھی
شہزادہ اسد کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھ کر اُسے بڑا رحم
آیا۔ باپ سے اُسے پتا چلا کہ وہ طلسم کشا ہے اور
افراسیاب کی ظالمانہ حکومت کو ختم کرنے کی جدوجہد کرتا

ہے تو اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ اس کی مدد کرنی
چاہیے۔ اس نے اپنے باپ سے کہا۔

"ابا جان! شہنشاہ افراسیاب کے خلاف بغاوت کرکے
اس شخص نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ اسے میرے
حوالے کر دیجیے۔ کل صبح تک میں اُسے قتل کرکے سر آپ
کی خدمت میں نذر کروں گی۔ آپ فوراً افراسیاب کے پاس
پہنچا دیجیے گا۔"

توسن خوش ہو گیا۔ بولا "شاباش بیٹی! تم عقل مند بھی
ہو اور افراسیاب کی سچی خیر خواہ بھی۔ تم اسے سنبھالو۔
میں عمرو کو لے جا کر طلسمی قید خانے میں بند کرتا ہوں۔"

اُدھر توسن عمرو کو لے کر گیا۔ اِدھر ناہید نے شہزادہ
اسد کو ہوشیار کیا۔ اس نے ناہید سے پوچھا "تم کون
ہو اور میں کہاں ہوں؟" جواب میں ناہید نے پہلے سے
جو کچھ تھا سب بیان کر دیا۔ سب جان کر اسد کو پتا چلا
کہ نیلم خود عمرو کو بھی پکڑ لایا ہے اور توسن اُسے
طلسمی قید خانے میں لے گیا ہے۔ اسد بے چین ہو
گیا۔ اس نے ناہید سے کہا "کیا تم مجھے طلسمی قید خانے
کا پتا بتا سکتی ہو؟"

ناہید نے کہا "آپ اس کی فکر نہ کریں۔ پہلے اپنے

حالات بیان کریں تاکہ میں فیصلہ کر سکوں کہ مجھے آپ کا
ساتھ دینا چاہیے یا نہیں؟"

اس پر شہزادہ اسد نے لقا کی جھوٹی خدائی، امیر حمزہ
کے جذبۂ جہاد اور افراسیاب کے فساد پر تقریر کی اور
طلسم ہوش رُبا میں پیش آنے والے اب تک کے واقعات
مختصراً بیان کیے۔ آخر میں کہا "ہم تو صرف بقا باختری
کا تعاقب کر رہے تھے۔ لیکن امیر حمزہ کے فرزند شہزادہ
بدیع الزماں کو قید کر کے افراسیاب نے خود ہمیں طلسم
ہوش رُبا میں آنے کی دعوت دی۔ وہ غلطی سے شکار
کرتے ہوئے اس کی حد میں داخل ہو گئے تھے۔ افراسیاب
نے خدا جانے انھیں کہاں رکھ چھوڑا ہے کہ آج تک
ان کا پتا نہ چل سکا۔"

ناہید پہلے ہی اسد کی ہمدرد ہو چکی تھی، یہ سارے
حالات معلوم ہوئے تو اس کا دل لقا کی خدائی، افراسیاب
کی اطاعت اور جادوگری کے نجس کاروبار سے پھر گیا۔
اس نے کہا "آج کی رات اور کل کا دن آپ صبر کریں
کل رات میں طلسمی قید خانے تک آپ کو پہنچانے کی
فکر کروں گی۔ آج سے میں آپ کے ساتھ ہوں۔"
اس گفتگو کے بعد ناہید نے اسد کو : ایک تہ خانے

ا چھپا دیا۔ پھر ایک بے دین کو پکڑ کر اس کی صورت
د جیسی بنائی اور اُسے لا کر اپنے باغ کے صحن میں
ب درخت سے باندھ دیا اور کنیزوں کو حکم دیا کہ اس
جان کر جتنی زیادہ سے زیادہ اذیت پہنچا سکو پہنچاؤ۔
اس پر کسی نے نقلی اسد کے جسم پر زخم لگائے
ز کوئی ان زخموں پر نمک چھڑکنے لگی۔ توسن عمرو کو
چھوڑ کر واپس آیا تو یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوا۔
دوسری صبح نقلی اسد کا سر کاٹ کر ناہید خود باپ
کے پاس پہنچی اور سر اُسے پیش کرتے ہوئے بولی "میں
نے آپ کے گناہ گار کا کام تمام کر دیا۔ سر جلدی سے لے
جا کر افراسیاب کو پہنچائیے۔ توسن سر کو لے کر چلنے لگا
تو وہ اُسے روکتے ہوئے بولی "ابا جان، میں نے سنا
ہے کہ عمرو جیسے آپ طلسمی قید خانے میں بند کر چکے ہیں
بلا کا عیار ہے۔ ڈرتی ہوں کہ وہ یا اس کا کوئی شاگرد
آپ کی غیر حاضری میں وہاں پہنچ کر قید خانے کو نہ برباد
کر دے۔ کیوں نہ میں آپ کے واپس آنے تک قید خانے
کی چوکسی کروں۔"
توسن نے کہا "میرے علاوہ قید خانے تک دنیا کا کوئی
دوسرا آدمی نہیں جا سکتا۔ دوسرا راستہ مُرزگم کا ہے۔

جس کا دروازہ میرے تخت کے نیچے ہے۔ مجھے تو پورا بھروسا ہے۔ یہ اس کی چابی ہے۔ لے لو۔ جی چاہے تو سرنگ کے راستے سے جا کر قید خانے کی نگرانی کر سکتی ہو۔ ویسے قید خانے کے قریب ایک نام ور سردار ستر ہزار جادوگروں کی فوج کے ساتھ حفاظت پر مامور ہے۔"
ناہید نے چابی توسن سے لے لی اور توسن نقلی اسد کا سر لے کر اڑتا ہوا افراسیاب کی طرف روانہ ہو گیا۔
اسی وقت طلسمی قید خانے میں عمرو کو ہوش آیا۔ آنکھ کھول کر اس نے جو اِدھر اُدھر دیکھا تو خود کو ایک درخت میں لٹکے ہوئے آہنی پنجرے میں بند پایا۔ گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور آنکھیں مل مل کر ہر طرف نظریں دوڑانے لگا۔ ارد گرد عجیب طرح کے درختوں کا باغ تھا۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ کہ اس کے برابر ہی دو اور بڑے بڑے آہنی پنجرے درخت سے لٹک رہے تھے۔ ایک پنجرے میں ایک عورت کے ساتھ ایک کڑیل جوان بند تھا دوسرے میں ادھیڑ عمر کا ایک مرد اور ایک خوب صورت خاتون تھی۔
ان سب کے لباس بوسیدہ اور میلے ہو چکے تھے۔ ہاتھوں پیروں کے ناخن حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ چہروں

پر اداسی اور مایوسی کے بادل چھائے تھے۔ وہ خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔
کچھ دیر تک عمرو انتظار کرتا رہا کہ شاید کوئی بات کرے لیکن جب ان میں سے کسی نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو اس سے نہ رہا گیا۔ جوان جوڑے کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا "آپ لوگ بہت اداس دکھائی دیتے ہیں۔ میں بھی آپ کی طرح قید ہوں۔ کیا آپ بتائیں گے کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ آپ لوگ کون ہیں اور کب سے یہاں قید ہیں؟"
عمرو کی یہ بات سن کر عورت چونکی اور اپنے برابر بیٹھے ہوئے جوان قیدی کو ٹھوکا دیتے ہوئے بولی "صاحب! ایک نیا قیدی آیا ہے۔ ذرا اس سے بات تو کیجیے۔"
جوان قیدی آہ بھر کر بولا "خدائے پاک تجھ پہ رحم کرے۔ یہ جگہ طلسمی قید خانہ کہلاتی ہے۔ شہنشاہ طلسم کے ایک ماتحت راجا توسن کے علاقے میں ہے۔ دونوں افراسیاب کے وفادار ہیں۔ یہ میری بیوی اور طلسم ہوش ربا کے سرحدی ملک کی ملکہ شرارہ کی بیٹی شہزادی تصویر جادو ہے۔ اور میں، امیر حمزہ کا بدنصیب فرزند بدیع الزماں ہوں۔ کئی برس سے ہم دونوں اس پنجرے میں قید کی زندگی گزار

رہے ہیں۔"

عمرو تڑپ اٹھا۔ "ارے بیٹا بدیع الزماں تم! ہائے ہائے! اس قید نے تمھیں اتنا بدل دیا کہ میں بھی تمھیں نہ پہچان سکا۔ بیٹا، تمھاری ہی تلاش میں تو ہم طلسمِ ہوش رُبا میں آئے تھے۔"

اب جا کر بدیع الزماں نے عمرو کو پہچانا، چیخ مار کر بولا۔ "چچا جان آپ! آہ اگر آپ ہماری طرح اس منحوس پنجرے میں قید نہ ہوتے تو رہائی کی کچھ اُمید ہوتی مگر اب آپ کو بھی یہاں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا ہوگا۔"

کچھ دیر دونوں ہچکیاں لے لے کر روتے رہے مگر پھر عمرو نے خود کو سنبھال کر بدیع الزماں کو اس وقت تک کے سارے حالات بتائے اور کہنے لگا۔ "شہزادے حوصلہ بلند رکھو۔ افراسیاب کی تباہی مُقدر ہو چکی ہے۔ جلد یا دیر ہم یہاں سے رہائی پائیں گے۔ طلسم ہوش رُبا کی فتح شہزادہ اسد کے ہاتھوں ہو گی۔ لوح حاصل ہوتے ہی افراسیاب کا خاتمہ ہو جائے گا۔"

بدیع الزماں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "خدا کرے جو آپ کہتے ہوں وہی ہو۔ لیکن یہ طلسمی قید خانہ اتنا تسخیر ہے۔ برابر والے پنجرے میں بند جوڑا بیس سال سے

[illegible] مدت یہاں قید ہے۔ آج تک اس کا کوئی ہمدرد [illegible] تک نہیں پہنچ سکا۔"

"مگر یہ تو بتاؤ یہ ہیں کون؟" عمرو نے پوچھا۔

عمرو اور بدیع الزماں کی باتیں سن کر [illegible] بھی ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ عمرو نے ان سے [illegible] میں پوچھا تو ادھیڑ عمر شخص نے خود ہی جواب دیا [illegible] نام [illegible] ہے۔ [illegible] بلقیس ہیں۔ افراسیاب ہمارا ملازم تھا۔ بیس سال پہلے [illegible] نے بغاوت کر کے مجھے تاج و تخت سے محروم کر دیا [illegible] سے میں اپنی بارہ ہزار [illegible] فوج کے ساتھ یہاں قید [illegible] اور وہ طلسم ہوش رُبا کا مالک بن بیٹھا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے کہ تم امیر حمزہ کے دوست خواجہ عمرو ہو؟"

"جی ہاں!" عمرو نے کہا۔ "کیا آپ کو کچھ شک ہے؟"

"نہ، شک کی بات نہیں۔ پیش گوئی کا معاملہ ہے۔" [illegible] نے کہا۔ "مجھے یاد پڑتا ہے بزرگوں کی کتاب میں لکھا تھا کہ عمرو اور طلسم کُشا اسد راجا توسن کے مُلک میں ایک ساتھ پہنچیں گے اور طلسم کُشا ہی ہمیں اس قید سے چھڑائے گا۔"

عمرو کچھ دیر خاموشی سے سوچتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔ "ہو

سکتا ہے طلسم کُشا کو بھی میرے ساتھ ہی لایا گیا ہو۔ بہ حال
اگر آپ کی پیشین گوئی صحیح ہے تو ہمیں مایوس ہونے کی
ضرورت نہیں۔ یہ بتائیے افراسیاب نے آپ کے خلاف بغاوت
کیوں کی اور آپ پر غلبہ کس طرح پا لیا ؟"

شہنشاہ لاچین نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا :
" مجھے یقین ہے کہ اگر طلسم کُشا کو تمہارے ساتھ لایا گیا
ہے تو وہ آج ہی کل میں ہم تک پہنچ جائے گا۔ میرا
دل گواہی دے رہا ہے کہ ہماری قید کی مدت ختم ہو
جاتی ہے "

یہاں تو ان لوگوں میں یہ باتیں ہوتی رہیں وہاں ناہید
اور اسد اپنی اپنی جگہ بے چینی کے ساتھ رات ہونے
کا انتظار کرتے رہے۔ آخر کار جب سورج ڈوب گیا اور
اندھیرا گہرا ہونے لگا تو ناہید نے اسد کو تہ خانے سے
نکالا اور خوش خبری سنائی " ابا جان افراسیاب کے پاس
گئے ہیں۔ میں نے اُن سے قید خانے کی چابی بھی لے لی
ہے اور وہاں پہنچنے کا راستہ بھی معلوم کر لیا ہے "
اسد کا دل خوشی سے دھڑک اُٹھا مگر کچھ سوچتے ہوئے
اس نے سوال کیا " تمہارے والد اتنی جلدی واپس کیوں
چلے گئے ؟" اس کے جواب میں ناہید نے نقلی اسد کے

ہونے اور اس کا سر اپنے باپ کے حوالے کرنے کی
بات اُسے بتا دی۔ شہزادے نے کہا " یہ تم نے
حق میں اچھا نہیں کیا۔ تُوسن کو جب اصل حقیقت معلوم
ہو جائے گی۔ آکر بڑا غضب ڈھائے گا "
ناہید نے جواب دیا " اس کا اندازہ مجھے پہلے سے
یہاں سے بھاگنے کی اس کے سوا کوئی ترکیب
نہیں تھی۔ اب مجھے اپنے انجام کی کوئی فکر نہیں "
" کیا تمہیں اندازہ ہے کہ قید خانہ یہاں سے کتنی دور
ہو گا ؟" اسد نے ناہید کے ساتھ چلتے ہوئے سوال کیا۔
" میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی " ناہید نے جواب
دیا " آج میں پہلی بار وہاں جا رہی ہوں۔ البتہ میرا خیال
ہے وہ یہاں سے کافی دُور ہو گا "
ناہید نے روانہ ہونے سے پہلے ہی شہزادہ اسد کو اپنے
ایک محافظ کی وردی پہنا دی تھی۔ کئی صحن، دالان اور
کمروں سے گزرتے ہوئے دونوں اس بڑے ہال میں جا
پہنچے جہاں تُوسن کا تخت رکھا ہوا تھا۔ ہال کی نگرانی
کرنے والے پہرے داروں نے کوئی روک ٹوک نہ کی۔
تُوسن کا تخت بڑا وزنی تھا۔ چالیس طاقت ور آدمیوں کے
بغیر اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوتا تھا لیکن شہزادہ

اسد نے تنہا اُسے اپنی جگہ سے ہٹا دیا۔ نیچے تہ خانہ
نظر آیا۔ دونوں بے کھٹکے اس میں اُتر گئے۔ اس کے [illegible]
ایک طویل سُرنگ تھی۔ دونوں دوڑتے ہُوئے ساری رات
اس سُرنگ میں سفر کرتے رہے۔ بالآخر صُبح صادق کے
وقت انھیں تازہ ہَوا کا پہلا جھونکا محسوس ہُوا۔ اس کے
ساتھ ہی اُوپر جاتی ہوئی پختہ سیڑھیوں کا ایک سلسلہ نظر
آیا۔ یہ سیڑھیاں طے کرکے جب وہ اُوپر پہنچے تو ایک
جانب کھلے میدان میں سینکڑوں خیمے اور شامیانے سے
دکھائی دیے اور دُوسری جانب ایک باغ سا نظر آیا۔
باغ کا دروازہ بند تھا اور اس پر ایک بہت بڑا [illegible]
لگا ہُوا تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ ڈیرے خیمے یہاں کی حفاظت
کرنے والی فوج کے ہیں اور باغ دراصل قید خانہ ہے۔
ایک قریبی درخت کی اوٹ میں ہو کر اُنھوں نے
محافظوں کے خیموں کی آہٹ لی۔ ہر طرف سے خراٹوں کی
آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ لپکتے ہُوئے قید خانے کے
دروازے پر جا پہنچے۔ ناہید نے چابی لگا کر تالا کھولا۔
دونوں پھُرتی کے ساتھ پھاٹک کے اندر داخل ہو گئے۔
چند ہی لمحوں بعد وہ قیدیوں کے پنجروں کے سامنے تھے۔
شہنشاہ لاچین کی آنکھ کھُل چکی تھی۔ پُراسرار سایوں

اپنی طرف آتا دیکھ کر اس نے عمرو کو آواز دی "خواجہ
صاحب . جاگیے ۔ دو آدمی دبے پاؤں ہماری طرف بڑھے
آ رہے ہیں؟"
عمرو ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا ۔ جیسے ہی اسد قریب پہنچا
اس نے خوش ہو کر شہزادہ بدیعُ الزّماں کو آواز دی ۔
"بدیعُ الزّماں اُٹھو ! تمھارے بھانجے صاحب آ پہنچے ۔
شہنشاہ لاچین کی پیش گوئی صحیح ثابت ہو گئی"
اسد نے جو اپنے ماموں کا نام سُنا تو خوشی کا کوئی
ٹھکانا نہ رہا ۔ ناہید کو عمرو کا پنجرا کھولنے کا اشارہ کر
کے وہ ان کی طرف بڑھا ۔ شہزادہ بدیعُ الزّماں نے بھرائی
ہوئی آواز میں کہا "بیٹا اسد، ہم سے پہلے تم شہنشاہ
لاچین کو رہا کرو ۔ طِلسم ہوش رُبا کا اصل مالک یہی ہے۔
انھوں نے تمھارے پہنچنے کی خبر دے کر ہی ہمارے دلوں کو
طاقت پہنچائی تھی!"
اسد اور ناہید نے جلدی جلدی سب کو رہائی دلائی۔
ملکہ بلقیس اور لاچین نے اسد کا بہت بہت شکریہ ادا
کیا اور درخواست کی کہ براہِ کرم اب ہمارے بارہ ہزار
جاں نثاروں کو بھی آزادی عنایت کیجیے ۔ وہ سب اِسی
باغ کے قید خانے میں بند ہیں ۔

عمرو ، اسد اور ناہید نے ان قیدیوں کو بھی آزاد کر دیا۔
اُن سب نے لاچین اور بلقیس کو مبارک باد دی ، عمرو، اسد
اور ناہید کا شکریہ ادا کیا اور قسمیں کھائیں کہ افراسیاب سے
گن گن کر بدلہ لیں گے ۔

لاچین نے اسد اور عمرو سے کہا " برسوں کی قید سے
میں اور میرے ساتھی اپنی طاقت کھو بیٹھے ہیں اور جادو بھی
بھول گئے ہیں ۔ کچھ دیر کے لیے اجازت دیجیے کہ ہم ایک
گوشے میں جا کر اپنی حالت درست کر لیں ۔ باغ کے
باہر جادوگروں کی ایک بڑی فوج ہمارا راستہ روکے گی ۔
اس سے نپٹنے کے لیے تیاری کرنا ضروری ہے ۔"

عمرو نے اجازت دے دی ۔ کوئی دو گھنٹے کے بعد وہ
پلٹے تو بالکل مختلف دکھائی دے رہے تھے ۔ اب نہ کسی
کے چہرے پر اُداسی اور کمزوری کی جھلک تھی نہ کسی کے
حلیے اور لباس سے مظلومیت ظاہر ہو رہی تھی ۔ سب
چاق و چوبند اور صاف ستھرا لباس پہنے تھے ۔ بدیع الزماں
اور تصویرِ جادو کو بھی عمرو نے اپنی زنبیل سے
اعلیٰ قسم کے لباس اور زیورات نکال کر دیے ۔ سورج نکلتے
نکلتے سب سج دھج کر آن بان کے ساتھ باغ سے باہر
نکلے ۔

قید خانے کی محافظ فوج حسبِ معمول پریڈ کر رہی تھی ۔
شہنشاہ لاچین نے عمرو سے کہا " ہم اس فوج سے چھپ
کر بھی نکل سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہوگا کہ انھیں مقابلے
کے لیے للکاریں ۔ اس سے ہر طرف میرے آزاد ہو جانے
کی خبر مشہور ہو جائے گی ۔ میں اس ملک کا اصل مالک
ہوں ۔ عوام کا بڑا حصہ میرا ہمدرد ہو جائے گا اور غداروں
کے حوصلے پست ہو جائیں گے ۔"

اسد اور بدیع الزماں نے اس کی تائید کی ۔ عمرو نے
اجازت دے دی ۔ لاچین نے اپنے وفادار بارہ ہزار کے
لشکر کو اشارہ کیا ۔ سب نے مل کر " شہنشاہ لاچین کی
جے !" کے فلک شگاف نعرے لگائے ۔ محافظ فوج
کے سردار نے یہ نعرہ سنا تو اس نے جنگ کا حکم دے
دیا ۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی ۔ لاچین اور اس
کے جان نثار مدت سے جیل کی سختیاں برداشت کرتے
آئے تھے تاہم ان کا جوشِ انتقام اتنا بڑھا ہوا تھا کہ
آزادی اور آرام کی زندگی گزارنے والے ان کے حملوں
کی تاب نہ لا سکے ۔ سترہ ہزار میں سے سات ہزار قتل یا
زخمی ہوئے ۔ باقی نے معافی مانگ کر سچے دل سے لاچین
کی اطاعت قبول کر لی ۔ لاچین ان سب کو ساتھ لے کر

راجا توسن کے قلعے کی طرف بڑھا۔ توسن کی بیوی اور ناہید کی ماں رانی بادبان یہ خبر سُن کر ایک لاکھ کا لشکر لے کر مقابلے پر آئی۔ اُسے یہ بھی پتا چل گیا تھا کہ یہ ساری کارستانی اس کی بیٹی ناہید کی ہے۔ اُس نے ناہید کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی مگر وہ لاچین اور عمرو کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئی۔ آخر میں بادبان نے یہاں تک کہا کہ وہ میدانِ جنگ سے دُور ہٹ جائے مگر ناہید نے جواب دیا "اگر آپ میرے ساتھیوں سے جنگ کریں گی تو میں بھی آپ سے لڑوں گی۔" بس پھر کیا تھا۔ خوناک لڑائی شروع ہو گئی۔

یہ لڑائی جاری تھی کہ راجا توسن بھی آ پہنچا۔ شہنشاہِ نیلم پر نقلی اسد کے سر کی حقیقت کُھل چکی تھی۔ اُس نے توسن کو راستے ہی سے واپس کر دیا تھا۔ توسن نے آتے ہی اپنے جادُو کی طاقت سے لاچین کی فوج میں تہلکہ مچا دیا۔ اسد اور بدیع الزماں پر بعض کراماتی چیزوں کی وجہ سے جادُو اثر نہ کرتا تھا۔ ان میں سے ایک نے یلغار کر کر کے بادبان کو اور ایک نے راجا توسن کو زندہ گرفتار کر لیا۔ دونوں لاچین کے سامنے لائے گئے۔ لاچین اور ناہید نے انھیں کچھ اس طرح سمجھایا کہ وہ بھی افراسیاب

کی مخالفت اور امیر حمزہ کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔ اُن کے مطیع ہونے سے ان کی وفادار فوج بھی مطیع ہو گئی اور لڑائی ختم ہو گئی۔ لاچین کے حکم پر اسد، بدیع الزماں اور عمرو کے اعزاز میں توسن اور بادبان نے شان دار دعوت کی۔

اس موقع پر توسن نے کہا "افراسیاب۔ پر طلسم کی لوح حاصل کیے بغیر فتح نہیں حاصل کی جا سکتی اور یہ بات میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ افراسیاب نے لوح برخاب جادُو کے جسم میں چھپا دی ہے اور وہ قصرِ نیل میں چھپا بیٹھا ہے۔ میری رائے میں ہمیں وہاں چل کر ہر قیمت پر لوح حاصل کرنی چاہیے۔"

عمرو اور اسد نے یہ سُنا تو ان کی باچھیں کِھل گئیں۔ وہ ایک زبردست فوج تیار کر کے طلسمی سواریوں پر اُڑتے ہوئے قصرِ نیل جا پہنچے۔ افراسیاب نے برخاب کی حفاظت کے لیے کئی لاکھ جادوگروں کا لشکر تعینات کر رکھا تھا۔ اس لشکر نے جان لڑا دی لیکن آخر کار عمرو برخاب کو قتل کر کے لوح حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ برخاب جادُو کی حفاظت کرنے والی فوج آدھی کے قریب ماری گئی۔ بہت سے بھاگ گئے اور باقی نے لاچین کے سامنے ہتھیار ڈال

دیئے ۔

دوسرے دن لاچین نے عمرو سے کہا " خدائے واحد کے
کرم اور آپ لوگوں کی حمایت سے اب میرے پاس کافی
طاقت اکٹھی ہو چکی ہے لیکن نیلم کی طاقت کا خاتمہ کیے
بغیر میرا طلسم ہوش رُبا کی طرف جانا اور افراسیاب سے مقابلہ
کرنا مناسب نہ ہوگا۔ اور نیلم سے مقابلہ کرنے سے پہلے ابھی
اس کے کئی علاقے فتح کرنا اور اپنی طاقت بڑھانا میرے لیے
ضروری ہے ۔ بہتر ہے کہ آپ لوگ یہاں سے سیدھے اپنی
چھاؤنی میں جائیں تاکہ آپ کے ہمدردوں کی پریشانی دور ہو
میں بھی جلد سے جلد آپ تک پہنچنے کی کوشش کروں
گا ۔ "

ماہیان اور آفات کی موت

عمرو اور اسد کے غائب ہو جانے سے اُن کے حامی
سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے تھے ۔ اس موقع سے فائدہ
اُٹھاتے ہوئے افراسیاب نے ان کا دن کا چین اور رات
کی نیندیں حرام کر دی تھیں ۔ کبھی اس کا کوئی جادوگر
سردار اُن پر آگ پتھر کی بارش کرتا ، کبھی اس کی فوجیں
ان پر یلغار کر دیتیں ۔

ایک دن افراسیاب کی فوج نے لڑائی کے دوران انہیں
چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ مہرُخ وغیرہ نے اس گھیرے
کو توڑ کر پہاڑوں کی طرف نکل جانے کی جان توڑ کوشش
کی مگر دشمن جادوگروں نے ان کی ایک نہ چلنے دی ۔
یہاں تک کہ مہرُخ کی فوج کے حوصلے جواب دے گئے ۔
بدحواس ہو کر وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگی ۔ افراسیاب کی فوجوں
نے ان کا قتل عام شروع کر دیا ۔ مہرُخ کی فوج کی کمک

تباہی میں اب دوست اور دشمن کسی کو شک نہ رہا تھا۔

اتفاقاً اسی موقع پر نورافشاں، برہمن رُوئیں تن اور شہنشاہ کوکب وہاں آ پہنچے۔ ان کے ساتھ لاکھوں جادوگروں کی ایک زبردست فوج تھی۔ ان لوگوں کے بروقت پہنچ جانے سے مہ رُخ کی فوج بچ گئی اور افراسیاب کی حملہ آور فوجوں کو زبردست نقصان اُٹھانا پڑا۔

افراسیاب نے نورافشاں وغیرہ کے آنے کا حال اپنی بیٹی ملکہ ماہیان کو لکھ بھیجا۔ ساتھ ہی طلسم ہوشربا کے تمام نامور نوابوں، سرداروں اور ماتحت بادشاہوں کو احکامات روانہ کر دیے کہ فوراً اپنی فوجوں کے ساتھ آ کر جنگ میں شریک ہوں۔

ملکہ ماہیان دوسرے ہی دن ایک بڑی فوج کے ساتھ آ پہنچی۔ نورافشاں کو اس کے آنے کی خبر ملی تو اس نے برہمن اور کوکب کو بُلا کر کہا "ماہیان غیر معمولی جادوگرنی ہے۔ ہم اس کے حملوں کا توڑ تو کر سکتے ہیں مگر اسے ہلاک نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں سامری کے مقبرے میں جاتا ہوں اور جان کی بازی لگا کر وہاں سے کوئی طلسمی تحفہ لاتا ہوں۔ میرے آنے تک تم لوگ صرف بچاؤ کی لڑائی لڑنا۔"

یہ کہہ کر نورافشاں اُڑتا ہُوا چلا گیا۔ کوکب اور برہمن نے مشورہ کر کے اپنی اور مہ رُخ کی فوجوں کو پانچ حصّوں میں تقسیم کیا۔ چار حصّے فوج کو پہاڑوں کے اندر جا کر ڈیرا ڈالنے کا حکم دیا اور پانچویں حصّے کو چھاؤنی میں اس طرح پھیلا دیا کہ دیکھنے والے کو لشکر میں کمی کا کوئی اندازہ نہ ہو سکے۔

دُوسرے دِن صبح کو دونوں جانب کی فوجیں ایک دُوسرے کے سامنے صف آرا ہُوئیں۔ ماہیان اپنی فوج سے باہر نکل کر للکاری "او بڈھے نورافشاں، برہمن اور کوکب کے لیے افراسیاب اور باغیوں کے لیے اس کے سردار ہی کافی تھے۔ میں صرف تیرے مقابلے کے لیے آئی ہُوں۔ حوصلہ ہے تو سامنے آ یا کسی کو اپنی طرف سے لڑنے بھیج۔"

اصلی نورافشاں تو وہاں تھا نہیں، البتہ نقلی نورافشاں موجود تھا۔ اس نے جواب دیا "او ماہیان، تو اپنے آپ کو چاہے جو سمجھے، میں تجھے ہرگز اپنے برابر کا نہیں سمجھتا۔"

یہ کہہ کر نقلی نورافشاں نے ایک جادوگر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اپنا اژدہا دوڑاتا ہُوا ماہیان کے سامنے جا پہنچا اور ماہیان پر فولادی گولے برسانے لگا۔ وہ ہاتھ باندھے

کوئی منتر پڑھنے لگی۔ برہمن نے بھی فوراً ماش کے دانے نکالے
اور ماہیان کی چھڑی کو گھورتا ہوا وہ بھی کوئی منتر پڑھنے
لگا۔ اچانک ماہیان نے مٹھی کی مٹی ابر کی طرف اچھال دی۔
اسی لمحے برہمن نے ماش کے دانے اس کی چھڑی پر کھینچ
مارے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ادھر برہمن کے سر پر
چھایا ہوا ابر دھواں بن کر غائب ہوا اور ادھر ماہیان
کی چھڑی راکھ کا ڈھیر ہو کر زمین پر بکھر گئی۔

اس کے بعد جادوئی حربوں کے حملوں اور جوابی حملوں کا ایک
لمبا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دونوں نے اپنا سارا زور صرف
کر دیا۔ مگر ایک دوسرے کو زخم نہ لگا سکے۔ شام
ہونے کے قریب ماہیان برہمن سے بولی "معلوم ہوتا ہے
نورافشاں نے اپنے سارے منتر تجھے سکھا دیے ہیں۔
ہمت ہو تو تلوار نکال کہ آج فیصلہ ہو جائے۔"

برہمن نے جوش میں آ کر تلوار کھینچ لی۔ ادھر ماہیان
نے بھی اپنی تیغ نکال لی۔ پہلے تو اس نے آگے پیچھے
دائیں بائیں ہٹتے ہوئے برہمن کو اچھی طرح تھکا دیا اور
اس کے بعد اس پر پے در پے بھرپور وار کرنے لگی۔ برہمن
اس کو اپنی تلوار پر روکتا پر اکثر ماہیان کی تلوار پھسل
کر اس کے جسم پر لگتی۔ اس طرح کے کئی جھٹکے کھانے

سے وہ لہولہان ہو گیا۔ اتنا خون بہنے لگا کہ کمزور ہوتا
چلا گیا اور آخر کار زیادہ خون بہہ جانے کے سبب چکرا
کر گر پڑا۔ ماہیان نے سینے پر سوار ہو کر اس کا سر
کاٹ لیا۔ آناً فاناً گھپ اندھیرا دور دور تک چھا گیا۔
خوفناک آندھیاں چلنے لگیں۔ ہولناک چیخیں زمین اور
آسمان کو دہلانے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد کچھ سکون ہوا۔ اس
کے ساتھ ہی ایک کڑکتی ہوئی مگر غمزدہ آواز گونجی "مجھے
ماہیان نے تلوار سے ہلاک کیا۔ میرا نام برہمن رؤیں تن
تھا۔"

یہ صدا سنتے ہی افراسیاب کے لشکر میں خوشی کے
شادیانے بجنے لگے اور کوکب و مہ رخ کی فوج میں رونے
پیٹنے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

اسی رات نورافشاں سامری کے مقبرے سے واپس آیا۔
اس کی حالت بہت خراب تھی۔ ہاتھوں پیروں کی جان نکل
گئی تھی۔ آتے ہی اپنے خیمے کے فرش پر گر پڑا اور
بری طرح ہانپنے لگا۔ کوکب کو اطلاع ملی تو بھاگا ہوا آیا۔
اسے طرح طرح کی خوش خبریں سنائیں۔ طاقت بخش جیسی
معجون منہ کھول کر اس کی زبان پر لگائی۔

تھوڑی دیر بعد نورافشاں کی حالت سنبھل گئی۔ کوکب

نے اُسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو کمزور آواز میں اُس
نے آہستگی سے کہا "جسم کا آدھے سے زیادہ خون دے
کر میں تحفے لے آیا ہوں" دو چھوٹے چھوٹے تیر اور ایک
سیندور لگا ہوا ناریل کوکب کے سامنے رکھتے ہوئے وہ
بولا "یہ سامری کے ہتھیار ہیں ۔ اس کی لاش کے ساتھ اس
کے تابوت کے اندر رکھے ہوئے تھے ۔ دُنیا کا کوئی جادوگر
ان ہتھیاروں کا توڑ نہیں کر سکتا ۔ لیکن یہ تیر بڑے
خطرناک ہیں ۔ صحیح نشانے پر نہ لگیں تو پلٹ کر چلانے
والے کو ہلاک کر دیتے ہیں ۔ ناریل البتہ نہیں پلٹتا" یہ اتنا
کہہ کر نور افشاں خاموش ہو گیا اور کچھ دیر بعد چونک
کر بولا :

"برہمن کہاں ہے اور تم ماتمی لباس کیوں پہنے ہو ؟"
جواب میں کوکب نے اُسے مکمل واقعات تفصیل سے بتائے
برہمن کے مرنے کی خبر سُن کر نور افشاں کی آنکھوں میں
آنسو آ گئے ۔ اس نے کہا "افسوس ! اس کا وقت آ چکا
تھا ۔ کاش وہ ماہیان سے تلوار کی لڑائی نہ لڑتا ۔ بہرحال
اب کل میں ماہیان سے اس کا پورا پورا بدلہ لوں گا"
دوسرے دن جونہی دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے
صف آرا ہوئیں ، سامری کا ناریل جھولی میں رکھ کر نور افشاں

میں نکلا ۔ اُدھر سے ماہیان تمتماتی ہوئی اپنی فوج سے
نور افشاں کے سامنے آئی ۔
نور افشاں کو یقین تھا کہ سامری کا ناریل آناً فاناً
...ں کو خاک و خون میں ملا دے گا لیکن وہ اسے قتل
...نے سے پہلے اپنی جادوگری کی قوت کا امتحان کرنا چاہتا
...اس نے ایک لونگ پھونک کر ماہیان کی طرف پھینکی ۔
... ہوا میں بلند ہو کر آگ کا ترسول (تین نوکوں والا
...) بن گئی ۔ اس میں سے نکلنے والی چنگاریوں سے دیکھتے
دیکھتے ہزاروں ترسول اور بھی بن گئے ۔ لونگ والا
اصل اپنی جگہ قائم رہا باقی ترسول قطار در قطار بڑھ کر
...یان کو نشانہ بنانے لگے ۔ ماہیان نے پھرتی کے ساتھ جھولی
...ے ایک کالا آئینہ نکالا اور اُسے ترسولوں کے سامنے
...لانے لگی ۔ جس ترسول پر اس آئینے کی چمک پڑتی
...ہ پھول بن کر ماہیان پر نچھاور ہو جاتا ۔ یہ دیکھ کر
...ر افشاں نے اصل لونگ والے ترسول کو اشارہ کیا ۔
...وہ ترسول چکر کھاتا اور خوف ناک سنسناہٹ پھیلاتا ماہیان
...کی طرف بڑھا ماہیان ... اس کی طرف بھی آئینہ چمکایا ۔
...ترسول کے چکر کھانے کی رفتار سُست پڑنے لگی ۔
...دوسری طرف آئینے کا رنگ بھی زرد ہونے لگا اور اس کی

سطح پر لکیریں سی پڑنے لگیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان
دونوں جادوئی ہتھیاروں کی قوت ایک دوسرے پر غالب
آنے کی کوشش میں کمزور پڑتی جا رہی ہے۔ مگر پھر دھماکے
کی بھیانک آواز کے ساتھ ماہیان کا کانٹا ریزہ ریزہ ہو
کر زمین پر بکھر گیا اور ترسول پہلے جیسی رفتار سے چکر
کھاتا ہوا ماہیان کی طرف بڑھنے لگا۔

ماہیان غصے کے ساتھ ترسول کو گھورنے لگی اور
جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچا اس نے ڈبکی لگا کر
ترسول کے دستے کو مٹھی میں پکڑ لیا۔ پوری گرفت میں آنے
سے پہلے ترسول نے جو چکر کھائے اس سے ماہیان کی
ہتھیلی اور انگلیوں کی کھال اتر گئی مگر اس نے اُف بھی
نہ کی۔ ترسول قابو میں آگیا تو اس نے نُور افشاں کا
نشانہ لیا اور نیزے کی طرح اس پر کھینچ مارا۔ ترسول
پہلے کی طرح پھرکی کھاتا نُور افشاں کی طرف چلا۔ نُور افشاں
نے کچھ پڑھ کر تالی بجائی۔ کئی سو فولادی ڈھالیں اس
کے اور ترسول کے بیچ میں حائل ہو گئیں۔ لیکن ترسول
کسی سے نہ رکا۔ ڈھالوں کو پھاڑتا ہوا آگے ہی بڑھتا گیا
جب کسی جادوگر کا حربہ خود اسی کی طرف پلٹتا ہے تو اس
کے خون اور گوشت کی قربانی لیے بغیر نہیں رکتا۔ مجبوراً

شاں نے چاقو نکال کر جلدی سے اپنے گال کی ایک
وٹی اور منتر پڑھ کر ترسول کی طرف اچھال دی۔
ے ہی اس بوٹی کا گوشت اور خون ترسول کو لگا اس
سرے سے دھواں نکلنے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے
ترسول دھواں بن کر غائب ہو گیا۔

دوپہر تک اسی طرح کے کتنے ہی حربے ان دونوں
درمیان چلتے رہے۔ آخر میں نُور افشاں نے سامری کا
ولا نکالا اور نعرہ مار کر ماہیان پر کھینچ مارا۔ اس گولے
و روکنے اور پلٹانے کے ماہیان نے لاکھ جتن کیے۔ مگر وہ
ہندوؤں کے خدا سامری کا گولا تھا۔ سیدھا جا کر ماہیان
کے سینے پر پڑا۔ فوراً اُسے قے ہوئی۔ اور وہ تڑپے بغیر
مر گئی۔

ماہیان کے مرنے پر جتنی تاریکی چھائی، جتنی زور کی آندھی
چلی اور جتنی شدت کا واویلا مچا ایسا کسی اور جادوگر کے
مرنے پر اب تک نہ ہوا تھا۔ بعد میں جب ہرمز نے اس
کی موت کا اعلان کیا تو اس کی گونج طلسم ہوش رُبا بلکہ
طلسم ظلمات تک کے چپے چپے میں سُنی گئی۔

افراسیاب کی دادی ملکہ آفات طلسم ظلمات میں رہتی تھی
اس نے جو یہ صدا سنی تو جوشِ انتقام میں اسی وقت اُڑتی

ہُوئی میدانِ جنگ کی طرف چل دی۔ اُدھر میدان جنگ سے
تاریکی دُور ہُوئی تو افراسیاب، حیرت اور ماہیان کی ساری
فوج نے نورافشاں پر یلغار کر دی۔ اگر نورافشاں، کوکب،
بَرّاں، مہ رُخ اور بہار ایڑی چوٹی کا زور نہ لگا دیتے
تو شکست فاش سے نہ بچ سکتے۔ آخر کار اندھیرا ہونے پر
جنگ مُلتوی کر کے دونوں طرف کے لشکر اپنی اپنی چھاؤنی
کی طرف پلٹے۔

نورافشاں اور کوکب کا خیال تھا کہ ماہیان کا سوگ
منانے کے لیے افراسیاب کم از کم ہفتہ دو ہفتہ جنگ نہیں
کرے گا۔ لیکن آدھی رات کے بعد رونے پیٹنے کی آوازوں
کی بجائے افراسیاب کی چھاؤنی سے جنگی نقاروں کی صدائیں
گونجنے لگیں۔ فوراً جاسوسوں کو بھیجا گیا۔ وہ خبر لائے کہ
افراسیاب کی دادی ملکہ آفات آ پہنچی ہے۔ اسی کے حکم
پر جنگ کے نقارے بجائے جا رہے ہیں۔ وہ کل ماہیان
کے خون کا اِنتقام لینے کا عزم رکھتی ہے۔

جشن موقوف کر کے نورافشاں، کوکب، بَرّاں، مہ جبین
مہ رُخ اور بہار وغیرہ آپس میں مشورہ کرنے لگے۔
نورافشاں نے کہا "آفات طِلسم ہوش رُبا کی بانی اور سب
سے بڑی جادوگرنی ہے۔ سامری کے نیر کے سوا اُسے

کا کوئی دُوسرا ہتھیار ہلاک نہیں کر سکتا۔ وہ بھی اِس
پر کہ نیر ٹھیک اس کی دونوں بھوؤں کے درمیان
لے تِل پہ پڑے۔"

"کاش آج برہمن موجود ہوتا!" نورافشاں نے کہا:
سامری کا تیر چلانے اور صحیح نشانہ لینے کی اس میں مجھ
سے زیادہ طاقت تھی۔"

"خواجہ عمرو اور طِلسم کُشا کا بھی کچھ پتا نہ چل سکا
کہ کہاں اور کس حال میں ہیں۔" کوکب بولا۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ خیمے کے باہر مُحافظوں میں
بھگدڑ سی مچی اور ان کا سردار گھبرایا ہُوا اندر آیا۔ کہنے
لگا "حضور! ایک تخت اُڑتا ہُوا اِدھر آ رہا ہے۔" یہ
سنتے ہی سب لوگ گھبرا کر باہر آ گئے۔ لیکن جیسے ہی
تخت زمین پر آیا، سب کے چہرے کِھل اُٹھے۔ آنے
والوں میں دو مرد وہی تھے جن کو کچھ دیر پہلے یہ لوگ
یاد کر رہے تھے یعنی خواجہ عمرو اور طِلسم کُشا شہزادہ
اسد۔ لیکن اُن کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت بھی
تھی جنھیں وہ پہچان نہ سکے۔

عمرو نے اپنے ساتھ آنے والے اجنبی جوڑے کی طرف
اِشارہ کر کے کہا "یہ ہیں طِلسم کُشا کے ماموں اور امیر حمزہ

کے فرزند شہزادہ بدیع الزماں ۔ اور یہ ہیں طلسم ہوش ربا
کی سرحد دار ملکہ شرزہ کی صاحب زادی اور بدیع الزماں کی
بیگم تصویر ۔ افراسیاب نے انھیں کئی برسوں سے شہنشاہ نیر
کے طلسمی قید خانے میں بند کر رکھا تھا ۔ وہاں طلسم
ہوش ربا کا اصل حکمران شہنشاہ لاچین بھی قید تھا ۔"

"اور اب لاچین کہاں ہے ؟" خود افشاں نے سوال
کیا ۔

"وہ اور اس کی بیوی ملکہ بلقیس آزاد ہو چکے ہیں ۔"
عمرو نے کہا "وہ ہمارا وفادار ہے ۔ اس کی مدد سے ہم طلسم
کی لوح حاصل کر چکے ہیں ۔ وہ شہنشاہ نیلم کا ملک تیزی
کے ساتھ فتح کرتا چلا جا رہا ہے ۔ جلد ہی وہ طلسم
ہوش ربا کا رخ کرے گا اور راہ میں آنے والے سارے
علاقے فتح کرتا ہوا ہم تک پہنچے گا ۔" برہمن کی ہلاکت
کی خبر سے عمرو کو بڑا افسوس ہوا لیکن ماہیان کی موت
پر غیر معمولی خوشی بھی ہوئی ۔

دوسرے دن دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کے
سامنے آ کر صف بستہ ہو گئیں ۔ اچانک ملکہ آفات نے اشارہ
کیا ۔ افراسیاب کے لشکر کے جنگی نقارے گرجنے لگے ۔
جواب میں ملکہ مرجبین نے بھی جنگی نقارے بجاتے جانے

حکم دیا ۔

ملکہ آفات کچھ دیر اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑاتی رہی پھر
اس نے اپنے ایک غلام کو اشارہ کیا ۔ وہ اپنی جگہ سے
اڑا اور ہوا میں قلابازیاں کھاتا ہوا دونوں لشکروں کے
بیچوں بیچ جا کھڑا ہوا ۔ غلام کے ہاتھ میں بھاری تیغہ
تھا ۔

مرجبین کی اجازت سے ایک گرانڈیل جادوگر سردار
اس کے مقابلے پر آیا مگر غلام نے اُسے تھوڑی ہی دیر
میں دو ٹکڑے کر دیا ۔ اسی طرح پے در پے اس نے مرجبین
کے لشکر کے آٹھ سرداروں کو ہلاک کر دیا ۔ آخر ملکہ بُراں
کے غلام نے جا کر آفات کے غلام کو قتل کیا ۔ آفات نے
ایک طلسمی پتلا بھیجا ۔ اس نے بُراں کے غلام اور بعد میں
آنے والے کتنے ہی مخالف جادوگروں کو ہلاک کیا ۔ سہ پہر
تک اسی طرح کی لڑائیاں ہوتی رہیں ۔ آخر میں ملکہ آفات
خود بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنا تخت اڑاتے ہوئے
میدان میں آئی ۔ اُدھر سے مجلس جادو اُڑتی ہوئی اس کے
مقابلے پر جا پہنچی ۔ آفات نے اس گڑیا جیسی لڑکی کو دیکھا
تو بہت ہنسی ۔ اس نے اپنے جوڑے میں سے ایک پھول
نکال کر مجلس کی طرف پھینکا ۔ مجلس نے اس پھول کو حملے

کے لیے بڑے جتن کیے مگر وہ سیدھا جاکر اس کی ناک پر
لگا۔ جانے کیسی خوش بو اس میں تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے مجلس
آنکھ بند کر کے زمین پر گری اور بُری طرح تڑپنے لگی۔
آفات نے مسکراتے ہوئے خنجر نکالا اور آہستہ آہستہ مجلس کی
طرف بڑھنے لگی۔ یہ دیکھتے ہی نور افشاں نے ایک طلسمی پنجہ
بھیجا جو آنِ واحد میں مجلس کو اٹھا لے گیا۔

مجلس کے بعد اختر، مہ ترلی، مہ بہار اور مہ مرشد
ایک ایک کر کے آفات کے مقابلے پر گئیں مگر آفات نے
ہر ایک پر فتح پائی لیکن جب کسی کو بھی زخمی یا بے ہوش
کر کے ہلاک کرنا چاہتی، نور افشاں پنجہ بھیج کر اسے اٹھوا
لیتی۔

آخر میں نور افشاں اس کے مقابلے کے لیے چلی۔ سامری
کے تابوت سے ملا ہوا ایک تیر اس نے اپنے ساتھ لیا
اور دوسرا کوکب کے حوالے کیا۔ دونوں لشکروں کے لوگ
دھڑکتے ہوئے دل سے ان دونوں کو دیکھنے لگے۔

نور افشاں جس اعتماد کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی اس
سے آفات کو کچھ شک گزرا۔ اس نے اپنے ایک بھوت
کو حکم دیا "جلدی پتا لگا کر بتا کہ نور افشاں کے پاس
سامری کا تیر تو نہیں ہے؟" بھوت نے نور افشاں کے

ترکش کو سونگھا اور جواب دیا "سامری کا ایک تیر نور افشاں
کے ترکش میں موجود ہے۔" آفات پہلے تو کچھ گھبرائی مگر
پھر جلد ہی منہ پھیر کر اپنی بھنووں سے اوپر پیشانی پر نقلی
تِل بنایا اور بڑے اطمینان کے ساتھ نور افشاں کے قریب
پہنچنے کا انتظار کرنے لگی۔

پہلے دونوں میں خاصی دیر تک جادو منتر کے مقابلے ہوتے
رہے۔ کبھی آفات کا کوئی منتر نور افشاں کو پریشانی میں ڈال
دیتا اور کبھی نور افشاں کا کوئی جادو آفات کو مصیبت میں
مبتلا کر دیتا۔ آخر میں دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے
اپنے تیروں کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ نور افشاں خوش تھی کہ
وہ آفات کو سامری کے تیر کا آسانی سے نشانہ بنا لے گی۔
چند دوسرے تیر چلنے کے بعد اس نے سامری کا تیر نکال
کر کمان میں جوڑا اور آفات کی پیشانی والے تل پر تاک
کر وار کر دیا۔ تیر خوف ناک سنسناہٹ پیدا کرتا ہوا انتہائی
تیز رفتاری کے ساتھ آفات کی طرف جھپٹا۔ لیکن جیسے ہی
اس کی نوک نقلی تل پر لگی، پھسل کر ہوا میں گھوما اور
پہلے سے زیادہ رفتار کے ساتھ نور افشاں کی طرف پلٹ پڑا۔
نور افشاں کا چہرہ زرد ہو گیا۔ بچاؤ کے لیے اس نے
سینکڑوں طلسمی ڈھالیں سامنے کر دیں۔ ہزاروں کی تعداد میں

اس کے محافظ بھوت اور بیر اس تیر سے چمٹ گئے مگر وہ
کسی کے روکے نہ رکا۔ سیدھا جا کر نور افشاں کی پیشانی پر
لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے آر پار ہو گیا۔ یہ ساری کارروائی اتنی
تیزی کے ساتھ عمل میں آئی کہ جب میدانِ جنگ میں
اچانک گھنگھور اندھیرا چھا گیا، رونے پیٹنے کی فلک شگاف
آوازیں آسمان پر بلند ہوئیں اور قیامت خیز آندھیوں کے
جھکڑ چلنے لگے تو مہ جبین اور کوکب کے لشکر میں ہر
ایک یہی سمجھا کہ یہ آفات کے ہلاک ہونے کی علامت ہے
لیکن اس کی بجائے انھوں نے یہ اعلان سنا "غلط نشانے
کے سبب میں سامری کے تیر سے خود ہلاک ہوا۔ میرا نام
نور افشاں جادو تھا۔"

شہزادہ اسد نے جوشِ انتقام میں آگ ہو کر کوکب سے
کہا "اب اس ڈائن کے مقابلے کے لیے میں جاتا ہوں
مگر یہ تو بتاؤ نور افشاں جیسے تجربہ کار شخص نے غلط
نشانہ کیسے لیا؟"

کوکب نے جواب دیا "معلوم ہوتا ہے آفات نے دھوکا
دینے کے لیے چہرے پر نقلی تل بنا لیا تھا۔ سامری کے
تیر کے علاوہ وہ ڈائن کسی اور ہتھیار سے ہلاک نہیں ہو
سکتی اگر آپ صحیح نشانے پر تیر مار سکیں تو میرے پاس

باقی ہے۔"

"صحیح نشانہ کیا ہے؟" اسد نے پوچھا۔

"اس کی دونوں بھووں کے بیچوں بیچ ایک تل ہے۔
وہی صحیح نشانہ ہے۔" کوکب نے کہا۔

آفات اب تک میدان میں موجود تھی اور کوکب وغیرہ
کو للکار رہی تھی۔ اسد نے اس کے قریب پہنچ کر نعرہ مارا
"میں امیر حمزہ کا نواسا اسد اور فاتحِ طلسم ہوش ربا ہوں
طلسم کی لوح میرے قبضے میں ہے۔ تو مجھ سے بچ کر نہیں
جا سکتی۔ سامری کا ایک تیر بھی میرے پاس ہے۔ تجھے بھی
ہلاک کروں گا اور افراسیاب کو بھی خاک میں ملاؤں گا۔"

افراسیاب نے یہ نعرہ سنا تو پریشان ہو گیا۔ وہ سمجھتا
تھا کہ اسد تو شہنشاہ نیلم کے طلسمی قید خانے میں بند
ہوگا۔ بات یہ ہوئی کہ راجا توسن اور شہنشاہ لاچین
نے نیلم اور افراسیاب کے ملکوں کی سرحد پر ایسے بھوت
اور طلسمی پتلے مقرر کر دیے تھے کہ نیلم کی جانب سے
جب بھی کوئی قاصد افراسیاب کے پاس اسد اور لاچین کی
رہائی کی خبر دینے کے لیے بھیجا جاتا، اُسے راستے میں
ہلاک کر دیا جاتا۔

طلسم کشا کو مقابلے پر دیکھ کر افراسیاب نے ایک

جادوئی رقعہ آفات کے پاس بھیجا، لکھا تھا "جس قدر جلد ہو سکے آپ پیچھے ہٹ آئیں۔ طلسم کشا سے آپ کا مقابلہ خطرناک ہو گا۔"

آفات نے جواب میں لکھا تھا "تم فکر نہ کرو۔ میں نے اپنے اصلی تل کے اوپر ایک نقلی تل بنا رکھا ہے۔ نُدٗ ہشتاں کی طرح وہ بھی ہلاک ہو جائے گا۔"

اسد نے آفات سے کچھ فاصلے پر اپنا گھوڑا روکا اور کمان کو کاندھے سے اُتارا۔ آفات سمجھ گئی کہ وہ پہلا وار سامری کے تیر کا کرنا چاہتا ہے۔ اس نے بڑی پھرتی سے نقلی تل کو اور گہرا کیا اور اصلی تل پر پردہ ڈال کر اُسے اور مدھم کر دیا۔

اسد نقلی تل کو تو محسوس کر سکتا تھا مگر اصلی تل اُسے بالکل نہ دکھائی دیتا تھا۔ سامری کا تیر کمان میں جوڑ کر اُس نے نقلی تل کا نشانہ لیا۔ نقلی اور اصلی تل کے درمیان کم از کم ایک انچ کا فاصلہ تھا۔ اسد جانتا تھا کہ وہ نقلی تیر کا نشانہ لے رہا ہے لیکن اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ اصلی تل دونوں تلوں کے ٹھیک بیچوں بیچ ہے۔

کچھ دیر نشانہ لینے کے بعد اسد نے یا علی کہہ کر تیر چھوڑ دیا۔ یہ بات اسد کے سوا کوئی نہ محسوس کر سکا کہ چھوڑتے وقت ہاتھ کے خفیف جھٹکے سے وہ اپنا نشانہ بدل چکا تھا۔ آفات جس طرح کھڑی تھی، چپ چاپ کھڑی رہی۔

اور پھر اچانک جیسے آتش فشاں پھٹ پڑا۔ خوفناک طرح کی آوازیں آنے لگیں۔ آسمان پر آگ کا سمندر بہتا دکھائی دینے لگا۔ ہولناک اور پُرشور طوفان زمین کا تختہ ہلانے لگا۔ گھنگھور اندھیرا ہر طرف پھیل گیا۔ رونے پیٹنے اور سسکیاں لینے کی آوازیں اُبھریں اور پھر تھم گئیں۔ کچھ دیر بعد سناٹا طاری ہونے پر کسی نے اعلان کیا "افسوس! طلسم کشا نے مجھے سامری کے تیر سے ہلاک کیا۔ میرا نام آفات چہار دست تھا۔"

سب یہ سمجھتے تھے کہ آفات کی ہلاکت سے مشتعل ہو کر افراسیاب زبردست حملہ کرے گا مگر افراسیاب نے اپنے لوگوں کو حکم دیا "جنگ ملتوی کیے جانے کا طبل بجوا دو۔ اعلان کر دو کہ چالیس دن تک ملکہ آفات اور ملکہ ماہیمن کا سوگ منایا جائے گا۔"

خاتمہ

آفات اور ماہیان کے کفن دفن کے بعد افراسیاب نے چالیس دن تک کے لیے مُلک میں سوگ منائے جانے کے احکامات صادر کیے۔ اس کے بعد اس نے اپنے لیے ایک خاص خیمہ اِستادہ کرایا اور جادو منتر کی تمام کتابیں منگوا کر اس میں رکھیں۔ یہ سب کچھ ہو گیا تو اس نے تنہائی میں حیرت سے کہا "اب چالیس دن تک میں اس خیمے سے باہر نہ نکلوں گا۔ دن رات عبادت میں گزاروں گا۔ اِس عرصے میں تم روزانہ ماتحت بادشاہوں اور سرداروں کو یہاں پہنچنے کی ہدایات جاری کرتی رہو اور اپنی عیاروں کو دشمن کی چھاؤنی میں بھیجتی رہو کہ جس طرح بن پڑے طلسم کشا یا لوح کو اُڑا لائیں۔"

کوہِ عقیق کے محاذ پر امیر حمزہ کے مقابلے میں لقا کی حمایت کے لیے افراسیاب نے مُدت سے کوئی خاص توجہ نہ دی تھی۔ خاص طور پر اس وقت سے کہ جب پہلی بار طلسم کی ...رت اسد کے قبضے میں چلی گئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس محاذ

پے در پے شکستیں کھا کر لقا اپنے حامیوں سمیت تیزی سے ہوتے ہوئے افراسیاب کے پاس پہنچنے کی جدوجہد کر رہا تھا اور امیر حمزہ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ آندھی طوفان کی طرح اس کا تعاقب کرتے ہوئے بڑھے چلے آ رہے تھے۔

دوسری طرف لاچین نے زبردست قوت حاصل کر کے شہنشاہ نیلم کا سارا مُلک فتح کر لیا۔ نیلم کے پاس اب بھی زبردست فوج تھی مگر کامیابی کی صورت نہ دیکھ کر اس نے بھی افراسیاب کی چھاؤنی کا رُخ کیا۔ لاچین اس کا پیچھا کرتے ہوئے بڑھا اور ملکہ مہ جبین کی چھاؤنی میں آ پہنچا۔

چالیس دن تک چلّہ کھینچنے کے بعد افراسیاب رات کو ٹھیک اسی وقت خیمے سے باہر آیا جس وقت وہ اس کے اندر داخل ہوا تھا۔ ملکہ حیرت دروازے پر موجود تھی۔ وہ اُسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ افراسیاب کی شان ہی نرالی تھی۔ آنکھیں ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ چہرہ گلنار ہو رہا تھا۔ چال ڈھال میں ایسا بانکپن آ گیا تھا کہ دیکھنے والے پر دُور سے ہی ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کا چلّہ کامیاب رہا تھا۔ اس نے ملکہ حیرت سے پُوچھا:

"اس عرصے میں فوج کی تعداد میں کتنا اضافہ ہوا ہے؟ ہماری عیاروں میں سے کسی نے بھی کوئی کارنامہ انجام دیا کہ نہیں؟"

حیرت نے کہا "حضور کے اقبال سے اس وقت ہماری فوج ساٹھ کوس تک پھیل گئی ہے۔ صرصر اور اس کی شاگرد عیارنوں نے طلسم کشا اور فوج کو اڑا لانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر عمرو اور اس کے شاگردوں نے ان کی کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ آج شام کے وقت صرصر قسم کھا کر دشمن کی چھاؤنی میں گئی ہے کہ خواہ کچھ ہو خالی ہاتھ واپس نہ آئے گی۔"

"لاچین کے بارے میں کیا خبریں ہیں؟ کوہ عقیق کے محاذ کا کیا حال ہے؟" افراسیاب نے دوسرا سوال کیا۔

حیرت نے جواب دیا "لاچین ایک زبردست فوج کے ساتھ کل ہی مہ جبین کی چھاؤنی میں پہنچا ہے۔ سنا ہے اس نے نیلم کا سارا ملک اور وہاں سے لے کر یہاں تک ہماری مملکت کے سارے علاقے فتح کر لیے ہیں۔ اس سے شکستیں کھا کر نیلم چند ہی گھنٹے پہلے ہماری چھاؤنی کے قریب پہنچا ہے اور اپنے استقبال کا انتظار کر رہا ہے۔ کوہ عقیق کے محاذ پہ سلیمان عنبر تن ہلاک ہو چکا ہے۔ خداوند لقا شکست کھا کر ہماری طرف آ رہے ہیں اور امیر حمزہ ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔"

یہ سن کر افراسیاب کی تیوری پر بل پڑ گئے۔ اس نے کہا "کوئی پروا نہیں۔ اب میں اتنی طاقت رکھتا ہوں کہ لاچین کوکب۔ حمزہ بلکہ ساری دنیا سے برسوں تنہا لڑ سکتا ہوں۔

یشہ صرف طلسم کشا سے ہے وہ بھی اس لیے کہ لوح اس کے پاس ہے۔ طلسم کشا پر بس نہ چلا تو اس کے ساتھیوں ور حامیوں میں سے ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑوں گا۔"

ب خواجہ عمرو کا حال سنیے۔ انھیں یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ دوبارہ جنگ شروع ہونے سے پہلے پہلے عیارنیں طلسم کشا کو اڑا لے جانے کی پوری پوری کوشش کریں گی۔ چنانچہ وہ اپنے شاگردوں سمیت دن رات اپنی چھاؤنی کی چوکسی کرنے لگے۔ شہنشاہ لاچین کے آ جانے کے بعد انھوں نے پوری ٹولی کے ساتھ گشت کرنے کا طریقہ ختم کر دیا۔ اس کی بجائے برق فرنگی کو لاچین اور اس کی بیوی ملکہ بلقیس کی حفاظت کے لیے، ضرغام کو شہنشاہ کوکب کی چوکسی کے لیے اور جاں سوز کو مہ رخ کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کر دیا۔ خود ہر وقت شہزادہ اسد اور مہ جبین کی حفاظت کرنے لگے۔ رہ گیا مہتر قِران تو اس کو انھوں نے دشمن کی چھاؤنی کی جاسوسی کرنے اور واپسی پر اپنی چھاؤنی کے گشت پر مامور کر دیا۔ اس کڑے حفاظتی انتظام کی وجہ سے صرصر اور اس کی شاگرد عیارنیں دور ہی سے چکر لگا کر واپس چلی جاتیں۔

جس وقت ملکہ حیرت نے اپنی بارگاہ میں پہنچ کر ہرکاروں کو حکم دیا کہ سرداروں اور بادشاہوں کو شہنشاہ نیلم کے

استقبال کے لیے تیار ہونے کو کہا جائے۔ اس وقت وہ
قیران وہاں موجود تھے۔ یہ خبر لے کر وہ طرارے بھرتے ہوئے
اپنی چھاؤنی میں آئے اور آکر خواجہ عمرو کو اطلاع دی۔
عمرو نے کہا "اچھی خبر لائے۔ میں اس کے بارے میں
سوچتا ہوں۔ تم ہوشیاری کے ساتھ اب اپنی چھاؤنی کا گشت
شروع کر دو۔"

قیران کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد عمرو نے سوچا کہ
نیلم افراسیاب کا سب سے زیادہ راز دار دوست ہے۔ اس سے
مل کر افراسیاب کوئی نیا منصوبہ بنائے گا۔ چل کر پتا کرنا
چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ اٹھا اور چاروں طرف غور سے دیکھنے
لگا۔ محافظ سپاہی ہر طرف پہرا دے رہے تھے۔ اس کے باوجود
عمرو نے زنبیل سے اپنی شکل کا کاغذی پتلا نکال کر خیمے
کے دروازے پر بٹھا دیا اور چپ چاپ چھاؤنی سے نکل کر
نیلم کی طرف چل پڑا۔

شہزادہ اسد کے خیمے کے سامنے محافظوں کے خیموں کی
قطاریں تھیں۔ انھی میں سے ایک کے پیچھے مرمر عیار چھپی ہوئی
تھی۔ عمرو کو اپنی جگہ اپنا پتلا رکھتے اور لشکر سے باہر جاتے
اس نے اچھی طرح سے دیکھ لیا تھا۔ جیسے ہی عمرو غائب ہوا
مرمر عمرو کا بھیس بنا کر لوٹ سے باہر نکل آئی۔

پھر عمرو نیلم کے پڑاؤ کے قریب پہنچا تو بہت دور سے
بہت بڑا جلوس آتا دکھائی دیا۔ سمجھ گیا کہ نیلم کا
استقبال کرنے والے آ رہے ہیں۔ جلدی جلدی اس نے اپنا
بھیس مرمر عیارہ جیسا بنایا اور استقبال کرنے کے لیے آنے
والوں سے پہلے نیلم کے پڑاؤ میں جا پہنچا۔ نیلم اس وقت
اپنے سرداروں کے جھرمٹ میں بیٹھا استقبال کے لیے آنے
والوں کا انتظار کر رہا تھا۔ مرمر نے ادب کے ساتھ اس
سے کہا "حضور، چالیس دن کے بعد شہنشاہ ابھی ابھی چلے
سے باہر آتے ہیں۔ اس وقت غسل فرما رہے ہیں اس
لیے وہ خود آپ کے استقبال کو نہیں آ سکے۔ مجھے ایک
خاص پیغام دے کر بھیجا ہے۔ تنہائی میں چلیے تو عرض
کروں۔"

دونوں ایک علیحدہ خیمے میں چلے گئے۔ کچھ دیر بعد
استقبال کرنے والے پڑاؤ میں آ گئے تو نیلم تنہا باہر آیا،
اپنے سرداروں کے ساتھ استقبال کے لیے آنے والوں سے
ملا۔ ایک راز دار نے اس سے چپکے سے پوچھا "حضور،
مرمر کہاں گئی؟" نیلم نے مسکرا کر جواب دیا "میاں قیدیوں
کے آنے اور جانے کا کیا پوچھتے ہو۔"
نیلم کا جلوس بڑی شان و شوکت کے ساتھ افراسیاب کی

بارگاہ میں پہنچا۔ دوسرے سب لوگوں کو دربار کے شامیانے میں بیٹھنے کی ہدایت کی گئی اور نیلم کو افراسیاب نے اپنے خیمے میں بلوا لیا۔

زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ملکہ حیرت خیمے میں آ دھمکی۔ اس کے پیچھے عیارہ صرصر پیٹھ پر ایک گٹھڑی لادے ہوئے تھی۔ حیرت نے افراسیاب کو سلام کرتے ہوئے کہا "حضور، مبارک ہو! صرصر نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔" صرصر نے پیٹھ پر لادی ہوئی گٹھڑی افراسیاب کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "عالی جاہ، یہ رہا طلسم کشا۔" یہ کہہ کر اس نے گٹھڑی کھول دی۔ شہزادہ اسد بے ہوشی کی حالت میں سب کی نگاہوں کے سامنے تھا۔

"اور عالی جاہ! یہ رہی طلسم کی لوح۔" صرصر نے افراسیاب کے سامنے میز پر لوح کو رکھتے ہوئے کہا۔ پھر سلام کر کے باہر چلی گئی۔

افراسیاب نے نیلم سے کہا "دوست، یہ تمہارے قدموں کی برکت ہے۔ اب بہتر ہے کہ اپنے مبارک ہاتھوں سے تم ہی طلسم کشا کا کام تمام کرو۔"

نیلم میز پر رکھی ہوئی لوح کو اٹھا کر غور سے دیکھ رہا تھا۔ افراسیاب نے اسد کو قتل کرنے کی فرمائش کی تو لوح

ایک ہاتھ میں لے کر نیلم نے دوسرے ہاتھ سے تلوار کھینچ لی اور اسد کی طرف بڑھتا ہوا بولا "لوح میرے قبضے میں ہے۔ اب طلسم کشا اور عام آدمی میں کوئی فرق نہیں۔ ہوش میں لا کر اسے ہلاک کروں گا۔"

یہ کہہ کر نیلم اسد کے قریب پہنچا اور تلوار کی نوک زور سے اس کی ران میں چبھو دی۔ اس تکلیف سے اسد کی بے ہوشی جاتی رہی۔ سسکی لے کر آنکھیں کھول دیں اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

نیلم نے اسد کو للکارتے ہوئے کہا "مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہ دیکھو، طلسم کی لوح بھی میں نے تم سے چھین لی ہے۔ میرا نام شہنشاہ نیلم جادو ہے۔"

اسد کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔ اس نے جواب دیا "آزاد ہوتا تو ابھی تیری زبان گدی سے کھینچ لیتا۔"

"اچھا تو لے۔" نیلم نے اس کے بند کاٹتے ہوئے کہا "تیری یہ بے بسی بھی دور کیے دیتا ہوں۔"

اسد کے بند کٹے تو تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ نیلم کے تلوار والے ہاتھ پر جھپٹا مارنا ہی چاہتا تھا کہ نیلم نے تلوار کی نوک اس کے سینے پر رکھ دی۔ اسد آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ جیسے ہی نیلم کی پیٹھ افراسیاب کی طرف

ہوئی اس نے اسد کو اپنی بائیں آنکھ کا تل دکھاتے ہوئے
لوح اس کو دے دی اور پلٹ کر افراسیاب سے مخاطب ہوا
"او احمق! منم عمرو عیار۔ میرا آنا تیرے لیے نہیں طلسم
کشا کے لیے مبارک ثابت ہوا۔"

افراسیاب تلوار کھینچ کھڑا ہو گیا مگر فوراً ہی اُسے
احساس ہو گیا کہ لوح طلسم کشا کے قبضے میں ہے اور وہ
آزاد ہے۔ تلوار کو میان میں رکھتے ہوئے اس نے کہا "کوئی
بات نہیں۔ تم جا سکتے ہو۔ حکم جاری کیے دیتا ہوں کہ تمہیں
کوئی نہ روکے۔ لیکن اس بے ادبی کا میدانِ جنگ میں
انتقام لوں گا۔"

اُدھر نیلم اپنے خیمے میں بے ہوش پڑا تھا۔ اُسے
ہوش آیا تو تلملاتا ہوا افراسیاب کے پاس پہنچا اور کہنے
لگا "میری زبردست توہین ہوئی ہے۔ اجازت دیجیے کہ
ابھی جا کر بدلے میں لاچین اور اس کی بیوی بلقیس کو
اُٹھا لاؤں گا۔"

افراسیاب نے بہت روکا مگر وہ نہ مانا۔ اس نے زمین
میں ڈبکی لگائی اور اندر ہی اندر لاچین کی آرام گاہ میں
جا نکلا۔ اس وقت دونوں میاں بیوی سو رہے تھے۔
نیلم نے قریب جا کر لاچین کے چہرے پر بے ہوشی کا غبارہ

تھا۔ لاچین کو چھینک آئی اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ چھینک
کی آواز سے بلقیس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے جو نیلم کو دیکھا
تو شور مچا دیا۔ نیلم بھاگا۔ دروازہ پر عیار اور پہرے دار
اس کا راستہ روکے کھڑے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ ہوا میں
اُڑا تو بلقیس اس پر جھپٹ پڑی۔ اس کے اور بلقیس
کے درمیان جادو چلنے لگا۔ شور کی آواز سُن کر سب اس
طرف آنے لگے۔ نیلم چاروں طرف سے گھر گیا۔

کافی دیر تک جب نیلم نہ پلٹا اور دشمن کی چھاؤنی
میں ہنگامے کی صدا بلند ہوئی تو افراسیاب سے نہ رہا گیا۔
اُڑتا ہوا موقع پر پہنچ گیا۔ نیلم کو نرغے میں دیکھ کر اس
نے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اتنے میں شہزادہ اسد بھی آ
پہنچا۔ دیکھتے ہی دیکھتے نقشہ بدل گیا۔ افراسیاب جان بچا کر
اور زخمی ہو کر اُڑتا ہوا بھاگ نکلا۔ نیلم مارا گیا۔

ابھی رات کی گھڑی باقی تھی۔ افراسیاب جادو کی جھولی
لے کر اسی وقت میدان میں جا بیٹھا جو اس کی چھاؤنی
کے بیچوں بیچ خالی چھوڑا گیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی سے منتر
پڑھنے کے بعد اس نے جھولی میں سے ماش کے دانے نکال
نکال کر میدان میں پھینکنا شروع کر دیے۔ میدان میں ہر
طرف دھواں سا پھیلنے لگا۔ رفتہ رفتہ یہ دھواں آسمان کی

یہ نعرہ سنتے ہی اسد کے حامیوں کے دِل شیر ہو گئے۔ افراسیاب نے اُڑ کر گنبد کی طرف جانا چاہا مگر ایک طرف سے لاچین اور دُوسری طرف سے کوکب اس کی راہ میں حائل ہو گئے۔ مجبورًا زمین پر آ گیا۔ تین دن غضب کی جنگ ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ افراسیاب زخمی اور نڈھال ہو گیا۔ اسد نے اُسے بھاگنے یا اُڑنے کی مہلت نہ دی۔ خُدا کا نام لے کر نور افشاں کی دی ہُوئی طِلسمی تلوار کا ایسا بھرپور وار اس کے سر پہ لگایا کہ آناً فاناً دو ٹکڑے ہو گیا۔ زبردست زلزلہ آیا۔ خوف ناک آندھیاں چلیں اور پھر کِسی نے اعلان کیا: "افسوس! مجھے طِلسم کُشا نے ہلاک کیا۔ میرا نام افراسیاب جادُو تھا۔"

اس آواز کے ساتھ ہی ملکہ حیرت اُڑ کر نہ جانے کہاں چلی گئی۔ ایک طِلسمی پنجہ لقا کو اُٹھا لے گیا، طِلسمی گنبد تباہ ہو گیا اور افراسیاب کے حامیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ طِلسم ہوش رُبا مکمل طور پر فتح ہو گیا۔ لاچین، کوکب اور کروڑوں باشندگانِ طِلسم ہوش رُبا و طِلسم نور افشاں نے جادُو سے توبہ کی۔ عمرو کے مشورے پہ افراسیاب کی جگہ لاچین کو طِلسم ہوش رُبا کا بادشاہ مقرر کیا گیا۔ کچھ دنوں تک جشن منانے اور آپس میں دوستی کا معاہدہ کرنے کے بعد کوکب اپنے ملک کو اور امیر حمزہ، اسد اور عمرو وغیرہ اپنے ملک کو واپس ہو گئے۔

[illegible]

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام عبد السلام پرنٹر و پبلشر